فتاویٰ علماءِ ہند

جلد-۱۰

تیار کردہ

منتخب علماءِ ہند

زیر سرپرستی

حضرت مولانا مفتی انیس الرحمٰن قاسمی

زیر نگرانی

حضرت مفتی محمد اسامہ شمیم الندوی

باھتمام

منظمة السلام العالمية

ممبائی - الہند

نام کتاب	:	فتاویٰ علماء ہند (جلد-۱۰)
زیر سرپرستی	:	حضرت مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحب
زیر نگرانی	:	حضرت مولانا محمد اُسامہ شمیم الندوی صاحب
سن اشاعت	:	جون ۲۰۱۷ء
تعداد اشاعت	:	ایک ہزار
کمپوزنگ وڈیزائننگ	:	محمد رضاء اللہ قاسمی
ناشر	:	منظمة السلام العالمية، ممبائی، الهند

یہ کتاب ''منظمة السلام العالمية '' کی
طرف سے ہدیہ ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے
وقف ہے، اس کو بیچنا جائز نہیں ہے۔

منظمة السلام العالمية

Global Peace Organisation (GPO)

Email: gpo.org@yahoo.com Mob. : +91-7303 7076 05

کتاب الصلاۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال اللّٰہ عزوجل:

﴿فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ o الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلاتِهِمْ سَاهُونَ﴾

(سورة الماعون: ٤)

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم:

الصلاة المكتوبة واجبة خلف كل مسلم برًا كان أوفاجرًا وإن عمل الكبائر.

(سنن أبی داؤد، كتاب الصلاة، باب إمامة البروالفاجر، رقم الحديث: ٥٩٤)

" تفضل صلاة الجميع صلاة أحدكم وحده بخمس وعشرين جزءًا ".

(صحيح البخاری، باب فضل صلاة الفجر فی جماعة، رقم الحديث: ٦٤٨)

فہرست عناوین

نمبر شمار	عناوین	صفحات

فہرست مضامین (۵-۲۸)

ٹخنوں سے نیچا کپڑا پہننے والے کی امامت (۳۵-۳۸)

تصویر کشی اور امامت (۳۹-۴۶)

نمبر شمار	عناوین	صفحات

ٹی وی دیکھنے، ریڈیو اور گانا سننے والے کی امامت (۴۷-۶۰)

جھوٹے کی امامت (۶۱-۸۲)

نمبر شمار	عناوین	صفحات

بینک کے ملازم اور سودی لین دین کرنے والوں کی امامت (۸۳-۹۰)

ناجائز آمدنی حاصل کرنے والوں کی امامت (۹۱-۱۰۲)

چوری کرنے والوں کی امامت (۱۰۳-۱۰۸)

رہن سے فائدہ اٹھانے والے کی امامت (۱۰۹-۱۱۴)

ناجائز قبضہ اور خیانت کرنے والے کی امامت (۱۱۵-۱۳۲)

صدقات، زکوٰۃ اور عطیات لینے والے کی امامت (۱۳۳-۱۴۰)

دعوتوں میں شرکت کرنے والے کی امامت (۱۴۱-۱۴۴)

نمبرشمار	عناوین	صفحات

تعویذ وجادو، ٹونا کرنے والے کی امامت (۱۴۵-۱۵۸)

قاتل کی امامت (۱۵۹-۱۶۰)

مسجد کا سامان استعمال کرنے والے کی امامت (۱۶۱-۱۷۲)

والدین کی نافرمانی کرنے والے کی امامت (۱۷۳-۱۸۶)

صفحات	عناوین	نمبر شمار

ایسے شخص کی امامت، جس کے رشتہ دار فاسق ہوں (۱۸۷-۲۲۲)

نشیلی اشیا استعمال کرنے والے کی امامت (۲۲۳-۲۳۶)

بدعتی کی امامت (۲۳۷-۲۸۶)

نمبر شمار	عناوین	صفحات

مختلف عقائد و جماعتوں سے منسلک لوگوں کی امامت (۲۸۷-۳۵۶)

نمبر شمار	عناوین	صفحات

نمبر شمار	عناوین	صفحات

جماعت کے احکام ومسائل (۳۵۷-۳۶۰)

اذان کے بعد مسجد سے نکلنا (۳۶۱-۳۶۲)

گھڑی کے ذریعہ جماعت کا وقت مقرر کرنا (۳۶۳-۳۷۴)

وقت مقررہ سے جماعت کو مؤخر یا مقدم کرنا (۳۷۵-۳۸۰)

اذان اور جماعت کے درمیان فاصلہ (۳۸۱-۳۹۰)

نمبر شمار	عناوین	صفحات

جماعت کے لیے امام، یا مقتدی کا انتظار کرنا (۳۹۱-۴۰۰)

مسجد کے تہ خانہ یا بالائی منزل پر جماعت (۴۰۱-۴۰۲)

تکبیر تحریمہ میں شرکت کے درجات (۴۰۳-۴۰۶)

نمبر شمار	عناوین	صفحات

جماعت کے فضائل و مسائل (۴۰۷-۴۲۲)

تنہا عورتوں کی جماعت (۴۲۳-۴۴۰)

نمبر شمار	عناوین	صفحات

جماعت میں جذامی کی شرکت (۴۴۱-۴۴۶)

جماعت ثانیہ کے مسائل (۴۴۷-۴۷۸)

ایک جماعت کے وقت دوسری جماعت کا حکم (۴۷۹-۴۸۲)

امام وموذن متعین نہ ہوں، وہاں جماعت ثانیہ (۴۸۳-۴۸۶)

جس مسجد میں جماعت ثانیہ جائز ہے (۴۸۷-۴۹۴)

جماعت فوت ہوجانے کے بعد نماز ادا کرنے کا طریقہ (۵۰۰-۴۹۵)

جماعت اولیٰ کا تعین (۵۳۴-۵۰۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلمۃ الشکر

الحمد لله الذى جعل الصلاة عماد الدين، وجعلها رسول الله صلى الله عليه وسلم علامة فارقة تميز المسلمين من الكافرين، أحمده سبحانه أن جعلنا من أهل الصلاة، وأشكره على ما حبانا وأشهد أن محمدًا عبده ورسوله إلى جميع الثقلين، اللّٰهم صل وسلم على عبدك ورسولک محمد، وعلى آله وأصحابه ومن على تبع سنته إلى يوم الدين أما بعد:

الحمد لله فتاویٰ علمائے ہند کی دسویں جلد جو جماعت کی نماز اوراس کی امامت کے مسائل پر مشتمل ہے، تکمیل کو پہنچ رہی ہے۔دراصل اسلام میں منصب امامت کو بڑی اہمیت دی گئی ہے، اس کو منصب خلافت اور منصب دعوت سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے منصب امامت کو منصب دعوت سے تعبیر کیا ہے۔شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے امامت کے اوصاف کو خلافت کے اوصاف سے مماثل ذکر کیا ہے۔

اب ہم خلافت سے اتنا دور ہو گئے کہ آج کا امام صرف پانچ وقت کا امام رہ گیا ہے، ورنہ اصل امام تو زندگیوں کا امام ہے، جو تمام شعبوں کی اصلاح ورہبری کو محیط ہے۔اس امامت کا قیام جماعت کے ساتھ خلافت کا تصور دیتا ہے؛ اس لیے مسلمانوں کا کوئی بھی کام جماعت کی حیثیت سے ہوا فراد پر فائق ہے۔

جماعت کی نماز کا اہتمام مسلمانوں کے ہر کام کو جو اجتماعی زندگی سے متعلق ہے جماعت کے ساتھ کرنے کی طرف مشیر ہے؛ اس لیے شریعت اسلامیہ میں جماعت کی نماز کو اہمیت دی گئی ہے کہ یہ سماجی زندگی کا جائزہ روزانہ پانچ وقت لیا کرتی ہے، جس سماجی زندگی کا جائزہ زندگی کے تمام شعبوں میں پانچ وقت لیا جاتا رہے گا، وہ بے مثال ارتقا کا حامل رہے گا اوراس جماعت کا امام منصب سعادت وسیادت پر ہوگا۔

اللہ پاک تمام معاونین کو قبول فرمائے، جن کی محنت شاقہ سے یہ جلد تکمیل کو پہنچی ہے۔(وما توفيقى إلا بالله)

بندہ شمیم احمد
ناشر فتاویٰ علمائے ہند
خادم منظمۃ السلام العالمیۃ، ممبئی

۲۰ر شعبان المعظم ۱۴۳۸ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تأثرات

محترم جناب مولانا محمد اسامہ شمیم ندوی صاحب دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے یہ جان کر بے حد مسرت ہوئی کہ گزشتہ دوصدیوں سے ہندو پاک کے دارالافتاء سے شائع ہونے والے فتاویٰ کو آپ دوسو جلدوں میں جمع کرنے اوران کوعربی وانگریزی زبان میں شائع کرنے کا عزم وارادہ رکھتے ہیں، اس کی ترتیب بھی ماشاءاللہ بہت عمدہ ہے، امید ہے قارئین کو بھی بہت پسند آئے گی اور خوب اس سے استفادہ کریں گے۔

میں ہندوستان کے مفتیان کرام کی ان کوششوں کو سراہتا ہوں، جوانہوں نے دور حاضر کے نت نئے مسائل کا حل قران وسنت کی روشنی میں تلاش کرنے کے لیے کی ہیں۔

یقیناً علماء کرام کی ان کاوشوں کو منصۂ شہود پر لانا امت کے لیے نصیحت کا سامان فراہم کرنا ہے، جس پر عمل درآمد ہوکر دین اسلام کی ترویج واشاعت، اس کی بقا اور اس کی خوبیوں کو اجاگر کرنے کا کام اچھے طریقے سے انجام دیا جا سکتا ہے، واقعی اس طرح کے کاموں میں بلندعزم وہمت اور توفیق الٰہی کی ضرورت ہے، اس مبارک منصوبہ کے لیے میں آپ کی کامیابی کا آرزومند ہوں۔

اور میں امید کرتا ہوں کہ آپ کی مجلس اس موسوعہ کو بہتر سے بہتر شکل میں منصۂ شہود پر لانے کے لیے اصحاب فقہ وفتاوی کو شامل کرے گی اوران کے گراں قدر مشوروں اور تجربوں سے استفادہ کرے گی۔

میں بارگاہ الٰہی میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالی اس عمل میں برکت عطاء فرمائے، اخلاصِ نیت اور درستگی کے ساتھ یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچے اور مزید اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمائے۔ **(إنه ولی ذلک والقدیر علیه)**

والسلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

سلیم اللہ خاں

صدر وفاق المدارس پاکستان

۲۰۱۵/۱۱/۲۵ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

علوم دینیہ اسلامیہ اسلامی زندگی کی بقا اور سرسبز وشادابی کا اہم حصہ ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علم ہی کے ذریعے سے کار نبوت کو شروع فرمایا اور ذکر و دعوت سے اسے مزین فرمایا، چناں چہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اولیاء عظام بھی علم و ذکر اور دعوت کے ذریعے پورے عالم میں پھیلے اور دین حنیف کو پھیلایا۔

حصول علم و شریعت کے بھی بہت سے ذرائع ہیں؛ مگر اس کا سہل آسان اور کار آمد طریقہ فقہ و فتاوی ہے، علما و فقہا ہمہ وقت کتاب و سنت میں منہمک رہتے ہیں اور امت کے تمام پیش آمدہ مسائل میں انکی رہنمائی کرتے رہتے ہیں، لہذا ان فتاوی کا جمع کرنا اور ان کی اشاعت کرنا بہت بڑی دینی خدمت ہے، ہندوستان میں ماضی قریب میں بہت سارے فتاوی کے مجموعے بنام ''فتاوی دار العلوم، فتاوی رحیمیہ، فتاوی محمودیہ'' شائع ہوئے ہیں، اب ان تمام فتاوی کے مجموعات کو یکجا جمع کر دیا جائے تو نور علی نور ہوگا۔

الحمد للہ، اس اہم خدمت کی توفیق اور سعادت منظمۃ السلام العالمیۃ کو ملی ہے، صاحب نظر عالم کی نگرانی میں فتاوی علماء ہند کے نام سے فتاوی کا ایک بہترین مجموعہ تیار کیا جا رہا ہے، جس میں گزشتہ دو سو سالوں میں دیئے گئے علماء برصغیر کے فتاوی شامل ہیں، ساتھ ہی قرآن و سنت کے حوالہ جات سے بھی مزین کیا جا رہا ہے اور بڑی خوشی کی بات ہے کہ اس مجموعے کا عربی و انگریزی ترجمہ بھی کیا جا رہا ہے، یہ ایک عظیم صدقہ جاریہ اور تراث اسلامی کا احیا ہے۔

بندہ ناچیز کی رائے ہے کہ اس مجموعہ میں کوکن، بھٹکل اور کیرالہ کے شوافع علماء کے فتاوی شامل کر لیے جائیں اور مختلف اہم زبانوں میں ترجمہ ہو جائے تو بہت اچھی بات ہوگی اور بڑا علمی و دعوتی کام ہوگا، اللہ تعالی منتظمین اور معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اس مجموعے کو زیادہ سے زیادہ نفع بخش بنائے۔ آمین

عبد الشکور قاسمی
دار العلوم اوچرا، کیرالہ
ممبر: آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

۲۳/۴/۲۰۱۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

از: سفرنامہ ہند، ۲۳/ویں قسط

کل بمبئی میں ابنائے ندوہ کے پروگرام میں مولانا محمد اسامہ شمیم ندوی صاحب سے ملاقات ہوئی، انہوں نے فتاویٰ علماء الہند کی پہلی جلد عنایت کی، یہ ایک غیر معمولی اہمیت کا حامل، حوصلہ منداور طویل المیعاد پروجکٹ ہے، جس میں گزشتہ دوصدیوں کے ہندوستانی علماء اور مفتیان کرام کے فتاویٰ جمع کئے جارہے ہیں اور تقریباً 60 جلدوں میں یہ پروجکٹ پایۂ تکمیل کو پہنچے گا، اب تک اس کی آٹھ جلدیں شائع ہوئی ہیں اور پہلی جلد کا عربی اور انگریزی میں ترجمہ بھی ہو چکا ہے، پروجکٹ مشہور عالم وفقیہ مولانا انیس الرحمٰن صاحب قاسمی کی سربراہی اور مولانا محمد اسامہ شمیم ندوی کی نگرانی میں علماء کی ایک ٹیم کی کوششوں کا رہین منت ہے، منظمۃ السلام العالمیۃ (گلوبل پیس آرگنائزیشن) بمبئی کے زیر اہتمام اس پروجکٹ پہ کام ہورہا ہے، جس کے ذمہ دار معروف داعی الی اللہ جناب شمیم اُحمد انجینئر صاحب ہیں۔

اس عظیم کام کی جہاں علمی وفقہی قیمت ہے، وہیں اس کی تاریخی اہمیت بھی ہے، اس سے بیک نظر اندازہ ہوسکے گا کہ حالات اور زمانہ کی تبدیلی سے فقہا کی سوچ کس طرح متأثر ہوتی تھی اور فتویٰ دیتے وقت وہ اپنے ماحول کو کس طرح مدنظر رکھتے تھے اور ایک ہی عہد کے فقہا ومفتیان کرام کے درمیان اختلاف کے اسباب ووجوہ بھی معلوم کرنے میں آسانی ہوگی۔

تاہم اس کوشش کا نقصان وہی ہے جو ہمیشہ اس طرح کی کوششوں کا ہوتا رہاہے، اندیشہ ہے کہ ناعاقبت اندیش، پست ہمت اور علم وفقہ کی حقیقت سے کم واقف اسے ایک مرجع کی حیثیت سے استعمال کریں گے۔ قرآن وحدیث کی طرف رجوع کا خیال کہاں سے آئے گا، وہ ائمہ متقدمین اور فقہائے محققین کی کوششوں اور کتابوں سے بھی استفادہ کی کوشش نہیں کریں گے۔ بہر حال ہم اس پروجکٹ کا استقبال کرتے ہیں، اس کے ذمہ داروں کو مبارکباد دیتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ علما اس کی قدر کریں گے اور اس کا صحیح استعمال کریں گے۔

بقلم:　　ڈاکٹر محمد اکرم ندوی آکسفورڈ، انگلستان

۱/۸/۲۰۱۷ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

الحمد لله الذى جعل الصلاة راحة للمؤمنين، ومفزعاً للخائفين، ونوراً للمتوحشين، والصلاة والسلام على إمام المصلين المتهجدين وسيد الراكعين والساجدين. أما بعد:

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر واحسان ہے کہ اس نے محض اپنے فضل وکرم سے فتاویٰ علمائے ہند کی نماز سے متعلق دسویں جلد کی تکمیل کی توفیق مرحمت فرمائے اس جلد میں خاص طور پر جماعت کی نماز اور اس کے متعلقہ مسائل اور امام کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں۔

اسلامی معاشرے میں امامت ومؤذنی معزز منصب شمار کئے جاتے ہیں اور اس پر فائز رہنے والے اشخاص ہر طبقے میں عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ساری زندگی مسجد نبوی کے امام وخطیب رہے اور مسلمانوں کو دی جانے والی تمام تر تعلیمات مسجدوں کے ذریعے ہی پایۂ تکمیل کو پہنچتی رہیں۔ خواہ معاشرتی مسائل ہوں یا جہاد میں نکلنے کی تدبیریں، تعلیم وتعلّم ہو یا دیگر امور سب امام یعنی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہی لوگوں تک پہنچتے رہے۔ اسی طرح لوگوں کو نماز کے اوقات کی خبر دینا اور انھیں دن کے پانچ وقت کامیابی اور خیر کی طرف بلانا بھی نہایت ہی شرف اور فضیلت والا عمل ہے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ائمہ کے ساتھ ساتھ مؤذنین کے لیے بھی بڑے اجر وثواب کی بشارت دی ہے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تین قسم کے لوگ قیامت کے دن مشک کے ٹیلوں پر ہوں گے ایک وہ جس نے اللہ کے اور اپنے غلاموں کے حقوق ادا کیے ہوں، دوسرا وہ شخص جس نے لوگوں کی امامت کی اور اس کے مقتدی اس سے خوش رہے اور تیسرا وہ شخص جس نے روزانہ پانچ وقت لوگوں کو نماز کی دعوت دی''۔ یعنی جو اذان دیا کرتا تھا، اس حدیثِ پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ امام اور مؤذن اللہ کے نزدیک معزز ہیں اور دونوں قسم کے لوگوں کے لیے اللہ کی خاص رحمت ومہربانی ہے۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ ''محشر کے دن مؤذنین کی گردنیں سب سے لمبی ہوگی''۔ یعنی وہ دوسروں سے نمایاں وممتاز ہوں گے اور بآسانی پہچانے جاسکیں گے۔

الحمد للہ سابقہ جلدوں کی طرح اس جلد میں بھی فتاویٰ کے سوال وجواب کو بعینہٖ ذکر کیا گیا ہے ساتھ ہی تمام فتاویٰ میں اصل کتاب کے حوالہ کو بھی درج کیا گیا ہے اور حاشیہ میں دیگر مفتی بہ مسائل کا اضافہ بھی کیا گیا ہے۔ حواشی میں فقہی عبارتوں کے علاوہ آیات قرآنی، احادیث نبوی، صحابہ وتابعین کے اقوال وآثار کو اہتمام کے ساتھ ذکر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جس کی وجہ سے یہ فتاویٰ اور بھی زیادہ مدلل ہوگئے ہیں۔

میں اپنے تمام ان احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اسکی تکمیل میں ہمارا خوب ساتھ دیا جن کی محنت شاقہ سے یہ بخوبی انجام کو پہنچا ہے اسی طرح میں اپنے بزرگوں کا بھی شکرگزار ہیں جنھوں نے ہمت افزائی فرمائی اور اپنے تاثرات تحریر فرمائے اور بہت دعائیں دیں اللہ تعالیٰ ہمارے بزرگوں کی دعاؤں اور مفتیان کرام کی محنتوں کو قبول فرمائے اور اسے دونوں جہان کی کامیابی کا ذریعہ بنائے، بندہ کو حیاو میتا دعاؤں میں یاد رکھیں۔

بندہ محمد اسامہ شمیم ندوی

رئیس المجلس العالمی للفقہ الاسلامی، ممبئی (الہند)

۲۷ رمئی ۲۰۱۷، مطابق: یکم رمضان ۱۴۳۸ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابتدائیة

الحمد لله الذی یوافی نعمه والصلاة والسلام علی أشرف خلقه وخاتم رسله وبعد!

شریعت اسلامی میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی تاکید ہے۔اللہ جل شانہ نے اقامت صلوٰۃ کا حکم دیا ہے اور اقامت صلوٰۃ کا مکمل مفہوم جماعت کے ساتھ پڑھنا ہے، اس کی ظاہری اور باطنی نعمتیں اور حکمتیں بہت ہیں؛ اسی لیے احادیث میں جماعت والی نماز کی بڑی فضیلتیں آئی ہیں، روایتوں میں آیا ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا ثواب تنہا نماز پڑھنے کے مقابلہ میں ۲۵ رگنا بڑھا ہوا ہے، (بخاری) نیز جماعت کی صحت اور فساد کا دارومدار امام کی حالت پر ہے، اگر امام جماعت اہل سنت والجماعت کا پیروکار ہو، ظاہری و باطنی ہر قسم کے رذائل سے پاک وصاف ہو تو اس کی جماعت کا ثواب ہر اعتبار سے بڑھا ہوا ہوگا؛ اس لیے عام مسلمانوں کو چاہیے کہ امام کے انتخاب میں ان تمام باتوں کا لحاظ رکھیں، جن کی وجہ سے جماعت میں بہتری آتی ہے۔

اللہ تعالیٰ شانہ کا شکر ہے کہ اس نے "**فتاویٰ علماء ہند**" کی نماز کے مسائل سے متعلق "جلد-۱۰" کی تکمیل کی توفیق مرحمت فرمائی، اس جلد میں امام کے اوصاف، جماعت اور اس سے متعلق مسائل کو شامل کیا ہے، سابقہ جلدوں کی طرح فتاویٰ علماء ہند کے اس حصۂ دہم میں فتاویٰ کے سوال و جواب کو من وعن نقل کرنے کے ساتھ ہر فتویٰ کے ساتھ اصل کتاب کے حوالہ کو بھی درج کر دیا ہے اور حاشیہ میں دیگر مفتیٰ بہ مسائل کا اضافہ بھی کیا ہے۔

امید ہے کہ علما، ائمہ، اہل مدارس اور اصحاب افتا خاص طور پر اس سے فائدہ اٹھائیں گے، حواشی میں فقہی عبارتوں کے علاوہ آیات قرآنی، احادیث نبوی، صحابہ وتابعین کے آثار واقوال کو نقل کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے، جس کی وجہ سے یہ فتاویٰ مدلل بھی ہو گئے ہیں۔

میں اس موقع سے محبّ گرامی مولانا محمد اسامہ شمیم ندوی ازہری زید مجدہم اور ابوالکلام ریسرچ فاؤنڈیشن کے ارکان ومعاونین کا شکرگزار ہوں، جن کی توجہ سے یہ کام پایۂ تکمیل کو پہونچ رہا ہے، اسی طرح شکرگزار ہوں حضرت مولانا سلیم اللہ خاں دامت برکاتہم، حضرت مولانا عبدالشکور قاسمی مدظلہ اور ڈاکٹر محمد اکرم ندوی زید مجدہ کا جنہوں نے اس مجموعہ کے بارے میں اپنے تأثرات تحریر کئے اور جناب محترم اپنے بزرگ انجینئر شمیم احمد مدظلہ کا جن کی توجہ سے یہ فتاویٰ اشاعت پذیر ہو رہے ہیں۔اللہ انہیں اور تمام معاونین ومخلصین کی اس سعی جمیل کو قبول فرمائے اور میرے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے۔(آمین)

(انیس الرحمٰن قاسمی)

مرتب فتاویٰ علماء ہند

ناظم امارت شرعیہ بہار، اڑیسہ وجھارکھنڈ

۴ ررمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

مطابق: ۳۱ رمئی ۲۰۱۷ء

ٹخنوں سے نیچا کپڑا پہننے والے کی امامت

ٹخنے ڈھانکنے والے کی امامت صحیح نہیں:

سوال: ایسے امام کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے، جو شلوار ٹخنوں سے نیچے رکھنے کا عادی ہو؟

الجواب

شلوار، پاجامہ آدھی پنڈلی تک رکھنا سنت نبوی ہے، ٹخنوں تک رکھنے کی اجازت ہے اور ٹخنوں سے نیچے رکھنا حرام ہے،(۱) اور نماز میں یہ فعل اور بھی برا ہے، جو امام شلوار، پاجامہ ٹخنوں سے نیچے رکھنے کا عادی ہو، اگر وہ اس سے باز نہ رہے تو اس کو امامت سے ہٹا دینا ضروری ہے۔(۲) (آپ کے مسائل اور ان کا حل:۳/۴۴۴)

(۱) عن أبی سعید الخدری رضی اللّٰہ عنه قال: سمعت رسو ل اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یقول: إزارة المؤمن إلٰی أنصاف ساقیه، لاجناح علیه فیما بینه وبین الکعبین، وما أسفل من ذلک ففی النار، قال ذلک ثلاث مرات. ولاینظر اللّٰہ یوم القیامة إلٰی من جر إزاره بطراً. {رواه أبوداؤد وابن ماجة }(مشکٰوة، ص: ۳۷۴)(کتاب اللباس، الفصل الثانی، رقم الحدیث: ۴۳۳۱ (موطأ الإمام مالک ت: عبدالباقی، باب ماجاء فی إسبال الرجل ثوبه (ح: ۱۲)/سنن ابن ماجة، باب موضع الإزار أین هو (ح: ۳۵۷۳) انیس)

اعلم أن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم نظر إلی عادات العجم وتعمقاتهم فی الإطمئنان بلذات الدنیا فحرم رؤوسها وأصولها وکره ما دون ذلک لأنه علم أن ذلک مفض إلی نسیان الدار الآخرة مستلزم للإکثار من طلب الدنیا. فمن تلک الرؤوس اللباس الفاخر فإن ذلک أکبر همهم وأعظم فخرهم والبحث عنه بوجوه: منها الإسبال فی القمیص والسراویلات فإنه لا یقصد بذلک الستر والتجمل اللذین هما المقصودان فی اللباس وإنما یقصد به الفخر وإراء ة الغنی نحو ذلک والتجمل لیس إلا فی القدر الذی یساوی البدن قال صلی اللّٰہ علیه وسلم: لا ینظر اللّٰہ یوم القیامة إلی من جر إزاره بطرا. وقال صلی اللّٰہ علیه وسلم: إزارة المؤمن إلی أنصاف ساقیه لا جناح علیه فیما بینه وبین الکعبین وما أسفل من ذلک ففی النار. (حجة اللّٰہ البالغة، اللباس والزینة والأوانی ونحوها: ۲/۲۹۳، دارالجیل بیروت. انیس)

(۲) وعلی المسلم أن یحذر الإسبال الذی وقع کثیرون لا سیما الشباب فإنه محرم وفیه وعید عظیم وقد ثبت بنصوص کثیرة بلغت مبلغ التواتر ومن ذلک حدیث أبی هریرة رضی اللّٰہ عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: ما أسفل من الکعبین من الإزار ففی النار، وعنه أیضا أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: لا ینظر اللّٰہ یوم القیامة إلی من جر إزاره بطرًا، وعن ابن الجری-جابر سلیم-أن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال له: وإیاک والإسبال فإنه من المخیلة. ومن هذه الأدلة وغیرها یؤخذ ما یلی: أولا: أن الإسبال منهی عنه مطلقا ==

ٹخنوں سے نیچا پائجامہ پہننے والے کی امامت:

سوال: امام کا پاجامہ ٹخنوں سے نیچا ہے، سجدہ میں جاتے وقت دونوں ہاتھوں سے پاجامہ کو اوپر کو چڑھا لیتے ہیں اور پھر سجدہ میں جاتے ہیں, یہ فعل نماز میں ہر رکعت میں برابر جاری رہتا ہے، ان سے کہا گیا تو جواب دیا کہ قسم خدا کی اب دونا کروں گا۔ ایسی حالت میں نماز ہم مقتدیوں کی ہوجائے گی، یانہیں؟ اور ہم نماز ان کے پیچھے پڑھیں، یانہیں؟ یاعلاحدہ پڑھ لیا کریں؟

الجواب

امام مذکور کو ایسا نہ کرنا چاہیے؛ کیوں کہ اول تو ٹخنوں سے نیچا پاجامہ خارج نماز سے پہننا بھی حرام اور ممنوع ہے، (۱) یہ امر موجب فسق امام ہے، (۲) اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور امام بنانا فاسق کو بدون توبہ کے مکروہ ہے، (۳) اور

== وأما ماورد على التقييد فلا يفيد أن النهى مختص به لأمرين: الأول: أن الحكم مختلف فإن الوعيد فى حال الخيلاء يختلف عن الوعيد فى غير الخيلاء وعليه فلا يحمل المطلق على المقيد فإن الإسبال للخيلاء كبيرة وإن كان غير الخيلاء فهو محرم ويخشى أن يكون من الكبائر. الثانى: أن الإسبال ذاته خيلاء لقوله صلى الله عليه وسلم: وإياك والإسبال فإنه من المخيلة. ثانياً: فى الإسبال مفاسد ومخالفات عديدة ففيه مخالفة السنة فى اللباس وارتكاب النهى والخيلاء والإعجاب بالنفس وفيه التشبه بالنساء وفيه الإسراف بتعريض الملبوس للنجاسة والقذر ومسح مواطىء الأقدام وقبل هذا كله التعرض للوعيد الشديد فى الدنيا والآخرة. (الجامع لأحكام الصلاة، الحكم الثانى حسن اللباس: ۱۳۶/۱، الكتاب العالمى للنشر بيروت. انيس)

ويكره تقديم العبد ... والفاسق. (الهداية متن فتح القدير، باب الإمامة: ۳۵۰/۱، دارالفكر بيروت)

(۱) ما نزل عن الكعبين من القميص والسراويل والإزار وغيرها عن ملابس الالرجل إن كان خيلاء فهو حرام وإلا فمكروه. (فتاویٰ النووی، تطويل الثوب والعذبة: ۶۰/۱، دارالبشائر الإسلامية. انيس)

واختلفوا فى إطالتها إلى أسفل من الكعبين من غير كبر ولا اختيال ولاحاجة فذهب الجمهور إلى الكراهة التنزيهية. (الموسوعة الفقهية الكويتية، علاج الكبر: ۱۷۰/۳٤، مطابع دار الصفوة مصر، انيس)

(۲) الاختيال فى اللباس يحدث بسبب تجاوز حد الاعتدال والقصد فيه مع عدم وجود الداعية إلى ذلک. والنية والقصد هما الأصل فى ذلک وحد الاعتدال والقصد فى اللباس يكون باتباع ما ورد فى صفة اللباس من آثار صحيحة واجتناب ما ورد النهى عنه وللعرف مدخل فى ذلک ما لم يلغه الشرع وفى المواهب: ماكان على من ذلک على سبيل الخيلاء فلا شک فى تحريمه وماكان على طريق العادة فلا تحريم فيه. ما لم يصل إلى جر الذيل الممنوع منه ونقل القاضى عن العلماء كراهة كل ما زاد على العادة فى اللباس لمثل لابسه فى الطول والسعة. (الموسوعة الفقهية الكويتية، مادة إختيال، ب: الإختيال فى اللباس: ۳۲۱/۲، دارالسلاسل الكويت. انيس)

(۳) ويكره إمامة عبد، إلخ، وفاسق. (الدرالمختارعلىٰ هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفير)

ثانیاً نماز میں بار بار ایسی حرکت کرنا بھی نہیں چاہیے کہ اس میں بھی کراہت ہے،(۱) اور بعض صورتوں میں خوف فساد صلوٰۃ ہے،(۲) بہر حال امام مذکور کو فعل مذکور سے روکنا چاہیے اور اگر وہ باز نہ آوے تو اس کو معزول کر دینا چاہیے اور اگر اس پر قدرت نہ ہو تو اسی کے پیچھے نماز پڑھنا بہتر ہے اور جماعت کا ثواب حاصل ہو جاتا ہے۔(۳) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۳/۱۱۷)

ٹخنوں سے نیچا پائجامہ پہننے والے کی امامت:

سوال: اگر امام کا پائجامہ ٹخنوں سے نیچا ہو تو اس کی امامت کیسی ہے؟

الجواب

قصداً اگر نیچا رکھتا ہو تو نماز اس کے پیچھے مکروہ ہے۔(۴) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۳/۲۶۳)

---

(۱) (و) کره (کفه) أی رفعه ولو لتراب کمشمر کم أو ذیل (وعبثه به) أو بثوبه. (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها: ۱/۵۹۸، ظفیر)

(۲) (و) یفسدها أیضا (أکله وشربه) ولو ناسیا لأن کل واحد منهما عمل کثیر ، قال فی الخانیة: لأنه عمل الید والفم واللسان... ونبه بالأکل والشرب علی أن العمل الکثیر یفسد لا غیره واختلفوا فی الفارق بینهما أقوال: فقیل: ما یعمل بید واحدة قلیل وبالیدین کثیر واختاره الفضلی وقیل مفوض إلی رأی المصلی إن استکثره فکثیر مفسد وإلا لا، قال الحلوانی: وهذا أقرب الأقوال إلی دأب الإمام وقیل الکثیر ثلاث والقلیل مادونه. (النهر الفائق، باب ما یفسد الصلاة ومایکره فیها: ۱/۲۷۳، دار الکتب العلمیة بیروت. انیس)

وقیل: العمل الکثیر هو مایجزم الناظر إلیه أنه لیس فی الصلاة، قال الصدر الشهید: هو الصواب، واختاره الفضلی، وأشار المصنف بقوله وهو المختار. (منحة السلوک فی شرح تحفة الملوک، کتاب الصلاة، فصل ما یفسد الصلاة ومایکره: ۱/۱۶۱، وزارة الأوقاف قطر. انیس)

(۳) وفی النهر عن المحیط: صلی خلف فاسق أو مبتدع نال فضل الجماعة. (الدر المختار)

أفاد أن الصلاة خلفهما أولٰی من الانفراد ؛ لکن لاینال کماینال خلف تقی وورع . (ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵۲۵، ظفیر) (مطلب: البدعة خمسة أقسام، انیس)

(۴) قصداً ٹخنے سے نیچے لنگی، پاجامہ وغیرہ کو نیچے کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ انیس

قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: "ما أسفل من الکعبین من الإزار ففی النار" . {رواه البخاری}(مشکوٰة، کتاب اللباس، ص: ۳۷۳)(الفصل الأول، رقم الحدیث: ۴۳۱۴، انیس)

جب یہ ناجائز ہوا تو جو اس کا مرتکب ہوگا وہ فاسق ہوا، اور فاسق کی امامت مکروہ ہے۔

ویکره إمامة عبد، الخ، وفاسق. (الدر المختار علی صدر رد المحتار، باب الإمامة: ۱/۵۵۹-۵۶۰، دار الفکر بیروت. ظفیر)

ٹخنہ تک جبہ پہن کر امام کے نماز پڑھانے کا حکم:

سوال: امام صاحب جب نماز پڑھاتے ہیں تو جبہ پہنے رہتے ہیں،اس سے ان کا ٹخنہ ڈھکا رہتا ہے اور جب سجدے میں جاتے ہیں تو ہاتھ سے اوپر کر کے سجدہ کرتے ہیں، کیاان کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی کراہت تو نہیں ہوگی؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًاو مصلیًا

نماز ہوجائے گی۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی (حبیب الفتاویٰ:۳/۸۷-۸۸)

☆☆☆

(۱) نماز تو ہوجائے گی،البتہ ایسا کرنا بہتر نہیں ہے؛ کیوں کہ بار بار جبہ کو اٹھانا بسااوقات عمل کثیر کی وجہ سے مفسد صلوٰۃ ہونے کا اندیشہ ہے، نیز ایسا کپڑا پہننا جس سے ٹخنہ ڈھکا رہے،ٹخنہ سے نیچے رہنے کا امکان زیادہ ہے، جو کہ مکروہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر کی روایت ہے:

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم:الإسبال فی الإزار والقمیص والعمامة من جر منها شیئاً خیلاء لم ینظر اللہ إلیه یوم القیامة.(سنن أبی داؤد،باب الإسبال فی الصلاة (ح: ٤٠٩٤)/سنن ابن ماجة (ح: ٣٥٧٦)/سنن النسائی، إسبال الإزار (ح:٥٣٣٤)/المعجم الکبیر للطبرانی،سالم عن ابن عمر (ح:١٣٢٠٩)انیس)

تصویر کشی اور امامت

تصویر کھینچنے اور کھینچوانے والے کی اقتدا میں نماز کا حکم:

سوال: عرض اینکہ ماہِ رمضان المبارک میں ایک مسجد کے اندر ایک حافظِ قرآن صاحب جو مسجد میں تراویح کی نماز پڑھاتے ہیں، اسی مسجد میں پیش امام اور مسجد کے مدرسہ تعلیم القرآن میں مدرس بھی ہیں، حافظ صاحب کی اعانت کے لئے ایک نائب مدرس بھی ہے، جو ان ہی حافظ صاحب کا شاگرد ہے۔ ۲۷/ رمضان کی رات ختم قرآن کی مجلس میں جن بچوں نے اس سال قرآن شریف ختم کیا تھا اور جو بچے مائک پہ آ کر تلاوت کر رہے تھے، ان بچوں کو خطیب مسجد کے ہاتھ سے انعام دیا جا رہا تھا، اس وقت نائب مدرس نے تصویر کھینچنا شروع کر دیا، جس پر ایک شخص نے فوراً تصویر کشی سے منع کر دیا اور خطیب صاحب سے مخاطب ہو کر کہا کہ کیا تصویر کھینچنا مسجد میں جائز ہے؟ خطیب صاحب نے کہا مکروہ ہے۔ اس کے بعد وہ نائب مدرس اس صاحب (جنہوں نے منع کیا تھا) کے پاس آیا اور کہا کہ حافظ صاحب کی اجازت سے کیمرہ میں ریل بھری گئی ہے میں تصویر کھینچوں گا، حالاں کہ ان سے کہا گیا کہ دوبارہ حافظ صاحب سے پوچھ لو؛ مگر اس نے ضد کی اور جب حافظ صاحب تقریر کے لیے کھڑے ہو گئے تو ان کی کئی جانب سے تصویر کھینچی، حافظ صاحب نے اس کو منع نہیں کیا، بعد میں دوسرے روز حافظ صاحب نے قرآن پاک ہاتھ میں لے کر قسم کھائی کہ میں نے نہ اجازت دی ہے، نہ ریل بھروائی ہے۔ کیا مسجد میں تصویر کشی جائز ہے؟ ایسے امام کی اقتدا میں جس نے قسم کھا کر اپنی صفائی پیش کر دی ہو، نماز پڑھنا جائز ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

تصویر کھینچنا اور کھینچوانا مسجد سے باہر بھی ناجائز ہے، خاص طور پر مسجد کو اس ناجائز فعل سے آلودہ کرنا تو اور بھی گناہ ہے۔ (۱) اگر واقعۃً ان کی اجازت سے ریل بھری گئی تھی اور انہوں نے تصویر کھینچتے دیکھ کر قدرت کے باوجود منع نہیں

(۱) عن عبداللّٰہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: من أشد الناس عذاباً یوم القیامۃ المصورون. (مصنف ابن أبی شیبۃ، فی المصورین وماجاء فیھم (ح: ۲۵۲۰۹)/ صحیح البخاری، باب عذاب المصوین یوم القیامۃ (ح: ۵۹۵۰)/ صحیح مسلم، باب لا تدخل الملائکۃ بیتا فیہ کلب (ح: ۲۱۰۹) انیس)

عن سعید بن أبی الحسن قال: کنت عند ابن عباس إذ أتاہ رجل فقال: یا ابن عباس إنما معیشتی ==

کیا، اس کے باوجود قسم کھالی کہ میری اجازت سے تصویر نہیں کھینچی گئی تو انہوں نے سخت گناہ کا ارتکاب کیا، اگر وہ اس گناہ پر اللہ تعالیٰ سے توبہ کرلیں تو خیر، ورنہ اگر اصرار کریں تو انہیں اپنے اختیار سے امام نہیں بنانا چاہیے، (۱) تاہم جو نمازیں ان کے پیچھے پڑھی گئیں، وہ ادا ہوگئیں۔ واللہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۱۱/۱۱/۱۴۰۸ھ (فتویٰ نمبر ۲۳۴۰/۳۹، ز) (فتاویٰ عثمانی: ۱/۴۳۷-۴۳۸)

تصویر کھینچوانے والے کی امامت بعد توبہ:

سوال: ایک لیڈر کی وجہ سے ایک مجلس قائم ہوئی، اس میں امام صاحب بھی آئے، بلانے کی وجہ سے تمام مجمع کے ساتھ امام صاحب کی بھی تصویر لی گئی اور امام صاحب نے باوجود مسئلہ جاننے کے اپنی تصویر کھچوائی تو ان کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں؟ جب کہ وہ اپنی غلطی کا اب اقرار کرتے ہیں اور توبہ کرتے ہیں۔

الجواب

تصویر کھینچنا اور کھنچوانا شریعت میں حرام ہے۔ (۲) یہ بے شک ان سے غلطی ہوئی اور گناہ ہوا؛ لیکن جب کہ وہ امام صاحب اب توبہ کرتے ہیں تو نماز ان کے پیچھے بلا کراہت صحیح ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳/۱۳۸)

== من صنعة يدى وأنا أصنع هذه التصاوير فقال ابن عباس: لا أحدث إلا ما سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من صور صورة فإن الله معذبه عليها يوم القيامة حتى ينفخ فيها الروح وليس بنافخ أبداً، قال: فربا الرجل ربوة شديدة واصفر وجهه فقال: ويحک، إن أبيت إلا أن تصنع فعليک بالشجر وكل شيء ليس فيه روح. (شرح معاني الآثار، باب الصور تكن في الثياب (ح: ٦٩٣٩) انيس)

(۱) وفي الدرالمختار: ١/ ٥٥٩-٥٦٠، طبع ايچ ايم سعيد (كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس): ويكره إمامة عبد... وفاسق.

وفي الشامية، قوله: (وفاسق) من الفسق وهوالخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر... وفي المعراج قال أصحابنا: لاينبغي أن يقتدى بالفاسق إلخ، وفيه أيضاً: وأماالفاسق فقدعللوا كراهة تقديمه بأنه لايهتم لأمر دينه وبأن في تقديمه للإمامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعا.

وفي الهداية: ١٢٢/١ (باب الإمامة، انيس): ويكره تقديم العبد... والفاسق لأنه لايهتم لأمر دينه... وإن تقدموا جاز لقوله عليه السلام صلوا خلف كل برٍ وفاجر. إلخ.

(۲) وقد اتفق الفقهاء على أن صنعة التصاوير المجسدة لإنسان أو حيوان حرام على فاعلها سواء أكانت من حجر أو خشب أم طين أم غير ذلک، لما روى ابن عمر رضى الله عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: الذين يصنعون هذه الصور يعذبون يوم القيامة، يقال: أحيوا ما خلقتم، وعن مسروق قال: دخلنا مع عبدالله بيتا فيه تماثيل فقال لتمثال منها: تمثال من هذا؟ قالوا: تمثال مريم، قال عبدالله: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن أشد الناس عذابا يوم القيامة المصورون، والأمر بعمله محرم كعمله، الخ. (الموسوعة الفقهية الكويتية، حكم صنعها وبيعها واقتنائها: ٨/٧-٩، دارالسلاسل الكويت، انيس)

(۳) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "التائب من الذنب كمن لاذنب له". (مشكوة، باب التوبة والاستغفار: ٢٠٦) (الفصل الثالث، رقم الحديث: ٢٣٦٣، انيس)

تصویر و پتلہ بنانے والے کی امامت:

سوال: ایک امام مسجد تصویر پتلے وغیرہ بناتے ہیں، ان کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

ایسے امام کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند:۳/۱۸۷)

گروپ فوٹو بنوانے والے امام کی اقتدا کا حکم:

سوال: ایک شخص کسی مسجد کا امام ہے، چند دوستوں کے درمیان بیٹھ کر شوقیہ تصویر بنواتا ہے اور پھر اس گروپ فوٹو کو بطور یادگار اپنے پاس رکھنے کے علاوہ دوستوں میں بھی تقسیم کرتا ہے، جس سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ گویا عمل اس کے نزدیک جائز ہے، کیا ایسے امام کو امامت پر باقی رکھا جا سکتا ہے، یا اس کو معزول کرنا چاہیے؟

الجواب

بلاضرورت کسی ذی روح کی تصویر بنانا عند الشرع غیر مشروع ہے، چاہے کیمرہ سے بنائی جائے، یا قلم سے؛ تاہم ضروریات اس سے مستثنیٰ ہیں، بلاضرورت اس کا ارتکاب امور فسقیہ میں سے ہے، خاص کر جب کوئی امام اعلانیہ طور پر ان امور فسقیہ کا ارتکاب کر رہا ہو، ان معاصی پر اصرار کے باوجود اگر اس کے معزول کرنے میں فتنہ وفساد کا اندیشہ ہو تو پھر بوجہ مجبوری اس کو باقی رکھا جا سکتا ہے؛ لیکن بہتر یہ ہوگا کہ کسی نیک امام کی اقتدا کی جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

(۱) ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَاباً مُهِيْناً﴾(سورة الأحزاب:۵۷)

عن عكرمة قال: الذين يؤذون الله ورسوله هم أصحاب التصاوير. (تفسير الطبرى، القول فى تأويل قوله تعالىٰ: إن الذين يؤذون، الخ: ۱۷۸/۱۹، دار هجر، انيس)

عن أبى هريرة قال: سمعت النبى صلى الله عليه وسلم يقول: قال الله عزوجل: ومن أظلم ممن ذهب يخلق كخلقى فليخلقوا ذرة أو ليخلقوا حبة أو شعيرة. (صحيح البخارى، باب قوله تعالىٰ: والله خلقكم، الخ (ح: ۷۵۵۹) انيس)

عن عبدالله بن مسعود رضى الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه و سلم يقول: "أشد الناس عذاباً عند الله المصورون". {متفق عليه}(مشكوة المصابيح، باب التصاوير: ۳۸۵)(كتاب اللباس، الفصل الأول، رقم الحديث: ۴۴۹۷)/ صحيح البخارى، باب عذاب المصوين يوم القيامة (ح: ۵۹۵۰)/صحيح مسلم، باب لا تدخل الملائكة بيتا فيه كلب (ح: ۲۱۰۹) انيس)

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے تصویر کشی کو کبیرہ میں شمار کرتے ہوئے یہ باب قائم کیا:

الكبيرة الثامنة والأربعون التصوير فى الثياب والحيطان والحجر والدراهم وسائر الأشياء سواء كانت من شمع أو عجين أو حديد أو نحاس أو صوف أو غير ذلك والأمر بإتلافها. (انيس)

ويكره إمامة عبد، إلخ، و فاسق. (الدر المختار، باب الإمامة، ظفير)

وسلم نے محض قبلہ کی طرف منہ کرکے تھوکنے کی وجہ سے ایک شخص کو امامت کرانے سے روک دیا تھا، تاہم یہ شخص اگر توبہ کرلے اور اس کام کو گناہ سمجھتا ہو اور اس پر اصرار نہ کرتا ہو تو پھر اس کی اقتدا میں کوئی حرج نہیں۔

عن عبداللّٰہ بن مسعود رضی اللّٰہ عنه قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یقول: أشد الناس عذابًا عنداللّٰہ المصورون. {متفق علیه}(۱)

قال ابن عابدین: قوله: (وفاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الإستقامة ولعل المراد به من یرتکب الکبائر کشارب الخمر والزانی، وآکل الربوٰ، ونحو ذلک، کذافی البرجندی. (۲) (فتاویٰ حقانیہ:۱۴۲/۳)

مسجد میں تصویر کشی کرنے والے کی امامت:

سوال: مسجد کی تقریب میں امام کے حکم پر ان کا معاون تصویر کشی کرتا ہے، منع کرنے پر امام کا حوالہ دیتا ہے، بعد ازاں امام صاحب دوسرے دن قسم کھا کر انکار کرتے ہیں، کیا یہ فعل درست ہے اور ایسے امام کا کیا حکم ہے؟

الجواب

تصویر بنانا خصوصاً مسجد کو اس گندگی کے ساتھ ملوث کرنا حرام اور سخت گناہ ہے۔ (۳) اگر یہ حضرات اس سے اعلانیہ توبہ کا اعلان کریں اور اپنی غلطی کا اقرار کرکے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں تو ٹھیک، ورنہ ان حافظ صاحب کو امامت اور تدریس سے الگ کردیا جائے، ان کے پیچھے نماز ناجائز اور مکروہ تحریمی ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل:۴۴۹/۳)

فوٹو بنوانے والے امام کی اقتداء میں نماز مکروہ ہے:

سوال: ہمارے محلے کی مسجد کے امام صاحب جو کہ الحمدللہ حافظ قاری، عالم دین ہیں اور ماشاءاللہ شریعت کے پابند ہیں؛ لیکن ان میں یہ بات میں نے بارہا دیکھی اور محسوس کی کہ وہ تصاویر وغیرہ کھنچواتے ہیں، چوں کہ شریعت میں تصویر کھنچوانا اور کھنچنا دونوں حرام فعل ہیں، لہٰذا آپ مجھے بتائیں کہ ایسا کرنے والے کے پیچھے نماز ہوتی ہے، یا نہیں؟

---

(۱) مشکوٰة، کتاب اللباس، باب التصاویر، الفصل الأول: ۳۸۵، رقم الحدیث: ٤٤٩٧)/صحیح البخاری، باب عذاب المصوین یوم القیامة (ح: ٥٩٥٠)/صحیح مسلم، باب لا تدخل الملائکة بیتا فیه کلب (ح: ٢١٠٩) انیس

(۲) ردالمحتار علی الدرالمختار، باب الإمامة: ٥٦٠/١ (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

وفی الهندیة: تجوز إمامة الأعرابی والأعمٰی والعبد وولد الزنا والفاسق، کذا فی الخلاصة، إلاأنها تکره، هٰکذا فی المتون. (باب الإمامة: ٨٥/١) (الباب الخامس فی الإمامة، الفصل الثالث فی بیان من یصلح إماماً لغیره، انیس)

(۳) (وظاهر کلام النووی فی شرح مسلم الاجماع علٰی تحریم تصویر الحیوان، وقال: وسواء صنعه لما یمتهن أولغیره فصنعته حرام بکل حال. (ردالمحتار: ٦٤٧/١) (کتاب الصلاة، باب ما یفسد الصلاة ومایکره فیها، مطلب: إذا تردالحکم بین سنة وبدعة کان ترک السنة أولٰی، انیس)

الجواب

اگر کسی قانونی مجبوری کے لیے بنوائی ہے تو نماز جائز ہے اور اگر شوق سے بنواتا ہے تو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔(۱)(آپ کے مسائل اور ان کا حل:۳/۴۴۹-۴۵۰)

مسجد میں فوٹو بنوانے سے منع نہ کرنے والے امام کی امامت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد میں نکاح کے وقت فوٹو لینا کیسا ہے؟ نیز اس امام کی امامت کا کیا حکم ہوگا کہ باوجود حاضر مجلس ہونے کے منع نہ کرے کیا، اس کی امامت درست ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: سراج الدین حقانی خطیب ڈومیل ضلع جہلم، ۱۹۸۶/۸/۱۰ء)

الجواب

مساجد اور بازار منکرات سے بھرے ہوئے ہیں اور یہ لوگ اہل ورع پر غالب ہیں، لہٰذا امام مجبور ہوگا، ہاں نہی عن المنکر کا فریضہ اپنی جگہ لازم ہے، فوٹو کی حرمت عام مسلمانوں کو بھی معلوم ہے،(۲) تاہم اس امام کی اقتدا درست ہے۔(البحر الرائق)(۳) وھو الموفق (فتاویٰ فریدیہ:۲/۳۷۶-۳۷۷)☆

(۱) ویکرہ تقدیم الفاسق،إلخ.(فتح القدیر:۱/۲٤۷،طبع:دار صادر،بیروت)(باب الإمامة،انیس)

(۲) عن عبد اللّٰہ بن مسعود رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال: سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یقول: أشدالناس عذاباً عند اللّٰہ المصورون.(مشکوٰة المصابیح:۲/۳۸۵،باب التصاویر،الفصل الأول)(مصنف ابن أبی شیبة،فی المصورین وماجاء فیھم (ح:۲۵۲۰۹)/صحیح البخاری،باب عذاب المصوین یوم القیامة (ح:۵۹۵۰)/صحیح مسلم، باب لا تدخل الملائکة بیتا فیه کلب (ح:۲۱۰۹)/مستخرج أبی عوانة،بیان التشدید فی التصاویر (ح:۹۲۲۹)انیس)

(۳) قال العلامة ابن نجیم رحمه اللّٰہ:وینبغی أن یکون محل کراھة الاقتداء بھم عند وجود غیرھم وإلافلا کراھة کمالایخفیٰ.(البحر الرائق:۱/۳٤۹، باب الإمامة)

☆ **تصویر کشی کی شرعی حیثیت اور ترک جماعت پر وعید:**

فوٹو خواہ دستی ہوا ہو یا مشین یا کسی آلہ یا نگیٹیو وغیرہ کسی بھی ذریعہ سے بنا ہو، سب کے اعتبار سے مطلقا فرمایا گیا ہے:

" أشد الناس عذابًا یوم القیمة المصورون"أو کما قال علیه السلام. (الصحیح لمسلم،کتاب اللباس،رقم الحدیث:۲۱۰۹/۹۸)(باب لاتدخل الملائکة بیتاً فیه کلب)/مسند الحمیدی،أحادیث عبد اللّٰہ بن مسعود (ح:۱۱۷)انیس)

اور ایک حدیث میں ہے کہ تصویر بنانے والے سے آخرت میں کہا جائے گا کہ تصویر تو بنائی اب اس میں روح بھی ڈال دو وہ روح نہیں ڈال سکے گا گرز پر گرز مارا جائے گا اور اس پر ہمیشہ ہمیشہ یہی عذاب ہوتا رہے گا۔(" عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنھما أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه و سلم قال:الذین یصنعون الصور یعذبون یوم القیامة یقال لھم:أحیوا ما خلقتم ".(الصحیح المسلم،کتاب اللباس:رقم الحدیث:۲۱۰۸/۹۷) (باب لاتدخل الملائکة بیتاً فیه کلب،انیس) ==

حرمین شریفین کے ائمہ کے پیچھے نماز کیوں جائز ہے، جبکہ وہاں بھی ویڈیو بنتی ہے:

سوال: گزشتہ چند دنوں سے آپ کے ایک فتویٰ کے حوالے سے یہ مسئلہ چھاپ کر شائع کیا جا رہا ہے کہ مووی بنانے والے امام کے پیچھے نماز جائز نہیں؛ اس لیے ائمہ حرمین کی اقتدا میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، کیا یہ فتویٰ آپ نے جاری کیا ہے؟ اس سلسلے میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب

میں نے ایک سوال کیا کہ ایسے امام کی اقتدا میں نماز جائز ہے، جو خود مووی (فلم) بنواتا ہو اور تصاویر وغیرہ کھنچواتا

== وفي رواية: من صور صورة في الدنيا كلف أن ينفخ فيها الروح يوم القيامة وليس بنافخ. (الصحيح المسلم، رقم الحديث: ۲۱۱۰/۱۰۰) (باب لاتدخل الملائكة بيتاً فيه كلب عن ابن عباس رضي الله عنهما/صحيح البخاري، عن عبدالله بن عباس، باب من صور صورة كلف يوم القيامة أن ينفخ فيها الروح (ح: ۵۹۶۳)/الأدب المفرد، باب من استمع إلى حديث قوم وهم له كارهون (ح: ۱۱۵۹)/ مسند الإمام أحمد، مسند عبدالله بن عباس (ح: ۳۲۷۲) ومن مسند أبي هريرة (ح: ۱۰۵۴۹)/شرح السنة للبغوي، باب التصاوير ووعيد المصورون (ح: ۳۲۱۹)/معجم ابن عساكر (ح: ۱۱) انيس) **فالأمان و الحفيظ.**

ان وعیدوں سے فوٹو اتارنے کے گناہ و معصیت کا اندازہ ہوتا ہے اور اس کے مرتکب کی حیثیت شنیعہ بھی مفہوم ہوتی ہے اور ترک جماعت بلا عذر شرعی کرنیوالوں پر جو وعید و عذاب ہے وہ بھی بے انتہا شدید ہے، اس میں سے ایک یہ بھی ہے کہ صحیح احادیث میں وارد ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جی میں آتا ہے کہ نو جوانوں کو حکم کروں کہ وہ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لائیں اور ترک جماعت کرنے والوں کے گھروں کو ان لکڑیوں سے گھیر کر آگ لگا دوں کہ وہ سب اسی میں جل کر خاک ہو جائیں، مگر عورتوں بچوں پر رحم آجانے سے چھوڑ دیتا ہوں۔ (**"عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: والذي نفسي بيده لقد هممت أن آمر بحطب، فيحطب ثم آمر بالصلوٰة، فيؤذن لها آمر رجلاً فيؤم الناس، ثم أخالف إلى رجال، فأحرق عليهم بيوتهم، والذي نفسي بيده لو يعلم أحدهم، أنه يجد عرقاً سميناً أو مرما تين حسنتين، لشهد العشاء" (صحيح البخاري مع فتح الباري: ۱۲۵/۲ (ح: ۶۴۴) (باب وجوب صلاة الجماعة)/الصحيح لمسلم، باب فضل صلاة الجماعة وبيان التشديد (ح: ۶۵۱)/سنن ابن ماجة، باب التغليظ في التخلف عن الجماعة (ح: ۷۹۱)/سنن أبي داؤد، باب في التشديد في ترك الجماعة (ح: ۵۴۸) انيس)**

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے:

"فقوله في رواية المقبري: لولا ما في البيوت من النساء والذرية يدل على أنهم لم يكونوا كفارًا". (فتح الباري: ۲۷/۲) (باب وجوب صلاة الجماعة، انيس)

یہ معمولی اظہار غصہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں ہے؛ اس لئے ان قبیح عادات پر مشتمل انسان کی امامت کا ادنیٰ حکم وہ ہوگا، جو نمبر ۵ میں بتلایا گیا ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دار العلوم دیوبند سہارنپور ۵/۱۱/۱۴۰۰ھ۔ (منتخبات نظام الفتاویٰ ۱/۳۰۲-۳۰۵)

ہو۔ یہ جواب دیا تھا کہ اگر امام خود قصداً مووی بنوائے تو اس کی اقتدا میں نماز جائز نہیں۔ اس مسئلے کو بنیاد بنا کر بعض لوگوں نے ائمہ حرمین شریفین کے خلاف مہم شروع کردی کہ ان کی اقتدا میں بھی نماز جائز نہیں، حالاں کہ مذکورہ سوال کے جواب میں کہیں بھی ائمہ حرمین کا تذکرہ نہیں تھا، جب کہ ہماری اطلاع کے مطابق ائمہ حرمین حنبلی المسلک ہیں اور ان کے مسلک میں بھی مووی اور تصاویر بنانا جائز نہیں۔(۱)

حرمین میں جو نمازیں ٹیلی کاسٹ کی جاتی ہیں، اس میں ائمہ حرمین کی مرضی کا دخل نہیں؛ اس لیے ان کی اقتدا میں نماز جائز ہے۔

بڑی محرومی کی بات ہوگی کہ بیت اللہ شریف اور مسجد نبوی کے امام کی امامت میں نماز ادا نہ کی جائے اور ان ائمہ کو متنازع بنانے کی کوشش کی جائے، بیت اللہ شریف کی نماز کا ثواب ایک لاکھ اور مسجد نبوی - زاد اللہ شرفاً - میں نماز کا ثواب پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے۔(۲)

---

(۱) ”وصنعة التصاوير محرمة على فاعلها لما روى ابن عمر رضى الله عنهما عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال:الذين يصنعون هذه الصور يعذبون يوم القيامة يقال له:أحيوا ما خلقتم“.(الشرح الكبير على المقنع، فصل:وصنعة التصاوير محرمة على فاعلها: ۳۳۹/۲۱،دارهجر)/وكذا فى المغنى لابن قدامة،فصل صنعة التصاوير:۲۸۲/۷، مكتبة القاهرة،انيس)

”وصنعة التصاوير محرمة على فاعلها للإخبار والأمر بعلمها محرم كعملها“.(المبدع فى شرح المقنع:۲۳۷/۶، دارالكتب العلمية بيروت،انيس)

... لأن التصاوير محرمة للأحاديث الصحيحة الدالة على منع ذلك ، فكيف يكون الشفاء فيه؟.(المدخل لابن الحاج المالكى،التداوى باليسير من الخمر:۱۳۲/۴،دارالتراث،انيس)

والثانى:أن تكون صور ذات أرواح من آدمى أوبهيمة فهى محرمة وصانعها عاص لماروى عن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم لعن المصور، وقال:يؤتى به يوم القيامة فيقال له:انفخ فيه الروح وليس بنافخ فيه أبداً.(بحر المذهب للرويانى الشافعى،باب الوليمة والنثر:۵۳۶/۹،دارالكتب العلميةبيروت،انيس)

وجوز فى الخلاصة لمن رأى صورة فى بيت غيره أن يزيلها ويجب عليه،ولو استأجر مصورا فلا أجر له لأن عمله معصية ، كذا عن محمد . (النهر الفائق شرح كنز الدقائق ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ۲۸۵/۱، دارالكتب العلمية بيروت/البحر الرائق شرح كنزالدقائق،تغميض عينه فى الصلاة: ۳۱/۲،دارالكتاب الإسلامى/ حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح،فصل فى المكروهات: ۳۶۲،دارالكتب العلمية بيروت/ردالمحتار،فرع: لابأس باتخاذ المسبحة لغير رياء،الخ: ۶۵۰/۱،دارالفكر بيروت،انيس)

ويكره تقديم...الفاسق...إلخ.(فتح القدير: ۲۴۷/۱،طبع دارصادر،بيروت)(باب الإمامة،انيس)

(۲) فى شرح المشكوٰة: فإنه قال صلاته فى مسجد المدينة بخمسين ألف صلاة ، وصلاته فى مسجد الحرام بمائة ألف صلاة.{رواه.ابن ماجة)(مرقاة المفاتيح: ۴۴۵/۱،الفصل الأول،باب المساجد ومواضع الصلاة) ==

اور جماعت کی صورت میں اس کا ثواب احادیث نبویہ کی روشنی میں کئی گنا بڑھ جاتا ہے؛ اس لیے اس جماعت میں ضرور شرکت کرنی چاہیے، ایک نماز سے محرومی بھی بہت بڑی محرومی ہے۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل: ۳/۴۵۰-۴۵۱)

☆☆☆

== عن أنس بن مالک قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: صلاة الرجل فی بیته بصلاة وصلاته فی مسجد القبائل بخمس وعشرین صلاة وصلاته فی الذی یجمع فیه بخمس مائة صلاة وصلاته فی المسجد الأقصیٰ بخمسین ألف صلاة وصلاته فی مسجدی بخمسین ألف صلاة وصلاة فی المسجد الحرام بمائة ألف صلاة. (سنن أبن ماجة، باب ماجاء فی الصلاة فی المسجد (ح:١٤١٣) انیس)

☆ سوال:31717

موجودہ زمانہ جدید ایجادات اور خیرہ کن ترقیوں کی اس بلندی پر ہے، جس کا اب سے صرف بیس پچیس سال قبل تصور بھی نہ ہوسکتا تھا، ان ایجادات نے ہر شخص کو متأثر کیا ہے، مثلاً ڈیجیٹل کیمرہ، موبائل فون کیمرہ اور کمپیوٹر کے دیگر آلات وغیرہ، سوال یہ ہے کہ ان کیمروں کے ذریعہ بنائی جانے والی تصاویر شرعاً تصویر کے حکم میں ہے یا نہیں؟ ان تصاویر کا پرنٹ نکال لیا جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ موبائل فون، ڈیجیٹل کیمرے یا کمپیوٹر میں اپنے اہل خانہ کی تصویر اتار کر محفوظ کرنے کا کیا حکم ہے؟

۲۔ جن احادیث میں تصویر اور تصویر سازی پر شدید وعید وارد ہوئی ہے، ان کی موجودگی میں علماء ''خواہ وہ سیاست سے تعلق رکھتے ہوں یا نہ'' کا کردار کس حد تک قابل تقلید یا قابل اصلاح رہ جاتا ہے؟

جواب:31717

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فتوی (د):930=217-5/1432

۱۔ جاندار کی تصویر کشی اور اس کی ویڈیو گرافی چاہے کسی بھی طریقے سے اور کتنے ہی ترقی یافتہ آلے سے ہو، حرام ہے، اس کا پرنٹ بھی اسی حکم میں ہے، حدیث شریف میں وارد ہے: ''أشد الناس عذابًا یوم القیامة المصوّرون'' کہ تصویر بنانے والے قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب میں ہوں گے۔ ایک دوسری جگہ ہے کہ ان سے کہا جائے گا ''أحیوا ما خلقتم'' کہ جس کو تم نے پیدا کیا ہے، اسے زندہ کرو، ان احادیث سے تصویر کشی کی حرمت وشناعت کا پتہ چلتا ہے، لہٰذا جاندار کی تصویر کشی، چاہے ڈیجیٹل کیمرے سے ہو، یا موبائل اور کمپیوٹر سے ہو، اپنے اہل خانہ کی ہو یا کسی اور کی، بہر صورت حرام ہوگی۔

۲۔ اس کا حکم نمبر ایک میں ذکر کی گئی تفصیل سے معلوم ہوجائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند)

ٹی وی دیکھنے،ریڈیواورگانا سننے والے کی امامت

ٹی وی دیکھنے،گانا سننے والے کے پیچھے نماز :

سوال: جومولوی قاضی یاامام مسجد ٹی وی دیکھنے اورگانا سننے کا مشتاق ہو،ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے،یانہیں؟

الجواب

جوشخص ٹی وی دیکھتااورگانے سنتاہو،وہ فاسق ہے،(۱)اس کوامامت سے ہٹادیاجائے،اس کے پیچھے نمازمکروہ تحریمی ہے۔(۲)(آپ کے مسائل اوران کاحل:۴۵۲/۳)

(۱) ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِيْ لَهْوَ الحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولٰئِكَ لَهُم عَذَابٌ مُهِيْنٌ﴾(سورۃ لقمان:٦) جمہورصحابہ وتابعین اورعام مفسرین کے نزدیک لہوالحدیث عام ہے،جس سے مراد گانا بجانا اوراس کا سازوسامان ہےاور سازوسامان،موسیقی کے آلات اور ہروہ چیز جوانسان کوخیراور بھلائی سے غافل کردے اوراللہ کی عبادت سے دورکردے۔اس میں ان بدبختوں کا ذکر ہے جوکلام اللہ سننے سے اعراض کرتے ہیں اورسازوموسیقی،نغمہ وسروراورگانے وغیرہ خوب شوق سے سنتے اوران میں دلچسپی لیتے ہیں۔خریدنے سے مراد بھی یہی ہے کہ آلاتِ طرب وشوق سے اپنے گھروں میں لاتے ہیں اور پھران سے لطف اندوز ہوتے ہیں-لہوالحدیث میں بازاری قصے کہانیاں، افسانے،ڈرامے،ناول اورسنسنی خیزلٹریچر،رسالے اور بے حیائی کے پرچارکرنے والے اخبارات سب ہی آجاتے ہیں اور جدیدترین ایجادات، ریڈیو،ٹی وی،وی سی آر،ویڈیوفلمیں،ڈش انٹیناوغیرہ بھی۔اللہ ہم سب کواپنا قریبی بننے کی توفیق دے۔آمین(انیس)

(۲) (ويكره إمامة فاسق) من الفسق:وهوالخروج عن الاستقامة،ولعل المرادمن يرتكب الكبائركشارب الخمر،والزاني وآكل الربواونحوذالك،وفي الشامية وأماالفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لايهتم لأمردينه،وبأن في تقديمه للإمامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانة شرعاً.(رد المحتار: ۱/ ۵۵۹-۵۶۰)(كتاب الصلاة،باب الإمامة،مطلب في تكرارالجماعة في المسجد،انيس)

عن جابربن عبد الله قال:خطبنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال:"يا أيها الناس توبوا إلى الله قبل أن تموتوا وبادروا بالأعمال الصالحة قبل أن تشغلوا وصلوا الذى بينكم وبين ربكم بكثرة ذكركم له وكثرة الصدقة فى السر والعلانية ترزقوا وتنصروا وتجبروا واعلموا أن الله قد افترض عليكم الجمعة فى مقامى هذا فى يومى هذا فى شهرى هذا من يومى هذا إلى يوم القيامةفمن تركها فى حياتى أو بعدى وله إمام عادل أو جائر استخفافا بها أو جحودا بها فلا جمع الله له شمله ولا بارك له فى أمره ولا صلاة له ولا زكاة له ولا حج له ولا صوم له ولا بر له حتى يتوب فمن تاب تاب الله عليه ألالا تؤمّن امرأة رجلاً ، ولا يؤم أعرابى مهاجراً ولايؤمن فاجر مومنًا إلا أن يقهر بسلطان يخاف سيفه وسوطه".{رواه ابن ماجة}(إعلاء السنن:۲۰۱/۷-۲۰۲)(سنن ابن ماجة،باب فى فرض الجمعة،انيس)

ٹیلی ویژن دیکھنے والے کی امامت:

سوال: ایسے امام کی اقتدا کرنا جو کہ ٹیلی ویژن دیکھتا ہو، جائز ہے؟
ٹیلی ویژن دیکھنا کیسا ہے؟ بینوا وتوجروا۔

الجوب ـــــــــــ باسم ملهم الصواب

ٹیلی ویژن دیکھنا ناجائز ہے اور ایسے امام کی اقتدا مکروہ تحریمی ہے؛ مگر نماز ہو جائے گی، لوٹانا ضروری نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۳ر صفر ۱۳۹۰ھ (احسن الفتاویٰ: ۲۸۸/۳)

حاجی نمازی ٹی وی دیکھنے والے کے پیچھے نماز ادا کرنا:

سوال: ایک شخص حاجی، نمازی، چھوٹی داڑھی، ٹی وی فلم، گانے وغیرہ سب ہی کچھ کرتا ہے اور پھر امامت کے لیے بھی تیار ہو جاتے ہیں تو کیا ان کے پیچھے نماز ہو جائے گی؟

الجواب ـــــــــــ

جائز نہیں۔(۱) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۴۵۲/۳)

سوال مثل بالا:

سوال: امام صاحب سنیما دیکھتے ہیں، بینک سے سود کی رقم حاصل کرتے ہیں اور اپنے خرچ میں وغیرہ وغیرہ ان کے اعمال فسقیہ ظاہر ہیں، ان کی امامت کا کیا حکم ہے؟

هو المصوب ـــــــــــ

اگر واقعی یہ بات ہے کہ امام اعمال فسقیہ میں مبتلا ہیں اور ان اعمال سے ثابت ہو کر اپنی حالت نہیں بدلتا تو ایسے شخص کی امامت مکروہ ہے، اگر بغیر فتنہ وفساد ان کو علاحدہ کر کے دوسرا امام کو مقرر کیا جا سکتا ہو تو ایسا کر لیا جائے، (۲) ورنہ

---

(۱) ويكره تقديم الفاسق؛لأنه لايهتم لأمر دينه. (فتح القدير: ۲۴۷/۱)/أيضا:رد المختار: ۵۵۹/۱-۵۶۰، باب الإمامة، مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد/وحديث جابر رضی اللّٰه عنه {سنن ابن ماجة، باب فی فرض الجمعة (ح:۱۰۸۱)انیس)
عن ابن عمر رضی اللّٰه عنهما عن النبی صلى الله عليه وسلم قال:خالفوا المشركين ،وفّروا اللِّحیٰ وأحفوا الشوارب. (الصحيح للبخاری،باب تقليم الأظفار (ح:۵۷۹۲)/الصحيح لمسلم،باب خصال الفطرة (ح:۲۵۹)انیس)

(۲) وذكر الشارح وغيره أن الفاسق إذا تعذر منعه يصلی الجمعة خلفه وفی غيرها ينتقل إلٰی مسجد آخر وعلل له فی المعراج بأن فی غير الجمعة يجد إمامًا غيره. (البحر الرائق: ۶۱۱/۱)(باب الإمامة،العبدو الأعرابی و الفاسق و المبتدع،انیس)

''صلوا خلف کل بر وفاجر'' (۱) کی روایت کو مدنظر رکھ کر ہر نیک وبد کے پیچھے نماز ادا کر لینی چاہیے، انتشار واختلاف سے ہر حال میں بچنا چاہیے۔ بخاری میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ باغیوں کا امام نماز پڑھاتا ہے تو آپ کی کیا رائے ہے، کیا ہم اس کے پیچھے نماز پڑھیں؟ تو آپ نے فرمایا: اچھے کام میں ان کے شریک ہو جاؤ، (۲) بہر حال مسلمانوں کے مابین نزاع کی صورت نہ اپنائی جائے۔ (۳)

تحریر: محمد ناصر علی ندوی (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۳۲۰/۲-۳۲۱)

مسجد کی چھت پر رہائش پذیر ٹی وی دیکھنے والے امام کی اقتدا میں نماز:

سوال: ہمارے علاقے کی جامع مسجد کے پیش امام جو عرصہ دس ماہ سے مسجد کی بالائی چھت پر رہائش پذیر ہیں؛ یعنی مسجد کی حدود کے اندر رہتے ہیں، ان کے یہاں پر ٹی وی بھی ہے، جو اتنی زور سے بجایا، چلایا جاتا ہے کہ جس کی آواز سے نماز میں خلل واقع ہوتا ہے اور امام صاحب جو کہ امامت فرماتے ہیں، عشا کے صرف فرض پڑھا کر اوپر ٹی وی دیکھنے پہنچ جاتے ہیں؛ تاکہ ٹی وی ڈرامہ یا خبرنامہ نہ نکل جائے تو مسئلہ یہ ہے کہ ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے، اور مسجد کی حدود میں ٹی وی دیکھنا اور چلانا جائز ہے اور اگر ناجائز ہے تو ایسے امام کا کیا انتظام کیا جائے؟ نکال دیا جائے، یا سزا دی جائے؟

الجواب

ٹی وی دیکھنا اور وہ بھی مسجد کی چھت پر گناہ کبیرہ اور انتہائی غلط کام ہے، ایسا شخص اس لائق نہیں کہ اس کو امام رکھا جائے، اس کی اقتدا میں نماز مکروہ تحریمی ہے۔ (۴) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۴۵۳/۳)

---

(۱) سنن الدار قطني، كتاب العيدين، باب صفة من تجوز الصلاة معه، رقم الحديث: ۱۷۸۸/السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الجنائز، باب الصلاة علىٰ من قتل نفسه، رقم الحديث: ۷۰۸۰۔

(۲) عن عبيد الله بن عدي بن خيار: أنه دخل علىٰ عثمان بن عفان وهو محصور فقال: إنك إمام عامة، ونزل بك مانرى ويصلي لنا إمام فتنة ونتحرج فقال: الصلاة أحسن ما يعمل الناس، فإذا أحسن الناس فأحسن معهم، وإذا أساؤا فاجتنب إساء تهم. (صحيح البخاري، كتاب الجماعة والإمامة، باب إمامة المفتون والمبتدع، رقم الحديث: ۶۹۵)

(۳) نیز تنہا نماز پڑھنے کے مقابلے فاسق کی امامت میں نماز پڑھنا افضل ہے۔ وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: ''فإن أمكن الصلاة خلف غيرهم فهو أفضل وإلا فالإقتداء أولىٰ من الإنفراد ... وإن كراهة تقديمه كراهة تحريم''. (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۹/۱-۵۶۰، مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

(۴) يكره تقديم الفاسق، إلخ. (فتح القدير: ۲۴۷/۱، باب الإمامة، انيس)

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِى لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَها هُزُوًا أُولَٰئِكَ لَهُم عَذَابٌ مُّهِينٌ﴾ (سورة لقمان: ۶) جمہور علماء کے قول کے مطابق لہو الحدیث میں ٹی وی شامل ہے۔ انیس

مزامیر کیساتھ قوالی سننے والے کی امامت:

سوال: ایک آدمی مزامیر کے ساتھ قوالی بھی سنتا ہے اور موجودہ دور کے بریلوی مولویوں خصوصاً عمر اچھروی اور عنائت اللہ سانگلی کو بلوا کر تقریر بھی کرواتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر ناظر ہونے کا قائل ہے، ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

(المستفتی: محمد یوسف رحمانی، ناظم مدرسہ خیر العلوم، لودھراں)

الجواب

درمختار میں ہے: "(و) كره (كل لهو) لقوله عليه الصلاة والسلام: كل لهو المسلم حرام إلا ثلاثة: ملاعبته أهله، وتأديبه لفرسه ومناضلته بقوسه، قوله: (وكره كل لهو) أى كل لعب وعبث، إلخ، شامل لنفس الفعل واستماعه كالرقص والسخرية والتصفيق وضرب الأوتار من الطنبور والبربط والرباب والقانون والمزمار والصنج والبوق، فإنها كلها مكروهة لأنها زى الكفار واستماع ضرب الدف والمزمار وغير ذلك حرام، وإن سمع بغتة يكون معذوراً ويجب أن يجتهد أن لا يسمع، قهستاني. (ردالمحتار: ۱۲٦۱/۵ (۱) /فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۵۱/۳)

روایت بالا سے معلوم ہوا کہ مزامیر کے ساتھ قوالی سننا حرام ہے، بناءعلیہ سوال میں مذکورصفات کے حامل امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست نہیں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ۔ الجواب صحیح: خیر محمد عفا اللہ عنہ۔ (خیر الفتاویٰ: ۲/۳۳۳-۳۳۴)

امام جو چاہے سو پڑھے، یا مقتدی کی ہدایت کے مطابق اور گانے بجانے والے کی امامت:

سوال: تابعداری مقتدی کو کرنی چاہیے، یا امام کو اور امام جو چاہے قرأت پڑھے، یا مقتدیوں کے کہنے کے مطابق پڑھے۔ امام اگر گانا بجانا سنے، یا جھوٹی گواہی دے تو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے، یا نہیں؟

الجواب

حدیث شریف میں ہے: "الإمام ضامن" (۲) پس نماز امام کی متبوع ہے اور مقتدی تابع امام کے ہیں اور قرأت

---

(۱) كتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء وغيره، فصل فى البيع/ جامع الرموز، كتاب الكراهية: ٤٣٦، نولكشور لكهنؤ، انيس
عن أبى هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: كل شيء من لهو الدنيا باطل، إلا ثلاثة انتضالك بقوسك وتأديبك فرسك وملاعبتك أهلك فإنها من الحق. (المستدرك للحاكم، كتاب الجهاد (ح: ٢٤٦٨) قال الذهبي: على شرط مسلم: ١٠٤/٢، دارالكتب العلمية بيروت. انيس)

(۲) سنن أبى داؤد، باب ما يجب على المؤذن من تعاهد الوقت (ح: ٥١٧) عن أبى هريرة رضى الله عنه، انيس

میں امام رعایت مقتدیوں کی رکھے،(۱) امام اگر گانا بجانا سنے اور جھوٹی گواہی دے تو وہ فاسق ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے؛ مگر نماز ہو جاتی ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: ''**صلوا خلف کل بر وفاجر**''(۲) اور فقہا نے یہ لکھا ہے کہ امام فاسق کو معزول کر دینا چاہیے؛(۳) کیوں کہ امام صالح کے پیچھے نماز پڑھنے میں زیادہ ثواب ہوتا ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۲۲/۳-۲۲۳)

سنیما دیکھنے والے کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے:

سوال: کوئی بالغ حافظ مولانا جو کہ روزہ نماز کا پابند نہ ہو، انگریزی اسکول میں پڑھتا ہو، کبھی کبھی سنیما وغیرہ بھی دیکھتا ہو، اس کے پیچھے نماز تراویح پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

ایسے شخص کے پیچھے نماز ہو جائے گی، البتہ ایسے شخص کی امامت مکروہ ہے۔(۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ خالد مظاہری، ۱۲/۹/۱۴۰۰ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۴۲۷/۲-۴۲۸)

مزامیر سننے والے کی امامت:

سوال: **إمام إذا ذهب فی مجلس الفجرة وسمع المزامير والدف والرقص وغيرها من أنواع اللهو واللعب هل يجوز الصلوٰة خلفه أم لا؟**(۵)

الجواب ــــــــــــــــــــ

تجوز مع الكراهة، أما الجواز فلقوله عليه الصلاة والسلام :''صلوا خلف كل بر

(۱) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:''إذاصلّٰى أحدكم للناس فليخفف فإن فيهم الضعيف والسقيم والكبير وإذا صلّٰى لنفسه فليطول ماشاء''.(ردالمحتار،باب الإمامة عن الصحيحين: ۵۲۷/۱ ،ظفير)

والحديث أخرجه أبوداؤد بلفظه،باب فی تخفيف الصلاة،رقم الحديث: ۷۹٤،وكذا رواه البخاری (رقم الحديث:۷۰۳) ومسلم (رقم الحديث:٤٦۷)وأحمد (رقم الحديث:۱۰۳۰٦)انيس)

(۲) الدار قطنی ،باب صفة من تجوز الصلاة معه والصلاة عليه (ح:۱۷٦۸):٤۰٤/۲،مؤسسة الرسالة،انيس

(۳) وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه (إلٰى قوله)بل مشٰى فی شرح المنية علٰى أن كراهة تقديمه كراهة تحريم.(ردالمحتار،باب الإمامة: ۵۲۳/۱ ،ظفير)(مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد،انيس)

(۴) (ويكره) تنزيهًا(إمامة)...(فاسق).(الدرالمختار)(الدرالمختارعلٰى هامش رد المحتار: ۲۹۸/۲)

وفی ردالمحتار:بل مشٰى فی شرح المنية علٰى أن كراهة تقديمه كراهة تحريم.(ردالمحتار: ۲۹۹/۲)(مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد،انيس)

(۵) خلاصۂ سوال: کوئی امام فساق وفجار کی مجلس میں جائے اور مزامیر، دف، ناچ گانا وغیرہ سنے تو اس کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟ انیس

وفاجر".(الحدیث) (۱)وأما الکراھة فلأن فی تقدیم الفاسق تعظیمه وقد وجب علیھم تحقیره، کذا فی ردالمحتار. (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۳۱۷)

سنیما دیکھنے اور قوالی سننے والے کی امامت:

سوال: ایک پیش امام صاحب جو ہمیشہ سنیما دیکھتے ہیں اور قوالی بھی سننے جاتے ہیں اور ان کے لڑکے کی تجارت بھی سنیما کی ہے اور خود امامت کرتے ہیں اور مصلیٰ پر کھڑے ہو کر کہتے ہیں کہ ہم میں کیا (عیب) ہے؟ اس کا جواب تحریر فرمائیں؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

سنیما دیکھنا اور قوالی سننا مستقل عیب ہے، اس کے باوجود اپنے کو بے عیب سمجھنا بہت بڑا عیب ہے، قوالی کی حرمت "سکب الانہر" (۳)، فتاویٰ بزازیہ (۴) اور تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ (۵) میں موجود ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ:۶/۲۱۱)

قوالی سننے والے کی امامت:

سوال: جیسا کہ آج کل عرسوں میں قوالی ہوتی ہے، ان میں کسی امام مسجد کا شریک ہو کر سننا، یا اس کو اچھا کہنا کیسا ہے؟ آیا اس کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے؟

---

(۱) تقدم تخریجہ، انیس

(۲) دیکھئے: ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵۲۳، ظفیر)(مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

خلاصۂ جواب: ایسے امام کی امامت کراہت کے ساتھ جائز ہے۔ جائز تو اس وجہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: "ہر اچھے اور برے کے پیچھے نماز پڑھو" اور کراہت اس وجہ سے کہ وہ شخص فاسق ہے اور فاسق کی تحقیر لازم ہے اور اس کو امامت کے لئے آگے بڑھانے میں اس کی تعظیم ہے۔ ایسا ہی شامی میں ہے۔ انیس

(۳) واستماع الملاھی حرام لقوله علیه السلام: "استماع صوت الملاھی معصیة، والجلوس علیھا فسق، والتلذذ بھا کفر" (نیل الأوطار، باب ماجاء فی آلة اللھو: ۸/۱۱۳، دارالحدیث مصر، انیس): أی بالنعمة کما بسطه البزازی، أولتغلیظ الذنب کما فی الاختیار، أو للإستحلال، کما فی النھایة. (سکب الأنھر شرح ملتقی الأبحر، کتاب الکراھیة، فصل فی المتفرقات: ۲/۵۵۴، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

(۴) الفتاویٰ البزازیة، کتاب الکراھیة، الثالث فیما یتعلق بالمناھی: ۶/۳۵۹، رشیدیة

(۵) العقود الدریة فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیة، مسائل وفوائد شتیٰ من الحظر والإباحة وغیر ذلک ومطالبه فی سماع الآلات المطربة: ۲/۳۵۵، تاجران ارگ بازار، قندھار افغانستان

الجواب ـــــــــــ حامدًا و مصلیاً

جب تک دوسرا آدمی موجود ہو تو قوالی سننے والے عرس میں شریک ہونے والے کو امام نہیں بنانا چاہیے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ محمودیہ:۶/ ۲۱۱-۲۱۲)

پیشہ ور گانے والے کی امامت درست ہے یا نہیں:

سوال: مطرب یعنی اقوام مراثی کے پیچھے اقتدا جائز ہے، یا نہیں؛ یعنی مراثی خواندہ اگر امامت کراوے تو شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــ

اگر وہ اپنے پیشۂ حرام غنا ومزامیر وغیرہ سے تائب ہے تو اس کے پیچھے نماز بلا کراہت درست ہے، ورنہ مکروہ ہے۔(۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/ ۲۴۶)

غلط پیشے سے تائب متقی اور پرہیز گار کی امامت:

سوال: جو قومیں حرام پیشے کی مرتکب ہیں جیسے گویا، نقال، ڈھاری، میراثی، اگر ان میں سے کوئی حافظ ہو اور وہ بذات خود اپنے پیشے سے تائب ہو اور متقی ہو۔ دوسرے یہ کہ ایک بھلے خاندان کے اس سے علم میں زیادہ متقی اور حفاظ وہاں موجود ہیں تو ان کے مقابل اس کو جامع مسجد کا امام اور شہر کا نکاح خواں بنانا درست ہے، یا نہیں؟

(**المستفتی**:۱۴، حافظ رحیم بخش (متھرا) ۹/ رجب ۱۳۵۲ھ، مطابق ۳۰/ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

الجواب ـــــــــــ

جب کوئی شخص بذات خود متقی اور پرہیز گار ہو اور علم وفضل رکھتا ہو تو اس کو امامت کے لیے مقرر کرنا جائز ہے، اگر اس کے مقابلے میں کوئی اونچے خاندان کا شخص بھی تقویٰ اور پرہیز گاری اور علم وفضل میں اس کے برابر موجود ہو تو اس کو امامت کے لیے ترجیح دینے میں مضائقہ نہیں ہے؛ مگر باوجود اس کے ادنیٰ درجے کی قومیت والے شخص کو امام بنانے میں کراہت نہیں ہے۔(۳) فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی:۸۰-۸۱)

---

(۱) وكره إمامة الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدين، فتجب إهانته شرعاً، فلا يعظم بتقديمه للإمامة. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في بيان الأحق بالإمامة، ص: ۳۰۲-۳۰۳، قديمي)

(۲) ويكره إمامة عبد، إلخ، وفاسق (الدر المختار) ولعل المراد به (أي الفاسق) من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني وآكل الربا ونحو ذلك. (رد المحتار، باب الإمامة: ۱/ ۵۲۳، ظفير) (مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

(۳) والأحق بالإمامة تقديمًا ونصبًا ... الأعلم بأحكام الصلوٰة فقط صحة وفسادًا لشرط اجتنابه ==

ساز پر گانے والے کی امامت:

سوال: ایک شخص نائی ہے اور ساز پر گاتا ہے، کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے؟

الجواب ——————— حامدًا و مصلیًا

نائی کا پیشہ درست ہے بشرطیکہ داڑھی نہ مونڈتا ہو، ساز پر گانا ناجائز ہے، ایسے شخص کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔(۱)
فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ محمودیہ:۶/۲۱۴)

غلط محفل میں شریک ہونے والے کی امامت:

سوال: ایک شخص ہنسی گول کی جگہ اور گانے بجانے کی جگہ شوق سے بیٹھتا ہے، اس کی امامت کیسی ہے؟

الجواب ——————— حامدًا و مصلیًا

ایسی مجالس میں شرکت ناجائز ہے، اگر اس شخص سے بہتر امامت کے لائق دوسرا آدمی موجود ہو تو اس شخص کی امامت مکروہ ہے، دوسرے کو امام بنانا چاہیے، تاوقتیکہ یہ شخص توبہ نہ کرے۔(۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/۳/۱۳۵۶ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/ربیع الاول/۱۳۵۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۶/۲۱۶)

== لـلفواحش الظاهرة لايقـدم أحـد في التزاحم إلا بمرجح فإن استووا يقرع بين المسويين أوالخيارإلى القوم فإن اختلفوا اعتبر أكثرهم ولو قدمواغيرالأولٰى أساؤابلا إثم.(الدرالمختار مع ردالمحتار: ۱/۵۵۷۔۵۵۹)

(۱) قـال الـحـصـكـفـي رحمه الله تعالیٰ:"(ويكره إمامة...فاسق)"."قوله :(فاسق)من الفسق:وهوالخروج عن الاستـقـامة،ولـعـل الـمراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمروالزاني وآكل الربا ونحوذلك"...وأما الفاسق فقد عـلـلـوا كراهة تقديمه بأنه لايهتم لأمردينه،وبأن في تقديمه للإمامة تعظيمه،وقد وجب عليهم إهانته شرعاً...بل مشىٰ فـي شـرح الـمـنية علىٰ أن كراهة تقديمه كراهة تحريم".(الدرالمختار، كتاب الصلاة،باب الإمامة: ۱/۵۵۹۔۵۶۰، سعيد)(مطلب في تكرار الجماعة في المسجد،انيس)

(۲) ويـكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمىٰ ومبتدع لا يكفربها،وإن كفربها فلا يصح الاقتداء به أصلاً،وولد الزنا،هٰذا إن وجد غيرهم ،وإلافلاكراهة ".(الدرالمختار، كتاب الصلاة،باب الإمامة: ۱/۵۵۹۔۵۶۰)

عـن عبـد الـلّـه بن مسعود رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:"التائب من الذنب كمن لاذنـب لـه".(مشكوٰة المصابيح: ۱/۲۰۶، بـاب الاسـتـغـفـاروالتـوبة،الـفصل الثالث/سنن ابن ماجة،باب ذكر التوبة (ح: ۴۲۵۰)/مسند الشهاب القضاعي،التائب من الذنب كمن لا ذنب له (ح:۱۰۸)انيس)

گانے بجانے کی مجلس میں نکاح پڑھانے والے کی امامت:

سوال: جو شخص ایسی مجلس میں نکاح پڑھائے، جس میں باجے بجتے ہوں تو اس کی امامت درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

جس شادی میں خلافِ شرع امور؛ گانا بجانا وغیرہ ہوں اور پہلے سے معلوم بھی ہو تو اس میں شرکت منع ہے، (۱) امام کو بھی اور مقتدی کو بھی، اگر امام صاحب نے ایسی جگہ نکاح پڑھا دیا اور شرکت کر لی ہے تو اس کو توبہ واستغفار کرنا چاہیے اور آئندہ کو پرہیز کرنا چاہیے، (۲) اگر امام باز نہ آئے تو اس کی امامت مکروہ ہوگی۔ (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶/۲۱۶-۲۱۷)

گانے بجانے کی فحش مجلس اور اس کے روکنے والے امام کا حکم:

سوال: ایک قریہ کے لوگوں نے بوقتِ نماز عشا بالمقابل مسجد ایک مکان پر باجہ گراموفون لگا کر عوام الناس مذکر ومؤنث کو ہر قسم کے اور ہر عمر کے جمع کر کے تمام رات ایسی بے حیائی میں گزاری، قریہ مذکورہ کے امام نے بایں الفاظ منع کیا کہ ''او بے حیاؤ، بے شرمو اور بے سلیقہ کنجرو، دیّوثو! تمہیں شرم نہیں آتی کہ بچوں کو جمع کر کے عورتوں کو بھی شامل کرتے ہو، یہ اغوا ہو جائیں گے، ایسی بے حیائی کی تعلیم دے رہے ہو'' آخر قوم نے یوں ہی رات بے ہودہ گوئی میں گزاری، جیسے مثال کے طور پر ایک مصرع نقل کرتا ہوں، جس کے معنیٰ یہ ہیں:

---

(۱) دعی إلٰی ولیمة وثمة لعب أوغناء قعد وأكل فإن قدرعلٰی المنع فعل والإاصبرإن لم یكن ممن یقتدیٰ به فإن كان(أی كان هو المقتدی)ولم یقدرعلٰی المنع خرج ولم یقعد وإن علم أولایحضرأصلاً .(الدرالمختار، كتاب الحظروالإباحة:٦/ ٣٤٧-٣٤٨، سعید)

(۲) قال اللّٰه تعالٰی:﴿إنما التوبة علٰی اللّٰه للذین یعملون السوء بجهالة ثم یتوبون من قریب فأولٰئک یتوب اللّٰه علیهم،وكان اللّٰه علیماً حكیماً﴾(سورة النساء:١٧)

وقال اللّٰه تعالٰی:﴿یا أیها الذین اٰمنوا توبوا إلٰی اللّٰه توبة نصوحاً﴾(سورة التحریم:٨)

وقال الثوری:عن سماک عن النعمان عن عمررضی اللّٰه تعالٰی عنه قال:التوبة النصوح أن یتوب من الذنب ثم لایعود فیه،أولا یرید أن یعود فیه.

ولهٰذا قال العلماء:التوبة النصوح هوأن یقلع عن الذنب فی الحاضر،ویندم علٰی ما سلف منه فی الماضی،ویعزم علٰی ألایفعل فی المستقبل،ثم إن كان الحق لآدمی رده إلیه بطریقه.(تفسیر ابن كثیر:٤/ ٥٠٣، دارالفیحاء،دمشق)

(۳) ویكره إمامة عبد وأعرابی و فاسق وأعمٰی.(الدرالمختار)

وقال ابن عابدین رحمه اللّٰه تعالٰی:''قوله : (فاسق)من الفسق:وهوالخروج عن الاستقامة،و لعل المراد به من یرتكب الكبائركشارب الخمر والزانی وآكل الربا ونحوذلک ... علٰی أن كراهة تقدیمه كراهة تحریم''.(رد المحتار، كتاب الصلاة،باب الإمامة: ١/ ٥٥٩-٥٦٠،سعید)(مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد،انیس)

’’یعنی میری تمناک میں تو مکان کی چھت پر چارپائی نہ بچھا کیونکہ اب تو میں تمام کی تمام تیری ہی ہو چکی ہوں، جہاں میں کیوں شہرت کرتا ہے؟ وغیرہ وغیرہ‘‘۔

قوم کا یہ ہی شعار بن گیا ہے، اس سے قبل بھی چند مرتبہ ان کو منع کر دیا گیا تھا؛ مگر قوم باز نہ آئی تو امام نے اس قوم کی امامت چھوڑ دی، تعلیم قرآن چھوڑ دی، اب قوم اپنے استاذ (جو کہ ان کی چند پشتوں کا امام رہ چکا ہے) کے خلاف طرح طرح کے منصوبے، غیبت و ناجائز حملے کر رہی ہے اور اپنا دوسرا امام تلاش کر رہی ہے اور قوم کہتی ہے کہ باجے ہمارے پیر صاحب سنتے اور بجاتے آئے ہیں، منع کہاں، اگر یہ بے حیائی ہوتی تو پیر صاحب کہاں سنتے، وغیرہ وغیرہ اور امام کہتا ہے کہ اگر اسلام میں ایسے کھیل کود تماشے کا کام جائز ہے تو میں ایسے اسلام و ایمان سے بیزار ہوں، جو سکھوں کی طرح ہر حال میں؛ یعنی شادی میں ساز وغیرہ کے ساتھ شادی منائی جاوے اور موت کے وقت میں وہی ڈھولک مولک سے ماتم کی رسم ادا کی جاوے۔

علاوہ اس کے چند یوم کے بعد وہی باجہ بجانے والے دوسرے گاؤں سے ایک عورت بال بچے اور شوہر والی عورت اغوا کر کے رائے پور لے گئے اور مغویہ کو مسیحی مذہب میں داخل کرنے کی ناپاک کوشش کی جارہی ہے؛ تاکہ مرتدہ کر کے نکاح اول توڑ جائے، یہ ہے اس وقت کے مسلمانوں کا ایمان، اب یہ قوم حق پرست ہے، یا امام قوم؟ اب قوم حق استادی فراموش کر سکتی ہے، یا نہیں؟ ایسی قوم کا صوم وصلوٰۃ درست ہے، یا نہیں؟ امام عند اللہ مجرم ہے، یا نہیں؟ شرعاً اس کا کیا حکم ہے اور امام کے واسطے کیا حکم ہے؟ جواب صاف صاف تحریر فرمائیں، بحوالہ کتب مع دلائل شرعیہ کے؟ بینوا توجروا۔

(محمد شفیع، عام باغ، فقیر یہ ڈکخانہ ہند، ضلع راولپنڈی، ۱۵/شعبان/۱۳۵۷ھ)

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

قوم کے یہ افعال شنیعہ ناجائز اور کبیرہ گناہ ہیں، (۱) خاص کر غیر کی عورت کو اغوا کر کے مرتد بنانا کفر ہے، (۲) اگر وہ

---

(۱) وفی السراج: ودلت المسئلة أن الملاهی کلها حرام ویدخل علیهم بلاإذنهم لإنکارالمنکر. قال أبن مسعود: صوت اللهو والغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء النبات. قلت: وفی البزازیة: استماع صوت الملاهی... حرام لقوله علیه الصلاةوالسلام: ’’استماع الملاهی معصیة، والجلوس علیها فسق والتلذذ بها کفر‘‘. (الدر المختار، کتاب الحظر والإباحة: ۳۴۸/۶ـ۳۴۹، سعید)

وفی الأشباه: الخلوة بالأجنبیة حرام، آه. (الدرالمختار، کتاب الحظروالإباحة: ۳۶۸/۶، سعید)

(۲) وفی المحیط والفتاویٰ الصغریٰ أیضاً: من لقن غیره کلمة الکفر لیتکلم بها، کفرالملقن وإن کان علیٰ وجه اللعب والضحک. ومن أمرامرأة بأن ترتد... کفرالآمر... وفی المحیط: من أمرأحداً أن یکفر، کفر الآمر. (شرح فقه الأکبر: ۱۸۲ـ۱۸۳، قدیمی)

خدانخواستہ مرتد ہوکر مسیحی مذہب میں داخل ہوگئی، تب بھی مفتیٰ بہ قول کے موافق پہلا نکاح فسخ نہ ہوگا،(۱) اور اس کو مرتد بنانے والا، یا اس کے لیے مشورہ دینے والا کافر ہو جائے گا، اس عورت کو اس کے پہلے شوہر کے پاس واپس کرنا فرض ہے،(۲) اسی طرح گانے بجانے وغیرہ حرکات سے بھی توبہ لازم ہے،(۳) اور جس طرح ہو سکے، اپنے ناشائستہ افعال سے توبہ کرکے امام صاحب کو بھی راضی کریں اور امام صاحب کو چاہیے کہ ان لوگوں کو نرمی اور شفقت کے ساتھ نصیحت کریں کہ اس کا اثر زیادہ ہوتا ہے اور سخت الفاظ استعمال نہ کریں اور ان کے لیے دعا بھی کریں اور امام صاحب کو (یہ) بھی چاہیے کہ دوسری جگہ نہ جائیں، کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ سے قوم کی اصلاح فرمادیں، البتہ اگر قوم سخت مخالف ہو جاوے اور امام صاحب کا رہنا دشوار کردے اور ان کے وہاں رہنے سے اصلاح کی توقع نہ ہو؛ بلکہ فتنہ پیدا ہو تو امام صاحب کو چاہیے کہ کسی دوسری جگہ اپنا انتظام کرلیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/۸/۱۳۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/شعبان ۱۳۵۷ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۶/۲۱۷-۲۲۰)

جو امام عیدین میں باجے کے ساتھ جاتا آتا ہے اور سود خوار بھی ہے، اس کی امامت کیسی ہے:

سوال: قاضی صاحب نماز عیدین پڑھانے کو اپنے گھر سے جب نکلتے ہیں تو شیخ نقارچی ڈھول بجاتا ہوا قاضی صاحب کے آگے آگے عیدگاہ تک جاتا ہے اور اسی طرح بعد نماز کے گھر تک جاتا ہے، یہ عمل ثواب ہے، یا گناہ؟ اور قاضی کھلم کھلا سود لیتے ہیں اور قرآن شریف بھی غلط پڑھتے ہیں۔

---

(۱) ”(ولو ارتدت) ... وأفتٰی مشائخ بلخ بعدم الفرقة بردتها زجراً و تسیراً لا سیما التی تقع فی المکفر ثم تنکر“. (الدرالمختار، کتاب النکاح، باب نکاح الکافر: ۲/۱۹۴، سعید)

(قوله: زجراً لها) عبارة البحر: حسما لباب المعصیة: والحیلة للخلاص منه، إلخ. (ردالمحتار) (باب نکاح الکافر: ۳/۱۹۴، دارالفکر بیروت، انیس)

(۲) أن من أمر امرأة حتٰی ترتدعن الإسلام لتبین من زوجها، فهو کافر ... وفی المضمرات: وتجبر المرأة علٰی الإسلام، وتضرب خمسة و سبعین سوطاً، ولیس لها أن تتزوج إلا بزوجها الأول. (الفتاویٰ التاتارخانیة، کتاب أحکام المرتدین، فصل فی تعلیم الکفر وتلقینه...آه: ۵/۵۲۶، إدارة القرآن کراچی)

(۳) قال اللّٰه تعالٰی: ﴿یا أیها الذین اٰمنوا توبوا إلٰی اللّٰه توبة نصوحاً﴾ (سورة التحریم: ۸)

وعن أبی هریرة رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم: ”یاأیها الناس! توبوا إلٰی اللّٰه، فإنی أتوب إلیه فی الیوم مائة مرة“. (مشکٰوة المصابیح، باب التوبة والاستغفار، الفصل الأول: ۲۰۳، قدیمی) (رقم الحدیث: ۲۳۲۵، انیس)

”عن عائشة رضی اللّٰه عنها قالت: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: ”إن العبد إذا اعترف ثم تاب، تاب اللّٰه علیه“. (مشکٰوة المصابیح، باب التوبة والاستغفار، الفصل الأول: ۲۰۳، قدیمی) (رقم الحدیث: ۲۳۳۰، انیس)

الجواب

قاضی کا یہ فعل کہ ڈھول بجواتے ہیں، درست نہیں ہے اور سود خوار کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ (۱) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۳۱۶)

کرکٹ دیکھنے والے کی امامت:

سوال (۱) امام پھول مشین کے کارخانہ میں کام کراتے ہیں خود نہیں کرتے، کبھی کبھی ان پر جانور کا پینٹ ہوتا ہے، اس تصویر پر پھول کا کام کرنا ہوتا ہے، ایسا کارخانہ چلانے والے کی امامت درست ہے؟

(۲) اگر امام میدان میں فٹ بال دیکھے، یا ٹیلی ویژن میں فٹ بال، یا کرکٹ دیکھے تو اس کی امامت کیسی ہے؟

(۳) اگر کوئی صرف للہ مسجد میں، یا اس سے متصل کمرے میں، قرآن پاک کی تعلیم دے اور مسجد سے لگے ہوئے کمرہ میں حفظ، طالب علم کے لیے کھانا پینا، سونا، پڑھنا جائز ہے؟

ھو المصوب

(۱) جاندار کی تصویر بنانا درست نہیں ہے؛ (۲) اسی لیے ایسے امام کی امامت مکروہ ہے۔

---

(۱) وكذا تكره خلف أمرد، إلخ ، وشارب الخمر وآكل الربا ونمام ومراء ومتصنع. (الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵۲۵، ظفير)

عن أبي جحيفة قال: نهى النبي صلى الله عليه وسلم عن ثمن الكلب وثمن الدم ونهى عن الواشمة والموشومة وآكل الربا وموكله ولعن المصور. (صحيح البخارى، باب موكل الربا (ح:۲۰۸۶) انيس)

عن أبى هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: اجتنبوا السبع الموبقات قيل: يا رسول الله ! وماهن؟ قال: الشرك بالله والسحر وقتل النفس التى حرم الله إلا بالحق وأكل مال اليتيم وأكل الربا والتولى يوم الزحف وذف المحصنات الغافلات المؤمنات. (صحيح لمسلم، باب بيان الكبر وأكبرها (ح:۸۹) انيس)

﴿وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلاً﴾ (سورة المزمل: ۴، انيس)

والأخذ بالتجويد حتم لازم، من لم يجود القراٰن اثم. (المقدمة الجزرية، باب التجويد: ۴، دارنورالمكتبات، انيس)

وحرّر الحلبى وابن الشحنة أنّه بعد بذل جهده دائمًا حتمًا كالأمى، فلا يؤم إلا مثله، ولا تصحّ صلاته إذا أمكنه الاقتداء بمن يحسنه أو ترك جهده. (الدرالمختار)

(قوله دائمًا) أى فى اٰناء اللّيل وأطراف النهار، فمادام فى التصحيح والتعلّم ولم يقدر عليه فصلاته جائزة وإن ترك جهده فصلاته فاسدة كما فى المحيط وغيره. (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب فى الألثغ: ۱/۵۴۴، انيس)

(۲) من صور صورة فإن الله معذبه حتٰى ينفخ فيه الروح، وليس بنافخ فيها أبدا فربا الرجل ربوة شديدة، واصفر وجهه فقال: ويحك، إن أبيت إلا أن تصنع، فعليك بهذا الشجر، كل شئ ليس فيه روح. (صحيح البخارى، كتاب البيوع، باب بيع التصاوير التى فيه الروح وما يكره من ذلك، رقم الحديث: ۲۲۲۵) ==

(۲) امام کو میدان میں کرکٹ یا فٹ بال دیکھنا نہیں چاہیے، احتراز لازم ہے، اسی طرح ٹی وی دیکھنے سے بھی احتراز لازم ہے، اگر مجبوراً ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا پڑے تو پڑھ لے، جماعت نہ ترک کرے۔(۱)

(۳) قرآن پاک کا حفظ کرانا مسجد میں، یا مسجد سے ملے کمرہ میں جائز ہے، مسجد کے آداب ضروری ہوں گے، اور کمرہ میں جو مسجد سے خارج ہو تو آداب ضروری نہ ہوں گے۔(۲)

تحریر: محمد ظہور ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء:۲/۳۵۶-۳۵۷)

ریڈیو سننے والے کی اقتدا میں نماز پڑھنے کا حکم:

سوال: ایک شخص ایک حد تک بڑا پابندِ شریعت ہے، صرف ایک بات اس میں پائی جاتی ہے؛ یعنی ریڈیو سنتا ہے، ریڈیو میں صرف تلاوتِ قرآن مجید اور ترجمہ اور کوئی مسائل دینی اگر نشر ہوں تو سنتا ہے اور خبریں بھی، باقی فلمی ریکارڈ وغیرہ نہیں سنتا اور لوگوں کا امام ہے، نماز اس کے پیچھے جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

اگر ساز و موسیقی اور دوسری ناجائز چیزیں سننے سے اجتناب کیا جائے تو ریڈیو سننا بالکل جائز ہے اور اس کی وجہ سے نماز میں کوئی خلل نہیں آتا، چناں چہ شخص مذکور کے پیچھے نماز درست ہے۔ واللہ اعلم

احقر *محمد تقی عثمانی* عفی عنہ، ۲۸/۱/۱۳۸۸ھ (فتویٰ نمبر ۱۹/۳۲۲، الف) (فتاویٰ عثمانی:۱/۴۴۶-۴۴۷)

== قال أصحابنا وغيرهم من العلماء تصوير صورة الحيوان حرام شديد التحريم وهو من الكبائر؛ لأنه متوعد عليه بهذا الوعد الشديد المذكور في الأحاديث. (شرح الصحيح لمسلم للنووی، كتاب اللباس والزينة:۲۱۰/۷)

(۱) قوله"نال فضل الجماعة"أفاد أن الصلاة خلفهما أولىٰ من الانفراد لكن لاينال خلف تقی وورع. (رد المحتار:۳۰۱/۲)(باب الإمامة، مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد، انیس)

(۲) (عن أبی هريرة رضی الله عنه أنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: من سمع رجلاً ينشد ضالة)أی يطلبها برفع الصوت (فی المسجد فليقل: لا ردها الله تعالیٰ عليک فإن المساجد لم تبن لهذا)أی لنشدان الضالة بل لذكر الله وتلاوة القرآن والوعظ ويعرف منه كراهة كل أمر لم يبن المسجد لأجله، حتی كره مالک البحث العلمی فيه وجوّزه أبوحنيفة وغيره لأنه يحتاج إليه الناس لأن المساجد مجمعهم. (شرح المصابيح لابن ملک، باب المساجد ومواضع الصلاة:۴۲۷/۱، إدارة الثقافة الإسلامية، انیس)

يعنی: رفع الصوت فی المسجد غير جائز فی غير ذكر الله تعالیٰ وتلاوة القرآن والوعظ ودرس العلم. (المفاتيح شرح المصابيح، باب المساجد ومواضع الصلاة:۶۸/۲، دار النوادر، انیس)

قال المؤلف: المساجد إنما اتخذت لذكر الله تعالیٰ وتلاوة القرآن والصلاة، وإنمايجوز فيها من البيع والشراء وسائر أمور الدنيا مايكون بمعنی تعليم الناس والتنبيه لهم علی الاحتراس من مواقعة الحرام ومخالفة السنن والموعظة فی ذلک. (شرح صحيح البخاری لابن بطال، باب ذكر البيع الشراء علی المنبر:۱۰۵/۲، مكتبة الرشد، انیس)

ریڈیو، ٹی وی وغیرہ کی مرمت کرنے والے مستری کے پیچھے اقتدا کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مولوی صاحب کا بیٹا ریڈیو اور ٹی وی کا مستری ہے تو کیا اس مستری بیٹے کے پیچھے نماز ادا کرنا جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: ہدایت اللہ کانگڑہ چارسدہ، ۲۱/شعبان ۱۴۰۹ھ)

الجواب

فاسق کے پیچھے فساق کی اقتدا بلا کراہت جائز ہے۔(۱) وہوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲/۴۳۴)

☆☆☆

(۱) قال العلامة ابن نجيم رحمه الله: وينبغي أن يكون محل كراهة الاقتداء بهم عند وجود غيرهم وإلا فلا كراهة كما لا يخفى. (البحر الرائق، باب الإمامة: ۱/۳۴۹)

إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرما وتكون واجبة إذا كان المقصد واجباً. (المقاصد الشرعية للخادمی، ص: ٤٦، انیس)

جھوٹے کی امامت

جھوٹی حدیث بیان کرنے والے کی امامت درست ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص احادیث جھوٹی بنا کر بیان کرتا ہے اور خلاف عقائد بہت باتیں بیان کرتا ہے، ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے اور اس شخص کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب

وہ شخص کذاب، یا مفتری، یا دیوانہ ہے، جھوٹی روایات بیان کرتا ہے اور حق تعالیٰ اور رسول برحق پر بہتان لگاتا ہے اور مصداق اس وعید کا ہوتا ہے: "من كذب علّي متعمداً فليتبوّأ مقعده من النار" (۱) (یعنی جو شخص مجھ پر جھوٹ بولتا ہے، وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے۔) وہ شخص مبتدع و فاسق ہے، اس کو امام بنانا درست نہیں ہے اور اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۱۰۳-۱۰۴)

جھوٹ بولنے والے کے پیچھے نماز کا حکم:

سوال: ایک شخص جھوٹ بولتا ہے اور اس پر فخر کرتا ہے اور کپڑے صاف نہیں رکھتا، رنڈیوں میں جا کر سبق پڑھاتا ہے اور ساز، مزامیر بجاتا ہے، اس کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

---

(۱) مشکوٰة، كتاب العلم: ۳۲ (الفصل الأول، رقم الحديث: ۱۹۸/ مصنف ابن أبي شيبة، في تعمد الكذب على النبي صلى الله عليه وسلم (ح: ۲۶۲۳۸)/ صحيح البخاری، باب إثم من كذب على النبي صلى الله عليه وسلم (ح: ۱۱۰)/ صحيح لمسلم، باب في التحذير من الكذب على رسول الله صلى الله عليه وسلم (ح: ۳) انيس)

(۲) ويكره إمامة عبد، إلخ، و فاسق، إلخ، ومبتدع أي صاحب بدعة. (الدر المختار)

أما الفاسق، الخ، ففي شرح المنية: أن كراهة تقديمه كراهة تحريم (ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/ ۵۲۳، ظفير) (مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

الكبيرة الثامنة والتاسعة والأربعون تعمد الكذب على الله تعالىٰ أو على رسول الله صلى الله عليه وسلم. (الزواجر عن إقتراف الكبائر: ۱/ ۱۶۱، دار الفكر بيروت، انيس)

الكبيرة الرابعة عشر الكذب على الله عزوجل وعلى رسوله صلى الله عليه وسلم. (الكبائر للذهبي: ۱/ ۷۱، دار الندوة الجديدة بيروت، انيس)

الجواب

ایسا شخص فاسق ہے، اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

كما في الهداية: وخلف فاسق. (ويكره تقديم العبد... والأعرابي... والفاسق). (۱) (امداد المفتین: ۲/۲۷۹)

جھوٹ بولنے والے اور فریب دینے والے کی امامت:

سوال: مولوی عبدالحق نے جلسہ عام میں اعلان کیا کہ میں نے اسکول کھوٹہ کی ملازمت ترک کردی، اس کے بعد استعفیٰ بھی دے دیا اور ملک لعل خاں صاحب نے مولوی صاحب موصوف کو مفتی امورِ شرعیہ بمشاہرہ ۳۰/روپے ماہوار مقرر کیا، چار پانچ روز کے بعد اس نے استعفیٰ واپس لے لیا تو مسلمانوں کو اس کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہیے، اس کے پیچھے نماز پڑھیں، یا نہیں؟

الجواب

اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ اس نے یہ برا کیا کہ نوکری مذکور چھوڑ کر پھر اس کو اختیار کیا، ایسے شخص کے مقتدا بنانے اور امام بنانے میں مسلمانوں کی اور سب کی توہین ہے، پس اس کو امام نہ بنایا جاوے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۱۶۸)

جھوٹ بولنے والے تنخواہ دار امام کے پیچھے نماز کا حکم:

سوال: ایک شخص مسجد میں بیٹھ کر مجمع عام میں جھوٹ بولے اور علانیہ طمع نفس کے واسطے امامت کرے، ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

---

(۱) الهداية، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۱۲۲. انيس

عن عبد الله بن مسعود قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: عليكم بالصدق فإن الصدق يهدى إلى البر والبر يهدى إلى الجنة وما يزال الرجل يصدق ويتحرى الصدق حتى يكتب عند الله صديقا، وإياكم والكذب فإن الكذب يهدى إلى الفجور والفجور يهدى إلى النار وما يزال العبد يكذب ويتحرى الكذب حتى يكتب عند الله كذابا. (صحيح لمسلم، باب قبح الكذب وحسن الصدق وفضله (ح: ۲۶۰۷)/أبو داؤد (ح: ۴۹۸۹)/الترمذى (ح: ۱۹۷۱) انيس)

عن سعد بن أبى وقاص أن النبى صلى الله عليه وسلم قال: إن الله طيب يحب الطيب، نظيف يحب النظافة، كريم يحب الكرم، جواد يحب الجود، فنظفوا بيوتكم، ولا تشبهوا اليهود التى تجمع الأكناف فى دورها. (مسند أبى يعلى الموصلى، مسند سعد بن أبى وقاص (ح: ۷۹۰) انيس)

عن أبى هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: كل شىء من لهو الدنيا باطل، إلا ثلاثة انتضالك بقوسك وتأديبك فرسك وملاعبتك أهلك فإنها من الحق. (المستدرك للحاكم، كتاب الجهاد (ح: ۲۴۶۸) قال الذهبى: على شرط مسلم: ۲/۱۰۴، دارالكتب العلمية بيروت. انيس)

الجواب

سوائے ان مواقع کے جہاں توریہ جائز ہے،(١) جھوٹ بولنے کی عادت سے آدمی فاسق ہوجاتا ہے اوراس کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے،(٢) رہا طمع نفس سے امامت کرنا تو اگراس سے مراد یہ ہے کہ امامت کی تنخواہ لیتا ہے اور تنخواہ لے کرامامت کرتا ہے تو متاخرین حنفیہ کے فتویٰ کے مطابق امامت کی اجرت جائز ہے اور جب جائز ہے تو تنخواہ لینا اور تنخواہ لے کرامامت کرنا بھی جائز ہے۔

وفی روضة الزندويستي: كان شيخنا أبو محمد عبدالله الخزاخيزي يقول: في زماننا يجوز للإمام والمؤذن والمعلم أخذالأجرة. انتهٰى (٣)

اوراگرطمع سے مراد کچھ اور ہے تو اسے بیان کیا جائے۔ فقط (کفایت المفتی :٣/٧٦)

جھوٹ بولنے والے گھڑی ساز کی امامت:

سوال: ایک مولوی صاحب نے ایک حافظ امام مسجد کو جو گھڑی ساز بھی ہیں اپنی گھڑی دی کہ اس میں نیا فنر ڈال دو اورایک روپیہ اس کی قیمت بھی دیدی، حافظ مذکور نے اسی فنر کو جوڑ دیا، نیا فنر نہیں ڈالا، اس وجہ سے گھڑی بند ہوگئی، پھر دوسرے گھڑی ساز کو ایک روپیہ دیکر فنر ڈلوایا، اس حافظ کے لیے کیا حکم ہے، نماز اس کے پیچھے ہوتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔(٤) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:٣/١٧٨-١٧٩)

---

(١) التورية: هي أن يريد المتكلم بكلامه خلاف ظاهره مثل أن يقول في الحرب: مات إمامكم، وهو ينوي به أحدا من المتكلمين. (التعريفات الفقهية: ٦٤/١، دارالكتب العلمية بيروت، انيس)

التورية من ورى، إرادة المتكلم بكلامه أمرا خفيا غير الظاهر منه. (معجم لغة الفقهاء، حرف التاء: ١٥١/١، دارالنفائس، انيس)

عن أسماء بنت يزيد قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا يحل الكذب إلا في ثلاث يحدث الرجل امرأته ليرضيها والكذب في الحرب والكذب ليصلح بين الناس. (سنن الترمذي، باب ماجاء في إصلاح ذات البين (ح: ١١٣٩) انيس)

(٢) ويكره إمامة عبد، إلخ، وفاسق، إلخ. (الدرالمختار مع ردالمحتار: ٧٩/١، ط، سعيد كمپنی)

(٣) عيني؛ البناية شرح الهداية، باب الأجارة الفاسدة: ١٥٤/٢، ط، إدارة القرآن، كراچی

ولكن المتأخرين جوزوا على التعليم والإمامة في زماننا لحاجة الناس إليه وظهور التواني في الأمور الدينية وكسل الناس في الاحتساب وعليه الفتوىٰ. (منحة السلوك في شرح تحفة الملوك، فصل: ٩٦/١، وزارة الأوقاف والشؤون الإسلامية قطر، انيس)

(٤) ويكره إمامة عبد ...وفاسق. (الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ٥٢٣/١، ظفير)

جھوٹے کی امامت درست ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص مولوی کہلا کر جھوٹ بولتا ہے اور کہتا ہے کہ میں حاجی ہوں، تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس نے کبھی بھی حج نہیں کیا۔ کبھی چندہ مسجد کے نام سے وصول کر لیتا ہے اور کھا جاتا ہے، ان افعال سے توبہ بھی کرائی گئی؛ لیکن پھر بھی باز نہ آیا اور لوگوں سے کہتا ہے کہ میرے پیچھے نماز جمعہ پڑھا کرو، کیا ایسے جھوٹے شخص کے پیچھے نماز صحیح ہے؟

الجواب

ایسا شخص جو امورِ دین میں صریح جھوٹ بولے، یا چندہ، دھوکہ دیکر مسجد کے نام سے وصول کر کے خود کھا جائے، فاسق و کذّاب ہے، اس کے پیچھے نمازِ جمعہ و پنجگانہ مکروہ ہے؛ یعنی نماز ہو جاتی ہے؛ مگر ایسے شخص کو عمداً امام بنانا نہ چاہیے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۳/۲۳۴-۲۳۵)

جھوٹے شخص کی امامت کا کیا حکم ہے:

سوال: جو شخص پچاس روپے لے کر عورت حاملہ کا نکاح پڑھائے اور عدالت میں جھوٹا حلف اٹھاوے، اس کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب

ایسا شخص فاسق ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے، نماز ہو جاتی ہے؛ مگر کراہت ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۳/۲۵۹)

جھوٹے شخص کی امامت:

سوال: زید قاضی شہر تھا اور نمازِ جمعہ وعیدین بھی پڑھایا کرتا تھا، اندرونِ شہر زید کے مکان سے قریب ایک قبرستان تھا اور اس کے متصل ایک ہندو کے کھیت ہیں، ہندو نے ان کا احاطہ کرانا چاہا، زید چوں کہ چنگی کا ممبر ہے، اس نے اجازت تعمیر دے دی، اس ہندو نے بعد حصول اجازت اس قبرستان کو کھود کر کھیتوں میں شامل کرنا چاہا اور زید نے باوجود قبرستان سے واقف ہونے کے اجازت تعمیر دیدی، نوبت عدالت میں پہنچی، وہاں زید نے جھوٹی شہادت اس بات کی دی کہ یہاں قبرستان نہیں ہے، غرض کہ قبرستان کا بالکل انکار کر دیا اور اسی وجہ سے وہ قبرستان ہندو کو مل گیا، اس صورت میں زید کو امام بنانا اور اس سے نکاح خوانی کرانا درست ہے، یا نہیں؟

(۱-۲) ویکرہ إمامة عبد ... وفاسق.(الدر المختار)

لعل المراد به من یرتکب الکبائر کشارب الخمر، والزانی وآکل الربوا ونحو ذلک .(رد المحتار، باب الإمامة: ۱/۵۲۳، ظفیر)(مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

اس صورت میں زید فاسق ہے، اس کو امام بنانا اور اس سے نکاح خوانی کرانا اور اس کو مقتدا سمجھنا درست نہیں ہے اور نماز اس کے پیچھے مکروہ تحریمی ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲۸۵/۳)

جھوٹ بولنے والے کی امامت:

سوال: زید کے اندر درج ذیل اشیا پائی جاتی ہیں:

(۱) خود کو افضل اور تمام نمازیوں کو جاہل سمجھتا ہے۔

(۲) جھوٹ، دھوکہ دہی، فریب کاری کی عادت ہے۔

(۳) اہل محلّہ وتمام نمازیوں کی بیویوں پر الزام و بہتان تراشی کرنا۔

(۴) تمام مقتدیوں سے ہیرا پھیری، وعدہ خلافی کرنا۔

از روئے شرع دین حنیف میں کیا مقام ہے؟ زید کا مسجد و مدرسہ کا صدر رہنا امامت کرنا درست ہے، یا نہیں؟ مقتدیوں کی نماز درست ہوگی، یا نہیں؟

هو المصوب ــــــــــــــــــــــــ

اگر واقعہ وہی ہے جیسا کہ آپ نے بیان کیا ہے تو زید کا مذکورہ عمل خلاف شرع ہے، ان اعمال کا مرتکب فاسق ہے،(۲) ان کو اپنے اس عمل سے باز آجانا چاہیے، اگر مجلس انتظامی ان کو صدارت سے علاحدہ کرسکتی ہے اور اس میں عام مسلمانوں کے مابین کسی طرح کے نزاع کا اندیشہ نہیں ہے تو ایسا ہی کیا جائے، ورنہ حالات کے مطابق جو بھی احسن شکل مسلمانوں کے درمیان انتشار سے بچتے ہوئے ممکن ہو، وہ شکل اپنائی جائے، بہرحال مسلمانوں کے درمیان نزاعی صورت نہ پیدا کی جائے۔

تحریر: محمد مستقیم ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء:۳۷۰/۲-۳۷۱)

---

(۱) ويكره إمامة عبد ... وفاسق.(الدر المختار)

بل مشٰى فى شرح المنية علٰى أن كراهة تقديمه كراهة تحريم.(ردالمحتار،باب الإمامة:۵۲۳/۱،ظفير) (مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد،انيس)

(۲) عن عبد اللّٰه بن مسعود قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:عليكم بالصدق فإن الصدق يهدى إلى البر والبر يهدى إلى الجنة وما يزال الرجل يصدق ويتحرى الصدق حتى يكتب عند الله صديقا،وإياكم والكذب فإن الكذب يهدى إلى الفجور والفجور يهدى إلى النار وما يزال العبد يكذب ويتحرى الكذب حتى يكتب عند الله كذابا. (الصحيح لمسلم، كتاب البر والصلة، باب قبح الكذب وحسن الصدق وفضله،رقم الحديث:۲۶۰۷)

جھوٹے کو امام ومؤذن بنانا:

سوال: زید کی کذب بیانی پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی ہے، دھوکے باز ہے، جھوٹے کیس علماء واہل اللہ پر ڈالے تو کیا اس کو مؤذن رکھا جا سکتا ہے اور امام بنایا جا سکتا ہے، اس کی مؤذنی اور امامت دائمی طور پر درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

ایسے شخص کو امام بنانا بھی مکروہ تحریمی ہے، (۱) اور مؤذن بنانا بھی مکروہ ہے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۳/۱۳۹۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶/۱۷۱)

اندھے جھوٹے کی امامت:

سوال: کوئی شخص اندھا ہو اور امامت کرتا ہو، یا قرأت غلط پڑھتا ہو، ہدایت کرنے پر عمل نہ کرتا ہو اور جھوٹ بولتا ہو، ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں، اگر بوجہ ثواب جماعت کی نماز پڑھے اور نماز اپنی دہرالے تو کوئی گناہ تو نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

جب تک کوئی ایسی چیز معلوم نہ ہو جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے تو نماز ادا ہو جائے گی، (۳) ہاں! اگر کوئی چیز ایسی

---

(۱) (ويكره إمامة فاسق) قال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ : "قوله: (وفاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر... وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لايتهم لأمر دينه، وبأن في تقديمه للإمامة تعظيمه، وقد وجب عليهم إهانته شرعاً... كراهة تقديمه كراهة تحريم". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹-۵۶۰، سعيد) (مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

عن ابن عباس أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان إذا بعث جيوشه قال: اخرجوا باسم الله قاتلوا من كفر بالله لا تغدروا ولا تمثلوا ولا تغلوا ولا تقتلوا الولدان ولا أصحاب الصوامع. (شرح مشكل الآثار، باب بيان مشكل ما روى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم من نهيه عن قتل أصحاب الصوامع (ح: ۶۱۳۵) انيس)

(۲) (وينبغي أن يكون المؤذن رجلاً عاقلاً صالحاً تقيا عالماً بالسنة ... ويكره أذان الفاسق. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان: ۱/۵۳-۵۴، رشيدية)

(۳) "صلىٰ خلف فاسق أو مبتدع، نال فضل الجماعة". (الدرالمختار)

"أفاد أن الصلاة خلفهما أولىٰ من الانفراد، لكن لاينال كما ينال خلف تقي ورع". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۶۲، سعيد) (مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

"وكره إمامة العبد والأعرابي والفاسق والمبتدع والأعمىٰ، وإن تقدموا جاز لقوله عليه السلام: "صلوا خلف كل بر و فاجر". (تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۱۳۴، إمدادية، ملتان)

"ينبغي أن يكون محل الكراهة عند وجود غيرهم لاما إذا لم يوجد غيرهم". (النهرالفائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۲۴۴، إمدادية، ملتان)

معلوم ہو مثلاً قراءۃ میں ایسی غلطی کی جس سے معنیٰ بگڑ گئے، یا اس کے جسم یا کپڑے پر نجاستِ مانعہ موجود تھی تو نماز نہیں ہوئی دوبارہ پڑھنا ضروری ہے،(۱) جب کہ دوسرا شخص صحیح پڑھنے والا طہارت ونماز کے مسائل سے واقف متبعِ سنت امامت کے لیے موجود ہو تو جھوٹ بولنے والے غلط قرأت کرنے والے نابینا کو امام بنانا مکروہ ہے،(۲) جب تک بہتر امام کا انتظام نہ ہو تو ایسی موجودہ صورت میں امام مذکور کے پیچھے نماز ادا کر لی جائے تو نماز لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے۔(۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔(فتاویٰ محمودیہ:۶/۱۷۳-۱۷۴)

وعدہ خلاف کی امامت:

سوال: زید تجارت کرتا ہے؛ مگر قرض وقت پر ادا نہیں کرتا؛ بلکہ وعدہ پر وعدہ کرتا رہتا ہے، اکثر اشخاص کو تجارت میں شرکت کی دعوت دے کر روپیہ وصول کر لے جاتا ہے اور ادائیگی میں حیلہ بہانہ کرتا رہتا ہے۔ بکر سے زیور مستعار لیا جاتا ہے کہ ان کی اہلیہ کسی شادی میں شریک ہوں گی اور تین چار یوم کا وعدہ کیا جاتا ہے؛ مگر وقت پر واپس نہیں کیا جاتا، متعدد تقاضوں پر مختلف بہانوں سے جواب ملتا ہے، بالآخر اقرار کیا جاتا ہے کہ زیور رہن رکھا ہے اور اہلیہ کہیں نہیں گئی۔ اگر کوئی بات مسئلہ کی اسے کہی جاتی ہے تو تیوری پر شکن ڈال لیتے ہیں اور ترش روئی سے ہم کلام ہوتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ زید امامت کے قابل ہے، یا نہیں؟ زید کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے، یا نہیں؟ اگر نہیں تو جو نمازیں پڑھی ہیں، ان کا کیا ہوگا؟ عمر زید کی ان حرکات کی بنا پر زید کے پیچھے نماز ترک کر دیتا ہے؛ مگر کلام ترک نہیں کرتا؛ تا کہ شر پیدا نہ ہو، زید عمر کو منافق کہتا ہے، زید کا یہ فعل کہاں تک درست ہے؟

---

(۱) (و)لا یصح الإقتداء (غیر الألثغ بالألثغ علیٰ الأصح ... ولا تصح صلا ته إذا أمکنه الإقتداء بمن یحسنه أو ترک جهده ... وکذا من لا یقدر علیٰ التلفظ بحرف من الحروف أو لا یقدر علیٰ إخراج الفاء إلا بتکرار".(الدر المختار، کتاب الصلاة، باب الإمامة:۱/۵۸۱، سعید)

(وإذا ظهر حدث إمامه) وکذا کل مفسد في رأی مقتد (بطلت فیلزم إعادتها) لتضمنها صلاة المؤتم صحة وفساداً، کما یلزم الإمام إخبار القوم إذا أمهم وهو محدث أو جنب) أو فاقد شرط أو رکن.(الدر المختار)

فلو قال المصنف کما في النهر: ولو ظهر أن بإمامه ما یمنع صحة الصلاة، لکان أولیٰ، لیشمل ما لو أخل بشرط أو رکن ... لو علم من إمامه ما یعتقد أنه مانع والإمام خلافه أعاد".(رد المحتار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۹۱، سعید)(مطلب: المواضع التی تفسد صلاة الإمام دون المؤتم، انیس)

(۲) ویکره إمامة عبد وأعرابي و فاسق وأعمیٰ... هٰذا إن وجد غیرهم، وإلا فلا کراهة.(الدر المختار مع الرد، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹-۵۶۲، سعید)

(۳) فإن أمکن الصلاة خلف غیرهم، فهو أفضل، وإلا فالإقتداء أولیٰ من الإنفراد وینبغي أن یکون محل کراهة الإقتداء بهم عند وجود غیرهم وإلا فلا کراهة کما لا یخفیٰ.(البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۶۱۱، رشیدیة)

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

بلا وجہ شرعی وعدہ خلافی کرنا ناجائز اور گناہ ہے،(۱) اگر وعدہ کرتے وقت تو پورا کرنے کی نیت تھی؛ لیکن بعد میں کسی مجبوری سے پورا نہیں کرسکا تو اس میں مضائقہ نہیں، (۲) مسئلہ بتانے پر چیں بجبیں ہونا بھی برا ہے، اگر زید کی وعدہ خلافی اور بدمعاملگی کی عادت ہوگئی ہے، جس سے دوسروں کو بھی اذیت ہوتی ہے تو اولاً زید کو نرمی سے سمجھانا چاہیے کہ یہ عادت خلاف شرع اور ناجائز ہے، (۳) اسی طرح مسئلہ شرعیہ پر ترش رو ہونا اور سخت کلام ہونا بھی منع ہے، (۴) اس سے توبہ لازم ہے۔ اسی طرح کسی مسلم کو بلا وجہ شرعی منافق کہنا سخت گناہ ہے، اس سے بھی توبہ ضروری ہے۔ (۵)

(۱) قال اللّٰہ تعالٰی: ﴿وأوفوا بالعهد إن العهد كان مسئولا﴾ (سورة الإسراء: ۳٤)

وقال اللّٰہ تعالٰی: ﴿یاأیها الذین اٰمنوا أوفوابالعقود﴾ (سورة المائدة: ۱)

"وقد اشتمل قوله تعالٰی: ﴿یا أیها الذین اٰمنوا أوفوا بالعقود﴾ علٰی الزام الوفاء بالعهود والذمم التی نعقدها لأهل الحرب وأهل الذمة والخوارج وغیرهم من سائر الناس". (أحكام القرآن للجصاص: ۲/ ٤۱۸، قدیمی)

عن عبد اللّٰہ بن عمرو أن النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم قال: "أربع من كن فیه كا ن منافقا خالصاً ومن كانت فیه خصلة منهن، كانت فیه خصلة من النفاق حتٰی یدعها: إذا اؤتمن خان، وإذا حدث كذب، وإذا عاهد غدر، وإذا خاصم فجر". (صحیح البخاری، كتاب الإیمان، باب علامة المنافق: ۱/ ۱۰، قدیمی)

(۲) "عن زید بن أرقم عن النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم قال: "إذا وعد الرجل أخاه ومن نیته أن یفی له فلم یف ولم یجئ للمیعاد، فلا إثم علیه" {رواه أبو داؤد و الترمذی} (مشكوٰة المصابیح، كتاب الآداب، باب الوعد، الفصل الثانی: ۲/ ٤۱٦، قدیمی)

(۳) قال اللّٰہ تعالٰی: ﴿أدع إلٰی سبیل ربک بالحكمة و الموعظة الحسنة وجادلهم بالتی هی أحسن﴾ (سورة النحل: ۱۲۵)

(۴) "إذا كان المستفتی بعید الفهم فلیرفق به، ویصبر علٰی تفهم سواله وتفهیم جوابه، فإنه ثوابه جزیل". (آداب المفتی للنووی (قال المحشی: (قوله: فإنه ثوابه جزیل) "قال العلامة الآلوسی فی تفسیر قوله تعالٰی: ﴿فاحكم بیننا بالحق﴾ (سورة ص: ۲۲) ما لخصه أنه ینبغی للمفتی: وكذا للحاكم أو من له نوع رجوع إلیه من أهل الحاجة والخصومة أن یتحمل علٰی شطاطة الخصم وأغلاطه، ویقتدیٰ فی مثل ذلک بالنبی داؤد الأواب علیه السلام فی قوله تعالٰی: ﴿فاحكم بیننا بالحق ولا تشطط﴾ فإنه لم یغضب ولم یؤبخهم علٰی فعلهم تسور المحراب آه". (آداب المفتی للإمام النووی مع حاشیته، ص: ٤۷، الرشید، كراچی)

(۵) حدثنی عبد اللّٰہ أن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: "سباب المسلم فسوق، وقتاله كفر. (صحیح البخاری، كتاب الإیمان، باب خوف المؤمن أن یحبط عمله وهو لا یشعر، آه: ۱/ ۱۲، قدیمی) (رقم الحدیث: ٤۸، انیس)

عن أبی هریرة رضی اللّٰہ عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: "للّٰہ أشد فرحاً بتوبة أحدكم من أحدكم، بضالته، إذا وجدها وأنها واجبة".

وقال الإمام النووی: "واتفقوا علٰی أن التوبة من جمیع المعاصی واجبة وأنها واجبة علٰی الفور، لایجوز تاخیرها، سواء كانت المعصیة صغیرة أو كبیرة، آه. (الصحیح لمسلم مع شرحه الكامل للنووی، كتاب التوبة: ۲/ ۳۵٤، قدیمی)

اگر زید توبہ کر لے اور آئندہ ان چیزوں کو چھوڑ دے تب تو خیر، (۱) ورنہ زید کو امامت سے علاحدہ کر دیا جائے، بشرطیکہ زید سے بہتر امامت کے لائق دوسرا موجود ہو، (۲) عمر حرکاتِ مذکورہ کی بنا پر زید کے پیچھے نماز نہ پڑھنے سے منافق نہیں ہوا، (۳) زید کا اس کو منافق کہنا جائز نہیں، بلکہ سخت گناہ ہے، ایسے کلام سے زبان کو روکنا نہایت ضروری ہے، (۴) جو نمازیں پڑھے ہیں، ان کا اعادہ لازم نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالی اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۵/۱۳۵۷ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/ جمادی الثانیہ ۱۳۵۷ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۶/۱۷۶-۱۷۹)

مسائل سے ناواقف اور جھوٹ بولنے والے حافظ کی امامت کا حکم:

سوال: زید ایک مسجد کا امام ہے اور حافظ ہے؛ لیکن نماز کے مسائل ضروریہ سے اچھی طرح واقف نہیں ہے، جھوٹ بولنے سے پرہیز نہیں، آمدنی میں حلال وحرام، جائز ونا جائز کا خیال نہیں، ایسے شخص کو امام مقرر کرنا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟

(المستفتی: ۲۰۲۹، شیخ حاجی مینگو محمد مصطفیٰ سلطانپور (اودھ) ۱۱/ رمضان ۱۳۵۶ھ، م ۱۶/ نومبر ۱۹۳۷ء)

الجواب

دوسرا اچھا امام جو مسائل سے واقف ہو اور متقی پرہیزگار ہو، پیدا (تلاش) کر کے اس کو مقرر کرنا چاہیے۔ (۵)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی جلد: ۳/۱۰۵)

---

(۱) عن عبد الله بن مسعود رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "التائب من الذنب كمن لاذنب له". (مشكوة المصابيح، باب الإستغفار والتوبة: ۱/۲۰۶، قديمى) (الفصل الثالث، رقم الحديث: ۲۳۶۳، انيس)

(۲) ويكره إمامة عبد وأعرابى وفاسق وأعمٰى... وولد الزنا، هٰذا إن وجد غيرهم وإلا فلا كراهة". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹-۵۶۲، سعيد)

(۳) عن عبد الله بن عمرو أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يقول: "ثلاثة لايقبل منهم صلاة من تقدم قوماً وهم لهم كارهون". قال الشوكانى فى النيل: وأحاديث الباب يقوى بعضها بعضاً فينتهضن للإستدلال بها علىٰ تحريم أن يكون الرجل إماماً لقوم يكرهونه، ويدل علىٰ التحريم نفى قبول الصلاه، وأنها لاتجاوز أذان المصلين ولعن الفاعل لذلك... قال فى الدر المختار: ولو أم قوماً وهم له كارهون إن الكراهة لفساد فيه أو لأنهم أحق بالإمامة منه". (بذل المجهود، كتاب الصلاه، باب الرجل يؤم قوماً وهم له كارهون: ۱/۳۳۱، إمدادية، ملتان)

(۴) حدثنى عبد الله أن النبى صلى الله عليه وسلم قال: "سباب المسلم فسوق، وقتاله كفر". (صحيح البخارى، كتاب الإيمان، باب خوف المؤمن أن يحبط عمله وهو لا يشعر، آ: ۱/۱۲، قديمى)

(۵) والأحق بالإمامة تقديمًا ونصبا الأعلم بأحكام الصلاة فقط صحة وفسادًا بشرط اجتناب الفواحش الظاهرة، إلخ. (الدر المختار مع رد المحتار: ۱/۵۵۷)

جھوٹ سے توبہ کر لینے کے بعد امامت درست ہے یا نہیں:

سوال: زید لوگوں سے جھوٹ بولتا تھا اور دھوکہ دہی کرتا تھا؛ مگر اب اس نے توبہ کر لی ہے اور لوگوں نے اس کو امام بنالیا ہے، آیا اس کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

حدیث شریف میں ہے:

"التائب من الذنب كمن لاذنب له". (۱)

پس بعد توبہ کے اس کے پیچھے نماز بلا کراہت درست ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۲۴۶/۳)

جھوٹ بولنے والے اور مسجد کا سامان گھر میں استعمال کرنے والے امام کی اقتدا کا حکم:

سوال: عرض یہ ہے کہ یہاں سعودی گورنمنٹ بلا تابعیہ مسجد بنانے نہیں دیتی؛ اس لیے مولوی صدیق تابعیہ والا کے نام سے ہمارے محلّہ کی مسجد کو تعمیر کرنا پڑا، مولوی موصوف چونکہ تابعیہ والا ہے؛ اس لیے مولوی موصوف کو متولی مسجد بنا کر ہم نے تقریباً پندرہ سولہ سال تک مسجد کو چلایا ہے، آج عرصہ تین سال سے مولوی موصوف نے ایک مولوی صاحب کو ہماری مسجد کا امام بنا دیا ہے، مولوی موصوف نے امام مسجد کو خادم کہہ کر اقامہ بھی بنا دیا ہے، مولوی موصوف خود امام کا کفیل بھی ہے، جس پاسپورٹ پر اقامہ بنا دیا ہے، وہ پاسپورٹ چوں کہ جعلی تھا، گذشتہ سال جب جعلی پاسپورٹ والوں کی یہاں جوازات کی طرف سے پکڑ دھکڑ اور تلاش ہو رہی تھی تو امام صاحب نے اپنا پاسپورٹ چھپالیا، پھر حکومت میں پاسپورٹ گم ہونے کا اعلان کر کے درخوست دیدی، پھر سفارت خانہ سے نیا پاسپورٹ حاصل کیا، اس پر پھر اقامہ بنایا، امام صاحب نے پاسپورٹ گم ہونے کا جو اعلان کیا ہے، وہ بالکل جھوٹ اور کذب ہے، اس میں توریہ وتعریض بھی نہیں کیا، حالانکہ پہلا پاسپورٹ امام کے پاس موجود ہے، اس بات پر مقتدیوں نے امام سے ناراض ہو کر اس کے خلف میں اقتدا کرنا چھوڑ دیا، مقتدیوں نے دوسری مسجد میں جا کر نماز پڑھنا شروع کر دیا ہے، یہ تو ساری پہلی بات تھی۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس امام صاحب نے مسجد کا سامان گھر میں استعمال کیا ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ ایک آدمی نے مسجد کے لیے پانی دیا تھا؛ تا کہ اس سے لوگ وضو کریں، امام صاحب نے یہ پانی بجائے مسجد کے مدرسہ میں اور مسجد کے کرایہ کے مکانوں میں خرچ کیا، جب محلّہ کے لوگوں نے امام صاحب سے یہ سب باتیں پوچھیں تو امام صاحب ایسی حرکتوں سے باز آنے کے بجائے ضد پر آ گئے۔ مذکورہ باتیں کہنے والوں سے

(۱) مشكوة، باب التوبة والاستغفار، الفصل الثالث: ۲۰۶، ظفير (الفصل الثالث، رقم الحديث: ۲۳۶۳، انيس)

امام صاحب سختی سے پیش آیا، جھگڑا فساد کیا ہے، ان کی وجہ سے محلّہ کے اکثر لوگوں نے ناراض ہوکر اس کی اقتدا میں نماز پڑھنا چھوڑ دیا، دوسری مسجد میں نماز پڑھنا شروع کردیا، مولوی صدیق صاحب جس کا اوپر ذکر آچکا ہے، اس کو بلاکر محلّہ والوں نے یہ ساری مذکورہ باتیں سنائیں، اس پر مولوی موصوف نے مذکورہ امام کو معزول کرنے کی اور دوسرا امام رکھنے کی اجازت تو دی ہے؛ مگر موجودہ امام متولی مسجد رہے گا اور سب کا سرپرست ہوگا، یہ بات محلّہ والوں پر مشکل گذری۔ خلاصہ یہ ہے کہ اولاً امام صاحب نے اقامہ اور پاسپورٹ کی وجہ سے صریح جھوٹ بولا، ثانیاً مسجد کے فرش مسجد کے ایئرکنڈیشن اور مسجد کے پانی میں ناجائز تصرف کیا۔ ثالثاً امام صاحب مقتدیوں سے سختی سے پیش آیا، جھگڑا فساد کیا۔ رابعاً امام صاحب کو معزول کرنے کی طاقت بھی مقتدیوں کو نہیں ہے اور امام صاحب کے ساتھ اختلاط کی صورت میں فتنہ وفساد کا قوی اندیشہ ہے، شرعی حکم سے آگاہ کریں؟ ان وجوہ کی بنا پر جو لوگ دوسری مسجد میں نماز پڑھتے ہیں، کیا وہ لوگ غلطی پر ہیں؟

الجواب

جھوٹ بولنا اور مسجد کا سامان گھر میں استعمال کرنا حرام ہے، (۱) جو اس حرام کا مرتکب ہو، جب تک وہ اس سے توبہ نہ کرے، فاسق کے حکم میں ہے۔ (۲) اسے باختیار خود امام بنانا، یا کسی صالح امام کے ہوتے ہوئے اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، تاہم جو نمازیں ان کے پیچھے پڑھی گئیں، وہ ادا ہوگئیں، اعادہ کی ضرورت نہیں ہے؛ (۳) لیکن اگر یہ امور محرمہ ان سے ثابت ہوں اور توبہ بھی نہ کریں تو منتظمین مسجد پر واجب ہے کہ وہ کسی صالح امام کا انتظام کریں۔ واللہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۲۵/۷/۱۴۰۸ھ (فتویٰ نمبر ۲۴۹۹/۳۹ھ) (فتاویٰ عثمانی: ۱/۴۴۸-۴۵۰)

---

(۱) ﴿وانما يفترى الكذب الذين لا يؤمنون بآيات الله وأولئك هم الكاذبون﴾ (سورة النحل: ۱۰۵، انیس)
ولا يجوز للقيم شراء شيء من مال المسجد لنفسه ولا البيع له وإن كان فيه منفعة ظاهرة للمسجد، آه. (البحر الرائق، تصرفات الناظر في الوقف: ۵/۲۵۹، دار الكتاب الإسلامي، انیس)

(۲) ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمٰى. (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹-۵۶۲، انیس)
توبہ کرنے کے بعد فسق سے نکل جاتا ہے۔ عن عبد الله بن مسعود رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "التائب من الذنب كمن لاذنب له". (مشكوٰة المصابيح: ۱/۲۰۶، باب الاستغفار والتوبة، الفصل الثالث/ سنن ابن ماجة، باب ذكر التوبة (ح: ۴۲۵۰)/ مسند الشهاب القضاعي، التائب من الذنب كمن لا ذنب له (ح: ۱۰۸) انیس)

(۳) الإقتداء بالفاسق أولى من الإنفراد. (درر الحكام شرح غرر الحكام، قبيل جماعة النساء وحدهن: ۱/۸۶، دار إحياء الكتب العربية. انیس)

"صلوا خلف كل بر وفاجر". (سنن الدار قطني، كتاب العيدين، باب صفة من تجوز الصلاة معه، رقم الحديث: ۱۷۸۸/ السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الجنائز، باب الصلاة علىٰ من قتل نفسه، رقم الحديث: ۷۰۸۰)

جعلسازی کرنے والے کی امامت:

سوال: زید ایک اسلامی ادارہ میں تنخواہ دار امام ہے، زید نے ادارہ کو اپنے حجرہ مسکونہ کی مرمت کرانے کی اطلاع دی اور مبلغ چالیس روپے مطالبہ کیا، ادارہ نے اس سے ادائیگی مبلغ چالیس روپے کی رسید طلب کی تو امام مذکور نے ایک رسید اپنی ادائیگی کی تصدیق کر کے ادائیگی کا مطالبہ کیا۔ ادارہ کے افسر اعلیٰ نے اس مرمت کی جانچ کے لئے ایک شخص کو متعین کر دیا، جس پر اس نے رپورٹ دی کہ حجرہ کی مرمت ایک صاحب خیر نے اپنی جانب سے کرادی ہے اور امام مذکور کا مطالبہ غلط ہے اور رسید جعلی ہے، امام مذکور نے اپنی غلطی تسلیم کر لی۔ کیا اس صورت میں امام قابل امامت ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

امام نے جعلسازی کر کے غلط طریقہ پر ناحق روپیہ وصول کرنا چاہا؛ مگر اللہ پاک نے ناکام کر کے اس کو بچا دیا، وہ ناحق روپیہ وصول نہیں کر سکا، جب اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کی اور کرم کر کے ناجائز روپیہ اس تک نہیں پہنچنے دیا تو اب اگر وہ اپنی غلطی پر نادم ہو کر توبہ کر لے تو مقتدی کو بھی چاہیے کہ اس کو معاف کر دیں۔

"التائب من الذنب کمن لا ذنب له". (الحدیث)(۱)

امید ہے کہ اس سے امام کی اصلاح ہوگی اور وہ آئندہ ایسا اقدام نہیں کرے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۹/۱۳۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۹/۱۳۸۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶/۱۷۹-۱۸۰)

جعلسازی اور فریب دہی جیسی نازیبا حرکات والے کی امامت:

سوال: ایک شخص مسمیٰ محی الدین جس پر ہم لوگوں کے بہت احسانات ہیں، چچا مرحوم نے انہیں نہایت پریشانی اور خستہ حالی کے وقت ایک کمرہ کرایہ پر دلایا، کھانے وغیرہ کا انتظام کیا اور ایک مسجد میں کمیٹی والوں سے بڑی سفارش کر کے ان کو مسجد کی امامت دلوائی وغیرہ وغیرہ؛ مگر وہ شخص نہایت جعل ساز، فریبی اور جھوٹا ثابت ہوا، کرایہ کا مکان بھی

---

(۱) **والحدیث بتمامه: "عن أبی عبیدة بن عبد الله عن أبیه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "التائب من الذنب کمن لاذنب له". (سنن ابن ماجة، کتاب الزهد، باب ذکر التوبة، ص: ۳۲۳، میر محمد کتب خانة، کراچی). (رقم الحدیث: ۴۲۵۰، انیس)**

عن أنس رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "کل بنی آدم خطاؤن وخیر الخطائین التوابون". (سنن ابن ماجة، کتاب الزهد، باب ذکر التوبة، ص: ۳۲۳، میر محمد)(رقم الحدیث: ۴۲۵۱، انیس)

جعل کر کے غصب کرلیا اور مسجد میں تفرقہ، فتنہ وفساد پیدا کر دیا، جس کی وجہ سے کافی خلفشار ہے اور متولیان وممبران مسجد نے آنا چھوڑ دیا اور اس کی نازیبا حرکتوں کی وجہ سے الگ جماعت اسی مسجد کے بالائی حصہ میں کرتے ہیں، جن کی تعداد بیس چالیس آدمی ہیں تو کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟ جو اپنے مفاد کی خاطر غلط بیانی اور کذب بیانی سے مسجد کے اندر شر وفساد برپا کئے ہوئے ہیں اور بہت خلفشار پھیلا دیا؟ امید ہے کہ جواب سے مطلع فرمائیں گے۔

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

جھوٹ بولنا اور دھوکہ دے کر جعلی بیع نامہ، اور دوسرے کے مکان پر غاصبانہ قبضہ کرنا شرعاً ناجائز ہے اور سخت گناہ ہے۔(۱) اگر یہ تحریر کردہ واقعات اسی طرح ہیں، ان میں جھوٹ نہیں تو ایسے شخص کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے، تاوقتیکہ امام توبہ کر کے اپنی اصلاح نہ کرے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ادا ہوگی، (۲) دوسری جماعت اسی مسجد میں کرنا بھی مکروہ ہے،

---

(۱) قال اللّٰه تعالٰی: ﴿ألا لعنة اللّٰه علٰى الظالمين﴾ (سورة هود: ۱۸)

"آية المنافق ثلاث: إذا حدث كذب، وإذا وعد أخلف، وإذا عاهد غدر". زاد مسلم في رواية: "وإن صام وصلى، وزعم أنه مسلم". {رواه الشيخان}

ويل للذى يحدث بالحديث ليضحك به القوم فيكذب، ويل له ويل له". {رواه أبو داؤد والترمذى وحسنه النسائى والبيهقى}. (الزواجر عن اقتراف الكبائر، كتاب الشهادات، الكبيرة الأربعون بعد الأربعمائة: الكذب الذى فيه حدأو ضرر: ۳۲۳/۲-۳۲۵، دار الفكر، بيروت)

قال اللّٰه تعالٰى: ﴿يا أيها الذين اٰمنوا أوفوا بالعقود﴾ {سورة المائدة: ۱} "وأخرج الشيخان أن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم قال: أربع من كن فيه كا ن منافقًا خالصاً، ومن كانت فيه خصلة منهن كانت فيه خصلة من النفاق حتٰى يدعها: إذا اؤتمن خان، وإذا حدث كذب، وإذا عاهد غدر، وإذا خاصم فجر". (صحيح البخارى، كتاب الإيمان، باب علامة النفاق: ۱۰/۱، قديمى) (رقم الحديث: ۳٤، انيس)

وفى مسلم وغيره: "إذا جمع اللّٰه الأولين والآخرين يوم القيامة، يرفع لكل غادر لواء يعرف به يقال: هٰذه غدرة فلان بن فلان". (الزواجر عن اقتراف الكبائر، كتاب الجهاد، الكبيرة الثانية والثالثة والرابعة بعد الأربع مائة: قتل أو غدر أو ظلم، آه: ۲۹٤/۲، دار الفكر، بيروت)

أخرجه الشيخان عن عائشة رضى اللّٰه عنها أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: "من ظلم قيد شبر من أرض"، :" أى قدره، "طوقه من سبع أرضين"... ومسلم: "لا يأخذ أحد شبراً من الأرض بغير حقه، طوقه إلٰى سبعين أرضاً". (الزواجر عن اقتراف الكبائر، باب الغصب، وهو الاستيلاء علٰى مال الغير ظلماً: ٤۳٤/۱، دار الفكر بيروت)

(۲) ويكره إمامة عبد وأعرابى وفاسق وأعمىٰ.

وقال ابن عابدين رحمه اللّٰه تعالٰى: "قوله: (وفاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر... وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يتهم لأمر دينه، وبأن تقديمه للإمامة تعظيمه، وقد وجب عليهم إهانته شرعاً... كراهة تقديمه كراهة تحريم". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۹/۱-۵٦۰، سعيد) (مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد، انيس)

اس سے بھی پرہیز لازم ہے، اس سے مستقل خلفشار پیدا ہوجاتا ہے، اس کی اجازت نہیں۔(۱) مناسب یہ ہے کہ چند معزز دیندار آدمی سر جوڑ کر تعصب سے علاحدہ ہوکر اصل واقعہ کی تحقیق وتفتیش کر کے خلفشار کو ختم کر دیں، یا امام کو الگ کر دیں، یا جماعت ثانیہ کو ختم کر دیں، جس کی غلطی ہو، وہ اپنی غلطی تسلیم کرے اور سب اتفاق کے ساتھ رہیں۔

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ﴾ (الآیة)(۲)

تنبیه: اس کا بھی لحاظ ضروری ہے کہ امام اور مقتدی ہر ایک کے منصب کی رعایت رکھتے ہوئے بیان لیا جائے اور معاملہ نمٹا دیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالی اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۴/۱/۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۸۰/۶۔۱۸۲)

دفع ظلم کیلئے جو شخص جھوٹ بولے، اس کی امامت کیسی ہے:

سوال: خلاصہ یہ کہ زید نے عمر پر جھوٹا دعویٰ عدالت میں دائر کیا، حال یہ ہے کہ زید کو عمر نے کسی بات پر مجبور ہوکر جوتے مارے تھے؛ مگر دعویٰ دوسرے عنوان سے اور دوسرے پیرایہ میں کیا گیا، عمر کے وکیل نے عمر کی طرف سے قطعاً انکار کیا؛ کیوں کہ اقرار سے سزا ہوجانے کا اندیشہ تھا، ایسی صورت میں عمر کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

درمختار میں ہے کہ دفع ظلم کے لیے جھوٹ بولنا جائز ہے۔

''الكذب مباح لإحياء حقه ودفع الظلم عن نفسه والمراد التعريض، إلخ. (۳)

لہٰذا اس صورت میں عمر کی امامت صحیح ہے اور نماز اس کے پیچھے بلا کراہت درست ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۰۷/۳)

(۱) أقول وبالله التوفيق: ما قاله الإمام الحلواني مبني على ما كان في زمن السلف من صلاة الجماعة مرة واحدةً وعدم تكرارها كما هو في زمنه صلى الله عليه وسلم وزمن الخلفاء بعده، وقد علمت أن تكرارها مكروه في ظاهر الرواية، إلا في رواية عن الإمام ورواية عن أبي يوسف كما قدمنا. (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۳۹۶/۱، سعيد) (مطلب في كراهة تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

(۲) سورة الحجرات: ۱۰، انيس.

والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلاة فقط صحة وفساداً بشرط إجتنابه للفواحش الظاهرة، ثم الأحسن تلاوة وتجويداً للقراءة، ثم الأورع، ثم الأسن، إلخ. (الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۷/۱، سعيد)

(۳) الدرالمختار على هامش رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۳۷۷/۵. ظفير (باب الاستبراء، انيس)

عن أبي الطفيل قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ألا إنه لا يصلح الكذب إلا في إحدى ثلاث: رجل كذب امرأته ليستصلح خلقها ورجل كذب ليصلح بين امرأين مسلمين ورجل كذب في خديعة حرب، إن الحرب خدعة. (شرح مشكل الآثار، باب بيان مشكل ماروى عن النبي صلى الله عليه وسلم، الخ (ح: ۲۹۱۷) ==

جھوٹ بولنے اور کبھی کبھی شرک کرنے والے شخص کی امامت:

سوال: میرے گھر کے سامنے جو مسجد ہے، اس کے امام صاحب جھوٹ بھی بولتے ہیں اور کبھی کبھی شرک بھی کرتے ہیں، جھوٹ کا تو مجھے پتہ ہے؛ لیکن شرک کا شک ہے اور وہ جادو، تعویذ وغیرہ بھی کرتے ہیں، کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا صحیح ہے؟

الجواب

اس امام کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے، اس امام کو بدل دو۔ (۱) (آپ کے مسائل اوران کا حل: ۴۴۶/۳)

دولہا کا سہرا باندھنے، مزار سے منت کی چیزیں کھانے والے کی امامت:

سوال: ہماری مسجد کا امام شادی والے دن ڈھول باجے والوں کے ساتھ جا کر دولہا کا سہرا باندھتا ہے، مسجد کے ساتھ واقع فقیر کے مزار پر دی جانے والی غیر اللہ کی منت کی چیزیں لے لیتا ہے، مسجد کے لئے کوئی شخص اس کو رقم دے کہ منتظم کو دے دو، تو خود کھا جاتا ہے، اور باوجود اس واقعے کے گواہ موجود ہونے کے، انکار کر دیتا ہے کہ مجھے رقم نہیں دی گئی۔ نیز اگر کوئی شخص اس کو قربانی کی کھالیں نہ دے تو اس کے بچوں کو قرآن کریم پڑھانے سے انکار کر دیتا ہے حالانکہ امام خود صاحب نصاب ہے، اس کے رویے کی وجہ سے کافی نمازی اس سے خفا ہیں، کیا کیا جائے۔

الجواب

اس شخص کو امام نہ رکھا جائے، کسی دوسرے کو امام مقرر کیا جائے۔ واللہ اعلم (۲) (آپ کے مسائل اوران کا حل: ۴۴۶/۳)

== عن أم كلثوم ابنة عقبة أنها قالت: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: ليس الكذاب الذى يصلح بين الناس فيقول خيراً أو ينمى خيراً.

وعن أم كلثوم ابنة عقبة وكانت من المهاجرات اللاتى بايعن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنها سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: ليس الكذاب الذى ينمى خيرا أو يقول خيرا ليصلح بين الناس.

وكان فى هذين الحديثين نفى رسول الله صلى الله عليه وسلم الكذب عمن يصلح بين الناس فينمى خيراً أو يقول خيراً، ولم يكن ذلك إلا على القول الذى بمعاريض الكلام مما ليس قائله كاذبا. (أيضاً (ح: ۲۹۱۷) انيس)

(۱) ويكره تقديم الفاسق، إلخ. (فتح القدير: ۲٤٧/١)

عن جابر بن عبد الله قال: خطبنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: يا أيها الناس توبوا إلى الله ... ألا لا تؤمن إمرأة رجلاً، ولا يؤم أعرابى مهاجراً ولا يؤم فاجر مؤمناً إلا أن يقهره بسلطان يخاف سيفه وسوطه". {رواه ابن ماجة} (إعلاء السنن: ۲۰۱/۷-۲۰۲) (سنن ابن ماجة، أبواب الصلاة، باب فرض الجمعة (ح: ۱۰۸۱) انيس)

(۲) ويكره إمامة عبد وفاسق. (الدر المختار: ۵۵۹/۱-۵۶۰) (كتاب الصلاة، باب الإمامة، انيس)

جو ناجائز دباؤ سے بچنے کی کوشش کرے، اس کی امامت کیسی ہے:

سوال: امام مسجد پر ایک جھوٹا مقدمہ ڈگری کرایا ہے، مولوی صاحب امام مسجد نے اپنی عزت بچانے کے لیے عدالت میں یہ عرض کیا کہ میں ڈگری شدہ روپیہ کے ادا کرنے سے قاصر ہوں، اس صورت میں مولوی صاحب کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

حدیث شریف میں ہے:

"صلوا خلف کل بر و فاجر" .(۱)(نماز پڑھو، ہر ایک نیک و بد کے پیچھے۔) پس نماز اس امام کے پیچھے صحیح ہے۔ اتنا ہے کہ جھوٹی گواہی دینے والے وغیرہ کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور ظلم سے بچنے کے لیے جھوٹ بولنا درست ہے، پس وہ شخص جبکہ مظلوم ہے، فاسق نہ ہوگا اور اس کے پیچھے نماز مکروہ نہ ہوگی۔(۲)(فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۳/۲۲۸-۲۲۹)

جھوٹ بولنے والے کے پیچھے نماز کا حکم:

سوال: امام اگر جھوٹ بولے، یا جھوٹی قسم کھائی تو اس کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟ اور اس کی کیا سزا ہوگی؟

الجواب

جو شخص جھوٹ بولتا ہو، یا جھوٹی قسم کھاتا ہو، وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے اور فاسق ہے، جب تک ان گناہوں سے توبہ نہ کرے، اس وقت تک اسے امام بنانا جائز نہیں،(۳) شرعی سزاؤں کو نافذ کرنے کا اختیار صرف اسلامی حکومت کو ہے، عوام کو نہیں۔(۴) واللہ اعلم بالصواب

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۱/۱۱/۷ ۱۳۸ھ (فتویٰ نمبر:۱۳۲۷/۱۸، الف)(فتاویٰ عثمانی:۱/۴۳۸-۴۳۹)☆

---

(۱) سنن الدار قطنی، کتاب العیدین، باب صفة من تجوز الصلاة معه، رقم الحدیث:۱۷۸۸/السنن الکبریٰ للبیهقی، کتاب الجنائز، باب الصلاة علیٰ من قتل نفسه، رقم الحدیث:۷۰۸۰، انیس

(۲) فقہاء لکھتے ہیں: الکذب مباح لإحیاء حقه و دفع الظلم عن نفسه.(الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع: ۳۷۷/۵. ظفیر)(باب الاستبراء، انیس)

(۳) وفی الدر المختار: ۵۵۹/۱-۵۶۰، طبع ایچ ایم سعید(کتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس): ویکره إمامة عبد...وفاسق، وفی الشامیة: قوله:(وفاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من یرتکب الکبائر...وفی المعراج قال أصحابنا: لاینبغی أن یقتدیٰ بالفاسق إلخ، وفیه أیضاً: وأما الفاسق فقد عللوا کراهة تقدیمه بأنه لایهتم لأمر دینه وبأن فی تقدیمه للإمامة تعظیمه وقد وجب علیهم إهانته شرعا. ==

جھوٹی گواہی دینے والے نابینا کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں:

سوال: ایک اندھا لالچ کی وجہ سے جھوٹی گواہی دیتا ہے اور طہارت ونجاست میں فرق نہیں کرسکتا، ایسے اندھے کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

جبکہ وہ اندھا محتاط نہیں رہتا اور مرتکب کبائر ہونے کی وجہ سے فاسق ہوگیا تو اس کی امامت مکروہ ہے۔(۱) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیو بند:۳/۲۷۸-۲۷۹)

جھوٹی گواہی دینے والے کی امامت:

سوال: جھوٹی گواہی دینے والے کے پیچھے نماز درست ہے، یا مکروہ؟ اور نماز ہو جاتی ہے، یا نہیں؟

وفی الهداية: ١٢٢/١ (باب الإمامة، انيس) : ويكره تقديم العبد... والفاسق؛ لأنه لا يهتم لأمر دينه... وإن تقدموا اجاز لقوله عليه السلام صلوا خلف كل برٍ وفاجر، إلخ.

(۴) دیکھئے: الدر المختار مع رد المحتار: ٥٤٩/٦، طبع سعيد

☆ **امور شرعیہ کی پابندی نہ کرنے والے اور جھوٹ بولنے والے کی امامت:**

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے امام میں درج ذیل خامیاں موجود ہیں۔

(۱) رمضان میں صرف تین روزے رکھے۔
(۲) پیشاب کے بعد کلوخ وغیرہ نہیں کرتے۔
(۳) نماز کی کوئی پابندی نہیں کرتے۔
(۴) بغیر عذر کے بھی کبھی کبھی نماز نہیں پڑھتے۔
(۵) قرآن مجید بھی کبھی کہیں سے کبھی کہیں سے پڑھتے ہیں اور بولتا ہے کہ میں نے ختم کیا۔
(۶) جھوٹ بولنے سے بھی گریز نہیں کرتا کیا ایسے امام کے پیچھے اقتدا صحیح ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: نامعلوم......۲۱/۱۱/۱۹۷۴ء)

الجواب

بشرط صدق وثبوت ایسے امام کے پیچھے صالحین کی اقتدا مکروہ ہے۔

يدل عليه ما في البحر: ٣٤٩/١ :وينبغي أن يكون محل كراهة الاقتداء بهم الفاسق والعبد وغيره عند وجود غيرهم و إلا فلا كراهة. (البحر الرائق: ٣٤٩/١، باب الإمامة). وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ:۲/۴۲۲)

حاشية صفحه هذا:

(۱) ويكره إمامة عبد الخ وفاسق. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب الإمامة: ٥٢٣/١، ظفير)

الجواب

اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے، جب توبہ کرلے تو درست ہے بلا کراہت اور نماز اس کے پیچھے ہر حال میں ہوجاتی ہے؛ لیکن بدونِ توبہ کے مکروہ ہے۔(۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۲۰۸)

جو امام سچی گواہی سے کترائے:

سوال: ایک امام مسجد نے ایک شخص کا نکاح پڑھایا تھا، بعد میں زوجین کے اقربا میں ناچاقی ہوگئی اور مقدمہ شروع ہوا، جس وقت گواہ کی ضرورت ہوئی، امام صاحب چھپ گئے اور عورت کو سکھادیا کہ تم یہ کہنا کہ میرا نکاح نہیں ہوا، قاضی اور گواہ کے نہ ملنے سے وہ شخص ہار گیا، اس امام کے لیے شرعاً کیا حکم ہے، اس کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

ایسا شخص جو جان بوجھ کر حق کو چھپاوے، فاسق ہے،(۲) لائق امام بنانے کے نہیں ہے اور نماز اس کے پیچھے مکروہ ہے، **كذا فى الشامى وصرح فيه: أن كراهة تقديمه كراهة تحريم.**(۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۱۷۳-۱۷۴)

سچی گواہی دینے والے کے پیچھے نماز درست ہے:

سوال: جو شخص بوجہ کسی ضرورت کے سچی گواہی دے، اس کے پیچھے نماز درست ہے، یا مکروہ؟

الجواب

سچی گواہی دینا موجب ثواب ہے اور بعض مواقع میں ضرورت ہوجاتی ہے،(۴) پس نماز اس کے پیچھے بلا کراہت درست ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۲۰۸)

---

(۱) ويكره إمامة عبد وأعرابى وفاسق. (الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵۲۶، ظفير)

(۲) ﴿ولا يأب الشهداء إذا ما دعوا﴾ (سورة البقرة: ۲۸۲)

﴿ومن أظلم ممن كتم شهادة عنده من الله وما الله بغافل عما تعملون﴾ (سورة البقرة: ۱۴۰)

قال الحسن البصرى: كانوا يقرء ون فى كتاب الله الذى آتاهم إن الدين الإسلام وإن محمدا رسول الله وإن إبراهيم وإسماعيل وإسحاق ويعقوب والأسباط كانوا براء من اليهودية والنصرانية فشهدوا لله بذلک وأقروا على أنفسهم لله فكتموا شهادة الله عندهم من ذلک. (تفسير ابن كثير، سورة البقرة: ۱/۳۲۴، دارالكتب العلمية، انيس)

ومتى أخر شاهد الحسبة شهادته بلاعذر فسق. (الدرالمختار علىٰ رد المحتار، كتاب الشهادة: ۵۱۴، ظفير)

(۳) ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵۲۳، ظفير (مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد، انيس)

(۴) (الشهادة فرض) يعنى أداؤها وهذا إذا تحملها والتزم حكمها أما إذا لم يتحملها فهو مخير بين التحمل وتركه لأنه التزام للوجوب فهو كما يوجبه على نفسه من النذر وغيره وللإنسان أن يتحرز عن قبول الشهادة وتحملها. (الجوهرة النيرة على مختصر القدورى، الشهادة على مراتب: ۲/۲۲۴، المطبعة الخيرية، انيس)

جھوٹی گواہی دینے والے کی امامت:

سوال: مسجد موقوفہ محمد بخش ۱۱۲/۶، بینا جھابر کانپور کی کچھ اراضی آتی ہے، جس پر شمس الدین مرحوم کے پسر غلام مصطفیٰ قابض ہیں اور یہ زمین راجہ رام پانڈے کو بیچ دیا ہے، اس سلسلہ میں ۱۹۹۵ء میں مسجد کی طرف سے راجہ رام کو زمین خریدنے اور غلام مصطفیٰ وغیرہ کو زمین بیچنے سے روکا گیا اور سول جج کی عدالت سے اسٹے لے کر مقدمہ چل رہا ہے، مسجد کی طرف سے مقدمہ کی پیروی صابر حسین کر رہے ہیں، صابر حسین مسجد خدا کے متولی مقبول حسین کے فرزند ہیں، ان کی حیات میں مسجد کا سارا کام صابر حسین انجام دیتے تھے، ان کو مسجد سے متعلق تمام حالات سے واقفیت ہے۔

(۱) پیش امام نے جھوٹا حلف نامہ داخل کیا ہے، مسجد ہذا میں ان کی امامت درست ہے، یا نہیں؟

(۲) ایسی حالت میں علیحدہ مدرسہ میں جماعت سے نماز پڑھی جاسکتی ہے، یا نہیں؟

(۳) مقتدیوں کی ناراضگی، جھوٹا حلف نامہ داخل کرنا بعض کا مسجد چھوڑ دینا، بعض کا علاحدہ نماز پڑھنا ایسی صورت میں مولانا سمیع اللہ صاحب کو مسجد ہذا میں امامت کرنا درست ہے، یا نہیں؟

هو المصوب

(۱) اگر واقعہ صحیح ہے تو ایسے امام کی امامت مع الکراہت درست ہوگی۔(۱)

(۲) الگ جماعت نہ قائم کی جائے، آپس میں اتحاد واتفاق قائم رکھا جائے، حکمت عملی سے اگر ممکن ہو تو امامت سے امام کو معزول کر دیا جائے، اگر یہ ممکن نہ ہو تو مقتدیوں کی نماز میں کوئی کراہت نہ ہوگی۔

(۳) ایسا امام جس سے لوگ دینی مقصد کے تحت نفرت کرتے ہیں، اسے اپنے طور پر امامت ترک کر دینا چاہیے۔ حدیث میں ایسے امام کے بارے میں وعید آئی ہے۔(۲)

تحریر: محمد مستقیم ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲/۴۰۱-۴۰۲)

---

(۱) عن عبدالله رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: إن الصدق يهدى إلى البر وإن البر يهدى إلى الجنة وإن الرجل ليصدق حتى يكون صديقا و إن الكذب يهدى إلى الفجور وإن الفجور يهدى إلى النار وأن الرجل ليكذب حتٰى يكتب عند اللّٰه كذابا. (صحيح البخارى، كتاب الأدب، باب قول اللّٰه تعالٰى يا أيها الذين آمنوا اتقوا اللّٰه...، رقم الحديث: ٦٠٩٤)/صحيح لمسلم، باب قبح الكذب وحسن الصدق وفضله، رقم الحديث: ٢٦٠٧، انيس)

(۲) عن عبدالله بن عمرو أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ثلاثة لايقبل الله منهم صلاة: من تقدم قوما وهم له كارهون ورجل أتى الصلاة دباراً - والدبار أن يأتيها بعد أن تفوته - ورجل اعتبد محرره. (سنن أبى داؤد، كتاب الصلاة، باب الرجل يؤم القدم وهم له كارهون، رقم الحديث: ٥٨٩)/المعجم الكبير للطبرانى، عمران بن عبد المغافرى عن عبدالله بن عمرو، رقم الحديث: ١٧٦، انيس)

مسجد کی بے حرمتی کرنے اور جھوٹی گواہی دینے والے کی امامت درست ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص قاضی ہے اور وہ اپنا گھوڑا احاطۂ مسجد میں چَراتا ہے، اس کا گھوڑا وقتاً فوقتاً مسجد کے حوض میں پانی پیتا ہے اور صحن مسجد میں بول و براز کرتا ہے، باوجود منع کرنے کے وہ قاضی مسلمانوں کے ساتھ ضد کرتا ہے اور باز نہیں آتا، حرام حلال مال کے استعمال کرنے میں باوجود واقف ہونے کے دریغ نہیں کرتا، مقدمات میں جھوٹی گواہی دیتا ہے، ایسا شخص قضا کے قابل ہے، یا نہ؟ اور اس کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

وہ شخص فاسق ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور معزول کرنا اس امام کا لازم ہے اور قاضی بنانے کے وہ لائق نہیں ہے۔(۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۲۲۷)

نسب بدلنے والے کی امامت:

سوال: ایک شخص اپنی ذات تبدیل کر لیتا ہے، مثلاً پہلے وہ سید نہیں تھا؛ لیکن اب وہ اپنے آپ کو سید کہلواتا ہے، کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے؟

الجواب

غیر قوم کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنا فسق ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ! "**ومن ادعی إلٰی غیر أبیه أو انتمٰی إلٰی غیر موالیه فعلیه لعنة اللّٰه المتتابعة إلٰی یوم القیمة.** (أبو دؤد: ۲/۶۹۷)(۲)

حدیث کا حاصل یہ ہے کہ ایسے شخص پر لعنت ہے، لہٰذا ایسے شخص کی امامت مکروہ ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، نائب مفتی خیر المدارس ملتان، ۱۳۹۵/۴/۲۷ھ۔ (خیر الفتاویٰ:۲/۳۳۵)

---

(۱) مسجد کی بے حرمتی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی کے ساتھ روکا ہے، ایک امام نے ایک مرتبہ قبلہ کی طرف تھوک دیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے امامت سے علیٰحدہ کرنے کا حکم دے دیا۔ **عن السائب بن خلاد وهو رجل من أصحاب رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال: إن رجلاً أم قوماً، فبصق في القبلة، ورسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ینظر، فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لقومه حین فرغ: "لایصلی لکم" فأراد بعد ذلک أن یصلی لهم فمنعوه، فأخبروه بقول رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم، فذکر ذلک لرسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم، فقال: نعم، وحسبت أنه قال: إنک قد آذیت اللّٰه ورسوله". {رواه أبوداؤد}(مشکٰوة المصابیح، باب المساجد، الفصل الثالث: ۷۱ (باب المساجد ومواضع الصلاة، رقم الحدیث: ۷۴۷، انیس)** اسی طرح جھوٹی گواہی پر بڑی وعیدیں آئی ہیں۔)

(۲) **کتاب الأدب، باب في الرجل ینتمي إلٰی غیر موالیه، رقم الحدیث: ۵۱۱۵، انیس**

جھوٹی قسم سے توبہ کرنے کے بعد اس کی امامت مکروہ نہیں ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی شخص نے جھوٹی قسم کھائی، پھر اس شخص نے توبہ بھی کی اور کفارہ بھی ادا کیا تو توبہ اور کفارہ کے بعد اس کی امامت جائز ہوگی، یا مکروہ؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: سید غلام حیدر شاہ سور جال، راولپنڈی، ۱۹۶۹/۱۱/۲۷ء)

الجواب

یمین غموس گناہِ کبیرہ ہے، (۱) یہ شخص جب توبہ کرلے تو اس کے پیچھے اقتدا مکروہ نہیں ہے، (۲) بشرطیکہ دیگر امور مفسقہ سے پاک ہو۔ وہو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۳۹۴/۲-۳۹۵)

سوال مثل بالا:

سوال: جو شخص دیندار بنتا ہو اور اس کے اندر درج ذیل اوصاف پائے جاتے ہوں، اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(۱) جھوٹی و جعلی وصیت نامہ لکھنے اور لکھانے والا۔

(۲) جھوٹی گواہیاں دینے اور دلوانے والا۔

(۳) خاندانی شجرہ سے کسی فرد کا نام دنیاوی جائیداد کو ہڑپنے کی غرض سے حذف کرنے والا۔

(۴) مقدمہ بازی سے دلچسپی کی بنا پر حفظ قرآن سے محروم ہونے والا۔

(۵) عبا پہن کر عیدین کی نماز پڑھانا، جبکہ خود عالم نہیں ہے۔

(۶) لین دین میں بد دیانت، نادہندہ، دروغ گو، چرب زبان۔

(۷) موروثی جائیداد میں دوسروں کا حصہ غصب کرنے والا۔

---

(۱) عن عبد الله بن عمر رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه و سلم: الکبائر الإشراک بالله وعقوق الوالدین وقتل النفس والیمین الغموس. {رواه البخاری}(صحیح البخاری، باب یمین الغموس، رقم الحدیث: ٦٦٧٥، انیس) وفی روایة أنس: "وشهادة الزور" بدل الیمین الغموس. {متفق علیه} (مشکوة المصابیح: ١٧/١، باب الکبائر وعلامات النفاق) (صحیح البخاری، باب ماقیل فی شهادة الزور، رقم الحدیث: ٢٦٥٣/ الصحیح لمسلم، باب بیان الکبائر وأکبرها، رقم الحدیث: ٨٨، انیس)

(۲) وعن عبد الله بن مسعود رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "التائب من الذنب کمن لاذنب له". (مشکوة المصابیح: ٢٠٦/١، باب الاستغفار والتوبة، الفصل الثالث) (سنن ابن ماجة، باب ذکر التوبة، رقم الحدیث: ٤٢٥٠/ مسند الشهاب القضاعی، التائب من الذنب کمن لا ذنب له، رقم الحدیث: ١٠٨، انیس)

(۸) قبرستان کی دکانوں کی آمدنی اور ہزارہا پیشگی رقم لے کر کرایہ پر دینا، محلّہ والے اعزہ ناراضگی کی وجہ سے اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے ہیں؟

هو المصوب

مذکورہ بالا اوصاف فسق کے ہیں،(۱) اگر شخص مذکور میں واقعتاً پائے جاتے ہیں تو اس کی امامت مکروہ ہے؛ تاہم نماز بالکراہت ادا ہو جائے گی۔ فتاویٰ تارتاخانیہ میں ہے:

"الصلاة خلف أهل الأهواء يكره".(۲)

نوٹ: اگر فاسق صاحب اقتدار ہے اس کو لوگ امام بنانا نہیں چاہتے پھر بھی وہ امام بن جاتا ہے تو اختلاف وانتشار سے بچتے ہوئے اس کی اقتداء میں نماز پڑھنے میں کوئی کراہت نہ ہوگی۔(۳)

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲/۳۲۳-۳۲۴)

☆ ☆ ☆

---

(۱) عن أنس رضى الله عنه قال سئل النبى صلى الله عليه وسلم عن الكبائر قال: الاشراك بالله وعقوق الوالدين وشهادة الزور. (صحيح البخارى، كتاب الشهادات، باب ماقيل فى شهادة الزور، رقم الحديث: ۲٦٥٣/ الصحيح لمسلم، كتاب الإيمان، باب بيان الكبائر وأكبرها، رقم الحديث: ۸۸)/مسند الحارث، باب ماجاء فى الكبائر عن عمران بن حصين (ح: ۲۹)انيس)

عن أبى أمامة رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يطبع المؤمن على كل شىء إلا الخيانة والكذب. (السنة لابن أبى عاصم، باب ما يطبع المؤمن عليه (ح: ۱۱٤)/السنة لأبى بكر بن الخلال، باب مناكحة المرجئة (ح: ۱٥۲٥)انيس)

(۲) الفتاوىٰ التاتارخانية: ۱/۳۷٦۔

(۳) ويكره أن يكون الإمام فاسقًا ويكره للرجال أن يصلوا خلفه ... وفى الكافى وإن تقدم الفاسق جاز خلافًا لمالك. (الفتاوىٰ التارتاخانية: ۱/۳۷۸)

بینک کے ملازم اور سودی لین دین کرنے والوں کی امامت

سودی قرض لینے والے کی امامت:

سوال: ایک شخص سودی قرض لیتا ہے اور جو معاملہ شیعہ سنیوں کا ہوتا ہے، اس میں ہر طرح سے شیعہ کی امداد کرتا ہے اور سنیوں کی مخالفت کرتا ہے، ایسے شخص کو امام مقرر کرنا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

ایسا شخص لائق امام بنانے کے نہیں ہے اور نماز اس کے پیچھے مکروہ ہے۔(۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۸۹/۳)

بینک کے ملازم کی امامت:

سوال: اوقاف کے ملازم ائمہ جن کی ڈاڑھی مشت سے کم ہے، نیز بینک ملازم حفاظ وقراء داڑھی خور کی اقتدا میں نماز ہو جائے گی، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجوب ــــــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

یہ داڑھی خور بینک میں ملازمت کی وجہ سے سود خور بھی ہے، ان دونوں گناہوں میں سے ہر ایک موجب فسق ہے؛ اس لیے اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۶/ صفر ۱۳۹۶ھ (احسن الفتاویٰ: ۳۰۳/۳)

(۱-۲) ﴿الـذين يأكلون الربا لا يقومون إلا كما يقوم الذى يتخبطه الشيطان من المس ذلك بانهم قالوا إنما البيع مثل الربا وأحل الله البيع وحرم الربا﴾ (سورة البقرة: ۲۷۵) انيس)

عن أبى جحيفة قال: نهى النبى صلى الله عليه وسلم عن ثمن الكلب وثمن الدم ونهى عن الواشمة والموشومة وآكل الربا وموكله ولعن المصور. (صحيح البخارى، باب موكل الربا (ح: ۲۰۸۶) انيس)

إن التقريب بين السنة والشيعة مستحيل إذ كيف يمكن الجمع بين الحق والباطل والكفر والإيمان والنور والظلام فما دعوة الشيعة التى ينادون بها إلا من باب التحذير والتغطية لمخططاتهم الخبيثة. (حقيقة الشيعة، الخاتمة: ۲۱۸، دار الإيمان أسكندرية، انيس)

ويكره أن يكون الإمام فاسقاً للرجال أن يصلوا خلفه. (الفتاوىٰ التاتارخانية: ۳۷۸/۱/ (ردالمحتار: ۵۲۳/۱، انيس)

انعامی بونڈ رکھنے والے کی امامت:

سوال: ایسا شخص امامت کے لائق ہے، جو پرائز بونڈ رکھے اور اس پر انعام کی رقم وصول کرے اور انعام سودی رقم سے تقسیم ہوتے ہیں؟ بینوا توجروا۔

الجوب ــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

انعامی بونڈ سود اور قمار کا مجموعہ ہونے کی وجہ سے حرام ہے؛ اس لیے انعامی بونڈ رکھنے والا فاسق ہے اور اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۵/شوال ۱۳۹۴ھ (احسن الفتاویٰ:۳/۲۹۷)

سودی کاروبار میں ملازمت اور خود سود لینے والے کی امامت:

سوال: ایک شخص سرکاری بنک میں ملازم ہے اور سودی قرض کو لکھتا ہے اور خود بھی سود لیتا ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے، یا نہیں؟ اور نماز کا اعادہ واجب ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــ

حدیث شریف میں سود کے لینے والے اور دینے والے اور گواہوں وغیرہم پر لعنت وارد ہوئی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "هم سواء". (۲) یعنی وہ سب برابر ہیں گناہ میں، لہٰذا شخص مذکور کو بوجہ فاسق ہونے کے تاوقتیکہ توبہ نہ کرے لائق امام بنانے کے نہیں ہے اور نماز اس کے پیچھے مکروہ تحریمی ہے۔(کذا فی الشامی)(۳)

لیکن درمختار میں دوسری جگہ نقل کیا ہے:

"صلیٰ خلف فاسق أو مبتدع، نال فضل الجماعة ،أفاد أن الصلاة خلفهما أولیٰ من الانفراد". (ردالمحتار)(۴)

---

(۱) الكبيرة الثانية عشر الربا. (الكبائر للذهبی: ۶۱/۱،دارالندوة الجديدة بيروت،انيس)

ويكره أن يكون الإمام فاسقاً للرجال أن يصلوا خلفه. (الفتاویٰ التاتارخانية: ۳۷۸/۱)/(كذا فی ردالمحتار: ۵۲۳/۱،انيس)

(۲) عن جابر قال:لعن رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم آكل الربا ومؤكله وكاتبه وشاهديه وقال:هم سواء. (صحيح مسلم،باب لعن آكل الربا ومؤكله (ح:۱۵۹۸)انيس)

(۳) ويكره إمامة عبد،إلخ، وفاسق. (الدر المختار)

بل مشیٰ فی شرح المنية أن كراهة تقديمه كراهة تحريم. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱،ظفير)

(۴) ردالمحتار،باب الإمامة: ۵۲۵/۱،ظفير

البتہ یہ قاعدہ بھی فقہا نے لکھا ہے: ''كل صلاة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها''. (۱)
اس میں یہ بھی بعض نے تفصیل فرمائی ہے کہ وقت کے اندر اعادہ واجب ہے اور وقت کے بعد مستحب ہے، مگر شامی نے اس کو مرجوح کہا ہے اور کہا کہ راجح یہی ہے کہ وقت کے اندر اور بعد وقت کے اعادہ واجب ہے، (۲) البتہ جو علما اصل سے اعادہ کو مستحب ہی فرماتے ہیں، وہ ہر دو حال میں مستحب ہی کہیں گے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۳۴/۳-۱۳۵)

سودی قرض لینے والے اور وعدہ ایفا نہ کرنے والے کی امامت درست ہے، یا نہیں:

سوال: زید مقروض ہے اور قرضہ مع سود بلا سود دونوں قسم کا ہے، وعدہ ہر قسم کا کرتا ہے؛ مگر ایفا کسی کا نہیں ہوتا، ایسی صورت میں زید کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

نماز اس کے پیچھے صحیح ہے؛ لیکن اگر سودی قرض لیتا ہے تو گنہگار ہے، اس حالت میں نماز اس کے پیچھے مکروہ ہے۔ (۳) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۲۰/۳-۲۲۱)

سودی قرض لینے والے کی امامت درست ہے، یا نہیں:

سوال: جو شخص امام ہو، وہ اپنے دوسرے کام؛ یعنی تجارت وغیرہ کے واسطے پیسہ سود پر لے کر کام کرتا ہے، اس کے پیچھے نماز درست ہے کہ نہیں؟

الجواب

سود پر قرض لینے والا موافق حدیث کے مستحق لعنت اور فاسق ہے اور فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ (كما حققه في الشامي، من باب الإمامة في المجلد الأول) (۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۳۳/۳)

(۱) الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب صفة الصلاة، مطلب واجبات الصلاة: ٤٢٥/١، ظفير

(۲) قيد في البحر في باب قضاء الفوائت وجوب الإعادة في أداء الصلاة مع كراهة التحريم بماقبل خروج الوقت، أمابعده فتستحب، وسيأتي الكلام فيه هناك إلخ وترجيح القول بالوجوب في الوقت وبعده. (رد المحتار، باب صفة الصلاة، تحت مطلب: كل صلاة أديت مع كراهة التحريم: ٤٢٦/١، ظفير)

(۳) ويكره إمامة عبد، إلخ، وفاسق. (الدر المختار) المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر وآكل الربوٰ ونحو ذلك. (رد المحتار، باب الإمامة: ٥٢٣/١، ظفير) (مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

﴿وأحل الله البيع وحرم الربا﴾ أي حرم أن يزاد في القرض على القدر المدفوع. (النهر الفائق، باب الربا: ٤٦٩/٣، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

(۴) وكذا تكره خلف أمرد إلخ وآكل الربا ونمام ومراء متصنع. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب الإمامة: ٥٢٥/١، ظفير)

سود خور کو امامت سے ہٹانا لازم ہے:

سوال: ایک امام یہاں امامت کے فرائض سرانجام دیتا ہے، مع ہذا سود پر لوگوں کو قرض دیتا ہے، وہ بینک سے سود پر قرض لیتا ہے اور لوگوں سے دس فیصد سود وصول کرتا ہے، پتہ چلنے پر اس کو ملامت کی گئی تو اس نے یہ کام اپنے بیٹے کے نام کر دیا؛ مگر حقیقت میں نفع وہی لیتا ہے، ایسے شخص کی امامت کا کیا حکم ہے؟

الجواب

چونکہ سود لینا شرعاً حرام قطعی ہے؛(۱) اس لیے اگر واقعی امام مذکور سود لیتا ہے تو وہ شرعاً فاسق اور مرتکب کبیرہ ہے،(۲) فاسق لائق امامت نہیں، (۳) اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے،(۴) ایسے امام کو امامت سے ہٹانا مقتدیوں پر لازم ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ، نائب مفتی قاسم العلوم ملتان، ۱۳۸۳/۱۲/۳۰ھ۔ اصاب من اجاب: عبد اللطیف غفرلہ، قاسم العلوم ملتان۔ الجواب صحیح: محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ، مفتی خیر المدارس ملتان۔ الجواب صحیح: سید علی قادری، مفتی انوار العلوم، ملتان، ۱/محرم الحرام، ۱۳۸۴ھ۔ (خیر الفتاویٰ:۳۶۲/۲-۳۶۳)

سودی کاروبار کرنے والے کے پیچھے نماز مکروہ ہے:

سوال: ایک شخص حافظ ہے اور وہ بیاج؛ یعنی سود وغیرہ کا کاروبار کرتا ہے اور مسجد میں کھڑے ہو کر قرآن شریف سناتا ہے، کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز تراویح جائز ہو سکتی ہے، یا نہیں؟

(المستفتی:۱۹۵۴، عبید اللہ صراف (فیروز پور سٹی) ۲۴ شعبان ۱۳۵۶ھ، ۳۰/اکتوبر ۱۹۳۷ء)

---

(۱) ﴿الذین یأکلون الربا لا یقومون إلا کما یقوم الذی یتخبطه الشیطان من المس ذلک بانهم قالوا إنما البیع مثل الربا وأحل اللّٰه البیع وحرم الربا﴾(سورة البقرة: ۲۷۵)انیس)

(۲) عن عمیر عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال: الکبائر سبع: الإشراک باللّٰه وقتل النفس المؤمنة والفرار من الزحف وأکل الربا وأکل مال الیتیم وعقوق الوالدین والإلحاد بالبیت الحرام.(المعجم الکبیر للطبرانی، عمیر بن قتادة اللیثی أبو عبید (ح:۱۰۲)انیس)

(۳) وأما الفاسق فقد عللوا کراهة تقدیمه بأنه لایهتم لأمردینه، وبأن فی تقدیمه للإمامة تعظیمه، وقد وجب علیهم إهانته شرعاً، إلخ. بل مشیٰ فی شرح المنیة علیٰ أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم لماذکرنا.(ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

(۴) ویکره إمامة فاسق.(الدرالمختار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۶۰/۱، طبع ایچ ایم سعید، انیس)

(فالحاصل أنه یکره) قال الرملی: ذکرالحلبی فی شرح منیة المصلی أن کراهة تقدیم الفاسق والمبتدع کراهة التحریم". (منحة الخالق علی البحر الرائق، إمامة العبد والأعرابی والفاسق والمبتدع والأعمی وولد الزنا: ۳۷۰/۱، دارالکتاب الإسلامی بیروت. انیس)

الجواب

سود کا کاروبار کرنے والوں کے پیچھے نماز تراویح وغیرہ تو ہو جائے گی؛ لیکن مکروہ ہوگی، لہٰذا اس کے پیچھے قرآن شریف سننے سے نہ سننا بہتر وافضل ہے، ہاں! اگر سود کے لین دین سے توبہ کرے گا تو اس کے پیچھے بغیر کراہت کے نماز پڑھنی جائز ہو جائے گی۔ (۱) (کفایت المفتی: ۱۰۴/۳)

والد کے دَین میں مجبوراً سود ادا کرنے والے کی امامت درست ہے، یا نہیں:

سوال: میرے والد نے کچھ زمین بنئے کے پاس رہن کر دی تھی، والد فوت ہو گئے اور میرے پاس روپیہ اس کے چھڑانے کو نہیں ہے، میں مجبور ہوں اور مجبوراً سود دے رہا ہوں، مجھ پر کچھ مواخذہ ہے، یا نہیں؟ اور میرے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

چونکہ تم مجبور ہو، اس وجہ سے تم پر مواخذہ نہیں ہے اور نماز تمہارے پیچھے بلا کراہت صحیح ہے۔ (۲) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۴۲/۳)

مجبوراً سود پر قرض لینے والے کے پیچھے نماز پڑھنا:

(الجمعیۃ، مورخہ فروری ۱۹۲۸ء)

سوال: امام متشرع اور نیک ہے؛ لیکن حوادث زمانہ سے مجبور ہو کر سودی قرضہ غیر مسلم سے لیا، اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے، یا نہیں؟

---

(۱) وكذا تكره خلف أمرد وآكل الربا أومراء، إلخ. (الدرالمختار، باب الإمامة: ۵۵۹/۱، ط: سعيد)

عن عبد الله بن مسعود قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "التائب من الذنب كمن لاذنب له". (سنن ابن ماجة، باب ذكر التوبة: ۳۱۳، ط، قديمي كتب خانة كراچی)

وفي المحيط: لوصلى خلف فاسق أومبتدع أحرز ثواب الجماعة. (فتح القدير: ۲۴۷/۱، باب الإمامة، دارصادر بيروت، انيس)

وفي الحاشية: والفاسق لأنه لايهتم بأمر دينه وقال مالك لا تجوز الصلاة خلفه لأنه لماظهر منه الخيانة في الأمور الدينية لايؤتمن في أهم الأمور وقلنا: عبد الله بن عمرو أنس بن مالك و غيرهما من الصحابة والتابعين صلوا خلف الحجاج وكان أفسق أهل زمانه. (فتح القدير: ۲۴۷/۱، انيس)

(۲) الضرورات تبيح المحظورات. (الأشباه والنظائر، ظفير) (القاعدة الثالثة، انيس)

الجواب

سود لینا دینا دونوں حرام ہیں؛ لیکن اگر اضطراری حالت میں کسی نے سود دیا ہو تو یہ اس کے لیے موجب فسق نہ ہوگا۔(۱)

محمد کفایت اللہ غفرلہ (کفایت المفتی: ۱۰۷/۸)

بینک میں روپیہ رکھنے والے کی امامت:

سوال: جو شخص بینک میں روپیہ داخل کرتا ہے، اس کی امامت درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس کی امامت بھی مکروہ ہے۔(۲) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۲۴/۳-۲۲۵)

حیلے بہانے سے سود لینے والے کی امامت:

سوال: مسمّٰی احسان علی موضع مرشد آباد کے قاضی اور پیش امام ہیں، عرصہ پانچ چھ برس کا ہوا کہ مسمّٰی احسان علی نے بذریعہ تحریری تمسک دستاویزات کے اس طریقہ سے سود لینا شروع کیا کہ دستاویزات اپنے پوتے اور لڑکے کے نام لکھنا شروع کیا اور بعض بعض سے سود بھی وصول کیا، دریافت کرنے پر جواب دیا کہ میں اس کو نہیں کرتا ہوں؛ بلکہ میرے لڑکے ایسا کرتے ہیں، یہ حیلہ برائے نام ہے، احسان علی امام ہونے کے قابل ہیں، یا نہیں؟

---

(۱) (قال تعالیٰ: ﴿فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا إثم علیه﴾ (سورة البقرة: ۱۷۳، انیس)

فعلق الإباحة بوجود الضرورة والضرورة هي خوف الضرر بترک الأکل إما علی نفسه أو علی عضو من أعضائه فمتی أکل بمقدار ما یزول عنه الخوف من الضرر فی الحال فقد زالت الضرورة ولا اعتبار فی ذلک بسد الجوعة لأن الجوع فی الإبتداء لا یبیح أکل المیتة إذا لم یخف ضرراً بترکه. (أحکام القرآن للجصاص، مطلب الدهن المتنجس یجوز الإنتفاع به، الخ: ۱/۱۵۹، دار الکتب العلمیة بیروت، انیس)

مذکورہ بالا عبارت سے معلوم ہوا اگر وہ سودی قرض اس صورت میں لیا، جبکہ اسے اپنے نفس، یا کسی عضو کے تلف ہونے کا خطرہ لاحق ہو، سودی قرض لے کر ہی اس ضرورت کو پوری کرسکتا ہو تو بقدر ضرورت سودی قرض لینا درست ہوگا، سودی قرضہ کے احکام علما سے معلوم کر کے عمل کریں۔ انیس

(۲) وکذا تکره خلف أمرد (إلیٰ قوله) وآکل الربا ونحو ذلک. (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، باب الإمامة: ۱/۵۲۵، ظفیر)

مگر اس زمانہ میں جبکہ چوری ڈکیتی عام ہے اور روپیہ کی حفاظت کا ذریعہ سوائے بینک کے دوسرا نہیں، بینک میں بغرض حفاظت رکھنا درست ہے اور اس کی امامت بھی درست ہے۔ واللہ اعلم، ظفیر

یہ فتویٰ ڈیڑھ سو سال پہلے کا ہے، اب ملکی حالات وضروریات کی وجہ سے بینک میں رکھنے کی اجازت ہے، مگر سود لینے کی اجازت نہیں ہے، بینک سے اس روپیہ کو نکال کر بلا نیت ثواب غربا پر صرف کردے۔ انیس

الجواب

مسمّٰی احسان علی اس صورت میں لائق امام بنانے کے نہیں ہے، اگر وہ تائب نہ ہو تو اس کو معزول کیا جائے اور دوسرا امام صالح مقرر کیا جاوے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲۵۰/۳)

سود کی رقم سے امام کی تنخواہ:

سوال: اسٹیٹ بینک کی طرف سے تعمیر شدہ مسجد میں امامت کرانا اور بینک ہی کی طرف سے تنخواہ وصول کرنا جائز ہے، یا یہ بھی بینک میں ملازمت کرنے جیسا فعل ہے، جو کہ حرام بتایا جاتا ہے؟

الجواب

یہ مسجد اگر سود کی رقم سے بنی ہو تو اس میں نماز مکروہ ہے،(۲) اور امام کو تنخواہ اگر سود کی رقم سے دی جاتی ہو تو یہ تنخواہ حرام ہے۔(۳) (آپ کے مسائل اور ان کا حل:۴۴۶/۳)

بینک کے ملازم کی امامت مکروہ تحریمی ہے:

سوال: اگر پیش امام بینک میں ملازم ہے تو کیا اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے۔(خاص کر اس کی ڈیوٹی سودی لین دین ہو) اور تنخواہ حرام ہے، یا حلال؟

الجواب

بینک کی ملازمت جائز نہیں۔(۴) اور ایسے امام کی امامت مکروہ تحریمی ہے،(۵) بینک کی تنخواہ چونکہ سود سے ملتی ہے؛ اس لیے وہ بھی حلال نہیں۔(آپ کے مسائل اور ان کا حل:۴۴۷/۳)

---

(۱) وكذا تكره خلف أمرد،إلخ، وآكل الربا.(الدرالمختار،باب الإمامة،ظفير)

(۲) قال تاج الشريعة:أمالو أنفق في ذلك مالاً خبيثاً و مالاً سببه الخبيث والطيب فيكره؛لأن الله تعالیٰ لايقبل إلاالطيب.(ردالمحتار:۶۵۸/۱)(كتاب الصلاة،باب مايفسد الصلاة و ما يكره فيها،مطلب في أحكام المسجد،انيس)

(۳) وفي حظرالأشباه:الحرمة تتعدد مع العلم بهاإلافي حق الوارث.

وفي الشامية:ومانقل عن بعض الحنفية من أن الحرام لايتعدى ذمتين...هومحمول علیٰ ماإذا لم يعلم بذالک،أمالورأى المكاس مثلاً ياخذ من أحد شيئاً من المكس ثم يعطيه آخرثم يأخذ من ذلک الآخر فهو حرام.(رد المحتار مع الدرالمختار:۹۸/۵)مطلب:الحرمة تتعدد،كتاب البيوع،باب البيع الفاسد،انيس)

(۴) موجودہ بینک کا نظام سودی ہے؛اس لئے اس میں ملازمت ناجائز ہے اور اگر غیر سودی بینک ہے تو پھر جائز ہے،انیس)

عن جابررضي الله عنه قال:لعن رسو ل الله صلى الله عليه وسلم آكل الرباومؤكله وكاتبه و شاهديه وقال:هم سواء.رواه مسلم .(مشكوٰة:۲۴۴،الفصل الأول باب الربا)(رقم الحديث:۲۸۰۷، انيس)

وتكره الصلاة خلف شارب الخمروآكل الربا؛لأنه فاسق.(الجوهرة النيرة: ۵۸/۱)أيضاً ردالمحتار: ۵۶۰/۱) (باب الإمامة،انيس)

رشوت خور اور کذاب کی امامت کا کیا حکم ہے:

سوال: زید حد درجہ کا رشوت خور اور کذاب ہے، نمازِ پنجگانہ کا بہت محافظ نہیں، بلا وجہ ترک کرتا ہے اور بزرگانِ دین کی شان میں کلمات گستاخانہ کہتا ہے، اس کی امامت کے متعلق کیا حکم ہے؟

الجواب

قال فی رد المحتار:

"وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لايهتم لأمر دينه،وبأن فی تقديمه للإمامة تعظيمه،وقد وجب عليهم إهانته شرعًا،ولايخفٰی أنه إذاكان أعلم من غيره لاتزول العلة،فإنه لايؤمن أن يصلی بهم بغير طهارة،فهو كالمبتدع تكره إمامته لكل حال،بل مشٰی فی شرح المنية علٰی أن كراهة تقديمه كراهة تحريم لما ذكرنا،وقال:لذالم يجز الصلاة خلفه أصلاً عند مالک ورواية عن أحمد،إلخ. (۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/ ۲۲۹-۲۳۰)

☆ ☆ ☆

(۱) معلوم ہوا کہ اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ظفیر

ردالمحتار: ۵۲۳/۱ ،باب الإمامة،ظفیر (مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد،انیس)

عن عبد اللّٰه رضی اللّٰه عنه أنه قال:لا يصلح صفقتان فی صفقة، إن رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم لعن آكل الربا وموكله وشاهديه وكاتبه.(السنة للمروزی (۱۸۷)/موارد الظمآن إلی زوائد ابن حبان،باب مانهی عنه فی البيع عن الشروط (ح:۱۱۱۲)انیس)

ناجائز آمدنی حاصل کرنے والوں کی امامت

ملازمت کے باوجود کارِ منصبی نہ ادا کرنے والے کی امامت:

سوال: جو شخص کسی محکمہ میں ملازم ہو اور کارِ منصبی ادا نہ کرتا ہو اور ماہ بماہ تنخواہ لیتا ہو، اس کی امامت جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

ایسے شخص کی امامت بوجہ فسق کے مکروہ ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۱۱۰)

کم تولنے والے کی امامت:

سوال: جو شخص کم تولے اور جھوٹ بولے اور کبھی کبھی نماز بھی قضا کرے اور قرأت بھی صاف نہ پڑھے اور سودی دستاویز بھی لکھتا ہے، ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

ایسا شخص لائق امام بنانے کے نہیں ہے اور نماز اس کے پیچھے بحالت مذکورہ مکروہ ہے، (۲) پس اہل محلّہ واہل مسجد کو چاہئے کہ اس کو معزول کر کے کسی لائق بالا مامت کو امام بناویں۔(۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۱۷۱)

---

(۱) ملازم کی ذمہ داری ہے کہ وہ مفوضہ ذمہ داری کو ادا کرے، اگر اس میں کوتاہی کر رہا ہے تو خلاف شریعت کام کر رہا ہے۔انیس

عن عبد الله بن عمر رضی الله عنهما أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال:ألا کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیته فالإمام الذی علی الناس راع وهو مسئول عن رعیته والرجل راع علی أهل بیته وهو مسئول عن رعیته والمرأة راعیة علی أهل بیتها وولده وهی مسئولة عنهم وعبدالرجل راع علی مال سیده وهو مسئول عنه ألا کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیته.(صحیح البخاری،باب قول الله تعالیٰ:﴿أطیعوا الله وأطیعوا الرسول﴾الخ (ح:۷۱۳۸)/الصحیح لمسلم،باب فضیلة الإمام العادل (ح:۱۸۲۹)انیس)

(ألا کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیته) أی حافظ مؤتمن والرعیة کل من شمله حفظ الراعی ونظره.(النهایة فی غریب الحدیث والآثار،مادة رغب:۲/۲۳۶،المکتبة العلمیة، بیروت،انیس)

ویکره إمامة عبد،إلخ، وفاسق.(الدرالمختار)

ولعل المراد به من یرتکب الکبائر .(ردالمحتار،باب الإمامة: ۱/۵۲۳،ظفیر)(مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد،انیس)

==

وارثوں کو حصہ نہ دینے والے کی امامت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسمّٰی زید فوت ہوگیا اور اس کی اولاد میں سے تین لڑکے ایک لڑکی ہے، زید مذکور پاکستان بننے سے پہلے کئی سال گذرے فوت ہوا تھا؛ لیکن جائیداد اولاد کے نام منتقل نہیں ہوئی، پاکستان بننے میں جب شرعی طور پر وارثت تقسیم کرنا منظور ہوا تو زید متوفی کی جائیداد اس کی اولاد پر تقسیم ہونے کے وقت بڑے لڑکے خالد نے کہا کہ ہماری ہمشیرہ ہندہ وراثت کی حقدار نہیں، چونکہ ہمارا باپ پاکستان بننے سے پہلے کئی سال گزرے فوت ہوا، اس وقت قانوناً لڑکی ورثہ لینے کی حقدار نہ تھی تو اس صورت پر ہندہ کے نام جائداد منتقل نہ کی گئی، اب استفسار ہے کہ عدالت میں دعویٰ کرے تو شرعاً ہندہ اپنا حصہ لے سکتی ہے، یا نہ؟ اور خالد جس نے ہمشیرہ کو حصہ سے محروم کر دیا، اس کا شرعا کیا حکم ہے؟ اگر امام مسجد ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجوب ــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

ہندہ اپنا حصہ بہر کیف وصول سکتی ہے، خالد حکم قرآنی کی خلاف ورزی کی وجہ سے فاسق اور ظالم ہے، (۱) لہٰذا اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۲ رمحرم ۱۳۹۶ھ (احسن الفتاویٰ: ۳۰۲)

ہیرا پھیری کرنے والے کی امامت:

سوال: چوستان کے لوگوں کو گورنمنٹ زمین تقسیم کرتی ہے، جس میں شرط یہ ہوتی ہے کہ جس شخص کو زمین تقسیم کی جاتی ہے، وہ چوستان کا رہائشی ہو، نمبر وار اس کی تصدیق کرے کہ یہ فلاں کا بیٹا ہے اور یہاں کا مستقل رہائشی ہے، مذکورہ شرائط سے وہ شخص زمین کا حقدار ہے؛ لیکن ایک شخص نے نمبر وار سے سے دھوکہ سے تصدیق کروا کر اور ہیرا پھیری کر کے زمین حاصل کر لی۔ آیا ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے اور یہ امامت کے لائق ہے، یا نہیں؟

== ویکره أن یکون الإمام فاسقاً للرجال أن یصلوا خلفه. (الفتاویٰ التاتارخانیة: ۳۷۸/۱، انیس)

(۲) وأن کراهة تقدیمه أی الفاسق کراهة تحریم. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر)

(۳) نعم أخرج الحاکم فی مستدرکه مرفوعاً: "إن سرکم أن یقبل اللّٰه صلاتکم فلیؤمکم خیارکم، فإنهم وفدکم فیما بینکم وبین ربکم"، ۵۱. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۵/۱، ظفیر) (مطلب: البدعة خمسة أقسام) / المستدرک للحاکم، ذکر مناقب مرثد بن أبی مرثد الغنوی (ح: ۴۹۸۱) انیس)

حاشیة صفحه هذا:

(۱) ﴿يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾ ... ﴿وَمَن يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَاراً خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُهِينٌ﴾ (سورة النساء: ۱۱-۱۴، انیس)

الجواب ــــــــــــــــــــ

امام صاحب تاوقتیکہ توبہ کرکے اس ہیرا پھیری کی تلافی نہ کریں، ان کی امامت مکروہ ہے۔(۱) فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان، ۱۸/۱۱/۷ ۱۴۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ، صدر مفتی۔ (خیر الفتاویٰ: ۲/ ۳۷۹-۳۸۰)

جس کا والد ناجائز کاروبار کرے، اس کی امامت:

سوال: ایک لڑکا عالم فارغ دار العلوم ہے اور اس کا والد نکاح پر نکاح کا کاروبار کرے تو لڑکے کی امامت درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

والد کے اس ناجائز کاروبار سے لڑکے کی امامت میں کوئی خرابی نہیں۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶/ ۲۵۱-۲۵۲)

ملاوٹ کرنے والے کی امامت:

سوال: ایک امام مسجد جو موبل آئل کا کاروبار کرتے ہیں اور موبل آئل میں ملاوٹ کرتے ہیں؛ تاکہ نفع زیادہ ہو، مقتدی ان پر ناراض ہیں، اگر ان امام صاحب کو منع کیا جاوے تو جمعہ میں منع کرنے والوں کی مختلف طریق پر مذمت کرتے ہیں، نیز مسجد کے لاؤڈ اسپیکر پر بسوں وغیرہ کی آمد ورفت کا اعلان کرتے ہیں، کیا ان صفات کا مالک امام بن سکتا ہے؟

(۱) عن أبی هريرة أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم مر على صبرة طعام فأدخل يده فيها فنالت أصابعه بللا فقال: ما هذا يا صاحب الطعام؟ قال: أصابته السماء يا رسول اللّٰه، قال: أفلا جعلته فوق الطعام كى يراه الناس، من غش فليس منا. (الصحيح لمسلم، باب قول النبى صلى اللّٰه عليه وسلم: من غش فليس منا (ح: ۱۰۲) انيس)

عن عبداللّٰه عن ابن عمر عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال: ليس منا من غش فى البيع والشراء) وكذا فى غيرهما من الأشياء وقد روى أحمد وأبوداؤد وابن ماجة والحاكم عن أبى هريرة: ليس منا من غش وفى رواية الترمذى: من غش فليس منا، وفى رواية الطبرانى وأبى نعيم فى الحلية عن ابن مسعود: من غشنا فليس منا وفى أكثر طرقه أن ذلك بسبب الطعام رآه النبى صلى اللّٰه عليه وسلم فى السوق مبتلا داخله، كما أخرجه الشيخان عن أبى هريرة رضى اللّٰه عنه وأشار إليه فى الحديث الأصل بقوله فى البيع والشراء إيماء إلى أنه سبب الورود وإلا فالغش مطلقا مذموم. (شرح مسند أبى حنيفة للقارى، ليس منا من غش فى البيع والشراء: ۱/ ۲۳۶، دار الكتب العلمية، انيس)

(۲) قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرىٰ﴾ (سورة الفاطر: ۱۸)

ولا تزر وازرة أى لا تحمل نفس آثمة وزر أى ثقل يعنى إثم نفس أخرى. (التفسير المظهرى، سورة الفاطر: ۸/ ۵۱، مكتبة الرشدية الباكستان، انيس)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــ

اگر واقعۃً وہ ملاوٹ کرتے ہیں اور خالص کہہ کر فروخت کرتے ہیں تو وہ دھوکہ دہی کی وجہ سے فاسق ہیں،(۱) ایسے شخص کی امامت شرعاً مکروہ تحریمی ہے، اگر وہ توبہ کر کے اصلاح نہ کریں تو انہیں امامت سے علاحدہ کر دیا جاوے، نیز مسجد کے لاؤڈ اسپیکر پر بسوں وغیرہ کا اعلان کرنا درست نہیں، فوراً بند کر دیا جائے۔ فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ، نائب مفتی خیر المدارس ملتان۔

الجواب صحیح: بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ، ۱۳۹۸/۱۱/۸ھ۔ (خیر الفتاویٰ: ۳۷۳/۲) ☆

ناجائز رقم سے پنکھا خریدنے والے کی امامت:

سوال: زید مسجد کا امام ہے، مگر زید کے حجرہ میں جو بجلی کا پنکھا لگا ہے، وہ چندہ سے لایا گیا ہے، جس میں ایسے لوگوں کا پیسہ ہے، جن کا شراب کا مکمل دھندہ ہے اور سنیما کا بھی پیسہ ہے اور زید ان سب باتوں کو خوب جانتا ہے، لہٰذا جو امام ایسے روپئے سے لائے ہوئے پنکھے سے ہوا استعمال کرتا ہے تو کیا شریعت کے نزدیک ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھے تو نماز ہوگی، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیًا

امام کو ناجائز پیسوں سے پنکھا خریدنا درست نہیں تھا، (۲) اگر جائز و ناجائز دونوں قسم کا پیسہ پنکھے کی قیمت میں لگایا تو

(۱) ''لأن الغش حرام''. (الدر المختار علی صدر رد المحتار، مطلب فی جملة ما یسقط به الخیار: ۴۷/۵، دار الفکر بیروت، انیس)

☆ **ناجائز کاروبار والے کے یہاں کھانے والے امام کی اقتدا کا حکم:**

سوال: ایک شخص کا ناجائز کاروبار ہے اور مسجد کے امام صاحب ان کے گھر کا کھاتے ہیں ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیًا

مذکور فی السوال امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے: ''صلوا خلف کل بر و فاجر''. (نصب الرأیة، باب الإمامة، انیــــس) (اگر غالب مال حرام کا ہے تو کھانا نہ کھائے البتہ یہ معلوم ہو کہ وہ جائز آمدنی سے کھلاتا ہے تو جائز ہے پھر بھی مشتبہات سے پرہیز کرنا چاہئے۔ (الفتاویٰ الہندیة: ۳۴۲/۵، انیس) فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی۔ (حبیب الفتاویٰ: ۵۲/۲)

(۲) ﴿یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبَاتِ مَارَزَقْنَاکُمْ وَاشْکُرُوا لِلّٰهِ اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ﴾ (سورة البقرة: ۱۷۲، انیس)

==

اس میں گنجائش ہے؛ تاہم شراب کی قیمت اور سنیما کی آمدنی سے امام صاحب کو پیسہ لینا نہیں چاہیے، اگر سنیما و شراب والوں کے پاس جائز پیسہ بھی ہو تو وہ پیسہ لینا درست ہے،(۱) امامت ان امام صاحب کی درست ہے، ایسے پنکھے کی حجرہ میں ہوا لگنے کی وجہ سے ان کی نماز اور ان کے پیچھے مقتدیوں کی نماز فاسد نہیں ہوگی، اگر امام صاحب ناجائز پیسے سے خریدے ہوئے پنکھے کو وہاں سے ہٹا کر جائز پیسے سے خریدا ہوا پنکھا استعمال کریں تو معترض کا یہ اعتراض بالکل ختم ہو جائے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۴۵/۶) ☆

== عن أبی هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أيها الناس إن الله طيب لا يقبل إلا طيبا وإن الله أمر المؤمنين بما أمر به المرسلين فقال: ﴿يا ايها الرسل كلوا من الطيبات واعملوا صالحا إنى بما تعملون عليم﴾ (سورة المؤمنين: ۵۱) وقال: ﴿يا ايها الذين آمنوا كلوا من طيبات مارزقناكم﴾ (سورة البقرة: ۱۷۲) ثم ذكر الرجل يطيل السفر أشعث أغبر يمد يديه إلى السماء يا رب يارب ومطعمه ومشربه حرام وملبسه حرام وغذى بحرام فأنى يستجاب لذلک؟ (صحيح لمسلم، باب قبول الصدقة من الكسب الطيب (ح: ۱۰۱۵) انيس)

اكتسب حراماً واشترىٰ به أو بالدراهم المغصوبة شيئاً، قال الكرخی رحمه الله تعالىٰ: إن نقد قبل البيع تصدق بالربح، وإلا لا، وهٰذا قياس. وقال أبوبكر: كلاهما سواء، ولا يطيب له". (الدر المختار، كتاب البيوع، باب المتفرقات: ۲۳۵/۵، سعيد)

(۱) أهدىٰ إلىٰ رجل شيئاً أو أضافه إن كان غالب ماله من الحلال فلابأس إلا أن يعلم بأنه حرام، فإن كان الغالب هو الحرام ينبغی أن لا يقبل الهدية، ولا يأكل الطعام إلا أن يخبره بأنه حلال ورثه أو استقرضه من رجل، كذا فی الينابيع". (الفتاوىٰ الهندية، الباب الثانی عشر فی الهدايا والضيافات: ۳۴۲/۵، رشيدية)

ولو أن رجلا أهدى إلى إنسان يكتسب من ربا أو رجل ظالم يأخذ أموال الناس أو أضافه فإن كان غالب ماله من حرام فلا ينبغی له أن يقبل ولا يأكل من طعامه مالم يخبره أن ذلک المال أصله حلال ورثه أو استقرضه أو نحو ذلک، فإن كان غالب ماله حلال فلا بأس بأن يقبل هديته ويأكل منه لم يتبين عنده أنه من حرام. (عيون المسائل للسمرقندی، هدية من ظالم أو غاصب أو مراب: ۴۷۸/۱، مطبعة أسعد بغداد، انيس)

☆ رشوت میں تعاون کرنے والے کی امامت:

سوال: گاؤں میں ایک رہزن قتل کیا گیا، اس کے قاتلوں نے گاؤں والوں سے چندہ لیا کہ پولس کو رشوت دینا ہے، جس میں ہماری جامع مسجد کے امام صاحب نے بھی چندہ دیا ہے، جبکہ رہزن نے امام صاحب کو کوئی اذیت نہیں پہونچائی، کیا ان کی اقتداء جائز ہے؟

هو المصوب

امام صاحب کا چندہ دینا غلط ہے، (وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ. (سورة المائدة: ۲) ان کو اس عمل سے توبہ کرنا چاہئے اور ایسی حرکت سے آئندہ باز رہیں۔

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۳۵۷/۲)

تاڑی بیچنے والے کی امامت:

سوال: بکر تاڑی اپنے تاڑوں کی بیچتا ہے، اس کے پیچھے نماز اور اس کے ساتھ کھانا، پینا جائز ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ و باللّٰہ التوفیق

تاڑی بیچنا، یا بچوانا ناجائز ہے، (لہٰذا اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے)۔(١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عباس، ٢٤/١١/١٣٥٢ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ٣٢٦/٢-٣٢٧)

لڑکی کی شادی پر روپے وصول کرنے والے کی امامت جائز ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص نے اپنی لڑکی کی شادی میں لڑکے کے والدین سے دو سو روپیہ لے لیے، ایسا شخص امامت کراوے تو جائز ہے، یا نہیں؟ اب وہ توبہ کرتا ہے؛ لیکن روپیہ واپس نہیں دیا جاتا تو بدونِ روپیہ واپس دیئے توبہ کرنے سے، وہ لائق امامت ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

لڑکی کے والدین کو شوہر سے یا شوہر کے والدین سے کچھ روپیہ لینا درمختار میں رشوت اور حرام لکھا ہے، (٢) پس اس روپے کو واپس کرنا ضروری ہے اور توبہ اس کی یہی ہے کہ روپیہ واپس کردے، اگر روپیہ واپس نہ کیا تو فاسق رہا اور فاسق کی امامت مکروہ ہے، فاسق لائق امام بنانے کے نہیں ہے، اس کے اور اس کے معاونین کے پیچھے اگرچہ نماز ہوجاتی

---

(١) تاڑ اور کھجور کے درخت سے نکالا جانے والا رس تاڑی کہلاتا ہے، اس سلسلہ میں اصول یہ ہے کہ اگر اس میں جھاگ پیدا ہوگئی تو وہ نشہ آور ہوجاتا ہے، ایسی صورت میں اس کا پینا جائز نہیں ہے۔ (ہدایۃ آخرین: ٤٧٩/٣)

جب تک جھاگ نہ اٹھے، نشہ پیدا نہیں ہوتا، ایسی صورت میں اس کے پینے کی گنجائش ہے، مگر بہتر یہ ہے کہ ایسے مشروبات کو بالکل ہی استعمال نہ کرے؛ کیوں کہ اگرچہ جھاگ نہ اٹھا ہو اور پیتے وقت دیکھنے والا سمجھے گا کہ یہ نشہ ور چیز استعمال کررہا ہے، اس طرح وہ اپنے آپ کو مقام تہمت میں ڈال رہا ہے اور مواقع تہمت سے بچنا چاہئے۔ انیس

ویکره...(إمامة عبد)... (وفاسق).(الدر المختار)

وكراهة تقديمه كراهة تحريم.(ردالمحتار،باب الإمامة: ٢٩٩/٢)(مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

عن جابر بن عبد الله قال: خطبنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: "يا أيها الناس توبوا إلى الله... ألا لا تؤم إمرأة رجلاً، ولا يؤم أعرابي مهاجراً ولا يؤم مؤمناً إلا أن يقهره بسلطان يخاف سيفه وسوطه". {رواه ابن ماجة} (إعلاء السنن: ٢٠١/٧-٢٠٢)/ابن ماجة،أبواب إقامة الصلاة،باب فرض الجمعة، انيس)

(٢) ومن السحت ما يأخذه الصهر من الختن بسبب بنته بطيب نفسه حتى لو كان بطلبه يرجع الختن به، مجتبى.(رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة: ٤٧٤/٥،ظفير)(باب الإستبراء،فصل في البيع،انيس)

ہے،لقوله عليه السلام :"صلوا خلف كل بر وفاجر". (الحديث)(۱)لیکن مکروہ ہوتی ہے۔(كذا فی الدر المختار و ردالمحتار)(۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند:۲۶۰/۳-۲۶۱)

لڑکی کو بیچنے والے کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم:

سوال: ایک آدمی مسمی احمد دین جو ایک گاؤں کا پیش امام بھی ہے، پچیس آدمیوں کے روبرو قرآن مجید پر ہاتھ رکھ کر وعدہ کرتا ہے کہ میں نے اپنی زمین فلاں شخص کو اتنے روپیہ پر فروخت کردی ہے، کچھ رقم نقد بھی وصول کرلی ہے اور باقی بوقت بیع نامہ وصول کروں گا، دو ماہ کے بعد مسمی مذکور اپنے وعدہ سے منحرف ہو گیا کہ میں زمین نہیں دیتا ہوں، مسمی مذکور نے اپنی دختر فروخت کردی تھی، جس کا عوام کو ابھی تک علم نہیں ہوا ہے اور رقم لے کر ہضم کر چکا ہے، جو ایک زندہ خاوند کی بیوی تھی اور بدستور امامت بھی کرتا ہے، کیا ایسے شخص کی اقتدا درست ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ

ایسا شخص جو وعدہ خلافی اور لڑکی کو بیچنے اور دوسروں کی رقم ناجائز طور سے کھانے کا مرتکب ہو، فاسق ہے اور جب تک وہ ان گناہوں سے علانیہ توبہ نہ کرے، اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں؛(۳) لیکن اگر کسی وجہ سے کوئی نماز پڑھ لی گئی تو نماز ہو جائے گی، واجب الاعادہ نہ ہوگی۔فقط واللہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ،۲۳/۱/۱۳۸۸ھ،الجواب صحیح: بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ۔(فتاویٰ عثمانی:۴۴۰/۱-۴۴۱)

---

(۱) رواه الدار قطني ،كتاب العيدين،باب صفة من تجوز الصلاة معه والصلاة عليه،رقم الحديث : ۱۷۶۸ :۴۰۴/۲ ،مؤسسة الرسالة)/وأبو داؤد : ۳۴۳،بلفظ:الصلاة المكتوبة واجبة خلف كل مسلم برًا كان أوفاجرًا وإن عمل الكبائر،كتاب الصلاة،باب إمامة البر والفاجر ،رقم الحديث: ۵۹۴)/والإمام الزيلعي فى نصب الراية: ۲۶/۲، كتاب الصلاة،باب الإمامة،الحديث الثالث و الستون،رقم الحديث:۱۹۷۹،انيس)

(۲) ويكره إمامة عبدإلخ وفاسق.(الدرالمختار)

بل مشٰى فى شرح المنية أن كراهة تقديمه كراهة تحريم.(رد المحتار،باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفير) (مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد،انيس)

(۳) عن أبى هريرة عن النبى صلى الله عليه وسلم قال:آية المنافق ثلاثة:إذا حدث كذب وإذا وعد أخلف وإذا اؤتمن خان.(صحيح البخارى،باب علامة المنافق (ح:۳۳)/صحيح لمسلم،باب بيان خصال المنافق (ح:۵۸)انيس)

عن أنس بن مالک عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال:تقبلوا لى ستا أتقبل لكم بالجنة قالوا: وماهى؟ قال:إذا حدث أحدكم فلا يكذب وإذا وعد فلا يخلف وإذا اؤتمن فلا يخن وغضوا أبصاركم وكفوا أيديكم واحفظوا فروجكم.(مسند أبى يعلى الموصلى،سعيد بن سنان عن أنس بن مالک (ح:۴۲۵۷)/مكارم الأخلاق للخرائطى، باب حفظ الأمانة وذم الخيانة (ح:۱۸۶)انيس)

==

جو کپڑے کے گھوڑے بنا کر اور اس کا کرتب دکھا کر کمائے اس کی امامت جائز ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص کپڑے کے گھوڑے نچاتا کداتا ہے اور اس سے کماتا ہے، اس کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے، وہ شخص فاسق ومبتدع ہے۔(۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۲۱۷)

== وفی حاشية الطحطاوی علٰی مراقی الفلاح: ۱۸۱،مطبع مصطفٰی البابی مصر(باب الإمامة،انیس):
(و)لذا كره إمامة الفاسق العالم لعدم إهتمامه بالدين فتجب إهانته شرعًا فلا يعظم بتقديمه للإمامة.

قال الطحطاوی: فتجب إهانته شرعًافلا يعظم بتقديمه للإمامة تبع فيه الزيلعی ومفاده كون الكراهة فی الفاسق تحريمية.

وفی الدرالمختار:۱/۵۵۹-۵۶۰ (كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب فی تكرارالجماعة فی المسجد، انیس):"ويكره إمامة عبد...وفاسق" وفی ردالمحتار:وفاسق:من الفسق و هو الخروج عن الإستقامة،ولعل المراد به من يرتكب الكبائر...وفيه أيضاً:وأماالفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لايهتم لأمردينه وبأن فی تقديمه تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعًا.(وكذافی فتاوی دارالعلوم ديوبند:۳/۱۳۶)

(۱) ومن السحت مايؤخذ على كل مباح كملح وكلا وماء ومعادن وما يأخذه غاز لغزو وشاعر لشعر ومسخرة وحكواتی قال الله تعالٰی:﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ﴾ وأصحاب معازف وقواد وكاهن ومقامر وواشمة وفروعه كثيرة.(الدرالمختار،باب الإستبراء وغيره:۱/۶۶۹،دارالكتب العلمية بيروت،انیس)

(قوله:لهو الحديث)أی ما يلهی عما يعنی كالأحاديث التی لا أصل لها والأساطير التی لا اعتبار لها والمضاحک وفضول الكلام.(ردالمحتار:۶/۴۲۴،دارالفكر بيروت،انیس)

وفی التتمة:ومن السحت ما يأخذ الشاعر على الشعر والضحک للناس أو السخرية ويحدث بمغازی رسول الله صلى الله عليه وسلم وأصحابه لا سيما بأحاديث العجم مثل الرستم والأسفنديار وما تأخذه المغنية والنائحة والكاهنة والواشمة والمقامر والمتسوط لعقد النكاح والقواد والمصلح بين المتشاحنين وثمن الخمر والمسكر وعسب التيس وثمن جلود الميتات قبل الذبح ومهر البغی وأجر الحجام والشافعی جوزأجر الحجام ولكن قال الآبی:وإن ينزه،وأصحاب جميع المحارف ولا يعلم فيه خلاف.(البناية شرح الهداية،كتاب الكراهية:۱۲/۸۹،دارالكتب العلمية بيروت،انیس)

ويكره إمامة عبد وأعرابی وفاسق وأعمٰی و مبتدع.(الدر المختارعلٰی هامش ردالمحتار،باب الإمامة: ۱/۵۲۳،ظفير)

عن جابربن عبد الله قال:خطبنا رسول الله صلى الله عليه وسلم)فقال:يا أيها الناس توبواإلٰی الله...ألا لا تؤمن إمرأة رجلاً، ولا يؤم أعرابی مهاجراً ولا يؤم فاجرمؤمناً إلا أن يقهره بسلطان يخاف سيفه وسوطه". {رواه ابن ماجة}(إعلاء السنن:۷/۲۰۱-۲۰۲)(ابن ماجة،أبواب الصلاة،باب فرض الجماعة،انیس)

یتیموں کا مال کھانے والے شخص کی امامت:

سوال: ایک امام مسجد چند یتیم بچوں کو پریشان کرتا ہے، ان کی حق رسی میں روڑے اٹکا کر ان کا حق ضبط کراتا ہے، کچھ عرصہ ہوا یہی امام مسجد ان یتیموں کی حق رسی کا ضامن ہوا تھا؛ مگر اب پرزور مخالفت کرتا ہے، اس کی مخالفت کی وجہ محض ذاتی ہے، کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنے سے نماز میں کوئی خلل واقع تو نہیں ہوتا؟

(المستفتی: ۲۳۷۱، عبداللہ صاحب (مالیرکوٹلہ) ۱۴/ جمادی الاول ۱۳۵۷ھ، ۱۳/ جولائی ۱۹۳۸ء)

الجواب

اگر امام مسجد یتیموں کا حق تلف کرتا ہے، یا کراتا ہے، یا اتلاف میں سعی کرتا ہے تو وہ فاسق ہے، (۱) اس کی امامت مکروہ ہے۔ (۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی: ۱۱۷/۳)

حرام پیشہ کرنے والے کے یہاں دعوت کھانے والے کی امامت:

سوال: ایک شخص رام لیلا وغیرہ میں باجا بجاتا ہے، اسی طرح دیگر حرام پیشے سے پیسہ حاصل کرتا ہے، ایسے شخص کے یہاں دعوت کھانے والے امام کی اقتدا صحیح ہے، یا نہیں؟ ایسے شخص کی امامت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

حامدًا ومصليًا ومسلمًا: أهدىٰ إلىٰ رجل شيئا أوأضافه إن كان غالب ماله من الحلال فلابأس إلا أن يعلم بأنه حرام، فإن كان الغالب هوالحرام ينبغي أن لايقبل الهدية ولايأكل الطعام إلا أن يخبره بأنه حلال أوورثه أواستقرضه من رجل، كذا في الينابيع. (۳)

(۱) ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَموالَ الْيَتامىٰ ظُلْماً إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَاراً وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْراً﴾ (سورة النساء: ۱۰، انیس)

عن أبي سعيد الخدري أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال في المعراج: فإذا أنا برجال وقد وكل بهم رجال يفكون لحاهم وآخرون يجيئون بالصخور من النار فيقذفونها بأفواههم وتخرج من أدبارهم فقلت: يا جبريل! من هؤلاء؟ قال: الذين يأكلون أموال اليتامى ظلما إنما يأكلون في بطونهم ناراً. {رواه مسلم} (الكبائر للذهبي: ۶۵/۱، دارالندوة، انیس)

الكبيرة الثالثة عشرة أكل مال اليتيم وظلمه. (الكبائر للذهبي: ۶۵/۱، دارالندوة الجديدة بيروت، انیس)

(۲) ويكره إمامة عبد، إلخ، وفاسق، إلخ، ومبتدع، أي، صاحب بدعة وهي اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لا لمعاندة بل بنوع شبهة. (الدرالمختار مع رد المحتار، باب الإمامة: ۵۶۰/۱-۵۶۱)

(۳) الفتاوىٰ الهندية: ۳۴۲/۵، دار إحياء التراث العربي، بيروت، لبنان

عبارت بالا سے مستفاد ہوا کہ اگر شخص مذکور کی آمدنی مذکورہ آمدنی کے سوا حلال آمدنی بھی ہے اور وہی زائد اور غالب ہے تو جب تک یقین نہ ہو کہ وہی حرام کمائی کھلا رہا ہے تو اس کی دعوت کھالینا جائز ہے اور کمائی کے کل یا زائد کے حرام ہونے کی شکل میں اگر داعی یہ کہے کہ یہ کھانا جو کھلا رہا ہوں، حلال ہے، قرض لایا ہوں اور کسی صحیح ذریعہ سے ملا ہے، تب بھی جائز ہے، ورنہ مکروہ تحریمی ہے۔

باقی جو لوگ مقتدا اور پیشوا ہوں، ان حضرات کو ایسے لوگوں کی دعوت سے احتراز کرنا چاہیے؛ تاکہ داعی کو تنبہ ہو اور خود طعن و تشنیع سے محفوظ رہیں، (۱) باقی ایک بار اس طرح کی چوک سے خصوصاً جب کہ آئندہ کے لیے توبہ بھی کرلے، امامت کی اہلیت سے خارج نہیں ہوگا، نماز تو بہر حال ہو جائے گی، (۲) یہ اور بات ہے کہ امام جس قدر صالح، متقی، مسائل سے واقف ہو؛ اولیٰ اور افضل ہے۔ (۳) واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبداللہ غفرلہ، ۱۴۱۰/۸/۹ھ۔ الجواب صحیح: محمد حنیف غفرلہ۔ (فتاویٰ ریاض العلوم: ۴۳۰/۲-۴۳۱)

---

(۱) عن النعمان بن بشير قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إن الحلال بين وإن الحرام بين وبينهما مشتبهات لا يعلمهن كثير من الناس فمن يتقى الشبهات استبرأ لدينه وعرضه ومن وقع فى الشبهات وقع فى الحرام كالراعى يرعى حول الحمى يوشك أن يرتع فيه، ألا وإن لكل ملك حمى ألا وإن حمى الله محارمه ألا وإن فى الجسد مضغة إذا صلحت صلح الجسد كله وإذا فسدت فسد الجسد كله ألا وهى القلب. (صحيح مسلم، باب أخذ الحلال وترك الشبهات (ح: ۱۵۹۹)/البدر المنير، الحديث الثالث عشر: ۱۰۴/۳، دار الهجرة، انيس)

(۲) عن أبى هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "صلوا خلف كل بر وفاجر". (سنن الدارقطنى، كتاب العيدين، باب صفة الصلاة من تجوز الصلاة معه (ح: ۱۷۸۸) وقال الدار قطنى: مكحول لم يسمع من أبى هريرة ومن دونه ثقات. (السنن الكبرىٰ للبيهقى، كتاب الجنائز، باب الصلاة علىٰ من قتل نفسه (ح: ۷۰۸۰) انيس)

(۳) عن مرثد بن أبى مرثد الغنوى وكان بدريا قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن سركم أن تقبل صلاتكم فليأمكم خياركم، الخ. (المعجم الكبير للطبرانى، ماأسند مرثد بن أبى مرثد الغنوى (ح: ۷۷۷) انيس)

(والأحق بالإمامة) تقديماً بل نصباً، الأعلم بأحكام الصلوٰة، إلخ، ثم الأحسن تلاوة و تجويدًا. (الدر المختار) أفاد بذلك أن معنى قولهم أقرأ: أى أجود، لا أكثرهم حفظًا... ومعنى الحسن فى التلاوة أن يكون عالماً بكيفية الحروف والوقف ومايتعلق بها، قهستانى. (ردالمحتار، باب الإمامة، مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد: ۵۲۱/۱، انيس)

... ولذلك نقل عن الصحابة رضى الله عنهم أجمعين أنهم كانوا يتدافعون الإمامة والصحيح أن الإمامة أفضل، إذ واظب عليها رسول الله صلى الله عليه وسلم وأبوبكر وعمر رضى الله عنهما والأئمة بعدهم ...فقد قال صلى الله عليه وسلم: أئمتكم شفعاؤكم، أوقال: وفدكم إلىٰ الله فإن أردتم أن تزكوا صلاتكم فقدموا خياركم. وقال بعض السلف: ليس بعد الأنبياء أفضل من العلماء، ولا بعد العلماء أفضل من الأئمة المصلين؛ لأن هؤلاء قاموا بين يدى الله عزوجل وبين خلقه: هذا بالنبوة وهذا بالعلم وهذا بعماد الدين وهو الصلاة. (احياء علوم الدين: ۲۳۵/۱) (كتاب أسرار الصلاة، الباب الرابع فى الإمامة والقدرة، وفى أركان الصلاة وبعد السلام، إلخ، انيس)

ناجائز چندہ جمع کرنے کے الزام کے بعد امامت کرنے کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید جو کہ حافظ قرآن ہے، وہ ایک مسجد میں عرصہ آٹھ سال سے امام و مدرس ہے، آج تک اس سے کوئی غلطی سرزد نہیں ہوئی اور مقتدیوں کا اس پر پورا اعتماد ہے، یہی زید ایک مدرسہ کا ناظم بھی ہے، تقریباً مدرسہ ہذا میں آٹھ سال سے مدرس ہے اور نظامت بھی اس کے سپرد رہی، اس کام کو ۲۸/ رمضان المبارک ۱۳۹۶ھ تک ایمانداری سے کرتا رہا، ذاتی دشمنی کی وجہ سے اس پر ایک آدمی نے الزام لگایا، جس کی تفصیل یہ ہے کہ مدرسہ ہذا کا چندہ اکٹھا کرتا تھا تو جو رسید بک اس کو دی گئی تھی، وہ ختم ہوئی اور اس کی رقم بھی مدرسہ میں جمع کرادی، اور پھر رمضان شریف میں رسید بک نہ ہونے کی وجہ سے ایک پرانی رسید بک پر جو پہلے ہی (سے) اس کے پاس تھی، چندہ جمع کرنا شروع کیا، انتظامیہ کو اطلاع دئے بغیر اور جو چندہ جمع کیا تھا، وہ مدرسہ کے حوالہ کردیا، اس پر اس کے ایک مخالف نے مشہور کردیا کہ حافظ صاحب ایک ناجائز رسید بک پر چندہ جمع کرتا ہے، حالاں کہ وہ بھی مدرسہ کی چھپی ہوئی رسید بک ہے اور اس پر ایک مولوی صاحب نے فتویٰ دیا کہ اس حافظ صاحب کے پیچھے نماز نہیں ہوتی تو مدرسہ والوں نے باعزت طور پر اس کو رخصت کردیا تو اس حافظ کی امامت جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

بشرط صحت سوال اس شخص کی امامت بلا کراہت جائز ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان، یکم محرم الحرام ۱۳۹۷ھ۔ (فتاویٰ مفتی محمود: ۲/۱۷۴)

دیدہ ودانستہ جوے کا مال لینے والے کی اقتدا مکروہ ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں ایک مولوی صاحب پیش امام ہے، اس کا ایک بھائی بمبئی میں رہائش پذیر ہے، اس مولوی صاحب کا بھائی جوا کھیلتا ہے اور سارا کاروبار قمار اور جوا پر جاری ہے، یہ جوا باز اس مولوی صاحب کو دولت بھیجتا ہے، اب ہمارے گاؤں میں یہ مولوی صاحب امیر ترین آدمی ہے اور اس کا بھائی کڑور پتی ہے اور یہ مولوی صاحب لکھ پتی ہے اور خود بھی اقرار کرتا ہے کہ میں پرانے مال کا چوکیدار ہوں اور جوا کا بھی اقرار کرتا ہے، اس امام کے پیچھے نماز باجماعت پڑھنا جائز ہے، یا ناجائز؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: حیات خان سٹینو دفتر ڈویژنل انسپکٹر آف سکولز پشاور، ۱۹/ جمادی الثانی ۱۳۸۹ھ)

---

(۱) عن أبی هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "صلوا خلف كل بر وفاجر". (سنن الدارقطنی، كتاب العيدين، باب صفة الصلاة من تجوز الصلاة معه (ح: ۱۷۸۸) انیس)

الجواب

مولوی صاحب کا بھائی فاسق ہے (جوابازی کی تقدیر پر)،(۱) اور اس مولوی کے لیے دیدہ دانستہ ایسا مال لینا جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ غنی ہے،(۲) اور ایسے امام کے پیچھے (یعنی باوجود غنی ہونے کے جوا کا مال دیدہ دانستہ کھاتا ہو) اقتدا مکروہ ہے؛ لیکن انفراد سے افضل ہے،(۳) (منقول از فتاویٰ مولانا لکھنوی وغیرہ) وہوالموفق (فتاویٰ فریدیہ:۲/۴۰۹-۴۱۰)

رشوت دینے اور بلیک کرنے والے کی امامت:

سوال: زید رشوت دے کر اور بلیک کر کے اپنی روزی کماتا ہے اور زید کا لڑکا زید کی شرکت میں ہے اور زید دیگر تجارت بھی کرتا ہے، وہ بلیک سے کہیں زیادہ ہے اور زید نے دوسروں کا روپیہ مار کر دیوالہ نکالا ہے، کیا زید کے لڑکے کی امامت درست ہے؟

الجواب

زید اور اس کے لڑکے کی امامت ناجائز ہے؛ کیوں کہ لڑکا بھی اس حرام کاروبار میں شریک ہے۔(۴)
(کفایت المفتی:۳/۱۲۴)

---

(۱) ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ○ إِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطَانُ أَن يُوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسَرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُوْنَ﴾(سورةالمائدة: ۹۰-۹۱،انیس)

الكبيرة العشرون: القمار.(الكبائر للذهبي: ۸۸/۱،دارالندوة الجديدة بيروت،انيس)

(۲) قال العلامة عبد الحي اللكهنوي: جس کے پاس حرام مال ہے اور اگر حلال مال بھی اس کے پاس ہے اور وہ بنسبت حرام کے زائد ہے تو اس کی نذر قبول کرنا اور اس کی دعوت کھانا اور اس کا صدقہ اور ہدیہ لینا اور کرایہ مکان یا علاج کی اجرت لینا درست ہے، بشرطیکہ یہ نہ معلوم ہو کہ جو اس نے دیا ہے عین مال حرام سے ہے اور اگر یہ معلوم ہو یا یہ کہ مال حرام غالب ہو تو کچھ درست نہیں ہے۔ الاشباہ والنظائر میں ہے:

إذاكان غالب مال المهدى حلالاً فلا بأس لقبول هديته وأكل ماله مالم يتبين أنه من حرام وإن كان غالب ماله الحرام لايقبلها ولايأكل إلا إذا قال أنه حلال ورثه أو استقرضه.(مجموعة الفتاوىٰ:۱۹۴/۲، كتاب الحظر والإباحة)

(۳) قال العلامة ابن عابدين: فإن أمكن الصلاة خلف غيرهم فهو أفضل والا فالاقتداء أولىٰ من الإنفراد.(رد المحتار هامش الدرالمختار: ۴۱۳/۱،قبيل مطلب إمامة الأمرد)

(۴) ويكره إمامة عبد و أعرابي وفاسق وأعمىٰ.(الدرالمختارمع ردالمحتار: ۵۵۹/۱-۵۶۰)

وصح أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: لايدخل الجنة لحم نبت من السحت، النار أولى به.(الكبائر للذهبي: ۸۸/۱،دارالندوة الجديدةبيروت)/أمالي بن بشران: ۴۷/۱،دارالوطن الرياض،انيس)

"لأن الغش حرام".(الدرالمختار على ردالمحتار،مطلب في جملة ما يسقط به الخيار: ۴۷/۵، دارالفكر،انيس)

عن عبداللّٰه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من غشنا فليس منا والمكر والخداع في النار.(موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان،باب ماجاء في الغش والخديعة (ح:۱۱۰۷)انيس)

چوری کرنے والوں کی امامت

چورکوامام بنانا کیسا ہے:

سوال: پیش امام نے مسجد کے فرش چرائے اور سزا پا کر آیا، اس کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

ایسے فاسق (۱) شخص کوامام بنانا مکروہ ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے، لہٰذا اس کو معزول کر کے دوسرا امام عالم وقاری وصالح مقرر کرنا چاہیے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۲۰۰)

جس پر چوری کا الزام ہو:

سوال (۱) ایسا شخص جو چوری کے الزام میں قید کیا جاچکا ہواور دوسرے الزامات بھی اس پر لگائے جاتے ہوں، امامت کرسکتا ہے، یا نہیں؟

(۲) رشوت دے کر رہائی حاصل کرنے والے کی امامت کیسی ہے؟

---

(۱) ﴿والسارق والسارقة فاقطعوا أيديهما جزاء بما كسبا نكالا من الله والله عزيز حكيم﴾(سورة المائدة:۳۸،انیس)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال:قال النبي صلى الله عليه وسلم: لا يزني الزاني حين يزني وهو مؤمن ولا يشرب الخمر حين يشرب وهو مؤمن ولا يسرق حين يسرق وهو مؤمن ولا ينتهب نهبة يرفع الناس إليه فيها أبصارهم حين ينتهبها وهو مؤمن.(صحيح البخاري،باب النهبى بغير إذن صاحبه (ح:٢٤٧٥)انیس)

الكبيرة الثالثة والعشرون السرقة.(الكبائر للذهبي:١/٩٧،دارالندوة الجديدة بيروت،انیس)

(۲) ويكره إمامة عبد،إلخ، وفاسق.(الدرالمختار)

بل مشٰى في شرح المنية علٰى أن كراهة تقديمه: أي الفاسق كراهة تحريم.(ردالمحتار،باب الإمامة: ١/٥٢٣)(مطلب في تكرار الجماعة في المسجد،انیس)

أخرج الحاكم في مستدركه:إن سركم أن يقبل الله صلاتكم فليؤمكم خياركم فإنهم وفدكم فيما بينكم وبين ربكم، آه.(ردالمحتار،باب الإمامة:١/٥٢٥،ظفير)(مطلب:البدعة خمسة أقسام/والحديث رواه الحاكم في المستخرج، ذكر مناقب مرثد بن أبي مرثد الغنوي (ح:٤٩٨١)/المقاصد الحسنة،حرف القاف: ١/٤٦٨،دارالكتاب العربي بيروت،انیس)

هو المصوب

(۱)　اگر واقعی زید کی عادت چوری کی ہے اور اس سے وہ تائب نہیں ہے تو اس کی امامت مکروہ ہے۔(۱)

(۲)　اگر مجرم نہیں ہے اور مجبورا رشوت دے کر رہائی حاصل کرتا ہے تو امامت جائز ہے۔(۲)

تحریر: اختر جمال رشید ندوی۔تصویب: ناصر علی ندوی۔(فتاویٰ ندوۃ العلماء:۲/۳۱۰۔۳۱۱)

چوری کے جانور ذبح کرنے والے کی امامت:

سوال:　ایک شخص کی عورت بے پردہ ہر جگہ پھرتی ہے اور وہ خود بھی چوری کے جانور ذبح کر ڈالتا ہے اور علاوہ ازیں امامت بھی کرتا ہے، ایسے شخص کی امامت شرعاً کیا حکم رکھتی ہے؟

الجواب

ایسے شخص کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔فقط

کتبہ: رشید احمد عفی عنہ

الجواب صحیح: عزیز الرحمٰن عفی عنہ، مفتی مدرسہ عربیہ دیوبند(۳)(باقیات فتاویٰ رشیدیہ:۱۶۱)☆

---

(۱)　إبراهيم عن محمد أنه سئل هل يصلى خلف شارب الخمر به ؟ قال: لا ولا كراهة،ومعنٰى قول محمد: لا، لا ينبغي فأماالصلاة خلفه فجائزة.(الفتاوٰى التاتارخانية: ۱/ ۳۷۶)

(۲)　القاعدة الخامسة:الضرر يزال ... الضرورات تبيح المحظورات.(الأشباه والنظائرمع غمز عيون البصائر: ۱/ ۲۷۴۔۲۷۵،دارالكتب العلمية بيروت،انيس)

(۳)　فتاویٰ دارالعلوم دیوبند مرتبہ مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب، باب امامت وجماعت،ص:۲۹۷،ج:۳(دیوبند:۱۳۹۰ھ)

☆　جاہل چور کی امامت:

سوال:　زید امام ہے اور بے علم ہے، فقط قرآن شریف پڑھا ہوا ہے وہ بھی غلط پڑھتا ہے اور معلوم نہیں کہ کس طرح پڑھنے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے اور کس طرح نہیں اور اگر موقع ملے تو چوری بھی کر لیتا ہے اور غسالی اس کا پیشہ ہے، نکاح سابقہ پر دیگر نکاح کرادیتا ہے، مسجد میں آکر نماز پڑھ لی اگر کسی دوسری جگہ ہو تو نماز قضا کر دیتا ہے، قوم کو اس سے نفرت ہے، زید کی وجہ سے جامع مسجد میں صرف بیس پچیس آدمی موجود رہتے ہیں حالانکہ آبادی گاؤں کی ہزار تک ہے۔اب ایسے شخص کی امامت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب ———— حامدًا و مصليًا

اگر واقعی یہ امور اس میں موجود ہیں اور اس سے بہتر امامت کا اہل آدمی موجود ہے تو اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے، بہتر شخص کو امام بنانا چاہئے۔(ويكره إمامة عبدوأعرابى وفاسق وأعمٰى".(الدرالمختار)وقال ابن عابدين رحمه اللّٰه تعالٰى "فإن أمكن الصلاة خلف غيرهم فهوأفضل،وإلافالاقتداء أولٰى من الانفراد ...علٰى أن كراهة تقديمه كراهة تحريم".(رد المحتار،كتاب الصلاة،باب الإمامة: ۱/ ۵۵۹۔۵۶۰،سعيد)(مطلب:البدعة خمسة أقسام،انيس)　==

مال چوری کرنے، جھوٹ بولنے، غلط فتویٰ دینے والے امام کے پیچھے نماز:

سوال: جب باخبر ذرائع سے معلوم ہوجائے کہ مسجد کا پیش امام کئی ناجائز امور میں ملوث ہے، مثلاً: مسجد کے مال کی چوری کرنا، جھوٹ بولنا اور جھوٹی قسمیں کھانا، غلط فتوے جاری کرنا اور اپنے باپ اور استاذ کی نافرمانی کرنا وغیرہ تو اس کے پیچھے نماز ہوجائے گی، یانہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

اگر شرعی شہادت سے یہ امور ثابت ہوجائیں تو ایسے امام کی اقتدا میں نماز مکروہ تحریمی ہے۔(۱)

(آپ کے مسائل اوران کاحل:۳/۴۴۷)

== اگر یہ شخص ان امور سے توبہ کرلے اور آئندہ ایسی ممنوعات نہ کرے، نیز قرآن شریف صحیح پڑھے تو اس کی امامت منع نہیں ہے۔(والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلاة فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة،ثم الأحسن تلاوة للقراء ة،ثم الأورع، آه.(الدرالمختارمع ردالمحتار، كتاب الصلاة،باب الإمامة: ۱/ ۵۵۷، سعيد)

اگرگاؤں کی آبادی صرف ایک ہزار ہےتو اس میں جمعہ جائزنہیں جواز جمعہ کے لئے کم ازکم تین چار ہزار آدمی اور بازار میں ضروریات کاوہاں پایاجاناضروری ہے۔(عن علي بن أبي طالب رضي الله تعالىٰ عنه أنه قال:لاجمعة ولا تشريق إلا في مصر جامع".(إعلاء السنن،أبواب الجمعة،باب عدم جوازالجمعة في القرىٰ: ۸/ ۱،إدارة القرآن، كراچی)/"لاتجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبروخطيب كما في المضمرات.والظاهرأنه أريد به الكراهة لكراهة النفل بالجماعة ، ألا ترىٰ أن في الجواهرلوصلوا في القرىٰ لزمهم أداء الظهر".(ردالمحتار،كتاب الصلاة،باب الجمعة: ۱۳۸/۲ ،سعيد)/(عن مرثد الغنوي عن النبي صلى الله عليه وسلم قال:"إن سركم أن تقبل صلاتكم فليؤمكم علماء كم فإنهم وفدكم فيما بينكم وبين ربكم".{رواه الطبراني في الكبير}إعلاء السن: ۱۹۳/۷ ،مجمع الزوائد (۶۷/۲)باب الإمامامة) (احکام نمازاوراحادیث وآثار،ص:۴۲۶ـ۴۲۷،انیس) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبدمحمود گنگوہی عفااللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور، ۱۳۵۵/۸/۸ھ۔

الجواب صحیح:سعیداحمدغفرلہ،صحیح:عبداللطیف،۹/شعبان/۱۳۵۵ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۱۱۰/۶)

(۱) ويكره تقديم الفاسق، إلخ.(فتح القدير: ۱/ ۲۴۷)(باب الإمامة،انيس)

أيضاً :ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمىٰ.(الدرالمختار)

قوله :(وفاسق)من الفسق:وهوالخروج عن الا ستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر، والزاني وآكل الربا ونحو ذالک).(رد المحتار: ۵۵۹/۱ـ ۵۶۰)(مطلب في تكرارالجماعة في المسجد،انيس)

عن أبي هريرة قال:سمعت خليلي أبا القاسم صلى الله عليه وسلم يقول:لا يسرق السارق وهو مؤمن ولا يزني الزاني وهو مؤمن،الإيمان أكرم على الله من ذلک.(مسند البزار،مسند أبي هريرة (ح:۹۷۱۶)انيس) ==

جس کا بیٹا چوری کرتا ہو اس کی امامت:

سوال: ایک شخص مسجد میں امام ہے اور اس کا بیٹا چوری کا ارتکاب کر چکا ہے تو کیا اس امام کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

اگر اس نے اپنے بیٹے کو چوری کے لئے خود ترغیب نہ دی ہو اور اس کی حرکت سے خوش نہیں تو اس کی وجہ سے امام کی امامت میں خلل نہیں آئے گا۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ:۲۵۱/۶)

چور کی امامت مکروہ ہے:

سوال: ایک شخص حافظ ہے اور اس نے چوری کی اور سزا بھی کاٹی اور اب امامت کرنا چاہتے ہیں، کیا ان کے پیچھے نماز ہو جائے گی، یا نہیں؟ (المستفتی: عزیز احمد مدرس مکتب عبد اللہ پور (میرٹھ)

== عن عبد اللّٰه بن مسعود قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: عليكم بالصدق فإن الصدق يهدى إلى البر والبر يهدى إلى الجنة وما يزال الرجل يصدق ويتحرى الصدق حتى يكتب عند اللّٰه صديقا، وإياكم والكذب فإن الكذب يهدى إلى الفجور والفجور يهدى إلى النار وما يزال العبد يكذب ويترحى الكذب حتى يكتب عند اللّٰه كذابا. (صحيح لمسلم، باب قبح الكذب وحسن الصدق وفضله (ح:۲۶۰۷)/أبو داؤد (ح:۴۹۸۹)/الترمذى (ح:۱۹۷۱) انيس)

عن أنس بن مالك رضى اللّٰه عنه قال: سئل النبى صلى اللّٰه عليه وسلم عن الكبائر؟ قال: الاشراك باللّٰه وعقوق الوالدين وشهادة الزور. (صحيح البخارى، كتاب الشهادات، باب ماقيل فى شهادة الزور، رقم الحديث:۲۶۵۳/ الصحيح لمسلم، كتاب الإيمان، باب بيان الكبائر وأكبرها، رقم الحديث:۸۸)

عن أبى هريرة رضى اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من أفتى بغير علم كان إثمه على من أفتاه - زاد سليمان المهرى فى حديثه - ومن أشار على أخيه بأمر يعلم أن الرشد فى غيره فقد خانه. (سنن أبى داؤد، باب التوقى فى الفتيا (ح:۳۶۵۷)/الجامع الصغير وزيادته (ح:۱۱۰۱۳) انيس)

(۱) قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرٰى﴾ (سورة الفاطر:۱۸)

"﴿ولا تزر وازرة﴾ أى: لا تحمل نفس آثمة وزر، أى: ثقل، يعنى: إثم نفس أخرى". (التفسير المظهرى، من تفسير سورة الفاطر: ۵۱/۸، مكتبة الرشدية الباكستان، انيس)

﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرٰى﴾ أى لا يحمل أحد ذنب أحد ولا يجنى جان إلا على نفسه، كما قال تعالىٰ: ﴿وإن تدع مثقلة إلى حملها لا يحمل منه شىء﴾ (سورة الفاطر:۱۸). (تفسير ابن كثير، من تفسير سورة الإسراء: ۴۹/۵، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

الجواب

اس شخص کی امامت مکروہ ہے۔(۱)ہاں! جب وہ نیک ہوجائے اور لوگوں کو اس پر اعتماد ہوجائے تو پھر امامت میں مضائقہ نہ ہوگا۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی:۱۰۰/۳)

چوری سے توبہ کے بعد چور کی امامت:

سوال: ایک شخص کو چوری کے معاملہ میں کئی مرتبہ سزا ہوچکی ہے،اب بھی اس کا اندیشہ ہے؛مگر وہ شخص توبہ کرچکا ہے،نماز کا پابند ہے،یہ شخص لوگوں کو نماز پڑھا سکتا ہے،یا نہیں؟

(۱) ”ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمٰى“.(الدرالمختار،باب الإمامة)(رد المحتار: ۵۵۹/۱-۵٦۰) (مطلب في تكرار الجماعة في المسجد،انيس)

”وقد ثبت أن السرقة من الكبائر“.(شرح صحيح البخاري لابن بطال،باب عقوق الوالدين من الكبائر: ۱۹٦/۹، مكتبة الرشد الرياض،انيس)

فقيل عن بعضهم:إن كل ذنب قرن به وعيد أو لعن أو حد فهو من الكبائر فتغيير منار الأرض كبيرة لاقتران اللعن به وكذا قتل المؤمن لاقتران الوعيد به والمحاربة والزنا والسرقة والقذف كبائر،الخ.(إحكام الأحكام،مسألة اختلف الناس في الكبائر: ۲۷۳/۲،مطبعة السنة المحمدية،انيس)

(۲) ﴿إن الله يحب التوابين ويحب المتطهرين﴾(سورة البقرة:۲۲۲،انيس)

﴿إن اللّٰه يحب التوابين﴾من الكفر والمعاصي.(التفسير المظهري،من تفسير سورة البقرة: ۲۸۰/۱،مكتبة الرشدية،انيس)

﴿إن اللّٰه يحب التوابين﴾من الذنوب.(تفسير البيضاوي: ۱۳۹/۱،دارإحياء الثراث العربي/تفسير الجلالين: ۴۷/۱،دارالحديث القاهرة/،انيس)

عن الشعبي قال:التائب من الذنب كمن لا ذنب له ﴿إن الله يحب التوابين ويحب المتطهرين﴾فإذا أحب اللّٰه عزوجل عبدا لم يضره ذنبه.(أحكام القرآن للطحاوي،تأويل قوله تعالىٰ:إن الله يحب التوابين،الخ: ۱۳۰/۱، مركز البحوث الإسلامية إستانبول،انيس)

عن عبدالله بن مسعود قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:التائب من الذنب كمن لا ذنب له.(سنن ابن ماجة، باب ذكر التوبة (ح: ۴۲۵۰)/مسند الشهاب القضاعي،التائب من الذنب كمن لا ذنب له (ح:۱۰۸)/انيس)

نوٹ: چور کی توبہ اس وقت صحیح ہوگی،جب اس نے چوری کئے سامان کو لوٹادے،،یا مالک یا اس کے وارث اسے معاف کردے۔انیس

(التائب من الذنب)أي توبة صحيحة (كمن لا ذنب له)أي في عدم المؤاخذة بل قد يزيد عليه بأن ذنوب التائب تبدل الحسنات.(مرقاة المصابيح،باب الإستغفار والتوبة: ۱٦۳٦/۴،دارالفكر بيروت،انيس)

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

اگر اپنی گزشتہ زندگی پر نادم ہوکر اس نے سچی توبہ کرلی اور جن کا مال چوری کیا تھا، ان سے معاف کرالیا، یا اس کے واپس کرنے کی فکر میں لگ گیا تو امید قوی ہے کہ حق تعالیٰ معاف فرمادیں اور اس حالت میں اس کی امامت بھی درست ہوگی۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۶/۱۱۱)

☆ ☆ ☆

---

(۱) قال سبحانه وتعالىٰ: ﴿وإني لغفار لمن تاب﴾ (سورة طٰه: ۸۲)

"وعن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إن العبد إذا اعترف ثم تاب تاب اللّٰـه عليه". (مشكوٰة المصابيح، باب الاستغفار والتوبة، الفصل الأول: ۲۰۳، قديمى.) (رقم الحديث: ۲۳۳۰)/ والحديث رواه البخارى، باب تعديل النساء بعضهن بعضا (ح: ۲۶۶۱) الصحيح لمسلم، باب فى حديث الإفك وقبول توبة القاذف (ح: ۲۷۷۰) انيس)

(إن العبد إذا اعترف) أى إذا أقر بكونه مذنبا وعرف ذنبه (ثم تاب) أى: ثم ندم على ما فعل من الذنوب الماضية وعزم فيما بعد ذلك أنه لا يعود إلى الإذناب (تاب الله عليه) أى قبل الله تعالىٰ توبته وغفر ذنبه. (المفاتيح شرح المصابيح، باب الاستغفار والتوبة: ۳/۱۷۸، دار النوادر، انيس)

"ثم هٰذا إن كانت التوبة فيمابينه وبين الله ... وإن كانت عما يتعلق بالعباد، فإن كانت من مظالم الأموال فتتوقف صحة التوبة منها مع ما قدمناه فى حقوق الله تعالىٰ علىٰ الخروج عن عهدة الأموال وإرضاء الخصم فى الحال والاستقبال بأن يتحلل منهم، أو يردها اليهم، أو إلىٰ من يقوم مقامهم من وكيل أو وارث". (شرح الفقه الأكبر، بحث التوبة: ۱۵۸، قديمى)

رہن سے فائدہ اٹھانے والے کی امامت

رہن سے فائدہ اٹھانے والے کی امامت:

سوال: ایک شخص نے زمین گروی رکھی، راہن کو کوئی نفع وغیرہ مجرا نہیں دیتا اور اس فعل کو جائز سمجھتا ہے، ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

شامی نے یہ تحقیق کیا ہے کہ نفع اٹھانا زمین مرہونہ سے سود میں داخل ہے اور "کل قرض جر نفعاً فهو ربا" (۱) میں داخل ہے، پس بناءاً جو شخص مرتکب اس فعل حرام کا ہوگا وہ عاصی وفاسق ہوگا اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ (۲)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۱۱/۳) ☆

(۱) رواه الحارث بن أبی أسامة فی مسنده عن علی عن النبی صلی الله علیه وسلم بلفظ: "کل قرض جر منفعة فهو ربا"، رقم الحديث: ۴۳۷، انیس

ویکره إمامة عبد، إلخ، وفاسق. (الدر المختار علیٰ هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر)

اس طرح گروی رکھنا کہ جس کے پاس گروی ہے؛ یعنی راہن وہ کچھ نہ لے، صرف ضمانت کے طور پر اس نے رکھ لیا ہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور اس کی امامت جائز ہے۔ ظفیر

☆ رہن سے نفع اٹھانے والے کی امامت مکروہ تحریمی ہے:

سوال: کوئی شخص زمین رہن پر لیوے اور نفع کھاوے اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی۔

الجواب

مکروہ تحریمی ہے، کذا فی الشامی. (ویکره إمامة عبد، إلخ، وفاسق. (الدر المختار) بل مشٰی فی شرح المنية کراهة تقديمه (أی الفاسق) کراهة تحريم، ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر) (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۲۸/۳-۱۲۹)

رہن شدہ زمین سے فائدہ اٹھانے والے کی امامت کیسی ہے:

سوال: قاضی امام مسجد نے زمین رہن لی ہے اور اس زمین کا منافع کھاجاتا ہے، یہ منافع سود میں داخل ہے، یا نہیں؟ اور ایسے شخص کے پیچھے اقتداء کرنا جائز ہے، یا نہیں؟ ==

رہن کی آمدنی کھانے والے کی امامت:

سوال (۱) ایک شخص امام مسجد ہے اور قوم سے راعی ہے اور وہ زمین رہن رکھتا ہے اور بٹائی کے لیے دیا ہے۔اس کے پیچھے نماز جماعت جائز ہے، یا نہیں؟

(۲) اور اس امام سے جو دریافت کیا کہ آپ کے پاس زمین رہن ہے تو امام صاحب نے قرآن شریف کی قسم کھائی کہ میرے پاس زمین رہن نہیں، اس کے پیچھے پٹواری صاحب حلقہ کے جو کاغذات رجسٹری انتقال دیکھا تو کئی رہن امام صاحب کے نام نکلے۔اب عندالشرع اس امام کے پیچھے نماز جائز ہے، یا کہ نہیں؟

الجواب ـــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

(۱) رہن کی آمدنی مرتہن کو کھانا جائز نہیں،(۱) امام اگر اس سے باز نہ آئے تو اس کی امامت ناجائز ہے،(۲) جب کہ اس سے بہتر امامت کے لائق دوسرا اور امام موجود ہو، البتہ اگر اس آمدنی کو زرِ رہن میں منہا کردے تو درست ہے۔

==

الجواب ـــــــــــــ

زمین مرہونہ کا نفع مرتہن کو لینا صحیح نہیں ہے کہ سود میں داخل ہے اور ایسے شخص کو امام بنانا ممنوع ہے، نماز اس کے پیچھے اگرچہ بکراہت ادا ہو جاتی ہے؛ لیکن امام دائمی بنانا اس کو نہ چاہئے، كذا في الشامي. (ويكره إمامة فاسق (الدرالمختار) المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر، والزاني وآكل الربٰو ونحو ذلك.(ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵۲۳، ظفير)(مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۲۱۸-۲۱۹)

(۱) قال في المنح: وعن عبد الله محمد بن أسلم السمرقندي –وكان من كبار علماء سمرقند– أنه لايحل له أن ينتفع بشيئ منه بوجه من الوجوه وإن أذن له الراهن؛ لأنه أذن له في الربا؛ لأنه يستوفي دينه كاملاً فتبقٰى له المنفعة فضلاً، فيكون ربا، وهٰذا أمر عظيم...قلتُ: وهٰذا مخالف لعامة المعتبرات من أنه يحل بالإذن...ثم رأيت في جواهر الفتاوٰى: إذا كان مشروطاً، صار قرضاً فيه منفعة وهو ربا...قلتُ: والغالب من الناس أنهم يريدون عند الدفع الانتفاعَ، ولولاه لما أعطاه الدراهم، وهٰذا بمنزلة الشرط؛ لأن المعروف كالمشروط". (رد المحتار، كتاب الرهن: ۶/۴۸۲، سعيد)

(۲) لكونه فاسقاً، لو قدموا فاسقاً يأثمون بناءً علٰى أن كراهة تقديمه كراهة تحريم إلخ". (الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، الأولٰى بالإمامة، ص: ۵۱۳، سهيل اكيڈمی، لاهور)

"ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمٰى ومبتدع لايكفر بها وإن كفر بها، فلا يصح الاقتداء به أصلاً، وولد الزنا. هٰذا إن وجد غيرهم، وإلا فلا كراهة "، (الدرالمختار)

وفي ردالمحتار: "قوله: (وفاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة، أي ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر، والزاني وأكل الربا، ونحو ذلك...علٰى أن كراهة تقديمه كراهة تحريم (الدرالمختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹-۵۶۰، سعيد)(مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

(۲) اگر واقعۃً امام نے جھوٹی قسم کھائی ہے اور وہ رہن کی آمدنی لیتا ہے تو جب تک وہ توبہ نہ کرے، اس کو امام بنانا مکروہ ہے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/شعبان/۱۳۵۹ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ ہٰذا۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۴۱/۶-۱۴۳)

گروی پر نفع لینے والے اور پیشہ ور امام کی اقتدا کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ!

(۱) ایک پیش امام صاحب کسی آدمی کو مبلغ تین ہزار روپئے دے کر زمین مرہونہ بنالیتا ہے اور زمین کے حاصلات سے مالک کو کچھ نہیں دیتے اور دی ہوئی رقم بدستور رکھتا ہے، کیا اس طرح کے معاملہ کرنے والے امام کی اقتدا جائز ہے؟

(۲) ایسا شخص جو ہمیشہ کے لئے پیشہ امامت اختیار کرے اس کے پیچھے ہمیشہ کے لیے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(۳) اگر اس پیشہ ور امام کے پیچھے اقتدا صحیح نہ ہو تو اس کو کس طرح راہ راست پر لایا جاسکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: شوکت علی ولد تاج ملوک خان طور ومرادان، ۸/۴/۱۹۶۹ء)

---

(۱) لكونه فاسقاً،لو قدموا فاسقاً يأثمون بناءً علىٰ أن كراهة تقديمه كراهة تحريم، إلخ". (الحلبی الکبیر، کتاب الصلاة،الأولىٰ بالإمامة،ص:۵۱۳،سهيل اكيڈمی لاهور)

"ويكره إمامة عبد وأعرابی وفاسق وأعمىٰ ومبتدع لايكفر بهاوإن كفربها،فلا يصح الاقتداء به أصلاً،وولد الزنا. هٰذا إن وجد غيرهم،وإلافلا كراهة". (الدرالمختار)

وفی ردالمحتار:"قوله:(وفاسق)من الفسق:وهوالخروج عن الاستقامة،ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمروالزانی وأكل الربا،ونحوذلک، إلخ.(الدرالمختارمع رد المحتار، كتاب الصلاة،باب الإمامة:۵۵۹/۱-۵۶۰، سعيد)(مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد،انيس)

جھوٹی قسمیں کھانا حرام وناجائز ہے،حدیث شریف میں ہے:

عن عبدالله بن عمرو عن النبی صلى الله عليه وسلم قال:الكبائر الإشراک بالله وعقوق الوالدين وقتل النفس واليمين الغموس.(صحيح البخاری،باب اليمين الغموس (ح:۶۶۷۵)انيس)

واليمين الغموس وهو الحلف على فعل ماض كاذبا سميت غموسا لأنها تغمس صاحبها فی الإثم.(شرح المصابيح لابن ملک،باب الكبائر علامات النفاق:۷۲/۱،إدارة الثقافة الإسلامية،انيس)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"لا تحلفوا بآبائكم من كان حالفا فليحلف بالله أو ليصمت . (صحیح البخاری، باب السؤال بأسماء اللہ تعالیٰ والاستعاذة، حدیث نمبر:۷۴۰۱)

الجواب ـــــــــــــــــــ

(۱) مرہونہ پر نفع لینا جائز نہیں ہے، خواہ مشروط ہو، یا معروف ہو اور ہمارے علاقوں میں معروف ہے، لہٰذا حرام ہے اور اس کا مرتکب فاسق ہے، اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے؛(۱) لیکن انفراد سے اقتدا افضل ہے۔

عن سعيد بن أبی بردة عن أبيه أتيت المدينة فلقيت عبد الله بن سلام رضی الله عنه فقال: ألا تجیء فأطعمک سويقا وتمراً وتدخل فی بيت ثم قال: إنک بأرض الربا بها فاش إذا كان لک علٰی رجل حق فأهدٰی إليک حمل تبن أوحمل شعير أوحمل قت فلا تأخذه فإنه ربا. {رواه البخاری فی الصحيح}(۲)

وقال ابن عابدين: قلت والغالب من أحوال الناس إنهم إنما يريدون عند الدفع الانتفاع و لولاه لما اعطاه الدراهم وهٰذا بمنزلة الشرط؛لأن المعروف بمنزلته كالمشروط وهٰذا مما يعين المنع. (ردالمحتار:۴۲۷/۵)(۳)

وفی منحة الخالق قال الرملی: ذكر الحلبی فی شرح المنية إن كراهة تقديم الفاسق والمبتدع كراهة تحريم وفی البحر بعد عبارةٍ وإلا فالاقتداء بهم أولٰی من الانفراد. (البحرالرائق: ۳۴۹/۱)(۴)

---

(۱) قال العلامة الحصكفی رحمه الله تعالیٰ: صلّی خلف فاسق أومبتدع نال فضل الجماعة ، وكذا تكره خلف أمرد. (الدرالمختار)

قال ابن عابدين رحمه الله: أفاد أن الصلاة خلفهما أولٰی من الانفراد. (الدرالمختارمع ردالمحتار: ۴۱۵/۱، مطلب فی إمامة الأمرد،باب الإمامة)

علماء اصول کے نزدیک قاعدہ ہے:

المعروف بالعرف كالمشروط بالنص. (شرح السير الكبير،باب الموادعة مما يصالح عليه المسلمون: ۱۷۲۱/۱،الشركة الشرقية للإعلانات، انيس)

المعروف عرفا كالمشروط شرطاً. (مجلة الأحكام العدلية،المادة: ۴۳،انيس)

المعروف بين التجار كالمشروط بينهم. (مجلة الأحكام العدلية،المادة: ۴۴،انيس)

التعيين بالعرف كالتعيين بالنص. (مجلة الأحكام العدلية،المادة: ۴۵،انيس)

المعلوم بالعرف كالمعلوم بالنص أو بالشرط. (مبسوط السرخسی،باب كل الرجل يستصنع الشیء: ۹۰/۱۵،انيس)

المعروف كالمشروط. (مبسوط السرخسی، كتاب الهبة: ۵۴/۱۲،دارالمعرفة بيروت،انيس)

(۲) صحيح البخاری،باب مناقب عبدالله بن سلام رضی الله عنه (ح: ۳۸۱۴)/شعب الإيمان للبيهقی، قبض اليد عن الأموال المحرمة (ح: ۵۱۴۵)انيس)

(۳) ردالمحتارهامش الدرالمختار: ۳۴۳/۵، كتاب الرهن

(۴) منحة الخالق علٰی هامش البحر الرائق: ۳۴۹/۱،باب الإمامة

(۲-۳) پیشہ امامت بذات خود امر مستحسن ہے،(۱) بے شک جب اجرت میں فرائض اور واجبات لیتا ہے، یا باوجود غنیٔ شرعی کے زکوٰۃ فطرہ لیتا ہے تو امر مستقبح ہے، اہل محلّہ پر ضروری ہے کہ اس کے لیے تنخواہ مقرر کرے اور زکوٰۃ وغیرہا اجرت پر نہ دیوے۔(۲) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ:۲/۴۳۲-۴۳۳)

مرہونہ پر نفع لینے والے کی اقتدا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو پیش امام مرہونہ سے نفع لیتا ہو، اس کی اقتدا جائز ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: محمد جان مقام مسجھور مانسہرہ)

---

(۱) ﴿واركعوا مع الراكعين﴾.(سورة البقرة:٤٣)

يعنى صلوا مع المصلين.(التفسير المظهرى،من تفسير سورة البقرة:٣/٢٤٢،مكتبة الرشدية،انيس)

أى صلوا مع المصلين وعبر بالركوع عن الصلاة احترازاً عن صلاة اليهود فإنها لا ركوع فيها وإنما قيد ذلک بكونه مع الراكعين لأن اليهود كانوا يصلون وحدانا فأمروا بالصلاة جماعة لما فيها من الفوائد ما فيها.(تفسير الآلوسى-روح المعانى،من تفسير سورة البقرة:١/٢٤٩،دارالكتب العلمية بيروت،انيس)

عن أبى هريرة قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:"الإمام ضامن والمؤذن مؤتمن اللهم ارشد الأئمة واغفر للمؤذنين.(سنن أبى داؤد،باب ما يجب على المؤذن من تعاهد الوقت (ح: ٥١٧)/سنن الترمذى،باب ماجاء أن الإمام ضامن والمؤذن مؤتمن (ح:٢٠٧)انيس)

(هى) أى الإمامة (أفضل من الأذان).(مراقى الفلاح شرح نورالإيضاح،باب الإمامة: ١٠٩،المكتبة العصرية،انيس)

الإمامة فى الصلاة ولاية شرعية ذات فضل،لقول النبى صلى الله عليه وسلم : "يؤم القوم أقرؤهم لكتاب الله"،ومعلوم أن الأقرأ أفضل فقرنها بأقرأ يدل على أفضليتها.(الإمامة فى الصلاة للدكتور سعيد بن على بن وهف القحطانى،فضل الإمامة فى الصلاة:٧،مطبعة سفير الرياض،انيس)

(۲) کیوں کہ شریعت میں زکوٰۃ کے مستحقین کی فہرست میں امام کا شمار نہیں ہوا ہے۔ مستحقین زکوٰۃ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِى الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾(سورة التوبة: ٦٠)

(ترجمہ: یہ صدقات تو دراصل !(۱) فقیروں (۲) اور مسکینوں (۳) اور صدقات کے وصولی پر مامور افراد (۴) اور مؤلفہ قلوب کے لیے ہے۔(۵) اور (غلاموں کو) آزاد کرنے میں مدد کرنے (۶) اور قرض داروں کو (۷) اور راہ خدا میں (۸) اور مسافروں کے لیے ہے۔ یہ ایک فریضہ ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ سب کچھ جاننے والا دانا و بینا ہے۔) انیس)

الجواب

چونکہ مرہونہ سے نفع لینا ناجائز اور ربا ہے، لأن كل قرض جر نفعاً فهو ربواً، هو لفظ الحديث وكذا حاصل الحديث. (۱)

لہٰذا ایسے امام کے پیچھے اقتدا کرنا (جنازہ وغیرہ میں) مکروہِ تحریمی ہے؛ (۲) لیکن بشرطیکہ قوم کا حال اس امام سے بدتر نہ ہو، ورنہ اندھوں میں کانا راجہ ہوتا ہے۔

يشير إليه كلام البحر: وينبغي أن يكون محل كراهة الاقتداء بهم عند وجود غيرهم. (۳۴۹/۱) (۳) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۳۷۱/۲-۳۷۲)

☆ ☆ ☆

(۱) عن علی رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: "کل قرض جرمنفعة فهوربا". رواه الحارث بن أبی أسامة وإسناده ساقط وله شاهد ضعيف عن فضالة بن عبيد عند البيهقی وآخر موقوف عن عبد اللّٰہ بن سلام عند البخاری. (بلوغ المرام من أدلة الأحكام، ص: ۲۸۲، رقم حديث: ۸۱۲) / التلخيص الحبير: ۹۰/۳، دار الكتب العلمية / الدراية فی تخريج أحاديث الهداية، باب الكفالة والحوالة: ۱۶۴/۲، دار المعرفة بيروت، انيس)

ورواه ابن أبی شيبة فی مصنفه حدثنا خالد الأحمرعن حجاج عن عطاء قال: كانوا يكرهون كل قرض جرمنفعة. (فتح القدير شرح الهداية: ۳۵۶/۶، قبيل كتاب أدب القاضی)

وفی إمداد الفتاوٰی رسالة كشف الدجٰی: ومما يدل علٰی عدم حل القرض الذی يجرإلٰی المقرض نفعاً ماأخرجه البيهقی فی المعرفة عن فضالة بن عبيد موقوفاً بلفظ كل قرض جرمنفعة فهووجه من وجوه الربا، ورواه فی السنن الكبرٰی عن ابن مسعود وأبی بن كعب وعبد اللّٰه بن سلام وابن عباس موقوفاً عليهم. (ص: ۹۹)

وأيضاً قال فی (ص: ۲۱۵) وقال صلی اللّٰه عليه وسلم: "كل قرض جرمنفعة فهوربا". وهوحديث حسن لغيره صرح به العزيزی فی شرح الجامع الصغير: ۷۸۴/۳) (امداد الفتاویٰ: ۲۱۵/۳-۲۷۰، کشف الدجیٰ عن وجہ الربوا)

(۲) قال الشامی: قوله (ويكره إمامة عبد... وفاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر، والزانی وآكل الربا ونحو ذلك، كذا فی البرجندی. (ردالمحتار هامش الدرالمختار: ۴۱۴/۱، قبيل مطلب البدعة، خمسة أقسام)

(۳) البحر الرائق: ۳۴۹/۱، باب الإمامة

ناجائز قبضہ اور خیانت کرنے والے کی امامت

دوسرے کی زمین پر قبضہ کرنے والے کی امامت:

سوال: عمر نے زید کی زمین سے سولہ بسوہ زمین اور چھ ہزار اینٹ اپنی زمین پر تعمیر میں شامل کرلیا ہے اور ایک مذہبی نمائندہ اور امام ہوتے ہوئے بھی زید کی جبراً زمین و اینٹ پر جابرانہ قبضہ کیے ہوئے ہے، ایسی صورت میں امام کی اقتدا میں جو نماز ادا کی جارہی ہے اور جو کی گئی، اس پر شریعت مطہرہ کا حکم، نیز عمر کے جابرانہ قبضہ کے سلسلہ میں ہدایات فرمائیں؟

هو المصوب

جابرانہ زمین پر قبضہ کرنے والا شخص فاسق ہے، (۱) جس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔

ردالمحتار میں مذکور ہے:

یکرہ إمامة عبد... وفاسق. (۲)

بل مشٰی فی شرح المنیة علٰی أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم. (۳)

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۳۴۷/۲)

---

(۱) عن أبی سلمة بن عبدالرحمن: وکانت بینه وبین أناس خصومة فی أرض فدخل علی عائشة رضی اللّٰه عنها فذکر لهاذلک فقالت: یا أبا سلمة! اجتنب الأرض، فإن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال: من ظلم قید شبر طوقه من سبع أرضین. (صحیح البخاری، باب ماجاء فی سبع أرضین (ح: ۳۱۹۵)/صحیح لمسلم، باب تحریم الظلم وغصب الأرض وغیرها (ح: ۱۶۱۲) انیس)

عن سالم عن أبیه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: من أخذ من الأرض شیئاً بغیر حقه خسف به یوم القیامة إلی سبع أرضین. (صحیح البخاری، باب إثم من ظلم شیئا من الأرض (ح: ۲۴۵۴) انیس)

عن أبی هریرة قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: لا یأخذ أحد شبراً من الأرض بغیر حقه إلا طوقه اللّٰه إلی سبع أرضین یوم القیامة. (صحیح لمسلم، باب تحریم الظلم وغصب الأرض وغیرها (ح: ۱۶۱۱) انیس)

الکبیرة السابعة والعشرون بعد المائتین: الغصب، وهو الاستیلاء علی مال الغیر ظلما. (الزواجر عن اقتراب الکبائر: ۴۳۴/۱، دارالفکر بیروت، انیس)

(۲) الدرالمختار مع ردالمحتار: ۲۹۸/۲ (باب الإمامة، انیس)

(۳) رد المحتار: ۲۹۹/۲ (کتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

خائن وغاصب کی امامت:

سوال: اولاد زید کے محلّہ میں جو امام ہے، وہ سالونٹ ہے؛ یعنی لوگوں کا روپیہ مارنے کے خیال سے اپنے آپ کو گورنمنٹ میں نادار لکھوادیں اور حلف کریں، اگرچہ اس کے پاس بہت سامال ہو، اسی طرح اس امام کے پاس جمع معقول ہے، ایسے خائن اور غاصب کی اقتدا درست ہے، یا نہیں؟ جبکہ مقتدی اس سے نفرت کرتے ہوں اور اولادِ زید اس بات پر ہٹ کریں کہ ہم اسی امام سالونٹ سے نماز عید پڑھواویں۔ فقط

الجواب

جو شخص لوگوں کے حقوق و دیون باجود استطاعت کے ادانہ کرے اور مارلیوے، وہ ظالم اور فاسق ہے، (۱) اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ (کذا فی ردالمحتار) (۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۳۶/۳)

غاصب کی امامت:

سوال: ایک امام جو مدت سے مسجد میں رہتا تھا اس نے پانچ ملزموں پر دعویٰ کیا کہ ان لوگوں نے زمین مسجد معافی خدمت بوئی ہے یا جبراً گاؤں والوں نے بوائی ہے اور میرے ہل چھڑا دیئے اور یہ کہتا ہے کہ یہ زمین ملک مسجد معافی خدمت نہیں ہے اور زمین دار اہل ہنود سے ہے، جس نے زمین مسجد کے نام کی ہے وہ کہتا ہے کہ ملک مسجد معافی

---

(۱) عن أبی أمامة أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال: من اقتطع حق امریء مسلم بیمینه فقد أوجب اللّٰه له النار وحرم علیه الجنة، فقال له رجل: وإن کان شیئاً یسیرا یا رسول اللّٰه؟ قال: وإن قضینا من أراک. (صحیح لمسلم، باب وعید من اقتطع حق مسلم بیمین (ح: ۱۳۷) / أمالی ابن بشران (ح: ۲٦٦) انیس)

عن أبی هریرة أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال: من کانت عنده مظلمة لأخیه فلیتحلله منها فإنه لیس ثم دینار ولا درهم من قبل أن یؤخذ لأخیه من حسناته فإن لم یکن له حسنات أخذ من سیئات أخیه فطرحت علیه. (الصحیح للبخاری، باب القصاص یوم القیامة (ح: ٦٥٣٤) انیس)

عن أبی هریرة أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال: لتؤدن الحقوق إلی أهلها یوم القیامة حتی یقاد للشاة الجلجاء من الشاة القرناء. (صحیح لمسلم، باب تحریم الظلم (ح: ۲٥۸۲) انیس)

عن أبی بردة بن أبی موسیٰ الأشعری یقول عن أبیه عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم أنه قال: إن أعظم الذنوب عند اللّٰه أن یلقاه بها عبد بعد الکبائر التی نهی اللّٰه عنها أن یموت رجل وعلیه دین لا یدع له قضاء. (سنن أبی داؤد، باب فی التشدید فی الدین (ح: ۳۳٤۲) انیس)

(۲) بل مشٰی فی شرح المنیة أن کراهة تقدیمه (أی الفاسق) کراهة تحریم. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر) (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

خدمت ہے اور امام کہتا ہے کہ میری ہے، اس میں مسجد کا کوئی حق نہیں تو اس شخص کے پیچھے، یا اس کے بھائی، اولاد وغیرہ کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

جو شخص مسجد کی ملک کو اپنی ملک بتائے اور دعویٰ اپنی ملک کا کرے اور زمین مسجد دبانا چاہے، وہ شخص شرعاً فاسق ہے، لہٰذا اس سے بہتر اگر امامت کا اہل کوئی دوسرا شخص مل جاوے تو اس کو امام بنانا چاہیے، اس کو امام بنانا مکروہ ہے، جب تک کہ وہ پختہ توبہ نہ کرے، اسی طرح اس کا بھائی، یا اولاد اس کے فعل پر راضی اور اس کے مددگار رہوں تو ان کو بھی امام نہ بنانا چاہیے، جب تک کہ وہ سچے دل سے توبہ نہ کریں؛(۱) لیکن اگر وہ نماز پڑھا دے تو ادا ہو جائے گی۔(۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۴/۷/۱۳۵۲ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/ رجب المرجب ۱۳۵۲ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۳۶/۶-۱۳۷)

حق داروں کا حق غصب کرنے والے کی امامت:

سوال: زید، بکر، خالد تین حقیقی بھائی تھے، خالد بفضلہ تعالیٰ علوم دینیہ کے فاضل ہیں، تینوں بھائیوں کو جائداد موروثی وخریداری تھی، جس میں ہر سہ برادران کو مساوی حصہ تھا، بکر نے مسماۃ فہمیدہ (زوجہ) ومسماۃ خاتون نابالغہ (لڑکی) کو چھوڑ کر فوت کیا، خالد اس وقت تحصیل علوم دینیہ میں مصروف تھے، زید نے کل جائداد پر اپنا نام وخالد کا نام درج کرایا اور مسماۃ فہمیدہ ومسماۃ خاتون کا نام درج نہیں کرایا، باوجودیکہ دونوں خواتین حصہ دار تھیں اور ایک مکان میں ساتھ ہی تھیں، بعدہ زید نے زوجہ نابالغ لڑکے کو چھوڑ کر فوت کیا، اب خالد نے مسماۃ فہمیدہ ومسماۃ خاتون کو حصہ

---

(۱) واتفقوا علٰی أن التوبة من جميع المعاصي واجبة وأنها واجبة علٰى الفور لايجوز تأخيرها سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة''. (شرح النووى علٰى الصحيح لمسلم، كتاب التوبة: ۳۵۴/۲، قديمى)

(۲) وإن تقدموا جاز، لقوله عليه السلام: ''صلوا خلف كل بر وفاجر'' ۔ (تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۳۴۶/۱، دار الكتب العلمية، بيروت) (والحديث أخرجه الدار قطني، كتاب العيدين، باب صفة من تجوز الصلاة معه والصلاة عليه، رقم الحديث: ۱۷۶۸: ۴۰۴/۲، مؤسسة الرسالة/ وأبو داؤد: ۳۴۳، بلفظ: الصلاة المكتوبة واجبة خلف كل مسلم برًا كان أو فاجرًا وإن عمل الكبائر. (كتاب الصلاة، باب إمامة البر والفاجر، رقم الحديث: ۵۹۴)/ والإمام الزيلعي في نصب الرأية: ۲۶/۲، كتاب الصلاة، باب الإمامة الحديث الثالث و الستون، رقم الحديث: ۱۹۷۹، انيس)

''هٰذا إن وجد غيرهم، وإلا فلا كراهة، آه ... صلّٰى خلف فاسق أو مبتدع، نال فضل الجماعة''. (الدر المختار، باب الإمامة: ۵۶۲/۱، سعيد)

دینے سے دیدہ ودانستہ انکار کیا اور ان لوگوں کے آرام وسکون میں خلل انداز ہوا، مسماۃ فہمیدہ خاتون نے اپنے حصہ کا مطالبہ کیا اور بذریعہ اشخاص بہی خواہاں کے خالد کو سمجھایا بجھایا؛ مگر کچھ سودمند نہیں ہوا، مجبور ہوکر مسماۃ فہمیدہ ومسماۃ خاتون نے اپنے حقوق کی بازیابی کے لیے انگریزی عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا، خالد نے محض جھوٹا بیان، باطل عدالت مذکور میں پیش کیا اور خود بھی اظہار کیا اور دوسروں سے بھی باطل اظہار کرایا کہ مورث بکر مسماۃ فہمیدہ ومسماۃ خاتون نے اپنی حیات میں اپنا حصہ بدست زید وخالد تھوڑی قیمت میں بیچ دیا تھا اور اس وجہ کر یہ دونوں حصہ کی مستحق نہیں ہیں اور زوجہ زید کو بھی اپنی سازش میں لاکر اپنے حق میں جواب داخل کرایا، بعد گرفت ثبوت عدالت مذکور نے فیصلہ حسب خواہ مسماۃ فہمیدہ ومسماۃ خاتون کے صادر کیا و بیان خالد کو ناراست قرار دیا۔

عدالت کے فیصلہ سے کچھ غرض نہیں ہے، احتیاطاً تحریر کیا ہے، اس موضع میں جہاں خالد کا مکان ہے، ایک مسجد واقع ہے اور مسلمانان کثرت سے آباد ہیں اور قرب وجوار میں بھی مسلمانان آباد ہیں اور کل مسلمانان اسی مسجد میں نماز جمعہ وعیدین ادا کرتے ہیں، نماز پنجگانہ وجمعہ وعیدین کی امامت خالد کے سر پر ہے اور کل مسلمان خالد کے مقتدی ہوتے ہیں، شبہ یہ ہے کہ ایسے شخص کی امامت جائز ہے، یا نہیں؟ جب کہ دوسرے مسلمان کو خالد کی موجودگی میں امامت کی صلاحیت ہووے، نیز ایسے شخص کی نسبت شرعی حکم کیا ہوسکتا ہے اور ایسے شخص کو شرعاً کس لقب سے نامزد کیا جائے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

صورت مسئولہ میں اگر حالات وواقعات حقیقتاً ویسے ہی ہیں، جیسا کہ سوال میں مذکور ہیں تو خالد نے نہایت ظلم کیا، حق العباد کو تلف کرنے کے علاوہ قطع رحم کا بھی ارتکاب کیا، جو گناہ کبیرہ ہے، (۱) جس سے خالد کو توبہ کرنا چاہئے اور جن لوگوں کو ان کے اس رویہ سے تکلیف پہنچی ہے، ان سے معافی مانگنی چاہیے اور جن صاحب کا حق اس کے ذمہ ہے، اسے ادا کر دینا چاہیے اور ان مظلوموں کو بھی چاہیے کہ معاف کر دیں؛ تاکہ خدا اور رسول دونوں اس سے راضی وخوش

(۱) عن أبی حمید الساعدی رضی اللہ عنه أن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال: لا یحل لامرئ أن یأخذ مال أخیه بغیر حقه، وذلک لما حرم اللہ مال المسلم علی المسلم. (مسند الإمام أحمد، حدیث أبی حمید الساعدی (ح: ۲۳۶۰۵) انیس)

عن أبی هریرة قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال: إن أعمال بنی آدم تعرض کل خمیس لیلة الجمعة فلا یقبل عمل قاطع رحم. (مسند الإمام احمد، مسند أبی هریرة (ح: ۱۰۲۷۲) انیس)

عن أبی بکرة قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: ما من ذنب أحری أن یعجل لصاحبه العقوبة مع ما یؤخر له فی الآخرة من بغی أو قطیعة رحم. (مسند الإمام أحمد، حدیث أبی بکرة نفیع بن الحارث (ح: ۲۰۳۷٤) انیس)

عن جبیر بن مطعم أنه سمع النبی صلی اللہ علیه وسلم یقول: لا یدخل الجنة قاطع، قال سفیان: تفسیره: قاطع رحم. (مسند الحمیدی، أحادیث جبیر بن مطعم (ح: ٥٦٧) انیس)

ہوجائیں، باقی رہی امامت مسجد کی بحث تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر چہ امام مسجد کو ذی علم اور مسائل سے واقف کار ہونے کے علاوہ متقی بھی ہونا چاہیے،(۱) اور کم از کم گناہ کبیرہ کے ارتکاب پر دلیر تو نہ ہونا چاہیے اور اگر لوگ اس طرح کے اعلانیہ فسق وفجور سے نالاں ہوں اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے کو برا جانتے ہیں تو امام کو چاہیے کہ وہ خود امامت چھوڑ دے، اگر نہ چھوڑے گا تو مزید گنہگار رہوگا، ایسے شخص کے بارے میں سخت وعید ہے۔(۲)

مگر جماعت نماز کو کسی حال میں بھی نہیں چھوڑنا چاہیے اور جب تک بلا فتنہ وفساد ایسا امام کہ جس سے تمام مصلی بوجہ احکام شرع ناپسندیدگی رکھتے ہوں، علاحدہ نہ ہولے، سب لوگوں کو اس کے پیچھے نماز پڑھنی چاہیے، جماعت ترک نہیں کرنی چاہیے اور نہ باہمی فساد، (۳) اگر کوئی خاص واقعہ قابل اصلاح ہے اور مقامی طور پر حل نہ ہو تو امارت شرعیہ میں مفصل درخواست مصلیوں کے دستخط سے بھیجنی چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ابوالمحاسن محمد سجاد کان اللہ له، ۲۱/۱۰/۱۳۴۴ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۱/۵۱-۵۳)

---

(۱) قال أبو جعفر: (أحق القوم بالإمامة أقرؤهم لكتاب الله عزوجل وأعلمهم بالسنة فإن كانوا فى ذلك سواء فأورعهم فإن كانوا فى ذلك سواء فأكبرهم سنا) قال أبوبكر: وذلك لما روى أوس بن ضمعج عن أبى مسعود الأنصارى قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يؤم القوم أقرؤهم لكتاب الله عزوجل فإن كانوا فى القراء ة سواء فأعلمهم بالسنة فإن كانوا فى السنة سواء فأقدمهم هجرة فإن كانوا فى الهجرة سواء فأقدمهم سنا وإنمالم يشترط أصحابنا الهجرة لأن المهاجرين انقرضوا قبل عصرهم وقال النبى صلى الله عليه وسلم: لا هجرة بعدالفتح. (شرح مختصر الطحاوى، باب الإمامة: ۶۲/۲-۶۳، دارالبشائر الإسلامية. انيس)

(۲) عن عبد الله بن عمررضى الله عنهما: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يقول: ثلاثة لايقبل الله منهم صلاة، من تقدم قومًا وهم له كارهون، و رجل أتى الصلاة دبارًا، والدبار: أن يأتيها بعد أن تفوته ورجل اعتبد محررة". (أبوداؤد مع بذل المجهود: ۳۳۱/۱-۳۳۲) (كتاب الصلا ة، باب الرجل يؤم القوم وهم له كارهون، رقم الحديث: ۵۹۳، انيس)

درمختار میں ہے:" ويكره تقليد الفاسق، ويعزل به إلا لفتنة، ويجب أن يدعى له بالصلاح". (۱/۵۱۲)

الفتاوىٰ الهندية میں ہے:" ولو صلىٰ خلف مبتدع أوفاسق فهومحرزثواب الجماعة لكن لاينال مثل ما ينال خلف تقى". (۸۴/۱) (الباب الخامس فى الإمامة، الفصل الثالث فى بيان من يصلح إماماً لغيره، انيس)

اورفتاویٰ قاضی خاں میں ہے:" وكذا الاقتداء بمن كان معروفًا بأكل الربا والفسق، مروى ذلك عن أبى حنيفة وأبى يوسف رحمهما الله تعالىٰ لاينبغى للقوم أن يؤمهم صاحب خصومة فى الدين فإن صلىٰ رجل خلفه جاز". (فتاوىٰ قاضى خان علىٰ هامش الفتاوىٰ الهندية: ۹۱/۱) (فصل فيمن يصح الاقتداء وفيمن لايصح، انيس)

(۳) (قوله: وإذا أساء وا فاجتنب) فيه تحذيرمن الفتنة والدخول فيها ومن جميع ما ينكرمن قول أوفعل أواعتقاد وفى هٰذا الأثرالحض علىٰ شهود الجماعة ولاسيما فى زمن الفتنة لئلا يزداد تفرق الكلمة وفيه أن الصلاة خلف من تكره الصلاة خلفه أولىٰ من تعطيل الجماعة (فتح البارى: ۱۵۹/۲) (باب يقوم أى المأموم عن يمين الإمام، انيس)

جس پر خائن ہونے کا شبہ ہو اس کی امامت:

سوال: اگر کسی شخص پر لوگوں کو مثلاً خائن ہونے کی بدگمانی ہو تو اس کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں:

الجواب

نماز صحیح ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۴۰/۳)

بددیانت درزی اور ناحق زکوٰۃ لینے والے کی امامت:

سوال: ایک صاحب مال دار (صاحب نصاب) ہیں وہ بجائے زکوٰۃ دینے کے زکوٰۃ لیتے ہیں اور امامت کرتے ہیں۔ایک صاحب بہت جھوٹ بولتے ہیں اور امامت کے فرائض بھی انجام دیتے ہیں۔ایک صاحب درزی ہیں، یا کشن میکر ہیں اور ضرورت سے زیادہ کپڑا لیتے ہیں؛ یعنی جتنا لیتے ہیں اتنا لگاتے نہیں، بچا لیتے ہیں، بعض صورت میں نئے کی جگہ پرانا مال اندر لگادیتے ہیں اور نیا بچا لیتے ہیں اور امامت بھی کرتے ہیں، کیا ایسے اماموں کے پیچھے نماز درست ہے؟

الجواب

مالدار (جس پر زکوٰۃ واجب ہے) کا زکوٰۃ لینا، جھوٹ بولنا اور درزی کا کپڑا چھپانا اور خیانت کرنا یہ سب گناہ ہیں اور ان کا مرتکب فاسق ہے اور فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے؛ کیوں کہ عہدہ امامت عزت واحترام کا منصب ہے، جس کا وہ فاسق اہل نہیں؛ اس لیے ایسے شخص کی اقتدا میں نماز جائز نہیں؛ بلکہ مکروہ تحریمی ہے۔(۲) (آپ کے مسائل اور ان کا حل:۴۴۸/۳)

---

(۱) "اليقين لايزول بالشک". (الأشباه والنظائر، القاعدة الثالثة، ص:۷۵، ظفير) (القاعدة الثانية: اليقين لايزول بالشک)/ كشف الأسرار شرح أصول البزدوی، حكم المعارضة بين الآيتين:۸۷/۳، دارالكتاب الإسلامی، انیس)

(۲) ويكره إمامة فاسق، من الفسق: وهو الخروج عن الا ستقامة، ولعل المراد من يرتكب الكبائر كشارب الخمر، والزانی وآكل الربا ونحو ذلک وأماالفاسق عللوا كراهة تقديمه بأن لايهتم لأمردينه. وبأن فی تقديمه للإمامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً، إلخ. (رد المحتار مع الدرالمختار:۵۵۹/۱ـ۵۶۰) (كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب: فی تكرار الجماعة فی المسجد، انیس)

عن عبد اللّٰہ بن عمرو عن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم: "لا تحل الصدقة لغنی ولا ذی مرة سوی". (سنن أبی داؤد، باب من يعطی من الصدقة (ح:۱۶۳۴) انیس)

عن عبد اللّٰہ بن مسعود قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم: عليكم بالصدق فإن الصدق يهدی إلی البر والبر يهدی إلی الجنة وما يزال الرجل يصدق ويتحری الصدق حتی يكتب عند اللّٰه صديقا، وإياكم والكذب فإن الكذب يهدی إلی الفجور والفجور يهدی إلی النار وما يزال العبد يكذب ويترحی الكذب حتی يكتب عند اللّٰه كذابا. (صحيح لمسلم، باب قبح الكذب وحسن الصدق وفضله (ح:۲۶۰۷)/ أبو داؤد (ح:۴۹۸۹)/ الترمذی (ح:۱۹۷۱) انیس)==

خائن، بے نمازی اگر عیدین کی امامت کرے تو کیا حکم ہے:

سوال: زید نماز پنجگانہ کا پابند و عادی نہیں، شاید کبھی پڑھتا ہو؛ مگر جدّی حق موروثیت کے سبب عیدین کی نماز پڑھاتا ہے اور غلط بھی پڑھتا ہے اور متدین نہیں، امانت میں خیانت کرتا ہے تو ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے اور ایسے امام کو موقوف کرنا نمازیوں پر واجب ہے، یا نہ؟

الجواب

حدیث شریف میں ہے:

"صلوا خلف کل بر و فاجر". (۱) (یعنی نماز پڑھو ہر ایک نیک و بد کے پیچھے۔)

اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک ہے کہ نماز فاجر و فاسق کے پیچھے ہو جاتی ہے؛ البتہ فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ہے؛ (۲) لیکن اگر اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنے میں فتنہ ہو تو اسی کے پیچھے پڑھ لیں، فتنہ کو نہ اٹھاویں۔ قال اللہ تعالیٰ:

﴿وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ﴾ (۳) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۲۸/۳)

خائن و فاسق کی امامت درست ہے، یا نہیں:

سوال: ایسے شخص کی امامت جس کے ولد الزنا ہونے کا یقین کامل ہو، فاسق فاجر، جاہل بدعتی بھی ہو اور عدالت میں خائن بھی ثابت ہو چکا ہو، امامت جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

ایسے ولد الزنا کی امامت، جس کا حال وہ ہے، جو سوال میں درج ہے، مکروہ ہے اور چوں کہ علاوہ ولد الزنا ہونے

== عن أبی بکر الصدیق رضی اللّٰہ عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: لا یدخل الجنة سییء الملکة ملعون من خان مسلماً أو غره. (مسند البزار، ما روی محمد بن أبی بکر عن أبیه أبی بکر: ۱۹۷/۱، المدینة المنورة، انیس)

عن المستورد الفهری قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: ردوا المِخْیَطَ والخیاط من غل مخیطا أو خیاطا کلف أن یجیء به ولیس بجاء. (المعجم الکبیر للطبرانی، إسماعیل عن قیس عن المستورد الفهری (ح: ۷۲۱) انیس)

(۱) سنن الدار قطنی، کتاب العیدین، باب صفة من تجوز الصلاة معه، رقم الحدیث: ۱۷۸۸/السنن الکبریٰ للبیهقی، کتاب الجنائز، باب الصلاة علیٰ من قتل نفسه، رقم الحدیث: ۷۰۸۰.

(۲) "وکره إمامة العبد والأعرابی والفاسق والمبتدع والأعمیٰ، وإن تقدموا اجاز لقوله علیه السلام: "صلوا خلف کل بر و فاجر". (تبیین الحقائق، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱۳٤/۱، إمدادیة، ملتان)

(۳) سورة البقرة: ۱۹۱، انیس

کے وہ فاسق بھی ہے تو امامت اس کی مکروہ تحریمی ہے اور ایسا امام لائق معزول کرنے کے ہے، جیسا کہ علامہ شامیؒ نے تحریر فرمایا ہے:

وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لايهتم لأمر دينه، وبأن في تقديمه للإمامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً إلخ. (ردالمحتار: ۱/ ۴۱۴، مصری)(۱)

وفي الدرالمختار: وولد الزنا إلخ قوله: (و ولد الزنا) إذ ليس له أب يربيه ويؤدبه ويعلمه فيغلب عليه الجهل، بحر، أولنفرة الناس عنه. (ردالمحتار: ۱/ ۴۱۵) (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/ ۲۴۴-۲۴۵)

ظالم وخائن کی امامت درست ہے، یا نہیں:

سوال: زید نے ایک مکان عمرو سے گیارہ سو روپے میں خریدا اور مصلحت سے بائع سے یہ معاہدہ لے لیا کہ بیع نامہ میں اس کی قیمت بارہ سو روپیہ ڈالی جائے گی، چنانچہ ایسا ہی ہوا؛ مگر رجسٹری کے بعد جب روپیہ اس کے قبضہ میں آیا اور مشتری نے رقم زائد واپس لینی چاہی تو معاہدہ فسخ کر کے رقم زائد کے دینے سے انکار کر دیا، جس کی وجہ سے بائع مذکور تمام شہر میں بدنام ہو گیا اور بد دیانت اور غدار مشہور ہو گیا، علاوہ ازیں شب و روز تعدیات و دیگر معاہدات مخالف شرع میں منہمک رہتا ہے، پس کیا ایسا شخص عندالشرع امامت مسجد، یا اہتمام مدارس اسلامیہ کے منصب جلیلہ کا مستحق ہے، یا نہیں؟ لہٰذا اگر اس کو کسی ایسے منصب پر برقرار کیا جاتا ہے تو لوگوں کو بدظنی پیدا ہوتی ہے اور اس مسجد و مدرسہ کی اعانت میں کمی واقع ہوتی ہے۔

الجواب

بائع کو ثمن مقررہ سے زیادہ روپیہ رکھ لینا صریح ظلم اور خیانت ہے اور ظالم وخائن امام بنانے اور مہتمم بنانے کے قابل نہیں ہے، **هٰكذا في كتب الفقه: وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لايهتم لأمر دينه، وبأن في تقديمه للإمامة تعظيمه، وقد وجب عليهم إهانته شرعاً، إلخ.** (رد المحتار المعروف بالشامی)(۳)

وأيضاً في كتاب الوقف منه: المجلد: ۳، عن الإسعاف: ولايولىّٰ إلا أمين قادرٌ بنفسه أوبنائبه لأن الولاية مقيدةٌ بشرط النظر وليس من النظر تولية الخائن لأنه يخلّ بالمقصود. (۴)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/ ۳۱۲-۳۱۳)

---

(۱) ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/ ۵۲۳، ظفير (مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

(۲) ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/ ۵۲۵، ظفير (مطلب: البدعة خمسة أقسام، انيس)

(۳) ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/ ۵۲۳، ظفير (مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

(۴) ردالمحتار، كتاب الوقف، مطلب في شروط المتولي: ۳/ ۵۳۲، ظفير

خائن کی امامت:

سوال: امام صاحب حج کو گئے، مسجد کا گھنٹہ لانے کے لئے پیسے دئے گئے، انہوں نے بمبئی میں لاکر بیچ دیا اور کم روپیے کا بمبئی سے خرید کر مسجد میں دیدیا، ایسے امام کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

جو گھنٹہ مسجد کے روپیہ سے خریدا، اس کو فروخت کر کے خود نفع کمانا جائز نہیں، یہ خیانت ہے، (۱) پھر جو پرانا گھنٹہ خرید کر دیا ہے، اگر وہ مسجد کے لئے مناسب ہو تو اس کو رکھ لیا جائے اور جو نفع پہلے گھنٹہ کو فروخت کرنے سے ملا ہے، وہ بھی مسجد کے واسطے لے لیا جائے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۷/۱۳۹۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۳۸/۶-۱۳۹)

مسجد و مدرسہ کی رقم میں خیانت کرنے والے کی امامت:

سوال (۱) اگر کسی مسجد کے پیش امام نے مسجد یا مدرسہ کے حساب و کتاب میں جو کہ منتظمین نے اس کے ذمہ کر دیا ہو اور اس نے کوئی خیانت کی ہو اور منتظمہ کمیٹی کو اس کا مکمل ثبوت بھی مل گیا، ایسی حالت میں مذکورہ کمیٹی پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے؟ امام موصوف سے امامت کراتے رہیں، یا منصب امامت سے انہیں علاحدہ کر دیں؟ ایسی حالت میں نمازیوں کی نماز کے بگڑنے کے ذمہ دار صرف امام صاحب ہوں گے، یا مذکورہ کمیٹی پر بھی کوئی ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور اللہ کے یہاں مذکورہ کمیٹی بھی ذمہ دار ٹھہرائی جائے گی؟

---

(۱) قال اللّٰه تعالٰى: ﴿يا أيها الذين آمنوا لا تخونوا اللّٰه والرسول وتخونوا أمانتكم وأنتم تعلمون﴾ (سورة الأنفال: ۲۷)

قلتُ: والصحيح أن الآية عامة، وإن صح أنها وردت علٰى سبب خاص، فالأخذ بعموم اللفظ لا بخصوص السبب عند الجماهير من العلماء. والخيانة تعم الذنوب الصغار والكبار اللازمة والمتعدية". (تفسير ابن كثير: ۳۹۸/۲، دار الفيحاء بيروت)

"عن عبد اللّٰه بن عمرو رضي اللّٰه عنه أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: "أربع من كن فيه كان منافقاً خالصاً، ومن كانت فيه خصلة منهن كانت فيه خصلة من النفاق حتٰى يدعها: إذا أوتمن خان، وإذا حدث كذب، وإذا عاهد غدر، وإذا خاصم فجر". (صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب علامة المنافق: ۱۰/۱، قديمي) (ح: ۳٤، انيس)

(۲) وأهله أن الغاصب والمودع إذا تصرف في المغصوب، أو الوديعة، وربح لا يطيب له الربح عند هما خلافاً لأبي يوسف... وقال مشائخنا: لا يطيب له قبل أن يضمن وكذا بعد الضمان بكل حال، وهو المختار، لإطلاق الجواب في الجامعين والمبسوط". (الهداية، كتاب الغصب: ۳۷۳/۳-۳۷٤، مكتبة إمدادية، ملتان)

(۲) پیش امام کی سپردگی میں ایک دینی مدرسہ ہے، مسجد کی منتظمہ کمیٹی امام صاحب کو مدرسہ کے چندہ وغیرہ صدقۃ الفطر، زکوٰۃ، عطیات وخیرات وچرم قربانی کی رقومات جمع کر کے باقاعدہ حساب رکھتے ہوئے... مناسب خرچ کرنے کا ذمہ دار بنا دیتی ہے، جب ان سے حساب مانگا گیا اور انہوں نے حساب پیش کیا اس میں کچھ رسیدات واخراجات پیش نہیں کیئے گئے اور تحقیقات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حساب اخراجات سے بے شمار زیادہ ہے، جس سے بددیانتی ثابت ہوتی ہے، کیا از روئے شریعت ایسا حساب جائز ہے اور ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا، یا اس سے نماز پڑھوانا کیسا ہے؟ اور شریعتِ مطہرہ میں ایسے امام کی کیا سزا مقرر ہے۔

(۳) امام موصوف نے چار طلبہ کو کپڑے بنا کر دینا حساب میں لکھا ہے، تحقیقات سے معلوم ہوا کہ نہ کپڑے بنوائے گئے اور نہ طلبہ کو دئے گئے اور بددیانتی سے وہ رقم حساب میں لکھ دی گئی، اس پیسہ کی خیانت ہوئی اور جھوٹا حساب منتظم کمیٹی کو دیا گیا، کیا امام صاحب کا یہ عمل از روئے شرع جائز ہے؟

(۴) امام صاحب کے حساب پیش کرنے کے بعد جو رقم تحویل باقی نکالی جو کہ اخراجات کے علاوہ ان کے پاس باقی رہی تھی، انہوں نے اس میں سے کچھ رقم جمع کر کے لکھ دیا۔

(۵) امام موصوف سے جب ایک دوسرے مد کا حساب لیا گیا تو انہوں نے بہت کم رقم تحویل باقی میں بتلائی اور جب ان کے حساب کے مطابق پانچ کمیٹی کے معزز اہل شرع حضرات نے جانچ کی تو وہ رقم تحویل باقی جو امام صاحب نے پیش کی تھی، اس سے چار گنا زیادہ نکلی، تحویل کی یہ رقم موصوف نے خود خرچ کر ڈالی، مطلوبہ رقم مانگنے پر تنخواہ میں سے کاٹنے کو کہہ دیا، حالانکہ یہ رقم موصوف کے پاس ہمیشہ امانت رکھی جاتی تھی۔

(۶) امام موصوف کو جب یہ پتہ چلا کہ میرے دئے ہوئے حساب کے لئے کمیٹی مقرر کر دی گئی ہے اور میری خیانتیں اب منظر عام پر منتظمہ کمیٹی کے اور عوام کے سامنے آجائیں گی تو امام صاحب نے سیدھے سادے مسلمانوں کو منتظمہ کمیٹی کے خلاف بھڑکانے کی کوشش کی اور اپنے بچاؤ کے لئے ایک گٹ بنایا اور پارٹی بندی کرنے کی کوشش کی اور مسلمانوں میں انتشار پھیلانے کی بھرپور کوشش کی اور قوم کے اندر تفرقہ پیدا کر دیا، اس امام کا یہ عمل کیسا ہے اور ایسے امام کی کیا سزا ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا یا پڑھوانا کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

(۱-۶) جھوٹ، خیانت، غبن، اپنے قصور کو چھپانے کے لیے تفرقہ وانتشار پھیلانا یہ امور ایسے ہیں، جن کا حکم کسی مسلمان پر بھی مخفی نہیں، (۱) سب ہی جانتے ہیں کہ یہ چیزیں ناجائز اور گناہ ہے اور منصبِ امامت بلند منصب ہے، امام

(۱) عن ابن عمر رضی اللہ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :　　==

کوسب مقتدیوں سے زیادہ متبعِ سنت اور بلند کردار ہونا چاہیے،(۱) یہ بدقسمتی ہے کہ مقتدیوں کو ایسے امام ملتے ہیں؛ تاہم اگر امام صاحب امانت کی چیزیں اوران کا حساب صحیح صحیح سے دیں اور پختہ توبہ کرلیں اور یہ توبہ امامت کی خاطر نہ ہو؛ بلکہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لیے ہو اوران کے حالات سے اطمینان ہو جائے کہ وہ آئندہ ایسا نہیں کریں گے تو ان کو معاف کر دیا جائے،(۲) ورنہ دوسرے دیانت دار لائق امام کو تجویز کرلیا جائے۔اولاً کچھ روز کے لیے عارضی طور پر امانت کا انتظام کسی اور دیانتدار کے سپرد کر دیا جائے تو بہتر ہے؛ تاکہ امام موصوف اس الجھن سے علاحدہ رہیں اور صرف نماز پڑھانا ان کے ذمہ رہے۔(۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴۰۱/۴/۳ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۱۳۹/۶-۱۴۱)

== ”إذا كذب العبد تباعد عنه الملك ميلاً من نتن ما جاء به.(مشكوة المصابيح،باب حفظ اللسان: ٤١٣/٢، قديمى)(الفصل الثانى،رقم الحديث :٤٨٤٤)/سنن الترمذى،باب ماجاء فى الصدق والكذب (ح:١٩٧٢)انيس)

”وعن أبى هريرة رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :” آية المنافق ثلاث:إذاحدث كذب وإذاوعد أخلف وإذا أوتمن خان“.(مشكوة المصابيح،باب الكبائر،الفصل الأول: ١٧/١،قديمى)(رقم الحديث: ٥٥)/ صحيح البخارى،باب علامة المنافق (ح:٣٣)/صحيح لمسلم،باب بيان خصال المنافق (ح:٥٩)انيس)

”عن أبى هرير ة رضى الله عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : ” إياكم والظن فإن الظن أكذب الحديث ولا تحسسوا ولا تجسسوا ولا تناجشوا ولاتحاسدوا ولا تباغضوا ولاتدابروا وكونوا عباد الله إخوانًا“. (مشكوة المصابيح،باب ماينهىٰ عنه من التهاجر،الفصل الأول : ٤٢٧، قديمى)(رقم الحديث: ٥٠٢٧)/ صحيح البخارى، باب:﴿ياآيها الذين آمنوا اجتنبوا كثيرا من الظن﴾(ح:٦٠٦٦)انيس)

”وعن أبى هريرة رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم:”إياكم وسوء ذات البين ،فإنها الحالقة“. (مشكوٰة المصابيح،باب ما ينهىٰ عنه من التهاجر،الفصل الثانى: ٤٢٨،قديمى)(الفصل الأول،رقم الحديث: ٥٠٤١)/ سنن الترمذى،باب (ح:٢٥٠٨)/مسند البزار،مسند أبى هريرة (ح:٨٤٨٢)انيس)

(۱) فإن استووا فى العلم فأورعهم ...قال النبى صلى الله عليه وسلم:”من صلىٰ خلف عالم تقى،فكأنما صلى خلف نبى“.(بدائع الصنائع،كتاب الصلاة،فصل فى بيان من هو أحق بالإمامة: ٦٧٠/١،دارالكتب العلمية بيروت)(قال الزيلعى فى نصب الرأية:”من صلى خلف عالم تقى فكأنماصلى خلف نبى“قلت:غريب،وروى الطبرانى فى معجمه ... عن مرثد بن أبى مرثد الغنوى قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:إن سركم أن تقبل صلاتكم فليؤمكم علماؤكم فإنهم وفدكم فيما بينكم وبين ربكم،انتهى ورواه الحاكم فى المستدرك فى كتاب الفضائل عن يحى بن يعلى به سنداً ومتنا إلا أنه قال:فليؤمكم خياركم وسكت عنه،الخ.(نصب الرأية،باب الإمامة:٢٦/٢،مؤسسة الريان،انيس)

(۲) وقدمنا أنه لايعزله القاضى بمجرد الطعن فى أمانته،ولايخرجه إلابخيانة الظاهرة ببينة...ثم تاب وأناب أعاده“.(البحرالرائق، كتاب الوقف:٤١١/٥،رشيدية)(شروط الواقفين،انيس)

(۳) إذا ظهرت خيانته فإن القاضى يعزله وينصب أميناً ... فرأى الحاكم أن يدخله معه آخرأويخرجه من يده ويصيره إلىٰ غيره...لاينبغى للقاضى أن يأمن الخائن بل سبيله أن يعزله ... أويضم إليه ثقةً،إلخ. ==

ناجائز طور پر حق دبانے والے کی امامت درست ہے، یا نہیں:

سوال: زید ایک مسجد کا امام ہے اور جبراً اپنے پڑوسی کے حق کو دبانا چاہتا ہے اور مکان کا دروازہ آگے کو بڑھا کر اپنے صحن کو زیادہ کرانا چاہتا ہے اور جھوٹا قبضہ ثابت کرنے کے لیے حلف کرتا ہے، آیا یہ حلف درست ہے، یا نہیں؟ اور اس کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

سوال کی صورت سے معلوم ہوا کہ زید نے جھوٹا حلف کیا اور بکر کا حق دبایا اور مبتدع بھی ہے، ایسے شخص کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔

كما في الشامي: فهو كالمبتدع فتكره إمامته بكل حال، بل مشٰى في شرح المنية علٰى أن كراهة تقديمه كراهة تحريم، لما ذكرنا. (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۹۱/۳-۲۹۲) ☆

ناجائز جرمانہ کرنے والے کی امامت:

سوال: ایک مسلمان نے ایک چماری کو مسلمان کر کے اس سے نکاح کرلیا، اس پر ایک شخص مسمّٰی قاضی وزیر شاہ نے ان کو برادری سے علاحدہ اور حقہ پانی بند کر دیا اور نکاح کو ناجائز کہتا ہے اور وزیر شاہ نے چٹی اور ڈنڈ کے پانچ روپے بھی لیے، ایسے شخص کی امامت کا شرعاً کیا حکم ہے، اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے، یا نہیں؟

== وقد يقال: إن المراد من عزله إزالة ضرره عن الوقف، وذلک حاصل بضم ثقة". (البحر الرائق مع منحة الخالق، كتاب الوقف: ۳۹۱/۵-۳۹۲، رشيدية)

(۱) ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفير (مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

☆ **خیانت کرنے والے کی امامت:**

کیا ایسے مولوی صاحب کو نماز جماعت، نماز عیدین و نماز جنازہ کی امامت سپرد کرنی درست ہوگی، جو مسجد کی چیز کو اپنی ملکیت بتاتا ہے، غریب لوگوں کی زمین پر زبردستی قبضہ کرتا ہے، قبرستان کی لکڑی جلاتا ہے، اجرت لے کر جھوٹی گواہی دیتا ہے، امانت میں خیانت کرتا ہے، قرض لے کر قرض ادا نہیں کرتا، بغیر طلاق کے عورت کا نکاح دوسرے مرد سے کر دیتا ہے، سود کے کاروبار میں حصہ لیتا ہے، وغیرہ وغیرہ؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

یوں تو نماز فاسق کے پیچھے بھی ہو جاتی ہے، (لقوله عليه الصلاة والسلام: صلوا خلف كل بر وفاجر. (سنن الدار قطني: ۵۷/۲) (باب صفة الصلاة من تجوز الصلاة منه والصلاة عليه، رقم الحديث: ۱۷۶۸، انيس) مگر مذکورۃ الصدر اوصاف والے کو امام نہ بنایا جائے، متقی صاحب علم کو امام بنایا جائے۔ (ويكره تقليد الفاسق ويعزل به إلا لفتنة". (الدر المختار علٰى هامش ردالمحتار: ۲۸۲/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالصمد رحمانی (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۹۵/۲)

الجواب

وزیرشاہ کا یہ معاملہ جو اس نے اس مسلمان او رنومسلمہ کے ساتھ کیا اور ان کو برادری سے علاحدہ کردیا، خلاف شریعت ہے اور حرام وناجائز ہے، (۱) اور مسلمان ہونا اس نومسلمہ کا اور نکاح کرنا اس کا شرعاً درست ہے اور صحیح ہے، (۲) قاضی مذکور کو اس کو ناجائز کہنا غلط ہے اور سخت جہالت ہے اور چٹی اور ڈنڈ لینا حرام اور باطل ہے، (۳) ایسا شخص قابل امامت کے نہیں ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی اور معزول کرنا اس کا امامت سے ضروری ہے۔ (۴) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۲۵۱-۲۵۲)

---

(۱) عن ابن شماسة المهری قال: حضرنا عمرو بن العاص وهو فی سیاقة الموت یبکی طویلا وحول وجهه إلی الجدار فجعل ابنه یقول: یا أبتاه! أما بشرک رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم بکذا؟ أما بشرک رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم بکذا؟ قال: فأقبل بوجهه فقال: إن أفضل ما تعد شهادة أن لا إله إلا اللّٰه وأن محمداً رسول اللّٰه إنی قد کنت علی أطباق ثلاث، لقد رأیتنی وما أحد أشد بغضاً لرسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم منی ولا أحب إلیَّ أن أکون قد استمکنت منه فقتلته فلو مت علی تلک الحال لکنت من أهل النار فلما جعل اللّٰه الإسلام فی قلبی أتیت النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فقلت: أبسط یمینک فلأبایعک فبسط یمینه قال: فقبضت یدی، قال: مالک یا عمرو! قال: قلت: أردت أن أشترط ، قال: تشترط بماذا؟ قلت: أن یغفر لی، قال: أما علمت أن الإسلام یهدم ما کان قبله؟ وأن الهجرة تهدم ما کان قبلها؟ وأن الحج یهدم ما کان قبله؟ وما کان أحد أحب إلیَّ من رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ولا أجلَّ فی عینی منه وما کنت أطیق أن أملأ عینیَّ منه إجلالاً له ولو سئلت أن أصفه ما أطقت لأنی لم أکن أملأ عینیَّ منه ولو مت علی تلک الحال لرجوت أن أکون من أهل الجنة ثم ولینا أشیاء ما أدری ما حالی فیها فإذا أنا مت فلا تصحبنی نائحة ولا نار فإذا دفنتمونی فشنوا علیَّ التراب شناً ثم أقیموا حول قبری ما تنحر جزور ویقسم لحمها حتی أستأنس بکم وأنظر ماذا أراجع به رسل ربی. (الصحیح لمسلم، باب کون الإسلام یهدم ما کان قبله (ح: ۱۲۱) انیس)

عن الحارث الأشعری عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال: من دعا بدعوی الجاهلیة فإنه من جثا جهنم. (السنن الکبریٰ للنسائی، الوعید لمن دعا بدعوی الجاهلیة (ح: ۸۸۱۵)/انیس)

(۲) ﴿ولا تنکحوا المشرکات حتی یؤمن ولأمة مؤمنة خیر من مشرکة ولو أعجبتکم ولا تنکحوا المشرکین حتی یؤمنوا ولعبد مؤمن خیر من مشرک ولو أعجبکم أولئک یدعون إلی النار واللّٰه یدعوا إلی الجنة والمغفرة بإذنه ویبین آیاته للناس لعلهم یتذکرون. (سورة البقرة: ۲۲۱، انیس)

(۳) (لابأخذ مالٍ فی المذهب) بحر، وفیه عن البزازیة: وقیل یجوز، معناه أن یمسکه مدة لینزجر ثم یعیده له، إلخ، وفی المجتبیٰ: أنه کان فی ابتداء الإسلام ثم نسخ . (الدرالمختار)

والحاصل أن المذهب عدم التعزیر بأخذ المال. (ردالمحتار، باب التعزیر، مطلب فی التعزیر بأخذ المال: ۳/۲۴۶، ظفیر)

(۴) ویکره إمامة عبد، إلخ، وفاسق. (الدرالمختار) بل مشٰی فی شرح المنیة أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم. (رد المحتار، باب الإمامة: ۱/۵۲۳، ظفیر) (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

دوسروں کا حق دبانے والے کی امامت جائز ہے، یا نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس بارہ میں کہ ایک شخص جاہل مطلق ہے، اپنے قریب کے شخص کی زمین، روپیہ اور لاٹھی اور آدمیوں کے زور سے دبائے ہوئے ہے، ہر وقت لڑنے مرنے کو تیار ہے، بدمعاشیاں کئے ہوئے سزا یافتہ سرکار انگریزی کا جیل خانوں میں زندگی گزارے ہوئے ہے، دوسرے کی زمین پر مکان بنالیا ہے۔ اب وہ لوگ تو فوت ہوگئے، ان کی اولاد اسی طریقہ پر ہے؛ یعنی زور بھی سب اپنا دکھلاتے ہیں اور زبردستی بھی کرتے ہیں، انہیں لوگوں میں زنا بھی ہوتا ہے، سردار حافظ کے نام سے مشہور ہے، درحقیقت حافظ نہیں ہے اور کہتا ہے کہ میں پابند شرع ہوں، مگر وہ زمین جس پر اس کے والد وغیرہ نے مکان بنایا تھا، اس پر زبردستی سے بدستور قابض ہے اور ظلم پر کمر بستہ ہے۔ ازروئے شرع اس کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟ اور اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب

ایسا شخص جو ناحق دوسرے مسلمان کی زمین دبالیوے اور اس پر مکان بنا کر قابض ہے، شرعاً گنہگار اور فاسق ہے، اس کی امامت مکروہ ہے، کسی نیک شخص کو جو مسائل نماز سے واقف ہو امام بنانا چاہیے۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۹۳/۳-۲۹۴)

جبراً کسی کے مکان پر قبضہ کرنے والے کی امامت:

سوال: ایک شخص عرصہ سے جابرانہ طور پر کسی کے مکان میں بغیر معاوضہ یا کرایہ کے رہائش پذیر ہے، مالک مکان بوجہ نحیف وکمزور ہونے کے مکان کی واپسی کے لیے کوئی کاروائی کرنے سے قاصر ومعذور ہے تو کیا اس قابض شخص کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں؟ اور بحالت مجبوری جب کہ دوسری جگہ جماعت کی نماز نہ مل سکتی ہو تو مذکور امام کے پیچھے نماز پڑھ لی جائے، یا تنہا اپنی علاحدہ نماز پڑھیں؟

---

(۱) ویکرہ (إلیٰ قوله) وفاسق، إلخ. (الدر المختار)

المراد به من یرتکب الکبائر کشارب الخمر والزاني وآکل الربا ونحو ذلک، کذا فی البرجندی إسمٰعیل، وفی المعراج: قال أصحابنا لاینبغی أن یقتدی بالفاسق إلا فی الجمعة لأنه فی غیرها یجد إماماً غیره، آه. (رد المحتار: ۵۲۳/۱) (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

"بناء علی أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم". (شرح المنیة) (الکبیری شرح منیة المصلی، کتاب الصلاة، الأولیٰ بالإمامة، ص: ۵۱۳، سهیل اکادمی لاهور، انیس)

(۲)　قبر اطہر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت شرعاً کیا حیثیت رکھتی ہے؛ یعنی قبر اطہر کی زیارت کرنا مستحب ہے، یا سنت، یا واجب؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

اگر یہ واقعہ صحیح ہے تو یہ شخص ظالم وفاسق ہے اور امامت اس کی مکروہ ہے؛ لیکن اگر اور امام نہ ملتا ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا تنہا پڑھنے سے اولیٰ وافضل ہے۔

(۲)　روضۂ اطہر کی زیارت مستحب ہے؛ بلکہ ایک قول ذی وسعت کے لیے وجوب کا بھی ملتا ہے۔

"وزيارة قبره - صلى الله عليه وسلم - مندوبة، بل قيل واجبة لمن له سعة".(۱)

بندہ اصغر علی غفرلہ، ۹/۳/۷۷ ۱۳ھ۔ الجواب صحیح: محمد عبداللہ غفرلہ۔ (خیر الفتاویٰ: ۳۷۶/۲)

قرض ادا نہ کرنے والے کی امامت:

سوال:　کوئی آدمی تاجر تھا، اس کا کام فیل ہوگیا، لوگوں کا پیسہ اس کے پاس موجود ہے اور دوسرے لوگوں کے پاس اس کا روپیہ موجود ہے، جب وہ دائن اپنا قرض طلب کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ دوسرے لوگوں نے ہمارا روپیہ مار لیا، ہم تمہارا پیسہ نہیں دیں گے، حق العباد کیا تلف کرنے والے کے پیچھے نماز درست ہے، جب کہ وہ معاف بھی نہ کرایا ہو؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

جو شخص دوسروں کا روپیہ مار لے اور استطاعت کے باوجود واپس نہ دے اور مطالبہ کرنے پر یہ کہہ دے "میرا روپیہ غیروں کے پاس مارا گیا؛ اس لیے میں تمہارا روپیہ نہیں دیتا" وہ شخص بہت گنہگار ہے، اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔(۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۸/۷/۹۲ ۱۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، ۸/۷/۹۲ ۱۳ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۳۷/۶)

---

(۱)　الدرالمختار علی ردالمحتار: ۳۵۲/۲ (باب الهدى، انيس)

(۲)　(ويكره إمامة عبد وأعرابى وفاسق وأعمىٰ) "قوله: (وفاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة، و لعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر، والزاني وآكل الربا، ونحو ذلك، إلخ. (الدرالمختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۹/۱ - ۵۶۰، سعيد) (مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد، انيس)

عن أبى هريرة رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: من أخذ أموال الناس يريد أدائها أدى الله عنه ومن أخذ يريد إتلافها أتلفه الله. (صحيح البخارى، باب من أخذ أموال انسا يريد أداء ها، الخ (ح: ۲۳۸۷) انيس)

الكبيرة السابعة والعشرون بعد المائتين: الغصب، وهو الاستيلاء على مال الغير ظلما. (الزواجر عن اقتراب الكبائر: ۴۳۴/۱، دارالفكر بيروت، انيس)

ورثہ کا حق نہ دینے والے کے معاون کی امامت کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں مسئلہ ذیل میں کہ ایک آدمی عالم پابند شریعت فوت ہوگیا، بوقت وفات موصوف ورثاء: اہلیہ دولڑکیاں اوردو بھائی، دو ہمشیرہ اور والدہ تا حال زندہ ہیں، تمام وراثت کا انتقال موصوف کی اہلیہ ہندہ کے نام پر ہو چکا ہے اور باقی ورثا تا حال محروم ہیں؟

(۱) کیا ورثاء موجودہ وراثت موصوف سے شرعاً حقدار ہیں، یا نہ؟

(۲) اہلیہ موصوف پر بحالتِ مذکورہ کیا حکم عائد ہوگا، واضح فرمادیں؟

(۳) معاونین اہلیہ موصوف کا شرعاً کیا حکم ہے، کیا امامت ان کی شرعاً جائز ہے؟

الجواب

(۱) حقدار ہے۔(۱)

(۲) ظالمہ ہے، توبہ کرنا لازم ہے، ظالم کی حمایت وتعاون ظلم ہے۔(۲)

(۳) اگر واقعی پیش امام صاحب ایسی عورت کا حامی ہے اور یہ بات ثابت ہو جائے تو ایسے شخص کو پیش امام نہیں بنانا چاہیئے، اگر ہے تو اس کو معزول کر کے کسی دوسرے متقی شخص کو امام بنایا جائے؛(۳) لیکن شرط یہ ہے کہ وہاں کے لوگوں کے سامنے یہ بات اگر واضح ہو تو اس پر عمل کریں، ورنہ وہاں کی تحقیق کے مطابق عمل ہو۔ واللہ اعلم

(فتاویٰ مفتی محمود:۲/۲۳۲)

---

(۱) ﴿یوصیکم اللّٰہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین فان کن نساء فوق اثنتین فلھن ثلثا ماترک وان کانت واحدۃ فلھا النصف ولأبویہ لکل واحد منھما السدس مماترک ان کان لہ ولد فان لم یکن لہ ولد وورثہ ابواہ فلامہ الثلث فان کان لہ اخوۃ فلامہ السدس من بعد وصیۃ یوصی بھا أودین آباؤکم وابناؤکم لاتدرون ایھم اقرب لکم نفعا فریضۃ من اللّٰہ ان اللّٰہ کان علیما حکیماo﴾(سورۃ النساء: ۱۱،انیس)

(۲) ﴿تلک حدود اللّٰہ ومن یطع اللّٰہ ورسولہ یدخلہ جنات تجری من تحتھا الأنھار خالدین فیھا وذلک الفوز العظیمo ومن یعص اللّٰہ ورسولہ ویتعد حدودہ یدخلہ نارا خالدا فیھا ولہ عذاب مھین﴾(سورۃ النساء:۱۳-۱۴،انیس)

﴿ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان﴾(سورۃ المائدۃ:۲،انیس)

(۳) قال أبو جعفر:(أحق القوم بالإمامۃ أقرؤھم لکتاب اللّٰہ عزوجل وأعلمھم بالسنۃ فإن کانوا فی ذلک سواء فأورعھم فإن کانوا فی ذلک سواء فأکبرھم سنا)قال أبوبکر:وذلک لما روی أوس بن ضمعج عن أبی مسعود الأنصاری قال:قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم:یؤم القوم أقرؤھم لکتاب اللّٰہ عزوجل فإن کانوا فی القراءۃ سواء فأعلمھم بالسنۃ فإن کانوا فی السنۃ سواء فأقدمھم ھجرۃ فإن کانوا فی الھجرۃ سواء فأقدمھم سنا وإنمالم یشترط أصحابنا الھجرۃ لأن المھاجرین انقرضوا قبل عصرھم وقال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم:لا ھجرۃ بعدالفتح.(شرح مختصر الطحاوی،باب الإمامۃ:۲/۶۲-۶۳،دارالبشائر الإسلامیۃ.انیس)

مکان کا کرایہ نہ دینے والے کی امامت:

سوال: جو شخص نہ مکان خالی کرے اور نہ ہی کرایہ ادا کرے اور مالکِ مکان کو پریشان کرے تو ایسے شخص کی امامت کیسی ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

مکان خالی نہ کرنا، نہ کرایہ ادا کرنا، یہ ظلم وغصب ہے، ایسے شخص کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے، جب تک وہ توبہ کر کے اصلاح نہ کرلے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ (فتاویٰ محمودیہ:۱۴۳/۶)

مغصوبہ زمین مزارعت پر لینے والے کی امامت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں ایک صاحبِ جائیداد کافی عرصہ سے مفلوج ہے، گاؤں کو چھوڑ کر بیوی کے رشتہ داروں کے ہاں سکونت پذیر ہے، اس کی جائیداد پر بڑے بیٹے نے قبضہ کیا ہے، باپ اس پر سخت ناراض ہے اور کہتا ہے کہ اس کا بیٹا اور اس کے زیرِ نگرانی سارے کاشتکار اس کی زمین میں تصرف نہ کریں، باپ نے احتجاجاً کافی عرصہ سے زمین کے محصولات لینے سے بھی انکار کیا ہے اور سرکار کے ہاں مقدمہ بھی دائر کیا ہے، ان کاشتکاروں میں ایک مولوی صاحب نے بھی زمین مزارعت پر لی ہے، اس پر ایک مقتدی اعتراض کرتا ہے کہ وہ خان صاحب کی مرضی کے بغیر قابض بیٹے کے زیرِ نگرانی جو کاشتکاری کر رہا ہے، ازروئے شرع

---

(۱) "ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمٰى". (الدر المختار)

وقال ابن عابدين: "قوله: (وفاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر، والزاني وآكل الربا، و نحوها... وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لايهتم لأمر دينه وبأن في تقديمه للإمامة تعظيمه، وقد وجب عليهم إهانته شرعاً ... بل مشٰى في شرح المنية علٰى أن كراهة تقديمه كراهة تحريم". (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۹/۱ـ ۵۶۰، سعيد) (مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

"وأن الظلم حرام". (الفتاوىٰ الهندية، مطلب في موجبات الكفر، الخ: ۲۵۷/۲، دار الفكر بيروت. انيس)

واتفقوا علٰى أن التوبة من جميع المعاصي واجبة على الفور لايجوز تأخيرها سواءٌ كانت المعصية صغيرة أو كبيرة. (شرح النووي على الصحيح لمسلم، كتاب التوبة: ۳۵۴/۲، انيس)

إن وقعت الإجارة على المدة كما في إجارة الدار والأرض أو على قطع المسافة كما في كراء الدابة يجب الأجر بحصة ما استوفى من المنافع إذا كان للمستوفي أجرة معلومة من غير مشقة وفي الدار يجب لكل يوم وفي المسافة لكل مرحلة، الخ. (تبيين الحقائق، كتاب الإجارة: ۱۰۹/۵، انيس)

ناجائز ہے اور اس جرم کا مرتکب نماز پڑھانے کا اہل نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ واقعی اس مولوی صاحب کے پیچھے نماز پڑھنا صحیح نہیں ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: محمد شفیق حقانی لیکچرر فیڈرل گورنمنٹ بوائز کالج پشاور، ۳۱/۷/۱۹۸۴ء)

الجواب

بشرط صدق وثبوت اس زمین میں بلا اجازت تصرف کنندگان غصب اور ظلم کے مرتکب ہیں۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : "لايحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه". (رواه البيهقى فى شعب الإيمان)(۱)

وفى شرح المجلة: ٦١/٦: "لايجوز لأحد أن يتصرف فى ملك غيره إلا بإذنه". (۲)

واضح رہے کہ جس امام کی دینی حالت مقتدیوں سے بدتر ہو تو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے، ورنہ اندھوں میں کانا راجا ہوتا ہے۔

يدل عليه مافى إمامة البحر. (۳) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۳۷۸/۲)

☆ ☆ ☆

---

(۱) مشكوة المصابيح: ٢٥٥/١، باب الغصب والعارية، الفصل الثانى (شعب الإيمان، باب فى قبض اليد عن الأموال المحرمة (ح: ٥١٠٥) انيس)

(۲) المادة: ٩٦، انيس

(۳) قال العلامة ابن نجيم رحمه الله : وينبغى أن يكون محل كراهة الاقتداء بهم عند وجود غيرهم وإلا فلا كراهة كما لا يخفىٰ. (البحر الرائق، ص: ٣٤٩/١، باب الإمامة)

صدقات، زکوٰۃ اور عطیات لینے والے کی امامت

صدقۃ الفطر جبراً وصول کرنے اور لوگوں کو مسجد سے منع کرنے والے امام کی اقتدا کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ ایک پیش امام نے ایک مولوی صاحب کو اپنی مسجد سے اس سبب سے منع کر دیا کہ وہ بچوں کو قرآن مجید کا درس دے رہے ہیں، پیش امام نے مولوی صاحب کا درس قرآن مجید اپنی مسجد میں اس لیے بند کر دیا؛ کیوں کہ اسے یہ خدشہ تھا کہ وہ مجھ سے امامت چھین لے گا، اس پر لوگ اس سے ناراض ہو گئے، دوسرا اس کے مقتدیوں کا قول ہے کہ یہ امام دل میں بہت زیادہ بغض رکھتا ہے، تیسرا اس کا یہ معمول ہے کہ خواہ کوئی غریب ہو، یا امیر سب سے جبراً صدقۃ الفطر وصول کرتا ہے، اگر کوئی نہ دے تو اس کو نماز میں اپنے پیچھے کھڑا ہونے سے منع کر دیتا ہے، اب اس کے اس سخت رویہ کی وجہ سے تمام مقتدی اس سے بھاگ گئے ہیں اور صرف دو آدمی اس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں، کیا ایسے پیش امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟ اور اگر جائز ہے تو بصورت کراہیت ہے، یا عدم کراہیت؟ اور لوگ پیش امام کے اس سخت رویہ کی وجہ سے اپنی مسجد چھوڑ کر تقریباً تین ماہ سے دوسرے محلّہ کی مسجد میں نماز پڑھتے ہیں تو کیا وہ گنہگار ہیں، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

شریعت کی رو سے امام دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک وہ جسے محکمہ اوقاف، یا خود واقف نے منصب امامت پر اسے مقرر کیا ہو اور وقف کی آمدنی سے اس کے لیے وظیفہ بصورت تنخواہ امامت مقرر کیا گیا ہو، ایسے امام کو فقہائے احناف نے اہل وظایف میں شمار کیا ہے اور اس کو وہ امام الحمل اور منصوب الواقف کے ناموں سے ذکر کرتے ہیں اور کبھی اسے ذو وظیفہ بھی کہتے ہیں، ایسے پیش امام کے بارے میں فقہا نے لکھا ہے کہ اسے شرعی جرم، یا نا اہلی کے بغیر معزول نہیں کیا جا سکتا ہے، چناں چہ علامہ ابن نجیم المصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”فلایحل للقاضی عزل صاحب وظیفة بغیر جنحة وعدم أهلیة ولو فعل لم یصح“. (البحر الرائق: ۲۲۷/۵)(۱)

(۱)　البحر الرائق، جعل الواقف غلة الوقف لنفسه: ۲۴۵/۵، دار الکتاب الإسلامی بیروت، انیس

دوسری قسم کا پیش امام وہ ہے، جسے اہل محلّہ نے امام مقرر کیا ہو اور اہل محلّہ ہی اسے اپنی آمدنیوں سے تنخواہ بصورت اجرت امامت دے رہے ہوں تو ایسے پیش امام کو نہ تو اہل وظائف میں شمار کیا جا سکتا ہے اور نہ اس کے عزل کا وہ حکم ہے، جو پہلی قسم کے امام کا ذکر اوپر کیا گیا ہے؛ بلکہ اس کی حیثیت محض اجیر خاص کی ہے اور قوم کے ساتھ عہد امامت ایک عقد اجارہ ہے، لہٰذا ایسے پیش امام پر اجیر خاص کے اور اس کی امامت پر عقد اجارہ کے احکام جاری ہوں گے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

ابتدائی تقرر: فقہاء کرام نے اس کے ابتدائی انتخاب اور تقرر کے بارے میں یہ تصریحات ذکر کی ہیں کہ اگر قوم اور اہل محلّہ سب اس کی امامت پر متفق ہوں تو بلا کسی نزاع کے اسے منتخب کیا جائے گا اور اگر قوم میں اس کے انتخاب کے بارے میں اختلاف پیدا ہو جائے تو اکثریت کا اعتبار کیا جائے گا۔

درمختار: ۱/۵۲۳ میں جہاں احقیت الامامت پر بحث کی گئی ہے، وہاں یہ لکھا گیا ہے:

”والأحق بالإمامة تقديمًا بل نصبًا: الأعلم بأحكام الصلاة، إلخ، فإن استووا فيقرع أو الخيار إلى القوم فإن اختلفوا اعتبر أكثرهم“. (۱)

اس عبارت میں صراحۃً یہ ذکر پایا جاتا ہے کہ نصب الامام میں اگر قوم میں اختلاف پیدا ہو جائے تو اکثریت کی رائے پر عمل کیا جائے گا اور اس کا اعتبار ہوگا؛ یعنی اکثریت اس کے تقرر اور انتخاب پر متفق ہو تو اسے امام منتخب کیا جائے گا، ورنہ نہیں، باقی رہا اس کے عزل کا مسئلہ تو اس کے بارے میں مسلمہ قواعد کی روشنی میں شرعی حکم یہی معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح اس کے ابتدائی تقرر اور انتخاب میں اکثریت کی رائے معتبر ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اگر اس کے عزل میں اختلاف واقع ہو جائے تو اکثریت کی رائے کا اعتبار نہ کیا جائے گا، اس میں بھی اگر اکثریت اس کے عزل پر متفق ہو تو اسے معزول کیا جائے گا، ورنہ نہیں؛ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ قوم کے لیے ہر حالت میں پیش امام کو معزول کرنا جائز ہے اور اس میں شرعاً کوئی گناہ نہیں؛ بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ اگر کسی شرعی نقص اور عیب کی وجہ سے اسے معزول کر دیا گیا تو عزل کا فیصلہ بھی نافذ ہے اور اگر اس میں کوئی شرعی عیب بھی نہیں ہے اور اسے ذاتی عناد یا کسی دنیوی معاملہ کی بنیاد پر معزول کر دیا گیا تو قوم کا یہ اقدام جرم اور شرعاً گناہ ہے؛ مگر عزل کا فیصلہ نافذ ہوگا اور پیش امام کو معزول سمجھا جائے گا اور کسی فعل کے جرم اور گناہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ سرے سے نافذ اور کسی درجہ میں معتبر ہی نہ ہو، اس لئے فقہاء کے مسلمات میں بکثرت نظائر موجود ہیں:

(۱) قاضی کا کسی فاسق کی شہادت پر فیصلہ کر دینا۔

---

(۱) الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة، انيس

(۲) افیون کی بیع۔

(۳) قربانی کی کھالوں کی بیع۔

پس اس طرح شرعی جرم اور نقص کے بغیر اگر قوم نے پیش امام کے عزل کا فیصلہ کر دیا تو اگر چہ قوم اس فیصلہ کی وجہ سے گناہ گار ہوگی؛ مگر عزل کا فیصلہ بہر حال نافذ ہوگا اور پیش امام کو معزول سمجھا جائے گا، اس کے لئے مسلمات کی روشنی میں وجوہات مندرجہ ذیل ہیں:

وجہ اول : عقد امامت ایک قسم کا عقد اجارہ ہے اور جب قوم کل، یا اس کی اکثریت اس عقد پر امضاء کرنے کے لیے تیار نہ ہو اور کسی صورت میں اس کو امام نہیں رکھنا چاہتی ہو تو ایسی صورت اور حالت میں ظاہر ہے کہ عقد امامت کا اصل مقصد حاصل نہیں ہوسکتا، لوگ نماز با جماعت کو یا تو اکثر چھوڑ دیں گے، یا ایک ہی مسجد میں بیک وقت دو دو جماعتیں، مختلف اماموں سے کرائی جائیں گی اور یہ طرز عمل امامت کے اصل مقصد اور غرض وغایت ہی کے منافی اور جڑ کو کاٹ دینے والا ہے اور ایسے مواقع میں بار ہا اس کا مشاہدہ بھی کیا گیا ہے، فساد کا بھی قوی ذریعہ ہے۔

وجہ دوم: اور جب اس اجارے کا اصل مقصد اس صورت میں حاصل نہیں؛ بلکہ فوت ہو جاتا ہے تو چاہیے کہ یہ اجارہ فسخ کر کے امام مذکور کو معزول کر دیا جائے اور کسی دوسرے صالح اور دیندار پیش امام کا انتخاب کیا جائے کہ جس پر قوم متفق ہو تا کہ امامت کا اصل مقصد جو کہ اقامت جماعت ہے، فوت نہ ہونے پائے، ایسی صورتوں میں فقہاء کرام نے فسخ اجارہ کی تصریحات کی ہیں، اس کے امثلہ کتب فقہ میں ''کتاب الاجارۃ'' کے عنوان سے موجود ہیں، وہاں دیکھا جاسکتا ہے۔(۱)

وجہ سوم : عزل کو ابتدائی تقرر پر قیاس کر کے یہ کہا جاسکتا ہے کہ کل قوم، یا اس کی اکثریت درصورت اختلاف معزول کرنے کی مجاز ہے اور اس کی رائے کا اعتبار کیا جائے گا، یہی وجہ ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر قوم کی اکثریت پیش امام کی مخالف ہو اور نماز پڑھنا اس کے پیچھے چھوڑ دے تو امام کو امامت کرنے کا حق باقی نہیں رہتا۔

قال أحمد: إذا کرهه واحد أو إثنان أو ثلاثة، فله أن يصلي بهم حتیٰ يکرهه أکثر الجماعة. (مرقاۃ)(۲)

---

(۱) والأصل هنا أن المعقود عليه إذا انتقض بطل الأجر بالإتفاق. (تبيين الحقائق، کتاب الإجارة: ۱۱۲/۵، المطبعة الأميرية بولاق، انیس)

لأن المقصود من الإجارة الإنتفاع حتی لا يصح إجارة مالايمکن الإنتفاع به فی الحال کإجارة المهر للرکوب وغير ذلک. (لسان الحکام، الفصل الثانی عشر فی الإجارة: ۳٦٤، البابی الحلبی القاهرة، انیس)

(۲) مرقاة المفاتيح، باب الإمامة: ۸٦٥/۳، دار الفکر بيروت، انیس

احناف نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے اس قول کو نقل کرنے کے بعد کوئی اختلاف ظاہر نہیں کیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم احناف بھی اس کے مخالف نہیں ہیں، نیز فقہائے احناف رحمہم اللہ نے اس بات کی بھی تصریح کی ہے کہ اگر پیش امام میں کوئی شرعی عیب ہو اور اس وجہ سے لوگ اس کے پیچھے نماز نہ پڑھتے ہوں تو گناہ امام پر ہے اور اگر امام میں کوئی شرعی عیب نہ ہو اور مقتدی بلا وجہ اس سے ناراض ہو کر دوسری جگہ نماز پڑھتے ہوں تو گناہ ان پر ہے۔(۱)

اس تمہید کو مدنظر رکھتے ہوئے صورت مسئولہ مذکورہ پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ پیش امام صاحب کی حیثیت دوسرے قسم کے پیش امام کی ہے، جو اجیر خاص کے حکم میں ہے اور پہلی قسم کے امام کی نہیں کہ اس کو اہل وظائف میں شمار کیا جا سکے اور مسئولہ عنہ پیش امام کے وہ نقائص جس کی وجہ سے تمام قوم اس سے ناراض ہو کر دوسری مسجدوں میں نمازیں پڑھتی ہے، جس کی وجہ سے عقد امامت کا اصلی مقصد فوت ہو جاتا ہے، یہ وہ نقائص ہیں، جو شرعاً معتبر ہیں، لہٰذا اگر کل قوم، یا اکثریت اس عقد کو فسخ کر کے امام مذکور کو معزول کر دے اور اس کی جگہ دوسرے کسی صالح اور دیندار شخص کو پیش امام مقرر کرے، جس پر تمام قوم متفق ہو تو قوم کا یہ عزل نافذ ہوگا اور اس طرح امامت کا اصل مقصد بھی فوت نہ ہونے پائے گا اور قوم بھی گنہگار نہ ہوگی؛ کیوں کہ یہ عزل بوجہ نقص شرعی کے ہوگا اور اگر مذکورہ پیش امام صاحب باوجود کل قوم، یا اکثریت کے ناراض ہونے کے بدستور نمازیں پڑھانے پر بضد ہو اور لوگ اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں؛ بلکہ دوسری مسجدوں میں پڑھیں تو گناہ پیش امام پر ہے، قوم پر نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ حقانیہ:۳/۱۶۱-۱۶۴)

صدقۃ الفطر اور چرم قربانی لینے والے کی امامت:

سوال: ایک شخص قوم سید متمول صاحب ایک مسجد میں امام ہیں اور اس مسجد میں دو طرح کی آمدنی ہے: ایک آمدنی شب قدر رمضان میں ۴۰/۵۰ روپیہ ہے اور دوسری آمدنی فطرہ اور صدقہ اور کھالیں قربانی کی ہیں تو ان دونوں

(۱) (و لو أم قوما وهم له كارهون)أن الكراهة (لفساد فيه أو لأنهم أحق بالإمامة منه كره) له ذلك تحريمًا لحديث أبي داؤد لايقبل اللّٰه صلاة من تقدم قومًا وهم له كارهون وإن هو أحق لا)و الكراهة عليهم.(الدر المختار بهامش ردالمحتار: ۵۲۲/۱)(كتاب الصلاة،باب الإمامة،انيس)

عن عبداللّٰه بن عمرو أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول:ثلاثة لا يقبل اللّٰه منهم صلاة: من تقدم قوما وهم له كارهون ورجل أتى الصلاة دباراً -والدبار أن يأتيها بعد أن تفوته -ورجل اعتبد محرره.(سنن أبي داؤد،باب الرجل يؤم القوم وهم له كارهون (ح:۵۹۳)انيس)

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال ثلاثة لا ترفع صلاتهم فوق رؤوسهم شبراً رجل أم قوماً وهم له كارهون وامرأة باتت زوجها عليها ساخط وأخوان متصارمان.(سنن ابن ماجة، كتاب إقامة الصلاة،باب من أم قوماً وهم له كارهون،رقم الحديث: ۹۷۱،ص: ۱۲۲،بيت الأفكار، انيس)

آمدنیوں میں سے امام کے لئے کونسی جائز ہے اور کونسی ناجائز؟ باوجود اس کے کہ امام کو صدقات اور قربانی کی کھالیں لینا ناجائز ہونے کا علم ہے اور پھر وہ منت اور خوشامد سے لیتا ہے اور دینے والوں کو بھی معلوم ہے کہ یہ امام متمول سید ہے؛ مگر چونکہ سید منت خوشامد کرتا ہے، اس کی منت خوشامد کی وجہ سے ان کو دیتے ہیں۔ پس ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے کہ جو دانستہ کھلم کھلا ناجائز آمدنی لے رہا ہے؟ اور اہل قربانی جو علم کے باجود کھالیں، ان کو دیتے ہیں، ان کی قربانیوں کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

مالدار صاحب نصاب آدمی کو صدقہ فطر لینا ناجائز ہے اور ایسے شخص کو دینے سے صدقۂ فطر ادا نہیں ہوتا، (۱) نیز امامت وغیرہ کی اجرت میں دینا بھی جائز نہیں، قربانی کی کھال خود استعمال کرنا، امیر وغریب سب کو دینا جائز ہے؛ لیکن امامت وغیرہ کی اجرت میں اس کا دینا بھی درست نہیں، اگر کھال فروخت کردی ہے تو اس کی قیمت کو کسی غریب مستحق کو صدقہ کرنا واجب ہے، کسی مالدار کو دینا، یا کسی اجرت میں، یا خود رکھنا ہرگز جائز نہیں؛ تاہم قربانی میں اس سے خرابی نہیں آتی، قربانی ادا ہوجاتی ہے، صرف کھال یا اس کی قیمت کو بے محل صرف کرنے کا گناہ ہوتا ہے، جس کی مکافات لازم ہے، اگر امام اس کا مستحق نہیں اور پھر لیتا ہے اور اس کو مسئلہ بھی معلوم ہے تو اس کو امامت سے علاحدہ کردیا جائے، بشرطیکہ اس سے بہتر امام موجود ہو۔ (۲)

"صدقة الفطر كالزكاة فى المصارف، آه". (۳)

---

(۱) عن عبدالله بن عمرو عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: لاتحل الصدقة لغنى ولا لذى مرة سوى. (سنن أبى داؤد، باب من يعطى من الصدقة وحد الغنى (ح: ۱۷۵٤) انيس)

عن عبدالله بن مسعود قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من سأل وله مايغنيه جاء ت مسألته يوم القيامة خدوشا أو خموشا أو كدوحا فى وجهه، قيل: يا رسول الله !وما يغنيه؟ قال: خمسون درهما أو قيمتها من الذهب. (سنن ابن ماجة، باب من سأل عن ظهر غنى (ح: ۱۸٤۰) انيس)

(۲) "فان أمكن الصلاة خلف غيرهم فهو أفضل، وإلا فالاقتداء أولٰى من الانفراد". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹، سعيد)

(۳) الدر المختار، كتاب الزكوٰة، باب صدقة الفطر: ۲/ ۳٦۹ ، سعيد (وكذا فى البحر الرائق، وقت وجوب أداء صدقة الفطر: ۲/۲۷۵، دار الكتاب الإسلامى بيروت، انيس)

﴿انما الصدقات للفقراء والمساكين والعاملين عليها والمؤلفة قلوبهم وفى الرقاب والغارمين وفى سبيل الله وابن السبيل فريضة من الله والله عليم حكيم﴾ (سورة التوبة: ٦۰، انيس)

”(ويتصدق بجلدها أو يعمل منه نحو غربال أو جراب) وقربة وسفرة ودلو (أو يبدله بما ينتفع به باقيا) ... فإن بيع ... تصدق بثمنه“ آه. (الدر المختار)(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۵۶/۱۱/۳۰ھ۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۴/ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۷۶/۶-۷۷) ☆

زکوٰۃ کا مال کھانے والے ہاشمی کی امامت:

سوال: ایک شخص ہاشمی صاحب نصاب زکوٰۃ لیتا ہے اور غزل خوانی کراتا ہے اور نقارہ بجواتا ہے اور اپنے برادر حقیقی کو رسوا کرتا ہے، ایسے شخص کی امامت کا کیا حکم ہے؟

الجواب

غنی کو مالِ زکوٰۃ لینا اور کھانا ناجائز ہے،(۲) اور مزامیر ونقارہ وغیرہ امور حرام ومعصیت ہیں،(۳) اسی طرح کسی

(۱) ردالمحتار على الدر المختار، كتاب الأضحية: ۳۲۸/۶-۳۲۹، سعيد

☆ **کیا امام کے لئے منبر پر زکوٰۃ وعطیات اپنے لئے لینے کا سوال کرنا جائز ہے:**

سوال: امام صاحب نے مسجد کمیٹی کی اجازت کے بغیر جمعہ کی نماز کے بعد اعلان کر دیا کہ وہ مسجد کے مقروض ہیں اور وہ اور لوگوں کے بھی مقروض ہیں اور اس وقت ان کے حالات قابل رحم ہیں، لہذا وہ درخواست کرتے ہیں کہ زکوٰۃ، عطیات اور فطرے سے ان کی مدد کی جائے اور انہوں نے اپنے آدمی مسجد کے دروازوں پر بیٹھا دیئے، کیا امام صاحب کے لیے اس طرح کی اپیل کرنا جائز ہے؟

الجواب

مسجد کے امام کا اس قسم کا اعلان کرنا، جو آپ نے ذکر کیا ہے، نہایت ذلت کی بات ہے، اللہ تعالیٰ کسی پر برا وقت نہ لائے، میرا عقیدہ تو یہ ہے کہ امام کا بھوکوں مر جانا، اس قسم کے ذلت آمیز سوال سے بہتر ہے، باقی اہل محلّہ اور اہل مسجد کو امام کی ضروریات کا خود ہی خیال رکھنا چاہئے۔ (اگر وہ مستحق زکوٰۃ یعنی آٹھ صنفوں میں سے کسی ایک صنف میں داخل ہے تو وہ زکوٰۃ لے سکتا ہے، اگر اس کو زکوٰۃ دے دیا تو زکوٰۃ دینے والے کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، البتہ مسجد میں اس طرح کا اعلان کرنا مناسب نہیں ہے، عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من سمع رجلا ينشد ضالة في المسجد فليقل لا ردها الله عليك فإن المساجد لم تبن لهذا. (صحيح لمسلم، باب النهي عن نشد الضالة في المسجد، رقم الحديث: ۵۶۸، انيس) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۴۳۱/۳)

(۲) وهذا ما قلنا في قوله تعالىٰ ﴿إنما الصدقات للفقراء﴾ أنه ينفي وجوب الصدقات للأغنياء، الخ. (شرح مختصر الطحاوي للجصاص، باب القسامة: ۳۹/۶، دار البشائر الإسلامية، انيس)

وأما الذي يرجع إلى المؤدى إليه فأنواع: منها أن يكون فقيرا فلا يجوز صرف الزكاة إلى الغني إلا أن يكون عاملاً عليها، الخ. (بدائع الصنائع، فصل الذي يرجع إلى المؤدى إليه: ۴۳/۲، دار الكتب العلمية، انيس)

(۳) عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: كل شيء من لهو الدنيا باطل،　==

مسلمان کو تہمت لگانا اور ذلیل کرنا اور عیب جوئی کرنا حرام ہے،(۱) مرتکب ایسے امور کا فاسق ہے، لائق امام بنانے کے نہیں ہے۔ شامی وغیرہ کتب فقہ میں ہے کہ امام بنانا فاسق کا حرام ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے؛ کیوں کہ فاسق واجب الاہانۃ ہے اور امام بنانے میں اس کی تعظیم ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۳/۱۲۲-۱۲۳)

== إلا ثلاثة انتضالك بقوسك وتأديبك فرسك وملاعبتك أهلك فإنها من الحق. (المستدرك للحاكم، كتاب الجهاد (ح: ۲۴۶۸) قال الذهبي: على شرط مسلم. ج: ۲/ص: ۱۰۴، دار الكتب العلمية بيروت. انيس)

قوله: (كره كل لهو) أي كل لعب وعبث، إلخ، شامل لنفس الفعل، واستماعه كالرقص والسخرية والتصفيق وضرب الأوتار من الطنبور والبربط والرباب والقانون والمزمار والصنج والبوق، فإنها كلها مكروهة لأنها زي الكفار، واستماع ضرب الدف والمزمار وغير ذلك حرام، وإن سمع بغتةً يكون معذوراً ويجب أن يجتهد أن لا يسمع، قهستاني. (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۳۹۵، دار الفكر بيروت، انيس)

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشتَرِى لَهوَ الحَديثِ لِيُضِلَّ عَن سَبيلِ اللَّهِ بِغَيرِ عِلمٍ وَيَتَّخِذها هُزُوًا أُولٰئِكَ لَهُم عَذابٌ مُهينٌ﴾ (سورة لقمان: ۶)

جمہور صحابہ وتابعین اور عام مفسرین کے نزدیک لہوالحدیث عام ہے، جس سے مراد گانا بجانا اور اس کا ساز وسامان ہے اور ساز وسامان، موسیقی کے آلات اور ہر وہ چیز جو انسان کو خیر اور بھلائی سے غافل کردے اور اللہ کی عبادت سے دور کردے، اس میں ان بدبختوں کا ذکر ہے، جو کلام اللہ سننے سے اعراض کرتے ہیں اور ساز وموسیقی، نغمہ وسرور اور گانے وغیرہ خوب شوق سے سنتے اور ان میں دلچسپی لیتے ہیں، خریدنے سے مراد بھی یہی ہے کہ آلاتِ طرب وشوق سے اپنے گھروں میں لاتے ہیں اور پھر ان سے لطف اندوز ہوتے ہیں، لہوالحدیث میں بازاری قصے کہانیاں، افسانے، ڈرامے، ناول اور سنسنی خیز لٹریچر، رسالے اور بے حیائی کے پرچار کرنے والے اخبارات سب ہی آجاتے ہیں اور جدید ترین ایجادات، ریڈیو، ٹی وی، وی سی آر، ویڈیو فلمیں، ڈش انٹینا وغیرہ بھی، اگر ان لہوولعب کا کام لیا جاتا ہے اور اگر صرف خبریں سناتی ہیں تو جائز ہے۔ (انیس)

(۱) ﴿من يكسب خطيئة او اثما ثم يرم به بريئا فقد احتمل بهتانا واثما مبينا﴾ (سورة النساء: ۱۱۲)

عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "اجتنبوا السبع الموبقات، قالوا يا رسول الله وماهن؟ قال الشرك بالله والسحر وقتل النفس التي حرم الله الا بالحق واكل الربا واكل مال اليتيم والتولي يوم الزحف وقذف المحصنات الغافلات المؤمنات". (صحيح البخاري، كتاب بدء الخلق (ح: ۲۷۶۶)/الصحيح لمسلم، باب بيان الكبائر وأكبرها (ح: ۸۹) انيس)

﴿يا ايها الذين آمنوا لا يسخر قوم من قوم عسى ان يكونوا خيرا منهم ولا نساء من نساء عسى ان يكن خيرا منهن﴾ (سورة الحجرات: ۱۱)

﴿ولا تجسسوا ولا يغتب بعضكم بعضا، ايحب احدكم ان ياكل لحم اخيه ميتا فكرهتموه، واتقوا الله ان الله تواب رحيم﴾ (سورة الحجرات: ۱۲)

(۲) ويكره إمامة عبد، إلخ، وفاسق (الدر المختار)

من الفسق: و هو الخروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر، إلخ، بل مشٰى في شرح المنية علٰى أن كراهة تقديمه كراهة تحريم. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵۲۳، ظفير) (مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

اسقاط لینے والے مالدار امام کی امامت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک پیش امام کی آمدنی فصلات کے عشر کے علاوہ اجرت امامت بھی ہے اور سالانہ آمدنی گزارہ سے بڑھ کر غلہ مکئی فروخت بھی کرتا ہے، نیز ٹیلر ماسٹر بھی ہے، کیا ایسے امام کے لیے دائرہ حیلہ اسقاط میں بیٹھنا جائز ہے؟ اگر نہیں تو کیا اس کے پیچھے نماز پڑھنا افضل ہے، یا اکیلے پڑھنا؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: محمد شفیع، سورجال راولپنڈی، ۱۹۶۹/۳/۱۷ء)

الجواب

اگر امام غنی ہو تو اس کے لیے دائرہ اسقاط (۱) میں بیٹھنا جائز نہیں ہے، (۲) اور حیلہ کے بعد اسقاط لینا جائز ہے اور باوجود غنی ہونے کے اگر فدیہ لیتا ہو، دائرہ اسقاط میں بیٹھا ہو تو اس کے پیچھے اقتدا مکروہِ تحریمی ہے؛ لیکن اقتدا انفراد سے بہت افضل ہے۔ (۳) وہو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲/۴۱۵)

☆ ☆ ☆

(۱) کچھ علاقوں میں رواج ہے کہ میت کو جنازہ گاہ لے جاتے وقت کچھ سامان اور رقم بھی میت کے ساتھ لے جاتے ہیں، جنازہ کے بعد اس سامان اور رقم کے اردگرد جنازہ میں شامل افراد بیٹھ جایا کرتے ہیں اور اس پر قرآن مجید رکھ کر ایک دوسرے کو بخشتے ہیں، پھر رقم اور سامان لوگوں میں تقسیم کر دیتے ہیں، اس عمل سے یہ سمجھتے ہیں کہ میت کی بخشش ہوگئی، اسی کو دائرہ اسقاط کہتے ہیں۔ قرآن وحدیث، ائمہ اربعہ کے علاوہ اسلاف میں سے کسی سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا ہے، یہ بدعت ومنکر عمل ہے، اس سے اجتناب کرنا ضروری ہے، مرنے کے بعد صدقہ وخیرات کرنے سے گناہوں کے معاف ہونے کی امید کرنی چاہیے۔ انیس

(۲) قال العلامة مرغيناني: ولاتدفع إلٰى غنى لقوله صلى الله عليه وسلم لايحل الصدقة لغنى، وهو باطلاقه حجة علٰى الشافعي رحمه الله في غنى الغزاة وكذاحديث معاذرضى الله عنه علٰى مارويناء قال العلامة ابن الهمام: أخرج أبوداؤد والترمذى عن ابن عمرعنه عليه السلام: لاتحل الصدقة لغنى ولالذى مرة سوى، حسنه الترمذى. (الهداية مع فتح القدير: ۲/۲۰۸، باب من يجوزدفع الصدقة إليه ومن لا يجوز)((سنن أبى داؤد عن عبد الله بن عمرو، باب من يعطى من الصدقة وحد الغنى (ح: ۱۷۵٤)/والترمذى، باب من لاتحل له الصدقة (ح: ٦٥٢)انيس)

(۳) قال الحصكفي: صلٰى خلف فاسق أومبتدع نال فضل الجماعة. (الدرالمختار)قال ابن عابدين: أفاد الصلاة خلفهماأولٰى من الإنفراد. (الدر المختارمع ردالمحتار: ۱/٤۱٥، باب الإمامة)

دعوتوں میں شرکت کرنے والے کی امامت

امام کا غیر مسلم کے گھر میت کا کھانا کھانا:

سوال: آندھراپردیش میں ہندوؤں کی آبادی زیادہ ہونے کی وجہ سے ہندو مسلمان ملے جلے رہتے ہیں اور ایک دوسرے کی تقریب میں شریک ہوتے ہیں، ایک مشہور ہندو رئیس کی موت پر ان کے ورثا نے اپنی قوم کے ساتھ مسلمانوں کو بھی کھانے پر بلایا، امام صاحب اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ دعوت میں تشریف لے گئے اور کھا کر واپس آ گئے، اس کھانے میں جو دس دن کے بعد کھلایا جاتا ہے، برہمن منتر پڑھتے ہیں، کیا مسلمانوں کے لیے ہندو موتہ کا کھانا جائز ہے، ایسا شخص امامت کے قابل رہتا ہے، یا مرتد ہو جاتا ہے، کیا کوئی حرام حلال جان کر بھی مسلمان رہ جاتا ہے؟

هو المصوب

بشرط صحت واقعہ دریافت کردہ صورت میں شخص مذکور کا عمل فسق کے دائرہ میں ہوا اور فاسق کی امامت مکروہ ہے؛ تا آنکہ اس عمل سے توبہ نہ کرلے۔(۱)

تحریر: محمد مستقیم ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۳۶۶/۲)

جو امام غلط دعوتوں میں شریک ہو ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک دولت مند مسلمان جامع مسجد کے پیش امام کے پاس آئے اور ان کو ساتھ لے کر اپنے مکان پر لے گئے، اس کے بعد محلّہ کے ایک ایماندار آدمی کو بلائے، ان دونوں آدمیوں کے سامنے بہ ہوش وحواس اپنی بیوی کو جو دس بچوں کی ماں ہے، طلاق دے دیا، اس کی برادری نے پیش امام سے دریافت کیا کہ اس نے صحیح طلاق دے دیا، پیش امام نے بتایا کہ طلاق دے دیا اور طلاق ہوگئی، وہ شخص بلا حلالہ کئے ہوئے اپنی بیوی کو جو طلاق کے بعد بیوی نہیں رہی، اسے اپنے مکان میں رکھ لیا، پیش امام کی

(۱) ویکرہ تنزیھًا إمامة عبد ... وفاسق وأعمٰی. (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۲۹۸/۲)

قولہ: (فاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من یرتکب الکبائر کشارب الخمر، والزانی وآکل الربٰو ونحو ذلک. (الدرالمحتار: ۲۹۸/۲) (کتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

شہادت پر برادری والوں نے اس شخص کو برادری سے خارج کردیا، ایک سال کے بعد اسی شخص نے مسلمانوں کو دعوت دی، کچھ لوگ دولت مند سمجھ کر اس کے یہاں کھانا کھائے، سمجھدار لوگوں نے کھانے سے انکار کردیا، مگر پیش امام صاحب نے ان کے یہاں کھانا کھایا، کیا پیش امام کے لیے یہ کھانا جائز ہے، پیش امام صاحب کے محلے میں ایک ہندو کی ترہی پڑی، وہ انسان سودخور بھی تھا، اس میں پیش امام صاحب شریک ہوکر پوڑی کچوڑیاں اڑائیں، کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

مذکور فی السوال امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔

"لقوله عليه الصلاة والسلام : "صلوا خلف كل بر وفاجر". (مراقی الفلاح، ص: ١٦٥)/ أبو داؤد: ١/٣٤٣)/نصب الراية: ٢/٢٦)(١)

امام صاحب کو سمجھائیں کہ اس انداز کی دعوتوں میں شرکت نہ کیا کریں، شفقت و محبت سے سمجھانے پر ان شاء اللہ اثر ہوگا، ویسے امام کو رکھنے اور نہ رکھنے کا اختیار نمازیوں کو ہوتا ہے، باہم صلاح و مشورہ سے کام لیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی (حبیب الفتاویٰ: ۱/۶۱-۶۲)

رسوم ادا کرنے والے کی جو دعوت کھائے، اس کی امامت کا کیا حکم ہے:

سوال: زید جو عالم سند یافتہ اور ہمارے یہاں امام جامع بھی ہے، ایک ایسی بارات میں جس میں آتش بازی، انگریزی باجہ وغیرہ ممنوعات شرعی وغیرہ تھے، شریک ہوئے اور کھانا وغیرہ کھایا، شریعت غرّا ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنے میں کیا حکم دیتی ہے، اس کو توبہ کرنا چاہیے، یا نہ؟

الجواب ــــــــــــــــ

اس بارہ میں درمختار میں یہ تفصیل کی ہے کہ اگر ایسی بارات اور ولیمہ میں جانے اور شریک ہونے سے پہلے علم نہ تھا کہ وہاں ایسے امور منکرہ ہیں تو اگر وہ مقتدا شخص ہے تو اس کو وہاں ٹھہرنا اور شریک نہیں ہونا چاہیے اور اگر مقتدا نہیں ہے تو دل سے برا سمجھتا رہے اور کھانا وغیرہ کھالیوے اور اگر جانے سے پہلے خبر ہوجائے تو ہرگز شریک نہ ہو۔ (۲)

---

(١) مراقی الفلاح، باب الإمامة/سنن الدارقطني، باب صفة من تجوز الصلاة معه (ح:١٧٦٨)

عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الصلاة المكتوبة واجبة خلف كل مسلم براً كان أو فاجراً وإن عمل الكبائر. (سنن أبي داؤد، باب إمامة البر والفاجر (ح:٥٩٤) انیس)

(٢) ولو دعي إلى دعوة فالواجب أن يجيبه ،إلخ، إذا لم يكن هناك معصية، ولا بدعة، إلخ، والامتناع أسلم في زماننا إلا إذا علم يقيناً بأنه ليس فيها بدعة، ولا معصية، إلخ، لا يجيب دعوة الفاسق المعلن. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر: ٥/٣٠٥، ظفير)

پس صورت مسئولہ میں امام مذکور کو توبہ کرنی چاہیے اور بعد توبہ کے نماز اس کے پیچھے بلا کراہت صحیح ہے۔

جاء في الحديث :"التائب من الذنب كمن لا ذنب له". (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۶۱/۳)

مرتد عورت کی دعوت کھانے والے امام کا حکم:

سوال: ایک عورت مرتد ہوگئی، جو حالت اسلام میں فاجرہ تھی اور حالت ارتداد میں بھی فاجرہ ہے، اس نے ایک ضیافت میں اپنے ہم مذہب لوگوں کو کھلایا اور دو مسلمانوں کے کھلانے کے لیے بھی ایک بکری وغیرہ دی، اگر کوئی مولوی کھاوے تو اس کی اقتدا جائز ہوگی، یا نہیں؟

الجواب

امام کو ایسا کھانا نہ کھانا چاہیے تھا، اس کو چاہیے کہ اس فعل سے توبہ کرے، (۲) اور بعد توبہ کے اقتدا اس کی درست ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۱۳/۳-۱۱۴)

منکرات سے بھرپور دعوتِ ولیمہ میں شریک ہونے والے امام کی اقتدا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک دفعہ نماز جمعہ کے بعد گاؤں والوں نے اتفاق کیا کہ جو آدمی شادی میں گانا بجانا لائے گا اور طوائف کو ڈانس وغیرہ کے لیے بلائے گا تو ان کی دعوت ولیمہ میں شرکت نہیں کی جائے گی، بعد میں ایک شخص نے اس کا ارتکاب کیا، جس میں اکثر لوگ شامل نہیں ہوئے؛ لیکن بعض لوگ شامل ہو گئے اور ان کی وجہ سے امام صاحب نے بھی دعوت ولیمہ میں شرکت کی، اب لوگ اس امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے ہیں، ایسے شخص کی امامت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: مولوی گل زماں، راولپنڈی، ۱۹۸۷ء)

الجواب

اس امام میں دینی حمیت اور غیرت نہیں ہے اور جنہوں نے شرکت نہیں کی ہے، ان میں دینی حمیت اور غیرت موجود

(۱) مشکوۃ ،باب التوبة والاستغفار،الفصل الثالث،ص: ۲۰۶،ظفیر (رقم الحديث: ۲۳۶۳)/سنن ابن ماجة، باب ذكر التوبة (ح: ۴۲۵۰)/الدعاء للطبراني،باب قول النبي صلى الله عليه وسلم:التائب من الذنب،الخ (ح: ۱۸۰۷)/ مسند الشهاب القضاعي،التائب من الذنب كمن لا ذنب له (ح:۱۰۸)/شعب الإيمان،معالجة كل ذنب بالتوبة (ح: ۶۷۸۰)انیس)

(۲) سئل الفقيه أبوجعفر عمن اكتسب ماله من أمراء السلطان وجمع المال من أخذ الغرامات المحرمات وغيرذلك هل يحل لمن عرف ذلك أن يأكل من طعامه؟قال:"أحب إليّ أن لا يأكل منه"إلخ. (ردالمحتار،باب زكوة الغنم، مطلب في التصدق من المال الحرام: ۲ / ۳۵ ، ظفير)

ہے،(۱) پس اگر یہ امام اپنے فعل پر نادم ہو(۲) تو لوگوں پر ضروری ہے کہ اس کے پیچھے نماز پڑھیں اور اپنے آپ کو امامت اور جماعت کی ثواب سے محروم نہ کریں۔(۳) وھو الموفق (فتاویٰ فریدیہ:۳۹۲/۲)

فاسق کے گھر سے کھانے والے کی امامت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام صاحب ایسے آدمی کے گھر سے کھاتا پیتا ہو، جو دائمی نماز نہ پڑھنے والا ہے، بدمعاش اور ظالم ہے، ہر ناجائز کام میں پیش پیش ہوتا ہے تو اس کھانے والے امام کی امامت صحیح ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: ایک مسلمان بھائی کوہاٹ، ۱۹۸۷/۷/۲۹ء)

الجواب

حرام خوری موجبِ فسق ہے؛(۴) لیکن کافر، یا فاسق کے گھر سے کھانا مفسق نہیں ہے۔

لأنه النبی صلی اللّٰه علیه وسلم أجاب دعوة یهود خیبر.(۵)

صحت امامت کے لیے پابند نماز کا خوراک کھانا شرط نہیں ہے، کسی امام نے اس کو شرط قرار نہیں دیا ہے۔ وہوالموفق

(فتاویٰ فریدیہ:۳۹۷/۲۔۳۹۸)

(۱) قال العلامة الحصکفی: دعی الٰی ولیمة وثمة لعب أوغناء أکل لوالمنکرفی المنزل فلوعلی المائدة لاینبغی أن یقعد بل یخرج معرضاً لقوله تعالٰی:﴿فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظالمین﴾فإن قدرعلٰی المنع فعل وإن لم یقدرصبر إن لم یکن ممن یقتدیٰ به فإن کان مقتدیٰ ولم یقدرعلٰی المنع خرج ولم یقعد لأنه فیه شین الدین، إلخ.(الدر المختار علٰی هامش ردالمحتار: ۲۴۵/۵،کتاب الحظروالإباحة)

(۲) عن عبد اللّٰه بن مسعود رضی اللّٰه عنه قال:قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم:" التائب من الذنب کمن لاذنب له"،رواه ابن ماجة والبیهقی فی شعب الإیمان ...وفی شرح السنة روی عنه موقوفاً قال: الندم توبة والتائب کمن لاذنب له.(مشکٰوة المصابیح: ۲۰۶/۱،باب الاستغفار)

(۳) عن ابن عمررضی اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم:"صلاة الجماعة تفضل صلاة الفذ بسبع و عشرین درجةً.متفق علیه.(مشکٰوة المصابیح: ۹۵/۱،باب الجماعة وفضلها)

(۴) قال العلامة ابن عابدین:قوله:(وفاسق)من الفسق:وهوالخروج عن الاستقامة ولعل المراد به من یرتکب الکبائر کشارب الخمروالزانی وآکل الرباونحوذلک.(ردالمحتارعلٰی هامش الدرالمختار: ۴۱۴/۱،قبیل مطلب البدعة،خمسة أقسام)

(۵) عن جابرأن یهودیة من أهل خیبرسمت شاة مصلیة ثم أهدتها لرسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فأخذ رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم الذراع فأکل منها وأکل رهط من أصحابه معه فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ارفعوأیدیکم وأرسل إلی الیهودفدعاها فقال: سممت هٰذه الشاه،إلخ.{رواه أبوداؤد و الدارمی }(مشکٰوه المصابیح: ۵۴۱/۲،باب فی المعجزات)

وکان یوسف علیه السلام من بیت العزیز(قال اللّٰه تعالٰی :﴿وقال الذی اشتراه من مصرلامرأته أکرمی مثواه عسٰی أن ینفعنا أونتخذه ولداً،وکذالک مکنا لیوسف فی الأرض ولنعلمه من تأویل الأحادیث واللّٰه غالب علٰی أمره ولکن أکثرالناس لایعلمون﴾.(سورة یوسف : ۲۱)

تعویذ وجادو، ٹونا کرنے والے کی امامت

چڑھاوے کی چیز کھانے والے کی امامت درست ہے، یا نہیں:

سوال: جو شخص چڑھاوے کی اشیا کھاوے، اس کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟ اور اس کو قاضی بنایا جاوے، یا نہیں؟

الجواب

ایسا شخص جو کہ پابند شریعت نہ ہو اور بدعات میں مبتلا ہو اور چڑھاوے سے پرہیز نہ کرتا ہو، لائق امام بنانے کے نہیں ہے، (۱) اور اس کو قاضی بھی نہ بنایا جاوے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۲۰/۳)

تعویذات میں لگ کر وقت پر امامت نہ کرنے والے کا شرعی حکم:

سوال: ہمارے محلے کی دوسری مسجد کا پیش امام جماعت کے وقت کی پابندی نہیں کرتا ہے، چوبیس گھنٹے تعویذ لکھنے، دَم کرنے کی بھاگ ڈور میں لگا ہوا ہے، محرم اور غیر محرم عورتوں کے جھرمٹ میں جا بیٹھتا ہے، ظہر کی نماز ہر روز دیر سے آکر پہلے جماعت پڑھاتا ہے، اس کے بعد سنتیں پڑھتا ہے، اسی وجہ سے چند آدمی اس مسجد کو چھوڑ کر اب دوسری مسجد میں نماز پڑھنے جاتے ہیں، پیش امام کو کئی دفعہ سمجھایا ہے کہ نماز کے وقت کی پابندی کرو؛ لیکن وہ اپنے تعویذ لکھنے میں لگا ہے، اس بارے میں تفصیل سے جواب دیں کہ آیا وہ امامت کے قابل ہے، یا نہیں؟

الجواب

یہ شخص اس لائق نہیں کہ اس کو امام رکھا جائے، اس کو تبدیل کر دینا چاہیے۔ (۲) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۴۴۴/۳-۴۴۵)

---

(۱) ویکره إمامة عبد (إلٰی قوله) ومبتدع: أی صاحب بدعة. (الدر المختار علٰی هامش ردالمحتار، باب الإمامة، مطلب البدعة خمسة أقسام: ۵۲۳/۱، ظفیر)

(۲) ویکره تقدیم ... الفاسق ...، إلخ. (فتح القدیر: ۲۴۷/۱)

عن أبی هریرة قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: إن أثقل علی المنافقین صلاة العشاء وصلاة الفجر ولو یعلمون ما فیهما لأتوهما ولو حبواً ولقد هممت أن آمر بالصلاة فتقام ثم آمر رجلا فیصلی بالناس ثم أنطلق معی برجال معهم حزم من حطب إلی قوم لا یشهدون الصلاة فأحرق علیهم بیوتهم بالنار. (الصحیح لمسلم، باب فضل صلاة الجماعة وبیان التشدید (ح: ۶۵۱) / صحیح البخاری، باب وجوب صلاة الجماعة (ح: ۶۴۴) انیس)

دعا تعویذ کرنے والے کی امامت:

سوال: ہمارے گاؤں میں دو امام صاحب جھاڑ پھونک کو تجارت بکثرت بنا رکھا ہے، جھاڑ پھونک میں سفلی کا استعمال کرتے ہیں اور مرغ کے خون کا استعمال کرتے ہیں، جب میں نے ان سے پوچھا کہ یہ تو حرام ہے تو جواب میں کہا کہ سفلی کی کاٹ سفلی سے کرتے ہیں، اگر اس طرح کا کوئی عمل کرتے ہیں تو یہ کیا جائز ہے کہ نہیں؟ اور کیا ان کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں، یا نہیں؟ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ دین کے حساب سے چلے تو گھر کا خرچ کیسے چلائے؟

هو المصوب

سفلی عمل جائز نہیں ہے، ان کی امامت مکروہ ہے۔(۱)

تحریر: محمد ظہور ندوی (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۳۸۹/۲) ☆

(۱) وتلک الرقی المنهی عنها التی یستعملها المعزم وغیره ممن یدعی تسخیر الجن له فیاتی بأمور مشتبهة مرکبة من حق وباطل یجمع إلیٰ ذکر الله وأسمائه مایشوبه من ذکر الشیاطین والاستعانة بهم والتعوذ بمر دتهم. (فتح الباری: ۲۴۲/۱)((باب الرقیٰ بالقرآن والمعوذات، رقم الحدیث: ۵۷۳۵، انیس)

عن جابر بن عبد الله قال: خطبنا رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال: "یا أیها الناس توبوا إلیٰ الله ... ألا لا تؤمن امرأة رجلاً، ولا یؤم أعرابی مهاجراً ولا یؤم مؤمناً إلا أن یقهره بسلطان یخاف سیفه وسوطه". {رواه ابن ماجة} (إعلاء السنن: ۲۰۱/۷-۲۰۲) ابن ماجة، أبواب الصلاة، باب فرض الجمعة، انیس)

☆ تعویذ گنڈہ کی اجرت لینا کیسا ہے:

سوال (۱) زید ایک مسجد میں امامت کے فرائض انجام دیتا ہے، جس کی اسے باقاعدہ اجرت دی جاتی ہے اور رہائش کے لئے کمرہ بھی دے رکھا ہے، متولی صاحب اور دیگر منتظمہ کمیٹی امام صاحب کی دیگر ضروریات کا بھی خیال رکھتے ہیں، پھر اس کے باوجود زید جو مسجد کا امام ہے، کیا اس کا مسجد میں بیٹھ کر تعویذ گنڈا کرنا درست ہے؟ تعویذ لینے والوں کی اکثریت ہمارے غیر مسلم بھائی اور ان کی عورتیں ہی ہوتی ہیں، جنہیں پاکی ناپاکی سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا اور پھر صحن مسجد سے گزر کر ہی امام صاحب سے ملایا جا سکتا ہے، کیا ایسے امام کی امامت میں نماز ادا کرنا درست ہے؟

(۲) تعویذ گنڈہ کی اجرت لینا کیسا ہے؟ جو شخص تعویذ گنڈا کی اجرت لیتا ہو پھر امامت کے فرائض انجام دیتا ہے، کیا اس کے پیچھے نماز ادا کرنے میں کوئی کراہت نہیں ہے؟

(۳) امام صاحب اپنے تعویذ گنڈے کی کمائی سے فارم ہاؤس اور کئی مکانات کے مالک ہیں، پھر اس کے باوجود مسجد کے حجرہ میں خود اور اپنی تمام فیملی کو رکھتے ہیں، جن میں ان کی اولاد اور ان کی بیویاں اور بچے بھی ہیں، بچے نمازیوں کے سامنے سے دوڑ بھاگ کرتے ہیں اور مسجد کا غسل خانہ جو نمازیوں اور امام صاحب کے استعمال کے لیے ہے، ان کے بچے اور گھر کی عورتیں استعمال کرتی ہیں، جن کا راستہ مسجد میں سے گزرنے کے بعد ہی غسل خانہ تک پہنچتا ہے، کیا امام صاحب کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے ساتھ اپنی پوری فیملی کو بغیر متولی اور منتظمہ کمیٹی کی اجازت کے رکھیں؟ کیا متولی اور منتظمہ کمیٹی کو شریعت اجازت دیتی ہے کہ وہ ایسے امام اور ان کے اہل وعیال کو مسجد اور ان کی رہائش گاہ سے دستبردار کر دے؟ ==

تعویذ گنڈہ کو پیشہ بنانا کیسا ہے:

سوال: ہمارے شہر میں ایک مسجد کے امام صاحب جو عالم بھی ہیں اور مفتی بھی، گھر گھر جا کر تعویذ گنڈے اور فلیتے باندھتے ہیں، کیا ایک امام، جو عالم بھی ہو اور مفتی بھی ہو، اس طرح کے کام کر سکتے ہے، کیا ان کی امامت درست ہے؟ کیا ان کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں، شرعی نقطۂ نظر سے واضح کریں؛ تاکہ سادہ لوح مسلمانوں کو ان کے ہتھکنڈوں سے بچایا جا سکے؟

هو المصوب

تعویذ اگر قرآنی آیات سے دی جارہی ہو تو شرعاً اس کی گنجائش ہے،(۱) البتہ مستقل یہ پیشہ اختیار نہیں کرنا چاہیے؛ تاہم اس وجہ سے امامت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، نماز درست ہوگی۔

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء:۲/۳۹۳)

==

هو المصوب

(۱) تعویذ اور گنڈا جائز طریقہ پر بھی ہوتا ہے اور ناجائز طریقہ بھی اختیار کیا جاتا ہے۔(اختلف فی الإسترقاء بالقرآن نحوأن يقرأعلى المريض والملدوغ أويكتب فی ورق ويعلق أو يكتب فی طست فيغسل ويسقى المريض فاباحه عطاء ومجاهدوأبوقلابة وكره النخعی والبصری، كذا فی خزانة الفتاویٰ.(الفتاویٰ الهندية: ۳۵۶/۵)((الباب الثامن عشرفی التداوی والمعالجات وفيه العزل وإسقاط الولد،انيس) جو لوگ پیشہ کے طور پر کرتے ہیں، وہ غلط طریقہ پر کرتے ہیں؛ اس لیے ان کی امامت مکروہ ہے۔

(۲) جو پیشہ وارانہ طریقہ پر کرتے ہیں اور اجرت لیتے ہیں، ان کی امامت مکروہ ہے اور اجرت بھی درست نہیں ہے۔
(الأصل أن كل طاعة يختص بها المسلم لا يجوز الإستئجار عليها عندنا لقوله عليه الصلاة والسلام:اقرء وا القرآن ولا تأكلوا به،وفی آخر ما عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى عمرو بن العاص:وإن اتخذت مؤذنا فلاتأخذ على الأذان أجراً،ولأن القربة متى حصلت وقعت على العامل ولهذا تتعين أهليته فلايجوز له الأجرة من غيره كما فی الصوم والصلاة،هداية، ... قال فی الهداية:وبعض مشايخنا استحسنوا الإستئجار على تعليم القرآن اليوم لظهور التوانی فی الأمور الدينية،ففی الإمتناع تضييع حفظ القرآن وعليه الفتوىٰ وقد اقتصر على استثناء تعليم القرآن أيضا فی متن الكنز ومتن مواهب الرحمن وكثير من الكتب وزاد فی مختصر الوقاية ومتن الإصلاح:تعليم الفقه،وزاد فی متن المجمع: الإمامة،ومثله فی متن الملتقى ودررالبحار.(ردالمحتار، كتاب الإجارة،مطلب فی الإستئجار على الطاعات: ۵۵/۶، دارالفكر،انيس)

(۳) امام کو بغیر اجازت متولی اور منتظمہ کمیٹی کی اجازت کے بغیر فیملی کو رکھنے کا اختیار نہیں ہے، خلاف کرنے کی صورت میں ایسے امام کو سبکدوش کیا جا سکتا ہے۔

تحریر: محمد ظہور ندوی (فتاویٰ ندوۃ العلماء:۲/۳۹۰)

(۱) أن النبی صلى الله عليه وسلم كان ينفث علىٰ نفسه فی المرض الذی مات فيه بالمعوذات،فلما ثقل كنت أنفث عليه بهن،وأمسح بيد نفسه لبركتها فسألت الزهری: كيف ينفث؟قال:كان ينفث علىٰ يديه،ثم يمسح بهماوجهه.(صحيح البخاری، كتاب الطب،باب الرقى بالقرآن و المعوذات، ح:۵۷۳۵) ==

تعویذ فروش کی امامت:

سوال: زید ایک مسجد میں امام ہے، ساتھ ہی تعویذ بھی بیچتا ہے، اس کی اقتدا میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

زید کی امامت صحیح ہے؛ کیوں کہ تعویذ دے کر پیسے لینا شرعاً جائز ہے۔(۱) فقط واللہ اعلم

بندہ اصغر علی عفا اللہ عنہ، خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح: بندہ محمد عبداللہ غفرلہ، خیر المدارس ملتان۔ (خیر الفتاویٰ:۳۴۹/۲)

تعویذات کے ذریعہ علم یقینی کے قائل کی امامت کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں! کسی آدمی نے مولوی صاحب سے پوچھا کہ مجھے کیا ہے؟ مولوی صاحب نے فرمایا: تیرے ساتھ ایک فقیر رہتا ہے اور دوسال تک رہے گا، پھر چلا جائے گا اور تیری طبیعت ٹھیک ہوجائے گی، تعویذ لے جاؤ، پھر چند دنوں کے بعد ایک آدمی نے مولوی صاحب سے پوچھا: یہ کس طرح معلوم کیا ہے کہ تیرے ساتھ فقیر رہتا ہے؟ مولوی صاحب نے جواب دیا: میرا فنی علم ہے، یہ ایک فن ہے، جس سے معلوم کر لیتا ہوں اور کسی آدمی کو کہنا کہ تجھے فلاں مرض ہے، تعویذ لے جاؤ، خیر ہوجائے گی اور بیمار آدمی کو قبروں پر بھیجنا اور زبان سے کہنا کہ میرا عقیدہ ہے کہ قبر والوں سے جسمانی اور روحانی فائدہ حاصل ہوتا ہے اور حلفیہ کہنا کہ میں

== واختلف فی الإسترقاء بالقرآن نحو أن یقرأ علی المریض والملدوغ أو یکتب فی ورق ویعلق أو یکتب فی طست فیغسل و یسقی المریض فأباحه عطاء ومجاهد وأبو قلابة و کرهه النخعی والبصری، کذا فی خزانة الفتاوٰی. (الفتاوی الهندیة: ۳۵۶/۵) (الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات وفیه العزل وإسقاط الولد، انیس)

(۱) عن ابن عباس: أن نفرا من أصحاب النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم مروا بماءٍ فیهم لدیغ أو سلیم، فعرض لهم رجل من أهل الماء فقال: هل فیکم من راق إن فی الماء لدیغا أو سلیما فانطلق رجل منهم فقرأ بفاتحة الکتاب علی شاء فبرأ فجاء بالشاء إلی أصحابه فکرهوا ذلک وقالوا: أخذت علی کتاب اللّٰہ أجراً حتی قدموا المدینة فقالوا: یا رسول اللّٰہ! أخذ علی کتاب اللّٰہ أجراً فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: إن أحق ما أخذتم علیه أجراً کتاب اللّٰہ. (صحیح البخاری، باب الشرط فی الرقیة بقطیع من الغنم (ح: ۵۷۳۷)/الصحیح لمسلم، باب جواز أخذ الأجرة علی الرقیة (ح: ۲۲۰۱) انیس)

عن خارجة بن الصلت عن عمه: أنه مر بقوم فأتوه فقالوا: إنک جئت من عند هذا الرجل بخیر، فارق لنا هذا الرجل فأتوه برجل معتوه فی القیود فرقاه بأم القرآن ثلاثة أیام غدوة وعشیة وکلما ختمها جمع بزاقه ثم تفل فکأنما أنشط من عقال فأعطوه شیئا فأتی النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم فذکره له فقال النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم: کل، فلعمری لمن أکل برقیة باطل، لقد أکلت برقیة حق. (سنن أبی داؤد، باب فی کسب الأطباء (ح: ۳۴۲۰) انیس)

جانتا ہوں تو کہتا ہوں، اگر کوئی آدمی گم ہو جائے تو اس کے بارے میں کہنا کہ فلاں جگہ ہے اور اس کے رشتہ دار وہاں سے پھر پھرا کر واپس آ گئے اور وہ آدمی وہاں نہیں ملتا، اگر اپنا جوتا گم ہو جائے، اس کا پتہ لگا نہیں سکتے، اگر جوتا مل بھی جائے تو جوتا لے جانے والے کو بھی معلوم نہیں کر سکتے، یہ باتیں دیکھ کر اور سن کر جماعت کے ساتھ میں نماز ادا نہیں کرتا؛ کیوں کہ مجھے شرک معلوم ہوتا ہے، آپ فرمائیں کہ یہ باتیں شرک ہیں، یا نہیں؟ اور اس جیسے امام کے پیچھے نماز ادا ہوتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

شخص مذکور مبتدع ہے، (۱) اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ وفقط واللہ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود: ۱۸۸/۲)

غلط اور ناجائز عملیات وتعویذات کرنے والے کی امامت کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک عامل صاحب نے مبلغ اڑھائی روپے وصول کر کے تعویذ دے دیا، یہ تعویذ ایک ایسے شخص نے حاصل کیا، جو ایک منکوحہ عورت سے راہ ورسم پیدا کرنا چاہتا ہے، جب کہ عورت اس شخص کے علاوہ کسی دوسرے شخص سے منکوحہ ہے، عامل نے ایک آسیب زدہ مسلمان عورت کے لیے برائے علاج فیتہ کے ہمراہ کتے کا پاخانہ جلا کر اس کا دھواں ناک کے ذریعہ چڑھانے کا حکم دے دیا، چھوٹے شیر خوار بچوں کے علاج کے سلسلہ میں تعویذ کے ہمراہ سات مختلف کنوؤں کا پانی منگوا کر استعمال کرنے کا حکم دیا، ایسے عامل صاحب کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے؟ کیا یہ گناہ کبیرہ کی تعریف سے باہر ہے؟

الجواب

(۱) صورت مسئولہ میں اگر واقعی یہ عامل اس قسم کے ناجائز عمل کرتا ہے اور کسی شخص کی درخواست پر غیر کی منکوحہ سے تعلق دوستی قائم کرنے کے بارے میں اس شخص کے لیے عمل کرتا ہے تو یہ عامل گنہگار مرتکب کبیرہ وفاسق ہے، امامت کے قابل نہیں، اسے امامت سے ہٹایا جائے۔ (۲)

---

(۱) عن عبد اللّٰہ بن عباس قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: أبی اللّٰہ أن یقبل عمل صاحب بدعة حتی یدع بدعته. (سنن ابن ماجة، باب اجتناب البدع والجدل (ح: ۵۰)/السنة لابن أبی عاصم، باب ماذکر عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم أنه قال: لا یقبل اللّٰہ عمل صاحب بدعة (ح: ۳۸) انیس)

(۲) منکوحة الغیر ومعتدته ومطلقته الثلاث بعد التزوج کالمحرم. (فتح القدیر، باب الوطء الذی یوجب الحد والذی لا یوجبه: ۲۶۰/۵، دارالفکر بیروت. انیس)

﴿والمحصنات من النساء﴾ معطوف علی قوله تعالیٰ: ﴿حرمت علیکم امهاتکم﴾ معناه: وحرمت المحصنات من النساء وذلک عبارة عن منکوحة الغیر ومعتدته فیکون نفیا لا نهیا. (أصول السرخسی، فصل فی بیان موجب الأمر فی حق الکفار: ۹۰/۱، دارالمعرفة بیروت)/ کذا فی الکافی شرح البزدوی: ۱۰۹۸/۳، مکتبة الرشد. انیس)==

(۲) نیز اس عامل کا آسیب زدہ کے لئے علاج فیتہ اور کتے کے پاخانہ کا دھواں آسیب زدہ کے ناک میں کرنا بھی ناجائز ہے۔(۱)

(۳) عامل کا چھوٹے شیر خوار بچوں کے علاج کے سلسلہ میں تعویذ کے ہمراہ سات مختلف کنوؤں کے پانی کے استعمال کا حکم دینا جائز ومباح ہے۔فقط واللہ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ (فتاویٰ مفتی محمود:۱۸۹/۲)

مسجد میں چماروں کو تعویذ دینے والے کی امامت:

سوال: ہماری مسجد میں ایک امام صاحب نے ایک شخص کو جس کی دو بیویاں تھیں تعویذ دے کر ایک بیوی کو طلاق دلا دی، نیز چماروں کو مسجد میں تعویذ دیتے ہیں، جس سے مسجد کی بے حرمتی ہوتی ہے۔امام کے والد اور چند لوگ انہیں وجوہات کی بنا پر ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے ہیں، کیا ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

بغیر شرعی ثبوت کے یہ کہنا: ''فلاں شخص نے تعویذ کے ذریعہ طلاق دے دی'' ناجائز اور گناہ ہے، (۲) جس طرح کہ شوہر اور بیوی کے درمیان جدائی کرادینا اور بلا وجہ شرعی طلاق ولوا دینا گناہ ہے، (۳) پس اگر مقتدیوں نے امام پر

== ﴿والمحصنات من النساء﴾ وهي معطوفة على قوله تعالىٰ: ﴿حرمت عليكم امهاتكم﴾ والمراد بها ذوات الأزواج.(الكافي شرح البزدوي،باب حكم الأمر والنهي في أضدادها:۱۲۰۱/۳،مكتبة الرشد.انيس)

(۱) عن سويد بن طارق أو طارق بن سويد أنه سأل النبي صلى الله عليه وسلم عن الخمر فنهاه ثم سأله فنهاه فقال له:يا نبي الله ! إنها دواء،فقال النبي صلى الله عليه وسلم:ولكنها داء.(سنن أبي داؤد،باب في الأدوية المكروهة (ح: ۳۸۷۳) معلوم ہوا کہ ناجائز وحرام اشیا سے علاج ومعالجہ درست نہیں ہے۔انیس

(۲) قال الله تعالىٰ:﴿يأيها الذين آمنوا اجتنبوا كثيراً من الظن إن بعض الظن إثم﴾.(الحجرات:۱۲)

"عن أبي هريرة رضي الله عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : "إياكم والظن ، فإن الظن أكذب الحديث". {متفق عليه}(مشكوة المصابيح،كتاب الآداب،باب ما ينهىٰ عنه من التهاجر والتقاطع : ۴۲۷/۲،قديمي) (الفصل الأول، رقم الحديث:۵۰۲۸،انيس)

(۳) قال تعالىٰ:﴿فيتعلمون منهما ما يفرقون به بين المرء وزوجه﴾(سورة البقرة:۱۰۲)

"وعن جابر بن عبد الله رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال:"أن الشيطان ليضع عرشه علىٰ الماء ثم يبعث سراياه في الناس،فأقربهم عنده منزلة أعظمهم عنده فتنةً،ويجئ أحدهم فيقول:ما زلت بفلان حتىٰ تركته وهو يقول كذا وكذا،فيقول إبليس:لا والله ما صنعت شيئاً.ويجئ أحدهم فيقول:ما تركته حتىٰ فرقت بينه وبين أهله،قال:فيقربه و يدنيه ويلتزمه،ويقول:نعم أنت".(تفسير ابن كثير: ۲۰۲/۱،دار الفيحاء دمشق)

بہتان لگایا ہے تو وہ توبہ کریں اور معافی مانگیں، آئندہ احتیاط رکھیں، (۱) مسجد میں ایسے شخص کو نہ آنے دیں، جس سے مسجد کی بے حرمتی ہوتی ہو، (۲) تعویذ کسی اور جگہ بیٹھ کر دیں، (۳) لوگوں میں لڑائی کرا دینا بھی گناہ ہے، (۴) اگر امام صاحب کا گناہ ثابت ہو جائے اور وہ توبہ نہ کریں تو وہ علاحدگی کے مستحق ہیں؛ (۵) تاہم مقتدی ترکِ جماعت نہ کریں۔ (۶)

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۷۸/۶-۷۹)

اس شخص کی امامت جس پر ایک شخص نے سفلی عمل کرنے کا الزام لگایا ہو:

سوال: ایک شخص قرآن شریف عمدہ پڑھتا ہے اور شریف آدمی ہے، غرض شہر بھر قابل امامت کے اس شخص کو جانتا ہے، صرف ایک شخص اس پر یہ الزام لگاتا ہے کہ یہ سفلی عمل پڑھتا ہے، وہ امام بالکل انکار کرتا ہے، اب یہ فرمایئے کہ جو شخص ایسے نیک امام پر کہ جس کو تمام بستی کے آدمی اچھا جانتے ہوں، الزام لگا دے، اس کی کیا سزا ہے؟

---

(۱) "أن لها (أی التوبة) ثلاثة أركان: الإقلاع والندم علٰی فعل تلک المعصية والعزم علٰی أن لايعود إليها أبداً، فان كانت المعصية لحق آدمی فلها ركن رابع وهو التحلل من صاحب ذلک الحق. وأصلها الندم وهو ركنها الأعظم. واتفقوا علٰی أن التوبة من جميع المعاصی واجبة وأنها واجبة علی الفور لايجوز تأخيرها سواءٌ كانت المعصية صغيرة أو كبيرة". (النووی علی الصحيح لمسلم، كتاب التوبة: ۲/ ۲۵٤، قديمی)

(۲) "ولايحفر فی المسجد بئر ماء ؛ لأنه لو حفر يدخل فيه النسوان والصبيان فيذهب حرمة المسجد". (فتاویٰ قاضی خان، كتاب الطهارة، فصل فی المسجد: ۱/ ٦٥، رشيدية)

(۳) "رجل يبيع التعويذ فی المسجد الجامع، ويكتب فی التعويذ التوراة والإنجيل والفرقان، و يأخذ عليه المال، ويقول: إدفع إلی الهدية، لايحل ذلک، كذا فی الكبریٰ، ويكره كل عمل من عمل الدنيا فی المسجد". (الفتاویٰ الهندية، كتاب الكراهية، الباب الخامس فی آداب المسسجد والقبلة والمصحف إلخ: ۵/ ۳۲۱، رشيدية)

(۴) قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿واعتصموا بحبل اللّٰه جميعاً ولا تفرقوا﴾. (سورة آل عمران: ۱۰۳)

وقال تعالیٰ: ﴿ولا تنازعوا فتفشلوا وتذهب ريحكم﴾. (سورة الأنفال: ٤۷)

(۵) "أن للأمة خلع الإمام وعزله بسبب يوجبه، مثل أن يوجد منه ما يوجب إختلال أحوال المسلمين وانتكاس أمور الدين، كما كان لهم نصبه وإقامته لانتظامها وإعلائها، وإن أدیٰ خلعه إلٰی فتنة احتمل إدنٰی المضرتين". (ردالمحتار، كتاب الجهاد، باب البغاة: ٤/ ٢٦٤، سعيد)

(٦) "و يكره إمامة عبد و أعرابی وفاسق وأعمٰی". (الدر المختار)

وقال ابن عابدين: "فان أمكن الصلاة خلف غيرهم، فهو أفضل وإلا فالاقتداء أولٰی من الانفراد". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/ ٥٥۹-٥٦۰، سعيد)

الجواب

جب کہ اس الزام وتہمت کا ثبوت نہ ہو، جوامام پر لگایا تو امامت اس کی بلا کراہت صحیح ہے، جھوٹا الزام لگانے والا فاسق ہے اور عاصی ہے، توبہ کرے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۱۵/۳)

جادو کرنے والے شخص کی اقتدا:

سوال: ایک شخص جادو اور منتر کے ذریعہ مال جمع کررہا ہے، بسا اوقات اس عمل کے دوران وہ غیر اللہ سے استعانت جیسے قبیح فعل کا بھی مرتکب ہوتا ہے، کیا ایسے شخص کی اقتدا جائز ہے، جب کہ کبھی کبھی موصوف اپنی غیب دانی کا بھی دعویٰ کرتا ہے؟

الجواب

نفس تعویذ کرنا از روئے شرع ممنوع نہیں، البتہ جادو کرنا اور استعانت میں غیر اللہ کے مشرکانہ الفاظ سے تعویذ کرنا، منتر پڑھنا ناجائز اور حرام ہے۔

قال ابن عابدين: قال في الخانية: إمرأة تضع آيات التعويذليحبها زوجها بعد ماكان يبغضها ذكرفي الجامع الصغير: أن ذٰلک حرام ولايحل،آه، وذكر ابن وهبان في توجيهه: أنه ضرب من السحر والسحر حرام،آه، ومقتضاه أنه ليس مجرد كتابة آيات،بل فيه شئ زائد ، قال الزيلعي: وعن ابن مسعود رضي الله تعالیٰ عنه أنه قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إن الرقى والتمائم والتولة شرک. {رواه أبوداؤد وابن ماجة}(۲)

نیز غیب کی باتوں کے علم کا دعوی کرنا بے بنیاد اور باطل عقیدہ ہے، ایسے عقائد ونظریات رکھنے والے شخص کی اقتدا نہ کی جائے؛ کیوں کہ ایسی باتیں عقیدہ نہ بنانے کے باوجود بھی حرام اور ناجائز ہیں۔

قال الحصكفي: تحت هٰذاالقول: ويكره إمامة... مبتدع: أي صاحب بدعة وهي اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لابمعاندة بل بنوع شبهة. (۳)(فتاویٰ حقانیہ:۱۳۲/۳-۱۳۳)

(۱) ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْراً مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلاَ تَجَسَّسُوْا﴾(سورة الحُجُرَات: ۲،ظفير)

(۲) ردالمختارعلى الدرالمختار: ۲۷۵/۵،كتاب الحظروالإباحة (باب الإستبراء وغيره)/سنن ابن ماجة باب تعليق التمائم (ح: ۳۵۳۰)/سنن أبي داؤد،باب في تعليق التمائم (ح:۳۸۸۳)انيس)

(۳) الدر المختارعلیٰ صدرردالمحتار،باب الإمامة: ۵۶۰/۱

(وفي الهندية: قال المرغيناني تجوزالصلاة خلف صاحب هوى وبدعة،وفيه... وحاصله إن كان هوى لايكفربه صاحبه تجوزالصلاة خلفه مع الكراهة وإلا فلا ، هٰكذا في التبيين والخلاصة.(الفتاوىٰ الهندية ، باب الإمامة: ۸۴/۱)(الباب الخامس في الإمامة،الفصل الثالث في بيان من يصلح إماماً لغيره،انيس) ==

کسبیوں سے پیسے لینے والے کی امامت:

سوال: امام مسجد ان مستورات سے آمدنی لیتا ہے، جو ناجائز طور پر؛ یعنی بطور پیشہ کسبیان (جسم فروشی) اپنا گزارہ کرتی ہیں اور جب کوئی عورت دردِزہ کی حالت میں فوت ہوجاتی ہے تو امام مذکور اس کو آہنی پریکون اور سرسوں سے کیلتا ہے کہ وہ چڑیل نہ ہوجاوے، یہی اعتقاد متوفیہ کے ورثا کو ہوتا ہے، اس سے امام نقدی بطور اجرت کے لیتا ہے۔
زید مرگیا، بہ نیت ثواب پسماندگان نے امام کے سوا کسی دوسرے یتیم مسکین کو خیرات از قسم پارچہ وغیرہ دی تو کیا امام کو نہ دینے کا گناہ ہوا، یا ثواب، یا حق اس امام کا تھا؟ ایسا امام قابل امامت ہے، یا نہیں؟

الجواب

حرام آمدنی سے لینا کسی کو بھی درست نہیں ہے، (۱) خصوصاً امام مسجد کو ایسے امور میں زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے اور جو عورت دردِزہ، یا نفاس میں مرے، وہ شہید ہے، (۲) اس کی طرف چڑیل ہونے کا عقیدہ رکھنا غلط ہے، ایسے خیال سے توبہ کرنی چاہیے اور ایصالِ ثواب کے لیے غربا، یتامیٰ اور مساکین کو دینا موجب ثواب میت ہے، امام کا کچھ خاص حق اس میں نہیں ہے، اگر وہ بھی محتاج وغریب ہے تو اس کو بھی دے دیا جاوے؛ لیکن یہ سمجھنا کہ اسی کا حق ہے اور اس کے سوا دیگر محتاجوں، یتیموں کو دینا گناہ ہے، بالکل غلط اور محض افترا ہے، ایسا امام لائق امام بنانے کے نہیں ہے۔ (۳) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۳/۱۳۱-۱۳۲)

== قال ابن نجيم تحتهٰذاالقول: (والمبتدع) وعرفها الشمنى بأنها ماأحدث على خلاف الحق المتلقى عن رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم من علم أوعمل أوحال بنوع شبهة واستحسان وجعل دينًا قويمًا وصراطًا مستقيمًا. (البحر الرائق: ۳۴۹/۱)(باب الإمامة،إمامة العبد والأعرابى والفاسق،انيس)

(۱) الحرمة تتعدد مع العلم بها. (الدرالمختار)
أما لورأى المكاس مثلاً يأخذ من أحد شيئاً من المكس ثم يعطيه اٰخر ثم يأخذ من ذلک الاٰخر فهو حرام. (رد المحتار، كتاب البيوع،باب البيع الفاسد،مطلب:الحرمة تتعدد: ۱۸۰/۴،ظفير)

(۲) عن جابر بن عتيک أن رسول الله صلى الله عليه وسلم جاء يعود عبدالله بن ثابت فوجده قد غلب فصاح به فلم يجبه فاسترجع رسول الله صلى الله عليه وسلم وقال:غلبنا عليک يا أبا الربيع ! فصاح النسوة وبكين، فجعل ابن عتيک يسكتهن، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم:دعهن فإذا وجب،فلا تبكين باكية، قالوا:وما الواجب؟يا رسول اللّٰه ! قال:إذا مات قالت ابنته:والله إنى كنت لأرجوا أن تكون شهيداً فإنک قد كنت قضيت جهازک،قال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم: إن الله تعالىٰ قد أوقع أجره على قدر نيته،وما تعدون الشهادة؟قالوا:القتل فى سبيل اللّٰه، قال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم:الشهادة سبع سوى القتل فى سبيل الله:المطعون شهيد،والغريق شهيد وصاحب ذات الجنب شهيد وصاحب الحريق شهيد والذى يموت تحت الهدم شهيد والمرأة تموت بجمع شهيد والمبطون شهيد. (موطأ الإمام محمد بن الحسن الشيبانى،باب مايكون من الموت شهادة (ح:۳۰۲)انيس)

(۳) ويكره إمامة عبد ... وفاسق ...ومبتدع. (الدر المختارعلىٰ هامش ردالمحتار،باب الإمامة: ۵۲۳/۱،ظفير)

آیاتِ قرآنی سے کمانے والے کی امامت:

سوال (۱) ایسے شخص کی امامت درست ہے، یانہیں؟ جو آیات قرآنی سے عمل کرتا ہواور اجرت لیتا ہو؟

سفلی عمل سے توبہ کرنے والے کی امامت:

(۲)　جو شخص سفلی عمل کرتا ہواور پھر توبہ صادقہ کرلیوے، اس کی امامت درست ہے، یانہیں؟

الجواب

(۱)　درست ہے۔(۱)

(۲)　بعد توبہ کے امامت اس کی درست ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۲۰۸-۲۰۹)

جواجرت لے کر مسئلہ شرعی بتلائے، اس کی امامت:

سوال:　ایک امام مسجد اجرت لے کر مسئلہ شرعی بتلاتا ہے، اس کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب

ایسے امام کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور ایسا شخص لائق امام بنانے کے نہیں ہے، جب تک وہ تائب نہ ہو۔(۳) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۱۸۵)

---

(۱)　آیات قرآنی سے جھاڑ پھونک پر اجرت جائز ہے۔لأن المتقدمين المانعين الاستيجار مطلقاً جوزوا الرقية بالأجرة ولو بالقرآن كماذكره الطحاوی؛لأنها ليست عبادة محضة بل من التداوی.(ردالمحتار، كتاب الإجارة ،مطلب فی الاستيجار على الطاعات: ۴۸/۵،ظفير)

عن أبی سعيد الخدری أن أصحاب رسول الله صلی الله عليه وسلم قد كانوا فی غزاة فمروا بحی من أحياء العرب فقالوا:هل فيكم من راق؟فإن سيد الحی قد لدغ أو قد عرض له شیء،قال:فرقاه رجل بفاتحة الكتاب فبرأ فأعطی قطيعا من الغنم فأبی أن يقبله فسأل عن ذلک رسول الله صلی الله عليه وسلم فقال له:بم رقيته؟فقال:بفاتحة الكتاب قال:وما يدريک أنها رقية؟قال:ثم قال رسول الله صلی الله عليه وسلم خذوها واضربوا لی معكم فيها بسهم.(شرح معانی الآثار،باب الاستئجار على تعليم القرآن هل يجوز (ح:۶۰۱۸)انيس)

(۲)　قال رسول الله صلی الله عليه وسلم:"التائب من الذنب كمن لاذنب له".(مشكوٰة،باب الاستغفار،فصل ثالث،ص:۲۰۶،ظفير)(رقم الحديث:۲۳۶۳،انيس)

﴿فمن تاب من بعد ظلمه وأصلح فإن الله يتوب عليه إن الله غفور رحيم﴾(سورة المائدة:۳۹،انيس)

(۳)　لأن أخذ الأجرة علیٰ بيان الحكم الشرعی لايحل عندنا، وإنما يحل على الكتابة لأنها غيرواجبة عليه والله أعلم (رد المحتار، كتاب القاضی،مطلب فی حكم الهدية للمفتی: ۴۳۲/۴،ظفير)

امامت کے مکروہ ہونے کی ایک خاص وجہ:

سوال: محترم المقام حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمتہ اللہ

بعد سلام مسنون! امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر وعافیت ہوں گے۔

دیگر عرض یہ ہے کہ ایک اہم مسئلہ کی وجہ سے آپ حضرات کو زحمت دے رہا ہوں، امید ہے کہ بندہ کے مسئلہ کا جواب مفصل مدلل عنایت فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں گے۔

ہماری مسجد میں ایک امام صاحب تقریباً آٹھ سال سے امامت کے فرائض انجام دے رہے ہیں، الحمد للہ امام صاحب سے سب خوش تھے؛ مگر ابھی ابھی کچھ ایسے حالات پیش آ گئے، جن کی وجہ سے کچھ مصلیان ان کی اقتدا میں نماز پڑھنے سے کراہت کرتے ہیں۔

(۱) مسجد کے اصولوں میں سے ایک اصول یہ ہے کہ مسجد کی پراپرٹی (مسجد کی دکانیں وغیرہ) مسجد میں جو کام کرتے ہیں، انہیں نہیں دیتے ہیں، مسجد کا مکان، دوکانیں بھی مسجد میں قیام کرنے والوں کو نہیں دیا جاتا ہے؛ مگر امام صاحب نے مسجد کی ایک دوکان تقریباً چار سال قبل ایک بھائی سے، وہ دوکان کسی مصلی کے نام پر مولانا نے خرید لی، کچھ پگڑی دے کر، مسجد والوں کو بتلایا نہیں، دو تین سال بعد وہ دوکان مولانا نے دوسرے ایک صاحب کو چھ ہزار پونڈ پگڑی لے کر مع سامان فروخت کر دی، جب کمیٹی والوں نے امام صاحب سے پوچھا کہ دوکان آپ کی ہے تو امام صاحب جھوٹ بولے اور انکار کر دیا، جب کمیٹی والے اس بھائی سے جس کے نام سے امام صاحب نے دوکان خریدی تھی، اس سے پوچھا تو اس نے حقیقت حال کو واضح کر دیا کہ یہ دوکان میری نہیں ہے؛ بلکہ امام صاحب ہی کی ہے، امام صاحب چوں کہ مسجد کے قوانین کے اعتبار سے خود اپنے نام پر دوکان نہیں لے سکتے تھے، اس وجہ سے فقط میرا نام استعمال کیا، جس کی وجہ سے مسجد کو بھی نقصان ہوا، بنا بریں کمیٹی والوں نے امام کو پندرہ سو پاؤنڈ جرمانہ کیا۔

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ پچھلے دو سال قبل تقریباً ۱۴۰۸ھ رمضان المبارک سے قبل امام صاحب نے ایک جامعہ اسلامیہ مدرسہ کے قیام کا کام شروع کیا ہے اور لندن سے قریب ایک مڈل اسکول جو تقریباً بیس لاکھ پونڈ کا تھا، خرید نے کے لئے درخواست دے دی اور اس کے لیے لوگوں سے چندہ قرضہ حسنہ بھی جمع کرنا شروع کر دیا، رمضان المبارک میں جمعہ کے دن خطبہ سے قبل بھی اس کے چندہ کے لیے اعلان کیا اور تقریباً اٹھارہ ہزار پونڈ جمع ہو گئے، امام صاحب نے مذکورہ رقم اپنے نام پر اپنے اکاؤنٹ میں جمع کر لیا، بعد ازاں مدرسہ اسلامیہ کے خریدنے کے لیے خاطر خواہ رقم جمع نہ ہو سکی، اس وجہ سے وہ اسکول مدرسہ کے لیے خرید نہ سکے، اس وجہ سے مسجد کے سکریٹری نے امام صاحب سے جمع شدہ رقم

کا حساب طلب کیا تو امام صاحب چھ ماہ تک ٹال مٹول کرتے رہے، جب سکریٹری نے زیادہ حساب کی باز پرس کی تو امام صاحب نے ایک خط کے ذریعہ جواب دیا، یہ ادارہ جامعہ اسلامیہ میرا ہے، میں نے سات سال سے قائم کیا ہے، لہٰذا یہ میرا ذاتی معاملہ ہے، آپ کو اس کا حساب مانگنے کا کوئی حق نہیں ہے، جس کی وجہ سے مسجد میں بڑا انتشار ہوا، بعد میں مولانا نے ایک حساب داں (اکاؤنٹر) سے حساب بھی پیش کیا، جس میں چھ پونڈ کی کمی تھی، یہ حساب بھی تسلی بخش نہ ملا ،ان کے اس طرح کے چکر سے بعض حضرات ان کی اقتدا میں نماز پڑھنے سے کراہت کرتے ہیں۔

تو آیا ایسے شخص کی اقتدا میں نماز پڑھنا جائز ہے، یا نہیں، امید کہ رمضان سے قبل جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں گے، جواب کے لیے ایک پونڈ ڈاک ڈرافٹ بھی روانہ کیا، مولانا صاحب کی کمیٹی مسجد کی طرف سے رہائش ،بجلی ،گیس ،ٹیلیفون ،وغیرہ کا کل خرچ مسجد برداشت کرتی ہے، اس وقت ۴۳۰، پونڈ ماہانہ تنخواہ تھی، فی الحال ۴۸۰، پونڈ تنخواہ ہے، مطلب یہ ہے کہ مسجد والوں نے ہر طرح سے امام صاحب کا لحاظ رکھا ہے، اطلاعاً عرض ہے۔فقط

الجواب ـــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

مکرمی بندہ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

احقر طویل رخصت پر وطن گیا ہوا تھا اور یہ استفتا یہاں دیوبند میں احقر کے مکان پر رکھا ہوا تھا، احقر کو واپس آنے پر ملا؛ اس لئے ارسال جواب میں تاخیر پر معذرت خواہ ہوں، اصل مسئلہ یہ ہے کہ جو شخص کسی ادارہ کا ملازم ہو، اس شخص پر اس ادارہ کے دستور کی، اس مجلس شوریٰ کے متفق علیہ حکم کی حدود شرع میں رہتے ہوئے اطاعت واجب ہوتی ہے، ہاں! اگر شروع ہی میں عقد ملازمت کا معاملہ کرتے کرتے کچھ استثنا کرالی جائے تو اس استثنا کے مطابق گنجائش ہوجاتی ہے، **لأن المسلمين على شروطهم**، (۱) پس جب مسجد کے اصولوں میں سے یہ اصل بھی ہے کہ مسجد کا کوئی مکان، یا دوکان، یا کوئی پراپرٹی مسجد میں کام کرنے والوں کو نہیں دی جائے گی اور نہ دی جاتی ہے تو مسجد کا ایک دستور اور قانون ہوگیا اور بنا بر مصالح شرعیہ یہ دستور حدود شرع کے خلاف نہیں ہے؛ بلکہ حدودِ شرع کے اندر ہے اور شروع عقدِ ملازمت

---

(۱) عن عمرو بن عوف المزني أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:الصلح جائز بين المسلمين إلا صلحا حرم حلالاً أو أحل حراماً والمسلمون على شروطهم إلا شرطا حرم حلالاً أو أحل حراماً.(سنن الترمذي،باب ماذكر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم في الصلح بين الناس (ح: ۱۳۵۲)/المعجم الكبير للطبراني،عمرو بن عوف بن ملحة المزني (ح: ۳۰)/المستدرک للحاکم،کتاب الأحكام (ح: ۷۰۵۹)/السنن الصغير للبيهقي،باب الشرط في المهر والنكاح (ح: ۲٥٦٤)/مسند البزار،مسند عمرو بن عوف عن النبي صلى الله عليه وسلم (ح: ۳۳۹۳)انیس)

عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:المسلمون على شروطهم والصلح جائز بين المسلمين.(المستدرک للحاکم،حديث أبي هريرة (ح: ۲۳۰۹)انیس)

میں امام صاحب نے اس دستور سے اپنا استثنا نہیں کرایا تو اب مسجد کی دوکان اپنے لیے خریدنا شرعاً و دیانۃً درست نہیں تھا اور وہ دوسرے شخص کے فرضی نام سے اپنے لیے خریدنا یہ شرعاً خداع بھی ہوا۔(۱)

پھر کچھ دنوں یا برسوں کے بعد نفع لے کر دوسرے شخص کے نام فروخت کر دیا، یہ دوسرا قصور ہوا اور جب دریافت کرنے پر جھوٹ بولے اور انکار کر دیا تو کذب بیانی کا بھی ارتکاب کیا، (۲) اس خرید وفروخت سے مسجد کا مالی نقصان بھی محتمل ہے، ایسی صورت میں امام مذکور پر لازم تھا کہ اگر مسجد کا مالی نقصان بھی ہو گیا ہو تو اس مسجد میں دے کر اپنی غلطیوں کا اعتراف کرتے ہوئے معافی تلافی کر کے معاملہ کو صاف کرا لیتے تو امامت میں کوئی قباحت نہیں رہتی۔

لیکن امام صاحب کا اگلا معاملہ جو جامعہ اسلامیہ کے وصولی چندہ میں ہوا، اس میں امام موصوف پر لازم تھا کہ جب حسبِ ضرورت پورا چندہ نہیں ہوا تھا تو وصول شدہ چندہ پر شرعی معاملہ کر کے، یا ایک کمیٹی بنا کر اس کی نگرانی میں بینک میں محفوظ کر دیتے، لہٰذا اس کو اپنے نام سے جمع کر کے اس کو اپنی ذاتی ملکیت قرار دینا شرعاً صحیح نہیں ہوا، لہٰذا جب تک مسجد

---

(۱) عن عبد اللّٰه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من غشنا فليس منا والمكر والخداع في النار. (صحيح ابن حبان، ذكر الزجر عن أن يمكر المرأ أخاه المسلم أو يخادعه في أسبابه (ح: ۵۵۵۹) / المعجم الكبير للطبراني، باب (ح: ۱۰۲۳٤) / مسند الشهاب القضاعي، باب من غشنا فليس منا (ح: ۳۰٤) / موارد الظمأن إلى زوائد ابن حبان، باب ماجاء في الغش والخديعة (ح: ۱۱۰۷) انيس)

عن عياض بن حمار المجاشعي أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال ذات يوم في خطبته ... وأهل النار خمسة : الضعيف الذي لا زبر له الذين هم فيكم تبعا لا يبتغون أهلا ولا مالاً والخائن الذي لا يخفى له طمع وإن دق إلا خانه ورجل لا يصبح ولا يمسي إلا وهو يخادعك عن أهلك ومالك وذكر البخل أو الكذب والشنظير الفحاش، الخ. (صحيح مسلم، باب الصفات التي يعرف بها في الدنيا (ح: ۲۸٦۵) انيس)

عن أبي بكر رضي اللّٰه عنه أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: لا يدخل الجنة خب ولا خائن. (مسند أبي داؤد الطيالسي، أحاديث أبي بكر وإسمه عبد اللّٰه (ح: ۸) / مسند الإمام أحمد، مسند أبي بكر الصديق رضي اللّٰه عنه (ح: ۳۲) / سنن الترمذي، باب ماجاء في البخيل (ح: ۱۹٦۳) انيس)

عن أبي هريرة أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم مر على صبرة طعام فأدخل يده فيها فنالت أصابعه بللا فقال: ما هذا يا صاحب الطعام؟ قال: أصابته السماء يا رسول اللّٰه ، قال: أفلا جعلته فوق الطعام كي يراه الناس من غش فليس منا. (صحيح لمسلم، باب قول النبي صلى اللّٰه عليه وسلم: من حمل علينا السلاح فليس منا (ح: ۱۰۲) انيس)

(۲) جھوٹ بولنا اور کذب بیانی کا ارتکاب شریعت میں ناجائز وحرام ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: عليكم بالصدق فإن الصدق يهدي إلى البر والبر يهدي إلى الجنة وما يزال الرجل يصدق ويتحرى الصدق حتى يكتب عند اللّٰه صديقا، وإياكم والكذب فإن الكذب يهدي إلى الفجور والفجور يهدي إلى النار وما يزال العبد يكذب ويتحرى الكذب حتى يكتب عند اللّٰه كذابا. (صحيح لمسلم، باب قبح الكذب وحسن الصدق وفضله (ح: ۲٦۰۷) / سنن أبي داؤد (ح: ٤۹۸۹) / سنن الترمذي (ح: ۱۹۷۱) انيس)

کا نقصان مسجد کو دیکر اور دیگر غلطیوں کی تلافی کر کے اہل مسجد سے صلح ومصالحت نہ کرلیں، ان کی امامت مکروہ رہے گی اوران کے پیچھے اگر چہ نماز ادا ہو جائے گی، دہرانا واجب نہ رہے گا؛ مگر بکراہت تحریمی ادا ہوگی؛ اس لیے جن مصلیوں کو ان کی اقتدا میں کراہت ہوتی ہے، وہ کراہت صحیح ہے، باقی اس کی کراہت سے ان مقتدیوں کو جماعت چھوڑ کر تنہا نماز پڑھنا بھی درست نہ رہے گا؛ بلکہ امام موصوف کو ایسی صورت میں خود منصب امامت سے دست بردار ہوجانا چاہیے، ورنہ حدیث پاک "لا يقبل الله صلاة من أم قوماً وهم له كارهون"، أو كما قال عليه السلام.(۱) وفی الترمذی، ص: ٤٧: "لعن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ثلاثة: رجل أم قوماً وهم له كارهون"، إلخ، (۲) کی زد میں محفوظ نہ رہیں گے، اسی طرح چوں کہ جرمانہ مالی لینا شرعاً جائز نہیں ہے؛ اس لیے اہل مسجد نے جو جرمانہ لیا ہے، اس میں سے صرف نقصان کی مقدار تو رکھ سکتے ہیں، باقی اس سے زیادہ امام موصوف کو واپس کردینا چاہیے۔

ہاں! اگر امام موصوف اس زائد رقم کو خود اپنی رضامندی وخوشی سے بغیر کسی دباؤ کے مسجد کو دیدیں تو اس صورت میں اس زائد رقم کو بھی بحق مسجد رکھ سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ العبد نظام الدین الاعظمی عفی عنہ، مفتی دارالعلوم دیوبند (نظام الفتاویٰ: ۵/۲۲۸-۲۳۱)

☆ ☆ ☆

---

(۱) عن عبدالله بن عمرو أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يقول: ثلاثة لا يقبل الله منهم صلاة، من تقدم قوماً وهم له كارهون، الخ. (سنن أبی داؤد، باب الرجل يؤم القوم وهم له كارهون (ح: ٥٩٣)/المعجم الكبير للطبرانی، عمران بن عبدالمغافری عن عبدالله بن عمرو (ح: ١٧٦)/مسند ابن أبی شيبة، حديث سلمان الفارسی (ح: ٤٥٣)/سنن ابن ماجة، باب من أم قوماً وهم له كارهون (ح: ٩٧٠)/صحيح ابن خزيمة، باب الزجر عن إمامة المرء من يكره إمامته (ح: ١٥١٨) عن عطار بن دينار الهذلی مرسلاً/مسند الشاميين، معاوية عن عبدالوهاب بن بخت المكی (ح: ٢٠٧٣) انیس)

(۲) سنن الترمذی، باب ماجاء فيمن أم قوما وهم له كارهون (ح: ٣٥٨) انیس

قاتل کی امامت

قاتل کی امامت:

سوال: خونی قتل کرنے والے کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

خونی نے اگر اپنے فعل سے توبہ کر لی ہے تو اس کے پیچھے نماز درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (تالیفات رشیدیہ:۳۰۳) ☆

☆ قاتل کے پیچھے نماز:

سوال: پندرہ بیس سال قبل ایک شخص کا قتل ہوا تھا، جن لوگوں نے اسے قتل کیا تھا، ان میں زید بھی شامل تھا، اس نے بہت پہلے توبہ کر لی تھی اور برسوں سے صوم وصلوٰۃ کا پابند ہے، کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھی جا سکتی ہے؟

ھو المصوب

ایسے شخص کی امامت درست ہے۔"التائب من الذنب كمن لا ذنب له". (عن جبير بن مطعم، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: وليس منا من قاتل علىٰ عصبية، وليس منا من مات علىٰ عصبية. (سنن أبي داؤد، كتاب الأدب، باب في العصبية، رقم الحديث: ٥٢١)

تحریر: محمد ظہور ندوی (فتاویٰ ندوۃ العلماء:۴۲۹/۲)

قاتل جس نے صرف توبہ کر لی اس کی امامت کیسی ہے:

سوال: قاتل سے قصاص نہیں لیا گیا، مقتول سے خون معاف کرا نہیں سکتا، فقط، توبہ کر لی، اب بعد توبہ بوجہ ذمہ داری حق العبد فاسق قرار دیا جاوے گا، یا نہیں؟ اور نماز اس کے پیچھے مکروہ ہوگی، یا نہیں؟

الجواب

درمختار میں ہے: لاتصح توبة القاتل حتىٰ يسلم نفسه للقود، وهبانية. شامی میں ہے: أي لاتكفيه التوبة وحدها، قال في تبيين المحارم: واعلم أن توبة القاتل لاتكون بالاستغفار والندامة فقط بل يتوقف علىٰ إرضاء أولياء المقتول، إلخ. (ردالمحتار، كتاب الجنايات، فصل فيما يوجب القود وما لا يوجبه: ٤٨٤/٥، ظفير) اس موقع پر شامی کو بھی دیکھ لیجئے، اتنی بات معلوم ہوئی کہ محض توبہ سے قتل کا گناہ معاف نہ ہوگا اور فاسق رہے گا اور نماز اس کے پیچھے مکروہ ہوگی۔ (ويكره إمامة عبد، إلخ، وفاسق. (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ٥٢٣/١، ظفير) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۱۱۲/۳)

قاتل کی اقتدا میں نماز:

سوال: قاتل کے پیچھے چاہے وہ قید ہو، یا آزاد ہو، نماز پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؛ کیوں کہ یہاں اکثر قاتل لوگ نماز پڑھاتے ہیں؟

قاتل اور قمار باز کی امامت کیسی ہے:

سوال: کسی شخص نے ایک آدمی کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا، یا دوسرے سے قتل کرایا تھا اور قمار بازی کا بھی عادی تھا؛ مگر چند روز سے سنا جاتا ہے کہ قمار بازی وغیرہ ترک کردی، ایسے شخص کو کسی مسجد کا امام بنانا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے، یا مکروہ؟

الجواب

یہ مسلّم ہے: " **التائب من الذنب کمن لاذنب له**" (۱) پس جبکہ مرتکب کبیرہ نے گناہ سے توبہ کرلی اور فسق اس کا مرتفع ہوگیا، امامت اس کی بلا کراہت درست ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۲۰/۳) ☆

==

الجواب

قاتل کے پیچھے نماز جائز ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "صلوا خلف کل بر وفاجر" (سنن البیهقی: ۱۹/٤) یعنی ہر نیک وبد کے پیچھے نماز پڑھنے کی اجازت ہے، اگر قاتل نے اپنے گناہ سے توبہ کرلی ہو تو اس کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہے، ورنہ مکروہ تحریمی ہے۔ (ویکره تقدیم الفاسق؛ لأنه لایهتم بأمر دینه. (الجوهرة النیرة: ۱ / ۵۸) (باب الإمامة، انیس) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۴۵۱/۳)

(۱) **مشکوۃ، باب التوبة والاستغفار، الفصل الثالث، ص: ۲۰٦، ظفیر (رقم الحدیث: ۲۳٦۳) / انیس)**

☆ قاتل عمد کی امامت:

ایک آدمی خانگی جھگڑوں کو مٹانے کی خاطر کسی کو عمداً قتل کرنے کے بعد مقدمہ قتل سے بری ہوا ہے اور اس گناہِ کبیرہ سے توبہ پختہ بھی کرچکا ہے، چناں چہ اس توبہ پر بارہ تیرہ سال سے پختہ ہے؛ لیکن اولیا مقتول سے صلح نہیں کرسکا ہے، بوجہ انقلاب پاک وہند، ورنہ خلوص دل سے صلح کا خواہاں ہے تو کیا ایسے شخص کے پیچھے فرض نماز پڑھنی جائز ہے، یا ناجائز؟ اگر ناجائز ہے تو باطل ہوگی یا مکروہ؟ اور مکروہ بھی کون سا؟ اسی طرح اگر نماز پنج گانہ کے علاوہ تراویح میں اس کا امام بنانا جب کہ یہ شخص حافظ ہو، درست ہے، یا نہ؟

الجواب

جس مقام پر ورثۂ مقتول مقیم ہوں قاتل پر لازم ہے کہ وہاں جاکر ان سے صلح وصفائی کرے اگرچہ اسے اس معاملہ میں خون کا معاوضہ مالی ہی ادا کرنا پڑے اور جس معاوضہ مالی پر بھی ورثہ مقتول راضی ہوجائیں، اسے قبول کرکے ادا کرنا چاہیے، جب یہ صلح ہوجائے تب قاتل مذکور کی امامت سب نمازوں میں درست ہوجائے گی بلا کراہت۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، نائب مفتی خیر المدارس ملتان۔ الجواب صحیح: محمد عبداللہ غفرلہ مفتی خیر المدارس، ملتان، ۷/۱/۱۳۹٦ھ (خیر الفتاویٰ: ۳۵۳/۲)

بدچلن بیوی کو قتل کرنے والے کی امامت:

سوال: ایک شخص نے اپنی عورت کو بوجہ بدچلنی کے قتل کردیا، اسی وجہ سے گیارہ سال قید میں رہا، ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

قتل کرنا اس کو جائز نہ تھا اور اس قتل کی وجہ سے وہ فاسق مرتکب گناہ کبیرہ کا ہوا، توبہ کرنا اور وارثوں سے معاف کرانا اس کے ذمہ لازم ہے۔ **(وعن معاویة رضی الله عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی الله علیه وسلم: "کل ذنب عسی الله أن یغفره إلا الرجل یموت کافراً، والرجل یقتل مؤمناً متعمداً". (کتاب الترغیب والترهیب لابن حجر، کتاب الحدود: ۲۲۲، ظفیر)** اگر اس نے توبہ کرلی اور وارثوں سے ان کا حق معاف کرالیا تو امامت اس کی صحیح ہے۔ **(قال رسول اللّٰه صلی الله علیه وسلم: "التائب من الذنب کمن لا ذنب له". (مشکوۃ، باب الاستغفار والتوبة، الفصل الثالث: ۲۰٦، ظفیر)** فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۵۸/۳)

مسجد کا سامان استعمال کرنے والے کی امامت

کیا مسجد کا سامان اپنے استعمال میں لا سکتے ہیں:

سوال: اس امام کے بارے میں جو مسجد کو اپنی ملکیت سمجھتا ہو اور مسجد کا تمام کا تمام سامان اپنے استعمال میں لیتا ہو اور مسجد کی آمدنی اور اخراجات کا کوئی حساب نہ دیتا ہو اور مسجد کو اپنے گھر کے مثل سمجھتا ہو، کافی آدمی انہی باتوں کی وجہ سے ان کے پیچھے نماز پڑھنا گوارہ نہیں کرتے ہیں؟

هو المصوب

بشرط صحت واقعہ امام با تنخواہ کو فرائض امامت سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے، مسجد کے سامان کو استعمال کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے اور ذاتی ملکیت کی طرح نہیں سمجھنا چاہیے، امام مذکور کو حکمت عملی کے ذریعہ سے مذکور غیر شرعی عمل سے باز رکھنے کی حتی المقدور کوشش کریں، لڑائی جھگڑے سے گریز کریں۔(۱)

تحریر: محمد مستقیم ندوی رتصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲/۴۰۶)

مسجد کی موم بتی اور بلب وغیرہ امام استعمال کرسکتا ہے، یا نہیں:

سوال (۱) امام مسجد مسجد کی موم بتی اور بلب وغیرہ استعمال کرسکتا ہے، یا نہیں؟

(۲) وظیفہ کم ہو تو زندگی گزارنے کی صورت کیا ہوگی؟

هو المصوب

(۱) مسجد کی روشنی، خواہ موم بتی ہو، یا بلب وغیرہ، امام مسجد اس کو انہی اوقات میں استعمال کرسکتے ہیں، جن میں دیگر نمازیوں کو اجازت ہوگی۔ ہاں مسجد کے متولی مسجد کی کسی ضرورت کے تحت امام کو دیگر واقعات میں روشنی کے استعمال کی اجازت دیں تو استعمال جائز ہوگا، ورنہ نہیں۔(۲)

---

(۱) ویجتنب الفواحش الظاهرة. (الفتاوىٰ الهندية: ۱/۸۳) (الباب الخامس فی الإمامة، الفصل الثالث فی بیان من یصلح إماماً لغیره، انیس)

(۲) ولا بأس بأن یترک سراج المسجد فی المسجد إلیٰ ثلث اللیل ولا یترک أکثر من ذلک ==

(۲) اگر مسجد کے ذمہ داران زیادہ وظیفہ نہیں دے سکتے ہیں تو دیگر اوقات میں کوئی ذریعہ معاش اختیار کر کے گزارہ زندگی کی صورت نکالی جائے۔

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲/۴۰۶)

مسجد کی ملکیت پر ناجائز مالکانہ حیثیت اختیار کرنے والے کا امام بنانا کیسا ہے:

سوال: ایک مسجد کے متعلق دو دکانیں ہیں، جن پر امام صاحب مالکانہ تصرف کرنا چاہتے ہیں، مسلمان چاہتے ہیں کہ دوکانوں کا کرایہ مسجد کی مرمت اور ضروری کاموں فرش وغیرہ میں خرچ ہو، اس پر امام صاحب کسی طرح رضامند نہیں ہوتے، اگر امام صاحب اپنے اصرار پر قائم رہیں تو ان کو امامت پر قائم رکھیں، یا اور امام منتخب کریں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ

مسجد کی دوکانوں کا کرایہ بے شک مسجد کی مرمت اور ضروریات میں صرف ہونا چاہیے، امام مذکور کی رضا و اجازت کی ضرورت اس میں نہیں ہے اور اگر امام مذکور اپنے قول و فعل پر اصرار کرے تو اس کو امامت سے معزول کر دیا جاوے اور دوسرا امام صالح مقرر کیا جاوے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳/۲۶۰)

مسجد کی حق تلفی کرنے والے کی امامت کا حکم:

سوال: جو شخص امامت کرتا ہو اور دیگر خدمت؛ مگر مسجد کی حق تلفی کرے اور خود کھا جاوے، وہ امامت کے قابل ہے، یا نہ؟

الجواب ـــــــــــــــــــ

جو شخص مسجد کی آمدنی بلا استحقاق اپنے صرف میں لاوے، وہ فاسق ہے، امامت اس کی مکروہ ہے۔ (۲) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳/۲۷۷-۲۷۸)

جو شخص مسجد کا سامان اپنے مکان میں استعمال کرے اسکی امامت:

سوال: جس شخص نے مسجد کو برباد کر کے اس کی مٹی اور پتھر اپنے رہنے کے مکان میں صرف کیا اور نماز روزہ ادا

== إلا إذا شرط الواقف ذلك أو كان ذلك معتادًا فى ذلك الموضع. (الفتاوىٰ الهندية: ١/١١٠) (الباب السابع فيما يفسد الصلاة وما يكره فيها، الفصل الثانى فيما يكره الصلاة ومالايكره، انيس)

(١-٢) ويكره إمامة عبد، إلخ، وفاسق. (الدر المختار)

بل مشى فى شرح المنية كراهة تقديمه كراهة تحريم. (رد المحتار، باب الإمامة: ١/٥٢٣، ظفير) ((مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد، انيس)

نہیں کرتا اور کفار کے گھر کا کھانا کھاتا ہے اور سود دیتا ہے اور خطبہ غلط پڑھتا ہے، اس شخص کا ممبر پر کھڑا ہوکر وعظ اور خطبہ پڑھنا اور امامت کرنا درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

مسجد کا سامان ازراہِ خیانت وغصب اپنے گھر لے جانا اور اپنے صرف میں لانا اور رمضان شریف کے روزے نہ رکھنا اور نماز ادا نہ کرنا اور کفار کو سود دینا، یہ جملہ افعال حرام ہیں، (۱) مرتکب ان امور کا فاسق ہے اور امامت اس کی مکروہ ہے، (۲) اور کفار کے گھر کا کھانا درست ہے، اس پر کچھ طعن کرنا بے جا ہے اور غلط خطبہ پڑھنے والے کو خطیب نہ مقرر کرنا چاہئے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۱۹/۳-۱۲۰)

جو امام مسجد کا مال اپنی ذات پر خرچ کرے، اس کی امامت کیسی ہے:

سوال: طاعون کے زمانہ میں لوگوں نے امام مسجد کو زیور و پارچہ ونقد مسجد میں لگانے کے لیے دیا؛ لیکن امام نے اس کو مسجد میں صرف نہیں کیا؛ بلکہ اپنے مصارف میں خرچ کرلیا، اس امام کے لیے کیا حکم ہے؟ وہ لائق امامت ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

یہ صریح خیانت ہے اور ضمان اس کے ذمہ لازم ہے اور اگر وہ امام توبہ نہ کرے اور ضمان ادا نہ کرے تو امام رکھنے کے لائق نہیں۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۷۸/۳)

امام اہل وعیال کے ساتھ مسجد کے حجرہ میں رہ سکتے ہیں:

سوال (۱) مسجد کا امام کیا اپنی اہلیہ کو مسجد کے حجرہ میں رکھ سکتا ہے؟

---

(۱) لکن مر عن ابن السلام نفسه أنه حکی الإجماع علی أن غصب الحبة وسرقتهاکبیرة.(الزواجر عن اقتراب الکبائر: ۳۲۱/۲،دارالفکر،انیس)

وسیأتی أن ترک الصلاة أو الزکاة أو الحج أو الصوم کبیرة.(الزواجر عن اقتراب الکبائر: ۱۸۳/۱،انیس)

﴿الذین یأکلون الربا لا یقومون إلا کما یقوم الذی یتخبطه الشیطان من المس ذلک بانهم قالوا إنما البیع مثل الربا وأحل الله البیع وحرم الربا﴾(سورة البقرة: ۲۷۵)انیس)

عن أبی جحیفة قال:نهی النبی صلی الله علیه وسلم عن ثمن الکلب وثمن الدم ونهی عن الواشمة والموشومة وآکل الربا وموکله ولعن المصور.(صحیح البخاری،باب موکل الربا (ح:۲۰۸۶)انیس)

(۲-۳) و یکره إمامة عبد،إلخ،وفاسق.(الدرالمختار)

بل مشٰی فی شرح المنیة أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم.(ردالمحتار،باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر) (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد،انیس)

(۲)　مسجد کا حجرہ مسجد کے اندرونی حصہ میں ہے، جبکہ مسجد کا راستہ ایک ہی ہے، اس صورت میں کیا حکم ہے؟

(۳)　مسجد کے امام سے اگر کسی شخص، یا مسجد کے ذمہ داروں سے کچھ بات ہو جاتی ہے، جس کی وجہ سے نااتفاقی ہو جاتی ہے، اس کی وجہ سے چند لوگ بغیر مسئلہ کی وضاحت کئے ہوئے امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے ہیں، کیا یہ شرعاً درست ہے؟

(۴)　مسجد کے ذمہ دار اگر چاہیں تو امام کو ہٹا سکتے ہیں، کیا مفتیوں اور محلّہ والوں سے رائے مشورہ لینا ضروری نہیں ہے، جب کہ اکثریت کی رائے نہ کی ہے اور کیا بات ہے، چند لوگوں کو چھوڑ کر کسی کو نہیں پتہ؟

(۵)　مسجد کا کرایہ دار کیا مسجد میں نہانا، کپڑے دھونا، بیت الخلاء اور دیگر چیزیں استعمال کر سکتا ہے؟ یا محلّہ والے استعمال کر سکتے ہیں، اگر سب پنج وقتہ نمازی ہوں؟

هو المصوب

(۱-۲)　حجرہ کا راستہ دوسرا ہونا چاہیے، اس صورت میں حجرہ میں بیوی کو رکھ سکتے ہیں۔(۱)

۳۔　بات معلوم ہونے پر اس کا جواب دیا جا سکتا ہے۔

۴۔　چند لوگوں کے علاوہ لوگ ذمہ دار سے دریافت کر سکتے ہیں، وجہ معلوم ہونے پر جواب دیا جا سکتا ہے۔

۵۔　غسل خانہ، بیت الخلاء وغیرہ مسجد میں وقتی ضرورت کے لیے بنائے جاتے ہیں، وقتی ضرورت رفع کی جا سکتی ہے، مستقلاً استعمال کہ اپنا گھر بنالے، درست نہ ہوگا۔

تحریر: محمد ظہور ندوی (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲/۴۰۹-۴۱۰)

مسجد کی دوسری منزل پر امام کا قیام:

سوال:　ہمارے ہی محلّہ میں دوسری مسجد ہے، جس کی اوپری منزل کے حجرہ میں امام صاحب مع اہل وعیال رہتے ہیں اور زینہ مسجد کے اندر سے ہو کر جاتا ہے، کیا امام صاحب کا مع اہل وعیال رہنا جائز ہے؟

هو المصوب

اگر اوپر کا حصہ حقیقی مسجد میں نہیں ہے تو اس میں امام صاحب کا مع اہل وعیال رہنا درست ہے، ورنہ نہیں۔ کمرہ کا راستہ مسجد سے علاحدہ بنا دیا جائے۔

تحریر: محمد مسعود حسن حسنی / تصویب: ناصر علی ندوی (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲/۴۱۲)

---

(۱)　لو بنى فوقه بيتًا للإمام لا يضر؛ لأنه من المصالح، أما لو تمت المسجدية ثم أراد البناء منع ولو قال: عنيت ذلک، لم يصدق. (الدر المختار مع رد المحتار: ۶/۵۴۸) (كتاب الوقف، انيس)

امام اپنے رشتہ داروں کو مسجد میں ٹھہرا سکتے ہیں:

سوال: زید ایک مسجد میں امامت کرتا ہے، ظاہری وضع قطع میں مناسب ہے؛ لیکن اول تو اپنے عزیز واقارب میں سے پانچ چھ لوگوں کو اپنے ساتھ رکھتا ہے، ایک بھائی ہے، جس کی ایک دکان ہے، دن بھر وہ دکان پر بیٹھتا ہے؛ لیکن رات میں مسجد ہی میں رہتا ہے اور کھانا بھی مسجد ہی میں کھاتا ہے، نیز مسجد میں نہانے دھونے کا پانی، بیت الخلاء، پنکھا، کولر وغیرہ کا استعمال بھی یہ سارے لوگ آزادانہ طور پر کرتے ہیں اور پورے سال عزیز واقارب کی آمد کا سلسلہ جاری رہتا ہے، علاوہ ازیں زید مصلیوں اور غیر مصلیوں میں سے کئی لوگوں کے نہایت بھونڈے الزام لگانے کی بات بھی بہت کثرت سے پھیلی ہوئی ہے، جس کا زید کے پاس کوئی مناسب جواب نہیں ہے، وہ کہتا ہے کہ ہم نے یہ کام صرف مزاق میں کئے اور وہ ایک نامحرم کے گھر میں جاتا ہے اور عورتوں سے بے پردہ باتیں کرتا ہے، اعتراض کرنے پرا نہوں نے یہ مسئلہ بتا کر لوگوں کو خاموش کرنا چاہا کہ جب صاحب خانہ اجازت دے دے تو اس میں کوئی گناہ نہیں، یہ مسئلہ کہاں تک درست ہے؟ یہ ساری چیزیں لوگوں پر انتہائی ناگوار گزرتی ہیں، سات آٹھ لوگوں نے نماز پڑھنا چھوڑ دی ہے، دوسری مسجد میں جاتے ہیں زید کو برطرف کرنے کی عام فضا بن چکی ہے تو کیا زید کو امامت سے برطرف کرنا درست ہے؟ جب کہ وہ ظاہری وضع قطع میں مناسب نیز حافظ قرآن ہیں، غلطیاں سب سے ہوتی ہیں؛ لیکن علوم نبوت کے حامل کا درجہ بہت بلند ہے، جس کی بنا پر بڑی غلطیوں کو نظر انداز کیا جاسکتا ہے، ان کو برقرار رکھنا زیادہ بہتر ہے، یا حکمت کے ساتھ امامت سے برطرف کرنا بہتر ہے؟ آئندہ نمازیوں کی تعداد مزید گھٹ جانے کا اندیشہ ہے؛ کیوں کہ ان کے خلاف نہایت خراب باتیں پھیل رہی ہیں اور ان کے پاس کوئی مناسب جواب نہیں ہے؟

هو المصوب

بشرط صحت واقعہ امام صاحب کو مذکور عمل سے احتراز لازم ہے، (۱) مسجد میں کسی کو ٹھہرانا صحیح نہیں ہے، ذمہ داران مسجد کو چاہیے کہ امام کو مذکور عمل سے روکے، اگر مذکور عمل سے باز آجاتے ہیں تو فبہا (ٹھیک ہے)، ورنہ امام صاحب کو امامت سے حکمت عملی کے ساتھ سبکدوش کر سکتے ہیں۔

تحریر: محمد مستقیم ندوی رتصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۴۱۲/۲-۴۱۳)

---

(۱) یکره کل عمل من عمل الدنيا في المسجد. (الفتاویٰ الهندية، الباب الخامس في آداب المسجد، الخ: ۳۲۱/۵) / منحة السلوک شرح تحفة الملوک، کتاب الصلاة: ۴۲۸/۱، وزارة الأوقاف قطر) / الإختيار لتعليل المختار، فصل في مسائل مختلفة: ۱۶۶/۴، دار الکتب العلمية) انیس)

عن معاذ بن جبل قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: جنبوا مساجدکم مجانينکم وصبيانکم ورفع أصواتکم وسل سيوفکم وبيعکم وشراء کم وإقامة حدودکم وخصومتکم وجمروا يوم جمعکم واجعلوا مطاهرکم على أبوابها. (مصنف عبدالرزاق، باب البيع والقضاء في المسجد وما يجنب (ح: ۱۷۲۶) انیس)

امام کے کسی رشتہ دار کا مسجد کے وضوخانہ میں نہانا:

سوال (۱) مسجد کے پیش امام اور ان کے ساتھی مسجد کے اندر وضو کے لیے لگے ہوئے نلوں سے نہاتے ہیں، برتن وغیرہ بھی وہیں دھوتے ہیں، کیا پیش امام صاحب کا مذکورہ عمل شریعت کے دائرہ میں ہے؟

(۲) امام صاحب کے چھوٹے بھائی مسجد میں مغرب سے عشا تک زور زور سے قرأت کی مشق کرتے ہیں، جس سے دوسرے نمازی اور وظیفہ کرنے والوں کو دقت ہوتی ہے، کیا یہ جائز ہے؟

هو المصوب

(۱) وضوخانہ میں غسل اور کپڑے دھوسکتے ہیں، مسجد کے فرش جہاں نماز پڑھی جاتی ہے، اس پر غسل یا کپڑا نہیں دھوسکتے ہیں۔(۱)

(۲) امام صاحب کے بھائی کو چاہیے کہ اتنی بلند آواز سے مشق کریں، یا تلاوت کریں، جس سے اور نمازیوں یا وظیفہ پڑھنے والوں کو خلل نہ واقع ہو۔

تحریر: محمد ظہور ندوی (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۴۳۸/۲)

مسجد کا روپیہ اپنی تنخواہ میں وصول کرنے والے کی امامت:

سوال: جس امام کو مسجد کا حساب سپرد کیا ہو، وہ امام صاحب جب کہ اس کی تنخواہ بتائی گئی ہو کہ جو مسجد کی دکانوں کا کرایہ ہے، وہ اپنی تنخواہ میں لے لیا کرو، وہ امام جو روپے شادی میں لوگ دے گئے، کیا اس امانت کو بغیر محلّہ والوں کے، یا بغیر ان لوگوں کے وہ اس روپے کو جو کہ امانت ہے، اٹھا سکتا ہے؟ یہ اگر اٹھائے تو کیا امانت میں خیانت کرنے سے اس امام کے پیچھے نماز ہوسکتی ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

جو روپے مسجد کے لیے دیا گیا ہو، امام کو اس کے رکھنے کا حق نہیں۔(۲)

---

(۱) ویکرہ کل عمل من عمل الدنیا فی المسجد. (الفتاویٰ الهندیة: ۳۲۱/۵)(الباب الخامس فی آداب المسجد والقبلة والمصحف، إلخ//الفتاویٰ الغیاثیة،فصل فیما یتعلق به وما یکره ومالا یکره: ۲۰،المکتبة الملوکیة مصر،انیس)

(۲) بعث شمعاً فی شهر رمضان إلیٰ مسجد،فاحترق و بقی منه ثلثه أودونه لیس للإمام ولا للمؤذن أن یأخذه بغیر إذن الدافع". (البحر الرائق،کتاب الوقف: ۴۱۹/۵، رشیدیة)

(یعنی اپنی ذات پر خرچ نہیں کرسکتا ہے۔انیس)"ولو جمع مالاً لینفقه فی بناء المسجد فأنفق بعضه فی حاجته ثم رد بدله فی نفقة المسجد لایسعه أن یفعل ذلک" (البحر الرائق،کتاب الوقف: ۴۲۰/۵،رشیدیة) ==

وہ اپنی تنخواہ وصول کرسکتا ہے،(۱)اس کے علاوہ مسجد کی امانت میں خیانت کرے گا تو اس کی امامت مکروہ ہوگی۔(۲)فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۶/۵/۱۰ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۹۳/۶)

جو امام مسجد کے دروازے پر دوکان لگائے اس کی امامت:

سوال: ایک امام مسجد نے مسجد کے دروازے پر الماری کھڑی کر کے دوکان لگا لی، جس کی بنا پر راستہ مسجد کا نمازیوں کی آمد ورفت کے لیے تنگ ہو گیا، کیا ایسے امام لائق امامت ہیں؟

الجواب ــــــــــ حامدًا و مصليًا

امام کو ایسے تصرف کا حق نہیں۔(۳)فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ(فتاویٰ محمودیہ:۸۱/۶)

جو امام مسجد کی دوکان بیچ دے اس کی امامت:

سوال: مسجد کے دروازہ میں ایک دوکان تھی، امام مسجد نے اس دوکان کو فروخت کر دیا، جب لوگوں نے شور مچایا تو رقم واپس کی، کیا ایسے امام کے لیے امامت کرنا جائز ہے؟

== "وإذا رأى حشيش المسجد ... فإن كان له أدنٰى قيمةً، لايأخذه ...وكذ الجنائز والعتق أو الحصر المقطعة والمنابر والقناديل المكسرة". (البحر الرائق، كتاب الوقف: ٤٢٠/٥، رشيدية)

(۱) ولو أذن قيم مؤذناً ليخدم مسجداً وقطع له الأجر وجعل ذلك أجرة المنزل وهو أجر المثل، جاز...المتولى إذا أمر المؤذن أن يخدم المسجد وسمٰى له أجراً معلوماً لكل سنة...فإذا نقد الأجر من مال المسجد حل للمؤذن أخذه، إلخ". (البحر الرائق، كتاب الوقف: ٤٠٥/٥، رشيدية

(۲) (ويكره إمامة ... فاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد من يرتكب الكبائر...بل مشٰى فى شرح المنية علٰى أن كراهة تقديمه كراهة تحريم". (تنوير الأبصار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ٥٦٠/١، سعيد) (مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد، انيس)

(۳) (أما لو تمت المسجدية ثم أراد البناء منع...فإذا كان هٰذا فى الواقف فكيف بغيره، فيجب هدمه ولو علٰى جدار المسجد...ولا أن يجعل شيئاً منه مستغلاً ولا سكنٰى.)

"قلت: وبه حكم مايصنعه بعض جيران المسجد من وضع جذوع علٰى جداره، فانه لايحل...والمراد بالمستغل أن يؤجر منه شيئ لأجل عمارته". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الوقف: ٣٥٨/٤، سعيد)

"لايجوز للقيم أن يضيق فناء المسجد للمارة والجماعة ببناء الحانوت فيه". (الفتاوٰى البزازية، كتاب الوقف، الرابع فى المسجد وما يتصل به: ٢٧٢/٦، رشيدية)

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

اگر مسئلہ نہ معلوم ہونے کی وجہ سے ایسا کرلیا تھا، پھر توبہ کرلی تو وہ درگزر کے قابل ہے،(۱) ورنہ اس کی امامت مکروہ ہے۔(۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ:۸۱/۶-۸۲)

مسجد کے قرآن شریف بیچنے والے کی امامت حکم:

سوال: ایک امام مسجد نے مسجد کے دوعدد قرآن شریف بعوض ایک سیر گھی اپنے شاگردوں کو فروخت کئے اور کچھ قرآن شریف جو کہ خستہ حالت میں تھے، گلا کر ان میں مٹی ملا کر اپنی شاگرد لڑکیوں سے برتن بنوائے تو ایسے امام مسجد کے تعلق شرعی فتوی تحریر کریں، اسلام میں اس کی سزا کیا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ

اس پیش امام نے یقیناً جہالت کی وجہ سے اس بے ادبی کا ارتکاب کیا ہوگا؛ اس لیے اسے توبہ کرنی چاہیے، توبہ کے بعد اس کا گناہ معاف ہوجائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ، یکم رجب ۱۳۸۰ھ۔ (فتاویٰ مفتی محمود:۱۹۲/۲)

مسجد کے حساب کتاب میں دھوکہ دہی کرنے والے کی امامت کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص امامت کرتا ہے، تنخواہ بھی لیتا ہے، مسجد کا تمام چندہ بھی اس کے سپرد کیا گیا اور امام نے ایسے خرچ کئے ہیں کہ ۱۲۰/ کی چیز خریدی ہے اور ۲۲۵/ روپے لکھ رہے ہیں اور اسی طرح کی کئی اور چیزوں میں رقم زیادہ کر رکھی ہے اور ان کے پاس رسید بھی موجود ہے اور جس شخص کو بھیجتے رہے، وہ شخص بھی ان

---

(۱) قال سبحانه تعالىٰ: ﴿وإني لغفار لمن تاب﴾. (سورة طٰه: ۸۲)

"وعن عائشة رضى الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إن العبد إذا اعترف ثم تاب، تاب الله عليه". (مشكوٰة المصابيح، باب الاستغفار والتوبة، الفصل الأول: ۲۰۳/۳، قديمى) (رقم الحديث: ۲۳۳۰، انيس)

وعن عبد الله بن مسعود رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "التائب من الذنب كمن لاذنب له". (مشكوٰة المصابيح، باب الاستغفار والتوبة، الفصل الثالث: ۲۰۶/۲، قديمى) (رقم الحديث: ۲۳۶۳، انيس)

(۲) ويكره إمامة عبد وفاسق... هٰذا إن وجد غيرهم وإلافلا كراهة... آه" (قوله: فاسق: ولعل المراد به من يرتكب الكبائر... وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لايهتم لأمر دينه، وبأن فى تقديمه للإمامة تعظيمه، وقد وجب عليهم إهانته شرعاً". (الدرالمختارمع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۹/۱-۵۶۲) (مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد، انيس)

کے سامنے کہتا ہے اور مانتے نہیں ہیں، اس کے بعد دوسری چیز یہ ہے کہ قربانی کی کھالوں کی قیمت امام صاحب نے میرے سپرد کئے، ایسے ایسے خرچ انھوں نے کیے ہیں، اب اس کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے، یا نہیں؟ بینواوتوجروا۔

الجواب

اہل محلّہ و مسجد ایک کمیٹی معزز دیندار حضرات کی منتخب کرلیں، وہ اس امام صاحب کے حساب کی پڑتال کریں، اگر حساب اس کا ٹھیک ہو تو اس کے پیچھے نماز درست ہے اور مخالف اور خیانت کی تہمت (۱) لگانے والوں کو توبہ تائب ہوجانا اور امام صاحب سے معافی مانگنا ضروری ہے اور اگر واقعی خیانت ثابت ہوجائے، (۲) تو اس سے خیانت کی رقم

---

(۱) عن أنس أن النبی صلی اللّٰہ علیہ و سلم کان مع امرأۃ من نسائہ،فمررجل،فقال:یا فلان ہٰذہ امرأتی فلانۃ، فقال:یارسول اللّٰہ من کنت أظن بہ،فإنی لم آکن أظن بک،فقال:إن الشیطان یجری من ابن آدم مجری الدم.(الآداب للبیہقی،باب مایستحب من إبعاد المرء عن نفسہ مواضع التہم،رقم الحدیث:۲۸۲،ص:۹۴،انیس)

عن زیدبن ثابت موقوفاً علیہ أنہ قال:إنی لأکرہ أن أری فی مکان یساء بی فیہ الظن.(المرجع السابق،رقم الحدیث:۲۸۳،مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ،انیس)

أخبرنی علی بن حسین،أن صفیۃ زوج النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم أخبرتہ أنہا جاء ت النبی صلی اللّٰہ علیہ و سلم تزورہ فی إعتکافہ فی المسجد فی العشر الأواخرمن رمضان فتحدثت عندہ،ساعۃ ثم ساعۃ ثم قامت تنقلب،وقام النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم معہا یقلبہا حتیٰ إذا بلغت باب المسجد الذی عند باب أم سلمۃ زوج النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم مربہما رجلان من الأنصارفسلما علی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ثم نفذا،فقال لہما رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: علیٰ رسلکما إنما ہی صفیۃ بنت حیی فقالا:سبحان اللّٰہ یا رسول اللّٰہ وکبرعلیہما ذلک،فقال النبی صلی اللّٰہ علیہ و سلم:إن الشیطان یبلغ من ابن آم مبلغ الدم،وإنی خشیت أن ینقذف فی قلوبکما شیئاً.(السنن الکبریٰ للبیہقی،کتاب الصیام،باب المرأۃ تزورزوجہا فی إعتکافہ وما فی تلک القصۃ،من السنۃ فی ترک الوقوف فی مواضع التہم،رقم الحدیث:۸۶۰۵،۴/۵۲۹،دارالکتب العلمیۃ،بیروت،انیس)/الجامع لشعب الإیمان للبیہقی، حدیث أویس القرنی،فصل فیمن أبعد نفسہ عن مواضع التہم،رقم الحدیث:۶۳۸۱،۹/۳۰،مکتبۃ الرشد،انیس)

(۲) عن أبی ہریرۃ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ و سلم قال:آیۃ المنافق ثلاث،إذا حدث کذب،وإذا وعدأخلف،وإذا اؤتمن خان.(صحیح البخاری،کتاب الإیمان،باب علامۃ المنافق،رقم الحدیث: ۳۳،ص:۳۰/کتاب الشہادات،باب من أمربإنجازالوعد،رقم الحدیث: ۲۶۸۲،ص:۵۱۰/کتاب الأدب،باب قول اللّٰہ تعالیٰ:﴿یاأیہا الذین آمنوا اتقوااللّٰہ وکونوا مع الصادقین﴾،رقم الحدیث:۶۰۹۵،ص:۱۱۷۷،بیت الأفکار،بیروت،انیس)

ولا یحل مال المسلمین،لقول النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم:أنہ آیۃ المنافق ثلاث إذا اؤتمن خان،وقال اللّٰہ تعالیٰ:﴿إن اللّٰہ یأمرکم أن تؤدوالأمانات إلیٰ أہلہا﴾.(صحیح البخاری،کتاب الوصایا،باب قول اللّٰہ تعالیٰ:من بعد وصیۃ یوصی بہا أودین،رقم الحدیث:۲۷۴۸-۲۷۴۹،انیس)

وقال آیۃ المنافق ثلاث،وإن صام وصلیٰ وزعم أنہ مسلم.(الصحیح لمسلم ،کتاب الإیمان،باب بیان خصال المنافق ،رقم الحدیث:۵۹،ص:۵۶،بیت الأفکار/جامع الترمذی،کتاب الإیمان، ==

وصول کریں، نیز اسے سمجھائیں کہ آئندہ اس قسم کی خیانت آپ سے نہ ہو، پھر اگر وہ تائب ہو جائے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے اور آئندہ کے لیے بہتر یہ ہے کہ مالیات کے شعبہ سے اسے برطرف رکھیں اور کمیٹی خود حساب و کتاب اپنے ہاتھ میں لے لے، یا کسی اور بہتریں شخص کے سپرد کر دے اور اگر کمیٹی کی تحقیق و ثبوت کے باوجود بھی وہ تائب نہ ہو تو وہ امامت کا اہل نہیں ہے، اسے امامت سے علاحدہ کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد جان عفا اللہ عنہ، الحواب صحیح عبد اللہ عفا اللہ عنہ۔ (فتاویٰ مفتی محمود:۱۹۲/۲)

مسجد کے چندہ سے کچھ رقم چھپا لینے کے بعد توبہ کر لینے والے کی امامت کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسجد کا امام ہے اور اس کی تنخواہ بھی مقرر ہے اور جمعہ کے روز نماز جمعہ کے بعد چندہ برائے مسجد کیا جاتا ہے، امام مذکور نے اس چندے میں سے دو تین دفعہ کچھ پیسے چھپا لیے اور اس کا اعتراف بھی کر لیا اور مقتدیوں سے معافی بھی مانگ لی تو کیا اب جب کہ اس نے توبہ کر لی اور معافی مانگ لی تو اس کی امامت درست، یا نہیں؟

الجواب

صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ امام مذکور اگر صدق دل سے توبہ و تائب ہو چکا ہے اور جو رقم مسجد کی اس نے چھپائی ہے، وہ مسجد کے چندہ میں جمع کر دے تو اس کی امامت درست ہے۔

"التائب من الذنب كمن لاذنب له". (الحديث)(۱) فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ، نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان۔

الجواب صحیح: محمد انور شاہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان، ۴/ربیع الثانی ۱۳۹۸ھ۔ (فتاویٰ مفتی محمود:۱۷۳/۲)

== باب ماجاء فى علامة المنافق، رقم الحديث: ٢٦٣١، ص: ٤٢٦/مسند الإمام احمد بن حنبل، مسند أبى هريرة رضى الله عنه، رقم الحديث: ٨٦٨٥، ٣١٤/١٤، مؤسسة الرسالة/السنن الكبرىٰ، كتاب الاقرار، باب ماجاء فى اقرار المريض، رقم الحديث: ١١٤٥٦-١١٤٥٨/كتاب الوديعة، باب ماجاء فى الترغيب فى أداء الإمانات، رقم الحديث: ١١٦٨٩، ٤٧٠/٦/ كتاب الشهادات، من كان منكشف الكذب مظهره مستتربه لم تجز شهادته، رقم الحديث: ٢٠٨١٩، ٣٣٠/١٠، دار الكتب العلمية، بيروت)/مسند إسحاق بن راهويه (ح: ٣٨٣)/تعظيم قدر الصلاة للمروزى (ح: ٦٧٥)/السنة لأبى بكر بن الخلال، باب مناكحة المرجئة (ح: ١٦٣٣)/مساوىء الأخلاق للخرائطى، باب ماجاء فى الكذب (ح: ١٤٦)/الإيمان لابن منده (ح: ٥٢٩)انيس)

(۱) سنن ابن ماجة، باب ذكر التوبة (ح: ٤٢٥٠)/الدعاء للطبرانى، باب قول النبى صلى الله عليه وسلم: التائب من الذنب، الخ (ح: ١٨٠٧)/ مسند الشهاب القضاعى، التائب من الذنب كمن لا ذنب له (ح: ١٠٨)/شعب الإيمان، معالجة كل ذنب بالتوبة (ح: ٦٧٨٠)انيس)

شرعی وجوہات کی بنا پر ناپسندیدہ شخص کی امامت:

سوال: زید جو مسجد کا تنخواہ دار ملازم ہے، اس کے اعمال وافعال سے مسلمان ناراض ہیں؛ کیوں کہ یہ باتیں اس میں موجود ہیں:

(الف) جھوٹ بولنا اور جھوٹی شہادت دینا، (ب) مسجد کا روپیہ اپنے ذاتی مفاد میں خرچ کرنا، (ج) مسجد کا روپیہ اپنی وجاہت پیدا کرنے یا قائم رکھنے کے لیے خرچ کرنا، (د) مسجد کے ملازموں سے اپنے گھر کے ذاتی کام لینا اور اپنی خدمت کرانا، (ہ) قبرستان کی قبروں کو منہدم کر کے اس پر ذاتی مکان بنانا، (و) اپنے رشتہ داروں کو مسجد کا ملازم مقرر کرنا اور پھر ان سے مسجد کے کام میں غفلت اور بے پروائی پر باز پرس نہ کرنا، (ز) اپنے مخالف مسلمانوں کی شکایتیں افسران وحکام بالا تک پہنچا کر ان کو نقصان پہنچانا۔

سوال یہ ہے کہ جس شخص میں یہ باتیں موجود ہوں تو مسلمانوں کا اس کی امامت سے ناخوش ہونا درست ہے، یا نہیں؟ اور وہ باوجود ان اعمال کے امامت کا اہل ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۲۶۶۷ محمد یوسف صاحب، پشاور، ۱۴/رجب ۱۳۵۹ھ، ۱۹/اگست ۱۹۴۰ء)

الجواب

اگر یہ واقعہ ہو کہ کسی امام میں یہ باتیں پائی جائیں، جو سوال میں الف سے ز تک لکھی گئی ہیں تو ایسا شخص امامت کے لائق نہیں ہے، (۱) اور جماعت کا اس کی امامت سے ناخوش ہونا بجا ہے اور جب کہ امام سے تمام جماعت یا جماعت کی

---

(۱) عن عبد الله بن مسعود قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: عليكم بالصدق فإن الصدق يهدى إلى البر والبر يهدى إلى الجنة وما يزال الرجل يصدق ويتحرى الصدق حتى يكتب عند الله صديقا، وإياكم والكذب فإن الكذب يهدى إلى الفجور والفجور يهدى إلى النار وما يزال العبد يكذب ويتحرى الكذب حتى يكتب عند الله كذابا. (الصحيح لمسلم، كتاب البر والصلة، باب قبح الكذب وحسن الصدق وفضله، رقم الحديث: ۲۶۰۷)/مسند الإمام أحمد، مسند عبد الله بن مسعود رضى الله عنه (ح: ۳۶۳۸) انيس)

عن أنس رضى الله عنه قال سئل النبى صلى الله عليه وسلم عن الكبائر قال: الاشراک بالله وعقوق الوالدين وشهادة الزور. (صحيح البخارى، كتاب الشهادات، باب ماقيل فى شهادة الزور، رقم الحديث: ۲۶۵۳/ الصحيح لمسلم، كتاب الإيمان، باب بيان الكبائر وأكبرها، رقم الحديث: ۸۸)

"ولو جمع مالاً لينفقه فى بناء المسجد فأنفق بعضه فى حاجته ثم رد بدله فى نفقة المسجد لايسعه أن يفعل ذلک" (البحر الرائق، كتاب الوقف: ۵/۴۲۰، رشيدية)

"وإذا رأى حشيش المسجد ... فإن كان له أدنٰى قيمةً، لايأخذه ... وكذ الجنائز والعتق أو الحصر المقطعة والمنابر والقناديل المكسرة". (البحر الرائق، كتاب الوقف: ۵/۴۲۰، رشيدية)

اکثریت وجوہ شرعیہ کی بنا پر ناراض ہوتو امام کو ہرگز امامت کرنا جائز نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:
''یعنی تین شخص ہیں: جن کی نماز ان کے کانوں سے تجاوز نہیں کرتی؛ (یعنی درجۂ قبولیت کو نہیں پہنچتی) ،ایک: غلام جو آقا کے پاس سے بھاگ گیا ہو، جب تک واپس نہ آئے، دوم: وہ عورت جو خاوند کی ناراضی اور خفگی میں رات بسر کرے، سوم: وہ امام جس سے جماعت بیزار ہو''۔(۱)

یہ واضح رہے کہ جماعت کی بیزاری وہی معتبر ہے، جو وجوہ شرعیہ پر مبنی ہو؛ کیوں کہ اگر امام صالح امامت کی اہلیت رکھنے والا متدین متبع سنت ہو تو جماعت کی ناراضی اور بیزاری مؤثر نہ ہوگی۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی: ۱۱۹/۳-۱۲۰)

☆ ☆ ☆

(۱) عن أبی أمامة قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: ثلاثة لاتجاوز صلاتهم آذانهم: العبد الآبق حتٰی یرجع وامرأة باتت وزوجها علیها ساخط وأمام قوم وهم له کارهون. (جامع الترمذی، باب ما جاء من قوما وهم له کارهون: ۸۲/۱، ط: سعید کمپنی، رقم الحدیث: ۳۶۰/ وکذا فی الدر المختار، باب الإمامة: ۵۵۹/۱)/ مصنف ابن أبی شیبة، ما حق الرزوج علی امرأته (ح: ۱۷۱۳۸)/ فیض القدیر، حرف الثاء: ۳۲۳/۳، المکتبة التجاریة مصر/ حاشیة السندی علی سنن ابن ماجة، باب من أم قوما وهم له کارهون: ۳۰۷/۱، دار الجیل بیروت/ انیس)

والدین کی نافرمانی کرنے والے کی امامت

عاق کی امامت:

سوال: عاق کی امامت جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ______________

حدیث شریف میں "صلوا خلف کل بر و فاجر". (الحدیث)(۱) پس عاق بھی چونکہ مسلمان ہے، کافر نہیں؛ اس لیے نماز اس کے پیچھے صحیح ہے، مگر مکروہ ہے؛ کیوں کہ عاق والدین و عاق استاذ فاسق ہے، (۲) اور امامت فاسق کی مکروہ ہے۔ (کذا فی ردالمحتار)(۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۲۲/۳)

والدین کی نافرمانی کرنے والے کی امامت:

سوال (۱) جس عالم و حافظ قاری حاجی کے اخلاق ایسے ہوں کہ والدین کی نافرمانی اور ساتذہ کی عیب جوئی کرے، اس کو دوسروں میں پھیلاتا ہو اور اس کے پڑوسی بھی نالاں ہوں تو کیا ایسے کو امام بنایا جاسکتا ہے؟

(۲) جو شخص مسلمانوں کا اتحاد ختم کرے، جب کہ اس دور میں مسلمان خود اس قدر منتشر ہیں تو جہاں کہیں اتحاد ہے، اس کو برباد کرے اور ساتھ میں یہ دعویٰ کرے کہ میری آواز بھی اچھی ہے؛ اس لیے میں امامت کا مستحق ہوں تو کیا ایسے شخص کو امام بنانا جائز ہے؟

---

(۱) عن أبی هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: صلوا خلف كل بر وفاجر وصلوا على كل بر وفاجر وجاهدوا مع كل بر وفاجر. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، باب الصلاة على من قتل نفسه غير مستحل (ح: ٦٨٣٢) انيس)

(۲) عن أنس قال: سئل النبي صلى الله عليه وسلم عن الكبائر؟ قال: الإشراک بالله وعقوق الوالدين وقتل النفس وشهادة الزور. (صحيح البخاری، باب ما قيل فی شهادة الزور (ح: ٢٦٥٣) / الصحيح لمسلم، عن أبی بكرة، باب بيان الكبائر وأكبرها (ح: ٨٧) انيس)

(۳) أما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لأمر دينه وبأن فی تقديمه للإمامة تعظيمه وقد وجب إهانته شرعاً، إلخ، بل مشٰی فی شرح المنية علٰی أن كراهة تقديمه كراهة تحريم لماذكرنا. (ردالمحتار، باب الإمامة: ٥٢٣/١، ظفير) (مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد، انيس)

هو المصوب

(۱-۲)　دریافت کردہ صورت میں بشرط صحت واقعہ شخص مذکور کی امامت مکروہ تحریمی ہوگی۔(۱)

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲/۴۰۴)

والدہ کو زدوکوب کرنے والے کی امامت:

سوال: جو شخص والدۂ خود کو گھر سے نکال دے اور زدوکوب کرے اور گالیاں دے اور بے ادبی کرے، وہ شخص امام ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

ایسا شخص سخت ظالم اور فاسق وبدکار خسر الدنیا والآخرۃ (دنیا وآخرت کا نقصان) کا مصداق ہے،(۲) ہرگز لائق امام بنانے کے اور پیرو مقتدیٰ بنانے کے نہیں ہے،(۳) اور مصداق "ضلوا و أضلوا"(۴) اور شعر مولانا رومی قدس سرہٗ السامی کا ہے:

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست　　پس بہر دستے نباید داد دست (۵) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳/۱۴۴)

---

(۱)　عن عبد الله بن عمرو عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: الکبائر: الإشراک بالله وعقوق الوالدین وقتل النفس والیمین الغموس. (صحیح البخاری، باب الیمین الغموس (ح: ٦٦٧٥) انیس)

﴿وأطیعوا الله ورسوله ولا تنازعوا فتفشلوا وتذهب ریحکم واصبروا إن الله مع الصابرین﴾ (سورة الأنفال: ٤٦، انیس)

عن ابن مسعود رضی الله عنه قال: سمعت رجلا قرأ آیة وسمعت النبی صلی الله علیه وسلم یقرأ خلافها فجئت به النبی صلی الله علیه وسلم فأخبرته فعرفت فی وجهه الکراهة وقال: کلاکما محسن، ولا تختلفوا فإن من کان قبلکم اختلفوا فهلکوا. (صحیح البخاری، باب حدیث الغار (ح: ٣٤٧٦) انیس)

(۲)　عن المغیرة بن شعبة قال: قال النبی صلی الله علیه وسلم: إن الله حرم علیکم عقوق الأمهات ووأد البنات ومنع وهات وکره لکم قیل وقال وکثرة السؤال وإضاعة المال. (صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب عقوق الوالدین من الکبائر (ح: ٥٩٧٥) / الصحیح لمسلم، کتاب الأقضیة، باب النهی عن کثرة السؤال من غیر حاجة (ح: ٥٩٣) انیس)

(۳)　أن کراهة تقدیمه: أی الفاسق کراهة تحریم. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر) (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

(۴)　﴿قد ضلوا من قبل وأضلوا کثیرا وضلوا عن سواء السبیل﴾ (سورة المائدة: ۷۷، انیس)

(۵)　کیوں کہ ابلیس بسا اوقات انسانوں کی شکل رکھتا ہے☆ لہذا ہر کسی کے ہاتھ کی طرف ہاتھ نہیں دینا چاہئے۔ (ترجمہ، انیس)

اس لئے کہ قرآن پاک میں صراحت ہے: ﴿فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا أُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا﴾ (الآیة) ظفیر (بنی إسرائیل: ۲۳، انیس)

والد کو گالی گلوچ کرنے والے کی امامت درست ہے، یا نہیں:

سوال: شخصے پدر خود را نیک وبد دہد وہمیشہ دشنام دہد، غرض بسیار سیاست میکنند ودروغ میگوید موافق کتب چہ حکم دارد وبراں شخص اقتدا جائز است، یا نہ؟(۱)

الجواب

پدر را ایذاء دادن گنہ کبیرہ ومعصیت سخت است، اگر توبہ نہ کند ومعافی از پدر نخواہد، نماز پسِ او مکروہ است کہ او فاسق است۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلاَ تَقُلْ لَّهُمَا أُفٍّ وَّلاَ تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلاً كَرِيْماً﴾(۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۳۱۶)

باپ کو گالی دینے والے کی امامت:

سوال: جو شخص باپ کو ''حرامی، تیرے جنم میں نطفہ کا فرق ہے'' بول کر گالی دے، اس کے اوپر از روئے شرع کیا حکم ہے؟ ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب　حامدًا و مصلیًا

ایسا شخص فاسق اور نہایت کمینہ ہے، اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔(۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۲/۱۰/۲۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶/۱۶۳)

---

(۱) خلاصۂ سوال: ایک شخص اپنے باپ کو ہمیشہ برا بھلا کہتا رہتا ہے، سیاست بھی بہت کرتا ہے اور جھوٹ بھی بولتا ہے، اس کا کیا حکم ہے اور ایسے شخص کی اقتدا درست ہے یا نہیں؟ انیس

(۲) سورة بنی إسرائیل: ۲۳۔

خلاصۂ جواب: باپ کو کسی قسم کی تکلیف دینا گناہ کبیرہ اور سخت معصیت ہے، اگر توبہ نہ کرے اور باپ سے معافی نہ مانگے تو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے؛ کیونکہ وہ وہ اس وقت فاسق ہے، جیسا کہ اللہ جل شانہ نے خود قرآن مجید میں اس سے متعلق ارشاد فرمادیا ہے کہ والدین کو اف تک بھی نہ کہو اور کسی بات پر ان کو مت جھڑکو؛ بلکہ ان سے نرمی سے بات کرو۔ انیس

(۳) عقوق الوالدین: قال ابن الصلاح وأقره النووی: المحرم کل فعل یتأذی به الوالد أو نحوه تأذیا لیس بالهین، الخ. (شرح السیوطی لمسلم، باب بیان الکبائر وأکبرها: ۱/۱۰۴، دار ابن عفان، انیس)

ویکره إمامة عبد وأعرابی وفاسق وأعمٰی". (الدر المختار)

"قوله: (وفاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من یرتکب الکبائر کشارب الخمر، والزانی وأکل الربا، نحو ذلک". (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹-۵۶۰، سعید) (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

باپ کو گالی دینے اور ستانے والے کی امامت:

سوال: ایک شخص اپنے بوڑھے باپ کو بہت ستاتا ہے، اس پر کبھی کبھی فاقہ ڈالتا ہے، جھگڑتا ہے، کبھی والد کو دھوکا بھی دیا، والد بے نمازی ہے۔ ایسے شخص کو امام مقرر کرنا کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــ حامدًا و مصليًا

جب باپ غریب اور ضعیف ہو، کھانے کمانے کے قابل نہ ہوتو اس کا نفقہ بیٹے کے ذمہ ہوتا ہے، (۱) باپ اگر چہ بے نمازی اور گنہ گار ہو، تب بھی باپ کا احترام واجب اور لازم ہے، اس کو گالی دینا اور ستانا حرام ہے، (۲) جو شخص باپ کے ساتھ وہ معاملہ کرے، جو سوال میں درج ہے، وہ فاسق اور بہت بڑا گنہ گار و ظالم ہے، اس کو ہرگز امام نہ بنایا جائے۔ (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲/۱/۱۳۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔ الجواب صحیح: سید احمد علی سعید۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۶۵/۶)

استاذ کی شان میں بے ادبی کرنے والے کی امامت:

سوال (۱) عالم خالد نے عباس کو عرصہ دراز تک دینی تعلیم پڑھا لکھا کر دینِ اسلام سے آشنا کیا، علم فقہ سے مفصل واقف کار کرایا، بعد ازیں اگر عباس مذکور اپنے پدر بزرگوار، یا برادر کے کہنے پر مولوی خالد کو کسی مجلس سے برخواست کر دے، زدوکوب کی دھمکی دے اور خود پیشوا بنے، کیا ایسا بے ادب شاگرد امام بن سکتا ہے، یا نہیں؟

---

(۱) قال: ويجبر الولد الموسر علىٰ نفقة الأبوين المعسرين مسلمين كانا أو ذميين، قدرا علىٰ الكسب أو لم يقدرا، بخلاف الحربيين. ولا يشارك الولد الموسر أحداً في نفقة أبويه المعسرين، كذا في العتابية". (الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب السابع عشر في النفقات، الفصل الخامس في نفقة ذوي الأرحام: ٥٦٤/١، رشيدية)

(۲) قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿وقضىٰ ربك ألا تعبدوا إلا إياه وبالوالدين إحساناً، إما يبلغن عند الكبر أحدهما أو كلا هما، فلا تقل لهما أفٍ ولا تنهرهما، وقل لهما قولاً كريماً﴾. (سورة الإسراء: ٢٣)

وقال اللّٰه تعالىٰ: ﴿وصاحبهما في الدنيا معروفاً﴾. (سورة لقمان: ١٥)

"ثم بين صفة الإحسان إليهما بالقول والفعل والمخاطبة الجميلة علىٰ وجه التذلل والخضوع ونهى عن التبرم والتضجر بهما بقوله ﴿فلا تقل لهما أفٍ﴾. ونهى عن الإغلاظ والزجر لهما بقوله ﴿ولا تنهر هما﴾ فأمر بلين القول و الاستجابة لهما إلىٰ ما يأمر أنه ما لم يكن معصيةً". (أحكام القرآن للجصاص: ٢٩١/٣، قديمی)

(۳) ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمىٰ. (الدر المختار) قال ابن عابدين رحمه اللّٰه تعالىٰ "قوله: (وفاسق) من الفسق، وهو الخروج عن الإستقامة، و لعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر، والزاني وأكل الربا، إلخ". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ٥٥٩/١ـ٥٦٠، سعيد) (مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

(۲) جب تک عباس توبہ واستغفار نہ کرے، یا اپنی خطا کی اپنے استاذ سے معافی نہ مانگے، کیا اس کے پیچھے نمازِ جنازہ نمازِ عید وغیرہ پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

جس استاذ نے دین اسلام کی تعلیم دی اور علم فقہ سے مفصل واقف بنایا، وہ بہت بڑا محسن ہے، (۱) اس کا حق باپ بھائی سے زیادہ ہے، باپ بھائی، یا کسی اور کے کہنے پر استاذ کو زدوکوب کی دھمکی دینا نہایت کمینہ حرکت ہے، (۲) ایسا شخص امامت کا مستحق نہیں، جب تک نالائق حرکت پر نادم ہوکر توبہ نہ کرے اور استاذ سے معافی نہ مانگ لے، اس کو امام نہ بنایا جائے۔ (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۶/۳/۲۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۶۵/۶-۱۶۶)

استاذ کے نافرمان شاگرد کی امامت:

سوال: ایک استاذ مثلاً (زید) نے اپنے شاگرد مثلاً (عمر) کو کسی ناراض گی کی بنا پر عاق کردیا، کیا عاق کرنا شرعاً کوئی حکم رکھتا ہے؟ بصورتِ دوم کیا حکم ہے اور اس شخص کو امام مسجد بنانا کیسا ہے، جائز ہے، یا ناجائز ہے؟

نوٹ: استاذ کی ناراضگی کا سبب یہ ہے کہ شاگرد اپنے استاذ کی زوجہ سے ناجائز تعلق رکھتا ہے۔

---

(۱) عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: "من لم يشكر الناس لم يشكر اللّٰه". (مشكوة المصابيح، كتاب البيوع، باب الرجوع في الهبة، الفصل الثاني: ۲٦۱/۱، قديمي) (رقم الحديث: ۳۰۲۵ / سنن الترمذي، باب ماجاء في الشكر لمن أحسن إليك (ح: ۱۹۵۵) / مسند أبي يعلى الموصلي، من مسند أبي سعيد الخدري (ح: ۱۱۲۲) انيس)

(۲) اعلم أن طالب العلم لاينال العلم ولاينتفع به إلا بتعظيم العلم وأهله وتعظيم الأستاذ وتوقيره، فقد قيل: ما وصل من وصل إلا بالحرمة، وما سقط من سقط بترك الحرمة، وقيل: الحرمة خير من الطاعة، ألا ترىٰ أن الإنسان لايكفر بالمعصية وإنما يكفر باستخفافها وبترك الحرمة، ومن تعظيم العلم تعظيم المعلم، قال علي كرم اللّٰه وجهه: "أنا عبد من علمني حرفاً واحداً، إن شاء باع وإن شاء اعتق، وإن شاء استرق"... فإن من علمك حرفاً مما تحتاج إليه في الدين فهو أبوك في الدين ... وفي الجملة يطلب رضاه، ويجتنب سخطه، ويمتثل أمره في غير معصية اللّٰه". (تعليم المتعلم، تاليف الإمام برهان الإسلام تلميذ صاحب الهداية، ص: ۲۱، قديمي)

حق العالم على الجاهل وحق الأستاذ على التلميذ واحد علىٰ السواء وهو أن لا يفتح الكلام قبله ولايجلس مكانه، إلخ". (ردالمحتار، مسائل شتىٰ: ۷٥٦/٦، سعيد)

(۳) وقد نصوا علىٰ أن أركان التوبة ثلاثة: الندامة على الماضي، والإقلاع في الحال، والعزم علىٰ عدم العود في الاستقبال... وإن كانت عما يتعلق بالعباد... وأما إن كانت المظالم في الأعراض... فيجب في التوبة فيها مع ما قدمناه في حقوق اللّٰه أن يخبر أصحابها بما قال من ذلك ويتحلل منهم". (شرح الفقه الأكبر، ص: ۱٥۸-۱٥۹، قديمي)

الجواب ــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

عاق کہتے ہیں: نافرمان کو، شاگرد صورتِ مسئولہ میں یقیناً ایسی حرکت کا مرتکب ہے کہ جو استاذ کی ناخوشی کا موجب ہے، شاگرد کو ایسی حرکت سے توبہ کرنا اور استاذ کو راضی کرنا ضروری ہے، جب تک وہ توبہ نہ کرے، تب تک اس کو امام نہ بنانا چاہئے،(۱) بعد توبہ اس کی امامت درست ہے۔(۲) فقط واللہ سبحانہ تعالی اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۵۸/۸/۱۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ صحیح: عبد اللطیف، ۲۱/شعبان/۱۳۵۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۶۷/۶)

والدین کے نافرمان کی امامت:

سوال: جو شخص اپنے والدین کا نافرمان ہے، اس کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں؟ اور اپنے ہاتھ کی کمائی میں والدین کو کچھ مل سکتا ہے، یا نہیں؟ اگر والدین فقیر ہوں تو اولاد مقدم ہے، یا والدین؟

الجواب ــــــــــــــــــ

امامت اس کی مکروہ ہے، بہ سبب فاسق ہونے کے،(۳) اور نکاح خوانی وذبیحہ اس کا درست ہے کہ وہ مسلمان ہے اور والدین اس کے اگر محتاج ہیں، ان کا خرچ اور نفقہ بیٹے پر واجب ہے، اپنے عیال واطفال کو بھی دیوے اور والدین کو

---

(۱) عن أبی أمامة الباهلی قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من علم عبداً آية فهو مولاه لا ينبغی له أن يخذله ولا يستأثر عليه فإن هو فعل قصم عروة من عرى الإسلام - وفی رواية المالينی: "من علم رجلاً" - ،الخ. (شعب الإيمان للبيهقی، فصل فی تعليم القرآن (ح: ۲۰۲۳)/المعجم الكبير للطبرانی، محمد بن زياد الألهانی عن أبی أمامة (ح: ۷۵۲۸) انیس)

ويكره إمامة عبد وأعرابی وفاسق وأعمٰی. (الدر المختار)

"قوله: (وفاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزانی وأكل الربا، ونحو ذلک". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۹/۱-۵۶۰، سعيد) (مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد، انیس)

(۲) ﴿وهو الغفور الرحيم﴾ أی لمن تاب إليه وتوكل عليه، ولو من أی ذنب كان حتى من الشرک به فإنه يتوب إليه. (تفسير ابن كثير، من تفسير سورة يونس: ۲۶۱/۴، دار الكتب العلمية بيروت، انیس)

والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلاة فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، ثم الأحسن تلاوة وتجويداً للقراءة، ثم الأورع ،آه". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۷/۱، سعيد)

(۳) ويكره تقديم الفاسق أيضاً لتساهله فی الأمور الدينية. (غنية المتملی، ص: ۳۵۱، ظفير) (باب الإمامة وفيها مباحث، انیس)

بھی دیوے، سب کا نفقہ اس پر لازم ہے: **وتجب علٰی موسر (إلٰی قوله) النفقة لأصوله الفقراء ولو قادرين علي الكسب، إلخ.** (الدر المختار) (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۳/۳۰۷)

منکرات سے نہ بچنے والے اور والدین کی نافرمانی کرنے والے کی امامت:

سوال: بکر پہلوانوں کی کشتی میں - جہاں ڈھول وغیرہ منکرات ہوں - جاتا ہے اور میلوں میں - جہاں ہر قسم کے افعال قبیحہ ہوں - جاتا ہے، تماشہ دیکھتا ہے، تارک جماعت ہے اور بکر نے اپنے داماد عمر کو ورغلا کر اور بہکا کر اس کے والد زید کا عاق اور نافرمان بنادیا ہے، یہاں تک کہ عمر نے اپنے والد کو مارا، حالانکہ نکاح سے پہلے عمر زید کا بہت تابعدار تھا اور بکر نے اپنے داماد عمر کو باپ سے معافی مانگنے سے روکا اور علم دین حاصل کرنے سے بھی روک دیا، کیا بکر و عمر کو امام بنانا درست ہے، یا نہیں؟ اور عمر اپنے والد زید کا عاق ہے، یا نہیں؟

الجواب

عمر اس صورت میں موافق بیان سائل کے اپنے باپ کا عاق اور نافرمان اور شرعاً فاسق و عاصی ہے، پس امام بنانا اس کا حرام ہے اور نماز اس کے پیچھے مکروہ ہے، اسی طرح بکر جو عمر کو عقوق والدین پر آمادہ کرتا ہے اور منکرات شرعیہ کا مرتکب ہے، فاسق ہے، (۱) اس کو امام بنانا حرام ہے اور نماز اس کے پیچھے مکروہ تحریمی ہے۔ علامہ شامی نے فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہونے اور فاسق کو امام بنانے کی حرمت کی دلیل میں یہ لکھا ہے کہ فاسق از روئے احادیث واجب الاہانت ہے اور اس کو امام بنانے میں اس کی تعظیم ہے؛ اس لیے امام بنانا اس کو حرام ہوا۔ عبارت شامی کی یہ ہے:

أما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لايهتم بأمر دينه وبأن في تقديمه للإمامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً، إلخ. (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۳/۱۲۹-۱۳۰)

باپ کا جنازہ نہ پڑھنے والے امام کی اقتدا کا حکم:

سوال: ایک امام مسجد اپنے والدین سے بوجۂ دنیاوی معاملات ناراض ہے اور اس ناراضگی کی بنا پر اس کے دوسرے بہن بھائی بھی اس سے لاتعلق ہوں، پھر اس امام نے اپنے والد کے مرض الوفات میں نہ تو اس کی عیادت کی اور نہ دوسرے بھائیوں کے ڈر کی وجہ سے اس کی نماز جنازہ میں شرکت کی تو اس کی اقتدا کا کیا حکم ہے؟

---

(۱)　الدر المختار علٰی هامش ردالمحتار، باب النفقة: ۲/۹۳۱-۹۳۳، ظفير

(۲)　﴿وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الاثم والعدوان واتقوا الله إن الله شديد العقاب﴾ (سورة المائدة: ۲، انيس)

(۳)　ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵۲۳، ظفير (مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

الجواب

والدین سے ناراض ہونا امر قبیح ہے، پھران کی عیادت اور جنازہ میں شریک نہ ہونا یہ اقبح القبائح ہے؛ لیکن اگر کسی شرعی امر اور جائز کام کی وجہ سے بیٹا اپنے باپ سے ناراض ہو تو اس کے پیچھے اقتدا درست ہے، البتہ اگر وہ کسی غیر شرعی امر یا شرعی امور میں حد سے تجاوز کر کے باپ کے حق میں کوتاہی کرتا ہے تو بوجہ فسق ہونے کے اس کی اقتدا مکروہ ہے۔(۱)

قال ابن عابدین تحت ھٰذاالقول(یکرہ إمامة عبد وأعرابی وفاسق أعمٰی):أی من الفسق:وھو الخروج عن الاستقامة،ولعل المراد به من یرتکب الکبائر کشارب الخمر والزانی وآکل الرباء ونحو ذلک.(رد المحتار: ۱/ ۵۶۰)(۲)(فتاویٰ حقانیہ:۳/۱۵۰-۱۵۱)

استاذ کی بے حرمتی کرنے والے کی امامت:

سوال: گل بابا نے مولوی ثناء اللہ سے ایک کتاب حدیث کی اور ایک فقہ کی پڑھی، اس کے بعد گل بابا نے کسی بات پر اپنے استاذ مذکور کو گالیاں دیں اور بُرے الفاظ کہے، بعد چندے مولوی صاحب نے وفات کی، اب گل بابا کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

اب جبکہ گل بابا کا استاذ مذکور فوت ہو گیا ہے تو گل بابا سے کہا جاوے کہ اپنے استاذ مذکور کے لیے دعا کرے اور جو کچھ بے ادبی وگستاخی اس سے ہوئی، اس سے توبہ کرے اور استغفار کرے، اللہ تعالیٰ اس کا گناہ معاف فرما دیوے گا اور استاذ بھی خوش ہو جاوے گا اور بعد توبہ کے امامت گل بابا کی بلا کراہت درست ہے۔

درمختار میں ہے کہ اگر فاسق ومبتدع کے پیچھے نماز پڑھے گا تو بزرگی اور ثواب جماعت کا اس کو ملے گا اور شامی میں

---

(۱) ﴿وقضی ربک ألا تعبدوا إلا إیاہ وبالوالدین إحسانا﴾(سورة الإسراء:۲۳،انیس)

﴿ووصینا الإنسان بوالدیه حسنا وإن جاھداک لتشرک بی ما لیس لک به علم فلا تطعھما﴾(سورة العنکبوت:۸،انیس)

عن علی رضی اللّٰہ عنه عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال:لا طاعة فی معصیة اللّٰہ عزوجل.(مسند البزار، ومما روی سعد بن عبیدة عن أبی عبدالرحمن عن علی (ح: ۵۸۶)/وفی روایة أبی یعلی الموصلی فی مسندہ عن علی رقم الحدیث: ۲۷۹ بلفظ:"لا طاعة لبشر فی معصیة اللّٰہ"،انیس)

(۲) کتاب الصلاة،باب الإمامة،مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس

وفی الھندیة: تجوز إمامة الأعرابی والأعمٰی والعبد وولدالزناء والفاسق،کذا فی الخلاصة، إلاأنھا تکرہ، ھٰکذافی المتون.(الفتاویٰ الھندیة.باب الإمامة الفصل الثالث: ۱/ ۸۵)

ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ ان کے پیچھے نماز پڑھنا تنہا نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔عبارت درمختار کی یہ ہے:

صلّٰی خلف فاسق ومبتدع نال فضل الجماعة،إلخ.قال فی الشامی:أفاد أن الصلاة خلفهما أولٰی من الانفراد،إلخ. (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۱۶/۳)

استاذ کی ہتک کرنے اور تصویر کھینچوانے والے کی امامت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے اپنے پاس اپنے پیر؛یعنی مرشد کی تصویر رکھی ہوئی ہے،صورت رکھنے کی یہ ہے کہ محض زیارت مقصد ہے؛یعنی کبھی نہ کبھی چوم لیتا ہے،اس کے بارے میں علماء دین کیا فرماتے ہیں؛یعنی اپنے مرشد کی تصویر کو اپنے پاس رکھ سکتا ہے،یانہیں؟

دیگر عرض یہ ہے کہ ایک آدمی نے اپنے استاد صاحب کو گالیاں دی ہیں اور اس پر طعن وتشنیع کرتا ہے؛یعنی برا سمجھتا ہے،کیا ایسے شخص کی امامت ہوسکتی ہے،یانہیں؟ شاگرد کے پیچھے نماز ہوجاتی ہے،یانہیں؟ کیوں کہ شاگرد استاد کو گالیاں دیتا ہے،نیز جو شخص اپنے مرشد کی تصویر رکھتا ہے،اس کے پیچھے نماز ہوسکتی ہے،وہ امامت کراسکتا ہے،یانہیں؟

(المستفتی:عبدالرؤف)

الجواب

عن عبد اللّٰه ابن مسعود رضی اللّٰه عنه قال:سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول: أشد الناس عذاباً عندا للّٰه المصورون. {متفق علیه}(۲)

تصویر بنانا اور کھینچنا اور کھینچوانا شریعت میں حرام ہے،لہذا شخص مذکور کے پیچھے نماز مکروہ ہے،بلا وجہ اپنے استاد عالم دین کی مخالفت کرنا اور عداوت اور توہین کرنا معصیت ہے۔

شامی میں ہے:

”قال الزندویستی:حق العالم علی الجاهل وحق الأستاد علی التلمیذ واحد علی السواء“. (۳)

---

(۱) ردالمحتار،باب الإمامة:۵۲۵/۱، ظفیر (البدعة خمسة أقسام،انیس)

(۲) مشکوٰة،کتاب اللباس،باب التصاویر،الفصل الأول (ح: ۴۴۹۷)ص:۱۲۷۴،المکتب الإسلامی/صحیح البخاری، باب عذاب المصورین یوم القیامة (ح: ۵۹۵۰)/صحیح لمسلم،کتاب اللباس والزینة،باب تحریم تصویر صورة الحیوان (ح:۲۱۰۹)/مسند البزار،عبد اللّٰه بن مرة وغیره من أصحاب مسروق عن مسروق عن عبد اللّٰه (ح:۱۹۶۴)،انیس

(۳) ردالمحتار،کتاب الخنثیٰ،مسائل شتیٰ:۴۸۷/۱۰،المکتبة العلمیة،انیس

گالی بکنا فی نفسہٖ معصیت ہے اور پھر استاد کو گالیاں دینا تو اور برا ہے، پس شخص مذکور اگر فعل بد سے توبہ تائب نہ ہو تو اس کو امام بنانا نہیں چاہئے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ، نائب مفتی خیر المدارس ملتان ؍الجواب صحیح: محمد عفا اللہ عنہ۔ (خیر الفتاویٰ: ۲؍۳۳۴) ☆

اپنے استاذ عالم دین کی بے عزتی اور توہین کرنے والے کی امامت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص اپنے ایک استاذ، جو عالم دین بھی ہے، کی دنیاوی لالچ کی وجہ سے بے عزتی اور توہین کرتا ہے، کیا یہ شخص اس جزئیہ فقہیہ کے تحت داخل نہیں ہے کہ ''**من أهان عالماً بغير سبب خيف عليه الكفر**'' ؟ اور اس سلسلہ میں یہ شاگرد عاق ہے، یا نہیں؟ اور اس کی امامت جائز ہوگی، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: حافظ ہدایت الرحمٰن مالکی صوابی۔ ۱۲؍محرم الحرام ۱۴۰۳ھ)

الجواب

عالم سے علم دین کی وجہ سے عداوت کرنا موجب کفر ہے، ذاتیات کی وجہ سے عداوت کفر نہیں ہے، (۱) البتہ ''**سباب المسلم فسوق**'' (۲) کی بنا پر یہ شخص فاسق ہے اور ایسے شخص کے پیچھے اقتدا مکروہِ تحریمی ہے، (۳) جب کہ

☆ استاذ کی بددعا والے شاگرد کی امامت:

سوال: ایک امام مسجد نے اپنے شاگرد کو کسی ذاتی تنازع کی بنا پر (زمین کا تنازع) بددعا دی اور چند بعد پیش امام کا انتقال ہو گیا اور شاگرد اسی مسجد میں پیش امام بن جاتے ہیں، اب مقتدیوں میں اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں کہ اس (موجودہ امام) کو استاذ کی بددعا ہے؛ اس لیے اس کے پیچھے نماز نہیں ہو سکتی، جبکہ دوسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ نماز ہو سکتی ہے، جبکہ اس گاؤں میں دوسرا کوئی شخص نماز پڑھانے کے لائق اور قابل ہی نہیں ہے۔

الجواب

استاذ کی بددعا اگر بے وجہ تھی تو اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمائے اور اگر معقول وجہ کی بناء پر تھی تو شاگرد کو استاذ کے لیے بلندی درجات کی دعاء کرنی چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے بھی معافی مانگے، نماز اس کے پیچھے صحیح ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳؍۴۴۳)

(۱) قاله الملاعلي القاري: من أبغض عالماً من غير سبب ظاهر خيف عليه الكفر قلت: الظاهر أنه يكفر؛ لأنه إذا أبغض العالم من غير سبب دنيوي أوأخروي فيكون بغضه لعلم الشريعة ولا شك في كفر من أنكره فضلاً عمن أبغضه. (شرح فقه الأكبر لملاعلي قاري، ص: ۱۷۳، فصل في العلم والعلماء)

(۲) عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ''سباب المسلم فسوق وقتاله كفر''. (الصحيح لمسلم: ۵۸/۱، كتاب الإيمان) (رقم الحديث: ۶۴، انيس)

(۳) قال العلامة الحصكفي رحمه الله: ويكره إمامة عبد وفاسق وأعمٰى. ==

قوم میں اس شخص سے نیک لوگ موجود ہوں اور عاق کا بھی یہی حکم ہے۔(ماخوذ از شرح الفقه الأکبر والبحر الرائق)
وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ:۴۲۳/۲) ☆

== قال ابن عابدين: (قوله:أى غير الفاسق)وأماالفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لايهتم لأمر دينه وبأن فى تقديمه للإمامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً ولا يخفىٰ أنه إذاكان اعلم من غيره لا تزول العلة فإنه لايؤمن أن يصلى بهم بغيرطهارةٍ فهو كالمبتدع تكره إمامته بكل حال بل مشىٰ فى شرح المنية علىٰ أن كراهة تقديمه كراهة تحريم .(الدرالمختار مع ردالمحتار: ۴۱۴/۱،مطلب البدعة خمسة أقسام،باب الإمامة)

☆ والداور استاذ کی اہانت کرنے والے کی امامت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید،عمراور بکر تین بھائی ہیں،ان میں سے زید سند یافتہ عالم ہے اور شادی شدہ بھی ہے، جب کہ بکر اور عمر گھر پر نہیں ہوتے ؛ بلکہ کاروبار کے سلسلے میں سفر پر ہوتے ہیں، بکر اور عمر نے زید کے ساتھ یہ فیصلہ کیا تھا کہ والدین کا خرچہ مشترکہ طور پر ادا کریں گے؛ لیکن زید کا رویہ والدین کے ساتھ بہت توہین آمیز ہے، جب کہ زید اپنے والد کا شاگرد بھی ہے، زید نے ضعیف العمر والدین کو گھر سے نکال کر تھپڑ مارے اور چائے کا پیالہ بھی زور سے انڈیل دیا، زید والدین کو گھر میں عزت کے ساتھ روٹی وغیرہ بھی نہیں دیتے ، اپنے والد کو ہر بات پر ٹوکتا ہے اور برا بھلا کہتا ہے،سوال یہ ہے کہ اس قسم کے آدمی کی اقتدا کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: مولانا غلام حیدر لنڈا احمد خیل بنوں،۱۲/صفر۱۳۹۲ھ)

الجواب

بشرط صدق مستفتی زید عاق اور فاجر ہے،اس کے پیچھے اقتدا مکروہِ تحریمی ہے،لحديث الكبائر ومنها عقوق الوالدين. (عن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:"الكبائر الاشراک بالله وعقوق الوالدين وقتل النفس واليمين الغموس،رواه البخارى،وفى رواية أنس وشهادة الزور بدل اليمين الغموس،متفق عليه.(مشكوٰة المصابيح: ۱۷/۱،باب الكبائر وعلامات النفاق،الفصل الأول)وفى منحة الخالق قال الرملى ذكر الحلبى أن تقديم الفاسق والمبتدع كراهة التحريم (هامش البحر الرائق: ۳۴۹/۱)(منحة الخالق علىٰ هامش البحر الرائق: ۳۴۹/۱،باب الإمامة)

نوٹ: اگر قوم اس سے بدتر ہو تو اقتدا مکروہ نہیں ہے۔(بحر)(قال العلامة ابن نجيم:وينبغى أن يكون محل كراهة الاقتداء بهم عندوجودغيرهم وإلافلا كراهة لما لايخفىٰ(البحر الرائق: ۳۴۹/۱،باب الإمامة)وهو الموفق
(فتاویٰ فریدیہ:۴۲۵/۲-۴۲۶)

استاذ سے عاق کی نماز اور امامت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو شخص اپنے استاذ اور پیش امام جو آباء واجداد سے یکے بعد دیگرے علم دین کی تعلیم دے رہا ہے،اس شخص نے بھی نماز اور قرآن اس استاذ سے سیکھ لیا ہے اور استاذ امامت کے جملہ حقوق ادا کرتا رہا ہے اور عالم دین سے واقف ہے تو بلا قصور شرعی استاذ کو گالیاں دینا، ناجائز بکواس کرنا،تحقیر کی نظر سے دیکھنا اور ان کے خلاف پروپیگنڈے کرنا وغیرہ عندالشرع اس شخص کا کیا حکم ہے؟استاذ نے اسے عاق بھی کیا ہے،کیا اس کی نماز وغیرہ عبادات قبول ہیں، یا نہیں،اس کی امامت کرنے کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔ (المستفتی: نامعلوم) ==

ناجائز معاملہ پر والدین سے ناراض بیٹے کی اقتدا جائز ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک پیش امام اپنی والدہ سے ناراض ہے، اس کو قوم کہتا ہے کہ والدہ سے راضی نامہ کرلے، یا معافی طلب کرے؛ لیکن وہ نہ راضی نامہ کرنا چاہتا ہے اور نہ معافی طلب کرتا ہے، جب کہ ماں کا بیان یہ ہے کہ ''واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ میرا بیٹا فلاں ولد فلاں قوم......سکنہ......ناراض ہوکر کسی کے مکان میں چلا گیا ہے اور میرے خاوند کو فوت ہوئے آٹھ سال ہوگئے ہیں، ان آٹھ سالوں میں اس نے میری کوئی امداد نہیں کی، پچھلے سال وہ گھر آیا، ہم نے جرگہ بٹھا کر اس کو کہا اور وہ ناراض ہوکر کسی کے مکان میں چلا گیا، اب وہ کہتا ہے کہ میں والدہ سے ناراضی ہی رہوں گا، اگر آپ نے میرا اور والدہ صاحبہ کا راضی نامہ کرنا ہے تو میرا گوشت کاٹ کر بوری میں ڈال کر لے جائیں اور میں دندہ مانی سے معافی نہیں مانگوں گا، وغیرہ''۔ اس صورت میں ایسے بیٹے کی امامت جائز ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: مولوی محمد غنی راولپنڈی، ۱۹۶۹/۱۱/۲۲ء)

الجواب

بعض فتاویٰ مثلاً فتاویٰ نور الہدیٰ، ص: ۳۸۶ میں مسطور ہے کہ استاذ سے عاق کی نماز امامت عبادات نامنظور ہے اور دنیا سے بے ایمان جائے گا، حیث قال:

وينبغي للمتعلم أن يعظم أستاذه؛ لأن في تعظيمه بركة ومن لم يعظم أو شتم فهو عاق ولا تقبل صلاته ولا إمامته ويعزر ويشهر وعليه الفتوٰى في زماننا ثم قال بعد أحرف: وتسقط عدالته ولا يعتبر قوله ولا يعمل بفتواه لو كان مفتياً.

(وقال أيضاً:) لا يحل ذبيحة العاق ولا إمامته؛ لأنه يصير مرتداً في الحال ومثواه في النار، انتهٰى.

لیکن یہ احکام چونکہ نہ دلیل شرعی سے ثابت ہیں اور نہ کسی معتبر کتاب سے منقول ہیں، لہٰذا ایسے احکام، (**علٰى تقدير الثبوت**) سد باب اور تعزیر پر محمول کئے جائیں گے اور حقیقت یہ ہے کہ عاق فاسق ہے، اس کے پیچھے اقتدا مکروہ ہے، (**قال العلامة ابن عابدين: وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه كراهة تحريم؛ بأنه لا يهتم لأمر دينه وبأن في تقديمه للإمامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً ولا يخفٰى أنه إذا كان أعلم من غيره لا تزول العلة فإنه لا يؤمن أن يصلي بهم بغير طهارةٍ فهو كالمبتدع تكره إمامته بكل حال بل مشٰى في شرح المنية علٰى أن كراهة تقديمه كراهة تحريم لما ذكرنا قال ولذا لم تجز الصلاة خلفه أصلاً عند مالك وروايةً عن أحمد فلذا حاول الشارح في عبارة المصنف وحمل الاستثناء على غير الفاسق) والله أعلم.** (ردالمحتار هامش الدر المختار: ۱/ ٤١٤، قبيل مطلب البدعة، خمسة أقسام) واجب التعزیر ہے اور عاق پر ضروری ہے کہ استاذ کو راضی کرے اور اللہ تعالیٰ سے بھی معافی مانگے۔ **والدليل على التعزير ما في الدر المختار وللشاب العالم أن يتقدم الشيخ الجاهل وقال الرملي: فالمتقدم ارتكب معصية فيعزر.** (رد المحتار: ٥/ ٤٩٨) ==

الجواب

آپ نے کوئی تفصیل نہیں بتائی ہے کہ ناراضگی کی وجہ کیا ہے، لہٰذا تعلیقی جواب دیا جاتا ہے؛ یعنی اگر والدہ کے جائز معاملہ سے یہ ناراضگی ہو تو فسق کی وجہ سے اس کے پیچھے اقتدا مکروہِ تحریمی ہے، (۱) اور اگر والدہ کے کوئی ناجائز معاملہ سے ناراضگی ہو تو اس پر کوئی حرج نہیں ہے، لحدیث: '' **لا طاعة للمخلوق فی معصية الخالق**''. (۲) **وهو الموفق** (فتاویٰ فریدیہ: ۲/۴۳۰-۴۳۱)

عاق کے پیچھے اقتدا کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مولوی صاحب، جو ہمارا پیش امام ہے، اپنے والد سے لڑ پڑا، والد نے بیک وقت طلاق ثلاثہ ڈالدیں کہ یہ بیٹا مجھ سے عاق ہے، کیا اب اس عاق شدہ امام صاحب کے پیچھے نماز درست ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: ڈاکٹر ظہور محمد واڑی ضلع دیر، ۱۹۸۳/۸/۳۱ء)

الجواب

عاق کے پیچھے اقتدا مکروہ ہے؛ (۳) لیکن اس کے پیچھے اقتدا انفراد سے افضل ہے۔ (شامی وغیرہ) (۴) **وهو الموفق**

(فتاویٰ فریدیہ: ۲/۳۸۱-۳۸۲)

== (قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: (قوله: وللشاب العالم أن يتقدم) لأنه أفضل منه ولهٰذا يقدم فی الصلاة وهی أحد أركان الإسلام وهی تالية الإيمان زيلعی وصرح الرملی فی فتاواه بحرمةٍ تقدم الجاهل علٰی العالم حيث أشعر نزول درجته عند العامة لمخالفة لقوله تعالٰی: ﴿ يرفع الله الذين آمنوا منكم والذين أوتوا العلم درجات ﴾ إلٰی أن قال وهٰذا مجمع عليه فالمتقدم ارتكب معصية فيعزر (ردالمحتار: ٥/٥٣٣، مسائل شتٰی قبيل كتاب الفرائض)

خلاصہ ہے کہ بشرط صدق وثبوت یہ شخص فاسق اور واجب التعزیر ہے۔ وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲/۴۱۳-۴۱۴)

(۱) قال العلامة الحصكفی رحمه الله: و يكره إمامة عبد وأعرابی وفاسق وأعمٰی و مبتدع.

قال ابن عابدين: تكره إمامته بكل حال بل مشٰی فی شرح المنية علٰی أن كراهة تقديم كراهة تحريم. (رد المحتار مع الدر المختار: ١/٤١٤، قبيل مطلب البدعة خمسة أقسام، باب الإمامة)

(۲) مشكٰوه المصابيح: ١/٣٢١، الفصل الثانی، كتاب الإمارة (المعجم الكبير للطبرانی، هشام بن حسان عن الحسن عن عمران بن حصين (ح: ٣٨١) انيس)

(۳) لأن العقوق من الكبائر وفی الحديث عن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم الكبائر الاشراك بالله وعقوق الوالدين إلخ. (مشكٰوة المصابيح: ١/١٧، باب الكبائر، الفصل الأول)

(۴) قال العلامة الحصكفی رحمه الله: صلٰی خلف فاسق أو مبتدع نال فضل الجماعة. ==

حاصلات میں حصہ مانگنے کے لئے والدہ کا بیٹے کو عاق کرنے والے کی امامت:

سوال: کیافرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کا والد فوت ہوا ہے اور والدہ، دو بہن اور تین بھانجے اس کے ذمہ رہ گئے ہیں، اس آدمی نے والدہ اور بہنوں کو جائیداد میں حصہ بھی دیا ہے، اب امامت کے جو حاصلات ہیں، اس میں ان کا حصہ بنتا ہے، یا نہیں؟ باوجودیکہ گاؤں کے معززین اور ممبران نے اس آدمی پر تین ہزار پانچ سو روپیہ رکھ دئے کہ اپنی والدہ کو دیدیں، اب اس آدمی کی بہن اور بھانجے والدہ کو بھڑکاتے ہیں کہ اپنے بیٹے کو عاق کردیں اور ساتھ یہ بھی کہہ دیں کہ میں تم کو دودھ نہیں بخشتی، کیا ان الفاظ سے یہ آدمی عاق ہوگا، یا نہیں؟ اب عوام بھی بگڑ گئے ہیں کہ ان کو والدہ نے عاق کردیا ہے، لہٰذا اس کے پیچھے اقتدا درست نہیں، کیا واقعی ان کی اقتدا درست نہیں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: سید روخان شکر پورہ پشاور، ۲۹/ذی الحجہ ۱۴۰۹ھ)

الجواب

منصب امامت کوئی جائیداد نہیں ہے اور نہ ترکہ ہے، حتی کہ اس میں والدہ کا حصہ بھی ہو، یہ محض خلافت ہے، البتہ اگر اس شخص کے والد کو کوئی ملکانہ بطور ملک کے دیا گیا ہو، اس میں ورثہ کا حصہ ہوگا اور اگر یہ ملکانہ بطور ملک کے نہ دیا گیا ہو اور اوقاف مسجد سے ہو تو اس میں ماسوائے موجودہ امام کے دیگراں (اس امام کی والدہ اور ہمشیرہ گان) کا کوئی حق نہیں ہے۔

ملاحظہ: صورت اولیٰ کی تقدیر پر والدہ کی ناراضگی برمحل ہے اور صورت ثانیہ کی تقدیر پر بے محل ہے، (۱) اور یہ بیٹا عاق نہیں ہے۔ وھو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۳۴۷/۲)

☆ ☆ ☆

== قال ابن عابدين: (قوله: نال فضل الجماعة) أفاد أن الصلاة خلفهما أولىٰ من الانفراد. (الدر المختار مع ردالمحتار: ۴۱۵/۱، مطلب فی إمامة الأمرد، باب الإمامة)

(۱) قال العلامة: ملاعلی قاری: (قوله: عقوق الوالدین) أی قطع صلتهما ماخوذ من العق وهو الشق والقطع والمراد عقوق أحدهما قیل: هو ایذاء لایتحمل مثله من الولد عادة وقیل: عقوقهما مخالفة أمرهما فیما لم یکن معصیة. (هامش مرقاة علی المشکوٰة المصابیح: ۱۷/۱، باب الکبائر وعلامات النفاق)

وفی منهاج السنن: (قوله: عقوق الوالدین) أی قطع صلتهما وایذاء هما وملخصه ارتکاب أمر یؤذیهما ولایتحمل مثله من الولد، والعقوق حرام إلا إذا کان فی طاعتهما معصیة الخالق أو کان فیها تغیر الشرع، والعاق فاسق فیجری علیه ما یجری علیٰ الفاسق. (منهاج السنن شرح جامع السنن: ۳/۲، باب ما جاء فی التغلیظ فی الکذب والزور)

ایسے شخص کی امامت، جس کے رشتہ دار فاسق ہوں

اس شخص کی اقتدا کا حکم، جس کی بیوی بے پردہ رہتی ہو:

سوال: جس شخص کی زوجہ، یا دختر، یا والدہ اور خواہر بلا حجاب ونقاب بازار میں جاتی ہیں، آیا ایسے شخصوں کے ساتھ مشاربت ومواکلت کرنا اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا شرعاً بلا کراہت جائز ہے، یا نہیں؟ اور حجاب عامہ مؤمنات کے حق میں بھی واجب ہے، یا سنت ہے، یا مستحب ہے؟ فقط

الجواب

کتب فقہ میں مصرح ہے کہ حرّہ (آزاد عورت) کا تمام بدن بجز وجہ (چہرہ) اور کفین (ہتھیلیاں) اور قدمین (دونوں پیر) کے فی نفسہ اور وجہ وغیرہ بعارض فتنہ واجب الستر (چھپانا واجب) ہے، (۱) اور ترک واجب معصیت (گناہ) ہے، (۲)

---

(۱) ﴿وقل للمؤمنات يغضضن من أبصارهن ويحفظن فروجهن ولا يبدين زينتهن إلا ما ظهر منها وليضربن بخمرهن على جيوبهن ولا يبدين زينتهن إلا لبعولتهن أو آبائهن أو آباء بعولتهن أو أبنائهن أو أبناء بعولتهن أو إخوانهن أو بنى إخوانهن أو بنى أخواتهن أو نسائهن أو ماملكت أيمانهن أو التابعين غير أولى الإربة من الرجال أو الطفل الذى لم يظهروا على عورات النساء لا يضربن بأرجلهن ليعلم ما يخفين من زينتهن وتوبوا إلى الله جميعا أيها المؤمنون لعلكم تفلحون﴾ (سورة النور: ۳۱، انيس)

"إعلم أنه لا ملازمة بين كونه ليس عورة وجواز النظر إليه فحل النظر منوط لعدم خشية الشهوة مع انتفاء العورة ولذاحرم النظر إلى وجهها ووجه الأمرد إذا شك فى الشهوة ولاعورة". (فتح القدير، باب شروط الصلاة التى تتقدمها: ۲۵۹/۱ـ۲۶۰، دارالفكر بيروت، انيس)

وهذا كله إذا لم يكن النظر عن شهوة فإن كان يعلم أنه إن نظر إشتهى لم يبح له النظر إلى شيئى منها. (مبسوط السرخسي، النظر إلى الأجنبيات: ۱۵۳/۱۰، دارالمعرفة بيروت، انيس)

(فإن خاف الشهوة) أو شك (امتنع النظر إلى وجهها) فحل النظر مقيدة بعدم الشهوة وإلا فحرام وهذا فى زمانهم وأما فى زماننا فمنع من الشابة، قهستانى وغيره (إلا) النظر لا المس (لحاجة) كقاض وشاهد يحكم (ويشهد عليها). (الدرالمختار على صدر ردالمحتار، فصل فى النظر والمس: ۳۷۰/۶، دارالفكر بيروت، انيس)

(وتمنع) المرأة الشابة (من كشف الوجه بين رجال) لا لأنه عورة بل (لخوف الفتنة). (الدرالمختار، مطلب فى ستر العورة: ۴۰۶/۱، دارالفكر بيروت، انيس)

(۲) وكل من ترك الواجب فهو عاص. (بيان المختصر شرح مختصر ابن الحاجب، الواجب الموسع: ۳۶۲/۱، دارالمدني، انيس)
لأن ترك الواجب مفسق. (فتح القدير، كتاب الزكاة: ۱۵۶/۲، دارالفكر بيروت، انيس)

اور معصیت پر باوجود قدرتِ منع کے سکوت وتسامح (خاموشی اور درگذر) فسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ہے، تحریماً علی الارجح،(۱) پس جس شخص کو اپنے جن اقارب (رشتہ داروں) پر اس قدر قدرت ہو اور وہ منع نہ کرے تو وہ اس حکم میں داخل ہو جاوے گا اور اگر قدرت نہیں، یا اس کی زوجہ وخواہر (بیوی اور بہن) وغیرہ سن رسیدہ (بوڑھی) ہیں کہ کشف وجہ (چہرہ کھلنے) سے خوف فتنہ نہیں، یا کپڑا چہرہ پر لٹکا کر نکلتی ہیں تو چونکہ اس طرح نکلنا حوائج کے لیے جائز ہے؛ اس لیے منع واجب نہیں اور ترک منع فسق نہیں؛ اس لیے امامت میں کچھ حرج نہیں اور یاد رکھنا چاہیے کہ جو صورتیں فسق کی اوپر مرقوم (درج) ہوئی ہیں، کچھ باہر نکلنے والیوں کے ساتھ خاص نہیں؛ بلکہ ان پردہ نشینوں کے حق میں بھی عام ہیں، جو اپنے نامحرم اقارب کے روبرو بے حجاب سامنے آتی ہیں، وھذا کله ظاهر. فقط

۲۶ / جمادی الاخری ۱۳۲۱ھ (امداد: ۲/ ۱۵۴) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/ ۳۵۴-۳۵۵) ☆

---

(۱) عن حذيفة بن اليمان عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: والذى نفسى بيدى لتأمرن بالمعروف و لتنهون عن المنكر أو ليوشكن الله أن يبعث عليكم عقابامنه ثم تدعونه فلا يستجاب لكم. (سنن الترمذى، باب ماجاء فى الأمر بالمعروف والنهى عن المنكر (ح: ٢١٦٩) انيس)

(كره إمامة الفاسق) والفسق لغةً: خروج عن الإستقامة وهومعنٰى قولهم خروج الشيء عن الشيء علٰى وجه الفساد، وشرعاً: خروج عن طاعة الله تعالٰى بأرتكاب كبيرة، قال القهستانى: أى أو إصراره علٰى صغيرة (فتجب إهانته شرعاً فلايعظم بتقديمه للإمامة) تبع فيه الزيلعى، ومفاده كون الكراهة فى الفاسق تحريمية. (الطحطاوى علٰى مراقى الفلاح، باب الإمامة، فصل فى بيان الأحق بالإمامة، انيس)

☆ **جس کے گھر میں پردہ کا اہتمام نہ ہو، اس کی امامت:**

سوال: جس شخص کے یہاں پردہ نہیں ہے اس کے پیچھے نماز درست ہے، یا کسی قدر کراہت ہے اور پردہ واجب ہے یا فرض اور پردے کا نہ کرنے والا کس درجہ کا گنہ گار ہوگا؟

الجواب

جتنا پردہ فرض وواجب ہے، اس کے ترک سے گناہ اور اس میں بے پروائی کرنے سے امامت میں کراہت ہے، ورنہ نہیں، تفصیل اس کی فقہ کے اردو رسائل میں موجود ہے۔

(تتمہ اولیٰ، ص: ۱۷) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/ ۳۵۵)

پردہ کی حدود کا اہتمام نہ کرنے والوں کی امامت کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جن کی عورتیں منھ کھول کر سر بازار پھرتی ہیں اور باذنِ خاوند کے پھرتی ہیں اور جو کوئی غیر شخص آوے تو خاوند اُن کے ان سے کہیں کہ چلے آؤ، عورتوں سے پردہ نہیں کراتے، تو ایسے فاسق معلن کے پیچھے نماز پڑھنی مکروہ تنزیہی ہے یا تحریمی؟ یا بالکل ناجائز ہے، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب

اگر فقط چہرہ عورت کا کھلا ہے اور کوئی عضو مثلاً سر کے بال اور ٹانگ نہیں کھلتی اور علیٰ ہذا جس کے گھر میں کوئی خالہ، ماموں کا پسر جاوے اور سوائے چہرہ کے اور کوئی عضو نہ دیکھے تو وہ عورت اور اس کا خاوند فاسق نہیں ہوتا، فاسق کے پیچھے خواہ کسی طرح کا فاسق ہو، ==

ایسے شخص کی امامت، جس کی قوم میں پردہ کا اہتمام نہ ہو:

سوال: اگر کوئی شخص کسی قوم سے ہو، جس کی عورتیں پردہ نہ کرتی ہوں اور وہ شخص امام ہو تو اس کے پیچھے نماز میں اقتدا کرنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب

پردہ شرعی شریعت میں یہی ہے کہ عورت سر سے قدم تک چادر اوڑھے رہے تو اگر کسی کے گھر کی عورتیں بغیر چادر کے پھرا کرتی ہوں؛ لیکن زنا کاری ان عورتوں کی لوگوں میں مشہور نہ ہو تو نماز میں ایسے شخص کے پیچھے اقتدا کرنا مکروہ ہے اور اگر زنا کاری ان عورتوں کی مشہور ہو تو اس شخص کے پیچھے اقتدا کرنا حرام ہے اور مردوں پر فرض ہے کہ اپنی عورتوں کو زنا کاری اور بے پردگی سے باز رکھیں اور اگر وہ باز نہ آئیں تو ان کو طلاق دے دینا چاہیے، ورنہ جو لوگ اپنی عورتوں کو زنا کاری اور بے پردگی سے باز نہ رکھیں گے، وہ دیوث ہوں گے، ایسے لوگوں کے پیچھے نماز میں اقتدا کرنا منع ہے۔(۱)

لیکن اگر وہ لوگ خواندہ ہوں تو ان کے پیچھے نماز میں اقتدا کرنے سے نماز ہو جائے گی، اس کی قضا لازم نہ ہوگی، اس واسطے کہ ہر فاسق و فاجر کے پیچھے نماز میں اقتدا کرنا جائز ہے، نماز ہو جاتی ہے۔(۲) (فتاوی عزیزی:۴۶۳)

جس شخص کے یہاں پردۂ شرعی نہ ہو، اس کی امامت:

سوال: جس شخص کے یہاں پردہ نہ ہو، وہ امامت کے قابل ہے، یا نہیں؟

الجواب

جس کے یہاں پردہ شرعی نہ ہووے، اس کی امامت درست نہیں ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (تالیفات رشیدیہ:۳۰۳)

== نماز مکروہ تنزیہی (اصل میں اسی طرح ہے، جو بظاہر سبقت قلم یا سہو کاتب ہے، صحیح یہ ہے کہ فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے، جیسا کہ حضرت کے آئندہ تمام فتاویٰ میں بھی صراحت ہے۔[نور]) ہوتی ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم
رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔(مجموعہ کلاں،ص:۱۷۱) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ:۱۶۰)

(۱) ... "لايدخل الجنة ديوث". وفى رواية:"ثلاثة لايدخلون الجنة"إلخ ، وفيه الديوث،وفى رواية:"ثلاثة حرم اللّٰه عليهم الجنة: مدمن الخمر، والعاق لوالديه،والذى يقر فى أهله الخبث".(تفسيرابن كثير: ۲۰۵/۳، سورة النورتحت﴿الزانى لا ينكح﴾الآية:۳)انيس)

(۲) واعلم أنه لا ملازمة بين كونه ليس بعورة وجواز النظر إليه فحل النظر منوط بعدم خشية الشهوة مع انتفاء العورة ولذا حرم النظر إلى وجهها ووجه الأمرد إذا شك فى الشهوة ولا عورة،كذا فى شرح المنية،قال مشايخنا: تمنع المرأة الشابة من كشف وجهها بين الرجال فى زماننا للفتنة وشمل كلامه فى الشعر المترسل وفيه روايتان وفى المحيط والأصح أنه عورة.(البحرالرائق، باب شروط الصلاة: ۲۸٤/۱،دارالكتاب الإسلامى،انيس)

جس امام کے گھر میں شرعی حجاب نہ ہو، اس کی اقتدا کا حکم:

سوال: ایک شخص کسی مسجد کا امام ہے؛ لیکن اس کے گھر میں پردہ کی رعایت کے بغیر عام لوگوں کی آمدورفت آزادی کے ساتھ ہو، باوجود قدرت کے موصوف ان لوگوں کو منع بھی نہیں کرتا تو شرع میں ایسے شخص کی اقتدا کا کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

اگر باوجود قدرت ہونے کے اپنے گھر کی عورتوں کو حجاب پر مجبور نہ کرے اور اس کی عورتیں بے پردگی سے گھومتی پھرتی رہیں اور موصوف باوجود علم اور قدرت کے کوئی قدم نہیں اٹھاتا تو یہ شخص دیوث اور فاسق کے حکم میں ہو کر اس کی اقتدا مکروہ تحریمی ہے۔

قال الحصکفی: (یادیوث) ھو من لایغار علیٰ امرأته أو محرمه. (۱)

قال ابن عابدین: تحت لھذا القول (ویکره إمامة عبد وأعرابی وفاسق) أی من الفسق: وھو الخروج عن الإستقامة، ولعل المراد من یرتکب الکبائر کشارب الخمر والزانی وآکل الربا ونحو ذلک. (۲) (فتاویٰ حقانیہ: ۱۵۵/۳) ☆

(۱) الدرالمختار علیٰ هامش رد المحتار، باب التعزیر: ۲۰۲/۳

(۲) رد المحتار علی الدر المختار، باب الإمامة: ۵۶۰/۱ (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

وفی الهندیة: تجوز إمامة الأعرابی والأعمی والعبد وولد الزنا والفاسق کذا فی الخلاصة إلا أنها تکره هٰکذا فی المتون. (۸۵/۱، باب الإمامة) (الفصل الثالث، انیس)

☆ ایسے شخص کی امامت جس کے ہاں شرعی پردہ نہ ہو:

سوال: اگر امام صاحب کی بیوی پردہ نہ کرے تو ایسے شخص کو امام بنانا جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

الجوب ــــــــــــ باسم ملهم الصواب

جس شخص کے ہاں شرعی پردہ کا اہتمام نہ ہو، وہ فاسق ہے، اس کو امام بنانا جائز نہیں، اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے، البتہ جسے بیوی کو پردہ کروانے پر قدرت نہ ہو، اس کی امامت بلا کراہت جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم

۲۰/ ربیع الآخر ۱۳۸۹ھ (احسن الفتاویٰ: ۲۸۸-۲۸۹)

بے پردہ عورت کے شوہر کی امامت:

سوال: جس شخص کی منکوحہ بے حجاب پھرے اور خاوند اس کو ہدایت نہ کرے اور نہ طلاق دے تو اس کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے مع الکراہۃ؛ اس لئے اگر کوئی اس سے اچھا دیندار آدمی امامت کے لئے مل جائے تو بہتر ہے۔

۲۴ صفر ۱۳۵۰ھ (امداد المفتین: ۲۸۰/۲)

کبوتر باز کی امامت، جس کی بیوی بے پردہ ہو:

سوال: جو امام کبوتر بازی کھیل کرتا ہو، وہ نہ مانے تو شریعت میں نماز کے لیے کیا حکم ہے، اس کے پیچھے نماز ہوگی، یا نہیں؟ شریعت میں امام کی بیوی کے لیے پردہ کی کیا شرائط ہیں؟ وہ تحریر فرمائیں۔

الجواب ـــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

امام صاحب نے شوقیہ کبوتر پال رکھے ہیں، جن کو اڑاتے بھی ہیں، تب تو محض نامناسب کام کیا ہے، جس کی وجہ سے امامت میں خلل نہیں، اگر ہار جیت میں اڑاتے ہیں تو پھر ان کی امامت مکروہ ہے، جب تک کہ توبہ کر کے اپنی اصلاح نہ کرلیں، (۱) ہر ایسے آدمی سے پردہ لازم ہے، جس سے نکاح جائز ہو، (۲) اگر گھر سے باہر کا بھی عورت کو کچھ کام کرنا پڑتا ہے تو میلے کپڑے پہن کر سب بدن ڈھانپ کر باہر جائے اور ضرورت پوری کر کے واپس آجائے، اچھے کپڑے پہن کر اور خوشبو لگا کر نکلنے کی اجازت نہیں، (۳) اگر کوئی امام اپنی بیوی کو پردہ میں رکھنا چاہتا ہے اور اس پر زور بھی دیتا ہے؛ مگر بیوی نہیں مانتی، گھر سے نکلتی ہے، امام اس سے ناخوش ہے تو اس کی وجہ سے اس کی امامت میں خلل نہیں آئے گا۔ (۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ (فتاویٰ محمودیہ: ۶/۲۴۰-۲۴۱)

(۱) ”ويكره إمامة عبدٍ وأعرابی وفاسق وأعمٰی“.

”وقال ابن عابدين رحمه اللّٰه: قوله: (وفاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الإستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر، والزانی وآكل الربا ونحو ذلک“. (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹-۵۶۰، سعيد) (مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد، انيس)

(۲) قال اللّٰه تعالٰی: ﴿ولا يبدين زينتهن إلا لبعولتهن أو آبائهن أو آباء بعولتهن أو أبنائهن أو أبناء بعولتهن أو إخوانهن أو بنی إخوانهن أو بنی أخواتهن﴾ (سورة النور: ۳۱)

”ومن لا يحل له نكاحها أبداً بنسب أو سبب ولو بزنا“. (الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحه، فصل فی النظر واللمس: ۶/۳۶۷، سعيد)

(۳) قال اللّٰه تعالٰی: ﴿وقرن فی بيوتكن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الأولٰی﴾ (سورة الأحزاب: ۳۳)

”ولا يكن خراجات ولا طوافات فی الطرق والأسواق وبيوت الناس، وهٰذا لاينافی خروجهن للحج أو لما فيه مصلحة دينية مع التستر وعدم الابتذال“. (روح المعانی: ۲۲/۹، دار إحياء التراث العربی، بيروت)

عن أبی موسٰی رضی اللّٰه عنه عن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم قال: إذا استعطرت المرأة، فمرت علٰی القوم ليجدوا ريحها فهی كذا وكذا“. قال قولاً شديداً. (سنن أبی داؤد، باب ماجاء فی المرأة تتطيب للخروج: ۲/۲۱۹، سعيد) (ح: ۴۱۷۵، انيس)

عن أبی هريرة قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم: ”أيما امرأة أصابت بخوراً، فلا تشهدن معنا العشاء. قال ابن نفيل: الآخرة. (سنن أبی داؤد، باب ماجاء فی المرأة تتطيب للخروج، رقم الحديث: ۴۱۷۳: ۲/۲۱۹، سعيد)

(۴) قال اللّٰه تعالٰی: ﴿ولا تزر وازرة وزر أخرٰی﴾ (سورة الفاطر: ۱۸)

بے پردہ بیوی کے ساتھ بازار میں گھومنے والے کی امامت:

سوال: ہمارے یہاں جامع مسجد کے پیش امام صاحب اپنا لباس پینٹ شرٹ وغیرہ بھی پہنتے ہیں اور دوسرے ان کے گھر کے اندر بالکل بے پردگی ہے، میاں بیوی دونوں کو بازار اور تمام جگہوں پر گھومتے دیکھا گیا ہے، امام صاحب سے جب کہا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ احمد آباد اور مہاراشٹر کے لیے پردہ کی ضرورت نہیں ہے، کیا یہ ٹھیک ہے اور دوسرے یہ بھی روزانہ کا معمول ہے کہ دونوں میاں بیوی دروازے اور کھڑکی وغیرہ کھلی رکھتی ہیں، مستی کرتے رہتے ہیں، کیا یہ ٹھیک ہے؟ اور ان سے کہنے پر انہوں نے کہا ہے کہ جو میرے پیچھے نماز نہیں پڑھتا ہے، وہ مشرک ہے۔

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

جو امام بیوی کو ساتھ لے کر اس کی بے پردگی کی حالت میں بازار میں گھومتا پھرتا رہتا ہے اور شوقیانہ زندگی بسر کرتا ہے، اس کو امام بنانا مکروہِ تحریمی ہے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۹۲/۱۰/۲۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۴۲/۶)

اس شخص کی امامت، جس کی بیوی غیر محرم رشتہ داروں سے پردہ نہ کرتی ہو:

سوال: زید کی بیوی اپنے ماموں اور چچا کے لڑکے سے پردہ نہیں کرتی؛ بلکہ سامنے آتی ہے اور زید اس کو منع بھی کرتا ہے؛ مگر صرف زبان سے منع کرتا ہے اور کوئی تشدد نہیں کرتا تو زید پر بیوی کے پردہ نہ کرنے کا گناہ ہوتا ہے، یا نہیں؟ اور زید کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے، یا مکروہ؟ اور زید کو کس قدر تشدد کرنا چاہیے؟ اگر تشدد کرنے سے فساد کا اندیشہ ہو، پھر بھی تشدد کرے، یا نہیں؟ اگر زید کی بیوی اور زید کا بھائی عمرو ایک ہی گھر میں رہتے ہوں اور دوسرے گھر میں رہنے کی گنجائش نہ ہو، ایسی صورت میں پردہ کی کیا صورت ہوگی؟ اگر زید کی بیوی عمرو سے پردہ نہ کرے تو اس کا گناہ عمرو کو بھی ہوگا، یا نہیں؟ اگر اندیشہ فساد کا نہ ہو تو پھر بھی پردہ نہ کرنے کا گناہ ہوگا، یا نہیں؟ اگر زید اوپر جو مذکور ہے، مسائل خوب جانتا ہو تو جاہل کے مقابلہ میں امامت کا حق رکھتا ہے، یا نہیں؟

---

(۱) ﴿يَآيُّهَاالنَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْ وَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلاَبِيْبِهِنَّ﴾ (سورة الأحزاب: ۵۹، انیس)
ویکره إمامة عبد وأعرابی وفاسق وأعمٰی. (الدر المختار)

وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: قوله: (وفاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الإستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر، والزانی و آكل الربا ونحو ذلک...، فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يتهم لأمر دينه وبأن فی تقديمه للإمامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً ... علىٰ أن كراهة تقديمه كراهة تحريم. (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۹/۱ ـ ۵۶۰، سعيد) (مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد، انيس)

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

چچا اور ماموں کے لڑکے سے شرعاً پردہ ضروری ہے، اگر زید کی بیوی ان سے پردہ نہیں کرتی تو وہ گنہ گار ہے،(۱) اور زید کو منع کرنا ضروری ہے، اگر منع نہ کرے گا تو گنہ گار ہوگا،(۲) زید کو تشدد کرنا اور اپنی زوجہ کو پردہ نہ کرنے سے شرعاً مارنا بھی درست ہے، اگر نا قابل برداشت فساد کا خیال ہوا اور اس وجہ سے زید اپنی بیوی پر تشدد نہ کرے اور بلا تشدد کے نہ مانے تو شرعاً زید پر گناہ نہیں۔ اول صورت میں زید کی امامت مکروہ ہے، جبکہ اس سے بہتر امامت کا اہل موجود ہو،(۳) ثانی صورت میں زید کی امامت مکروہ نہیں۔

"يجوز له: أي الزوج أي يضرب بها في أربعة أشياء وما في معناها... ومنه إذا كشفت وجهها لغير محرم، ومنه ما إذا أسمعت صوتها للأجنبي". (كذا في الخيرية، ص: ۱۱۸)(۴)

پردہ کرنا ہر حال میں ضروری ہے، خواہ اندیشۂ فساد ہو، یا نہ ہو۔(۵)

عن نبهان مولىٰ أم سلمة رضى اللّٰه عنها أنه حدثه أن أم سلمة رضى اللّٰه عنها حدثته: أنها كانت عند رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم وميمونة، قالت: فبينما نحن عنده أقبل ابن أم مكتوم

---

(۱) قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿وقل للمؤمنات يغضضن من أبصارهن ويحفظن فروجهن ولايبدين زينتهن إلا ما ظهر منها وليضربن بخمرهن علىٰ جيوبهن ولايبدين زينتهن إلا لبعولتهن أو آبائهن أو آباء بعولتهن أو أبنائهن أو أبناء بعولتهن أو اخوانهن أو بني إخوانهن أو بني أخواتهن أو نسائهن أو ماملكت أيمانهن أو التابعين غير أولي الإربة من الرجال أو الطفل الذين لم يظهروا علىٰ عورات النساء﴾ (سورة النور: ۳۱)

وقال اللّٰه تعالىٰ: ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ﴾ (سورة الأحزاب: ۵۹)

(۲) إن سالماً حدثه أن عبد اللّٰه بن عمر رضى اللّٰه عنه يقول: سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: "كلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته فالإمام راع ومسئول عن رعيته والرجل في أهله راع وهو مسئول عن رعيته والمرأة في بيت زوجها راعية ومسئولة عن رعيتها والخادم في مال سيده راع ومسئول عن رعيته. (صحيح البخاري، كتاب الجمعة، باب الجمعة في القرىٰ و المدن: ۱/ ۱۲۲، قديمي) (رقم الحديث: ۲۵۵۸، انيس)

(۳) (ويكره إمامة عبد و أعرابي وفاسق وأعمىٰ ومبتدع لايكفر بها وإن كفر بها فلا يصح الاقتداء به أصلاً وولد الزنا، هٰذا إن وجد غيرهم وإلا فلا كراهة، بحر بحثاً) ... وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لايتهم لأمر دينه وبأن في تقديمه للإمامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/ ۵۵۹-۵۶۲، سعيد) (مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

(۴) البحر الرائق، كتاب الحدود، باب حد القذف، فصل في التعزير: ۵/ ۸۲، رشيدية

(۵) ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ﴾ (سورة الأحزاب: ۵۹)

فدخل عليه–وذلک بعد ما أمرنا بالحجاب–فقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم:"إحتجبا منه"فقلت:يا رسول اللّٰه!أليس هو أعمٰى لايبصرنا ولايعرفنا؟فقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه و سلم:"أوعمياو إن أنتما؟". (۱)

مگر شریعت نے جن مواقع کو مستثنیٰ کر دیا ہے، وہ مستثنیٰ ہیں،(۲) اگر وسعت ہے تو زید کے ذمہ اپنی عورت کے لیے مستقل مکان؛ یعنی کوٹھا دینا ضروری ہے، جس میں اس کا بھائی وغیرہ کوئی نہ رہتا ہو،(۳) اگر وہ پردہ کرنے کو کہتا ہے اور زید کی بیوی باوجود کوشش اور فہمائش کے پردہ نہیں کرتی تو اس کا گناہ زید کے ذمہ نہیں ہوگا،(۴) اس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ محمودیہ: ۶/۲۴۳-۲۴۵)

کسی اجنبی کے گھر میں بے پردہ آنے جانے والے کی امامت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص بالکل اجنبی اور علاقہ غیر کا رہنے والا ہو اور یہاں پر اس کا کوئی رشتہ دار نہ ہو اور نہ کوئی اس کو پہچانتا ہو، یہ شخص کسی ایسے گھر میں بلاتکلف اور بے پردہ آتا جاتا ہو، جس میں اکثریت نوجوان لڑکیوں کی ہو اور کچھ شادی شدہ اور کچھ بیوہ عورتیں بھی اس گھر میں رہتی ہوں؛ یعنی تمام کے تمام غیر محرم ہوں اور اسی گھر میں کھاتا پیتا بھی ہو، شریعت میں ایسے شخص کی امامت کا کیا حکم ہے، جائز ہے، یا ناجائز؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: عطاء اللہ جان مانکی صوابی، ۱۹۷۱/۱۲/۲۳ء)

الجواب

چونکہ عوام بھی اس شنیع کام میں مبتلا ہیں، لہٰذا اس امام کے پیچھے عوام کی اقتدا مکروہ نہیں ہے، البتہ مقتدیوں میں غیر فاسق

(۱) تفسير ابن كثير، من تفسير سورة النور: ۳/۳۷۸، دار الفيحاء دمشق

(۲) (فإن خاف الشهوة)أوشک(امتنع نظره إلٰى وجهها...إلا لحاجة)كقاض وشاهد يحكم(ويشهد عليها) – لف ونشر مرتب–لالتتحمل الشهادة فى الأصح (وكذا مريد نكاحها...وشرائها ومداوتهاينظر) الطبيب (إلٰى موضع مرضها بقدر الضرورة إذاالضرورات تتقدربقدرها وكذا نظرقابلة وختان.(الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة،فصل فى النظر واللمس: ۶/۳۷۰،سعيد)

(۳) وكذا تجب لها السكنٰى فى بيت خال عن أهله وأهلها بقدر حالهماكفاها)وفى البحرعن الخانية:يشترط أن لايكون فى الدارأحد من أحماء الزوج يؤذيها.(الدرالمختار)

وقال ابن عابدين رحمه اللّٰه تعالٰى:"(قوله:من أحماء الزوج)صوابه من أحماء المرأة كما عبر به فى الفتاوٰى الهندية عن الظهيرية؛لأن أقارب الزوج أحماء المرأة وأقاربها أحمائه،آه".(الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الطلاق،باب النفقة :۳/۵۹۹-۶۰۱، سعيد)(مطلب فى مسكن الزوجة،انيس)

(۴) قال اللّٰه تعالٰى:﴿ولاتزر وازرة وزرأخرٰى﴾(سورة الفاطر:۱۸)

موجود ہوں تو پھر اس کے پیچھے اقتدا مکروہ ہوگی، یدل علیه ما فی البحر: ۳٤۹/۱: وینبغی أن یکون محل کراهة الاقتداء بهم عند وجود غیرهم وإلا فلا کراهة لما لایخفیٰ.(۱) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲/۴۲۴)

جس امام کی بالغ لڑکیاں گلیوں میں پھرتی ہوں، ان کی امامت کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام کی دو بالغ لڑکیاں ہیں، جو دسویں اور چھٹی میں تعلیم حاصل کر رہی ہیں، گلیوں میں پھرتی ہیں اور شریعت کا مسئلہ ہے کہ لڑکیوں کو خطبہ (پیغام نکاح) آئے تو نکاح پر دیا کرے؛ لیکن اس امام نے ایک خطبہ کو رد بھی کیا ہے، کیا ایسے امام کی اقتدا کی جائے گی، یا انفرادی نماز پڑھیں گے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: حسین احمد سرگودھا، ۱۹۷۸/۷/۳۰ء)

الجواب

انفراداً نماز پڑھنے سے فاسق کے پیچھے اقتدا افضل ہے، خصوصاً جب کہ امام کی دینی حالت بنسبت قوم کی اچھی ہو، کمافی شرح التنویر: صل خلف فاسق أو مبتدع نال فضل الجماعة، وفی ردالمحتار: ۲۰۲/۱: أفاد أن الصلاة خلفها أولیٰ من الانفراد ولکن لاینال کما ینال خلف تقی.(۲) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲/۳۸۰)

کیسے شخص کی امامت ہونی چاہئے:

اور جس کی بیوی بے پردہ ہو، اس کی امامت کا حکم:

سوال (۱) امامت کیسے شخص کی ہونی چاہیے، اس کی تفصیل بیان کیجئے؟

(۲) امامت میراسی کی اور غنڈہ گردی اور لوگوں میں اشتعال پھیلانے اور جھوٹ بولنے والے اور جس کی عورت بے پردہ ہو، ایسے آدمی کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(المستفتی: ۲۱۱۴، شیخ محمد شفیع صاحب (فیروز پور) ۱۱/شوال ۱۳۵۶ھ)

الجواب

(۱) امامت کے لیے ایسا شخص مستحق ہے، جو علم دین خصوصا نماز روزہ کے مسائل سے واقف ہو، متشرع ہو اور جماعت میں افضل و بہتر ہو۔(۳)

---

(۱) البحر الرائق: ۳٤۹/۱، باب الإمامة

(۲) الدر المختار مع ردالمحتار: ٤۱٥/۱، قبیل مطلب فی إمامة الأمرد، باب الإمامة

(۳) عن إسماعیل بن رجاء قال سمعت أوس بن ضمح یقول: سمعت أبا مسعود رضی الله عنه ==

(٢) میراسی ہونا تو امامت کے منافی نہیں، ہاں! جن لوگوں کی عورتیں بے پردہ پھریں اور وہ منع نہ کریں، جھوٹ بولنے کے عادی ہوں، لغویات کے مرتکب ہوں، وہ امامت کے مستحق نہیں ہیں۔(١)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی: ٣/١١٢)

منکر شفاعت اور قادیانی کو کافر نہ سمجھنے والے کی امامت:

سوال: ایک شخص اپنے آپ کو اہل سنت والجماعۃ کہے اور ظاہراً نمازیں پڑھتا ہو اور روزہ رکھتا ہو اور شکل مسلمانوں والی ہو اور حافظ قرآن ہو اور دیوبندی ہو؛ لیکن مرزا ملعون اور اس کے متبعین کو کافر نہ کہے؛ بلکہ اصلی مسلمان سمجھے اور اس کے گھر سے شادی کی ہو اور اس کے ساتھ تعلق اور برت برتاؤ ہو اور عیسی علیہ السلام کی وفات کا قائل ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جسمانی معراج کا منکر ہو اور شفاعت اور کرامت اولیاء اللہ کا منکر ہو، آیا ایسے عقیدہ والا شخص عنداللہ شریعت محمدیہ میں مسلمان ہے، یا کافر ہے؟ اور اس کے پیچھے نماز جمعہ وعیدین وغیرہ پڑھنی درست ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ٢١٦٤، خلیل الرحمٰن (پنڈی بہاؤالدین) ٢٨ رشوال ١٣٥٦ھ، مطابق یکم جنوری ١٩٣٨ء)

الجواب

جو شخص مرزا اور مرزائی جماعت کو کافر نہ سمجھے اور مرزائیوں سے رشتہ ناتا رکھتا ہو اور وفات عیسی علیہ السلام کا قائل ہو اور معراج جسمانی کا منکر ہو اور شفاعت کا منکر ہو، وہ گمراہ اور بددین ہے، اس کی امامت جائز نہیں۔

درمختار میں ہے:

وإن أنكربعض ماعلم من الدين ضرورة كفربها كقوله إن اللّٰه تعالىٰ جسم كالأجسام وأنكاره صحبة الصديق فلا يصح الإقتداء به أصلا، آه. (٢)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ٣/١١٢-١١٣) ☆

== يقول لنا رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: يؤم القوم أقرأهم لكتاب اللّٰه وأقدمهم قراءةً فإن كانت قرائتهم سواء فليؤم أقدمهم هجرة فإن كانوا فى الهجرة سواء فليؤم أكبرهم سناً...(الصحيح لمسلم، كتاب المساجد من أحق بالإمامة: ١/٢٣٦، بحوالہ فتاوی محمودیہ: ٦/٣٣)

(١) ويكره إمامة عبد وأعرابى و فاسق وأعمىٰ. (الدرالمختار مع ردالمحتار: ١/٥٥٩-٥٦٠)

(٢) الدرالمختار مع ردالمحتار، باب الإمامة: ١/٥٦١-٥٦٢

☆ پردہ کے دیگر احکام:

عورتوں اور مردوں کو کن لوگوں سے پردہ کرنا چاہئے اور کن لوگوں سے نہیں؟ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

١- شوہر سے بیوی کا کسی عضو کا پردہ نہیں ہے، گرچہ اعضاء مخصوصہ کو بلا ضرورت دیکھنا خلاف اولیٰ ہے۔ ==

== ۲-اسی طرح لڑکی اپنے باپ کے سامنے چہرہ اور ہتھیلیاں کھول سکتی ہے، اس کے علاوہ دیگر اعضا کو چھپانا ضروری ہے، اس حکم میں دادا اور پردادا بھی داخل ہیں۔

۳-شوہر کے باپ یعنی سسر کے سامنے چہرہ اور ہتھیلیوں کا چھپانا ضروری نہیں ہے یہی حکم دادا، پردادا سسر کا ہے۔

۴-اپنے بالغ لڑکے کے سامنے چہرہ اور ہتھیلی کا پردہ نہیں ہے۔

۵-شوہر کے لڑکے جو کسی دوسری بیوی سے ہوں، ان کے سامنے بھی چہرہ و ہتھیلی کھولنا جائز ہے۔

۶-اپنے بھائی (اس میں حقیقی بھائی بھی داخل ہے اور باپ شریک؛ یعنی علاتی، ماں شریک یعنی اخیافی بھی، ان) کے سامنے چہرہ اور ہتھیلی کا پردہ نہیں ہے؛ لیکن ماموں، خالہ یا چچا اور پھوپھی کے لڑکے، جن کو عرف عام میں بھائی کہا جاتا ہے، وہ اس میں داخل نہیں، وہ غیر محرم ہیں۔

۷-بھائیوں کے لڑکے، یہاں بھی صرف حقیقی، یا علاتی، یا اخیافی بھائی کے لڑکے مراد ہیں، دوسرے عرفی بھائیوں کے لڑکے شامل نہیں۔ حقیقی، علاتی، اخیافی بھائیوں کے سامنے بھی ہتھیلی، چہرہ وغیرہ کھولنا جائز ہے، جو اپنے باپ بیٹوں کے سامنے کھولے جاسکتے ہیں۔

۸-بہنوں کے لڑکوں کے سامنے چہرہ اور ہتھیلی کا پردہ ضروری نہیں ہے، اس سے بھی حقیقی اور علاتی و اخیافی بہنیں مراد ہیں، ماموں زاد، چچا زاد بہنیں داخل نہیں، یہ آٹھ قسمیں تو محارم کی ہیں۔

۹-مسلمان عورتوں کے لیے غیر مسلم عورتوں کے سامنے ان تمام اعضا کا کھولنا جائز ہے، جن کو اپنے باپ بیٹوں کے سامنے کھولنا جائز ہے۔

قرآن میں ''نسائھن'' کا لفظ آیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کافر و مشرک عورتوں سے بھی پردہ واجب ہے، وہ غیر محرم مردوں کے حکم میں ہیں۔

علامہ ابن کثیرؒ نے حضرت مجاہدؒ سے اس آیت کی تفسیر میں نقل کیا ہے:

''اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان عورت کے لیے جائز نہیں ہے کہ کسی کافر عورت کے سامنے اپنے اعضا کھولے''۔

لیکن احادیث صحیحہ میں ایسی روایات موجود ہیں، جن میں کافر عورتوں کا ازواج مطہرات کے پاس جانا ثابت ہے؛ اس لیے اس مسئلہ میں ائمہ مجتہدین کا اختلاف ہے۔

امام رازیؒ نے فرمایا کہ اصل یہ ہے کہ لفظ ''نسائھن'' میں سبھی مسلم و کافر عورتیں داخل ہیں اور سلف صالحین سے جو کافر عورتوں سے پردہ کرنے کی روایات منقول ہیں، وہ استحباب پر مبنی ہیں۔

مفتی بغداد علامہ آلوسیؒ نے روح المعانی میں اسی قول کو اختیار کرتے ہوئے فرمایا:

''یہی قول آج کل لوگوں کے مناسب حال ہے؛ کیوں کہ اس زمانہ میں تمام مسلمان عورتوں کا غیر مسلم عورتوں سے پردہ تقریباً ناممکن سا ہو گیا ہے''۔ (روح المعانی، من تفسیر سورۃ النور: ۹/۳۳۸، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

۱۰-عورت باندیوں کے سامنے بھی چہرہ اور ہتھیلیاں کھول سکتی ہے۔

۱۱-اسی حکم میں داخل ہیں، ایسے مغفل اور بدحواس قسم کے لوگ جن کو عورتوں سے کوئی رغبت و دلچسپی نہ ہو اور نہ ان کے اوصاف حسن اور حالات سے تعلق رکھتے ہوں، البتہ مخنث سے پردہ ضروری ہے؛ کیوں کہ یہ عورتوں کے اوصاف خاص سے تعلق رکھتے ہیں، اسی طرح نامرد، مجبوب یا بہت بوڑھا غیر محرم سے پردہ کرنا ضروری ہے۔ ==

== ۱۲-اسی طرح ایسے نابالغ بچے جو ابھی بلوغ کے قریب بھی نہیں پہنچے اور عورتوں کے مخصوص حالات وصفات اور حرکات وسکنات سے بالکل بے خبر ہوں، ان سے پردہ ضروری نہیں ہے اور جو لڑکا ان امور سے دلچسپی لیتا ہو، وہ مراہق؛ یعنی قریب البلوغ ہے، اس سے پردہ واجب ہے۔

امام جصاصؒ نے فرمایا ہے:

''طفل سے مراد وہ بچے ہیں جو مخصوص معاملات کے لحاظ سے عورتوں اور مردوں میں کوئی امتیاز نہ کرتے ہوں''۔(احکام القرآن:۴۱۲/۳، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

کن اعضا کا دیکھنا جائز ہے:

۱-شوہر بیوی کے سر سے پیر تک سارے اعضاء کو دیکھ سکتا ہے، اسی طرح بیوی شوہر کے سارے اعضاء کو دیکھ سکتی ہے، البتہ مخصوص عضو کو دیکھنا خلاف اولیٰ ہے۔(بدائع الصنائع:۲۹۴۹/۶)

۲-وہ عورتیں جن سے نکاح کرنا حرام ہے، ان کے سر، بال، کان، سینہ، کلائی، پنڈلی اور پیر پر نگاہ پڑ جائے تو گناہ نہیں، چنانچہ باپ، دادا، پردادا وغیرہ محرم نے عورت کے سر، یا سر کے بال کو دیکھ لیا تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔(ردالمحتار:۳۷۰/۶)

۳-اجنبی عورتوں کے بدن میں سے صرف چہرہ اور ہتھیلیوں کو دیکھنا جائز ہے، البتہ یہ حکم اس وقت ہے، جب کہ شہوت کا اندیشہ نہ ہو، اگر شہوت کا اندیشہ ہو تو جائز نہیں ہے؛ لیکن اس زمانہ میں مرکز فتنہ چہرہ ہی ہے؛ اس لیے نوجوان عورت کو چہرہ چھپانا ضروری ہے۔(ردالمحتار:۳۷۰/۶)

۶-جس طرح مرد، مرد کو دیکھ سکتا ہے، اسی طرح عورت، عورت کو دیکھ سکتی ہے۔

۸-ہر وہ عضو جس کا جسم سے الگ ہونے سے پہلے دیکھنا جائز نہیں ہے، اس کا جسم سے الگ ہونے کے بعد بھی دیکھنا جائز نہیں ہے، اگرچہ وہ عضو مرنے کے بعد جسم سے الگ ہوا ہو۔(ردالمحتار:۳۷۱/۶)

محرم کا عورتوں کو چھونا:

جو قریبی رشتہ دار ہیں اور ان کے درمیان نکاح حرام ہے، گھر میں رہنے کی وجہ سے، یا ضرورت کی وجہ سے کام کاج، یا مسافرت میں ایک دوسرے کی مدد کے دوران ایک دوسرے کے بدن سے مس (چھونا) ہوتا ہے، اس میں کوئی گناہ نہیں ہے؛ اس لیے کہ یہ ضرورۃً اور شفقتاً ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اپنی ماں، یا بیٹی کی پیشانی، یا چہرے کا بوسہ لینے کا ثبوت متعدد احادیث میں آیا ہے اور یہ محبت وشفقت کی بنیاد پر ہے اور عادۃً اس میں کسی طرح کی نفسانی خواہش کا دخل نہیں ہوتا ہے۔(بدائع الصنائع:۲۹۵۳/۶)

البتہ ان کے پیٹ، پیٹھ یا ناف وگھٹنہ کے درمیان، جس طرح دیکھنا جائز نہیں ہے، ان کا مس بھی جائز نہیں ہے؛ اس لیے کہ اس میں حاجت وضرورت کا کوئی دخل نہیں ہے، البتہ یہ حصہ کھلا ہوا نہ ہو؛ بلکہ کپڑے سے ڈھکا ہوا ہو تو ایسی عورتوں کو سواری پر سوار کرنے اور اتارنے میں بدن کے اس حصہ پر ہاتھ چلا جائے تو گناہ نہیں ہوگا۔(بدائع الصنائع:۲۹۵۴/۶)

اور یہی حکم عورتوں کے لیے بھی ہے کہ وہ اپنے محرم کے ناف اور گھٹنہ کے درمیان کے حصۂ بدن کو ضرورۃً کپڑے کے ساتھ چھو سکتی ہیں۔محرم چاہے خونی رشتہ کی بنیاد پر ہو یا رضاعت کی بنیاد پر، دونوں کا حکم یکساں ہے۔(بدائع الصنائع:۲۹۵۴/۶) ==

جس کی بیوی بدکار اور فاسق ہو، اس کی امامت کا حکم:

سوال:　ہندہ ایک عورت نا معلوم الاسم والنسب ہے (جو تحقیق کرنے سے اس قدر پتہ چلتا ہے کہ ہندہ مفرورہ نا مسلمان تھی)، اوّل وہ ایک رافضی کے (بسبب خواہشِ نفسی) ساتھ فرار ہوئی اور کچھ عرصہ تک اس کے پاس رہی، پھر دوسرے رافضی کے پاس اس اوّل مرد کو زندہ چھوڑ کر ساتھ رہی، نکاح غالبًا دونوں میں سے کسی سے ہوا ہو جس کا علم نہیں، بعد مرنے دوسرے شخص کے کچھ دنوں آزاد بدچلن رہی، اب ایک لڑکی ہے جس کو اپنے بطن سے بتلاتی ہے، اور لڑکی کا نکاح ایک رافضی مرد سے کر دیا ہے؛ بلکہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ خود بھی اس رافضی داماد سے ناجائز تعلق رکھتی ہے؛ بلکہ اس رافضی داماد کی خوشی کی وجہ سے، یا کسی اور وجہ سے جس خاندان اہلِ سنت میں ہندہ نے نکاح کیا ہے، اس کی عورت کو بھی

==　**چھوٹی بچی:**

چھوٹی بچی جب تک بالغ نہ ہو، اس کے لیے پردہ نہیں ہے، اسی طرح اس کے بدن کو چھونا بھی حرام نہیں ہے؛ اس لیے اس کو دیکھنا، یا اس کو گود میں لینا، رشتہ دار وغیر رشتہ دار سب کے لیے جائز ہے، جو بچیاں مراہقہ ؛یعنی قریب البلوغ ہو جائیں تو وہ پردہ کریں گی۔ (ردالمحتار: ۶/۳۶۴)

بوڑھی عورتیں:

اجنبی بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتیں، جن کے اندر شہوت وفتنہ کا اندیشہ نہ ہو، ایک دوسرے کو دیکھ سکتی ہیں اور اگر سلام ومصافحہ کریں تو کر سکتی ہیں۔ (بدائع الصنائع: ۶/۲۹۵۹)

عورتوں کے لیے شہرت والا لباس:

شہرت والے لباس کے بارے میں جو حکم مردوں کا ہے، وہی حکم عورتوں کا بھی ہے؛ بلکہ عورتوں کے لیے ہی زیادہ ضروری ہے کہ وہ ایسا لباس اختیار نہ کریں، جس سے لوگوں کے درمیان مشہور ہوں، چاہے ان کا لباس پوری طرح ساتر ہی کیوں نہ ہو، وہ اپنے دوپٹہ، چادر اور نقاب وغیرہ میں اس کا لحاظ کریں کہ اس کی بناوٹ یا اس کی نقاشی ایسی نہ ہو جو لوگوں کی نگاہوں کو اپنی طرف مائل کرتی ہو، ایسا کپڑا پہن کر گھروں سے باہر نکلنا مکروہ ہے۔

امام آلوسیؒ اپنے دور کی عورتوں کے اس طرح کے لباس کے بارے میں لکھتے ہیں:

’’ابتداءً جو ممنوعہ زینتیں ہیں، ان میں ہمارے زمانے کی عورتوں کے اکثر استعمال کردہ کپڑے داخل ہیں، جو عورتیں اپنے کپڑوں کے اوپر گھر سے نکلنے پر پردہ کے لیے ڈالتی ہیں اور وہ مختلف رنگوں والے ریشم کے بنے ہوئے ڈھکنے والے کپڑے ہیں، جن میں سونے چاندی کے نقوش بھی ہوتے ہیں، جو آنکھوں کو خیرہ کر دیتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ ان کے شوہروں کا اپنی عورتوں کو اس طرح نکلنے پر قدرت دینا، غیرت کی کمی کی وجہ سے ہے اور یہ فعل عام ہو رہا ہے، اس سے پرہیز ضروری ہے۔ (روح المعانی: ۱۸/۱۴۶)

موجودہ دور میں عورتیں اکثر نقش ونگار والے کپڑے پہن کر مارکیٹ وغیرہ نکلتی ہیں، جس سے دکھاوا مقصود ہوتا ہے، ستر و پردہ نہیں، یہ مناسب نہیں ہے، بسا اوقات بعض دفعہ وہ ایسے کپڑے پہنتیں ہیں، جن سے قابل ستر اعضاء بھی ظاہر ہوتے ہیں، ایسا کپڑا پہننا درست نہیں ہے۔ (ماخوذ از کتاب ’’لباس کے احکام ومسائل‘‘ صفحہ: ۷۳-۷۸، انیس)

اس سے ناجائز تعلق کرانا چاہتی ہے، جو واقعات سے ظاہر ہو چکا ہے اور اگر اس کے داماد کی نگرانی کی جاتی ہے تو کہتی ہے کہ میں شوہر کے ساتھ نہیں داماد رافضی کے ساتھ...... رہوں گی اور اس کے لڑکے؛ یعنی نواسہ کو پرورش کرتی ہے اور متبنیٰ جانتی ہے، اب اہلِ سنت مرد سے نکاح کرلیا ہے؛ مگر شوہر واس کے رشتہ داروں سے رافضیوں کو ترجیح دیتی ہے، اب اس نکاح کی وجہ سے ہندہ اپنے کو اہلِ سنت کہتی ہے؛ بلکہ اس تحقیقِ مذہب کے خیال سے اس نے ایک بزرگ اہلِ سنت سے بیعت کر کے دھوکہ میں ڈال دیا ہے؛ مگر چونکہ اس کے شوہر کی رشتہ داری رافضیوں میں پہلے سے ہوتی رہی ہے اور بعض رشتہ دار اس کے شوہر کے مکائد اہلِ رفض سے خوب واقف ہیں، جب اس سے تحقیق نام و مذہب ونسب چاہتے ہیں تو وہ کہتی ہے کہ اگر میں رافضی ہوں تو پیشاب پیلاؤں گی اور نام ونسب وغیرہ نہیں بتلاتی؛ بلکہ بعض وقت تحقیقِ حالات میں شوہر کے رشتہ داران اہلِ سنت کو کافر بھی کہتی ہے تو ایسی عورت کو جو نام ونشان وغیرہ اپنے سابقہ حالات کچھ نہ بتلاتی ہو اور حالات بالا موجود ہوں، اس کو اہلِ سنت سمجھیں، یا کیا؟ اور اس سے مثل رافضیوں کے احتیاط کریں، یا نہیں؟

الجواب

جب ہندہ نے رافضی مردوں سے ناجائز تعلق رکھا اور اپنی بیٹی کو بھی رافضی سے بیاہا اور خود بھی داماد سے ناجائز تعلق رکھتی ہے، اس صورت میں بظاہر ہندہ پر رافضی ہونے کا شبہ ہے اور بدکار و فاسق ہونے میں تو شبہ بھی نہیں، اگر ہندہ کے شوہر کو یہ سب حالات معلوم ہیں اور وہ پھر بھی اس پر تنبیہ نہیں کرتا، نہ اس کو علاحدہ کرتا ہے تو وہ بھی فاسق و دیوث ہے، اہلِ سنت کو ایسے شخص کے گھر میں اپنی مستورات کو نہ بھیجنا چاہیے اور مستورات اہل سنت کو ہندہ سے پوری طرح احتراز کرنا چاہیے اور ہندہ کے شوہر کے پیچھے اس حالت میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔(۱)

۲۷/ربیع الثانی ۱۳۴۰ھ (امداد الاحکام:۱۱۲/۲-۱۱۳)

---

(۱) واعلم أن الرافضی عند علماء الجرح والتعديل من سب الصحابة رضی الله عنهم ومن كان حبه مع أهل البيت أزيد كان يسمونه شيعيا ولم يكن العرف عندهم كما شاع الآن،فإن الشيعی والرافضی عندنا واحد.(فيض البارى،فائدة:۲۱/۳،دارالكتب العلمية بيروت،انيس)

وقال أصحابنا:تكره الصلاة خلف صاحب هوى وبدعة ولا تجوز خلف الرافضی والجهمی والقدری لأنهم يعتقدون أن الله لا يعلم الشیء قبل حدوثه وهو كفر .(عمدة القارى،باب إمامة المفتون والمبتدع: ۲۳۲/۵، دارإحياء التراث العربی بيروت،انيس)

"الديوث هو من لايغار علىٰ أهله وهو من يرى فی أهله مايسوئه ولايغارعليه ولايمنعها".(مجمع بحارالأنوار،حرف ديف،دائرة المعارف العثمانية:۲۱۹/۲،انيس)

ويكره إمامة فاسق.(الدرالمختار، كتاب الصلاة،باب الإمامة: ۵۶۰/۱،طبع ايچ ايم سعيد،انيس)

اس شخص کی امامت کا حکم، جس کی بیوی اعزہ سے ملاقات کے لیے گھر سے باہر نکلتی ہو:

سوال: بکر ایک امام مسجد ہے اور ایک چھوٹے موضع کا رہنے والا ہے اور اکثر بکر کی زوجہ اپنے عزیز واقارب سے بغرض ملاقات ایک چادر اوڑھ کر چلی آتی ہے اور عام طور سے کسی جگہ نہیں آتی جاتی، جیسا کہ عام زمینداران کی مستورات کھیت وغیرہ میں کھلے منہ روٹی وغیرہ لے کر جاتی ہیں اور دن میں بہت کم ادھر ادھر آتی جاتی ہے؛ بلکہ اکثر رات کو چلی جاتی ہے، بکر کی امامت کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

صورت مذکورہ میں بکر کی امامت درست ہے؛ لیکن یہ لازم ہے کہ بکر اپنی زوجہ کو تاکید کرے، جب اعزہ واقارب سے ملنے جایا کرے تو چادر سے سارا بدن خوب چھپا کر جایا کرے۔(۱)

۵/ربیع الثانی ۱۳۴۵ھ (امداد الاحکام: ۱۳۰/۲)

بدچلن عورت کے خاوند کے پیچھے نماز کا حکم:

سوال: ہندہ ایک عورت نامعلوم الاسم والنسب والمذہب ہے اور جس نے اس خاندان میں نکاح کیا ہے، اس کے خاندان اور مردوں کو بھی اپنے ساتھ اپنی خواہش سے زانی بنایا اور اس کے داماد سے بھی جو رافضی ہے، زنا کراتی ہے اور اس رافضی کی رضامندی کے واسطے اس خاندان کے دوسری عورتوں کو بھی خراب کرانا چاہتی ہے، جو واقعات سے ظاہر ہوتا ہے؛ بلکہ غیروں کے تعلق کو زیادہ پسند کرتی ہے اور اگر اس کی نگرانی کی جاوے تو نگرانی کرنے والوں کو متہم کرتی ہے، اب ہندہ کے شوہر کا باپ چاہتا ہے کہ ایسی عورت جو خود بدچلن اور مخرب عزت خاندان ہو، اس کے شوہر اور اس خاندان سے علیحدہ ہو جائے، چونکہ ہندہ بہت چالاک اور جادو وتعویذ وغیرہ لغویات کرنے والے لوگوں سے واقف ہے، اپنے شوہر کو ایسا مجبور کر دیا ہے کہ باوجود علم کے علاحدہ کرنا نہیں چاہتا، کیا ایسی عورت کو شرعاً علیحدہ کرنا جائز ہے؟ اور اگر ایسی عورت کو علیحدہ کرانا جائز ہے تو کیا تدبیر کی جاوے، کوئی دعا، یا اسم باری تعالیٰ، یا جو کچھ مناسب ہو، تعلیم فرمایا جاوے اور اس کے شوہر کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

نماز جائز نہیں اور اصلاح کی تدبیر یہ ہے کہ ساری برادری اس کا کھانا پینا، اس کے یہاں آنا جانا ترک کر دیں۔

۲۷/ربیع الثانی ۱۳۴۰ھ (امداد الاحکام: ۱۱۳/۲)

---

(۱) قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیة الأولیٰ﴾ (سورة الأحزاب: ۳۳)

جس امام کی بیوی کا تعلق کسی غیر سے ہو، اس کی امامت:

سوال: ایک حافظ صاحب ایک محلّہ کی مسجد میں امامت کرتے تھے، اس محلّہ کا ایک لڑکا امام صاحب کے گھر آتا جاتا تھا، بتلایا گیا کہ امام صاحب کی بیوی سے اس لڑکے کا ناجائز تعلق ہے، اتفاق سے ایک روز وہ لڑکا پکڑا گیا، اس حالت میں کہ عورت مکان کے باہر صحن میں تھی اور لڑکا مکان کے اندر دروازہ بند کئے ہوئے تھا، اس پر کچھ تنبیہ کر کے چھوڑ دیا گیا، اس کے بعد امام صاحب نے مسجد سے امامت چھوڑ دی اور اپنے گھر رہے اور کوئی بات آج تک نہیں ہوئی، امام صاحب بذات خود نیک اور شریف ہیں، دوسرے محلّہ کے لوگ ان کو اپنی مسجد میں امام رکھنا چاہتے ہیں، آیا ان کو امام رکھنا ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

شخص مذکور کی امامت، جب کہ وہ نیک ہیں، شریف ہیں، قطعاً جائز ہے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۲۷/ ۱۴۰۱ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶/۲۳۸)

فاجرہ کے شوہر کی امامت:

سوال: ایک شخص کی بیوی دوسرے آدمی کے ساتھ چلی گئی اور کافی عرصہ اس کے پاس رہی، اس عرصہ میں اس عورت سے ایک بچہ اغوا کنندہ کا پیدا ہوا ہے، بعدہ اس کا خاوند عورت مذکورہ کو لایا اور اپنے گھر عورت مذکورہ کو آباد کیا، کیا اس عورت کا خاوند امام بن سکتا ہے، یا نہیں؟ نیز اس کا خاوند یہ بھی کہتا ہے کہ عورت تائب ہوگئی ہے، بالدلیل بیان فرمایا جائے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

اگر عورت فاجرہ ہو اور شوہر اس کے فجور سے رضامند نہ ہو؛ بلکہ اس کو منع کرتا ہو اور عورت باز نہ آتی ہو تو اس کا گناہ شوہر پر کچھ نہیں اور شوہر کے ذمہ ایسی عورت کو طلاق دینا واجب نہیں۔

له إمرأة فاسقة لاتنزجر بالزجر، لايجب تطليقها، كذا في القنية، آه. (الفتاویٰ الهندية: ٥/٣٧٢)(٢)

لايجب علٰى الزوج تطليق الفاجرة، آه، ولاعليها تسريح الفاجرة إلاإذاخافا أن لايقيما حدود اللّٰه فلا بأس أن يتفرقا، آه، مجتبٰى والفجوريعم الزنا وغيره وقد قال صلى اللّٰه عليه وسلم لمن زوجته لاترد يدَ لامسٍ، وقد قال: إني أحبها: "استمتع بها"، آه. (الدرالمختار: ٥/٣٠٣)(٣)

---

(١) والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلاة فقط صحةً وفساداً بشرط إجتنابه للفواحش الظاهرة، ثم الأحسن تلاوة وتجويداً للقراءة، ثم الأورع، ثم الأسن. (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ١/٥٥٧، سعيد)

(٢) الفتاوٰی الهندية، كتاب الكراهية، الباب الثلاثون في المتفرقات: ٥/٣٧٢، رشيدية

(٣) الدر المختارمع ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ٦/٤٢٧، سعيد

اور پھر جب کہ زوجہ نے توبہ کرلی ہے تو شوہر کی امامت میں کوئی مضائقہ نہیں۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، سہارنپور۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ
الجواب صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۴/۱/۱۳۶۲ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۳۹/۶)

زانیہ کے شوہر کی امامت:

(الجمعیۃ، مورخہ ۱۴/فروری ۱۹۲۸ء)

سوال: ایک شخص کی عورت غیر مرد کے ساتھ کھلم کھلا زنا کراتی ہے، خاوند کو بھی اس کا علم ہے، ایسے شخص کو امام بنانا، یا مقرر کرنا کیسا ہے؟

الجواب

اگر یہ شخص اپنی عورت کو اس فعل شنیع سے منع کرتا ہو اور اس کو روکنے کی کوشش کرتا ہو؛ مگر وہ باز نہ آتی ہو تو یہ معذور ہے؛(۲) لیکن اگر منع نہ کرے اور نہ اس کو روکنے کی کوشش کرے تو یہ دیوث اور بے غیرت ہوگا اور اس کی امامت مکروہ ہے۔(۳)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی۔ (کفایت المفتی: ۱۲۷/۳)

دیوث کی امامت:

سوال: زید کی زوجہ کو بوجہ زنا کرانے کے حمل رہ کر ایک لڑکا پیدا ہوا ہے، ایسی عورت کو طلاق دینا چاہیے، یا نہ؟ زید کہتا ہے کہ چاہے اللہ تعالیٰ مجھے دوزخ میں ڈال دے، میں طلاق نہیں دوں گا۔ ایسے شخص کو دیوث کہنا جائز ہے، یا نہیں؟ اور دیوث کہنے والے پر کیا جرم ہے اور عورت برابر حرام کاری میں مبتلا ہے، اس شخص کے پیچھے نماز ہوتی ہے، یا نہ؟ اگر پیش امام اونچے مقام پر ہو اور مقتدی نیچی جگہ پر تو نماز صحیح ہوگی، یا نہ؟

---

(۱) عن عبد اللّٰہ بن مسعود رضی اللّٰہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: "التائب من الذنب کمن لاذنب لہ". {رواہ ابن ماجۃ والبیہقی فی شعب الإیمان وقال: تفرد بہ النہرانی وہو مجہول } وفی شرح السنۃ: روی عنہ موقوفاً قال: الندم توبۃ، والتائب من الذنب کمن لاذنب لہ". (مشکوۃ المصابیح، کتاب الدعوات، باب الاستغفار والتوبۃ: ۲۰۶/۱، قدیمی) (الفصل الثالث، رقم الحدیث: ۲۳۶۳، انیس)

(۲) عن أبی سعید الخدری رضی اللّٰہ عنہ قال: سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول: من رأی منکم منکرًا فلیغیرہ بیدہ فإن لم یستطع فبلسانہ فإن لم یستطع فبقلبہ و ذلک أضعف الإیمان. (الصحیح لمسلم، باب بیان کون النہی عن المنکر من الإیمان (ح: ۴۹) انیس)

(۳) ویکرہ إمامۃ عبد وأعرابی وفاسق وأعمٰی. (الدرالمختار مع ردالمحتار، ۵۵۹/۱-۵۶۰) (کتاب الصلاۃ، باب الإمامۃ، انیس)

الجواب

طلاق دینا ضروری اور واجب نہیں ہے۔ (کذا فی الدرالمختار)(۱) ایسا کہنا نہ چاہیے، یہ کہنا حرام ہے۔ نہیں گنہ گار ہے اور نماز اس کے پیچھے صحیح ہے؛ لیکن اگر وہ اپنی زوجہ کے فعل سے راضی ہے تو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ (۲)

زیادہ اونچا ہو تو مکروہ ہے، ورنہ درست ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۱۸/۳)

گانے بجانے والی کے شوہر کی امامت:

سوال (۱) وہ حفاظ جو مختلف مساجد میں امامت کراتے ہوں اور ان کے مکانات مسکونہ کسی ایک مسجد سے بہت ملحق ہوں؛ مگر ان کی عورتیں ان کی موجودگی ہی میں اپنے ناچ گانے اور بے ہودہ نغمات سے نمازیوں کے خیالات منتشر کرتی ہوں، حالاں کہ مسلمان غیر مسلموں سے فوراً دست وگریبان ہو جاتے ہیں، اگر وہ کسی مسجد کے پاس سے باجا بجاتے ہوئے نکل جاتے ہیں۔

(۲)　اگر ان کے ان شوہروں کو کہ وہ امام ہیں، روکنے کے لیے کہا جاتا ہے تو وہ حجت کرتے ہیں اور دین سے بے خبر لوگوں کی عورتوں کو اپنی عورتوں کے لیے مثال بناتے ہیں، لہٰذا:

(الف)　ان کا یہ فعل دین میں کس قسم کا ہے؟

(ب)　ان لوگوں کی امامت جائز ہے، یا نہیں؟ اور ان کی سزا کیا ہے، نیز وہ عورتیں جن کے شوہر امام ہیں اور وہ یہ ہی اگر تقاریب میں اپنے اس بے ہودہ گانے کی آواز سے طوفانِ بدتمیزی اٹھائیں اور اسے جائز سمجھیں تو ان کے لئے کیا حکم ہے؟ اس قسم کے گھروں کا مسلمان اگر مقاطعہ کر دیں تو ان کا یہ فعل کیسا ہے؟ فقط والسلام

(احقر العباد بوعلی سنساری پوری، ۱۱/ربیع الثانی ۱۳۵۸ھ)

---

(۱)　ولذا زنت امرأة رجل لا تحرم عليه وجاز له وطؤها عقب الزنا. (ردالمحتار، فصل في المحرمات: ۳۴/۳، دار الفكر بيروت، انيس)

وفي آخر حظر المجتبى: لا يجب على الزوج تطليق الفاجرة. (الدرالمختار، فصل في المحرمات: ۵۰/۳، انيس)

(۲)　ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق، إلخ، مختصراً۔ (الدرالمختار، باب الإمامة: ۵۶۰/۱، طبع ايچ ايم سعيد، انيس)

(۳)　وانفراد الإمام على الدكان) للنهي وقدر الارتفاع بذراع، ولا بأس بما دونه. (الدرالمختار)

قوله: (للنهي) وهو ما أخرجه الحاكم أنه صلى الله عليه وسلم نهى أن يقوم الإمام فوق ويبقى الناس خلفه. (ردالمحتار: ۶۰۴/۱، ظفير)) (كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب: إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة كان ترك السنة أولى) والحديث رواه الحاكم، ومن كتاب الإمامة وصلاة الجماعة، عن عبد الله بن مسعود، رقم الحديث: ۷۶۱، انيس)

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

اگر وہ امام اپنی عورتوں کے روکنے پر قادر ہیں اور پھر نہیں روکتے تو وہ لوگ گنہ گار ہیں، ان کے ذمہ واجب ہے کہ عورتوں کو ناشائستہ اور ناجائز افعال سے منع کریں،(۱) اگر وہ روکنے پر قادر نہیں، یا روکتے ہیں؛ لیکن نہیں مانتے، پھر ان اماموں پر عورتوں کے ان افعال کا گنہ نہیں اور اس صورت میں ان کی امامت میں بھی اس سے نقصان نہیں آتا،(۲) البتہ اگر باوجود قدرت کے نہیں روکتے؛ بلکہ عورتوں کے افعال مذکورہ کو اچھا سمجھتے ہیں تو ان کی امامت منع ہے، بشرطیکہ دوسرا شخص امامت کے لائق ان سے بہتر موجود ہو،(۳) اگر مقاطعہ کرنے سے ان کی اصلاح کی توقع ہو تو مقاطعہ کرنا مناسب ہے۔(۴)

"(قوله: ولا يحل لمسلم) إلىٰ آخرنية التصريح بحرمة الهجران فوق ثلاثة أيام، وهٰذا فيمن لم يجن علىٰ الدين جناية، فأما من جنىٰ عليه وعصىٰ ربه، فجاء ت الرخصة فى عقوبته بالهجران كالثلاثة المتخلفين عن غزوة تبوك، فأمر الشارع بهجرانهم، فبقوا خمسين ليلة حتىٰ نزلت توبتهم" إلخ. (۵) فقط واللّٰه سبحانه تعالىٰ أعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۴/۱۳۵۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۴/۱۳۵۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶/۲۴۵-۲۴۶)

---

(۱) عن أبى سعيد الخدرى –رضى الله عنه–: عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "من رأى منكم منكراً فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، وذلك أضعف الإيمان". {رواه مسلم}

"وعن العرس بن عميرة –رضى الله عنه–: عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: "إذا عملت الخطيئة فى الأرض من شهدها فكرهها، كان كمن غاب عنها. ومن غاب عنها فرضيها، كان كمن شهدها". {رواه أبوداؤد} (مشكوٰة المصابيح، كتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف: ۴۳۶/۲، قديمى) (الفصل الأول، رقم الحديث: ۵۱۳۷-۵۱۴۱، انيس)

(۲) قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿ولا تزر وازرة وزر أخرىٰ﴾ (سورة الفاطر: ۱۸)

(۳) ويكره إمامة عبد وأعرابى وفاسق وأعمىٰ ومبتدع لا يكفر بها، وإن كفر بها فلا يصح الاقتداء به أصلاً، وولد الزنا، هٰذا إن وجد غيرهم، وإلا فلا كراهةً". (التنوير مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۹/۱-۵۶۲، سعيد)

(۴) وعن أبى أيوب الأنصارى رضى الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "لا يحل لرجل أن يهجر أخاه فوق ثلاث ليال، فيلتقيان فيعرض هٰذا ويعرض هٰذا، وخيرهما الذى يبدأ بالسلام". (صحيح البخارى، كتاب الأدب، باب الهجرة: ۸۹۷/۲، قديمى) (رقم الحديث: ۶۰۷۷، انيس)

قال الملا على القارى تحت هٰذا الحديث: "قال الخطابى: رخص للمسلم أن يغضب علىٰ أخيه ثلاث ليال لقلته، ولا يجوز فوقها، إلا إذا كان الهجران فى حق من حقوق اللّٰه تعالىٰ، فيجوز فوق ذلك... فإن هجرة أهل الأهواء والبدع واجبة علىٰ مر الأوقات ما لم يظهر منه التوبة والرجوع إلىٰ الحق". (مرقاة المفاتيح لملا على القارى، كتاب الأدب، باب ما ينهىٰ عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات، الفصل الأول (رقم الحديث: ۵۰۲۷): ۷۵۸/۸، رشيدية)

(۵) عمدة القارى، كتاب الأدب، باب ما ينهىٰ من التحاسد، إلخ: ۱۳۷/۲۲، مطبعه خيرية، بيروت

اس شخص کی امامت، جس کی عورت آوارہ ہو:

سوال: زید امام مسجد ہے، ایک روز عمر نے دیکھا کہ زید کے گھر میں ایک اجنبی شخص گیا ہے، عمر نے زید سے کہہ دیا، زید نے مکان میں اس کو چھپا ہوا پایا، زید نے اس کا ہاتھ پکڑ کر باہر نکال دیا، زید کی زوجہ نے ایک اور مرتبہ کا اقرار کیا؛ مگر فعل ناجائز سے انکار کرتی ہے، زید اس کو طلاق دے، یا نہ دے؟ زید کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟ عمر بہت پشیمان ہے کہ پردہ فاش کرنے کی وجہ سے میں گنہگار رہوں گا، کیا حکم ہے؟

الجواب

طلاق دینا ضروری نہیں ہے، رکھنا اس عورت کا جائز ہے، (۱) اور زید کے پیچھے نماز درست ہے، (۲) اور عمر نے بھی اچھا کیا؛ کیوں کہ اب اس غیر شخص کو تنبیہ ہوگئی اور عورت بھی شاید ایسی حرکت پھر نہ کرے، اس سے توبہ کرالی جاوے۔ فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۳/۱۴۰-۱۴۱)

جس کی بیوی کبھی کبھی جھانکا کرے، اس کی امامت:

سوال: زید پیش امام کی اہلیہ اپنے سکنائی مکان کے درجوں میں سے شاہراہ عام کی آمد و رفت کو اپنا منظر رکھتی ہے اور ممانعت پر امام مذکور کہتا ہے کہ کون سی عورت ہے جو تاشہ باجہ کے وقت دروازہ پر آ کر نہ دیکھتی ہو، ایسے امام کے پیچھے سب کی نماز درست ہے، یا نہیں؟ یا جن لوگوں نے بچشم خود واقعہ مذکورہ دیکھا ہے، ان کی نماز ناجائز، یا مکروہ ہوگی؟

الجواب

اس کے پیچھے سب کی نماز صحیح ہے؛ لیکن اس امام کو اس میں احتیاط کرنی چاہیے اور اپنی اہلیہ کو اس فعل منکر سے روکنا چاہیے، منع کرنے کے بعد اگر وہ نہ مانے تو گناہ اس پر ہے، شوہر بری الذمہ ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۳/۱۶۶)

(۱) لایجب علی الزوج تطلیق الفاجرة ولا علیها تسریح الفاجر. (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، فصل فی المحرمات: ۲/ ۴۰۲، ظفیر) (وکذا فی کتاب الحظر والإباحة: ۶/ ۴۲۷، دار الفکر بیروت، انیس)

(۲) جب زید کی مرضی کے خلاف اس کی بیوی نے یہ حرکت کی ہے تو زید کا اس میں کوئی جرم نہیں ہے، البتہ زید کا فرض ہے کہ وہ بیوی کو تنبیہ کرے اور ایسا انتظام کرے کہ اس کی بیوی کو نہ اس طرح کی حرکت پر جرأت ہو اور نہ اسے کوئی ایسا موقع مل سکے، زید کی طرف سے اس سلسلہ میں چشم پوشی ہوگی تو اسے دیوث کہا جائے گا اور اس کی امامت مکروہ ہوگی۔ واللہ اعلم (ظفیر)

(۳) اس لئے کہ عورتوں کا غیر محرم کو دیکھنا درست نہیں ہے اور شوہر بیوی کا نگراں ہے، ارشاد نبوی ہے:

''والرجل راعٍ علیٰ أهل بیته وهو مسئول عن رعیته''. (مشکوٰة، کتاب الإمارة، ص: ۳۲۰) والله أعلم (ظفیر) (الفصل الأول، رقم الحدیث: ۳۶۸۵)، والحدیث رواه البخاری، عن عبد الله بن مسعود رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم، باب کراهیة التطاول علی الرقیق، رقم الحدیث: ۲۵۵۴، انیس)

ایک ایسے شخص کی امامت، جس کی بیوی کے نام دوسرے کا خط نکلا:

سوال: زید وبکر دونوں بھائی ہیں، زید کی شادی ہوگئی ہے، دونوں بھائی پردیس میں ملازم ہیں، بوقت رخصت دونوں زید کی زوجہ کے مکان پر قیام کرتے ہیں، زید نے ایک کتاب میں ایک خط رکھا ہوا دیکھا، جو زید کی زوجہ کے نام ہے اور اس پر دستخط بکر کے نہیں ہیں، جب زید نے اپنی زوجہ سے دریافت کیا تو اس نے حلفیہ خط سے لاعلمی ظاہر کی تو اس صورت میں زید کی بیوی اور بھائی شرعاً مجرم ہیں، یا نہیں اور زید اگر امام ہو تو اس کے پیچھے نماز صحیح ہے، یا نہ؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ

اس صورت میں زید کی زوجہ اور بھائی پر کچھ جرم ثابت نہیں ہے اور زید کی امامت درست ہے اور اس کے پیچھے نماز صحیح ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۱۷۳)

نامحرم عورتوں سے ہاتھ ملانے والے کی امامت:

سوال: جو شخص نامحرم عورتوں سے ہاتھ ملاتا ہو، اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا وتوجروا۔

الجوب ـــــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

نامحرم عورتوں سے ہاتھ ملانے والا فاسق ہے؛ اس لیے اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۹/ربیع الاول ۱۳۹۵ھ (احسن الفتاویٰ:۳/۲۹۹)

اس کی امامت، جو جوان بیوہ لڑکی کو نکاح سے روکے:

سوال: ایک شخص کی جوان بیوہ لڑکی نکاح کرنا چاہتی ہے؛ مگر والد اس کا نہیں چاہتا، اس کے پیچھے نماز کیسی ہوگی؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ

نماز اس کے پیچھے صحیح ہے؛ لیکن باوجود اچھا موقع کفو میں ملنے کے اپنی دختر کا نکاح نہ کرنا بہت بُرا ہے، ایسا نہ کرنا چاہیے۔ (۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۱۳۳)

---

(۱) ولا يحل النظر إلى بطنها وظهرها وإلى ما بين السرة والركبة منها ومسها لعموم قوله تبارك وتعالىٰ: ﴿قل للمؤمنين يغضوا من أبصارهم﴾(النور: ۳۰)الآية إلا أنه سبحانه وتعالىٰ رخص النظر للمحارم إلى مواضع الزينة الظاهرة والباطنة بقوله عز شأنه: ﴿ولا يبدين زينتهن إلا لبعولتهن أو آبائهن﴾(النور: ۳۱)فبقى غض البصر عما وراء ها ماموراً به وإذا لم يحل النظر فالمس أولىٰ لأنه أقوىٰ، الخ. (بدائع الصنائع، كتاب الاستحسان: ۵/۱۲۱، بيروت، انيس)

(۲) اس لئے کہ ارشاد ربانی ہے: ﴿وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ﴾ (النور: ۲۴، انیس) ایامیٰ میں بیوہ بھی داخل ہے۔ ظفیر

☆ جومرد اپنی لڑکی کی شادی کرنے کو تیار نہ ہو، اس کی امامت کیسی ہے:

سوال: ایک شخص امام مسجد ہے اور اس کی لڑکی بالغہ جوان ہے، وہ اس کی شادی نہیں کرتا، کہتا ہے کہ میں ہرگز اس کی شادی نہ کروں گا، چاہے یہ کسی شخص کے ساتھ فرار ہو جائے، اس کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

مشکوٰۃ شریف میں ابوسعید اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"من وُلد له من ولد فليحسن إسمه وأدبه وإذا بلغ فليزوجه فإن بلغ ولم يزوجه فأصاب إثماً فإنما إثمه علىٰ أبيه". (۱)

اور دوسری روایت میں عمر بن الخطاب اور انس بن مالک رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"توراۃ میں لکھا ہوا ہے کہ جس کی دختر بارہ سال کی ہوگئی اور اس نے اس کا نکاح نہ کیا، پس وہ گناہ کو پہنچی تو وہ گناہ اس کے باپ پر ہے"۔ (۲)

☆ جو شخص لڑکی کی شادی نہ کرے اور اس کے ناجائز بچے ہوں، اس کی امامت:

سوال: زید نے اپنی بالغہ لڑکی کو گھر میں بٹھا رکھا ہے، نکاح نہیں پڑھتا، لڑکی کے دو بچے زنا سے پیدا ہو چکے ہیں، زید کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

زید نے اگر بلا عذر ایسا کیا ہے تو وہ گنہگار ہے، (عن أبي سعيد وابن عباس قالا: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من ولد له ولد فليحسن إسمه وأدبه فإذابلغ فليزوجه". {الحديث}(مشكوة، باب المولىٰ، ص: ۲۷۱، ظفير)(الفصل الثالث، رقم الحديث: ۳۱۳۸، انیس)) اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ (ويكره إمامة عبد، إلخ، وفاسق. (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/ ۵۲۳، ظفير))(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/ ۱۷۱)

(۱) مشكوة، كتاب النكاح، باب الولي في النكاح: ۲۷۱، ظفير (شعب الإيمان للبيهقي، حقوق الأولاد والأهلين، رقم الحديث: ۸۲۹۹، انیس)

(۲) عن عمربن الخطاب وأنس بن مالک رضي الله عنهم عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "في التوراة مكتوب: من بلغت إبنته إثنتي عشرة سنة ولم يزوجها فأصابت إثماً فإثم ذلک عليه". {رواهما البيهقي في شعب الإيمان}(مشكوة، باب الولي في النكاح، ص: ۲۷۱، ظفير)(الفصل الثالث، رقم الحديث: ۳۱۳۹/ شعب الإيمان، حقوق الأولاد والأهلين، رقم الحديث: ۸۳۰۳، انیس)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ لڑکی جب بالغہ ہو جاوے اور نکاح کا مناسب موقعہ ملے تو ضروری ہے کہ اس کے عقد میں دیر نہ کرے اور ایسا ارادہ رکھنا کہ ہرگز اس کا نکاح نہ کروں گا، بُرا ہے اور خلاف حکم خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہے، چاہیے کہ اس ارادہ سے باز رہے اور نکاح اس کا کرے، خصوصاً امام مسجد کو زیادہ اتباع شریعت کا خیال چاہیے اور بُرے خیال سے توبہ کرنی چاہیے، نماز اس کے پیچھے صحیح ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۲۲۷-۲۲۸) ☆

اجنبیہ کے ساتھ میل جول رکھنے والے کی امامت:

سوال: ایک امام مسجد جو قرآن مجید صرف ناظرہ پڑھا ہوا ہے، دیگر مسائل سے بھی واقف نہیں ہے، ایک نامحرم عورت کو روزانہ سائیکل پر اسٹیشن سے چک تک لاتا ہے، جو تین میل کا فاصلہ ہے، کیا ایسے آدمی کے پیچھے نماز پڑھنا، یا اسے مستقل امام رکھنا درست ہے؟

☆ جس کا لڑکا کالج اور لڑکی نارمل اسکول میں پڑھتی ہو، اس کی امامت کا حکم:

سوال: امام صاحب جن کا لڑکا کنز الدقائق وغیرہ پڑھتا ہے، نیز مقامی کالج میں ایف اے میں داخل ہے، خود پابند شریعت ہیں اور اولاد میں بھی اس کا اہتمام کرتے ہیں، نیز انہوں نے اپنی بچی کو گھر پر قرآن تجوید کے ساتھ اور کچھ مسائل کی کتابیں پڑھا کر مقامی زنانہ اسکول میں داخل کرا دیا ہے، اب کچھ لوگ ان کی امامت پر اعتراض کرتے ہیں، شریعت کے حکم سے آگاہ فرمادیں؟

الجواب

اگر کوئی مسلمان اپنے دینی فرائض و واجبات بجالا کر کوئی دنیوی علم حاصل کرتا ہے تو اس پر اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں؛ کیوں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے زمانہ میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کو عبرانی زبان اور دیگر علوم حاصل کرنے کی طرف توجہ دلائی، اس وقت سے اس وقت تک علما نے دینی تعلیم کے ساتھ دنیوی تعلیم کو مستحسن سمجھا ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

بندہ محمد اسحاق عفی عنہ، نائب مفتی خیر المدارس ملتان۔ الجوب صحیح: محمد علی خطیب سنہری مسجد، لاہور، ۱۶/۹/۷۴ ۱۳ھ۔

شخص مذکور کی امامت میں کوئی خلل نہیں؛ کیونکہ دین کو محفوظ رکھتے ہوئے دنیاوی تعلیم حاصل کرنا مضر نہیں اور اگر پردے وغیرہ کا معقول انتظام ہو تو لڑکی کو نارمل اسکول میں بھیجنے میں کوئی حرج نہیں۔

عبیداللہ انور، دفتر انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور

الجوب صحیح: بندہ اصغر علی غفرلہ، معین مفتی خیر المدارس، ملتان، ۱۷/۹/۷۴ ۱۳ھ۔

الجوب صحیح: بندہ محمد عبداللہ غفرلہ، مفتی خیر المدارس، ملتان

ھٰذا کذلک و إنا مصدق بذلک

افقر الی اللہ محمد عبداللہ درخواستی: مہتمم مدرسہ مخزن العلوم خانپور، ۱۹/۹/۷۴ ۱۳ھ۔

دنیوی تعلیم کا مستحسن ہونا تصحیح نیت پر موقوف ہے، علی الاطلاق مستحسن قرار دینا درست نہیں والباقی صحیح۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، نائب مفتی خیر المدارس ملتان (خیر الفتاویٰ: ۲/۳۴۷)

الجواب

اجنبیہ عورت کے ساتھ اس قدر میل جول رکھنے والا شخص قابل امامت نہیں،(۱) اور قطع نظر ان تعلقات کے امام کے لئے نماز کے مسائل کا عالم ہونا بھی ضروری ہے، لہذا کسی متبع سنت عالم کو امام بنایا جائے۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، مفتی خیر المدارس ملتان، غرہ محرم الحرام ۱۳۹۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ، صدر مفتی۔ (خیر الفتاویٰ:۳۸۲/۲)

بے پردہ عورتوں کو پڑھانے والے کی امامت:

سوال: زید کہتا ہے کہ بے پردہ عورتوں کو بالغہ ہوں، یا قریب البلوغ، بینا ہوں، یا نابینا، نرسیں ہوں، یا لیڈی ڈاکٹر، یا ہوائی جہاز کی ہوسٹسیں، جلوت میں ہوں، یا خلوت میں، اسکول یا کالج کے کمروں میں ہوں، یا مسجد کے حجرہ میں، جماعت کی صورت میں ہوں، یا گھر کے اندر اکیلی، نامحرم مرد عالم ہو، یا مفتی، پیر ہو، یا مرید، جوان ہو، یا بوڑھا، بینا ہو نابینا، نہیں پڑھا سکتا، جب کہ بکر اس کی اجازت دیتا ہے۔

بکر کا استدلال یہ ہے کہ جب تک ان بے پردہ عورتوں کو احکام شرعیہ سے واقف نہیں کرایا جائے گا، اس وقت تک ان کا پردہ کرنا ممکن نہیں اور اگر ان کو نظر انداز کر کے دینی تعلیم سے صرف اس لیے بے بہرہ رکھا جائے کہ یہ بے پردہ ہیں تو یہ صحیح نہیں، مزید یہ کہ نرسیں، لیڈی ڈاکٹر، ائیر ہوسٹیس وغیرہ جو اکثر پردہ نہیں کرتیں، اس پردہ والی شرط سے دینی تعلیم سے محروم رہ جائیں گی، جب کہ عملاً اس کا تجربہ کیا گیا کہ ایسی عورتوں کو دینی تعلیم دی گئی تو انہی بے پردہ عورتوں میں سے بعض تہجد گزار بن گئیں۔

زید کا استدلال یہ ہے کہ شرعی حدود کو کسی بھی خود پیدا کردہ مجبوری کی وجہ سے نہیں توڑا جا سکتا، بے پردگی ایک خود پیدا کردہ اضطرار ہے، شرعاً ایسے اضطرار کی کوئی اہمیت نہیں ہے، اگر اس طرح عوام خود ایسے افعال کے مرتکب ہوں، جن سے ان کی مشکلات میں اضافہ ہوتا جائے، آئندہ چل کر ہر ایسی مجبوری کو اضطرار کا نام دیتے جائیں اور شرعی حدود وسدود کو توڑتے جائیں تو حدود شرعی باقی نہیں رہے گا، حالاں کہ پردہ کی غرض وغایت صنفی اختلاط کا ختم کرنا ہے، اگر یہ اختلاط برقرار رہا تو پردہ کا مقصد ہی فوت ہو جائے گا، جب کہ اختلاط مرد وزن اسی لیے جائز نہیں رکھا کہ اس سے ہر دو صنف کے سفلی جذبات کو ہوا ملتی ہے، اگر اختلاط اس لیے ناگزیر ہے کہ بصورت عدم اختلاط دینی تعلیم سے محرومی واقع ہوتی ہے، تو پھر دنیوی مخلوط تعلیم میں کوئی قباحت نہیں رہتی؛ کیوں کہ بعض لوگ مرد وزن کا اختلاط دنیوی تعلیم کے لیے

(۱) الخلوة بالأجنبية حرام. (الأشباه والنظائر، كتاب الحظر والإباحة: ۲٤۷، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

ضروری سمجھتے ہیں اور آپ دینی تعلیم کے لیے، حدود شرعیہ کے توڑنے میں دونوں برابر کے شریک ہیں، اگر چہ اغراض مختلف ہیں، جہاں بے پردہ عوتوں میں احکام شرعیہ کی واقفیت کے بعد چند عورتیں تہجد گزار بن گئی ہیں، وہاں بڑی عمر کے اساتذہ اور کم سن بچیوں سے زنا کے ارتکاب تک کی بھی نوبت پہنچی ہے، چند عورتوں کے تہجد گزار بن جانے کے بعد ثواب کے مقابلہ میں ایک زنا ہو جانے کا نہایت سنگین اور نا قابل معافی جرم ہے، نیز خیر القرون میں آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو نابینا صحابی حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ سے پردہ کرنے کے لیے فرمایا تھا، آج چودھویں صدی کے معاشرہ میں پردہ کا زیادہ اہتمام کرنا چاہیے۔

اگر زید کا استدلال درست ہے تو مزید وضاحت طلب امر یہ ہے کہ بے پردہ عورتوں کو پڑھانے والے آدمی کو امام مسجد وخطیب بنانا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟ بینوا وتوجروا۔

الجوب ـــــــــــ باسم ملهم الصواب

زید کا خیال واستدلال صحیح ہے، عورتوں کی دینی تعلیم عورتوں کی وساطت، یا پس پردہ ہوسکتی ہے، (۱) علاوہ ازیں اردو میں مستند دینی کتابوں کے مطالعہ سے یہ ضرورت پوری ہوسکتی ہے، بے پردہ عورتوں کو بالمشافہہ پڑھانے والا فاسق ہے، اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور اس کو امام وخطیب بنانا جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۵/شعبان ۱۴۰۰ھ (احسن الفتاویٰ: ۳/۳۱۹-۳۲۰)

فاحشہ بیوی کو بسائے رکھنے، فاحشہ کو طلاق بالمال دینے، بغرض لالچ گاؤں میں عید شروع کرنے، عدالتی طلاق پر نکاح پڑھانے والے کی امامت کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ!

(۱) ایک شخص جس کی عورت نہایت بدکار اور فاحشہ ہو، خاوند کو باوجود پورا علم ہونے کے اس کو گھر میں رکھتا ہے؛ لیکن عورت بدفعلی سے باز نہ آئے اور خاوند بھی اسے طلاق نہ دے تو کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز ہوسکتی ہے۔

(۲) ایک فاحشہ عورت جو بالکل آوارہ ہو؛ یعنی خاوند کے قبضہ میں نہ رہے اور خاوند کو خاوند ہی نہ سمجھے اور اسے

---

(۱) ﴿وقرن في بيوتكن و لاتبرجن تبرج الجاهلية الأولىٰ﴾ (الأحزاب: ۳۳)

عن ابن عمر قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ”ليس للنساء نصيب في الخروج إلا مضطرة، يعني: ليس لها خادم إلا في العيدين الأضحىٰ والفطر، وليس لهم نصيب في الطرق إلا الحواشي. (المعجم الكبير للطبراني، مسند عبد اللّٰه بن عمر بن الخطاب، رقم الحديث: ۱۳۸۷۱: ۱۳/۱۷۲، انیس)

طلاق دینے پر مجبور کردے، خاونداس عورت کے رشتہ دار سے طلاق دینے کے عوض کچھ رقم لے کر طلاق دیدیتا ہے تو کیا ایسے شخص کو امام بنایا جاسکتا ہے۔

(۳)　کسی گاؤں میں بروے مسئلہ شریعت نماز عید نہیں ہوسکتی، ایک شخص جو اس وقت امام مقرر نہ ہو تو وہاں نہ خود نماز عید پڑھتا ہو اور دوسروں کو بھی منع کرے، بعد ازاں وہی شخص امام مقرر ہوجاتا ہے اور پھر خود بھی وہیں نماز عید پڑھے اور دوسروں کو پڑھائے بغرض لالچ جائز قرار دے تو کیا اس کو امام بنایا جاسکتا ہے۔

(۴)　ایک عورت جس کا نکاح الف کے ساتھ ہے؛ لیکن بروئے فیصلہ عدالت (سرکاری) عورت طلاق حاصل کرتی ہے، چند آدمی مل کر اس کا نکاح ج کے ساتھ کردیتے ہیں، جب کہ بدفعلی کی وجہ سے عورت حاملہ ہوگئی ہو تو کیا ایسا نکاح پڑھانے والے اور دیگر شریک ہونے والوں کے نکاح میں کوئی خلل آتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱)　اگر یہ شخص اپنی بیوی کو بدکاری سے روکتا ہے اور وہ نہیں رکتی تو اس کو طلاق دے دینا مستحب ہے، اس کے ذمہ طلاق دینا واجب نہیں ہے، اگر طلاق نہ دے، تب بھی اس کے پیچھے نماز جائز ہے؛ کیوں کہ یہ شخص تارک مستحب ہے، نہ تارک واجب۔

كما قال في البحر:۲۳۷/۳: وفي غاية البيان: يستحب طلاقها إذا كانت سليطة مؤذية أو تاركة للصلاة لاتقيم حدود اللّٰه تعالىٰ، آه، وهويفيد جوازمعاشرة من لا تصلي ولا إثم عليه بل عليها ولذا قالوا في الفتاوىٰ: له أن يضربها علىٰ ترك الصلاة ولم يقولواعليه مع أن في ضربها علىٰ تركها روايتين ذكرهما قاضي خان. (۱)

ہاں ایسے شخص کو مستقل امام نہ رکھا جائے تو بہتر ہے، اگر کوئی دوسرا امام میسر ہوسکتا ہے۔

(۲)　ایسی عورت سے کچھ رقم عوض طلاق لے لینی شرعا جائز ہے۔

قال في الدرالمختار: (وكره) تحريمًا (أخذ شئ) ويلحق به الابراء عمالها عليه. (۲)

(۳)　معمولی گاؤں میں عید کی نماز پڑھنی جائز نہیں ہے، باقی اس امام کی نیت پر ہم حملہ آور نہیں ہوسکتے اور نہ اس وجہ سے کہ وہ گاؤں میں عید کی نماز پڑھاتا ہے، اس کی امامت میں کوئی فساد آتا ہے۔

---

(۱)　البحر الرائق شرح كنزالدقائق، كتاب الطلاق: ۲۵۵/۳، دارالكتاب الإسلامي بيروت، انيس

(۲)　(إن نشز وان نشزت لا) ولومنه نشوزأيضا وبأكثر مماأعطاها على الأوجه فتح وصحح الشمنى كراهة الزيادة وتعبير الملتقى لابأس به يفيد أنها تنزيهية وبه يحصل التوفيق. (الدرالمختار على صدر ردالمحتار: ۴۴۵/۳، دارالفكر)

(۴)　اگر عورت کی تنسیخ نکاح (طلاق) کا فیصلہ عدالت کر چکی ہے وہ شریعت کے مطابق ہو اور اس فیصلہ کے بعد عدت گزار لینے کے بعد یہ عورت زنا سے حاملہ ہوگئی ہے تو اس کا نکاح شرعاً دوسرے شخص کے ساتھ ہوسکتا ہے؛ لیکن یہ شخص اگر وہی زانی نہیں ہے تو اس کے لیے وضع حمل سے قبل اس کے ساتھ صحبت کرنی ناجائز ہے، ویسے نکاح صحیح ہوا ہے، جو لوگ اس نکاح میں شریک ہوئے ہیں، ان پر کوئی گناہ وغیرہ نہیں ہے اور اگر عدالتی فیصلہ شریعت کے مطابق نہ ہو تو اس کا نکاح دوسری جگہ صحیح نہیں ہے اور جو لوگ باوجود علم رکھنے کے اس نکاح میں شریک ہوئے ہیں، وہ گناہ گار ہیں، ان کو توبہ کرنی ضروری ہے، خود ان کے نکاحوں میں پھر بھی کوئی خلل نہیں آیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ۔ الجواب صحیح: محمود عفا اللہ عنہ، ۲۵؍شوال ۱۳۸۵ھ۔ (فتاویٰ مفتی محمود: ۲؍۱۶۲-۱۶۳) ☆

ایسے شخص کی امامت کا حکم، جس کی بیوی سے اس کے داماد کے ناجائز تعلقات کا شبہ ہو:

سوال:　کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ!

ایک امام صاحب کی بیوی سے اس کے داماد کے ناجائز تعلقات کا شبہ ہے اور اس بنا پر اس کو اس کے گھر آنے جانے سے روک دیا گیا؛ لیکن اس کے باوجود وہ اس کے گھر آتا رہا تو مقتدیوں نے اس بنا پر اس کو امامت سے ہٹا دیا تو وہ کہتا ہے کہ میں نے بیوی کو طلاق دی، مجھے دوبارہ رکھ لو، حالاں کہ بیوی اس کے گھر میں موجود ہے؟

الجواب

کسی نیک دیندار عالم کو امام مقرر کریں، ایسے شخص کو امام نہ مقرر کریں، جس کی دیانت اور تقوی پر عام نمازیوں کو اعتماد نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ، یکم محرم ۱۳۹۷ھ۔ (فتاویٰ مفتی محمود: ۲؍۱۵۷)

☆　ایسے شخص کی امامت، جس کی بیوی کچھ دنوں اجنبی کے پاس رہی ہو:

سوال:　ایک امام ہے، اس کی بیوی اپنے باپ کے یہاں گئی تھی، باپ کے گھر سے کسی دوسرے آدمی کے ساتھ چلی گئی، دو ماہ تک اس اجنبی آدمی کے پاس رہی، اب وہ عورت مذکورا اپنے باپ کی کوشش سے امام صاحب کے یہاں واپس آگئی، اب جناب کی خدمت میں یہ گذارش ہے کہ اس امام صاحب کے پیچھے قوم کی نماز درست ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۱۹۸۸، مولوی محمد سعید صاحب (ضلع روہتک) یکم رمضان ۱۳۵۶ھ ۶؍نومبر ۱۹۳۷ء)

الجواب

ہاں امام کی اس میں خطا نہیں اس کی امامت ناجائز نہیں ہوئی۔

﴿ولا تزر وازرة وزر أخرىٰ﴾ {الآية} (سورة الفاطر: ۱۸)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۳؍۱۰۴)

جس کی بیوی غیر مسلم کے تہوار میں شریک ہوتی ہو، اس کی امامت:

سوال: زید ایک مسجد کا امام ہے، پنج وقتہ نماز جا کر پڑھایا کرتا ہے؛ لیکن اس کی زوجہ ہندؤوں کا تہوار، چھٹ جس میں پھل پھلیری، ٹھیکوا وغیرہ، سوپ میں رکھ کر صبح وشام بوقت طلوع وغروب آفتاب دریا کے کنارے ہاتھ اٹھا کر آفتاب کی نذر کر کے واپس لاتی ہیں اور کھاتی ہیں، زید کی بیوی خود تو نہیں؛ بلکہ یہ تمام رسومات کے طریقے بذریعہ ایک ہندونی عورت سے کراتی ہے تو ایسی حالت میں زید جو کہ اس عورت کے شوہر ہیں، پنج وقتہ امامت کرتے ہیں تو ان کے پیچھے نماز جائز ہوگی، یا نہیں؟ اور زید کا نکاح باقی رہا، یا فسخ ہوگیا؟ اور زید کی واقفیت وعدم واقفیت میں کیا ارشاد ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

صورت مسئولہ میں زید کی بیوی کے متعلق، جو باتیں لکھی گئیں ہیں، وہ سخت معصیت اور گناہ ہیں۔ زید کا فریضہ ہے کہ وہ اپنی بیوی کو غیر اسلامی افعال سے روکے، اگر زید ان کو ان افعال سے نہ روکے، یا اس کے منع کرنے سے عورت باز نہ آئے تو مسلمانوں کو چاہیے کہ زید کو امامت سے علاحدہ کردیں اور اس کے پیچھے اس وقت تک نماز نہ پڑھیں، جب تک کہ اس کی بیوی غیر اسلامی افعال سے توبہ نہ کرلے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۲۲/۱/۱۳۷۵ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۱۶۵/۲-۱۶۶)

☆ ☆ ☆

---

(۱) **لقوله عليه الصلاة والسلام:" ألا كلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته فالإمام الذي على الناس راع وهو مسئول عن رعيته والرجل راع على أهل بيته". (مشكوة المصابيح، كتاب الإمارة والقضاء: ۳۲۰/۲)**

دراصل بیوی کے کسی بُرے عمل سے شوہر فاسق نہیں ہوگا کہ اصول ہے: ﴿أَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰى﴾ **(النجم: ۳۸)**

اور البتہ اگر وہ اس بُرے عمل سے راضی ہے تو بُرائی پر راضی ہونے کی وجہ سے وہ گنہگار ہوگا۔ اور اگر باوجود استطاعت کے وہ زوجہ کو اس بُرائی سے نہ روکے تو نہی عن المنکر سے گریز کی وجہ سے اس پر ذمہ داری آئے گی۔"**من رأى منكم منكرًا فليغيره بيده فمن لم يستطع فبلسانه"(الصحيح لمسلم، رقم الحديث: ۴۹)**

پس اگر امام جو قوم میں مقتدیٰ اور پیشوا ہے اور جس کا عمل قوم کے لئے نمونہ ہے اگر وہ ان بُرے اعمال پر راضی ہے، یا باوجود استطاعت نہیں روکتا، تب تو اسے منصب امامت سے علیحدہ کیا جانا ہی چاہئے، اگر منع کرتا ہے، پھر اس کی بیوی ان اعمال سے تائب نہیں ہوتی تو ایسی صورت میں بھی معاشرہ میں بُری مثال قائم ہوگی؛ اس لئے اس شخص کی امامت سے اجتناب کیا جانا چاہئے۔ **[مجاهد]**

ناجائز کھیل کھیلنے والے کی امامت

شطرنج کھیلنے والے کی امامت:

سوال: ایک شخص فارغ التحصیل ہوکر دین کی تعلیم دیتا ہے اور تعلیم بھی احادیث وغیرہ کی؛ لیکن اس کے ساتھ ہی وہ تفریح طبع کے لیے شطرنج بھی کھیلتا ہے اور اسے کئی مرتبہ فعل سے روکا بھی گیا ہے۔ کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے؟

الجواب

شطرنج کھیلنا مکروہ تحریمی ہے۔(۱)

قال فی الدر: ''(و) کره تحریمًا (اللعب بالنرد و) کذا الشطرنج. (قوله: والشطرنج) (إلیٰ قوله) فهو حرام و کبیرة''. (الدر المختار مع رد المحتار: ۲۶۱/۵)(۲)

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ شطرنج کھیلنا موجب فسق ہے؛ لیکن امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت میں اباحت بھی ثابت ہے اور امام شافعیؒ نے بھی مباح فرمایا ہے اور یہ اختلاف اس وقت ہے، جب کہ اس پر قمار نہ ہو؛ یعنی شرط وغیرہ نہ باندھی جائے اور اس کے شغل میں واجبات (صلوٰۃ و جماعت) میں خلل نہ پڑتا ہو اور دوام بھی نہ کرتا ہو، ورنہ حرام بالاجماع۔

(۱) قال یحییٰ: سمعت مالکاً یقول: لاخیر فی الشطرنج وکرهها وسمعته یکره اللعب بها ولغیرها من الباطل. یتلو هٰذه الآیة: ﴿فماذا بعد الحق إلا الضلال﴾. (مؤطا الإمام مالک، کتاب الجامع، باب ماجاء فی النرد، رقم الحدیث: ۳۵۲۱: ۱۳۹۶/۵، دولة الإمارات العربیة، بتحقیق محمد مصطفیٰ الأعظمی، انیس)

عن الحکم فی الشطرنج قال: کانوا ینزلون الناظر إلیها کالناظر إلیٰ لحم الخنزیر والذی یقلبها کالذی یقلب لحم الخنزیر. (کتاب الأدب، فی اللعب فی الشطرنج، رقم الحدیث: ۲۶۶۸۴: ۳۵۱/۱۳، انیس)

عن أبی جعفر: أنه کره اللعب بالشطرنج، (کتاب الأدب، فی اللعب فی الشطرنج، رقم الحدیث: ۲۶۶۸۳: ۳۵۱/۱۳، انیس)

عن المیسرة النهدی قال: مر علی قوم یلعبون بالشطرنج، فقال: ماهٰذه التماثیل التی أنتم لها عاکفون؟ (کتاب الأدب، فی اللعب فی الشطرنج، رقم الحدیث: ۲۶۶۸۲: ۳۵۱/۱۳. مؤسسة علوم القرآن، انیس)

(۲) کتاب الحظر والإباحة، باب الإستبراء وغیره، فصل فی البیع، انیس

''کما قال فی الدر: وهذا إذا لم يقامر ولم يداوم ولم يخل بواجب وإلا فحرام بالإجماع، قال فی الشرح: وبدون هذه المعانی لا تسقط عدالته للإختلاف فی حرمته، عبدالبر عن أدب القاضی''. (الدرالمختار مع ردالمحتار: ٢٦١/٥)(۱)

حاصل کلام یہ ہے کہ اگر شطرنج کھیلنے والا دوام کرتا ہو، یا اس میں منہمک ہوکر واجبات میں خلل ڈالتا ہے، یا اس پر شرط باندھی جاتی ہو تو فاسق ہونے کی وجہ سے اس کو امام بنانا مکروہ ہوگا اور اگر مفاسد سے خالی ہوکر کھیلتا ہے تو اس کی عدالت ساقط نہ ہوگی اور اس کے پیچھے نماز بھی مکروہ نہ ہوگی؛ لیکن اولیٰ ہر حال میں یہی ہے کہ امام ایسے کام سے جس کو عرف میں قبیح سمجھا جاتا ہے، پرہیز کرے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ غفرلہ، خادم الافتاء خیر المدارس ملتان۔ الجواب صحیح: خیر محمد عفا اللہ عنہ، ۱۳۷۱/۱/۲۱ھ۔ (خیر الفتاویٰ: ۳۶۱/۲)

شطرنج کھیلنے والے کی امامت:

سوال: شطرنج کھیلنا کیسا ہے؟ اور شطرنج کھیلنے والے کی امامت جائز اور درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

شطرنج کے ساتھ کھیلنا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے، (۲) پس عادت کرنے والا اس کا لائق امام بنانے کے نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۰۲/۳)

(۱) كتاب الحظر والإباحة، باب الإستبراء وغيره، فصل فی البيع، انيس

(۲) قال يحيٰى: سمعت مالكاً يقول: لاخير فی الشطرنج وكرهها وسمعته يكره اللعب بها ولغيرها من الباطل. يتلو هٰذه الآية: ﴿فماذا بعد الحق إلا الضلال﴾. (مؤطا الإمام مالک، كتاب الجامع، باب ماجاء فی النرد، رقم الحديث: ١٣٩٦/٥:٣٥٢١، دولة الإمارات العربية، بتحقيق محمد مصطفٰى الأعظمی، انيس)

عن الحكم فی الشطرنج قال: كانوا ينزلون الناظر إليها كالناظر إلٰى لحم الخنزير والذی يقلبها كالذی يقلب لحم الخنزير. (كتاب الأدب، فی اللعب فی الشطرنج، رقم الحديث: ٣٥١/١٣:٢٦٦٨٤، انيس)

عن أبی جعفر: أنه كره اللعب بالشطرنج، (كتاب الأدب، فی اللعب فی الشطرنج، رقم الحديث: ٢٦٦٨٣: ٣٥١/١٣، انيس)

عن الميسرة النهدی قال: مرعلی قوم يلعبون بالشطرنج، فقال: ماهٰذه التماثيل التی أنتم لها عاكفون؟ (كتاب الأدب، فی اللعب فی الشطرنج، رقم الحديث: ٣٥١/١٣:٢٦٦٨٢. مؤسسة علوم القرآن، انيس)

ويكره تحريماً اللعب بالنرد وكذا الشطرنج. (الدرالمختار علٰی هامش ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة: ٣٤٧/٥)

ويكره إمامة عبد إلخ وفاسق. (الدرالمختار، ظفير)(باب الإمامة، انيس) ==

تاش کھیلنے والے کی امامت جائز ہے، یا نہیں:

سوال: اگر امام مسجد تاش کھیلنے والوں کے پاس بیٹھا رہے، یا طریقہ کھیلنے کا بتلاتا رہے تو کیا حکم ہے اور امامت اس کی کیسی ہے؟

الجواب

درمختار میں ہے:

وكره تحريماً اللعب بالنرد وكذا الشطرنج،إلخ.(۱)

پس جبکہ شطرنج سے کھیلنا حرام ہوا تو اس کی تعلیم دینا اور بتلانا ظاہر ہے کہ حرام ہے اور کھیلنے والوں کے پاس بیٹھنا اور دیکھنا بھی حرام ہے، پس امامت اس کی مکروہ ہے۔(۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۲۳۹)

تاش کھیلنے والے کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص بغیر بازی (بغیر ہار جیت) کے تاش کھیلتا ہے، اس کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے؛ کیوں کہ بغیر بازی کے تاش کھیلنا بھی ممنوع اور مکروہ ہے، ایسے لہوولعب سے مسلمانوں کو احتراز لازم ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عزیز الرحمٰن، مفتی مدرسہ دیوبند (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۳۴۳)

☆== شطرنج کھیلنے والے کی امامت:

سوال: جو حافظ شطرنج کھیلے کہ نماز بھی قضا ہو جاوے، اس کی امامت جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس کی امامت مکروہ ہے۔(**ويكره إمامة عبد،إلخ،وفاسق.**(الدرالمختار على هامش ردالمحتار،باب الإمامة: ۱/ ۵۲۳) اس وجہ سے کہ شطرنج کھیلنا مکروہ تحریمی ہے: **وكره تحريماً اللعب بالنرد وكذا الشطرنج.**(الدرالمختار على هامش ردالمحتار،كتاب الحظروالإباحة،فصل في البيع: ۵/ ۳۴۷، ظفير) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۱۵۵)

(۱) الدرالمختار على هامش رد المحتار، كتاب الحظروالإباحة،فصل في البيع:۵/۳۴۷،ظفير

(۲) ويكره إمامة عبد،إلخ وفاسق.(الدرالمختار)

بل مشى في شرح المنية على أن كراهة تقديمه: أي الفاسق كراهة تحريم. (رد المحتار،باب الإمامة: ۱/ ۵۲۳،ظفير)(مطلب في تكرار الجماعة في المسجد،انيس)

(۳) وكره تحريمًا اللعب بالنرد وكذا الشطرنج، وأباحه الشافعي رحمه الله وأبويوسف رحمه الله في رواية، وهذا إذا لم يقامرولم يداوم ولم يخل لواجب وإلافحرام بالإجماع،اه.(الدرالمختار)

کبوتر باز کی امامت کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ایسے شخص کی نسبت کہ امامت کرتا ہے اور کبوتر بازی کرتا ہے؟

الجواب

کبوتر پالنے درست ہیں،(۱) مگر اڑانا اور بازی کرنا منع ہے، ایسے آدمی کی امامت مکروہ ہے اور نماز اس کے پیچھے ہو جاتی ہے۔(۲)

(مجموعہ کلاں،ص:۲۳۳-۲۳۴)(باقیات فتاویٰ رشیدیہ:۱۵۹-۱۶۰)

شطرنج باز لحیہ تراش حقہ نوش کی امامت کا حکم:

سوال(۱) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید کسی مسجد کی امامت سے مستعفی ہوتے ہوئے اس کے پاس اتنا گزارہ کا کفیل ہے کہ کسی قسم کا محتاج نہیں اور پھر زید لاولد بھی ہے، تقریباً اس کی چھ ایکڑ زمین بھی ہے، کیا اسے مسجد

== تاش کی حالت شطرنج جیسی ہے۔دلیلہ قال فی الدر المختار: وکرہ کل لهو لقوله علیه الصلاة والسلام:"کل لهو المسلم حرام إلا ثلاثة ملاعبته أهله وتأديبه لفرسه ومناصلته بقوسه" وقال فی رد المحتار: کل لعب عبث فالثلاثة بمعنٰى واحد، کما فی شرح التأویلات والإطلاق شامل لنفس الفعل.(۳٤۷/۵)(کتاب الحظر والإباحة،باب الإستبراء وغيره ،فصل فی البیع،انیس)

(۱) عن أنس بن مالک قال: کان رسول الله صلى الله عليه وسلم أحسن الناس خلقا وکان لی أخ يقال له: أبو عمير ،قال: أحسبه قال: کان فطينا، قال: فکان إذا جاء رسول الله صلى الله عليه وسلم فراٰه قال: أبا عمير ما فعل النغير ،قال: فکان يلعب به.(صحیح لمسلم،باب استحباب تحنیک المولود عند ولادته (ح:۲۱۵۰)/صحیح البخاری،باب الکنیة للصبی (ح:۶۲۰۳)انیس)

قال: وإنه لا بأس أن يعطى الصبی الطير ليلعب به من غير أن يعذبه.(مرقاة المفاتیح،باب المزاح:۳۰۶۲/۷،دارالفکر بیروت،انیس)

مذکورہ حدیث اور ملا علی قاریؒ کی تشریح سے معلوم ہوتا ہے کہ پرندوں کا پالنا مباح اور درست ہے، کبوتر بھی اس میں شامل ہے۔انیس

(۲) عن أبی هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم رأى رجلاً يتبع حمامة فقال: شيطان يتبع شيطانة.(سنن أبی داؤد،باب فی اللعب بالحمام (ح:٤۹٤۰)انیس)

قال التوربشتی: وإنما سماه شيطانا لمباعدته عن الحق واشتغاله بما لا يعنيه وسماها شيطانة لأنها أورثته الغفلة عن ذکر الله والشغل عن الأمر الذی کان بصدده فی دينه ودنياه، قال النووی: اتخاذ الحمام للفرخ والبيض أو الأنس أو حمل الکتب جائز بلاکراهة وأما اللعب بها للتطير فالصحيح أنه مکروه فإن ضم إليه قمار ونحوه ردت شهادته.(مرقاة المفاتیح،باب التصاویر:۲۸۵۶/۷،دارالفکر بیروت،انیس)

کے فنڈ سے غبن کرنے کی اجازت ہے اور اگر مسجد کے نام کچھ رقبہ بھی ہو تو اس میں سے بھی غبن کرسکتا ہے، کتاب وسنت سے بیان کریں؟

(۲) بالغ غیر بالغ مسجد میں تعلیم دین حاصل کرسکتے ہیں، حالاں کہ ان کو طہارت غیر طہارت کا امتیاز نہ ہو؟

(۳) شطرنج باز، حقہ نوش، لحیہ تراش بغیر اجازت امام خطابت سرانجام دے سکتا ہے، یا نہیں؟

(۴) بدعتی اور مردہ شو کے پیچھے نماز ہوسکتی ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) امام مذکور غبن بمعنی خیانت کا تو کسی طرح مجاز نہیں ہے، (۱) البتہ مسجد کی کمیٹی ہو تو اس کمیٹی کی رائے اور مشورہ سے اپنے لیے تنخواہ مقرر کرسکتا ہے، باقی گزارہ کا ذریعہ اگر اس کا موجود ہے، جس سے فارغ اور مطمئن ہوکر امامت کا کام کرسکتا ہے تو اچھا ہے کہ مسجد کے فنڈ سے کچھ نہ لے؛ لیکن اگر لے تو بھی جائز ہے۔

(۲) فقہاء کرام نے مسجد میں اس تعلیم سے جو بالمعاوضہ ہو، منع فرمایا ہے، اس طرح حدیث شریف میں چھوٹے بچوں کو مسجد میں لانے سے منع فرمایا، (۲) ایسے چھوٹے جنھیں پاکی پلیدی کی تمیز نہیں ہوتی، پس اولی وانسب یہ ہے کہ تعلیم صبیان کے لیے خارج از مسجد کسی مکان کا انتظام کیا جائے، چاہے وہ مکان کرایہ پر ہی کیوں نہ لیا جائے اور جب تک اس کا انتظام نہ ہو، اس وقت تک مسجد کو احتیاط سے استعمال کیا جائے۔

(۳) شطرنج باز، حقہ نوش اور لحیہ تراش امامت کے مستحق تو ہرگز نہیں، (۳) اور خطبہ بھی اس سے سننا مکروہ

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیانت سے پناہ مانگتے تھے۔ روایت میں ہے:

عن أبی هريرة قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: اللّٰهم إنی أعوذبک من الجوع فإنه بئس الضجيع وأعوذبک من الخيانة فإنها بئست البطانة. (سنن أبی داؤد، باب فی الاستعاذة (ح: ۱۵۴۷) انیس)

(۲) عن واثلة بن الأسقع أن النبی صلى الله عليه وسلم قال: جنبوا مساجدكم صبيانكم ومجانينكم وشراء كم وبيعكم وخصوماتكم ورفع أصواتكم وإقامة حدودكم وسل سيوفكم واتخذوا على أبوابها المطاهر وجمروها فی الجمع. (سنن ابن ماجة، كتاب المساجد، باب مايكره فی المسجد، رقم الحديث: ۷۶۰، ص: ۹۱، بيت الأفكار، انيس)

عن معاذ بن جبل قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: جنبوا مساجدكم مجانينكم، وصبيانكم، ورفع أصواتكم، وسل سيوفكم، وبيعكم وشراؤكم، وإقامة حدودكم، وخصومتكم وجمروها يوم جمعكم واجعلوا مطاهركم على أبوابها. (المصنف لعبدالرزاق، باب البيع والقضاء فی المسجد ومايجتنب المسجد، كتاب الصلاة: ۴۴۱/۱ (رقم الحديث: ۱۷۲۶) / السنن الكبرىٰ، كتاب آداب القاضی، باب مايستحب للقاضی من أن لايكون قضاؤه فی المسجد: ۱۷۷/۱۰ (رقم الحديث: ۲۰۲۶۸) دار الكتب العلمية، انيس)

(۳) وكره تحريماً اللعب بالنرد وكذا الشطرنج. (الدر المختار على هامش رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فی البيع: ۳۴۷/۵، انيس)

==

ہوگا اور صرف تقریر ووعظ اگر وہ بغیر اجازت متولی مسجد، یا امام مسجد کے شروع کردے تو یہ بھی درست نہیں ہے اور اجازت کے ساتھ نفس تقریر، اگر وہ اچھی باتیں کرے تو سننا جائز ہوگا، بعد میں فہمائش کی جائے کہ خود بھی اپنی عملی اصلاح فرماوے۔

(۴) بدعتی کی امامت مکروہ ہے،(۱) اور مردہ شوئی کرنے والا اگر محتاط ہوکر غسل دیتے وقت چھینٹوں سے اپنے آپ کو بچائے، پاک کپڑے رکھے اور غسل بھی کرے اور مردہ شوئی کو بطور پیشہ اختیار نہ کرے؛(۲) بلکہ ضرورت کے وقت اس کو بطور خدمت کے انجام دے بلا معاوضہ تو نماز بلا کراہت اس کے پیچھے درست ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ (فتاویٰ مفتی محمود:۲/۱۹۳-۱۹۴) ☆

== عن جابر رضي الله تعالىٰ عنه قال: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن أكل البصل والكرات فغلبتنا الحاجة فأكلنا منها فقال: من أكل من هٰذه الشجرة المنتنة فلا يقربن مسجدنا فإن الملائكة تأذى مما يتأذى منه الإنس. (صحيح لمسلم، باب نهى من أكل ثوما أو بصلا أو كراثا (ح:٥٦٣) انيس)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر حقہ کی وجہ سے بد بو آتی ہو تو اس کو صاف کرلے، ورنہ بد بو کے رہتے ہوئے امامت مکروہ ہے۔انیس

عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: انهكوا الشوارب واعفوا اللحى. (صحيح البخاري، باب اعفاء اللحى (ح:٥٨٩٣) انيس)

وقال العلائي في كتاب الصوم قبيل فصل العوارض: إن الأخذ من اللحية وهي دون القبضة كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال لم يبحه أحد وأخذ كلها فعل يهود والهنود ومجوس الأعاجم. (العقود الدرية في تنقيح الفتاوىٰ الحامدية، كتاب الشهادة: ٣٢٩/١، دار المعرفة بيروت، انيس)

(۱) فهو كالمبتدع تكره إمامته بكل حال بل مشى في شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم. (رد المحتار، باب الإمامة: ٥٦٠/١، دار الفكر بيروت، انيس)

(۲) وعبارة الفتح: ولا يجوز الإستئجار على غسل الميت ويجوز على الحمل والدفن وأجازه بعضهم في الغسل أيضا، فليتأمل. (ردالمحتار، باب صلاة الجنازة: ٢٠٠/٢، دار الفكر بيروت، انيس)

☆ والی بال اور کبڈی کھیلنے والے کی امامت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام کا بچہ انیس سالہ پابند صوم وصلوٰۃ، صورت وسیرت موافق شرع وسنت صحیح ہے، کبھی کبھی امامت کرتا ہے؛ لیکن اس لڑکے میں یہ عیب بھی ہے، ہم عصروں کے ساتھ والی بال اور کبڈی بھی کھیلتا ہے اور ان کے ساتھ مچھلی کا شکار بھی کرتا ہے، اب بعض شر پسند افراد اور غیر متشرع ارکان ان ہر سہ کھیلوں کو ناجائز اور حرام قرار دیتے ہیں، کیا اس لڑکے کی امامت جائز ہے؟ نیز کبھی کبھی وہ لوگ اس لڑکے کی توہین اور بے عزتی بھی کرتے ہیں، کیا اس لڑکے کی توہین اور بے عزتی امام کی توہین اور بے عزتی نہیں ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: عبدالعظیم......۱۰/۴/۱۹۷۲ء) ==

کشتی دیکھنے والے کی امامت:

حنفیوں کو مشرک کہنے والے غیر مقلدوں کی امامت کا حکم:

سوال (۱) پہلوانوں کی کشتی اور کبڈی دیکھنا کیسا ہے، زید کہتا ہے کہ ان چیزوں کا دیکھنا جائز نہیں اور حدیث پیش کرتا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو زندہ اور مردہ کی ران دیکھنے سے منع فرمایا، عمر کہتا ہے کہ یہ تمام باتیں جائز ہیں اور کبڈی و کشتی وغیرہ کی تعریف بھی کرتا ہے، اب ایسی صورت میں عمر کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟ اور ہوتی ہے تو کیسی ہوتی ہے اور عمر کا کیا حکم ہے؟

(۲) جو غیر مقلدین ڈھیلے سے استنجا نہیں کرتے اور بیس رکعت تراویح جو صحابہ کی سنت ہے، اسے بدعت کہتے ہیں اور احناف کو کافر و مشرک بتاتے ہیں، ان کا کیا حکم ہے اور ایسے لوگوں کے پیچھے نماز ہوتی ہے، یا نہیں؟ اگر ہوتی ہے تو کیسی ہوتی ہے؟

== الجواب

(۱) واضح رہے کہ شکار کرنا مباح ہے، **كما يدل عليه القرآن (قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿أحل لكم صيد البحر و طعامه متٰعا لكم وللسيارة وحرم عليكم صيد البر ما دمتم حرماً واتقوا اللّٰه الذى إليه تحشرون﴾(سورة المائدة: ٩٦) والأحاديث (مشكوة المصابيح: ٣٥٧/٢، كتاب الصيد والذبائح/عن عدى بن حاتم رضى اللّٰه عنه عن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم قال: إذا أرسلت كلبک وسميت فأمسک وقتل فكل، وإن أكل فلا تأكل فإنما أمسک على نفسه وإذا خالط كلابا لم يذكر اسم اللّٰه عليها فأمسكن وقتلن فلا تأكل فإنک لا تدرى أيها قتل وإن رميت بصيد فوجدته بعد يوم أو يومين ليس به إلا أثر سهمک فكل، وإن وقع فى الماء فلا تأكل. (صحيح البخارى، باب الصيد إذا غاب عنه يومين أو ثلاثة (ح: ٥٤٨٤) انيس) وصرح به الفقهاء الكرام (قال الحصكفى: الصيد هو مباح... إلا لمحرم فى غير الحرم أو للتلهى، إلخ. (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار: ٣٢٨/٥، كتاب الصيد)**

اور کبڈی کھیلنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، جب کہ کشف عورت سے خالی ہو، البتہ والی بال کھیلنا مکروہ ہے؛ کیونکہ انگریزوں کا ایجاد کردہ کھیل ہے اور اس میں منفعت ہے، وہ دیگر ذرائع سے حاصل ہو سکتی ہے اور کشف عورت وغیرہ اس کے لوازم عادیہ ہیں، لہٰذا اس سے اجتناب بہتر ہے، بہر حال صحت اقتدا اسے مانع نہیں ہے۔

(۲) ہر مسلمان کی توہین اور بے عزتی ناجائز ہے، خصوصًا جب کہ حقدار ہو؛ یا امام کی اولاد ہو، **لحديث: المسلم أخو المسلم لايظلمه ولايخذله ولايحقره بحسب أمرأ من الشر أن يحقر أخاه المسلم، وكل المسلم علىٰ المسلم حرام دمه وماله و عرضه {رواه مسلم} (الصحيح لمسلم: ٣١٧/٢، باب تحريم ظلم المسلم) وهو الموفق** (فتاویٰ فریدیہ: ۲/۴۰۲-۴۰۳)

الجواب

کشتی اس طرح دیکھنا کہ ستر کھلے، ناجائز ہے،(۱) اور عمر جو اسے جائز کہتا ہے، غلطی پر ہے اور اگر وہ باوجود ستر کھلنے کے اسے جائز کہنے پر اصرار کرے تو اس کی امامت مکروہ ہے۔

(۲) جو غیر مقلدین کہ حنفیوں کو مشرک اور کافر کہیں صحابہ کو بدعتی بتائیں، ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔(۲)

کتبہ محمد کفایت اللہ عفا عنہ مولاہ (کفایت المفتی: ۷۳-۷۲/۳)

☆ ☆ ☆

---

(۱) يجوز أن ينظر الرجل إلى الرجل إلا إلٰى عورته وعورته مابين سرته حتٰى يجاوز ركبتيه والأصل فيه حديث عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال: عورة الرجل ما دون سرته حتى تجاوز ركبته. (المحيط البرهاني في الفقه النعماني، الفصل التاسع فيما يحل للرجل النظر إليه: ۳۳۰/۵، دار الفكر بيروت، انيس)

(۲) ويكره إمامة عبد، إلخ، وفاسق، إلخ، ومبتدع: أى صاحب بدعة وهى اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لابمعاندة بل بنوع شبهة. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد، ومطلب البدعة خمسة أقسام: ۵۶۱-۵۶۰/۱، انيس)

نشیلی اشیا استعمال کرنے والے کی امامت

شراب پینے والے کی اقتدا اور جماعت کا ترک کرنا:

سوال: میں نے ایک شخص کو شراب پیتے ہوئے بذات خود دیکھا ہے اور ایک دفعہ اتفاق سے اس شخص کو باجماعت نماز کی امامت کرتے ہوئے پایا، اس صورت میں اس کے پیچھے جماعت سے نماز ادا کروں، یا نماز الگ پڑھوں؟ باجماعت نماز کی حیثیت کیا ہے، واجب ہے، یا سنت؟

الجواب

ایسا شخص اگر توبہ نہ کرے تو فاسق ہے، نماز اس کے پیچھے مکروہ ہے، (۱) مگر تنہا پڑھنے سے بہتر ہے، (۲) جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا واجب ہے، (۳) کبھی اتفاقاً جماعت نہ مل سکے تو خیر، ورنہ جماعت چھوڑنے کی عادت بنالینا گناہ کبیرہ ہے، (۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر وعیدیں فرمائیں ہیں اور اس کو منافقوں کی علامت فرمایا ہے۔ (۵)

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳/۴۵۴)

---

(۱) ویکره إمامة عبد وأعرابی وفاسق. تنویر. قوله: (فاسق) وهو الخروج عن الا ستقامة، ولعل المراد به من یرتکب الکبائر کشارب الخمر. (ردالمحتار، کتاب الصلاة. باب الإمامة: ۱/۵۵۹. طبع ایچ ایم سعید) (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

(۲) فإن أمکن الصلاة خلف غیرهم فهو أفضل وإلا فالاقتداء أولٰی من الانفراد. (ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹. طبع ایچ ایم سعید)

(۳) الجماعة سنة مؤکدة للرجال، وقیل: واجبة وعلیه العامة فتسن أوتجب. (الدرالمختار: ۱/۵۵۲-۵۵٤، کتاب الصلاة، باب الإمامة)

(۴) وعند الخراسانیین: إنما یأثم إذا اعتاده، کما فی القنیة. (ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵٤، طبع ایچ ایم سعید)

(۵) عن عبد اللّٰه بن مسعود قال. لقد رأیتنا وما یتخلف عن الصلاة إلا منافق قد علم نفاقة أو مریض إن کان المریض لیمشی بین رجلین حتٰی یأتی الصلاة وقال أن رسو ل اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم علمنا سنن الهدی وإن من سنن الهدی الصلاة فی المسجد الذی یؤذن فیه. (مشکوٰة، باب الجماعة وفضلها، ص: ۹٦، طبع قدیمی) (الفصل الثالث، رقم الحدیث: ۱۰۷۲، انیس)

شرابی امام کے پیچھے نماز کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ذیل کے مسئلہ میں کہ ایک شرابی امام کے پیچھے نماز ہوگی، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

فاسق کی امامت مکروہ ہے، بایں وجہ اس کے پیچھے نماز بھی مکروہ ہے۔

کذا فی ردالمحتار مع الدرالمختار: ۱/ ۳۷۶:

"و یکرہ إمامة عبد و أعرابی و فاسق".

قوله: (فاسق) ولعل المراد به من یرتکب الکبائر کشارب الخمر، إلخ.

و فی الدرالمختار، ص: ۳۷۸:

و کذا تکرہ خلف أمرد و سفیه- إلیٰ أن قال- و شرب الخمر، إلخ. (۱)

لیکن اگر اس کی پیچھے نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی، البتہ متقی امام کے پیچھے پڑھنے پر جتنا ثواب ملتا ہے، اتنا فاسق کے پیچھے نہیں ملے گا؛ تاہم تنہا پڑھنے سے اچھا یہ ہے کہ فاسق ہی کے پیچھے پڑھ لے کہ جماعت کا ثواب مل جائے۔

"و فی النهر عن المحیط: صلیٰ خلف فاسق أو مبتدع نال فضل الجماعة (قوله: فضل الجماعة) أفاد أن الصلاة خلفهما أولیٰ من الانفراد و لکن لاینال کما ینال خلف تقی ورع، إلخ. (ردالمحتار مع الدرالمختار: ۱/ ۳۷۷) (۲) **فقط و اللّٰه تعالیٰ أعلم بالصواب**

حررہ العبد حبیب اللّٰہ القاسمی (حبیب الفتاویٰ: ۲/ ۵۴)

جو امام دعوت میں شراب کا انتظام کرے، اس کی امامت:

سوال: ایک حافظ کی دختر کی شادی ہوئی، اس جلسہ میں طوائف بھی اور غیر مسلم بھی مدعو کئے گئے، ان کے لیے شراب منگا کر ان کو پلائی گئی، ایسی حالت میں نکاح ہوا، یا نہیں؟ اور ایسے حافظ کی اقتدا کر سکتے ہیں، یا نہ؟

الجواب ــــــــــــــــ

نکاح ہو گیا؛ لیکن وہ لوگ بہ سبب ارتکاب معاصی کے فاسق و عاصی ہوئے، توبہ کریں اور ایسے حافظ قرآن کے پیچھے اقتدا کرنا مکروہ ہے؛ تاوقتیکہ وہ توبہ نہ کرے، اس کو امام نہ بناویں۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/ ۱۰۵)

---

(۱) کتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس

(۲) کتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب: البدعة خمسة أقسام، انیس

(۳) قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿ولاتعاونوا علی الإثم والعدوان﴾ الأية (سورة المائدة: ۲)

==

جو امام شراب خور کے گھر دعوت کھائے، اس کی امامت:

سوال: جو شخص ماہِ رمضان، یا دیگر ماہ میں ہمیشہ کھلم کھلا شراب خوری کرے، اس کے گھر کا کھانا پینا اور نکاح و جنازہ امام کو کرنا، کرانا کیسا ہے اور جو امام کرے، کراوے اور کھانے پینے کا پرہیز نہ کرے، اس کے واسطے کیا حکم ہے؟ اور یہ لوگ جس مجلس میں دعوت و نکاح و جنازہ میں بلائے جائیں، یا خود حاضر ہو جائیں، اس مجلس میں جانے کا کیا حکم ہے؟

الجواب

شراب خور اور ماہِ صیام میں بلا عذر روزہ نہ رکھنے والا فاسق و عاصی ہے، اس سے مسلمانوں کو ترک سلام و کلام و ترک مواکلت و مشاربت لازم ہے، (۱) نمازِ جنازہ اس کی بے شک پڑھنی چاہیے؛ لیکن زندگی میں اس کے ساتھ میل جول رکھنا نہ چاہیے اور جو امام بلا کسی ضرورت اور مجبوری کے ایسے لوگوں کے ساتھ میل جول رکھے اور بلا کراہت و انکار کے ان کے ساتھ کھاوے، پیوے، وہ بھی گنہگار رہے، لائق امام بنانے کے نہیں ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۱۱۳/۳)

== ویکره إمامة عبد، إلخ وفاسق. (الدر المختار)

من الفسق: وهو الخروج عن الإستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر، والزانی، إلخ، وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لأمر دينه، إلخ، بل مشٰى فی شرح المنية علىٰ أن كراهة تقديمه كراهة تحريم. (رد المحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفير) (كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد، انيس)

(۱) "عن أبی الدرداء رضی اللّٰه عنه قال: أوصانی خليلی: "أن لا تشرك باللّٰه شيئاً وإن قطعت وحرقت، ولا تترك صلاة مكتوبة متعمداً، فمن تركها متعمداً فقد برئت منه الذمة، ولا تشرب الخمر فإنها مفتاح كل شر". {رواه ابن ماجة} (مشكٰوة المصابيح، كتاب الصلاة، الفصل الثالث: ۵۹/۱، قديمی، رقم الحديث: ۵۸۰، انيس)

عن أبی هريرة قال: قال النبی صلی اللّٰه عليه وسلم: لا يزنی الزانی حين يزنی وهو مؤمن ولا يشرب الخمر حين يشرب وهو مؤمن ولا يسرق حين يسرق وهو مؤمن ولا ينتهب نهبة يرفع الناس إليه فيها أبصارهم حين ينتهبها وهو مؤمن. (صحيح البخاری، باب النهی بإذن صاحبه (ح: ۲۴۷۵) / سنن ابن ماجة، باب النهی عن الهبة (ح: ۳۹۳۶) انيس)

عن أنس بن مالك قال: سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم يقول: إن من أشراط الساعة أن يرفع العلم ويكثر الجهل ويكثر الزنا ويكثر شرب الخمر ويقل الرجال ويكثر النساء حتی يكون لخمسين امرأة القيم الواحد. (صحيح البخاری، باب يقل الرجال ويكثر النساء (ح: ۵۲۳۱) انيس)

وفی فصول العلامی: ولا يسلم علی الشيخ الممازح والكذاب واللاغی، ولا علىٰ من يسب الناس أو ينظر وجوه الأجنبيات ولا علی الفاسق المعلن، إلخ. (رد المحتار، مطلب المواضع التی يكره فيها السلام: ۵۷۷/۱، ظفير) (باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، انيس)

(۲) ويكره إمامة عبد، إلخ، وفاسق. (الدر المختار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفير)

شراب پینے والے کی امامت:

سوال: زید شاہی خطیب ہے، مگر پابند صوم وصلوٰۃ نہیں، رمضان المبارک میں ہوٹلوں میں بیٹھ کر چائے پینے اور عام گذرگاہوں میں پان کھانے اور بیڑیاں پیتے پھرنے کا عادی ہے، علاوہ اس کے دائم الخمر ہے، قمار بازی روزمرہ کا مشغلہ ہے اور زانی ہے، باوجود ان حرکات کے جامع مسجد میں خطبہ پڑھتا ہے، ایسا شخص خطبہ پڑھ سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے اور وہ لائق امام بنانے کے نہیں ہے، اس کو معزول کرنا چاہیے اور تاوقتیکہ وہ افعال شنیعہ سے توبہ نہ کرے، اس کو امام نہ بنایا جائے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۳۹/۳)

شرابی کے مکان میں جو رہتا ہے، اس کی امامت:

سوال: جو امام مسجد شرابی کے مکان میں رہتا ہو، اس کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

جائز ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۶۳/۳)

افیون کھانے والے کی امامت:

سوال: اگر امام افیون کھاتا ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ (حاجی عبداللہ، ممتاز آباد ملتان)

الجواب

ضرورت کی بنا پر افیون کی اتنی مقدار جو نشہ آور نہ ہو، کھانی جائز ہے، اس صورت میں کھانے والے کی امامت میں بھی کوئی کراہت نہ ہوگی اور اگر لہو ولعب کے لیے کھائی جاتی ہے تو یہ حرام ہے اور امامت ایسے شخص کی مکروہ تحریمی ہے۔(۳)

"وأما القليل فإن كان للهو فهو حرام" آه. (ردالمحتار: ٤٥٣/٥)(۴) فقط

محمد انور عفا اللہ عنہ۔ الجواب صحیح: بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ۔ (خیر الفتاویٰ: ۳۶۳/۲)☆

(۱) ويكره إمامة عبد، إلخ، وفاسق، إلخ، وكذا تكره خلف أمرد، إلخ، و شارب الخمر. (الدر المختار)
بل مشى في شرح المنية أن كراهة تقديمه (أي الفاسق) كراهة تحريم. (ردالمحتار، باب الإمامة: ٥٢٣/١، ظفير) (مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

(۲) صرف کسی شرابی کے مکان میں رہنے سے فسق لازم نہیں آتا۔ بعض فقہا لکھتے ہیں کہ: (و) جاز تعمير كنيسة و (حمل خمر ذمي) بنفسه أو دابة (بأجر) لا عصرها لقيام المعصية بعينه (و) جاز (إجارة بيت، إلخ). (الدر المختار على هامش ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ٣٤٥/٥، ظفير) (باب الإستبراء وغيره، انيس)

(۳) ويحرم أكل البنج والحشيشة وهي ورق قنب والأفيون. (الدر المختار على ردالمحتار، كتاب الأشربة: ٤٢٥/٥، انيس)

(۴) كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، باب الإستبراء وغيره، انيس ==

بطور دوا افیون کھانے والے کی امامت:

سوال: عمر بوجہ ضیق النفس افیون کھاتا ہے، بدیں وجہ کبھی نماز میں ٹول جاتا ہے، وہ قابل امامت ہے، یا نہیں؟ اس کے پیچھے نماز ہوتی ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــ

نماز تو اس کے پیچھے ہوجاتی ہے، بشرطیکہ کوئی امر مفسد صلوٰۃ اس سے سرزد نہ ہو؛ لیکن اگر دوسرا شخص اولیٰ بالامامت موجود ہو تو اس دوسرے کو امام بنانا چاہیے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۲۶۱/۳)

مقرر امام کے رہتے ہوئے دوسرے شخص کی امامت، مدک اور افیون استعمال کرنے والے کی امامت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں! عید کی نماز پڑھانے کے لیے امام مقرر تھے، پھر امام مذکور دس بارہ برس غائب ولا پتہ ہوگئے، اس عرصہ میں مقتدیوں نے دوسرا امام مقرر کرلیا، پھر جو امام صاحب غائب تھے، وہ آگئے، عید کے روز عیدگاہ میں آکر منبر پر بیٹھ گئے اور دریافت کرنے لگے کہ کون نماز پڑھاتا ہے؟ مقتدیوں نے جواب دیا کہ آپ تو اتنے روز سے غائب تھے، ہم لوگ دوسرا امام مقرر کرچکے ہیں، اب آپ کے پیچھے ہم لوگ نماز نہیں پڑھ سکتے، تب وہ جواب دیتے ہیں کہ جس کو آنا ہے، ہم اس کے لیے گردن دینے کو تیار ہیں، جب ان کو سمجھانے لگے تو کہتے

== ☆ **افیون استعمال کرنے والے کی امامت:**

سوال: امام مسئلہ سے واقف ہیں، نماز میں قرآن شریف قرأت سے پڑھتے ہیں اور الفاظ پورے طور سے ادا کرتے ہیں، مگر افیون کھاتے ہیں، ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــ

افیون کھانے والے کے پیچھے نماز مکروہ ہے، اس کو امام نہ بنانا چاہئے۔ (**وكذا تكره خلف الأمرد وسفيه ومفلوج و أبرص شاع برصه وشارب الخمر وآكل الربا ونمام ومراء متصنع.** (الدرالمختار على هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۵/۱، ظفير) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۱۴۹/۳)

افیمی کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں:

سوال: جو شخص غیر متشرع پابند صوم وصلوٰۃ نہ ہو اور افیمی ہو، اس کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــ

ایسے امام کے پیچھے نماز مکروہ ہے؛ کیوں کہ وہ فاسق ہے اور فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ (**ويكره إمامة عبد، إلخ، وفاسق.** (الدرالمختار) **وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه، إلخ، بل مشى في شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم.** (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفير) (مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۲۲۰/۳)

ہیں کہ انسان ہی سے قصور ہوتا ہے، ہم سے بھی قصور ہوتا ہے، تم سے بھی قصور ہوتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی قصور ہوا ہے، ہم اور آپ کس گنتی میں ہیں، اس پر مقتدی اور بگڑے اور کہنے لگے کہ اس نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایسا کلام کیا، ہم لوگ ایسے شخص کے پیچھے نماز نہیں پڑھ سکتے، ایسے شخص کی امامت درست ہے، یا نہیں؟ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایسا کلام کرنے والا کیسا ہے؟ اور ثانی امام کا کوئی قصور نہیں ہے، ایسی حالت میں ثانی امام کو امامت سے خارج کرنا کیسا ہے؟ اور اول امام کو امامت کرنا کیسا ہے؟ اور مدک لینے والا اور افیون کھانے والے کا امامت کرنا کیسا ہے؟ اور اس کے پیچھے مقتدیوں کی نماز درست ہوگی، یا نہیں؟ اور دفعہ دار، داروغہ اور سرکاری پولس کی امامت درست ہے، یا نہیں؟ اور ان کے پیچھے نماز درست ہوگی، یا نہیں؟

الجواب ———————— و باللّٰہ التوفیق

(۱) امام اول نہایت بے ادب اور خود غرض ہے، ان کو امامت کرنے کا کوئی حق نہیں ہے، جب کہ قوم نے دوسرا امام مقرر کرلیا ہے۔(۱)

(۲) امام اول نے اپنی غرض و مطلب برآری کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ کلمہ استعمال کیا، اس کو توبہ واستغفار کرنا چاہیے۔

(۳) مدک اور افیون استعمال کرنے والے کی امامت مکروہ ہے، اگر اس کو ترک نہ کرے تو ایسے امام کو معزول کرنا چاہیے۔(۲)

(۴) امام ثانی جس کو قوم نے امام مقرر کیا ہے، وہی امام ہے، اس کو بلا قصور معزول کرنا غیر مستحسن ہے۔

---

(۱) واعلم أن(صاحب البيت)ومثله إمام المسجد الراتب(أولٰى بالإمامة من غيره)مطلقًا.(الدر المختارعلٰى هامش رد المحتار: ۱/ ۵۲۲)(باب الإمامة،انيس)

(۲) لوقدموا فاسقًا يأثمون بناءً علٰى أن كراهة تقديمه كراهة تحريم لعدم اعتناء ه بأمور دينه و تساهله فى الإتيان بلوازمه فلا يبعد منه الإخلال ببعض شروط الصلاة وفعل ما ينافيها بل هو الغالب بالنظرإلى فسقه لذا لم تجز الصلاة خلفه أصلا عند مالک ورواية عن أحمد إلا أنا جوزناهامع الكراهة لقوله عليه الصلاة والسلام:"صلوا خلف كل بر وفاجر".(غنية المستملى شرح منية المصلى لإبراهيم الحلبى الحنفى: ۵۱۳-۵۱۴)(فصل فى الإمامة،وفيها مباحث،انيس)

وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لايهتم لأمر دينه،وبأن فى تقديمه للإمامة تعظيمه،وقدوجب عليهم إهانته شرعًا،ولايخفى أنه إذا كان أعلم من غيره لا تزول العلة،فإنه لايؤمن أن يصلى بهم بغير طهارة،فهو كالمبتدع تكره إمامته بكل حال،بل مشٰى فى شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم مما ذكرنا،ولذا لم تجز الصلاة خلفه أصلاعند مالک ورواية عن أحمد،فلذاحاول الشارح فى عبارة المصنف وحمل الاستثناء علٰى غير الفاسق. (رد المحتار: ۱/ ۵۲۳)(كتاب الصلاة،باب الإمامة، مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد،انيس)

(۵) دفعہ دار، داروغہ وغیرہ (ملازمین حکومت انگریزی) جو بہ رضا و رغبت اس کی ملازمت اختیار کئے ہوئے ہوں اور حکومت کی منشا کے مطابق ہر کام بجالاتے ہوں، چاہے وہ احکام شرعاً جائز ہوں، یا ناجائز تو ویسے لوگوں کو امام بنانا نہیں چاہئے؛ لیکن کسی وقت ان کے پیچھے نماز کوئی شخص پڑھ لے تو نماز درست ہوجائے گی، اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ابوالمحاسن محمد سجاد کان اللہ لہ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۴۹/۱-۵۱)

نشہ پینے والے کو امام بنانا مکروہ ہے:

سوال: جو امام گانجہ پیتے ہیں، ان کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

گانجہ جو مسکر ہے پینا ناجائز ہے اور پینے والا فاسق ہے اور فاسق کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے، لہٰذا ایسے امام کے پیچھے نماز نہ پڑھنی چاہئے، جو گانجہ پیتا ہو؛ لیکن جو نمازیں پڑھی گئی ہیں، ان کے لوٹانے کی ضرورت نہیں۔

كما فى الأشباه: من أن كل صلاة أديت مع الكراهة تجب أعادتها فى الوقت وبعده لا. (۲)

وقال فى الهداية وغيرها فى مكروهات الصلاة: وخلف فاسق. (امداد المفتین: ۲۷۹/۲)

دائمی سگریٹ نوش کی امامت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ دائماً سگریٹ نوشی کرنے والے مقیم امام کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں؟

(العارض محمد نواز، مقام شتاب گڑھ، براستہ ملتان)

الجواب

نماز ہوجاتی ہے۔(۳) فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ، نائب مفتی خیر المدارس ملتان (خیر الفتاویٰ: ۳۷۳/۲)

---

(۱) یہ خیال رہے کہ یہ اس وقت کا فتویٰ ہے، جب حکومت برطانیہ کے ساتھ ترک موالات کے وجوب کا فتویٰ علماء دے چکے تھے اور بہ رضاء و رغبت سرکاری ملازمت کو ممنوع قرار دیا گیا تھا۔[مجاہد]

(۲) **وفى الأشباه بلفظ: كل صلاة أديت مع ترك واجب أو فعل مكروه تحريما فإنها تعاد وجوباً فى الوقت فإن خرج لا تعاد.** (الأشباه والنظائر، كتاب الصلاة: ١٤٠، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

(۳) **قلت: وألف فى حله أيضا سيدنا العارف عبد الغنى النابلسى رسالة سماها "الصلح بين الإخوان فى إباحة شرب الدخان" وتعرض له فى كثير من تآليفه الحسان وأقام الطامة الكبرىٰ على القائل بالحرمة أو بالكراهة ==**

نسواری امام کے پیچھے اقتدا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو امام نسوار (تمبا کو منہ میں رکھنے) کا عادی ہو، کیا اس کے پیچھے اقتدا صحیح ہے؟ بینوا توجروا۔ (المستفتی: شاہ مست درہ ادم خیل، ۱۹/مارچ/۱۹۷۵ء)

الجواب

چوں کہ تمباکو کا استعمال مباح ہے، لہٰذا اس کا استعمال امامت سے متصادم نہیں ہے۔

كما فى ردالمحتار: ٤٠٦/٥: فإنه لم يثبت إسكاره ولاتفتيره ولاإضراره بل ثبت له منافع فهو داخل تحت قاعدة الأصل فى الأشياء الإباحة. (۱) **وهو الموفق** (فتاویٰ فریدیہ: ۲/۴۰۴)

تمباکو کا منجن استعمال کرنے والے کی امامت:

سوال: ہماری مسجد میں ایک امام صاحب ہیں، وہ توحید کے قائل اور شرک و بدعت کے خلاف ہیں، بہت سے بدعتی کام مسجد میں ہوتے تھے وہ بند ہو گئے ہیں، کسی قسم کا فساد وغیرہ کچھ نہیں ہوا؛ مگر اب چند لوگ محرم والے، جنگ نامہ والے، گیارہویں کرنے والے ان کے خلاف کچھ بھی الزام لگا کر ان کو نکالنے کی کوشش کرتے ہیں، مگر اللہ کے فضل سے امام صاحب اپنی باتوں پر اٹل ہیں، وہی لوگ عوام میں کچھ نہ کچھ باتیں امام صاحب کے خلاف پھیلا رہے ہیں، وہ یہ کہ امام صاحب تمباکو کا منجن دانتوں پر لگاتے ہیں، ان کے پیچھے نماز نہیں ہوتی، ایسا کہتے ہیں تو یہ بتائیے کہ جو امام تمباکو جلا کر دانتوں پر ملتے ہیں اور نماز سے پہلے مسواک لگا کر وضو کرتے اور نماز پڑھاتے ہیں، ایسے امام کے پیچھے نماز ہوتی ہے، یا نہیں؟

الجواب حامدًا و مصلیًا

جو شخص تمباکو کا منجن دانتوں میں استعمال کرے اور پھر مسواک وغیرہ سے اچھی طرح منہ صاف کر لے تو اس منجن کی وجہ سے اس کی امامت میں کوئی نقصان نہیں بلا کراہت درست ہے۔ (۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۶/۱۳۹۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶/۸۵-۸۶)

== فإنهما حكمان شرعيان لا بد لهما من دليل ولا دليل على ذلك فإنه لم يثبت إسكاره ولا تفتيره ولا إضراره بل ثبت له منافع وهو داخل تحت قاعدة الأصل فى الأشياء الإباحة وأن فرض إضراره للبعض لا يلزم منه تحريمه على كل أحدفإن العسل يضر بأصحاب الصفراء الغالبة وربما أضرهم مع أنه شفاء بالنص القطعي، الخ. (رد المحتار، كتاب الأشربة: ٤٥٩/٦، دارالفكر بيروت، انیس)

(۱) ردالمحتار علىٰ هامش الدرالمختار: ٣٢٦/٥، كتاب الأشربة

(۲) والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلاة ثم الأحسن تلاوةوتجويداً للقراءة ثم الأورع ثم الأسن ثم الأحسن خلقاً ثم الأحسن وجهاً ثم الأشرف نسباً ثم الأنظف ثوباً. (الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ٥٥٧/١-٥٥٨، سعيد)

قرآن سے فال نکالنے والے اور سگریٹ نوش کی امامت:

سوال: قرآن شریف کے ذریعہ سے فال کھولنا جائز ہے، یا نہیں؟ اور ایسے عامل کی امامت جائز ہے، یا نہیں؟ اسی طرح دوسرے ذرائع سے فال کھولنا کیسا ہے؟ اور سگریٹ نوشی کرنے والے کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

قرآن شریف یا کسی اور کتاب سے فال کھول کر اس کو حجتِ شرعیہ سمجھنا اور اس پر حق و باطل کا فیصلہ رکھنا صحیح نہیں، غلط ہے۔(۱) حق اور باطل کے فیصلے کے لیے شرعی دلائل کی ضروت ہوتی ہے، محض رجحانِ قلبی کے لیے اگر فال لی جائے تو مضائقہ نہیں، (۲) ایسے شخص پر کوئی سخت حکم نہیں لگے گا اور نہ اس کی امامت میں کوئی خرابی آئے گی، جو شخص پیٹ کی خرابی کی وجہ سے بطور دواء سگریٹ پیتا ہے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں؛ مگر مسواک وغیرہ سے منہ صاف کر کے مسجد میں آئے، اس کی امامت بھی درست ہے۔ (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۱۴/۱۱/۱۴۰۰ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶/۸۵-۸۶)

حج میں افیون کی اسمگلنگ کرنے والے کی امامت:

سوال: ایک امام مسجد حج کے بہانے افیون لے کر عرب جاتے ہیں اور وہاں سے سونا لاتے ہیں اور رشوت دے کر نکل آتے ہیں، ایسے شخص کے متعلق کیا حکم ہے؟ اس سے اکثر مقتدی ناراض ہیں۔ فقط

(منور حسین، محلّہ دیپا سرائے سنبھل، مراداباد)

---

(۱) وقد صرح ابن العجمي في منسكه كما قال: ولا يؤخذ الفال من المصحف، فإن العلماء اختلفوا في ذلك، فكرهه بعضهم... ونص المالكية علىٰ تحريمه... ومن حرمه اعتبر حروف المبنىٰ، فإنه في معنى الاستقسام بالأزلام". (شرح الفقه الأكبر للملا علي قاري، ص: ۱۴۹، قديمي)

(۲) ومنه حديث: كان صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يتفائل ولا يتطير... ووجهه أن الفال أمل ورجاء للخير من الله تعالىٰ عن كل سبب ضعيف أو قوي. (ردالمحتار، باب العيدين، كتاب الصلاة، مطلب في الفال والطيرة: ۲/۱۶۶، سعيد)

(عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يتفاء ل ولا يتطير ويعجبه الاسم الحسن. (مسند الامام أحمد (ح: ۲۳۲۸) انيس)

(۳) عن جابر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أكل من هٰذه الشجرة المنتنة فلا يقربن مسجدنا... آه. (مشكوة المصابيح، باب المساجد ومواضع الصلاة: ۶۸، قديمي) (الفصل الأول (ح: ۷۰۷) انيس)

عن جابر رضي الله تعالىٰ عنه قال: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن أكل البصل والكرات فغلبتنا الحاجة فأكلنا منها فقال: من أكل من هٰذه الشجرة المنتنة فلا يقربن مسجدنا فإن الملائكة تأذى مما يتأذى منه الإنس. (صحيح لمسلم، باب نهي من أكل ثوما أو بصلا أو كراثا (ح: ۵۶۳) انيس)

الجواب ــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

اگر شخص مذکور کو اس کا اعتراف ہے، یا اس پر شرعی شہادت موجود ہے تو اس کی امامت مکروہِ تحریمی ہے، جب تک کہ وہ توبہ نہ کرے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ محمودیہ: ۶/ ۱۴۷-۱۴۸) ☆

افیون کا نشہ کرنے والے، مردوں کو بطور پیشہ غسل دینے والے اور جادوگر امام کی اقتدا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو شخص ہمیشہ افیون کے نشہ میں مست ہو اور مردوں کو بطور پیشہ مستقلاً غسل دیتا ہو، سحر، جادوٹونہ اور غلط تعویذات کرتا ہو، اس کی امامت درست ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ (المستفتی: شمس الرحمٰن، کالٹکس ضلع دیر، ۵/۴/۱۹۷۳ء)

الجواب ــــــــــــ

واضح رہے کہ افیون کھانا حرام ہے۔

---

(۱) ویکرہ إمامة عبد وأعرابی وفاسق وأعمٰی".

وقال ابن عابدین رحمہ اللّٰہ تعالیٰ: "قولہ: (وفاسق) من الفسق: وھو الخروج عن الإستقامة، ولعل المراد بہ من یرتکب الکبائر کشارب الخمر، والزانی وأکل الربا، ونحو ذالک". (الدرالمختار مع رد المحتار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/ ۵۵۹-۵۶۰، سعید) (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

☆ **تمباکو پان کھانے والے کی امامت:**

سوال (۱) تمباکو، پان، بیڑی، سگریٹ، پان مسالہ، یا گٹکا جن کے استعمال کرنے سے نشہ کی لت ہونے کے علاوہ سائنسی اعتبار سے مہلک امراض، جیسے: کینسر وغیرہ پیدا ہوتے ہیں، جس کا علاج نہیں ہے، جسم کو کمزور و لاغر بنا دیتے ہیں، لہٰذا ایسی چیزوں کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے اور ان کا استعمال جائز ہے، یا ناجائز؟

(۲) جو لوگ اس کا استعمال کرتے ہیں ان کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں؟

(۳) ایسا امام جو وعدۂ خلافی کرتا ہو اس کی اقتدا میں کیا نماز درست ہے، جبکہ وعدۂ خلافی کرنا حدیث کے اعتبار سے نفاق کی علامتوں میں سے ایک ہے؟

ھو المصوب ــــــــــــ

(۱) تمباکو، بیڑی سگریٹ اور گٹکا کا استعمال مکروہ ہے اور نشہ آور پان مسالہ بھی مکروہ ہے، البتہ اگر ان چیزوں کی ایسی عادت ہو جائے کہ چھوڑنا مضر ہو تو اس کا کھانا مباح ہے۔

(۲) ان کی اقتدا میں کوئی حرج نہیں، البتہ ایسے لوگوں کو چاہئے کہ منہ صاف کر کے نماز پڑھائیں۔

(۳) بلا عذر وعدہ خلافی کرنے والے کی امامت مکروہ ہے، اگر توبہ نہ کی ہو؛ لیکن اگر توبہ کر لے تو اس کے بعد کراہت نہیں۔

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲/ ۴۱۸-۴۱۹)

لما فی الدر المختار: ویحرم أكل البنج والحشيشة هی ورق القنب والأفيون، إلخ وبمعناه فی سائر كتب الفتاوٰی. (۱)

اور حرام کا رخصوصاً جبکہ علی الدوام کرنے والا ہو، فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے اقتدا مکروہ تحریمی ہے، **صرح به فی الكبيری**، (۲) نیز پیشہ ورغسال لوگوں کی نظر میں خفیف ہوتا ہے، جو کہ مورث کراہت اقتدا ہے۔

كمايدل عليه تعليل الهداية حيث قال: ولأن فی تقديم هؤلاء تنفير الجماعة. (۱۱۰/۱) (۳)

اور جادوگری فسق یا کفر سے خالی نہیں ہوتا، (۴) لہٰذا ایسے امام کے پیچھے اقتدا نہ کرنا چاہیے۔ (۵) **وهو الموفق**

(فتاویٰ فریدیہ: ۲/۴۲۹-۴۳۰)

چرس پینے والے امام کی اقتدا مکروہ تحریمی ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص با قاعدگی کے ساتھ دن میں ایک دو دفعہ چرس پیتا ہے، نیز کبھی کبھی ہیروئن کا کش بھی کرتا ہے، ایسے امام کے پیچھے اقتدا درست ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: نور الحق صاحب باڑہ بازار خیبر ایجنسی، ۱۹۸۸/۱۱/۵ء)

الجواب

چرس اور ہیروئن پینا مکروہِ تحریمی ہے، **لحديث: كل مسكر حرام.** (۶)

---

(۱) الدرالمختار علٰی هامش ردالمحتار: ۳۲۵/۵، كتاب الأشربة

(۲) قال العلامة الحلبی فی شرح المنية: فی فتاوٰی الحجة وفيه إشارة إلٰی أنهم قدموا فاسقاً يأثمون بناءً علٰی أن كراهة تقديمه كراهة تحريم. (الشرح الكبير، ص: ۴۷۵، فصل فی الإمامة)

(۳) الهداية: ۱۱۰/۱، باب الإمامة، كتاب الصلاة

(۴) عن جندب قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم حد الساحر ضربة بالسيف. (جامع الترمذی، كتاب الحدود، باب ما جاء فی حد الساحر، رقم الحديث: ۱۴۶۰، ص: ۲۵۷، بيت الأفكار، انيس)

(۵) قال الحصكفی: حرام وهو علم الفلسفة والشعبذة والتنجيم والرمل وعلوم الطبائعين والسحر.

قال العلامة ابن عابدين: فهٰذه أنواع السحر الثلاثة قد تقع بما هو كفر من لفظ أو اعتقاد أو فعل وقد وقع بغيره كوضع الأحجار وللسحر فصول كثيرة فی كتبهم فليس كل ما يسمٰی سحراً كفراً إذ ليس التكفير به لما يترتب عليه من الضرر بل لما يقع به مما هو كفر كاعتقاد انفراد الكواكب بالربوبية وإهانة قرآن أو كلام مكفر ونحو ذلك. (رد المحتار هامش الدرالمختار: ۳۳/۱، مطلب السحر أنواع)

(۶) عن بريدة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال نهيتكم عن الظروف فإن ظرفاً لايحل شيئاً ولايحرمه وكل مسكر حرام... {رواه مسلم} (مشكٰوة المصابيح: ۳۷۲/۲، باب النقيع والأنبذة)

وفی شرح التنویر :۵/۴۰۴ :یحرم أکل البنج والحشیشة هی ورق العنب والأفیون،انتهٰی،(۱) قلت: والشرب فی حکم الأکل. پس ایسے امام کے پیچھے اقتدا کرنا مکروہ تحریمی ہے،وهو فی حکم الفاسق کما فی شرح الکبیر، (۲) البتہ واجب الاعادہ نہیں ہے،وهو حکم الاقتداء بکل فاسق کما صرحوا به. (۳) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ:۴۱۱/۲)

پان، بیڑی خرید وفروخت کرنے والے کی امامت:

سوال (۱) بکر کہتا ہے کہ زید پان، بیڑی و پارچون خرید وفروخت کرتا ہے؛ اس لیے اس کے پیچھے نماز درست نہیں، کیا یہ صحیح ہے؟

جس کے سامنے کے دانت نہ ہوں اس کی امامت:

(۲) امام صاحب کے سامنے کے چند دانت نہیں ہیں، ان کی امامت درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ——————— وباللّٰه التوفیق

(۱) بکر غلط کہتا ہے، زید کے پیچھے نماز جائز ودرست ہے، کیا بکر نے کبھی ایسی چیزیں نہیں خریدی ہیں؟ (۴)

(۲) اگر وہ قرأت صحیح کرتے ہیں تو ان کی امامت درست ہے۔ (۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۳۷۳/۲/۹ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۱۶۱/۲)

افیونی کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے:

سوال: افیونی کے پیچھے نماز صحیح ہوگی، یا نہیں؟

---

(۱) الدرالمختار علٰی هامش ردالمحتار:۳۲۵/۵، کتاب الأشربة

(۲) فی فتاوٰی الحجة : وفیه إشارة إلٰی أنهم قدموا فاسقاً یأثمون بناءً علٰی أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم.(الشرح الکبیر،ص:۴۷۵،فصل فی الإمامة)

(۳) قال العلامة ابن عابدین:فإن أمکن الصلاة خلف غیرهم فهوأفضل والافالاقتداء أولٰی من الانفراد وفی الدرالمختارهٰذاان وجد غیرهم وإلافلا کراهة بحر بحثاً وفی النهرعن المحیط صلٰی خلف فاسق أومبتدع نال فضل الجماعة.(الدرالمختارمع رد المحتار:۴۱۳/۱-۴۱۵،مطلب فی إمامة الأمرد،باب الإمامة)

(۴) اس لئے کہ پان، بیڑی اور پارچون کی خرید وفروخت شرعاً جائز ودرست ہے، لہٰذا زید کے پیچھے نماز کے صحیح ہونے میں کوئی کلام نہیں ہے۔﴿أَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾(سورة البقرة:۲۷۵) [مجاهد]

(۵) "شروط الإمامة للرجال الأصحّاء ستة أشیاء:الإسلام والبلوغ والعقل والذکورة والقراءة والسلامة من الأعذار کالرعاف والفأفأة والتمتمة واللثغ". (ردالمحتار،باب الإمامة:۲۸۴/۲)

الجواب ــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اگر افیونی ہوش وحواس میں نماز پڑھائے تو اس کے پیچھے نماز صحیح ہوجائے گی،(۱) اور اگر وہ افیون کی پینک میں نماز پڑھائے تو اس کے پیچھے نماز صحیح نہیں ہوگی؛ کیوں کہ اس حالت میں خود اس کی نماز درست نہیں ہوگی۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لاَ تَقْرَبُوا الصَّلاَةَ وَأَنْتُمْ سُكَارٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ﴾(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۳۷۷/۳/۵/۲۸ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۱۷۰/۲)

اس شخص کی امامت، جس کے والد شراب کی تجارت کرتے ہوں:

سوال: زید حافظ قرآن ہے، تحصیل علم عربی میں مشغول ہے، سوائے پڑھنے کے اور کسی چیز کا خیال نہیں ہے اور زید کے والدین کو کاشتکاری وزمینداری وٹھیکہ داری وکچھ چرسہ کا کاروبار اور کچھ آبکاری؛ یعنی شراب کی تجارت بھی ہے؛ لیکن زید کو سوائے پڑھنے کے اور کوئی تعلق نہیں ہے اور زید کا نہ کوئی اختیار ہے، زید مجبور ہے، زید کے والدین کو سب سے زیادہ حصہ کاشتکاری وزمینداری کا منافع ہے تو اس صورت میں زید کے پیچھے تراویح اور نماز پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟ چوں کہ لوگوں کا اعتراض ہوتا ہے؛ اس لیے جلد جواب دیجئے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

زید کے پیچھے نماز جائز ہے، حدیث میں ہے کہ ہر اچھے بُرے کے پیچھے نماز پڑھو۔(۳)

قرآن شریف میں ہے کہ ایک کے گناہ کا ذمہ دار دوسرا نہیں ہوگا۔(۴)

اس لئے زید کا باپ اگر شراب فروشی کی وجہ سے فاسق ہے تو اس کی وجہ سے زید کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی بُرائی نہیں ہے۔ سود خوار، شراب خوار اور شراب فروش سب فاسق ہیں۔(۵)

اور ہر فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔(۶)

---

(۱) البتہ اگر بلا ضرورت شرعی استعمال کیا ہو تو مکروہ ہے۔[مجاهد]

"وكذا تكره خلف أمرد وسفيه ومفلوج، وأبرص شاع برصه، وشارب الخمر وأكل الربا ونمام". (الدرالمختار: ۳۰۲/۲)

(۲) سورة النساء: ٤٣

(۳) لقوله عليه الصلاة والسلام صلّوا خلف كل بر وفاجر. (سنن الدارقطني: ٥٧/٢)

(۴) ﴿وَلاَ تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰى﴾ (سورة الفاطر: ۳۸)

(۵) والفاسق من فعل كبيرة أو أصرّ علىٰ صغيرة (ردالمحتار: ٢٠٤/٨)

(۶) ويكره تقليد الفاسق (الدرالمختار: ٢٨٢/٢)

جب اچھے لوگ موجود ہوں تو ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھنا چاہیے، اگرچہ پڑھنے سے نماز ہو جائے گی؛ مگر اچھے لوگوں کی موجودگی میں فاسق کو امام بنانے والے گنہگار رہوں گے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۷؍رمضان ۱۳۴۴ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۲؍۱۶۷)

شرابی کی امامت مکروہ تحریمی ہے:

سوال: ایک شخص ہمیشہ شراب پیتا ہے اور اس کی ڈاڑھی خشخشی ہے اور فتنہ مچانے والا ہے، اس کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے، یا نہیں؟

(المستفتی:۱۹۰۶، شیخ سکندر صاحب نائب کوتوال ۱۷؍شعبان ۱۳۵۶ھ، ۲۳؍اکتوبر ۱۹۳۷ء)

الجواب

شراب پینے والے اور ڈاڑھی خشخشی رکھنے والے کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے، کسی نیک شخص کو امام بنانا چاہیے۔(۲) فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی:۳؍۱۰۳)

☆ ☆ ☆

(۱) لو قدّموا فاسقًا آثمون. (غنیة المستملی،ص:۵۱۳)

(۲) عن أبی الدرداء رضی اللّٰہ عنہ قال:أوصانی خلیلی:”أن لا تشرک باللّٰہ شیئاً وإن قطعت وحرقت،ولا تترک صلاة مکتوبة متعمداً ، فمن ترکھا متعمداً فقد برئت منه الذمة،ولا تشرب الخمرفإنھا مفتاح کل شر“. {رواہ ابن ماجة} (مشکٰوة المصابیح،کتاب الصلاة،الفصل الثالث:۵۹/۱،قدیمی،رقم الحدیث:۵۸۰،انیس)

وقال العلائی فی کتاب الصوم قبیل فصل العوارض:إن الأخذ من اللحیة وھی دون القبضة کما یفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال لم یبحه أحد وأخذ کلھا فعل یھود والھنود ومجوس الأعاجم.(العقود الدریة فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیة،کتاب الشھادة:۳۲۹/۱،دارالمعرفة بیروت،انیس)

ویکرہ امامة عبد وأعرابی وفاسق وأعمٰی .(الدرالمختارمع ردالمحتار،کتاب الصلاة،باب الإمامة،مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد:۵۵۹/۱۔۵۶۰،انیس)

بدعتی کی امامت

مبتدع کی اقتدا:

سوال: بعض موحد مومن نیت پیچھے بدعتی کے نہیں کرتے، یہ کیسا ہے؟ اور بعض کا قول ہے کہ پڑھ لے وے؛ مگر دوبارہ نماز اپنی اعادہ کر لے وے؟

الجواب

ہر چند کہ مبتدع کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے، (کمافی الدر المختار) (۱) مگر تنہا نماز پڑھنے سے جماعت کے ساتھ پڑھنا افضل ہے۔

وفی النهر عن المحيط: صلّى خلف فاسق ومبتدع نال فضل الجماعة. (الدرالمختار)

وفی ردالمحتار: أفاد أن الصلاة خلفهما أولىٰ من الانفراد، اهـ. (۲)

اوراعادہ ہر چند کہ وقت ترک سنت کے مستحب ہے؛ لیکن بشرطیکہ اعادہ میں ترک سنت لازم نہ آوے اور یہاں اعادہ میں ترک جماعت کہ سنت ہے، لازم آتا ہے، پس اعادہ کچھ ضروری نہیں۔

(امداد: ۱/۱۰۲) (امدادالفتاویٰ جدید: ۱/۳۷۹)

مبتدع کی امامت:

سوال: در کشمیر بعض جہال شیوع ساختہ اند کہ بوقت ختنہ اذان میگویند وایں را از قبیل سنن پندارند اگر امام محلّہ ایں بدعات را ترویج دہد خلف وی نماز قوم درست است، یا مکروہ؟ (۳)

---

(۱) (ومبتدع) أي صاحب بدعة وهي اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لا بمعاندة بل بنوع شبهة وكل من كان من قبلتنا. (الدرالمختار مع ردالمحتار، باب الإمامة، مطلب: البدعة خمسة أقسام: ۱/۵۶۰، دارالفکر بیروت، انیس)

کیوں کہ امامت قابل تعظیم عہدہ ہے، بدعتی شخص قابل اہانت ہے، نہ کہ قابل تعظیم۔ حدیث شریف میں ہے: "من وقّر صاحب بدعة فقد أعان علىٰ هدم الإسلام". (المعجم الأوسط عن عائشة عن النبی صلی الله علیه وسلم، من اسمه محمد (ح: ۶۷۷۲) انیس)

(۲) الدرالمختار مع ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵۶۲

(۳) خلاصۂ سوال: کشمیر میں بعض جاہلوں نے یہ رائج کر دیا ہے کہ وہ ختنہ کے وقت اذان کہتے ہیں اور اس کو سنت سمجھتے ہیں، اگر محلّہ کا امام ان بدعات وخرافات کو رائج رکھے تو اس کے پیچھے لوگوں کی نماز جائز ہے، یا مکروہ؟ انیس

الجواب

بوقت ختنہ اذان گفتن مشروع نیست وسنت پنداشتن اوراجہل است وامامتش مکروہ است ۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۱۵۰-۱۵۱)

بدعتی کی امامت:

سوال: جو بدعت میں شریک ہو، یا کوشش کرے اور برہنہ ہوکر کھیلے، اس کی امامت کیسی ہے؟

الجواب

ایسے شخص کی امامت مکروہ ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۱۵۱)

جاہل ومبتدع کی امامت:

سوال (۱) ایک شخص ملا جمال الدین سے بیعت ہے، وہ محض ایک پارہ عم کا پڑھا ہوا ہے اور جمال الدین کے کہنے سے نماز تنگ وقت کر کے پڑھتا ہے، حتی کہ نمازِ جمعہ بوقت تین بجے آج کل پڑھتا ہے اور عشا ۱۱/ بجے اور کہتا ہے کہ عشا کی نماز سے پہلے سونا فرض ہے اور اپنی منکوحہ کو طلاق دے کر تین سو روپے میں فروخت کر دی۔

(۲) حافظ مولا بخش کو اردو فارسی اور مسئلہ مسائل سے خوب واقفیت ہے، اکثر بوجہ کاروبار کے ایک دو وقت کی نماز قضا بھی ہو جاتی ہے، قصداً نماز قضا نہیں کرتا، دونوں شخصوں میں سے کس کے پیچھے نماز جائز ہے؟

الجواب

(۱) وہ شخص جو ملا جمال کا مرید ہے اور نمازوں میں تاخیر کرتا ہے اور عشا کی نماز سے پہلے سونا فرض بتلاتا ہے اور دیگر امور خلاف شریعت کرتا ہے، جاہل اور مبتدع وفاسق ہے، اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے اور امام بنانا اس کو ناجائز اور حرام ہے، (۳) اور دوسرا شخص جو حافظ قرآن اور مسئلہ مسائل سے واقف ہے اور پابند نماز ہے، اگر وہ شخص نماز فوت شدہ کو قضا کر لیتا ہے تو اس کے پیچھے نماز بلا کراہت درست ہے، بمقابلہ اول شخص کے مولا بخش کو امام بنانا چاہیے۔ (۴)

(۱) ختنہ کے وقت اذان دینا مشروع نہیں ہے اور اس کو سنت سمجھنا جہالت ہے اور ایسے شخص کی امامت بھی مکروہ ہے۔ انیس

ویکره إمامة عبد، إلخ، وفاسق، إلخ، ومبتدع: أي صاحب بدعة وهي اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لابمعاندة بل بنوع شبهة. (الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/ ۵۲۳، ظفير)

(۲-۳) ويكره إمامة عبد، إلخ، وفاسق، إلخ، ومبتدع، الخ. (الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/ ۵۲۳، ظفير) (مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

(۴) والأحق بالإمامة تقديماً بل نصباً الأعلم بأحكام الصلاة فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، إلخ. (الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/ ۵۲۱، ظفير)

(۲) اور مولا بخش کو لازم ہے کہ اگر کسی وقت کی نماز اتفاق سے فوت ہو جائے تو اس کو ضرور قضا کرلیا کرے کیونکہ ایک وقت کی نماز بھی قصداً بالکل ترک کر دینے والا فاسق ہے،(۱) اور اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۱۶۲-۱۶۳)

بدعتی کی امامت جائز نہیں:

سوال: امام مسجد عرس میں جانے اور قبر پر طواف کرنے اور کلماتِ شرکیہ کو حلال سمجھتا ہے، اس وجہ سے نمازی ناراض ہیں، آیا ایسے شخص کو امام بنانا جائز ہے، یا نہیں اور اس امام نے ایک عورت مشرکہ غیر منکوحہ بھی رکھ لی ہے؟

الجواب

بے تحقیق بات کا تو اعتبار نہیں؛ لیکن عرس وغیرہ میں شریک ہونا اور قبر پر طواف کرنا اور بوسہ دینا افعال حرام و بدعت ہیں، خصوصاً طواف قبر کرنا کفر ہے کہ یہ عبادت خاص بیت اللہ کے ساتھ مخصوص ہے، لہٰذا ناراضی نمازیوں کی بجا اور باموقع ہے، اس حالت میں اس کو امام بنانا جائز نہیں اور اس کے پیچھے نماز نہ ہوگی۔ (۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۲۳۱)

بدعتی کی امامت کا کیا حکم ہے:

سوال: جو شخص بالکل جاہل ہو اور قرآن مجید کو سوائے چند سورہ کے پوری طرح نہ پڑھ سکتا ہو اور قبر پرستی کو اچھا خیال کرتا ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب اور حاضر و ناظر کہتا ہو؛ بلکہ علی الاعلان کہتا ہے کہ اللہ اور رسول میں کوئی تمیز نہیں، ناچ وغیرہ میں شامل ہوتا ہے، اس کو امام بنانا جائز ہے، یا کیا حکم ہے؟

الجواب

ایسا شخص امام بنانے کے لائق نہیں ہے، امام بنانا اس کا حرام ہے اور امامت سے معزول کرنا اس کا لازم ہے، سب مسلمانوں کو چاہیے کہ اتفاق کر کے اس کو امامت سے علاحدہ کر دیں، (۳) اور کسی دوسرے عالم و صالح و متقی کو امام بناویں۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۲۴۰)

---

(۱) إذا التاخير بلا عذر كبيرة لا تزول بالقضاء بل بالتوبة. (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت: ۱/۶۷۶، ظفير)

(۲) ولا يمسح القبر ولا يقبله فإن ذلک من عادة النصارىٰ. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الكراهية، الباب السادس: ۵/۳۶۲)

أما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه، إلخ، بل مشى فى شرح المنية علىٰ أن كراهة تقديمه كراهة تحريم. (رد المحتار، باب الإمامة: ۱/۵۲۳، ظفير) (مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد، انيس)

(۳) ويكره إمامة عبد، إلخ، ومبتدع: أى صاحب بدعة. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب الإمامة: ۱/۵۲۳، ظفير)

مبتدع کی امامت:

سوال: ایک چھوٹی اسٹیٹ میں صرف ایک مسجد ہے، جس میں نماز ہوتی ہے، مسجد کی امامت شہر قاضی صاحب (جو شافعی مذہب ہونے کے علاوہ رسومات محرم الحرام کے حامی، عربی علوم میں بھی کما حقہ عبور نہیں) کے نائب جو حنفی ہیں اور ملازم سرکار مغرب میں صرف آکر نماز پڑھاتے ہیں اور گاہ بگاہ عشا بھی اور نماز جمعہ ہمیشہ، بقیہ اوقات میں جماعت نہ ہونے کے باعث مقتدیوں نے دوسرے پیش امام کا تقرر کیا، جو حالاتِ حاضرہ کے مطابق خطبہ جمعہ دیتے ہیں اور قرآن شریف تجوید کے ساتھ پڑھتے ہیں، بخلاف سابق امام کہ اکثر مقامات پر کچھ غلطیاں بھی ہو جایا کرتی ہیں، اب کثرت مقتدیان کی امام ثانی کے پیچھے نماز پڑھنے کی ہے، چنانچہ ثانی امام کی اقتدا میں نماز ادا کرتے ہیں۔

اگر سابق امام صاحب جن کو مقتدی اپنا امام مقرر کرنا نہیں چاہتے، نماز جمعہ چند اشخاص کو لے کر (جن کی تعداد غالبًا چھ سات یا اور کچھ زائد ہو) اول ادا کرلیں، بنابر شر وفساد کے (امام اول امام ثانی کی اقتدا کرتے چلے آرہے ہیں) تو دوسری جماعت جمعہ کی (جس میں ساٹھ ستر کے قریب اشخاص ہیں) ادا کریں، یا ظہر، یا فرداً نماز ظہر پڑھیں؟ امام صاحب کے صاحبزادے کی شادی قادیانیوں میں ہوئی اور ان کے ان سے تعلقات ہیں، قاضی صاحب کسی نماز میں بھی نہیں آتے ہیں بجز عیدین کے۔

(عین الحق معرفت مولوی عبدالستار پشاوری)

الجواب ـــــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

سوال میں چند امور غور طلب ہیں:

اول: یہ کہ امام شافعی المذہب ہے۔

اس کے متعلق فقہا فرماتے ہیں کہ اگر شافعی المذہب امام کے متعلق یہ معلوم ہو کہ وہ مقتدی کے مذہب کی رعایت کرتا ہے، تب تو اس کی اقتدا صحیح ہے، اگر معلوم ہو کہ وہ رعایت نہیں کرتا تو اقتدا صحیح نہیں، اگر رعایت وعدم رعایت کا کچھ علم نہ ہو تو اس کی اقتدا مکروہ ہے، اگر بعد میں امام کے متعلق کسی ایسی چیز کا علم ہو کہ وہ مقتدی کے مذہب کے اعتبار سے مفسد صلوٰۃ ہے تو مقتدی کو اعادہ نماز ضروری ہے۔

الحاصل: أنه إن علم الأحتياط منه فى مذهبنا فلا كراهة فى الاقتداء به وإن علم عدمه فلا صحة، وإن لم يعلم شيئاً كره. (ردالمحتار: ۶۹۸/۱)(۱)

دوم: یہ کہ امام رسومات محرمی کا حامی ہے۔

---

(۱) ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل: ۷/۲، سعید

پس اگر ایسی رسوم کرتا ہے، جو شرک نہیں، فقط گناہ ہیں تو وہ فاسق ہے، فاسق کی اقتدا مکروہ تحریمی ہے اور اگر ایسی رسوم کرتا ہے، جو شرک تک پہنچ جاتی ہیں تو اس کی اقتدا کسی حال میں درست نہیں، (۱) جب تک توبہ کر کے تجدید ایمان نہ کرے۔ (۲)

سوم: یہ کہ عربی علوم میں بھی اس کو کما حقہ عبور نہیں۔

پس اگر روز مرہ کے مسائل ضروریہ سے واقف ہے تو عبور نہ ہونا مفسد صلوٰۃ نہیں اور مسائل ضروریہ فساد صلوٰۃ ہے وصحتِ صلوٰۃ وغیرہ سے بھی واقف نہیں تو اس کی امامت ناجائز ہے؛ کیوں کہ صحتِ وفساد صلاۃ کا اس کو علم ہی نہ ہوگا۔ (۳)

چہارم: یہ کہ اکثر مقامات پر غلطیاں بھی ہو جایا کرتی ہیں۔ پس اگر وہ غلطیاں مفسد صلوٰۃ ہیں تو نماز کا اعادہ ضروری ہے، ورنہ نہیں۔ (۴)

---

(۱) ویکرہ إمامة عبد وأعرابی وفاسق وأعمٰی،إلا أن یکون أعلم القوم، ومبتدع لایکفربها،وإن کفربها لایصح الاقتداء به أصلاً". (الدرالمختار)

فإن أمکن الصلاة خلف غیرهم فهوأفضل،وإلافالاقتداء أولٰی من الإنفراد... قوله: (وفاسق)من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة،ولعل المراد به من یرتکب الکبائر کشارب الخمر،والزانی وآکل الرباونحو ذلک، بل مشٰی فی شرح المنیة:علٰی أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم. (ردالمحتار،کتاب الصلاة،باب الإمامة: ۵۵۹/۱-۵۶۰، سعید)(مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد،انیس)

(۲) ماکان فی کونه کفراً اختلاف،فإن قائله یؤمر بالتوبة والرجوع عن ذلک،وبتجدید النکاح بینه وبین امرأته،کذا فی المحیط. (الفتاوٰی الهندیة،کتاب السیر،باب أحکام المرتدین،ومنها مایتعلق بتلقین الکفروالأمر بالإرتداد،إلخ،قبیل الباب العاشرفی البغاة:۲۸۳/۲،رشیدیة)

(۳) والأحق بالإمامة: الأعلم بأحکام الصلاة فقط، صحةً وفساداً بشرط إجتنابه للفواحش الظاهرة، إلخ. (الدرالمختار)

قوله:(بأحکام الصلاة فقط):أی وإن کان غیرمتبحرفی بقیة العلوم،وهوأولٰی من المتبحر،کذا فی زاد الفقیر عن شرح الإرشاد.(ردالمحتار،کتاب الصلاة،باب الإمامة: ۵۵۷/۱ ،سعید)

(۴) إذا لحن فی الإعراب لحناً فهو علی وجهین:إما أن تغیر المعنی بأن قرأ﴿ لَا تَرْفَعُوا اَصْوَتَکُمْ﴾ (الحجرات: ۲) ... وفی هذاالوجه لا تفسد صلاته بالإجماع ، وأما إن غیرالمعنی بأن قرأ ﴿هو الخالق الباریء المصور﴾(الحشر: ۲۴) بنصب الواو ورفع المیم ... وفی هذا الوجه اختلف المشایخ، قال بعضهم:لا تفسد صلاته وهکذا روی عن أصحابنا وهو الأشبه لأن فی اعتبارالصواب فی الإعراب إیقاع الناس بالحرج والحرج مرفوع شرعاً وروی عن هشام عن أبی یوسف إذا لحن القاریء فی الإعراب وهو إمام قوم وفتح علیه رجل إن صلاته جائزة وهذه المسئلة دلیل علی أن أبا یوسف کان لایقول بفساد الصلاة بسبب اللحن فی الإعراب فی المواضع کلها، الخ.(المحیط البرهانی،الفصل العاشر فی اللحن فی الإعراب: ۳۳۱/۱-۳۳۲،دارالکتب العلمیة بیروت،انیس)

پنجم: یہ کہ مقتدی ان کو امام بنانا نہیں چاہتے۔
اور بظاہر افعال مذکورہ کی وجہ سے امام بنانا نہیں چاہتے ہوں گے تو اس کو امامت کرنا مکروہ تحریمی ہے۔(۱)
ششم: یہ کہ اس کی قادیانیوں سے رشتہ داری وغیرہ کے تعلقات ہیں۔
سو یہ بھی بہت مخدوش اور خطرناک حالت ہے۔اگر اس کے عقائد بھی قادیانیوں کے ہی ہیں تو وہ مرتد کے حکم میں ہے۔(۲)

المرتد فی الشرع:الراجع عن دین الإسلام،ورکنها إجراء کلمةالکفرعلیٰ اللسان بعد الإیمان.(۳)

ہفتم: یہ کہ وہ بجز عیدین کے کسی نماز میں نہیں آتا تو تارک جماعت ہے۔(۴)

---

(۱) عن عبد اللّٰه بن عمروأن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم کان یقول:"ثلاثة لا یقبل اللّٰه منهم صلاة :من تقدم قوماً وهم لهم کارهون،ورجل أتیٰ الصلاة دباراً—والدبارأن یأتیها بعد أن تفوته—ورجل اعتبد محرره".(سنن أبی داؤد،کتاب الصلاة،باب الرجل یؤم القوم وهم له کارهون: ۹۵/۱،مکتبة إمدادیة ، ملتان)(ح:۵۹۳،انیس)

(۲) قال اللّٰه تعالیٰ:﴿فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظالمین﴾(سورة الأنعام: ۲۸)یعنی بعد ما تذکر نهی اللّٰه تعالیٰ لاتقعد مع الظالمین.وذلک عموم فی النهی عن مجالسة سائرالظالمین من أهل الشرک وأهل الملة لوقوع الإسم علیهم جمیعاً،وذلک إذا کان فی تقیة من تغییره بیده أوبلسانه بعد قیام الحجة علی الظالمین بقبح ما هم علیه،فغیرجائزلأحد مجالستهم مع ترک النکیرسواء کانوامظهرین فی تلک الحال للظلم والقبائح أو غیر مظهرین له؛لأن النهی عام عن مجالسة الظالمین؛ لأن فی مجالستهم مختاراً مع ترک النکیر دلالة علیٰ الرضاء بفعلهم،ونظیره قوله تعالیٰ:﴿لعن الذین کفروامن بنی إسرائیل﴾(سورة المائدة:۷۸)وقال اللّٰه تعالیٰ:﴿ولا ترکنوا إلیٰ الذین ظلموافتمسکم النار﴾(سورة هود :۱۱۳) (أحکام القرآن للجصاص:۵/۳،قدیمی)

(۳) الدرالمختار،کتاب الحدود،باب المرتد: ۲۲۱/۴،سعید (مطلب فیما إذا مات المؤذن أوالإمام قبل أخذ وظیفتهما،انیس)

(۴) "وهو أن صلاة الجماعة واجبة علیٰ الراجح فی المذهب،أوسنة مؤکدة فی حکم الواجب ، کما فی البحر، وصرحوابفسق تارکها وتعزیره،وأنه یأثم". (ردالمحتار،کتاب الصلاة،باب صفة الصلاة: ۴۵۷/۱،سعید)(واجبات الصلاة،انیس)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے:"من سره أن یلقی اللّٰه غداً مسلماً فلیحافظ علی هؤلاء الصلوات حیث ینادی بهن فإن اللّٰه شرع لنبیکم سنن الهدی وإنهن من سنن الهدی ولوأنکم صلیتم فی بیوتکم کما یصلی هٰذا المتخلف فی بیته لترکتم سنة نبیکم ولوترکتم سنة نبیکم لضللتم"،الخ.(فتح القدیر، باب الإمامة: ۳۴۶/۱،دارالفکر بیروت،انیس)

تارک الصلاة متعمداً فإنه یقتل فی قول الشافعی وفی قول أبی حنیفة وصاحبیه وأبی عبداللّٰه لا یقتل ویعزر علی ذلک.(النتف فی الفتاویٰ،تارک الصلاة:۶۹۴/۲،مؤسسة الرسالة بیروت.انیس)

من ترک الصلاة بالجماعات استخفافاً بها و هواناً بترکها فلا عدالة له لأن الجماعة واجبة.(بدائع الصنائع،فصل فی شرائط رکن الشهادة:۲۶۹/۶،دارالکتب العلمیة.انیس)

غرض امور مذکور کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کو ہرگز ہرگز امام نہ بنایا جاوے، ثانی امام میں اگر منکرات یا دوسرے اس قسم کے منکرات جو امام کے مخالف ہوں موجود نہ ہوں تو ان کو مستقل امام بنالیا جاوے۔(۱)

اور نماز جمعہ کی صورت مسئولہ میں مسجد کے علاوہ کسی دوسری جگہ آبادی میں یا آبادی کے بالکل متصل عیدگاہ وغیرہ میں پڑھ لی جائے،(۲) اور اگر وہ جگہ اتنی چھوٹی ہے کہ جہاں جمعہ جائز نہیں تو پھر سب کو ظہر پڑھنی چاہیے،(۳) اور جواز جمعہ کے متعلق وہاں کی آبادی اور بازار وغیرہ کی حالت لکھ کر دریافت کرلیا جاوے۔(۴) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/۱/۴ ۱۳۵ھ۔

صحیح: عبداللطیف، ۲۶/محرم الحرام/۱۳۵۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۵۴/۶-۲۵۷)

شہوت پرست مبتدع کے پیچھے نماز کا حکم:

سوال: یہاں کا ایک امام مسجد باوجود سخت مبتدع ہونے کے فاحشہ اور بازاری عورتوں کی دعوتیں بلا دغدغہ کھاتا ہے، ان کے دیئے ہوئے کپڑے پہنتا ہے اور باوجود متعدد بار سمجھانے کے باز نہیں آتا، ایسے امور کے ارتکاب کی وجہ سے لوگ اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے رک گئے ہیں، وہ بوقت فہمائش یہی جواب دیتا ہے کہ تم ان کنجریوں اور بازاری عورتوں کو روکو کہ میری دعوت نہ کیا کریں اور نہ مجھے اپنے گھر بلایا کریں، ورنہ میں تو ضرور کھاؤں گا اور ان کے ہاں ضرور جاؤں گا، ہمارے شہر میں جھگڑا پڑا ہوا ہے، عید کا بھی وہی امام ہے، ایسے شخص کو عیدین و جمعہ وصلوات خمسہ میں امام بنانا جائز ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۱۸۵، محمد لائل پوری دیوبندی، رائے کوٹ ضلع لدھیانہ، ۸/شوال ۱۳۵۲ھ)

---

(۱) والأحق بالإمامة الأعلم بأحکام الصلاة فقط صحة وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، ثم الأحسن تلاوة وتجویداً للقراء ة ثم الأورع ثم الأسن ثم الأحسن خلقاً، آه. (الدر المختار، باب الإمامة: ۵۵۷/۱، سعید)

(۲) ومقتضٰی هٰذا الاستدلال کراهة التکرار فی مسجد المحلة ولو بدون أذان، ویؤیده ما فی الظهیریة: لو دخل جماعة المسجد بعد ما صلٰی فیه أهله، یصلون وحداناً، وهو ظاهر الروایة". (ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۳/۱، سعید)

(۳) تقع فرضاً فی القصبات والقریٰ الکبیرة التی فیها الأسواق...ألا تریٰ أن فی الجواهر: لو صلوا فی القریٰ لزمهم أداء الظهر". (ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب الجمعة: ۱۳۸/۲، سعید)

"ومن لم تجب علیهم الجمعة من أهل القریٰ والبوادی، لهم أن یصلوا الظهر بجماعة یوم الجمعة بأذان و إقامة". (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الصلاة، الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة: ۱۴۵/۱، رشیدیة)

(۴) **نوٹ**: جمعہ فی القریٰ کے مسئلہ کے جواز وعدم جواز کی تفصیل جمعہ کے باب میں دیکھیں۔ انیس

الجواب

ایسے شخص کو امام بنانا مکروہ ہے، اگر وہ پہلے سے امام ہے تو اس حرکت کی وجہ سے اس کو امامت سے علاحدہ کر سکتے ہیں؛ لیکن جب تک کہ وہ علاحدہ نہ ہو، اس وقت تک وہی امامت کرے گا، پنجگانہ نماز و جمعہ وعیدین سب کا یہی حکم ہے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۸۲/۳)

بدعتی پیر کے موحد خلیفہ کے پیچھے نماز کا حکم:

سوال: ایک مسلمان جو بذات خود نیک متقی اور پرہیزگار ہے، پیر ظہور شاہ کا مرید ہے، عوام الناس میں مشہور ہے کہ پیر صاحب مذکور سجدۂ تعظیمی کا قائل ہے اور نیز وہ حضرت صلعم کو غیب دان جانتا ہے؛ لیکن ان کے مرید صاحب اپنے پیر کے ان اعتقادات کے قائل نہیں، اندریں حالات کہ وہ پیر صاحب کا مرید ہے، کیا اس کے پیچھے نماز جائز ہے؟ کیا وہ امامت کا اہل ہے؟ مکرر عرض ہے کہ مرید صاحب نہ ہی سجدۂ تعظیمی کے قائل ہیں اور نہ ہی ان کو اس پر اعتقاد ہے کہ خدا کے سوا اور کوئی بھی عالم الغیب ہے، صرف وہ پیر ظہور شاہ کے مرید ضرور ہیں، کیا عام مسلمان ان کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں؟ عوام الناس امام صاحب سے خوش ہیں، اس کے علاوہ ان کو کوئی اعتراض نہیں۔

(المستفتی: ۱۹۹، غلام رسول صاحب اسکول ماسٹر سلیم پورہ راہوں اسٹیٹ، ۲۶/شوال ۱۳۲۵ھ، مطابق ۱۱/فروری ۱۹۳۴ء)

الجواب

اگر یہ امام صاحب خود سجدۂ تعظیمی نہیں کرتے اور نہ اس کے جواز کے قائل ہیں اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب سمجھتے ہیں اور اپنے پیر کو ان مسائل میں غلطی پر جانتے ہیں تو ان کے پیچھے نماز جائز ہے۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۸۲/۳-۸۳)

متکبر و بدعتی کی امامت:

سوال: زید اپنی ذاتی رعونت اور تکبر کی وجہ سے اپنے آپ کو بڑا پاکدامن اور اول درجہ کا صوفی اور عابد و زاہد تصور کرتا ہے، میلوں میں جاتا ہے، سماع کو حلال کہتا ہے، سودخوار کے گھر کا کھاتا ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ مجھ کو بذریعہ خواب یا مراقبہ معلوم ہو جاتا ہے کہ فلاں شخص منافق ہے، تیجہ، دسواں وغیرہ کو درست بتلاتا ہے، قربانی کے چمڑوں کو اپنے حق

(۱) رجل أم قومًا وهم له كارهون إن كانت الكراهة لفساد فيه يكره له ذلك. (الفتاویٰ الهندية: ۸۷/۱)

(۲) والأحق بالإمامة تقدمًا بل نصبًا الأعلم بأحكام الصلاة، فقط صحة و فسادًا بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، إلخ. (الدر المختار، باب الإمامة: ۵۵۷/۱، ط: سعيد كمپنی)

امامت میں لینا جائز بتلاتا ہے اور زکوٰۃ فطرہ وغیرہ لیتا ہے، حالانکہ خود صاحب زکوٰۃ ہے، ایسے شخص کی امامت کیسی ہے؟ اگر اس کے پیچھے کوئی نماز نہ پڑھے تو گنہگار تو نہ ہوگا؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

ایسے شخص کی امامت مکروہ ہے؛ کیوں کہ وہ مبتدع اور جاہل ہے، نماز مع الکراہت ہوتی ہے اور اگر اس کے پیچھے نماز پڑھے تو کچھ گناہ نہیں ہے، بلکہ بہتر ہے کہ اس کے پیچھے نماز نہ پڑھے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۷۵/۳)

بدعتی کی امامت میں جو نماز پڑھی، اس کا اعادہ کیا ضروری ہے:

سوال: حضرت اقدس مولانا اشرف علی صاحب نے لکھا ہے کہ بدعتی کے پیچھے نماز ہوجاتی ہے، اعادہ کی ضرورت نہیں ہے؛ مگر حضرت مولانا رشید احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے مکروہ تحریمی واجب الاعادہ تحریر فرمایا ہے، لہٰذا اختلاف ہونے کی صورت میں کیا طرز عمل اختیار کیا جائے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

درمختار میں ہے:

وفی النهر عن المحيط: صلّٰی خلف فاسق أو مبتدع نال فضل الجماعة، إلخ.

اور شامی میں ہے:

قوله: (نال فضل الجماعة): أفاد أن الصلاة خلفهما أولٰی من الانفراد، لكن لاينال كما ينال خلف تقي ورع، إلخ.(۲)

اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ بدعتی کے پیچھے نماز ہوجاتی ہے؛ بلکہ تنہا نماز پڑھنے سے اولیٰ ہے، باقی چونکہ بدعتی بدعتی میں فرق ہوتا ہے، بعض بدعات حد کفر و شرک تک پہنچی ہوئی ہوتی ہیں، اگر ایسے بدعتی کے پیچھے نماز پڑھے تو اس کو اعادہ کرنا ضروری ہے، یہی صورت تطبیق کی ہوسکتی ہے، یا جس نے اعادہ کا حکم دیا، احتیاط ہو، یا اختلاف روایات اور بدعت فی العقیدہ میں بھی تفاوت درجات ہے، جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ عقیدہ اس کا حد کفر کو پہنچا ہوا ہے، اس وقت تک اس کے پیچھے فسادِ نماز کا حکم نہ کیا جاوے گا۔ (كذا في الدر المختار)(۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۴۵/۳)

---

(۱) ويكره إمامة عبد ... وفاسق ... ومبتدع. (الدر المختار علٰی هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفير)

(۲) ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۵/۱، ظفير (مطلب: البدعة خمسة أقسام، انيس)

(۳) وإن أنكر بعض ما علم من الدين ضرورة كفر بها، إلخ، فلا يصح الاقتداء به أصلاً. (الدر المختار علٰی هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۴/۱، ظفير)

بدعتی اور مجہول پڑھنے والے کی اقتدا کا حکم:

سوال: ایک شخص ہمیشہ تارکِ صلوٰۃ جماعت ہے، بدعتی ہے، قرآن مجید غلط پڑھتا ہے، ایسا غلط کہ معنی غلط ہوجاتا ہے، حرام کو حلال کہتا ہے، پردہ کو عورتوں کے لیے غیر ضروری کہتا ہے، مسلمانوں کے ساتھ بائیکاٹ کرنے پر لوگوں کو دعائے خیر دیتا ہے، ایک شخص کی شادی میں نٹولے اور مجلس آئی ہوئی تھی، لوگوں نے کہا کہ ہم تیری دعوت کا کھانا نہیں کھاتے، اس لئے کہ تم نے بدعت کا کام کیا ہے؛ یعنی مجلس بلوائی ہے؛ لیکن یہ شخص مذکور شریک ہوا اور کہتا ہے کہ کھانا جائز ہے، اب اس کی امامت کی وجہ سے لوگوں میں جھگڑا پیدا ہونے کا خطرہ ہے، اس نے اپنے چچا کو بھی دیوث کہا ہے، ایک شخص نے قسم کھا کر کہا کہ اس نے لواطت بھی کی ہے، قبر میں نور نامہ رکھنا جائز قرار دیتا ہے، ایسے شخص کی اقتدا کیسی ہے؟

الجواب

مذکورہ شخص کے بارے میں جو باتیں سوال میں درج ہیں، اگر وہ درست ہیں تو ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور ایسے شخص کو امام بنانا درست نہیں؛ کیوں کہ مذکورہ باتوں میں سے بہت سی موجب فسق ہیں، لہذا ایسے امام کو بدلنا چاہئے، (۱) البتہ جب تک کسی دوسرے نیک صحیح العقیدہ امام کا انتظام نہ ہو، اس وقت تک جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھی جائیں گی، وہ ہوجائیگی اور اگر دوسرے امام کے پیچھے نماز پڑھنا ممکن نہ ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا تنہا نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ (۲) واللہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۱۹/۶/۷/۱۳۹۷ھ۔ (فتویٰ نمبر: ۲۸/۶۳۶ب) (فتاویٰ عثمانی: ۴۳۹/۱)

غیر مقلد بدعتی اور مخالف مذہب کے پیچھے اقتدا کا حکم:

سوال: غیر مقلد کے پیچھے حنفی کی نماز ہوجاتی ہے، یا نہیں؟ اور کیسی ہوتی ہے؟

(۱) وفی الدرالمختار: ۵۵۹/۱، ۵۶۰: "ویکرہ إمامة عبد...وفاسق".

وفی ردالمحتار: "من الفسق: وھو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من یرتکب الکبائر...وفی المعراج قال أصحابنا: لاینبغی أن یقتدی بالفاسق"، إلخ. (ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

(۲) وفی الدرالمختار: ۵۶۲/۱: "صلّٰی خلف فاسق أو مبتدع نال فضل الجماعة".

وقال الشامی: تحته "قوله نال فضل الجماعة": أفاد أن الصلاة خلفهما أولٰی من الإنفراد لکن لاینال کما ینال خلف تقی ورع. (ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب: البدعة خمسة أقسام، انیس)

الجواب

غیر مقلد بہت طرح کے ہیں، بعضے ایسے ہیں کہ ان کے پیچھے نماز پڑھنا خلاف احتیاط، یا مکروہ، یا باطل ہے، چوں کہ پورا حال معلوم ہونا فی الفور مشکل ہے؛ اس لیے احتیاط یہی ہے کہ ان کے پیچھے نماز نہ پڑھی جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۴/ جمادی الثانیہ ۱۳۲۵ھ (امداد: ۱/۹۰) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۳۷۸-۳۷۹)

امام کے بدعتی ہونے پر مسجد کی جماعت ترک کرنے اور گھر میں جماعت کرنے کا حکم:

سوال: واضح ضمیر منیر ہو کہ کسی جگہ میں بعض اشخاص نے تمام بدعات مروجہ فی زماننا کو اعتصاما بالکتاب والسنۃ دفعۃ چھوڑ دیا اور اپنی اموات وغیرہ میں کتب فقہ کی ہدایات کے مطابق عامل بن گئے اور کسی کے برا بھلا کہنے کی مطلق پرواہ نہیں کرتے تھے اور فقہ کی کتابوں کا مطالعہ کرنے کو پسند کیا تو مبتدع امام کا مسئلہ معلوم کرنے پر ان کو خیال ہوا کہ ہم اہل سنت بدعتیوں کے پیچھے کیوں پڑھیں؟ ہم اپنی جماعت الگ قائم کر سکتے ہیں اور چونکہ ہماری جماعت کے آدمی بیس پچیس کی تعداد سے متجاوز ہیں، مگر باوجود ایں ہمہ مساجد کے اماموں کو بسبب مبتدعین کے غلبہ کے معزول و برطرف نہیں کر سکتے، اب یا تو تارک جماعت ہو کر فرادیٰ فرادیٰ نمازیں مسجدوں میں پڑھا کریں، یا کسی مکان مثل گھیرلہ وغیرہ کے محلّہ میں اپنی جماعت کے لوگوں کو جمع کر کے بجماعت اپنی نمازیں پڑھا کریں، پس ان لوگوں نے اس صورت ثانی کو اختیار کر کے محلّہ کی مسجد کے قریب ایک وسیع گھیرلہ میں اپنی جماعت قائم کر لی ہے تو کیا یہ جماعت قائم کر لینا ان کا جائز بلا کراہت کے ہوگا، یا مکروہ ہے؟ کیوں کہ مسجد میں نماز پڑھنے کی صورت یہ ہے کہ فرادی فرادی پڑھیں، اس میں تو ہمیشہ کے لئے تارک جماعت بنتے ہیں اور مبتدع کے پیچھے مکروہ ہے اور وہاں؛ یعنی اس گھیرلہ میں اپنی جماعت مستقل ہوتی ہے، چونکہ مسجد میں فتنہ وفساد کے عذر سے جماعت نہیں قائم کر سکتے اور اس مکان میں کوئی مانع نہیں ہے، اگر ہے تو کیا ان کی نماز بسبب اس عذر کے مسجد کے جماعت کے برابر فضیلت رکھے گی، یا نہیں؟ جیسا کہ صحیح بخاری کے باب الجہاد میں یہ حدیث ہے کہ **"إذا مرض العبد أو سافر كتب له مثل ما كان يعمل مقيماً صحيحاً"**. (۱) اس سے عذر کو پورا دخل معلوم ہوتا ہے اور اسی بنا پر وہ لوگ اپنی جماعت اس گھیرلہ میں قائم کرتے ہیں، پس جواب مفتی بہ ہو، اس سے مطلع فرمائیں؟

الجواب

قال في البحر: وذكر في غاية البيان معزيًا إلى الأجناس أن تارك الجماعة يستوجب إساءة

(۱) صحيح البخاری، رقم الحديث: ۲۹۹۶، عن أبی موسیٰ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم، انیس

ولاتقبل شهادته إذاتركها استخفافًا بذلک ومجانةً أماإذاتركها سهوًا أوتركها بتأويل بأن يكون الإمام من أهل الأهواء أومخالفًا لمذهب المقتدى لايراعى مذهبه فلا يسوجب الإسائة وتقبل شهادته،آه. (۳٤٥/١)(۱)

وفيه أيضاً:وذكر الشارح وغيره أن الفاسق إذا تعذرمنعه يصلى الجمعة خلفه،وفى غيرها ينتقل إلٰى مسجد آخروعلل له فى المعراج بأن فى غيرالجمعة يجد إمامًا غيره فقال فى فتح القديروعلٰى هٰذا فيكره الاقتداء به فى الجمعة إذا تعددت إقامتها فى المصرعلٰى قول محمد رحمه الله وهوالمفتٰى به؛لأنه بسبيل من التحول حينئذٍ،آه. (۳٤۹/١)(۲)

وفى تعليق البحر لابن عابدين عن القنية:اختلف العلماء فى إقامتها فى البيت والأصح أنها كإقامتها فى المسجد إلافى الفضيلة وهوظاهرمذهب الشافعى،آه. (۳٤٥/١)(۳)

عبارت اولیٰ سے بدعت امام مسقط جماعت معلوم ہوتا ہےاورعبارت ثانیہ سے وجوب تحول بجانب امام دیگر مفہوم ہوتا ہےاورعبارت ثالثہ سے جماعت خانہ کا حکم مثل جماعت مسجد معلوم ہوتا ہے،صرف فضیلت کا فرق ہے، پس اگر عذر بدعت امام کی وجہ سے گھر میں جماعت اہل سنت کے ساتھ نماز پڑھی جائے تو عبارات مذکورہ سے اس کا جواز ثابت ہوتا ہے، رہا یہ کہ اس صورت میں جماعت بیت سے مسجد کی فضیلت حاصل ہوگی ، یانہیں؟ اس کے متعلق میں کچھ نہیں کہہ سکتا، البتہ مراقی الفلاح میں کہا ہے کہ!

وإذاانقطع عن الجماعة لعذرمن أعذارهاالمبيحة للتخلف وكانت نيته حضورها لولاالعذر الحاصل يحصل له ثوابهاالقوله صلى الله عليه وسلم إنما الأعمال بالنيات وإنما لكل امرئى ما نوٰى،آه. (ص: ۱۷٤)(۴)

اور اوپر بدعت امام کا عذر ہونا معلوم ہو چکا ہے، ان مقدمات سے مستنبط ہوسکتا ہے کہ اس صورت میں مسجد کی فضیلت بھی حاصل ہو جائے گی ۔ (واللہ اعلم)

لیکن اس پر خدشہ یہ ہے کہ حضرات صحابہؓ نے حجاج وغیرہ کے پیچھے نماز ترک نہیں کی ، حالانکہ وہ اپنے کسی گھر میں الگ جماعت کر سکتے تھے، اگر یہ افضل ہوتا تو صحابہ ضرور ایسا کرتے ، ہاں! یہ ممکن ہے کہ انہوں نے خوف کی وجہ سے تخلف جماعت نہ کیا ہوا، فتدبر۔

۱۹/ ذی قعدہ ۱۳۴۲ھ ۔ (امدادالاحکام:۲/۱۲۶-۱۲۷)

(۱-۲) کتاب الصلاة،باب الإمامة،صفة الإمامة،انیس

(۳) منحة الخالق،كتاب الصلاة،باب الإمامة،صفة الإمامة: ۳٦٦/١،دارالكتاب الإسلامى بيروت،انیس

(۴) مراقى الفلاح،فصل:يسقط حضورالجماعة بواحد من ثمانية،انیس

بدعتی اور غیر مقلد کی اقتداء کا حکم اور ان میں کون اور کس کی اقتدا بہتر ہے:

سوال (۱) ہم لوگ تھوڑے آدمی اہل سنت والجماعت حنفی المذہب ہیں، ہم لوگوں کا عقیدہ ہے کہ ہمارے امام اعظم رحمہ اللہ نے کوئی اچھی بات نہیں چھوڑی، جو کچھ ان سے ثابت ہو، اس پر عمل کرنا چاہیے، اپنی طرف سے کوئی نیا کام ایجاد نہ کرنا چاہیے، اپنے امام کا پورا مقلد حقیقی طور پر رہنا چاہیے۔

(۲) دوسری جماعت جو اپنے کو حنفی اور مقلد امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی کہتے ہیں، تقلید کو ضروری سمجھتے ہیں؛ مگر بہت کام، جس کا امام صاحب سے ثبوت نہیں کرتے ہیں، مثلاً مولود، وقت ذکر پیدائش قیام، فاتحہ مروجہ، گیارہویں، رجبی شریف، عرس اور زیارت مزار بزرگان کے واسطے پھلواری شریف، اجمیر شریف، بہار شریف وغیرہ بھی جاتے ہیں، اذان میں ''أشھد أن محمد رسول اللّٰہ'' پر جب مؤذن پہونچتا ہے تو یہ انگوٹھوں کے ناخن کو چومتے اور آنکھوں سے لگاتے ہیں، ان میں سے کوئی کام جائز ہو تو اس سے بھی مطلع فرمائے گا؟

(۳) تیسری جماعت ہے، جو تقلید شخصی کو ناجائز کہتے ہیں، ان کا دعویٰ ہے کہ قرآن وحدیث کے مطابق عمل چاہئے، البتہ قرآن وحدیث میں جو مسئلہ نہ ملے تو اماموں کا قول قائل عمل ہے، آمین آواز سے کہتے ہیں، رفع یدین کرتے ہیں، رکوع سے اٹھ کر ''اللّٰھم ربنا لک الحمد'' پورا پڑھتے ہیں، سجدہ سے اٹھ کر ''اللّٰھم اغفرلی'' پورا پڑھتے ہیں، مولود، نیاز، گیارہویں، رجبی شریف عرس وغیرہ نہیں کرتے ہیں۔

اب قابل غور بات یہ ہے کہ دو مسجدیں یہاں ہیں، ایک مسجد میں جماعت نمبر: ۲، حنفی مذاہب کے امام ہیں، جماعت بھی ان کی کثیر ہے، ہم لوگ جماعت!

(۱) ان کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں تو ہم لوگوں کے لڑکوں پر برا اثر...... پڑتا ہے؛ یعنی یہ لوگ سمجھنے لگتے ہیں کہ ہم بھی حنفی، یہ بھی حنفی تو اتنی بڑی جماعت جو کام کرتی ہے، وہ ضرور جائز ہی ہوگا، ورنہ ان کے علماء تو منع کرتے، علماء تو خود مولود، نیاز عرس وغیرہ میں شریک ہوتے ہیں اور اس کی تعریف کرتے ہیں اور دوسری مسجد میں امام غیر مقلد ہیں، ان کی جماعت کثیر اس مسجد میں نماز پڑھتی ہے، یہاں ہم لوگ اگر نماز پڑھیں تو مقتدی بننا پڑتا ہے، ان کے ساتھ نماز پڑھنے میں ہم لوگوں کے لڑکوں پر برا اثر پڑنے کا خوف نہیں؛ کیوں کہ یہ بات تو سب کو معلوم ہے کہ یہ لوگ غیر مقلد ہیں، ان کا مذہب ہی دوسرا ہے، مگر آمین، رفع یدین یہ لوگ کرتے ہیں، ایسی حالت میں ہم لوگوں کا جماعت (۲) کے ساتھ نماز پڑھنا بہتر ہے، یا جماعت (۳) غیر مقلدوں کے ساتھ نماز پڑھنا اچھا ہے؟

الجواب

(۱) حنفی مقلدوں کو یہ اعتقاد رکھنا چاہیے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کتاب اللہ اور حدیث کو بہت اچھی طرح سمجھتے

تھے؛ اس لیے جو کچھ انہوں نے مسائل شرعیہ بیان فرمائے ہیں، وہ قرآن وحدیث کے خلاف ہرگز نہیں اور خطا سے بجز انبیا کے کوئی معصوم نہیں، ممکن ہے کہ امام صاحب سے کسی جگہ خطا بھی ہوئی ہو؛ مگر یہ احتمال جیسا امام صاحب کے متعلق ہے، تمام ائمہ اور محدثین کے متعلق بھی ہے، پس جو شخص کسی مسئلہ میں امام صاحب کو خطاء پر بتلائے، اگر وہ مجتہد ہے تو ممکن ہے کہ خود اسی کا قول خطا ہو اور اگر مجتہد نہیں تو اس کو امام صاحب جیسے مجتہد اعظم کی شان میں ایسی بات کہنا ''چھوٹا منہ بڑی بات'' ہے، جو سخت بے ادب ہے، پس حنفی یوں سمجھیں کہ ہم قرآن وحدیث ہی کا اتباع کرتے ہیں، اس تفسیر کے موافق جو امام ابوحنیفہؒ نے بیان فرمائی ہیں اور جو لوگ مجتہد نہ ہوں، ان پر واجب ہے کہ قرآن وحدیث کے سمجھنے میں کسی مجتہد کا اتباع کریں، محض اپنی سمجھ سے مطلب نہ گھڑیں؛ کیوں کہ ہر علم میں ماہرین کا اتباع لازم ہے اور قرآن وحدیث کے ماہر مجتہدین ہی ہیں۔

(۲) یہ لوگ بدعتی ہیں، ان سے احتراز کرنا چاہیے، یہ امام ابوحنیفہؒ کے پورے مقلد نہیں؛ بلکہ بہت باتیں ان کے خلاف کرتے ہیں، چناں چہ جتنی باتوں کا اس نمبر میں ذکر ہے، امام ابوحنیفہؒ نے ان کو جائز نہیں فرمایا؛ بلکہ ان کے مذہب کی رو سے یہ سب بدعات ہیں۔

(۳) یہ لوگ غیر مقلد ہیں اور اسلام میں جس قدر فتنے پیدا ہوتے ہیں، ترک تقلید ہی سے پیدا ہوتے ہیں، پس حنفی مقلدوں کو نمبر: ۲ و۳ دونوں جماعتوں سے الگ رہنا چاہیے اور کسی کے ساتھ بھی نماز نہ پڑھیں؛ بلکہ اپنی جماعت الگ کریں اور بدرجہ مجبوری جماعت نمبر: ۲ کے ساتھ نماز پڑھ لیا کریں؛ کیوں کہ وہ لوگ نماز، وضو، پاکی، ناپاکی کے مسائل میں امام ابوحنیفہؒ کے مذہب پر عمل کرتے ہیں تو حنفیوں کی نماز اپنے مذہب کے موافق بھی ہو جاوے گی اور جماعت (۳) وضو، غسل اور پاکی ناپاکی کے مسائل میں امام ابوحنیفہ کے مذہب کے بہت امور میں مخالف ہیں، ان کے پیچھے حنفیوں کی نماز درست نہیں ہوگی؛ کیوں کہ منی ان کے یہاں پاک ہے، غسل جنابت میں کلی کرنا، ناک میں پانی دینا، ان کے یہاں ضروری نہیں، خون، پیپ، قے وغیرہ سے ان کا وضو نہیں ٹوٹتا، کنویں میں چوہا وغیرہ مرنے سے کنواں ان کے نزدیک ناپاک نہیں ہوتا، ایسی حالت میں ان کے وضو اور پاکی کا کیا اعتبار۔

رہا اولاد کا بگڑنا، سو اس کا اندیشہ غیر مقلدوں کے ساتھ میل جول میں زیادہ ہے؛ کیوں کہ وہ خود نماز ہی کے اندر بہت باتیں ہمارے خلاف کرتے ہیں، جس سے بچوں کو وحشت ہوگی کہ یہ نئی باتیں کیسی ہیں، پھر ممکن ہے کہ وہ بھی غیر مقلد ہو جائیں اور یہ سخت فتنہ ہے، جس کے بعد ایمان کی خیر بہت کم ہے۔ واللہ اعلم

۱۸ رشوال ۱۳۴۶ھ (امداد الاحکام: ۲/۱۵۰-۱۵۲)

بدعتی کے پیچھے جو جمعہ پڑھا جائے، اس کا اعادہ کیوں نہ کیا جائے:

سوال:　والا نامہ سابقہ میں حضور نے تحریر فرمایا ہے کہ بدعتی کے پیچھے کی نماز کا اعادہ اولیٰ ہے اور اس عریضہ سے پہلے عریضہ کے جواب میں نماز جمعہ کے اعادہ کو منع فرمایا، لہذا اس کا کیا مطلب ہے؟ کیا ظہر اس کا اعادہ نہیں ہے، یا دیگر ہی اوقات کا اعادہ ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

بدعتی کے پیچھے کی نماز کا اعادہ اس صورت میں ہے کہ اس نماز کے بعد اسی قسم کے نوافل مکروہ نہ ہوں اور جمعہ کا اگر اعادہ کیا جائے گا تو بوجہ اشتراط جماعت وخطبہ وغیرہا جمعہ ادا نہیں ہوسکتا، لہٰذا جمعہ کا اعادہ نہیں۔ فقط (تالیفات رشیدیہ:۳۰۲)

محقق نما مشکک کی امامت:

سوال (۱) جو شخص ائمۂ اربعہ کے مسالک کو بیک وقت جائز سمجھتا ہے اور متعین امام کی تقلید کو تعصب قرار دیتا ہے اور عوام الناس کو بھی تلقین کرتا ہے۔

(۲)　دعاء بعد الفرائض بہیئتِ اجتماعیہ من غیر لزوم مع رفع الیدین کو بدعت قرار دیتا ہے۔

(۳)　اکابر علماء مثلاً حضرت تھانویؒ، حضرت بنوریؒ، حضرت شیخ الحدیثؒ کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ ان کی عبارات میں شرک وکفر ہے۔

(۴)　ان عقائد کے حامل کو امام بنانا اور اس کے درس میں شریک ہونا کیسا ہے۔

(۵)　مذکورہ بالا عقائد کے باوجود اپنے آپ کو حنفی قرار دیتا ہے، کیا ایسا شخص حنفی ہوسکتا ہے اور معیارِ حنفیت کیا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

امام صاحب موصوف سلف کے بارے میں ضروری اعتماد سے محروم معلوم ہوتے ہیں، جو دورِ حاضر کا عام مرض ہے؛ یعنی ''تشکیک بنامِ تحقیق'' عوام کے لئے ایسی تشکیکات مضر ہیں، پس ایسے شخص کو امام نہ بنایا جائے، یہی حکم ان کے درس کا ہے، اس علاقے میں بھی ایک عالم تھے، جنہوں نے پہلے دعا بعد الفرائض کا انکار کیا، بعد چندے ٹھیٹھ غیر مقلد بن گئے؛ بلکہ غیر مقلدین کے مدرسہ کے صدر مدرس مقرر ہوئے، اب ترقی کر کے شاید کہیں چلے گئے ہیں۔

(۲-۳) جو شخص حنفیت کا التزام نہیں کرسکتا، وہ حنفی کیسے کہلا سکتا ہے؟ مواضع ضرورت کا استثنا امر آخر ہے، اس سے معیارِ حنفیت بھی معلوم ہوگیا کہ مذہب حنفی کو قرآن وحدیث اور اجماعِ امت اور دلائلِ شرعیہ کے اقرب سمجھتے ہوئے اس پر عمل پیرا ہونا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ، مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان۔ (خیر الفتاویٰ:۳۸۸/۲)

بریلوی امام کے پیچھے نماز پڑھنا:

سوال: ہم پٹھان لوگ ہیں، ایک بات دین اور شریعت سے متعلق ذہن میں بیٹھ جائے، پھر اس پر عمل ہر صورت میں کرنے کی کوشش کرتے ہیں، مسئلہ یہ ہے کہ کیا بریلوی امام کے پیچھے جماعت سے نماز پڑھنا جائز ہے اور اگر نماز پڑھی جائے تو کیا وہ نماز ہو جائے گی؟ علاوہ ازیں کیا بریلویوں کی مسجد میں تنہا نماز پڑھنے سے نماز ہو جاتی ہے؛ یعنی جماعت ہو چکنے کے بعد جا کر تنہا نماز پڑھی جائے تو؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

اہل بدعت کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور اگر غالی نہ ہو تو تنہا پڑھنے سے بہتر ہے اور اس سے بہتر یہ ہے کہ جماعت کی فضیلت حاصل کرنے کے لیے... جب کہ صحیح العقیدہ امام میسر نہ ہو... اس کے ساتھ نماز پڑھ لی جائے اور اس کو لوٹایا جائے، البتہ اگر بدعت میں غلو کرنے والا ہو تو اس کے پیچھے نماز جائز نہیں، اکیلا پڑھے، ان کی مسجد میں پڑھنا جائز ہے۔(۱)

(آپ کے مسائل اور ان کا حل:۳/۴۳۷)

دیوبندی کی بریلوی مسجد میں امامت:

سوال: میں دیوبندی عقائد کا حامل ہو کر بریلوی عقیدہ والوں کی مسجد میں نماز پڑھاتا ہوں، یہ جائز ہیں، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

اگر ان کی خاطر غلط کام نہیں کرتے تو جائز ہے؛ لیکن یہ یاد رہے کہ اپنے کو چھپانا خطرناک ہے، جب مقتدیوں کو معلوم ہوگا کہ یہ دیوبندی عقیدہ کا آدمی ہے، جس کے پیچھے ہم نے نماز پڑھی تو پھر کیا حال ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۱۰/۱۳۹۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۶/۳۸۲-۳۸۳)

بریلویوں کی مساجد میں ان کے ائمہ کے پیچھے نماز ادا کرنا:

سوال: ہم جب تبلیغ میں جاتے ہیں تو بعض اوقات بریلویوں کی مساجد میں تشکیل ہو جاتی ہے، امام کا عقیدہ ہمیں معلوم نہیں ہوتا، ایسی صورت میں کیا کیا جائے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

اگر امام کا عقیدہ معلوم نہ ہو، یا امام کے عقیدے کے بارے میں اشتباہ ہو تو اپنی نماز دہرا لینی چاہیے۔(۲) واللہ اعلم

(آپ کے مسائل اور ان کا حل:۳/۴۳۷)

---

(۱) إن كان هوىٰ لايكفربه صاحبه تجوزالصلاة خلفه مع الكراهة وإلافلا. (الفتاوىٰ الهندية: ۱/۸٤)

(۲) ويكره تقديم المبتدع أيضاً. وإنما يجوزالإقتداء به مع الكراهة إذا لم يكن ما يعتقده يؤدي إلى الكفرعند أهل السنة. أما لو كان مؤديا إلى الكفرفلايجوزأصلاً. (الحلبي الكبير: ٥١٤)(فصل في الإمامة وفيها مباحث،انيس)==

نجانے میں بریلوی عقائد والے کے پیچھے نماز پڑھ لینے کا حکم:

سوال (۱) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک انسان نے بھولے سے ایک بریلوی امام مسجد کے پیچھے نماز باجماعت پڑھ لی ہے، کیا اس انسان پر اس نماز کی قضا؛ یعنی دوبارہ پڑھنا لازم ہے، یانہیں؟ یا صرف نماز مکروہ ہوجاتی ہے اور قضا؛ یعنی دوبارہ پڑھنا لازم نہیں ہے؟

(۲) مذکورہ بالا انسان کے لیے حدیث شریف کی روشنی میں کفر اور بے دین کا فتویٰ لگانے والے کے لیے شرعاً کیا حکم صادر ہوتا ہے؟

الجواب

بریلوی امام کے عقائد وخیالات اگر شرک جلی تک نہیں پہنچے، فقط رسوم وبدعات وغیرہ کا قائل ومرتکب ہے تو اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔

(۲) ایسا فتویٰ لگانا صحیح نہیں ہے، ہاں! بریلوی امام کو مستقل امام بنائے رکھنا جائز نہیں ہے، اس کے پیچھے اقتدا کرنا مکروہ تحریمی ہے، ایسا کفر کا فتویٰ لگانا گناہ ہے، توبہ کرلینا ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبد اللطیف غفرلہ۔ الجواب صحیح: بندہ احمد عفا اللہ عنہ، ۵/رجب ۱۳۸۴ھ۔ (فتاویٰ مفتی محمود: ۲/۱۲۱)

بے خبری میں بریلوی امام کی اقتدا میں نماز پڑھ لی تو کیا حکم ہے:

سوال: ایک شخص ایک مسجد میں نماز جمعہ پڑھنے گیا، اسے معلوم نہ تھا کہ یہ مسجد کس مسلک کے لوگوں کی ہے، بعد ازاں اسے پتہ چلا کہ امام صاحب بریلوی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں، ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھ لینی چاہیے، یانہیں؟ اگر پڑھ لی گئی تو ادا ہوگی، یانہیں؟

الجواب

نماز پڑھنے کے لیے ایسا امام منتخب کرنا چاہیے، جو صحیح العقیدہ ہو؛ تاہم اگر بریلوی مسلک کے کسی امام کے پیچھے نماز بے خبری میں پڑھ لی گئی، یا اس کے علاوہ کہیں اور جماعت ملنا ممکن نہ تھا، اس حالت میں پڑھ لی گئی تو نماز ہوگئی۔ (۱) واللہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۱۵/۱۱/۱۴۰۱ھ۔ (فتویٰ نمبر: ۱۷/۲۳۰، ج) (فتاویٰ عثمانی: ۱/۴۴۲)

== وكذا كل صلاة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها. (الدر المختار، باب صفة الصلاة، انيس)

وفي الشامية: بل قال في تنقيح القدير والحق التفصيل بين كون تلك الكراهة كراهة تحريم فتجب الإعادة أو تنزيه فتستحب، إلخ. (ردالمحتار: ۱/٤٥٧) (باب قضاء الفوائت، انيس)

(۱) وفي الدر المختار: ۱/٥٦٢، ط: ايچ ايم سعيد: صلى خلف فاسق أو مبتدع نال فضل الجماعة. وقال الشامي تحته: قوله نال فضل الجماعة أفاد أن الصلاة خلفهما أولى من الإنفراد، إلخ. (مطلب: البدعة خمسة أقسام، انيس)

''یارسول اللہ'' کہنے والے کی امامت کاحکم:

سوال: گذارش ہے کہ جوپیش امام ''یارسول اللہ'' کہتا ہو،اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے، یانہیں؟

الجواب ــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اگرحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کوحاضر وناظر کا عقیدہ رکھ کر''یارسول اللہ'' پکارتا ہےتو اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے، ہوگی، حاضر وناضر سوائے ذات خدا کے کوئی دوسرانہیں ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ العبد نظام الدین الاعظمی عفی عنہ، مفتی دارالعلوم دیوبند، الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند

(نظام الفتاویٰ: ۲۱۹/۵ـ۲۲۰)

اذان وانگشت بوسی کرنے اور''صدقت یارسول اللہ'' کہنے والے کی امامت کاحکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں: ایک شخص اذان کے وقت جب کہ ''أشهد أن محمدًا رسول اللّٰه'' کہا جاتا ہے، وہ اپنے دونوں انگوٹھوں کو اپنی دونوں آنکھوں پرمس کرتا ہےاور''صدقت یارسول اللّٰه وقرة عینی فی یارسول اللّٰه'' کہتا ہے، کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے، یانہیں؟

الجواب ــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ اذان کے '' أشهد أن محمد رسول اللّٰه'' کہتے وقت دونوں انگوٹھوں کوآنکھوں پر مس کرنا ضعف بصر کے علاج کے لیے مفید ہےاور یہ جائز ہےاوراس کے پیچھے نماز درست ہے،(۱) مگر ایسا بلا ضرورت کرنا اور لازم سمجھنا بدعت ہے،(۲) اور''صدقت یارسول اللّٰه وقرة عینی یارسول اللّٰه''کہنا ناجائز ہے،(۳) اوراس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ العبد نظام الدین الاعظمی عفی عنہ، مفتی دارالعلوم دیوبند

جواب صحیح ہے، اس سلسلہ میں کوئی صحیح مرفوع حدیث ثابت نہیں۔(کذا فی ردالمحتار)

احقر محمود عفی عنہ (نظام الفتاویٰ: ۲۲۰/۵)

---

(۱) یستحب أن یقال عند سماع الأولیٰ من الشهادتین: ''صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ'' وعند الثانیة منها: ''قَرَّتْ عَیْنِیْ بِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ'' ثم یقول'' اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِیْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ''بعد وضع ظفری الإبهامین علی العینین فإنه علیه السلام یکون قائدًا له إلی الجنة، کذا فی کنز العباد، قهستانی، ونحوه فی الفتاویٰ الصوفیة، وفی کتاب الفردوس: من قبّل ظفری إبهامیه عند سماع ''أشهد أن محمدًا رسول اللّٰه'' فی الأذان أنا قائده ومدخله فی صفوف الجنة. وتمامه فی حواشی البحر للرملی عن المقاصد الحسنة للسخاوی وذکر ذلک الجراحی وأطال، ==

قیام میلاد پر حضور کی آمد کا عقیدہ رکھنے والے امام کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں: ایک شخص میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پڑھتا ہے اور وہ ذکر وولادت کے وقت قیام کرتا ہے، اس وجہ سے کہ بنی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افضل الرسل دنیا میں ہمارے لیے تشریف لائے، ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے، یا کہ نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــ وباللہ التوفیق

ذکرولادت مبارک کے وقت جو طریقہ قیام رائج ہے، وہ بدعت ہے، بعد میں جو مناقب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر کئے ہیں، وہ سب صحیح تو ہیں؛ مگر ان کا جوڑ قیام کے ساتھ نہیں، قیام کرنے والے کو اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام میلاد پر تشریف لانے کا عقیدہ رکھتے ہیں اور یہ بدعت ناجائز ہے اور ایسا سمجھنے والے کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ العبد نظام الدین الاعظمی عفی عنہ، مفتی دارالعلوم دیوبند، الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، الجواب صحیح: محمود عفی عنہ

(نظام الفتاویٰ: ۲۲۱/۵)

امام قیام سے انکار کرے:

سوال: اگر کوئی امام مسجد قیام وسلام سے انکار کرے تو کیا ان کی اقتدا از روئے شرع درست ہے، یا نہیں؟

هو المصوب ــــــــــــــ

ایسے امام کی اقتدا جائز ہے، قیام کے مروجہ طریقہ سے روکنا ایک دینی فریضہ ہے، (۱) اس کی وجہ سے امامت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا؛ بلکہ ایسے صاحب حمیت شخص کی امامت اولیٰ ہے۔

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۳۸۷/۲)

== ثم قال: ولم يصح في المرفوع من كل هذا شيء. (رد المحتار، باب الأذان، مطلب في كراهة تكرار الجماعة، تتمة: ۲٦٧/١، انيس)

(۲) "من أصر علىٰ أمر مندوب وجعله عزمًا ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الاحتمال". (مرقاة المفاتيح، باب الدعاء في التشهد: ۷۵۵/۲، انيس)

(۳) عن عائشة قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من عمل عملا ليس عليه أمرنا فهورد". (الصحيح لمسلم، كتاب الأقضية، باب نقض الأحكام الباطلة ورد محدثات الأمور. رقم الحديث: ١٧١٨، انيس)

حاشية صفحه هذا:

(۱) ونظير ذلك فعل كثير عند ذكر مولده صلى الله عليه وسلم ووضع أمه له من القيام وهو أيضا بدعة لم يرد فيه شيء. (الفتاوىٰ الحديثية لابن الحجر الهيثمي: ٥٨/١، دارالفكر بيروت، انيس)

تعزیہ داری کا عقیدہ رکھنے والے امام کا حکم:

سوال: مروجہ تعزیہ داری پر ایسا ایمان رکھنا کہ جو شخص تعزیہ داری کرتا ہے، اگر چھوڑ دے تو اس پر، یا اس کے خاندان میں سے کسی نہ کسی کے اوپر ترک تعزیہ داری کا وبال نازل ہوگا، ایسے شخص کو امام مسجد بنانا کیسا ہے؟ اور اس کی اقتدا میں نماز درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

اگر اپنا یہ عقیدہ رکھتا ہے اور لوگوں سے اپنا یہ عقیدہ بیان کرتا ہے اور کہتا ہے تو اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوگی، اس کو امام نہ بنانا چاہیے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ العبد نظام الدین الاعظمی عفی عنہ، مفتی دار العلوم دیو بند، ۱۳/۱۱/۱۳۸۸ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دار العلوم دیو بند۔ الجواب صحیح: محمود عفی عنہ، ۱۵/۱۱/۱۳۸۸ھ۔ (نظام الفتاویٰ: ۲۲۳/۵)

میلاد میں قیام کرنے والے کی امامت:

سوال: کیا فرماتے ہیں حضرات علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ اندریں مسئلہ کہ جناب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب ہیں اور حاضر ناظر ہر مجلس و ہر مکان میں ہیں اور علم کلی ہے، میلاد وغیرہ میں جو اصحاب قیام کرنا لازمی سمجھ کر اور حاضر ناظر ہر مجلس و ہر مکان میں ہیں اور علم کلی ہے، میلاد وغیرہ میں جو اصحاب قیام کرنا لازمی سمجھ کر اور حاضر وموجود سمجھ کر کرتے ہیں، عا ثبوت ملتا ہے؟ خیر القرون میں بھی قیام کرتے تھے؟ اگر ایسے اعتقاد والا صاحب امامت کرے تو نماز کا اعادہ کریں، یا کہ ہو چکی؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

غیر اللہ کے متعلق علم غیب کا عقیدہ رکھنا شرک ہے،(۱) ایسے عقیدہ سے توبہ کرنا لازم ہے، اس پر قائم رہنے والے کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہیے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے لیے کھڑے ہونے سے منع فرمایا تھا۔(۲) جب آپ کا انتقال شریف ہوا، اس کے بعد بھی وہی حکم باقی ہے، خیر القرون میں کہیں قیام معروف

---

(۱) ﴿وعنده مفاتيح الغيب لا يعلمها إلا هو﴾ (سورة الأنعام: ٥٩، انيس)

عن عائشة رضی الله عنها قال: من حدثک أن محمداً صلى الله عليه وسلم رأى ربه فقد كذب وهو يقول: ﴿لا تدركه الأبصار﴾ (الأنعام: ١٠٣) ومن حدثک أنه يعلم الغيب فقد كذب وهو يقول: ﴿لا يعلم الغيب إلا الله﴾. (صحيح البخاری، باب قول الله تعالى ﴿عالم الغيب فلايظهر﴾ الخ (ح: ٧٣٨٠) انيس)

(۲) عن أبی أمامة قال: خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم متوكئاً على عصا فقمنا إليه فقال: لا تقوموا كما تقوم الأعاجم يعظمم بعضهم بعضا. (سنن أبی داؤد، باب فی قيام الرجل الرجل (ح: ٥٢٣٠) انيس)

ومعمول نہیں، لہذا مجرد قیام بغیر اس عقیدہ باطلہ کے بھی نہ کرنا چاہیے، کرنے والا مبتدع ہے، اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفی اللہ عنہ، مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان۔ المجیب مصیب: محمد شفیع عفی عنہ، مہتمم مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

الجواب صحیح: بندہ محمد عبد اللہ غفرلہ، مفتی خیر المدارس ملتان، ۱/۷/۴/۱۳۷ھ۔ (خیر الفتاویٰ: ۳۶۸/۲)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عالم الغیب ہونے کا عقیدہ رکھنے والے امام کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر وناظر مانتے ہیں اور عالم الغیب مانتے ہیں اور نور مانتے ہیں، ان کو صراحۃً کافر کہا جا سکتا ہے، یا نہیں؟ اور ان کے پیچھے اگر نماز پڑھی جائے تو نماز ہو جائے گی؟

الجواب ـــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

نور کہنے کی توجیہ کی جاسکتی ہے، حاضر وناظر یا عالم الغیب سوائے ذات وخداوند قدوس اور کوئی نہیں، ذات خدا کے سوا کسی کو حاضر وناظر، عالم الغیب کہنا علمانے کفر کہا ہے۔ (کما فی الشامی والبحر)(۱) ایسا عقیدہ رکھنے والے کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوگی لہٰذا ادا تو ہو جائے گی مگر بکراہت۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ العبد نظام الدین الاعظمی عفی عنہ، مفتی دار العلوم دیوبند، ۱۳۹۰/۸/۱۶ھ۔

الجواب صحیح: محمود عفی عنہ، مفتی دار العلوم دیوبند (نظام الفتاویٰ: ۲۲۴/۵)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب کلی کا عقیدہ رکھنے والے کے پیچھے نماز کا حکم:

سوال: جو مولوی علم غیب کلی کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے عقیدہ رکھتا ہے اور بمتابعت مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی حضرات علماء دیوبند کو کافر کہتا ہے اور باعث فتنہ ہے، اس کے پیچھے نماز کیسی ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــــــــــــــ

اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنی چاہیے اور اس کی امامت ناجائز ہے۔ (۲) واللہ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود: ۱۱۵/۲)

(۱-۲) وفی الخانیة والخلاصة: لو تزوج بشهادة الله ورسوله لا ينعقد ويكفر لاعتقاده أن النبی يعلم الغيب. (البحر الرائق، كتاب النكاح: ۹٤/۳، دار الكتاب الإسلامی بيروت، انيس)

تزوج بشهادة الله ورسوله لم يجز بل قيل يكفر. (الدر المختار) قال ابن عابدين: قوله: (بل قيل يكفر) لأنه اعتقد أن رسول الله صلى الله عليه وسلم عالم الغيب. (ردالمحتار، كتاب النكاح: ۲۷/۳، دار الفكر بيروت، انيس)

پیغمبر علیہ السلام کے حاضر وناظر، نذر لغیر اللہ اور عبد القادر جیلانی کی امداد کے قائل کی امامت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاضر وناظر اور عالم الغیب ہے، نذر لغیر اللہ کا عقیدہ رکھتا ہو اور شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ کی امداد کا قائل ہو اور اس قسم عقائد کی تشہیر کرتا ہو، کیا اس کے پیچھے اقتدا درست ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: مولانا عبد الرحمٰن تجوڑی لکی مروت، ۱۹۷۲/۱۱/۶ء)

الجواب

بشرط صدق مستفتی یہ شخص کفر کی وجہ سے نا قابل امامت ہے،(۱) **یدل علیہ ما فی البزازیة من قال: أرواح المشائخ حاضرة یعلم الغیب تعلم یکفر. (۲) وفی شرح الفقه الأکبر: ذکر الحنفیة تصریحاً بالتکفیر باعتقاد أن النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم یعلم الغیب لمعارضةِ قوله تعالٰی: ﴿قل لایعلم من فی السمٰوت والأرض الغیب الا اللّٰہ﴾. (۳) وفی الخانیة: تصریح بکفر من تزوج امرءةً بشهادة اللّٰہ ورسوله. (۴) وهو الموفق** (فتاویٰ فریدیہ: ۲/۴۰۸-۴۰۹)

ضروریات دین سے منکر کی امامت درست نہیں ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حاضر وناظر ہیں، مختار کل اور غیب دان ہیں، بشر نہیں؛ بلکہ نور ہے، اولیاء اللہ نفع اور نقصان پہنچا سکتے ہیں، ان کے نام نذر و نیاز، ان سے مدد مانگنا اور کسی حاجت کے لیے مزار پر دیگ پکانا درست ہے، کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: عبد الغفور غشتی کیمل پور، ۱۹۷۲/۸/۱۷ء)

---

(۱) قال الحصکفی: وإن أنکر بعض ما علم من الدین ضرورة کفر بها ... فلا یصح الإقتداء به أصلاً فلیحفظ. (الدر المختار علٰی هامش ردالمحتار: ۱/۴۱۵، قبیل مطلب فی إمامة الأمرد)

(۲) الفتاوٰی البزازیة علٰی هامش الهندیة: ۶/۳۲۶، الباب الثانی فیما یتعلق باللّٰہ تعالٰی

(۳) شرح فقه الأکبر، ص: ۱۵۱، حکم تصدیق الکاهن بما یخبر به من الغیب

(۴) قال العلامة فخر الدین حسن بن منصور المعروف بقاضی خان: رجل تزوج امرأةً بغیر شهود فقال الرجل والمرأة: خدائے را وپیغامبر مرا گواہ کردیم، قالوا: یکون کفراً؛ لأنه اعتقد أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یعلم الغیب وهو ما کان یعلم الغیب حین کان فی الإحیاء فکیف بعد الموت. (فتاوٰی قاضی خان علٰی هامش الهندیة: ۳/۵۷۶، مایکون کفراً من المسلم وما لایکون)

الجواب

بشرط صدق مستفتی یہ شخص انکار ضروریات دین کی وجہ سے کافر ہے،ان کے پیچھے اقتدا درست نہیں ہے۔(۱)
وللتفصیل موضع آخر. وهو الموفق(فتاویٰ فریدیہ:۲/۴۰۵)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر نہ ماننے والے کی امامت کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہر وقت اور ہر آن سمیع و بصیر ہے اور نشیب و فراز کی مالک ہے۔

(۲) کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اگرچہ صفات بشریت کے مصداق ہوں، یا نہ ہوں، گو کتاب کا ارشاد ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود بذاتہ بشر ہیں، تب بھی ہم نہیں مانتے۔

(۳) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کا جز ہیں، ہمارا یہ عقیدہ ہے، راسخ عقیدہ ہے۔

(۴) صحابہ اور تابعین اور ائمہ اربعہ بھی حاضر کچھ نہیں، ناظر ہیں، کیا شریعت مقدسہ کا فتوی ہے کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز ہوتی ہے اور کتب ائمہ اربعہ سے مفتی بہ قول تحریر فرما کر مشکور فرما دیں؟

الجواب

یہ عقائد اور کلمات کفریہ ہیں،(العیاذ باللہ) ایسے شخص کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ واللہ اعلم
محمود عفا اللہ عنہ، مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان۔(فتاویٰ مفتی محمود:۲/۱۲۱)

گیارہویں کو ضروری کہنے والے کی امامت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ ایک بستی میں دو فرقے ہیں، ایک فرقہ گیارہویں کو اچھا اور ضروری سمجھتا ہے اور جمعرات کے ختم کو بھی ضروری سمجھتا ہے اور جب کوئی آدمی مرجاتا ہے تو تیسرے دن قل کرتے ہیں؛ یعنی چنے بھون کر تقسیم کرتے ہیں اور چالیس دن کے بعد چاول وغیرہ پکاتے ہیں اور اس کو ضروری سمجھتے ہیں۔

(۱) قال العلامة الحصكفي رحمه الله: وإن أنكر بعض ماعلم من الدين ضرورة كفر بها كقوله: إن الله تعالىٰ جسم كالأجسام وإنكاره صحبة الصديق فلايصح الاقتداء به أصلاً.(الدر المختار على هامش ردالمحتار: ٤١٥/١، مطلب في إمامة الأمرد، باب الإمامة)

عن أم سلمة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:إنما أنا بشر وإنكم تختصمون إليَّ ولعل بعضكم أن يكون ألحن بحجته من بعض فأقضي على نحو ما أسمع فمن قضيت له من حق أخيه شيئاً فلا يأخذه فإنما أقطع له قطعة من النار.(صحيح البخاري،باب موعظة الإمام للخصوم (ح:٧١٦٨)انيس)

اور دوسرا گروہ ان سب چیزوں کو برا سمجھتا ہے اور پھر کھا بھی لیتے ہیں، نیز یہ دوسرے گروہ والے لوگ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑے بھائی جتنا درجہ ہے۔

تو آپ بندہ کے دل کی تشفی فرمائیں کہ کون سا ان دونوں میں حق پر ہے اور میں کن کی جماعت کے ساتھ نماز پڑھوں، یا اکیلا ہی نماز پڑھوں؟ اور میں دیو بندی حضرات کا معتقد ہوں۔

الجواب ــ

گروہ اول کا رسومات مذکورہ کو کرنا اور ضروری سمجھنا ناجائز ہے؛ کیوں کہ ان کا کوئی ثبوت نہیں ہے اور ان کو ترک کرنا ضروری ہے اور ان رسومات میں شامل ہونا اور کھانا بھی ناجائز ہے اور گروہ ثانی کا یہ کہنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑے بھائی جتنا درجہ ہے، یہ بھی گمراہی ہے، لہٰذا دونوں فرقے ہی حق سے ہٹے ہوئے ہیں، لہذا اکیلا ہی نماز پڑھنا بہتر ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ اصغر علی غفرلہ، معین مفتی خیر المدارس ملتان، ۲/۷/۴/۱۳۷۷ھ۔ الجواب صحیح: بندہ محمد عبد اللہ غفرلہ، ۲/۷/۴/۱۳۷۷ھ

(خیر الفتاویٰ: ۲/۳۶۸-۳۶۹)

فاتحہ نہ پڑھنے والے امام کی امامت کا حکم:

سوال: ایک حافظ صاحب ایک گاؤں میں بچوں کو تعلیم دیتے ہیں اور گاؤں کی مسجد میں امامت بھی کرتے ہیں، ایک روز گاؤں کے کچھ لوگ مٹھائی مسجد میں تقسیم کرنے کے لئے لائے حافظ سے لوگوں نے مٹھائی پر فاتحہ کرنے کے لیے کہا تو حافظ صاحب نے انکار کیا اور کہا کہ دوسرے لوگ کر دیں؛ لیکن بضد ہو گئے اور یہاں تک کہا کہ آپ کو تنخواہ اسی لیے دی جاتی ہے تو حافظ نے غصہ میں آ کر یہ کہہ دیا کہ آپ لوگ خنزیر کا گوشت کھانے کے لیے کہیں تو کیا ہم کھائیں گے، یہ ہم سے ہرگز نہیں ہو سکتا، اس پر لوگ برہم ہو گئے اور اتنا برہم ہوئے کہ کچھ لوگ اس کے پیچھے نماز ہی نہیں پڑھ رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ نماز ہی نہیں ہوگی اور کچھ مولوی حضرات بھی ان جاہلوں کا ساتھ دے رہے ہیں اور اس بات کو لے کر حافظ صاحب کو گاؤں سے نکالنا چاہ رہے ہیں اور گاؤں میں بہت کشیدگی ہے اور کچھ لوگ حافظ صاحب کے پیچھے نماز بھی پڑھ رہے ہیں اور خوش نہیں اور حافظ صاحب کو اقرار ہے کہ ہم کو نہیں کہنا چاہئے تھا؛ لیکن غصہ میں وہ لفظ نکل گیا اور حافظ صاحب نے خدائے تعالیٰ سے توبہ بھی کر لیا ہے؛ لیکن لوگوں کا کہنا ہے کہ توبہ خدا سے لوگوں کے سامنے کیجئے۔

تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ حافظ صاحب اپنے قول سے اس لائق ہو گئے کہ ان کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے؟ اور امامت کر سکتے ہیں، یا نہیں؟ اور اس قول سے توبہ خدا سے لوگوں کے سامنے ضروری ہے؟ یا تنہائی میں کر لینا کافی ہے اور حافظ صاحب کا قول صحیح ہے، یا غلط؟

الجواب ـــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

مروجہ فاتحہ خلاف سنت وشریعت ہے، لہٰذا حافظ صاحب کا انکار کرنا بجا ہے، لوگوں کا فاتحہ پر اصرار کرنا غلط تھا، ان لوگوں کو توبہ کرنی چاہیے، جو ایک خلاف سنت وشریعت عمل مصر تھے، جو حضرات فاتحہ پر مصر افراد کا ساتھ دے رہے ہیں، وہ غلطی پر ہیں، لوگوں کو چاہیے کہ اس عمل سے توبہ کریں اور حافظ صاحب کی دل آزاری کی ہے، لہٰذا ان سے معافی مانگیں، ویسے حافظ صاحب کے پیچھے صرف اس وجہ سے کہ فاتحہ نہیں پڑھا، نماز پڑھنے میں کوئی کراہت نہیں، نماز جائز ہے، البتہ حافظ صاحب کو چاہیے کہ از خود ایسی جگہ کو چھوڑ دیں، جہاں کے لوگ اس درجہ نا معقول ہوں؛ لیکن صرف اس وجہ سے لوگ امام صاحب کو ہٹانا چاہیں تو ان کا یہ عمل غیر شرعی ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی (حبیب الفتاویٰ: ۳/۸۸-۸۹)

بدعات ورسومات کے مرتکب امام کے پیچھے نماز پڑھنے والے مؤذن کی امامت کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ ایک مؤذن صحیح العقیدہ ہے؛ مگر بعض دفعہ بریلوی امام کے پیچھے بھی نماز پڑھ لیتا ہے، جو بریلوی علاقہ بھر میں گیارہویں، میلاد، عرس، غیر اللہ کی نذر ونیاز اور غیر اللہ کی پکار کی تبلیغ، شرکیہ اعمال وعقائد میں مشہور ومعروف ہے، کیا اس مؤذن کی ایسے غالی مشرک مولوی کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے اور بعض دفعہ مؤذن مذکور امام کی عدم موجودگی میں نماز بھی پڑھاتا ہے، کیا اس کے پیچھے اقتدا صحیح ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ

تحقیق کی جاوے، اگر واقعی اس شخص کے عقائد شرکیہ ہوں تو اس کی امامت درست نہیں اور نماز اس کے پیچھے جائز نہیں اور اگر عقائد اس کے شرکیہ نہیں، البتہ بدعات کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کی امامت بھی مکروہ تحریمی ہے، مؤذن اگر صحیح العقیدہ ہے اور مرتکب بدعات کا نہیں تو اس کی امامت جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود: ۲/۱۱۶)

مجاور کی ولی اللہ کی امامت کرنا:

(الجمعیۃ، مورخہ: ۵/جون ۱۹۳۷ء)

سوال: اگر ایک مجاور ولی اللہ کا پیش امامی کر رہا ہے تو اس کے پیچھے نماز ہوتی ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ

مجاور اگر کوئی شرک وبدعت کا کام نہ کرتا ہو تو اس کی امامت درست ہے۔ (۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی: ۳/۱۳۳)

(۱) ویکرہ إمامة عبد وأعرابی وفاسق و أعمٰی. (الدر المختار مع ردالمحتار: ۱/۵۵۹-۵۶۰)

قبر پر چراغ روشن کرنے والے کی امامت کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں:

(۱) ایک شخص اپنے والد ماجد صاحب کے انتقال کے بعد پختہ وچونہ گچ کی قبر بنا کر جمعرات کو وہاں جا کر چراغ روشن کرتا ہے اور روکنے سے الٹا لڑتا ہے اور کہتا ہے کہ از روئے شرع شریف قبروں پر چراغ روشن کرنا جائز؛ بلکہ سعادت دارین کا سبب ہے، کیا ایسے شخص کی امامت جائز ہے، یا نہیں؟

(۲) وہ اپنے پیر صاحب کے بتلائے ہوئے وظائف کو اس طریقہ سے پڑھتا ہے، نماز کی بھی کوئی پرواہ نہیں اور لوگوں کے کہنے سے یوں فریب کاری کرتا ہے کہ جو اپنے پیر مرشد کے کہنے پر نہ چلے، وہ تو ذلیل وخوار ہو گیا اور میں تو اپنے پیر کے بتلائے ہوئے وظائف کو اس طریق سے کرتا ہوں۔

(۳) مذکور شخص کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو حاضر وناظر کہنا بے دینی ہے، یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ہے اور اگر اس کے اس عقیدہ باطلہ کی تردید قرآنی آیات واحادیث سے کی جائے تو پھر اپنے مولوی احمد یار صاحب بدایونی کی کتاب ''جاء الحق'' کا حوالہ دیتا ہے کہ انہوں نے اس طرح تحریر فرمایا ہے، بہر حال وہ بھی تو عالم ہیں، قرآن کو اچھی طرح سمجھتے ہیں، کس طرح اتنی غلطی کر سکتے ہیں۔

(۴) اسی مذکور شخص کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ اولیاء اللہ کو خداوند کریم نے سیاہ وسفید کا مختار بنا دیا ہے، جس کو چاہیں جلائیں اور جس کو چاہیں زندہ رکھیں اور اپنے اعلیٰ حضرت کی کتاب ''فتاویٰ رضویہ'' وحکیم مولوی امجد علی کی ''بہارِ شریعت'' اٹھا کر دکھاتا ہے کہ انہوں نے اس طرح تحریر فرمایا اور ان جیسا کوئی عالم نہیں گذرا، لہٰذا یہ عقائد عین جزء ایمانی ہوئے، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسے شخص کی امامت جائز ہے، یا نہیں؟ اور یہ مذکور شخص ایسے عقائد رکھ کر کون سے گناہ کا مرتکب ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

مذکورہ شخص کے عقائد واعمال سراسر اسلام کے خلاف ہیں، اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ، مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان۔ (فتاویٰ مفتی محمود: ۲/۱۱۷)

قبر والوں سے مشکل کشائی کا عقیدہ رکھنے والے کی امامت کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جس آدمی کا عقیدہ یہ ہو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم علم غیب جانتے ہیں اور بشر (انسان) کہنے سے غصہ لگتا ہے اور قبر والوں سے حاجت روائی مشکل کشائی سفارش کروانے کو ضروری سمجھتا ہے، اس کے پیچھے نماز پڑھنا اور اس کو مستقل امام بنانا درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

شرح فقہ اکبر میں ہے:

ثم إعلم أن الأنبیا ء علیهم السلام لم یعلموا المغیبات من الأشیاء، إلاما علمهم اللّٰه تعالیٰ أحیانًا وذکر الحنفیة تصریحًا بالتکفیر باعتقاد أن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم یعلم الغیب، لمعارضة قوله تعالیٰ: ﴿قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ﴾ کذا فی المسائرة. (۱۵۸/۱)(۱)

پس معلوم ہوا کہ شخص مذکور کا عقیدہ غلط ہے، ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنے سے احتراز لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ، نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اس شخص کی اقتدا کرنا اور امام بنانا جائز نہیں۔

الجواب صحیح: محمود عفا اللہ عنہ، مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان (فتاویٰ مفتی محمود: ۱۲۴/۲)

جس کا عقیدہ یہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام چیزوں کا علم تھا، اس کی امامت:

سوال: اگر کوئی شخص اس بات کا معتقد ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم کلی، یا جزئی تھا تو اس کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

بعض مغیبات کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو باعلام حق تعالیٰ ہونا مسلم ومتفق علیہ ہے، البتہ یہ عقیدہ رکھنا کہ جمیع مغیبات کا علم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا، یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب بالاستقلال تھے، خلافِ عقیدہ اہل سنت والجماعت ہے، ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنے سے احتراز کرنا لازم ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۱۲۱/۳)

مزار کی مٹی کھانے والے اور اس پر سجدہ کرنے والے کی امامت:

سوال: جو شخص مزار کی مٹی کھاتا ہے اور مزار پر سجدہ کرتا ہے، اگر وہ شخص مرغی، یا خصی، یا مٹھائی خادم کو دے تو کیا وہ سب چیزیں حرام ہیں؟ اور اس کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

---

(۱) شرح الفقه الأکبر لملا علی قاری، الأنبیاء لم یعلموا المغیبات: ۱۸۳، المطبع الحنفی، انیس

ذکر الحنفیة (فی فروعهم) تصریحا بالتکفیر باعتقاد أن النبی یعلم الغیب لمعارضة قوله تعالی ﴿قل لا یعلم من فی السموت والارض الغیب إلا اللّٰه﴾ (المسامرة شرح المسائرة: ۲۱۲/۲، دائرة المعارف الاسلامیة)

(۲) علم المغیبات من اختصاص اللّٰه تعالیٰ فلا یعلمها أحد من خلقه لا جنی ولا غیره إلا ما أوحی اللّٰه به إلی من یشاء من ملائکته أو رسله. (فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث والإفتاء: ۳۴۶/۱، الریاض، انیس)

ویکره إمامة عبد، إلخ، وفاسق، ومبتدع: أی صاحب بدعة وهی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول. (الدر المختار علیٰ هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱_۵۲۴، ظفیر)

الجواب ــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

اگر یہ چیزیں بزرگ کے نام پر چڑھاوے کی ہیں تو ان کا لینا حرام ہے،(۱) ایسے شخص کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔(۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند،۱۳۸۹/۲/۲۲ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۲۶۲/۶-۲۶۳)

چڑھاوا، اور دیگ چڑھانے والے کی امامت:

سوال: ہم لوگ جماعت دیوبندیہ کے ساتھ ہیں اور ہماری مسجد کے امام صاحب قبروں پر چڑھاوا چڑھاتے ہیں اور پیروں کے نام کی دیگیں بھی کرتے ہیں اور دیوبندی علماء کو برا بھلا کہتے ہیں کہ ان کے پاس کچھ نہیں ہے، میں نے سب پر ہاتھ پھیر رکھا ہے، وہ تبلیغ کو غلط بات کہتے ہیں، وہ سنت کو ایک ایک رکعت کر کے پڑھتے ہیں، کیا ہماری نماز ایسے امام کے پیچھے ہو جاتی ہے یا نہیں؟ ان کا رکھنا کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

قبروں پر چڑھاوا چڑھانا، پیروں کے نام کی دیگیں کرنا،(۳) علماء حق کو برا کہنا سنتیں مستقل ترک کرنا، یہ ایسی

---

(۱) واعلم أن النذر الذی یقع للأموات من أکثر العوام وما یؤخذ من الدراهم والشمع والزیت ونحوها إلیٰ ضرائح الأولیاء الکرام تقربا إلیهم فهو بالإجماع باطل و حرام مالم یقصدوا اصرفها لفقراء الأنام وقد ابتلیٰ الناس بذلک". (الدرالمختار، کتاب الصوم، فصل فی العوارض المبیحة لعدم الصوم: ۴۳۹/۲ ،سعید)(فصل فی صوم الست من شوال،انیس)

(۲) ویکره إمامة عبد وأعرابی و فاسق وأعمٰی". (الدرالمختار)

"قوله:(وفاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الإستقامة، ولعل المراد به من یرتکب الکبائر کشارب الخمر، والزانی وآکل الربا ونحو ذلک... وأن کراهة تقدیمه کراهة تحریم". (الدرالمختار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۹/۱-۵۶۰، سعید)(مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

(۳) واعلم أن النذر الذی یقع للأموات من أکثر العوام وما یؤخذ من الدراهم والشمع والزیت ونحوها إلیٰ ضرائح الأولیاء الکرام تقربًا إلیهم فهو بالإجماع باطل وحرام مالم یقصدوا صرفها لفقراء الأنام وقد ابتلیٰ الناس بذلک. (الدرالمختار، فصل فی العوارض المبیحة لعدم الصوم: ۴۳۹/۲ ،سعید)(مطلب فی صوم الست من شوال،انیس)

ویکره إمامة عبد وأعرابی و فاسق وأعمٰی. (الدرالمختار)

"قوله:(وفاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من یرتکب الکبائر کشارب الخمر، والزانی وآکل الربا ونحو ذلک...وأن کراهة تقدیمه کراهة تحریم". (الدرالمختار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۹/۱-۵۶۰، سعید)(مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد،انیس)

خرابیاں ہیں کہ جب تک ان سے توبہ نہ کرے، اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے، ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دیوبند سہارنپور، ۱۳۹۱/۶/۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۶۳/۶)

مرشد کے نام کا جھنڈا لگانے والے کی امامت:

سوال: ایک مسجد کے پیش امام اپنے مرشد کے نام کا جھنڈا لگاتے ہیں اور نیاز وغیرہ کر کے کھا لیتے ہیں اور مزار کی پرستش کرتے ہیں، ان کے پیچھے نماز درست ہوگی، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

اگر خدا کے نام پر غریبوں کو دے کر اپنے مرشد کو ثواب پہو نچادیں تو درست ہے، اگر مرشد ہی کے نام پر نیاز کرتے ہیں اور خود کھا لیتے ہیں تو یہ طریقہ غلط ہے۔(۲)

---

(۱) قال سهل بن عبدالله التستری: لا يزال الناس بخير ما عظموا السلطان والعلماء فإن عظموا هٰذين أصلح الله دنياهم وأخراهم وإن استخفوا بهذين أفسد دنياهم وأخراهم. (عقيدة المسلم فی ضوء الكتاب والسنة. (تفسير القرطبی: ۲۶۰/۵، انيس)

أن الاستهزاء بالعلماء والصالحين لأجل ما هم عليه من العلم الشرعی واتباعهم للقرآن الكريم والسنة النبوية الصحيحة هو فی حقيقته استهزاء بآيات الله تعالیٰ وسخرية بشرائع دين الله عزوجل ولا شک أن هذا الاستهزاء كفر يناقص الإيمان يقول الله تعالیٰ: ﴿وإذا علم من آياتنا شيئا اتخذها هزوا أولئک لهم عذاب مهين﴾ (الجاثية: ۹) ولم يجیء إعداد العذاب المهين إلا فی حق الكفار. (الصارم المسلول لابن تيمية، ۵۲، انيس)

وفی الخلاصة: من قال: قصصت شاربک وألقيت العمامة علی العاتق استخفافاً يعنی بالعالم أو بعلمه كفر. (الموسوعة العقدية-الدرر السنية، المطلب الثانی: الإستهزاء بالعلماء: ۶۱/۷، انيس)

ويكره إمامة عبد وأعرابی و فاسق وأعمٰی". (الدر المختار)

"قوله: (وفاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة، و لعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر، والزانی وآكل الربا ونحو ذلک... أن كراهة تقديمه كراهة تحريم". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۹/۱-۵۶۰، سعيد) (مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد، انيس)

(۲) واعلم أن النذر الذی يقع للأموات من أكثر العوام وما يؤخذ من الدراهم و الشمع والزيت ونحوها إلٰی ضرائح الأولياء الكرام تقربًا إليهم، فهو بالإجماع باطل وحرام مالم يقصدوا صرفها لفقراء الأنام، وقد ابتلٰی الناس بذلک". (الدر المختار، كتاب الصوم، فصل فی العوارض المبيحة لعدم الصوم: ۴۳۹/۲، سعيد) (مطلب فی صوم الست من شوال، انيس)

ويكره إمامة عبد وأعرابی و فاسق وأعمٰی". (الدر المختار) "قوله: (وفاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الإستقامة، و لعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر، والزانی وآكل الربا ونحو ذلک... وأن كراهة تقديمه كراهة تحريم". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۹/۱-۵۶۰، سعيد)

پیر کے نام کا جھنڈا لگانا بھی غلط ہے،(۱) مزار کی پرستش (سجدہ کرکے) تو مشرکانہ طریقہ ہے،(۲) ایسا شخص امام بنانے کے قابل نہیں، جب تک توبہ کرکے اصلاح نہ کرے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱/۱۳۹۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۶۳/۶-۲۶۴)

ہندوؤں کا بکرا ذبح کرنے والے کی امامت:

سوال (۱) اہل ہنود کافر، زید کے مکان پر آئے اور کہا: چلو صاحب ہمارے دو بکرے ذبح کردو، یہ مسلمان اس کے ساتھ دریا پر بلا روک ٹوک چلا گیا، ذبح کرنے سے پہلے اس مسلمان نے ان آدمیوں (کفاروں) سے دریافت کیا کہ بکروں کو کس کے واسطے ذبح کرتے ہو، کہا کہ ہمیں خواجہ کی بھینٹ دینی منظور ہے، ان اہل ہنود کے ساتھ سوائے بکروں کے دلیا بھی بھیٹ کے لئے موجود تھا، جو مسلمانوں کی نظروں نے بھی دیکھا ہے، اب پوچھنا اس امر کا ضروری ہے کہ ایسے آدمی کے پیچھے نماز پڑھنی کیسی ہے؟

(۲) اب اس مسلمان آدمی سے دو چار گاؤں کے آدمیوں نے جو اس گاؤں میں رہتے ہیں، جہاں یہ پڑھا لکھا مسلمان رہتا ہے، پوچھا کہ تم نے ان اہل ہنود کے وہ بکرے کیوں ذبح کئے؟ یا ایسا امر کیوں کیا؟ تو اب وہ مسلمان پوچھنے والے کو جواب دیتا ہے کہ میں نے ان سے کہا ہے کہ تم اس کو رب کے واسطے ذبح کرو اور ثواب اس کا خواجہ کو پہونچاؤ، یہ مسلمان آدمی شاید ان پوچھنے والوں کے رعب داب سے یہ بات کہتا ہے، یا شریعت کے ڈر سے ہمیں کافی ثبوت نہیں کہ اس نے ان سے ایسا کہا، یا نہیں کہا؛ کیوں کہ دوسرا سوائے اہل ہنود اور اس ذبح کرنے والے کے اور مسلمان وہاں موجود نہیں تھا، باقی وہ اپنی زبان سے اس بات کو ضرور کہتا ہے، اس آدمی کو ایسا جواب دینا کیسا ہے؟

(۳) یہ مسلمان ہر ایک پوچھنے والے کو جواب دیتا ہے کہ مسئلہ صحیح ہے، اس مسئلے کو وہ مسلمان صحیح اس واسطے کہتا ہے کہ اگر وہ ان بکروں کو گنڈا (۳) سے مارتے تو ان کی جان بری طرح سے نکلتی، چلو شریعت کی تکبیر سے حلال ہی کرو، اس خیال سے حلال کرنا کیسا ہے اور اس مسلمان کی سب باتیں شریعت کی رو سے تحریر کرنی ضروری ہے؟

---

(۱) ”[تنبیہ]: کرہ بعض الفقهاء وضع الستور والعمائم والثیاب علی قبور الصالحین“. (ردالمحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی اللبس: ۳۶۳/۶، سعید)

(۲) قال الإمام الشاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ: ”فمنها أنهم کانوا یسجدون للأصنام والنجوم، فجاء النهی عن سجدة غیر اللہ، قال: قال تعالیٰ: ﴿ولا تسجدوا للشمس ولا للقمر، واسجدوا للہ الذی خلقهن﴾ (سورة فصلت: ۳۷) (حجة اللہ البالغة، المبحث الخامس مبحث البر والإثم، السجود لغیر اللہ: ۱۸۴/۱، قدیمی)

(۳) ”گنڈاسا: چارا کاٹنے کا ہتھیار، لاٹھی میں لگا ہوا لوہے کا تیز ہتھیار“۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۱۰۹، فیروز سنز، لاہور)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

اگران مسلمان نے ان کفار سے یہ کہا کہ ان بکروں کوخدا کے نام پر ذبح کرواور ثواب خواجہ کو پہونچاؤ، تب تو اس کے ذبح کرنے میں کوئی نقصان نہیں،(۱) اس سے اس کی امامت میں کوئی خرابی نہیں آئی اور جب کہ کوئی اور شخص وہاں موجود نہیں تھا اور وہ مسلمان کہتا ہے کہ میں نے ایسا کہا تو پھراس کا عتبار کیوں نہیں کیا جاتا، تردید کی وجہ کیا ہے، اس کا اعتبار کرنا چاہئے، محض اس وجہ سے کہ یہ شاید پوچھنے والوں کے رعب سے، یا شریعت کے مسئلہ سے ڈرکراب بات بناتا ہے اوراس وقت اس نے نہیں کہا ہوگا، اس کا اعتبار نہ کرنا اور اس کو جھوٹا سمجھنا جائز نہیں، جب کوئی پکی دلیل نہ ہو، مسلمان کے قول کا اعتبار کرنا چاہئے۔(۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۵۹/۶/۱۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۵۹/۶/۱۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۶۴/۶-۲۶۶)

---

(۱) قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿فکلوا مما ذکر اسم اللّٰہ علیہ إن کنتم بآیاتہ مؤمنین﴾ (الأنعام: ۱۱۸)

''ھٰذا إباحة من اللّٰہ، لعبادہ المؤمنین أن یاکلوا من الذبائح ماذکر علیہ إسمہ، وھو مفھومہ: أنہ لایباح ما لم یذکر اسم اللّٰہ علیہ، کما کان یستبیحہ کفار قریش من أکل المیتات، وأکل ماذبح علیٰ النصب وغیرھا''. (تفسیر ابن کثیر: ۲۲۶/۲، مکتبة دار الفیحاء، دمشق)

''للإنسان أن یجعل ثواب عملہ لغیرہ صلاة أوصوماً أوصدقة أوغیرھا، کذا فی الھدایة، بل فی زکاة التتارخانیة عن المحیط: الأفضل لمن یتصدق نفلاً أن ینوی لجمیع المؤمنین والمؤمنات؛ لأنھا تصل إلیھم ولاینقص من أجرہ شیء، آہ. ھومذھب أھل السنة والجماعة''. (ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة: ۲۴۳/۲، سعید) (مطلب فی زیادة القبور، انیس)

(۲) عن أبی ظبیان عن أسامة بن زید وھٰذا حدیث ابن أبی شیبة، قال: بعثنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی سریة، فصبحنا الحرقات من جھینة، فأدرکت رجلاً فقال: لاإلٰہ إلا اللّٰہ، فطعنتہ فوقع فی نفسی من ذلک، فذکرتہ للنبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم، فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: ''أقال لا إلٰہ إلا اللّٰہ وقتلتہ''؟ قال: قلت: یارسول اللّٰہ! إنما قالھا خوفاً من السلاح قال: ''أفلا شققت عن قلبہ حتیٰ تعلم أقالھا أم لا''، آہ. (الصحیح لمسلم، کتاب الإیمان، باب تحریم قتل الکافر بعد قولہ: لا إلٰہ إلا اللّٰہ: ۶۸/۱) (رقم الحدیث: ۹۶، انیس)

قال الإمام النووی رحمہ اللّٰہ تعالیٰ: ''ومعناہ أنک إنما کلفت بالعمل بالظاھر وما ینطق بہ اللسان، وأما القلب فلیس لک طریق إلیٰ معرفة ما فیہ، فأنکر علیہ امتناعہ من العمل بما ظھر باللسان، وقال: ''أفلا شققت عن قلبہ'' لتنظر ھل قالھا القلب واعتقدھا وکانت فیہ أم لم تکن فیہ، بل جرت علیٰ اللسان فحسب''. یعنی وأنت لست بقادر علیٰ ھٰذا فاقتصر علیٰ اللسان فحسب یعنی ولا تطلب غیرہ''. (الکامل للنووی علیٰ الصحیح لمسلم، کتاب الإیمان، باب تحریم قتل الکافر بعد قولہ: لا إلٰہ إلا اللّٰہ: ۶۸/۱، قدیمی)

میلاد اور دسویں میں شریک ہونے والے کی امامت:

سوال: جو شخص صرف اس وجہ سے امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا کہ امام صاحب دسویں اور میلاد شریف میں شرکت نہیں کرتے، ایسے شخص کے لیے کیا حکم ہے؟ کیا ایسے امام کے پیچھے ہماری نماز ہوگی، یا نہیں؟

(ظہور احمد، جامع مسجد کوکرو، ضلع مظفر نگر)

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

میلاد مروجہ، دسویں، وغیرہ ثابت نہیں، بدعت ہے،(۱) ان چیزوں میں اگر امام شرکت نہ کرے تو امامت میں خلل نہیں آتا، جو شخص ان باتوں میں شریک نہ ہونے والے امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا، وہ غلطی پر ہے، تارک سنت ہے،(۲) جماعت کے ثواب سے محروم ہے، اس کو باز آنا چاہیے۔(۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۹/۲/۱۱ھ۔(فتاویٰ محمودیہ: ۲۶۶/۶-۲۶۷)

---

(۱) ومن جملة ما أحدثوه من البدع مع اعتقادهم أن ذلک من أکبر العبادات وإظهار الشعائر ما يفعلونه فی شهر ربيع الأول من المؤلد، وقداحتوٰی علی بدع ومحرمات جُمَّة، فمن ذلک استعمالهم المغانی ومعهم آلات الطرب من الطار المصرصر والشبابة، وغير ذلک مما جعلوه آلة للسماع، ومضوا فی ذلک علی العوائد الذميمة، فی كونهم يشتغلون فی أکثر الأزمنة التی فضلها الله تعالیٰ وعظمهابدع و محرمات. (المدخل، فصل فی المولد: ۳/۲، مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر)

قال الله تعالیٰ: ﴿لقد كان لكم فی رسول الله أُسوة حسنة﴾ (سورة الأحزاب: ۲۱)

عن حذيفة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله تعالیٰ عليه وسلم: لا يقبل الله لصاحب بدعة صوماً ولاصلاةً ولا صدقةً ولاحجاً ولا عمرةً ولاجهاداً ولا صرفاً ولا عدلاً يخرج من الإسلام كما تخرج الشعرة من العجين. (سنن ابن ماجة، باب اجتناب البدع والجدول، ص: ٦، میرمحمد کتب خانة کراچی) (رقم الحديث: ٤٩، انيس)

"عن عائشة رضی الله عنهاقالت: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: "من أحدث فی أمرنا هٰذا ما ليس منه فهو رد". (الصحيح لمسلم، كتاب الأقضية، باب نقض الأحكام الباطلة ورد محدثات الأمور: ۲ / ۷۷، قديمی) (رقم الحديث: ۱۷۱۸، انيس)

ويكره اتخاذ الضيافة من الطعام من أهل الميت؛ لأنه شرع فی السرور لافی الشرور، وهی بدعة مستقبحة ... وأطال فی ذلک فی المعراج، وقال: وهذه الأفعال كلها للسمعة والرياء، فيحترزعنها؛ لأنهم لايريدون بها وجه الله تعالیٰ. (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة: ۲۴۰/۲-۲۴۱، سعيد)

(۲) "والجماعة سنة مؤكدة للرجال، وقيل: واجبة، وعليه العامة". (الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۳/۱-۵۵۴، سعيد)

(۳) عن ابن عمر عن النبی صلی الله عليه وسلم قال: صلاة الرجل فی الجماعة تزيد علی صلاته وحده سبعا وعشرين. (صحيح لمسلم، باب فضل صلاة الجماعة وبيان التشديد، الخ (ح: ٦٥٠) انيس)

تیجہ چالیسواں کرانے والے کی امامت:

سوال: ایک امام تیجہ، دسواں، چالیسواں بھی حدیث سے ثابت فرماتے ہیں، یہ کہاں تک درست ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

ان امام صاحب سے وہ حدیث پورے مع حوالہ کے لکھوایئے، تب اس کے متعلق کچھ لکھا جائے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۶۷/۶)

علما کے حقوق کو انبیا کے حقوق کے برابر کہنے والے امام کا حکم:

سوال: ایک شخص کہتا ہے کہ علما کے حقوق انبیاء کے حقوق کے برابر ہیں، دلیل یہ پیش کرتا ہے کہ علما، انبیا کے وارث ہیں۔ کیا اس شخص کا قول صحیح ہے؟ اگر صحیح ہے تو کیا ایسے شخص کی اقتدا میں نماز درست ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ و باللّٰہ التوفیق

علماء ربانیین انبیاء کرام کے بیشک وارث ہیں، (۱) اور ان کے بھی حقوق ہیں؛ لیکن بالکل انبیاء علیہم السلام کے حقوق نہیں ہیں، نفس حقوق جیسے نہیں ہیں، نفس حقوق و تعظیم میں شریک ہیں، درجات حقوق و درجات تعظیم میں نہیں شریک ہیں؛ اس لیے قائل کے قول کی توجیہ ہوسکتی ہے، جب تک صریح غلطی ظاہر نہ ہو، اس کی اقتدا درست رہے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ العبد نظام الدین الاعظمی عفی عنہ، مفتی دار العلوم دیوبند، ۲۲/۱۱/۱۳۸۵ھ۔

الجواب صحیح: محمود عفی عنہ، ۱۴/۱۱/۱۳۸۵ھ۔ (نظام الفتاویٰ: ۲۲۴/۵-۲۲۵)

مشائخ حقہ کو برا بھلا کہنے اور ان پر الزام لگانے والے امام کا حکم:

سوال: وہ شخص (جو اپنے آپ کو مذہب کا پیشوا سمجھے، جب کہ اس کے پاس کسی قسم کی تعلیم و تربیت یا سند نہیں ہے، صرف لوگوں اور سفر وغیرہ کی کسی سنی باتوں پر یقین و اعتماد اور ایمان رکھے) کسی ایسے عالم اور فاضل سے بلا وجہ کا بغض و کینہ رکھے، اس کے ہر کام میں ذاتی و باطنی میں غلطیاں اور کمیاں تلاش کرے، دوسروں کے سامنے اس عالم کی

---

(۱) عن أبی الدرداء عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم أنه قال: "العلماء ورثة الانبياء، إن الأنبياء لم يورثوا دينارا ولا درهما إنما ورثوا لعلم، فمن أخذه، أخذ بحظ وافر". (سنن الترمذی، باب ماجاء فی فضل الفقه علی العبادة (ح: ٢٦٨٢)/سنن أبی داؤد، باب الحث علی طلب العلم (ح: ٣٦٤١) انیس)

غیبت غیر موجودگی میں کرے اور چھوٹے الفاظ اس کی شان میں کہے، اسے ہر طرح سے بے عزت اور رسوا کرنے کی کوشش کرے، یہ جانتے ہوئے بھی کہ یہ فعل صرف ذات خداوندی کے ہی پاس ہے۔

وہ شخص جو مذہبی تعلیم وتربیت اور سند سے پرے ہو اور اپنے مذہب کا اور مسجد کا ٹھیکیدار، متقی، پرہیز گار تسلیم کروانا چاہتا ہو، نیت نماز میں ایک کولہے پر کھڑا رہے، بار بار پیروں کے لیے جگہ بدلے، رکوع سجدہ اور قیام جو نماز کے اہم ستون ہیں، اہتمام نہ کرے، رکوع سے فوراً کھڑا ہونا، فوراً سجدہ کر کے دوسرا سجدہ ادا کرنا اور پھر سلام پھیر لینا، گویا نماز جلد اختتام از جلد اختتام تک پہنچانا، نگاہوں کو کبھی اِدھر اُدھر پھرانا، ایسا نماز کا معمول بنالینا؟

الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

جو شخص علما ومشائخ حقہ کو برا بھلا کہتا ہو، ان کی نسبت مذکورہ برائیاں کرتا ہو، یا نماز کو سنت کے خلاف پڑھتا ہو، رکوع وسجود وغیرہ ٹھیک نہ کرتا ہو، بلکہ واجبات تک ترک کرتا ہو، اس کو امام نہ بنایا جائے، اگر وہ سمجھانے سے، منع کرنے سے بھی اپنی غلطیوں وکوتاہیوں سے باز نہ آئے تو اس کے پیچھے نماز با کراہت تحریمی ادا ہوگی۔(۱) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ العبد نظام الدین الاعظمی عفی عنہ، مفتی دار العلوم دیو بند

الجواب صحیح: محمد ظفیر غفرلہ۔ الجواب صحیح: کفیل الرحمٰن نشاط۔ (نظام الفتاویٰ: ۲۲۵/۵-۲۲۶)

---

(۱) أن الاستهزاء بالعلماء والصالحين لأجل ما هم عليه من العلم الشرعي واتباعهم للقرآن الكريم والسنة النبوية الصحيحة هو في حقيقته استهزاء بآيات الله تعالىٰ وسخرية بشرائع دين الله عزوجل ولا شك أن هذا الاستهزاء كفر يناقص الإيمان يقول الله تعالىٰ:﴿وإذا علم من آياتنا شيئا اتخذها هزوا أولئک لهم عذاب مهين﴾ (الجاثية:۹) ولم يجيء إعداد العذاب المهين إلا في حق الكفار.(الصارم المسلول لابن تيمية،:۵۲، انيس)

چار رکعت والی نماز کے دوسری اور تیسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ ضم سورت کی بحث میں علامہ شامی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ خلاف سنت سے عمل میں کراہت آجاتی ہے۔

(قوله:وهل يكره)أي ضم السورة (قوله:المختار لا)أي لا يكره تحريما بل تنزيها لأنه خلاف السنة، آه.(رد المحتار،واجبات الصلاة:۴۵۹/۱،دار الفكر،انيس)

عن أبي هريرة أن النبي صلى الله عليه وسلم دخل المسجد، فدخل رجل، فصلى، ثم جاء فسلم على النبي صلى الله عليه وسلم فردالنبي صلى الله عليه وسلم فقال:ارجع فصل فإنک لم تصل،فصلى ثم جاء فسلم على النبي صلى الله عليه وسلم فقال:ارجع فصل فإنک لم تصل ثلاثا،فقال:والذي بعثک بالحق فما أحسن غيره فعلمني، قال:إذا قمت إلى الصلاة فكبر ثم اقرأ ما تيسر معک من القرآن ثم اركع حتى تطمئن راكعا ثم ارفع حت تعتدل قائما ثم اسجد حتى تطمئن ساجدا ثم ارفع حتى تجمئن جالسا ثم اسجد حتى تطمئن ساجدا ثم افعل ذلک في صلاتک كلها.(صحيح البخاري،باب أمر النبي صلى الله عليه وسلم الذي لا يتم ركوعه بالاعادة(ح:۷۹۳)انيس)

ترک السنة أهون من ترک الواجب.(المحيط البرهاني،الفصل السادس والعشرون في صلاة العيدين:۱۰۷/۲،دار الفكر،انيس)

علمائے دیوبند کو کافر اور مرتد کہنے والے امام کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین یہاں ہمارے یہاں ایک مسجد ہے، جس پر بریلوی کا زور ہے اور اس کا امام نہایت ہی فحش گو ہے، علمائے دیوبند کو کافر، کبھی مرتد، کبھی انسانی صورت میں ابلیس (نعوذ باللہ منہ) اور ان کے ماننے والوں کو بھی یہی کہتا ہے، نیز ان کے ساتھ کھانا، پینا، اٹھنا، بیٹھنا، بات کرنا، سلام مصافحہ، حتیٰ کہ ان کے پاس کھڑا ہونا اور ان کے پاس سے گذرنے کو بھی حرام بتلاتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گستاخ بتلاتا ہے تو کیا ہم ایسے شخص کو امام بنا سکتے ہیں؟ جب کہ اس امام کے پیچھے نماز پڑھنے کو دل نہیں مانتا، کیا ہم اس نماز کا اعادہ کر سکتے ہیں، جب کہ ہمارا گھر مسجد کے پہلو میں ہے اور نہ ہی قرب و جوار میں کوئی مسجد، جہاں اپنی نماز ادا کریں، واضح فرمائیں؟

الجواب ــــــــــــ و باللہ التوفیق

اگر واقعی اس امام کے یہاں حالت وعقائد ہیں تو اس کو امام نہ بنانا چاہیے، (۱) اور اگر بغیر فتنہ وفساد کے معزول کر کے دوسرا دیندار محتاط اور متبع سنت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شخص، جو امامت کا اہل ہو، مقرر کر سکتے ہیں تو اس کو ہٹا کر دوسرا شخص، مذکورہ صفت کا مقرر کر لیں اور اگر ایسا کر لینے پر استطاعت نہ ہو تو جانتے بوجھتے، اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں؛ بلکہ نماز کے لئے کوئی ایک کمرہ مقررہ کر کے سب لوگ اس میں جماعت سے نماز پڑھیں، تاوقتیکہ ایسا امام ہٹ نہ جائے اور جو نمازیں لاعلمی میں پڑھ لی گئیں ہیں، ان کا دہرانا لازم نہ رہے گا، البتہ جو شخص آسانی سے اعادہ کر لینے پر قادر ہوا اور اعادہ کر لے تو بہتر وتقویٰ رہے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ العبد نظام الدین الاعظمی عفی عنہ، مفتی دار العلوم دیوبند، ۱۴۰۹/۹/۲۹ھ۔

الجواب صحیح: حبیب الرحمٰن خیر آبادی، ۳۰ رشوال ۱۴۰۹ھ۔ (نظام الفتاویٰ: ۲۲۶/۵-۲۲۷)

دیوبندی اور اس سے مرید ہونے والے بریلوی کی امامت:

سوال: ہمارے گاؤں کی مسجد کے موجودہ امام فاتحہ، نیاز وسلام اور قیام کرنے کے قائل ہوتے ہوئے بھی دیوبندی مدرسہ جامعہ عربیہ اشرفیہ دیناجپور کے مہتمم حضرت مولانا حاجی محمد اکرام صاحب سے مرید ہوئے ہیں، اس امام کے پیچھے عقائد اہل سنت رکھنے والوں کی نماز درست ہے، یا نہیں؟

(۱) عن أبی بکرة رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: "اغد عالما أو متعلما أو مستمعا أو محبا ولا تکن الخامسة فتهلک" قال: عطاء: قال لی مسعر بن کدام: یا عطاء زدتنا فی هذا الحدیث زیادة لم تکن فی أیدینا وإنما کان فی أیدینا "اغد عالما أو متعلما" یا عطاء! ویل لمن لم یکن فیه واحدة من هذه، قال أبوعمر: الخامسة التی فیها الهلاک معاداة العلماء وبغضهم ومن لم یحبهم فقد أبغضهم أو قارب ذلک وفیه الهلاک، واللہ أعلم. (جامع بیان العلم وفضله، باب قوله صلی اللہ علیه وسلم: العلم: ۱۴۷/۱، دار ابن الجوزی، انیس)

دارالافتاادارۂ شرعیہ کا جواب:

صورت مسئولہ میں اگر مذکورہ امام نے عقائد علماء دیوبند پر مطلع ہوکر اور انہیں حق جان کر ایسے بددین کے ہاتھ پر بیعت کیا، جس کے عقائد کفریہ أظھر من الشمس ہیں تو شرعاً حقاً ایماناً اس کی اقتدا باطل، نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔

مجمع الأنهر میں ہے:

"من شک فی عذابه و کفره فقد کفر". (۱)

مسلمانوں کو ایسے امام سے فوراً رشتۂ ایمان توڑ لینا چاہیے۔ حدیث شریف میں ہے:

"إیاکم و إیاهم لایضلونکم و لایفتنونکم". (۲) (ان سے تم بچو اور انہیں اپنے سے دور رکھو، کہیں وہ تمہیں گمراہی وفتنہ میں نہ ڈالدیں)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد ابوالکلام فیض مصباحی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ پٹنہ، بہار

دارالافتاءامارت شرعیہ کا جواب:

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفیق

علماءِ دیوبند کے وہی عقائد ہیں، جو اہل سنت والجماعت، جمہور صحابہ، تابعین اور ائمۂ اربعہ کے عقائد ہیں، (۳) یہ حضرات سچے اور مخلص ایماندار ہیں، ان کی امامت بلاشبہ جائز و درست ہے اور ان کی اقتدا میں نماز پڑھنا صحیح ہے، ان پر کفر کا فتویٰ لگا کر ان کو اسلام سے الگ قرار دینا گمراہی اور جہالت ہے، اللہ تعالیٰ ایسے فتویٰ دینے والوں کو ہدایت دے اور فکر سلیم عطا فرمائے اور دین کے راستہ پر چلائے۔ (آمین)

ہر شخص کو اپنے ایمان وعمل کا محاسبہ کرنا چاہئے، اللہ کے یہاں ہر ایک کو جانا ہے، وہاں کفر وایمان کا فیصلہ ہوجائے گا، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سہیل احمد قاسمی، ۵/صفر ۱۴۱۴ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/۴۲۲، ۴۲۴)

---

(۱) مجمع الأنهر فی شرح ملتقی الأبحر، فصل فی بیان أحکام الجزیة: ۱/۶۷۷، دار إحیاء التراث العربی، انیس

(۲) صحیح لمسلم عن أبی هریرة عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم، باب فی الضعفاء والکذابین (ح:۷) انیس

(۳) اس طرح کے لوگ اہل سنت والجماعت میں شامل ہیں، جن کی نجات وکامیابی کی بشارت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ [مجاہد]

"عن عبد اللّٰه بن عمرو قال: قال رسول صلی اللّٰه علیه وسلم:" لیأتین علی أمتی کما أتی علی بنی إسرائیل حذو النعل حتی إن کان منهم من أتی أمة علانیة لکان فی أمتی من یصنع ذلک وإن بنی إسرائیل تفرقت علی ثنتین وسبعین ملة وتفترق أمتی علی ثلاث و سبعین ملة کلهم فی النار إلا ملة واحدة قالوا ومن هی یا رسول اللّٰه قال ما أنا علیه وأصحابی. {رواه الترمذی} (مشکوة المصابیح، باب الإعتصام بالکتاب والسنة، الفصل الثانی: ۱/۳۰) (رقم الحدیث: ۱۷۱، انیس)

امامت سے متعلق چند مسائل:

سوال (۱) ایک شخص عرصہ ۱۵؍سال سے یہاں عیدین کی امامت کررہے تھے، بستی والوں نے ان کو جھوٹی گواہی کے الزام میں امامت سے اتار دیا اور اب پھر اس امام کے پیچھے نماز پڑھنا چاہتے ہیں، اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(۲) وہابی، کافر و بے دین ہیں؟ ان کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں؟ اور وہابی اور دیوبندی کو اگر کافر کہا جائے تو صحیح ہے؟

(۳) جس شخص کے اندر بظاہر بزرگی کسی طرح کی نہیں پائی جاتی ہے تو کیا اس پیر سے بیعت کرنا کیسا ہے؟

(۴) جو شخص پیر کا فریب دیکر دھوکا دے کر بھیک مانگتا ہے، اس کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

(۱) اگر قوم معزول کردہ امام کو امام بنانا چاہتی ہے اور اس سے رضامند ہے تو قوم ایسا کر سکتی ہے۔(۱)

(۲) وہابی اور دیوبندی کافر اور بے دین نہیں ہیں، ان کے پیچھے نماز درست ہے، ان کو کافر کہنا شرعاً غلط اور گناہ کی بات ہے۔(۱)

(۳) ہر اس پیر کے ہاتھ بیعت کرنا جائز ہے، جو کتاب و سنت کا پیرو ہو، سب سے بڑی بزرگی یہی ہے کہ انسان خلاف سنت کوئی کام نہ کرے۔(۳)

(۴) فریبی شخص جو فریب دے کر بھیک مانگے تو ایسے شخص کو امام نہ بنانا بہتر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالصمد رحمانی (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲؍۲۹۴-۲۹۵)

جس کا عقیدہ یہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام چیزوں کا علم تھا اس کی امامت:

سوال: اگر کوئی شخص اس بات کا معتقد ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم کلی یا جزئی تھا تو اس کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

---

(۱) لقوله عليه الصلاة والسلام : التائب من الذنب كمن لاذنب له. (مشكوة المصابيح: ۲۰۶/۱) (كتاب الدعوات، باب الإستغفار و التوبة، الفصل الثالث، رقم الحديث: ۲۳۶۳، انيس)

(۲) کیوں کہ یہ لوگ اہل سنت و جماعت سے تعلق رکھتے ہیں، جن کے نجات کی بشارت احادیث شریفہ میں منقول ہے۔ انیس

(۳) عن الحسن عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال: عمل قليل في سنة خير من عمل كثير في بدعة وكل بدعة ضلالة وكل ضلالة في النار. (تنبيه الغافلين بأحاديث سيد الأنبياء، باب العمل بالسنة (ح: ۹۰۰) : ۵۶/۱، دار ابن كثير دمشق بيروت، انيس)

الجواب

بعض مغیبات کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو باعلام حق تعالیٰ ہونا مسلم و متفق علیہ ہے، البتہ یہ عقیدہ رکھنا کہ جمیع مغیبات کا علم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا، یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب بالاستقلال تھے، خلافِ عقیدہ اہل سنت والجماعت ہے، ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنے سے احتراز کرنا لازم ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۱۲۱)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب داں جاننے والے کی امامت:

سوال: زید جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب داں جانتا ہے اور یہ آیت کریمہ ﴿وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾ (۲) اور حدیث شریف " أوتيت علم الأولين والآخرين" وغیرہ سے استدلال کرتا ہے، ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟ اگر خوف فتنہ سے نماز پڑھ لی تو اعادہ واجب ہے، یا نہیں؟

الجواب

شرح فقہ اکبر میں ہے:

"ثم اعلم أن الأنبياء عليهم السلام لم يعلموا المغيبات من الأشياء إلا ماعلمهم الله تعالىٰ أحياناً، وذكر الحنفية تصريحاً بالتكفير باعتقاد أن النبى عليه السلام يعلم الغيب لمعارضة قوله تعالىٰ: ﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ﴾، كذا فى المسايرة". (شرح الفقه الأكبر: ١٨٥) (۳)

پس معلوم ہوا کہ زید کا عقیدہ باطل اور غلط ہے اور استدلال اس کا صحیح نہیں ہے اور بمقابلہ نصوص صریحہ قطعیہ کے مسموع نہیں ہے اور اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنی چاہیے اور اس میں پوری احتیاط کرنی چاہیے اور اگر کسی وجہ سے پڑھ لی تو اس کا اعادہ کرنا چاہیے۔(۴) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۱۷۰-۱۷۱)

---

(۱) ويكره إمامة عبد، إلخ، وفاسق، ومبتدع: أى صاحب بدعة وهى اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ١/ ٥٢٣-٥٢٤، ظفير)

(۲) سورة البقرة: ١٤٣، انيس

(۳) شرح فقه الأكبر، ص: ١٥١، حكم تصديق الكاهن بما يخبربه من الغيب، انيس

عن عائشة قالت: ومن زعم أنه يخبر الناس بما يكون فى غد فقد أعظم على الله الفرية. (التوحيد لابن خزيمة، باب ذكر أخبار رويت عن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها: ٥٤٨/٢، مكتبة الرشد الرياض)/الإيمان لابن منده: ٧٦٣/٢، مؤسسة الرسالة بيروت، انيس)

(۴) ويكره إمامة عبد، إلخ، ومبتدع أى صاحب بدعة وهى اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لابمعاندة بل بنوع شبهة. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ٥٢٣/١، ظفير)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب اور حاضر و ناظر ماننے والے کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم:

سوال: اگر کوئی مولوی صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر سمجھتا ہو، یا ان کو عالم الغیب سمجھتا ہو، نیز یہ بھی کہتا ہو: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بھی علم ہے، ماں کے پیٹ میں کیا ہے؟ بارش کب ہوگی؟ کوئی کب مرے گے؟ یا ان کو نور مانتا ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب

جس امام کے بارے میں یہ تحقیق ہو کہ وہ مذکورہ عقائد کا قائل ہے، اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔(۱) واللہ اعلم بالصواب

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۱۳۹۱/۵/۲۵ھ (فتویٰ نمبر: ۲۲/۶۸۶، ب) الجواب صحیح: بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ (فتاویٰ عثمانی: ۱/۴۴۴)

علم غیب کے قائل اور احمد رضا کے معتقد کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں:

سوال: جو شخص علم غیب کا قائل ہو اور احمد رضا سے عقیدت رکھتا ہو، یا مرید ہو، اس کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

وہ شخص مبتدع ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔

كما في ردالمحتار: وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لايهتم لأمر دينه وبأن في تقديمه للإمامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً ولايخفىٰ أنه إذا كان أعلم من غيره لاتزول العلة، إلخ، فهو كالمبتدع تكره إمامته بكل حال، بل مشىٰ في شرح المنية علىٰ أن كراهة تقديمه كراهة تحريم، لما ذكرنا، إلخ. (ردالمحتار: ۱/۳۷۶)(۲)

---

(۱) وفي الكبيري شرح المنية: ٥١٤، طبع اكيڈمی لاهور: "ويكره تقديم المبتدع أيضاً: لأنه فاسق من حيث الإعتقاد وهو أشد من الفسق من حيث العمل". (فصل في الإمامة وفيها مباحيث، انيس)

وفي تنوير الأبصار: مع شرحه: ۱/۵۵۹-۵٦۱: "يكره إمامة عبد ... ومبتدع: أي صاحب بدعة وهي إعتقاد خلاف المعروف عن الرسول صلى الله عليه وسلم لابمعاندة بل بنوع شبهة... لا يكفرها، وإن كفربها فلايصح الإقتدء به أصلا... إلخ. (فصل في الإمامة انيس)

وفي غنية المتملي: ٥١٤، طبع سهيل اكيڈمی لاهور: "وإنما يجوز الإقتداء به مع الكراهة إذالم يكن مايعتقده يودي إلى الكفر عندأهل السنة، أمالو كان مؤديا إلى الكفر فلايجوز أصلاً". (فصل في الإمامة وفيها مباحيث، انيس) / نیز دیکھئے: فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳/۱۷۰-۱۷۱)

(۲) ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/٥۲۳، ظفير (مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

لیکن اگر اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے فتنہ کا اندیشہ ہو، یا جماعت فوت ہوتی ہو تو اسی کے پیچھے نماز پڑھے، جیسا کہ درمختار میں ہے:

”هذا إن وجد غيرهم وإلا فلا كراهة، بحر، وفي النهر عن المحيط: صلى خلف فاسق أو مبتدع نال فضل الجماعة“، إلخ.

اور شامی میں ہے:

(قوله: نال فضل الجماعة) أفاد أن الصلاة خلفهما أولىٰ من الانفراد. (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۸۰/۳)

کس مسجد کے امام کے پیچھے نماز پڑھنا اولی ہے:

سوال: ایک مسجد نئی بن رہی ہے، لوگوں کا عقیدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر وناظر ہونے کا اور کھڑے ہوکر سلام پڑھنے کا ہے، وہ لوگ مجھے اس مسجد میں نماز پڑھنے کی دعوت دے رہے ہیں کہ قرآنی آیات اور حدیث پڑھنے، سننے کو کوئی منع نہیں کرسکتا، جب کہ میں پہلے سے ایک مسجد میں نماز پڑھ رہا ہوں، میرے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب

جس مسجد کا امام صحیح العقیدہ اور عملی اعتبار سے زیادہ متقی پرہیز گار ہو، س میں نماز پڑھئے۔ (۲) واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۱۳۹۷/۳/۲۶ھ (فتویٰ نمبر: ۲۸/۳۱۵، ب) (فتاویٰ عثمانی: ۴۳۷/۱)

تعزیہ بنانے اور بعد پیشاب ڈھیلا استعمال نہ کرنے، نیز سگریٹ پینے اور محفل میلاد کرنے والے کی امامت:

(الجمعیۃ، مورخہ ۲۰/دسمبر ۱۹۳۴ء)

(۱) ایک شخص امام مسجد ہاتھ سے تعزیہ بناتا ہے اور منع کرنے والے کو کہتا ہے کہ اس کی ممانعت قرآن مجید میں دکھاؤ اور امام مذکور پیشاب کے بعد ڈھیلا بھی استعمال نہیں کرتا ہے، کیا ایسے شخص کی امامت درست ہے؟

میلاد میں قیام کو واجب جاننے اور نجومیوں کی پیشنگوئیوں کی تصدیق کرنے والے کی امامت:

(۲) ایک دوسرا شخص امام مسجد محفل میلاد کی نعت خوانی میں باعتقاد تشریف آوری رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم قیام کو واجب جانتا ہے اور بڑی سگریٹ بھی پیتا ہے اور نجومیوں کی پیشین گوئیوں کہ فلاں تاریخ کسوف خسوف ہوگا وغیرہ کی تصدیق کرتا ہے تو ایسے شخص کی امامت کیسی ہے؟

(۱) ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۵/۱، ظفیر (مطلب: البدعة خمسة أقسام، انیس

(۲) وفي الدرالمختار: ۵۵۷/۱، طبع ایچ ایم سعید: ”والأحق بالإمامة تقديماً نصباً، مجمع الأنهر، الأعلم بأحكام الصلاة فقط صحةً فساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة“.

وفي الشامية: (قوله: بشرط اجتنابه للفواحش) الأعلم بالسنة أولىٰ إلا أن يطعن عليه في دينه.

الجواب

(۱) تعزیہ بنانا اہل سنت والجماعت کے نزدیک سخت گناہ ہے کہ اس میں اسراف وتبذیر اور شرکیہ اعمال واعتقادات شامل ہوتے ہیں؛ اس لیے اس فعل کے مرتکب کی امامت مکروہ ہے۔(۱)

(۲) قیام کو باعتقاد تشریف آوری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واجب جاننا جہالت اور ضلالت ہے، حضور کی تشریف آوری کا شرعا کوئی ثبوت نہیں، اس فعل کے مرتکب کی امامت بھی مکروہ ہے۔ کسوف خسوف کی خبر کو تجربہ کی بنا پر یہ سمجھنا کہ ممکن الوقوع ہے، یہ غیب دانی سے علاحدہ ہے اور یہ وجہ ممانعت امامت کی نہیں ہوسکتی۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی:۱۲۹/۳)

تعزیہ پرست کی امامت کیسی ہے:

سوال: ایک شخص امام مسجد تعزیہ پرستی بہت کرتا ہے اور لوگوں کو بھی اس کی ترغیب دیتا ہے اور جو چڑھاوا چڑھاتا ہے، اس کو اپنے صرف میں لاتا ہے اور ایک تصویر لا کر کہتا ہے، یہ تصویر امام حسین کی ہے، لوگوں سے روپیہ پیسہ لے کر اس کی زیارت کراتا ہے، اس کے پیچھے نماز جائز ہے، (یا) نہیں؟

الجواب

وہ شخص فاسق اور بدعتی ہے، اس کو امام بنانا حرام ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے، ایسا شخص اگر امام ہے تو اگر وہ توبہ نہ کرے تو اس کو امامت سے معزول کر دینا چاہیے۔(۳) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۲۱۷-۲۱۸)

مشرک تعزیہ پرست کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں:

مشرک تعزیہ پرست، جھنڈا پرست وغیرہ کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں؟ اور ذبیحہ ان کا حلال ہے، یا نہیں؟ جب کہ "**بسم الله الله أكبر**" کہہ کر ذبح کریں۔

الجواب

حدیث شریف میں ہے: "**صلوا خلف كل بر وفاجر**". (الحديث)(۴)

(۱-۲) ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمٰى. (الدر المختار مع رد المحتار: ۱/۵۵۹-۵۶۰)

(۳) وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لايهتم لأمر دينه، إلخ، بل مشٰى في شرح المنية علٰى أن كراهة تقديمه كراهة تحريم. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵۲۳)

(۴) سنن الدار قطني، كتاب العيدين، باب صفة من تجوز الصلاة معه والصلاة عليه، رقم الحديث: ۱۷٦۸: ۲/٤۰٤، مؤسسة الرسالة/وسنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب إمامة البر والفاجر، رقم الحديث: ٥۹٤، بلفظ: الصلاة المكتوبة واجبة خلف كل مسلم برًا كان أو فاجرًا وإن عمل الكبائر. (انيس)

لہٰذا تعزیہ پرست چونکہ کلیۃً حقیقۃً مشرک نہیں ہیں؛ اس لیے اگر نماز ان کے پیچھے پڑھی گئی تو ہوگئی اگرچہ احتیاط یہ ہے کہ اس نماز کا اعادہ کرلیا جاوے اور حتی الوسع ان کے پیچھے نماز نہ پڑھی جاوے،(۱) یہی حکم ان کے ذبیحہ کا ہے کہ حلال ہے؛ مگر احتیاط اس میں ہے کہ ان سے ذبح نہ کرایا جاوے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۲۲۱-۲۲۲)

مرثیہ خواں تعزیہ والے کی امامت کیسی ہے:

سوال: جو محرم میں تعزیہ کے روبرو بیٹھ کر مرثیہ خوانی کرے، سنّیوں کی اس کے پیچھے نماز درست ہے کہ نہیں؟

الجواب

اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے، ایسے فاسق ومبتدع کو امام نہ بنایا جاوے۔(۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۲۳۲)

عرس کرنے والے اور ٹھیٹر دیکھنے والے کی امامت:

سوال: جو عالم ٹھیٹر یا عرس وغیرہ میں جاوے، اس کے پیچھے نماز ہوجاتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔(۳) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۲۸۹)

تعزیہ دار بدعتی کی امامت درست ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص بدعتی ہے اور تعزیہ دار ہے اور یہ شخص اس بکری کا گوشت جو قبر پر چڑھایا جاتا ہے، بے تکلف کھاتا ہے، ایسے شخص کو امام مسجد بنائیں، یا نہیں؟ اور اس کے پیچھے نماز ہوگی، یا نہیں؟

الجواب

ایسے شخص بدعتی تعزیہ پرست کو امام بنانا درست نہیں ہے؛ کیوں کہ اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور شامی میں ہے کہ فاسق کے امام بنانے میں اس کی تعظیم ہوتی ہے اور تعظیم فاسق کی حرام ہے اور ظاہر ہے کہ بدعتی فاسق ہے۔(۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۲۳۸)

(۱-۲) ویکره إمامة عبد، إلخ (إلٰی قوله) ومبتدع: أی صاحب بدعة. (الدر المختار علٰی هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵۲۳، ظفیر)

(۳) وكره إمامة العبد والأعرابی والفاسق والمبتدع. (كنز الدقائق)
والفاسق لايهتم لأمر دينه. (البحر الرائق، باب الإمامة: ۱/۳۶۹، ظفیر)

(۴) و يكره إمامة عبد، إلخ، وفاسق إلخ مبتدع أی صاحب بدعة. (الدر المختار)
وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لايهتم لأمر دينه إلخ وقد وجب إهانته شرعاً، إلخ، بل مشٰی فی شرح المنية علٰی أن كراهة تقديمه كراهة تحريم. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵۲۳، ظفیر)

محرم منانے والے اور شدی پرست کی امامت:

سوال: شدّ ی پرست اور محرم میں مراسم ادا کرنے والے کی امامت کیسی ہے، نیز وہ قرأت میں اکثر غلطی بھی کرتا ہے؟

الجواب

قال فی الدر المختار: ویکره تنزیهاً إمامة عبد،إلخ،وأعرابی وفاسق،إلخ،ومبتدع: أی صاحب بدعة لایکفر بها،إلخ،وإن کفربها فلایصح الاقتداء به أصلاً،إلخ.

وفی ردالمحتار: وأماالفاسق فقد عللوا کراهة تقدیمه بأنه لایهتم لأمر دینه وبأن فی تقدیمه للإمامة تعظیمه وقد وجب علیهم إهانته شرعاً ولایخفٰی أنه إذا کان أعلم من غیره لاتزول العلة فإنه لایؤمن أن یصلی بهم بغیر طهارة فهو کالمبتدع تکره إمامته بکل حال،بل مشٰی فی شرح المنیة علٰی أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم لما ذکرنا،إلخ. (ردالمحتار: ۳۷۶/۱)(۱)

اس عبارت سے واضح ہوا کہ فاسق ومبتدع کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور وہ امام بنانے کے لائق نہیں ہے، پس شخص مذکور مبتدع بھی ہے اور فاسق بھی ہے اور علاوہ اس کے قرآن شریف بھی غلط پڑھتا ہے، لہٰذا وہ کسی طرح امام بنانے کے لائق نہیں ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۶۴/۳-۲۶۵)

---

(۱) ردالمحتار،باب الإمامة: ۵۲۳/۱،ظفیر

(۲) إن الخطأ إما فی الإعراب أی الحرکات والسکون ویدخل فیه تخفیف المشدد وقصر الممدود وعکسهما أو فی الحروف بوضع حرف مکان حرف أو زیادته أو نقصه أو تقدیمه أو تأخیره أو فی الکلمات أو فی الجمل کذلک أو فی الوقف و مقابله والقاعدة عند المتقدمین أم ماغیر المعنی تغییرا یکون اعتقاده کفرا یفسد فی جمیع ذلک سواء کان فی القرآن أو لا إلا ماکان فی تبدیل الجمل مفصولا بوقف تام وإن لم یکن التغییر کذلک فإن لم یکن مثله فی القرآن والمعنی بعید متغیر تغیرا فاحشا یفسد أیضا کهذا الغبار مکان هذا الغراب،وکذا إذا لم یکن مثله فی القرآن ولا معنی له کالسراویل باللام مکان السرائر وإن کان مثله فی القرآن والمعنی بعید ولم یکن متغیرا فاحشا تفسد أیضا عند أبی حنیفة ومحمد وهو الأحوط،وقال بعض المشائخ:لا تفسد لعموم البلویٰ وهو قول أبی یوسف، ولم یکن مثله فی القرآن ولکن لا یتغیر به المعنی نحو قیامین مکان قوامین فالخلاف علی العکس فالمعتبر فی عدم الفساد عند عدم تغیر المعنی کثیرا وجودالمثل فی القرآن عنده والموافقة فی المعنی عندهما،فهذه قواعد الأئمة المتقدمین،وأما المتأخرین کابن مقاتل وابن سلام وإسماعیل الزاهد وأبی بکر الکرخی والهندوانی وابن الفضل والحلوانی فاتفقوا علی أن الخطأ فی الإعراب لا یفسد مطلقا ولو اعتقاده کفرا لأن أکثر الناس لا یمیزون بین وجوه الإعراب قال قاضی خان:وما قال المتأخرین أوسع وما قاله المتقدمون أحوط.(ردالمحتار،کتاب الصلاة،مطلب فی زلة القاری: ۶۳۰/۱ . ۶۳۱،دارالفکر،انیس)

جلوس محمدی کے داعی امام کے پیچھے نماز:

سوال: جو امام جلوس محمدی میں شرکت کرے اور جلوس محمد میں شیعہ مذہب اور بلاتفریق مذہب طنزیہ اشعار پڑھوائے، اس امام کے پیچھے نماز ہوگی، یا نہیں؟

هو المصوب

ایسے امام کے پیچھے نماز درست ہوجائے گی، (۱) طنزیہ اشعار معلوم ہونے پر اس کے بارے میں جواب دیا جاسکتا ہے۔
تحریر: محمد مسعود حسن حسنی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲/۴۰۷)

شرک وبدعت کا جو حامی ہو، اس کی امامت:

سوال: جو قاضی شہر اپنی طمع سے نماز پڑھاوے اور کرتہ گھٹنوں سے اوپر اور کوٹ استعمال کرتا ہو اور کانا ہو اور اسلام کے خلاف شرک وبدعت خود کرنے کے لیے کہے، اس کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

ایسے شخص کو امام بنانا حرام ہے اور نماز اس کے پیچھے مکروہ تحریمی ہے۔ (كذا فی رد المحتار) (۲) فقط
(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۱۶۵)

میلوں میں شریک ہونے والے کی امامت درست ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص میلوں اور عرسوں میں شریک ہوکر قوالی وڈھولک سنتا ہے اور مسجد میں امامت بھی کرتا ہے، آیا اس کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس شخص کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور شامی کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ مکروہ تحریمی ہے، یہ بھی شامی نے تصریح فرمائی ہے کہ ایسے امام کا معزول کرنا واجب ہے۔ (۳) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۲۲۶)

(۱) قال المرغيناني: تجوز الصلاة خلف صاحب هوى وبدعة ولاتجوز خلف الرافضي والجهمي والقدري والمشبة ومن يقول بخلق القرآن. (الفتاوىٰ الهندية: ۱/۸٤)

(۲) ويكره إمامة عبد، إلخ، وفاسق، إلخ، ومبتدع. (الدر المختار) بل مشٰى فی شرح المنية: أن كراهة تقديمه أی الفاسق كراهة تحريم. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵۲۳، ظفير)

(۳) أما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لايهتم لأمر دينه وبأن فی تقديمه للإمامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً، بل مشٰى فی شرح المنية علىٰ أن كراهة تقديمه كراهة تحريم لما ذكرنا وقال لذا لم يجز الصلاة خلفه أصلاً عند مالك و رواية عن أحمد، إلخ. (ردالمحتار: ۱/۳۷٦، باب الإمامة. انيس)

قبروں پر غلاف چڑھانے والے کی امامت:

سوال: انبیا، اولیا، غوث، قطب، دیگر بزرگان دین کے مزاروں پر جاروب کشی، روشنی کرنا، غلاف چڑھانا، لوبان وغیرہ سلگانا کیسا ہے؟ اور ایسے آدمی کے پیچھے نماز پڑھنا چاہیے، یا نہیں؟

الجواب ______________

قبور پر روشنی کرنا، غلاف چڑھانا وغیرہ ممنوع ومکروہ ہے اور صاف رکھنا اچھا ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

"تکرہ الستور علی القبور" انتھٰی. (۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۰۶/۳)

غوث اعظم سے امداد طلب کرنے والے کی امامت درست ہے، یا نہیں:

سوال: جو شخص اس قسم کے اشعار پڑھتا ہے ۔

امداد کن امداد کن ۔ از درد وغم آزاد کن

در دین ودنیا شاد کن ۔ یا غوث اعظم دستگیر

اس شخص کو امام بنانا کیسا ہے؟

الجواب ______________

ایسے شخص کو امام بنانا مناسب نہیں ہے؛ بلکہ متقی اور متبع سنت کو بنانا چاہیے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۰۳/۳-۳۰۴)

غوث پاک کا جھنڈا رکھنے والے کی امامت جائز ہے، یا نہیں:

سوال: ملک گجرات وعلاقۂ ممبئی میں بعض لوگوں نے کمانے کا یہ ذریعہ نکال رکھا ہے کہ دس پانچ لمبے لمبے بانسوں کے سرے میں تانبے کے پنجے لگا کر اور مختلف رنگین کپڑے باندھ کر گھر میں رکھ لیے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ حضرت غوث پاکؒ کے نشان (علم) ہیں، پس جب مرض وبائی کے زمانہ میں لوگ فقرا ومساکین کو کھانا کھلاتے ہیں تو ان نشانوں کو

---

(۱) ردالمحتار، باب صلاۃ الجنائز: ۸۳۹/۱

اس کی امامت مکروہ ہے۔ ویکرہ إمامة عبد إلخ وفاسق إلخ ومبتدع أی صاحب بدعة. (الدرالمختار علیٰ هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر

(۲) (قال عزّوجلّ: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ﴾ (سورة الحج: ۷۳)

وقال تعالٰی: ﴿اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ﴾ (سورة الفاتحة: ۵)

غیر اللہ سے ان اشعار میں استمداد ہے، جو حرام ہے اور مرتکب حرام فاسق ومبتدع ہے اور امامت اس کی مکروہ ہے۔ ظفیر

منگا کران کے نیچے بکرے ذبح کرتے ہیں، غرض کہ ان نشانوں کی بڑی تعظیم وتکریم ہوتی ہے اوران نشانوں کے رکھنے والے کوخلیفہ کہتے ہیں، ایسے شخص کی نسبت کیا حکم ہے؟ وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے، یانہیں؟ اوراس کے پیچھے نماز پڑھنااور مصافحہ کرنا اور میل جول رکھنا کیسا ہے؟

الجواب ـــ

اس میں شک نہیں کہ یہ رسوم جاہلیت ہیں اور بدعت وشرک کے افعال ہیں، ان افعال کے مرتکبین کومبتدع وفاسق کہاجاوے گا، کافر کہنے میں احتیاط کی جاوے اورنماز ان کے پیچھے نہ پڑھیں اورسلام ومصافحہ ایسے مبتدعین سے ترک کردیں اورتعلقات ان سے منقطع کردیں اوران نشانوں کے نیچے بکرا ذبح کرنے والے اگرتقرباً الی صاحب العلم ذبح کرتے ہیں توخوف کفر ہے اوروہ ذبیحہ حرام ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲۵۹/۳)

مولودمروجہ اورقوالی وعرس کرنے والے کی امامت کاحکم اور مجبوری ہوتو کیا کیا جائے:

سوال: جوشخص مولودمروجہ کرتا ہواوراس میں گانا بجانا ہوتا ہواورعرس وغیرہ میں بھی شریک ہوتا ہواورقوالی سنتا ہو، اس کے پیچھے نماز ہوجاتی ہے، یانہیں؟ اگرنہیں ہوتی اوراس کوعلاحدہ کرنے میں فتنہ ہوتا ہے تواس صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب ـــ

نماز ہوجاتی ہے؛ لیکن اگراس کے علاحدہ کرنے میں فتنہ نہ ہوتو اس کوامامت سے علاحدہ کردیا جائے، (۱) اوراگر فتنہ ہوتواسی کے پیچھے نماز پڑھے کہ تنہا نماز پڑھنے سے اس کے پیچھے نماز پڑھنا جماعت کے ساتھ بہتر ہے۔ (کذا فی ردالمحتار وغیرہ) (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲۱۴/۳)

جوعلما دیوبند کوکافر کہے، اس کی امامت:

سوال: جوشخص حسام الحرمین لےکرلوگوں کوعلمائے احناف دیوبند کے برخلاف کفرتک کی وعدم جواز امامت علما پر برانگیختہ کرتا رہتا ہے، ایسے شخص کی امامت درست ہے، یانہیں؟

---

(۱) استماع صوت الملاهي كالضرب بالقضيب ونحوه حرام، لقوله عليه السلام: استماع الملاهي معصية والجلوس عليها فسق و التلذذ بها كفر: أي بالنعمة. (الفتاوى البزازية علىٰ هامش الفتاوىٰ الهندية، الباب الثالث فيما يتعلق بالمناهي: ۳۵۹/۶ والحديث البيهقي في السنن الكبرىٰ، كتاب الشهادات، باب ماتجوزبه شهادة أهل الأهواء، بهرقم الحديث: ۲۰۹۲۰ـ ۳۵۶/۱۰، دارالكتب العلمية، بيروت، انيس)

(۲) وفي النهرعن المحيط: صلىٰ خلف فاسق أومبتدع نال فضل الجماعة. (الدرالمختار)

(قوله: نال فضل الجماعة) أفاد أن الصلاة خلفهما أولىٰ من الانفراد؛ لٰكن لاينال كما ينال خلف تقي. (رد المحتار، باب الإمامة: ۵۲۵/۱، ظفير) (مطلب: البدعة خمسة أقسام، انيس)

الجواب

ایسا شخص فاسق ہے، لائق امام ہونے کے نہیں ہے۔

حدیث شریف میں ہے: **"سباب المسلم فسوق".** (۱)

اور علماء اہل حق کو برا کہنے والا اور تکفیر کرنے والا بھی لائق امامت کے نہیں ہے اور اس کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ (۲) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۴۰/۳)

بزرگانِ دین کو کافر کہنے والے کی امامت درست ہے، یا نہیں:

سوال: جو شخص حضرات بزرگانِ دین کو کافر کہے اور جو کافر نہ کہے، اس کو بھی کافر کہے تو اس کے پیچھے بھی نماز درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

حدیث شریف میں ہے: **"من عادیٰ لی ولیاً فقد اٰذنتُه بالحرب" أو كما قال صلى الله عليه وسلم.** (۳)

(یعنی: جس نے میرے دوست اور ولی سے دشمنی کی، اس کو میں اطلاع دیتا ہوں، اپنی لڑائی کی؛ یعنی: اس کا مقابلہ مجھ سے ہے۔)

پس ظاہر ہے کہ جس مردود کا مقابلہ اللہ تعالیٰ سے ہو، اس کا کہاں ٹھکانا ہے، سوائے جہنم کے۔

وقال عليه الصلوٰة و السلام: "سباب المسلم فسوق وقتاله كفر". (الحديث) (۴)

پس ایسے مردود کے پیچھے جو علماء ربانیین اور اولیاء اللہ کی توہین کرے اور ان کو کافر کہے، نماز درست نہیں ہے۔ (۵)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۴۸/۳-۲۴۹)

جمعیۃ علماء ہند کے فیصلے کو غلط کہنے والے کی امامت:

سوال: جو شخص جمعیۃ علماء ہند کے متفقہ فتویٰ کو جھوٹا سمجھتا ہو، فتویٰ مذکور پر مہر کرنے والے علما کو اور اس کے حق ماننے والوں کو کافر کہتا ہو، انگریزی اسکول میں پڑھاتا ہو، اس شخص کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

(۱) مشکوة، باب حفظ اللسان والغيبة والشتم، الفصل الأول، رقم الحديث: ٤٨١٤، ص: ١٣٥٦، دار الكتب الإسلامي، انيس

(۲) ويكره إمامة عبد ... وفاسق. (الدرالمختار) بل مشٰى فى شرح المنية علىٰ أن كراهة تقديمه أى الفاسق كراهة تحريم. (ردالمحتار، باب الإمامة: ٥٢٣/١، ظفير) (مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد، انيس)

(۳) مشکوة، باب ذكر الله عزوجل: ١٩٧، ظفير (كتاب الدعوات، الفصل الأول، رقم الحديث: ٢٢٦٦، انيس)

(۴) مشکوة، باب حفظ اللسان والغيبة والشتم: ٤١١، ظفير) (الفصل الأول، رقم الحديث: ٤٨١٤، ص: ١٣٥٦، المكتب الإسلامي، انيس)

(۵) حوالہ سابق نمبر: ۲، انیس

الجواب

وہ شخص فاسق ہے، نماز اس کے پیچھے مکروہ تحریمی ہے، **کذا حققه فی الشامی: أن الصلاة خلف الفاسق مکروہ بکراهة التحریم،** (۱) اور امام بنانا ایسے شخص کا حرام ہے کیونکہ اس میں اس کی تعظیم ہے اور تعظیم فاسق کی حرام ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۱۶۰-۱۶۱)

تعزیہ اور ماتم کرنے والے کی امامت:

سوال (۱) ایک شخص محرم کی رسومات (تعزیہ داری، ماتم وغیرہ) کو ادا کرنے والا ہے، وہ لوگوں کی امامت کرتا ہے جبکہ اکثر لوگ ان رسومات کے قائل نہیں ہیں اور عالم اور حافظ بھی موجود ہیں، کیا مذکور شخص کی امامت جائز ہے؟ نماز ہو جائے گی، یا نہیں؟

(۲) اگر مذکورہ امام تاخیر سے آتا ہے اور کوئی اور نماز پڑھانے لگے تو جماعت میں شریک نہیں ہوتا اور اپنی الگ جماعت کر کے نماز ادا کرتا ہے، ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیے؟

ھو المصوب

(۱) تعزیہ داری کرنے والا اور ماتم کرنے والا شخص فاسق ہے، (۲) ایسے شخص کی امامت مکروہ ہے، اگر دوسرے صحیح العقیدہ لائق امامت افراد موجود ہوں تو مذکور امام کے بجائے صحیح العقیدہ لائق امامت کسی فرد کو امام بنایا جائے؛ لیکن حکمت عملی ملحوظ ہو تاکہ نزاع نہ ہو۔

(۲) فاسق امام کی تاخیر میں، دوسرے شخص، جو امامت کے لائق ہو، نماز پڑھائے، فاسق امام کا انتظار نہ کیا جائے۔

تحریر: محمد ساجد علی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲/۳۱۵-۳۱۶)

حضرت تھانوی رحمہ اللہ پر بہتان لگانے والے کی اقتدا نہ کی جائے:

سوال: محترم مفتی صاحب دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک السلام علیکم

عرض یہ ہے کہ ہمارے گاؤں میں ایک نئے مولوی صاحب آئے ہیں، دوران گفتگو انہوں نے فرمایا کہ (مولانا)

---

(۱) ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵۲۳، ظفیر) ((مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

(۲) وأما المبتدع فهو صاحب بدعة، الخ، وعرفها الشمنی بأنها ما أحدث علی خلاف الحق المتلقی عن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان وجعل دینًا قویًا وصراطًا مستقیمًا. (البحر الرائق، باب الإمامة: ۱/۶۱۱)

ولا یشتغل ذلک الیوم إلا بذلک ونحوه من عظام الطاعات کالصوم وإیاه أن یشتغل ببدع الروافض ونحوه من الندب والنیاحة والحزن اذلیس ذلک من أخلاق المؤمنین. (ماثبت بالسنة، ص: ۸)

اشرف علی (تھانوی رحمہ اللہ) کی ایک کتاب ''ملفوظات یومیہ'' ہے، جس میں لکھا ہے کہ ایک آدمی نے دریافت کیا کہ ماں کے ساتھ زنا کرنا کیسا ہے تو انہوں نے جواب میں کہا کہ ''آدمی سارا ہی ماں کے بیچ ہوتا ہے، جس کا تھوڑا سا حصہ بیچ داخل ہوجائے تو کیا حرج ہے''، میں نے مولوی صاحب سے اس بات پر احتجاج کیا تو مولوی صاحب نے کہا کہ ''اس کنجر نے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی توہین کی ہے'' ان کے کنجر کہنے پر مجھے غصہ آیا اور میں نے کہا کہ آپ نے اشرف علی صاحب کو جو (کنجر) کہا ہے، میرے خیال میں آپ خود ہی ہے، مولوی صاحب کہتے ہیں کہ میں کتاب اور تحریر آپ کو دکھاؤں گا؛ مگر ابھی تک نہیں دکھائی ہے، کیا اس مولوی صاحب پیچھے میری نماز ہوتی ہے؟ کیا اس کو امام رکھنا جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: فیض بیروٹ راولپنڈی، رمضان المبارک، ۱۳۸۹ھ)

الجواب

ہم مولوی صاحب کے بہت ممنون ہوں گے، اگر انہوں نے یہ کتاب اور حوالہ دکھایا اور اس کے بعد ہم تحقیقی جواب لکھنے پر قادر ہوں گے، اس سے پہلے ہم اتنا کہہ سکتے ہیں کہ ''**سبحانک ھٰذا بھتان عظیم**''(۱) اور یا یہ کہیں گے کہ حضرت کے ملفوظات اور مواعظ میں ایسے مضامین، جن میں مدعیان عقل کے غرائب اور ان کی تردید ہوتی ہے تو شاید مولوی صاحب نے تحریر کیا ہے اور اپنے آپ کو خطرہ میں ڈالا ہے، اس کی مثال ایسی ہے کہ اگر ایک شخص بولے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿**لاتسمعوا لھٰذا القرآن والغوا فیه**﴾ (۲) **وغیر ذلک**، تو یہ درست ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے؛ لیکن مرام نہیں ہے، بہرحال ایسے خبیث کے پیچھے اقتدا نہ کریں، (۳) ایک صحیح العقیدہ امام کے پیچھے اقتدا کیا کریں اور آپ نے جو جواب دیا ہے، بغض فی اللہ کی وجہ سے ہے، ایسا شخص قابل عزل واہانت ہے، اگر معاملہ یہی ہو۔ (۴) **وھو الموفق** (فتاویٰ فریدیہ: ۳۷۹/۲-۳۸۰)

---

(۱) سورة النور: ١٦

(۲) سورة حٰم سجدة: ٢٦

(۳) **عن عبد اللّٰه بن مسعود رضی اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: "سباب المسلم فسوق وقتاله کفر. (الجامع الصحیح للمسلم: ٥٨/١، کتاب الإیمان)**

(۴) **قال العلامة ابن عابدین: وأماالفاسق فقدعللوا کراهة تقدیمه بأنه لایهتم لأمر دینه وبأن فی تقدیمه للامامة تعظیمه وقدوجب علیهم إهانته شرعاً ولا یخفٰی أنه إذاکان أعلم من غیره لا تزول العلة فإنه لایؤمن أن یصلی بهم بغیر طهارة فهو کالمبتدع تکره إمامته بکل حال بل مشٰی فی شرح المنیة علٰی أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم لما ذکرنا قال ولذا لم تجز الصلاة خلفه أصلاً عند مالک وروایة عن أحمد. (ردالمحتارهامش الدرالمختار: ٤١٤/١، قبیل مطلب البدعة خمسة أقسام فی إمامة الأمرد، باب الإمامة**

بریلوی فرقہ کی اقتدا کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں جس علاقے میں رہائش پذیر ہوں، وہاں بریلویوں کی مسجد ہے، کوشش کے باوجود بعض باجماعت نمازیں چھوٹ جاتی ہیں؛ کیوں کہ ہمارے اپنے مسلک کی مسجد کچھ دور واقع ہے، بریلویوں کے غلط عقائد تو کسی پر مخفی نہیں ہیں، کیا ہم ان کے پیچھے اقتدا کر سکتے ہیں؟ بینوا تو جروا۔

(المستفتی: مجید الحسن اسلام آباد، ۱۹۹۰/۹/۶ء)

الجواب

اکیلے نماز پڑھنے سے، فاسق وبدعتی کی اقتدا میں نماز پڑھنا بہتر ہے۔ (ردالمحتار)(۱) وھو الموفق

(فتاویٰ فریدیہ: ۳۸۲/۲)

بریلوی فرقہ کی اقتدا پر دوبارہ استفسار:

سوال: جواب موصول ہوا؛ لیکن ایک خدشہ پھر بھی رہ گیا، وہ یہ کہ اگر عقائد مشرکانہ ہوں، مثلاً: غیر اللہ کو عالم الغیب حاضر وناظر، حاجت روا مشکل کشا سمجھنا تو پھر کیا ہوگا؟ بینوا تو جروا۔

(المستفتی: مجید الحسن، اسلام آباد)

الجواب

اس خاص فرقہ کے واعظین اور مقررین شرک میں مبتلا ہوتے ہیں اور عوام کو شرک میں مبتلا کرتے ہیں؛ لیکن اس فرقہ کے علما غالبی طور سے مؤولین ہوتے ہیں، مثلاً: یہ مانتے ہیں کہ پیغمبر علیہ السلام بشر ہے؛ لیکن اس کو بشر نہیں کہتے؛ بلکہ نور ہیں اور کہتے ہیں کہ علم کلی سے جب مراد استغراق حقیقی ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور پیغمبر علیہ السلام کے لیے وہ علم کلی ثابت ہے، جس میں استغراق عرفی موجود ہے، **کما فی قولہ تعالیٰ: ﴿أوتیت من کل شئ﴾(۲) ﴿و آتینٰہ من کل شئ سبباً﴾(۳) وفی قولہ علیہ السلام: فتجلّٰی لی کل شئ: أی قدر یلیق بالملک والرسول** اور حاضر وناظر کو مہملہ قرار دیتے ہیں نہ کہ محصورہ، **للاحتیاط والتنزہ وھو الموفق**

(فتاویٰ فریدیہ: ۳۸۲/۲-۳۸۳)

---

(۱) قال ابن عابدین: أفاد أن الصلاة خلفهما أولٰی من الانفراد. (ردالمحتار هامش الدرالمختار: ۴۱۵/۱، مطلب فی إمامة الأمرد، باب الإمامة)

(۲) سورة النمل: ۲۳

(۳) سورة الکهف: ۸۴

مختلف عقائد و جماعتوں سے منسلک لوگوں کی امامت

غلط عقائد والے کی امامت:

سوال: ایک شخص امام مسجد ہے اور وہ بعد نماز عشا ایک بھنگ نوش قوال سے حضرت پیر صاحب قدس سرّہٗ کی اس قسم کی تعریف سنتا ہے کہ پیر صاحب نے ایک دفعہ اپنے مرید کے لیے قبر میں ''من ربک'' کے سوال ہونے پر منکر نکیر کو قید کر دیا اور ایک دفعہ انہوں نے بہت سے مُردوں کی ارواح ملک الموت سے، جب کہ وہ آسمان چہارم سے گزر رہا تھا، چھین لیں اور وہ قوال یہ سب باتیں بالفاظ بلند مسجد میں بصیغۂ خطاب پڑھتا ہے، سجدہ کو مخصوص پیر ہی کے لیے کہتا ہے اور امام مسجد اس کو ذرا بھی منع نہیں کرتا؛ بلکہ اس کی تائید میں کہتا ہے کہ یہ سب کچھ صحیح ہے اور عاشق کے لیے تو بالکل جائز ہے، کیا ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے؟ اور روکنے والے منکر اولیاء اللہ ہیں، یا نہیں؟

الجواب

ایسا امام جو ایسے قصص واہیہ کاذبہ سنتا ہے اور تحسین کرتا ہے اور ان قصص کی تصدیق کرتا ہے، فاسق ہے، (۱) لائق امام بنانے کے نہیں ہے اور نماز اس کے پیچھے مکروہ ہے، (۲) اور روکنے والے ایسے قصص باطلہ کے پڑھنے اور سننے سے حق پر ہیں، ان کو منکر اولیاء اللہ کہنا اور بدعقیدہ سمجھنا فسق اور معصیت ہے اور افترا و کذب صریح ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۵۸/۳-۱۵۹)

(۱) عن قتادة فی قوله ﴿ومن الناس من يشتری لهو الحديث﴾ قال: شراءه استحبابه وبحسب المرء من الضلالة أن يختار حديث الباطل على حديث الحق. (الدرالمنثور، تفسير سورة لقمان: ٦١٤/١١، انيس)

(ومن السحت) (ومسخرة وحكواتی) عبارة المجتبی: أو الضحک للناس أو يسخر منهم أو يحدث الناس بمغازی رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم وأصحابه لا سيما بأحاديث العجم مثل رستم واسبنديار ونحوهما. (ردالمحتار: ٤٢٦/٦، دارالفكر بيروت، انيس)

(۲) (ويكره إمامة، إلخ، وفاسق) أن كراهة تقديمه أی الفاسق كراهة تحريم. (ردالمحتار، باب الإمامة: ٥٢٣/١، ظفير)

(۳) عن جابر قال: خطبنا رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم فقال: يا أيها الناس توبوا إلى اللّٰه قبل أن تموتوا وبادروا بالأعمال الصالحة قبل أن تشغلوا وصلوا الذی بينكم وبين ربكم بكثرة ذكركم له وكثرة الصدقة فی السر والعلانية ترزقوا وتنصروا وتجبروا واعلموا أن اللّٰه قد افترض عليكم الجمعة فی مقامی هذا فی يومی هذا فی شهری هذا من عامی هذا إلى يوم القيامة فمن تركها فی حياتی أو بعدی وله إمام عادل أو جائر استخفافا بها أو جحودا لها فلا جمع اللّٰه له شمله ولا بارک له فی أمره ولا صلاة له ولا زكاة له ولا حج له ولا بر له حتى يتوب فمن تاب تاب اللّٰه عليه، ألا لا تؤمن امرأة رجلاً، ولا يؤم أعرابی مهاجراً ولا يؤم فاجر مؤمناً إلا أن يقهره بسلطان يخاف سيفه وسوطه. (سنن ابن ماجة، أبواب الصلاة، باب فرض الجمعة (ح: ١٠٨١) انيس)

اہل سنت والجماعت کے خلاف عقائد رکھنے والے کو امام نہیں بنانا چاہیے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص کا عقیدہ اس طرح کا ہے، حالانکہ امیر جماعت ہے اور بہت سے لوگ اس کے پیروکار ہیں اور اپنے آپ کو جماعت اسلامی کا امیر کہہ کر لوگوں کو اپنی طرف بلا رہا ہے۔

(۱) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے زمانے میں اندیشہ تھا کہ شاید دجال آپ کے عہد میں ظاہر ہو جائے، یا اس کے بعد کسی قریبی زمانہ میں ظاہر ہو جائے؛ لیکن ساڑھے تیرہ ۱۳۵۰/سو سال کی تاریخ نے یہ ثابت کر دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اندیشہ صحیح نہیں تھا۔ (کما فی رسائل مسائل: ۵ستمبر ۱۹۵۷ء)

(۲) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ حضرت عثمان ؓ کی پالیسی کا یہ پہلا غلط کام تھا اور غلط کام بہر حال غلط ہے، خواہ کسی نے کیا ہو، اس کو خواہ مخواہ کی سخن سازیوں سے صحیح ثابت کرنے کی کوشش نہ عقل وانصاف کا تقاضا ہے اور نہ ہی دین کا مطالبہ ہے کہ کسی صحابی کی غلطی کو غلطی نہ مانا جائے۔ (خلافت وملوکیت: ۱۷۴)

(۳) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ مال غنیمت کی تقسیم کے معاملہ حضرت معاویہؓ نے کتاب اللہ وسنت رسول اللہ کے صریح احکام کی خلاف ورزی کی۔ (خلافت وملوکیت: ۱۷۴)

(۴) حضرات امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے خلاف لکھتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں جری ہو گئی تھیں اور زبان درازی کرنے لگیں۔ (اشاعت ہفت روزہ ایشیا: ۱۹/نومبر ۱۹۶۷ء)

اب کوئی شخص اس قسم کا عقیدہ رکھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقائص بیان کرے تو اس کے پیچھے نماز وجمعہ جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

شخص مذکور کے عقائد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق اہل سنت والجماعت کے خلاف ہیں؛ اس لیے اس کو امام نہیں بنانا چاہیے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ، نائب مفتی خیر المدارس ملتان۔ الجواب صحیح: خیر محمد عفا اللہ عنہ۔ (خیر الفتاویٰ: ۲/۳۵۰-۳۵۱)

---

(۱) إذا رأيت الرجل ينتقص أحدا من أصحاب النبی صلی اللہ علیه وسلم فاعلم أنه زنديق. (فتح المغيث بشرح ألفية الحديث فی بحث معرفة الصحابة: ۳۲/٤، دار المنهاج، الرياض، انيس)

عن أبی هريرة رضی اللہ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: لا تسبوا أصحابی فوالذی نفسی بيده لو أن أحدکم انفق مثل أحد ذهبا ما ادرک مد أحدهم ولا نصيفه. (الصحيح لمسلم، باب تحريم سب الصحابة: ۲/۳۱۰، قديمی، انيس)

==

امر حق کے اتباع سے گریز کرنے والے کی امامت:

سوال: دو فریق مدعی اہل حدیث کا تقریباً چار پانچ برس سے ایک امر میں تنازعہ ہو چکا ہے، ان میں سے ایک فریق تو نرم اور مطیع اسلام و اہل اسلام ہے اور فریق ثانی اشد ضدی و سنگ دل ہے اور امر حق کا اتباع نہیں کرتے، ان کے لیے کیا حکم ہے اور امامت ان کی کیسی ہے؟

الجواب

ظاہر ہے کہ فریق ضدی جو نفسانیت سے امر حق کا اتباع نہیں کرتا، باطل پر ہے اور عاصی و فاسق ہے اور امامت ان کی مکروہ ہے، (۱) باقی پوری بات پورا واقعہ معلوم ہونے سے ہوگی۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۴۷/۳)

غلط عقیدہ والے اور دیوانہ کی امامت:

سوال: ایک شخص حاجی حمایت علی قوم شیخ زادہ کا یہ اعتقاد ہے کہ روح انسان کی بعد مرنے کے دوسرے قالب میں آجاتی ہے اور وہ اس کے ہم شبیہ ہوتی ہے، کسی کو کہتے ہیں کہ یہ میرے پردادا ہیں اور کسی کو کہتے ہیں کہ یہ میرے دادا ہیں، غرض کہ وہ ہمیشہ اسی طرح کے خیالات ظاہر کرتے ہیں، جس سے تمام لوگ ان سے نفرت کرتے ہیں اور ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے اور وہ نماز پڑھانے کے بہت شوقین ہیں، بلا کسی کے کہے نماز پڑھانے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

== اعلم أن سب الصحابة حرام ... قال القاضي: وسب أحدهم من المعاصي الكبائر ومذهبنا ومذهب الجمهور أنه يعزر ولا يقتل وقال بعض المالكية يقتل. (شرح النووى: ۳۱۰/۲، قديمي، انيس)

وفى شرح العقائد: سب الصحابة ان كان بما يخالف الأدلة القطعية فكفر كقذب عائشة وإلا فبدعة وفسق. (شرح فقه الأكبر لملا على قارى، ص: ۱۲۸، مكتبة المدينة باكستان، انيس)

(۱) ويكره إمامة عبد، الخ، وفاسق. (الدر المختار)

بل مشٰى فى شرح المنية أن كراهة تقديمه كراهة تحريم. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفير) (مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد، انيس)

حق کی اتباع لازم وضروری ہے، اللہ رب العزت نے ایمان وکفر کے درمیان حد فاصل اتباع حق و باطل کو قرار دیا ہے کہ کفار کا کام ہی باطل کی پیروی کرنا ہے، جبکہ مومنوں کا کام اپنے رب کی جانب سے عطا کردہ حق کی اتباع ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَ اَنَّ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَبِّهِمْ﴾ (سورة محمد: ۳)

ذلك إشارة إلى ما مر من الإضلال والتكفير والإصلاح وهو مبتدأ خبره: ﴿بِاَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَ اَنَّ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَبِّهِمْ﴾ بسبب إتباع هؤلاء الباطل واتباع هؤلاء الحق وهذا تصريح بما أشعر به ما قبلها، الخ. (تفسير البيضاوى، تفسير سورة محمد: ۱۱۹/۵، دار إحياء التراث العربى بيروت، انيس)

الجواب

ان خیالات اور توہمات سے معلوم ہوتا ہے کہ شخص مذکور کی عقل مختل ہے اور وہ دیوانہ ہے، یا معتوہ ہے اور دیوانہ، یا معتوہ کے پیچھے نماز نہیں ہوتی، لہٰذا اس احتمال پر نماز اس کے پیچھے بالکل فاسد ہے،(۱) اور اگر وہ دیوانہ اور مختل العقل اور معتوہ نہیں ہے؛ بلکہ باوجود ہوش وحواس صحیح ہونے کے ایسا عقیدہ رکھتا ہے تو یہ عقیدہ خلاف اہل سنت والجماعت؛ بلکہ خلاف اہل اسلام کے ہے،(۲) اس وجہ سے بھی اس کے پیچھے نماز پڑھنا نہ چاہیے اور نماز نہ ہوگی، یا مکروہ تحریمی ہوگی؟ کیوں کہ مبتدع کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے،(۳) اور جس کے اسلام میں شبہ ہو اور عقائد اس کے خلاف اسلام کے ہوں، اس کے پیچھے نماز صحیح نہیں ہوتی۔(۴)

بہر حال ہر وجہ سے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنی چاہیے اور اس کو امام بنانا حرام ہے، اس کو کہہ دیا جاوے کہ ہرگز امام نہ بنے اور اس کو اس فعل سے بالکل روک دیا جاوے کہ لوگوں کی نماز خراب نہ کرے، یا اپنے عقائد باطلہ اور خیالات مجنونانہ سے توبہ کرے، حدیث شریف میں ہے کہ اس شخص کی نماز مقبول نہیں ہوتی کہ جو آگے بڑھ جاوے امامت کے لیے اور لوگ اس کی امامت سے کراہت کریں اور اس کو امام نہ بنانا چاہیے۔

درمختار میں ہے:

ولو أمّ قوماً وهم له كارهون، إن الكراهة لفساد فيه أو لأنهم أحق بالإمامة منه كره له ذلك تحريماً لحديث أبی داؤد: ولا يقبل الله صلاة من تقدم قوماً وهم له كارهون.(۵) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۱۰۸-۱۱۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والے کی امامت:

سوال: توہینِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرنے والے کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں؟ خواہ وہ اہانت کسی قسم کی ہو؟

(۱) ولا يصح الاقتداء بالمجنون المطبق ولا بالسكران. (الفتاوىٰ الهندية، الباب الخامس فی الإمامة: ۱/۷۹، ظفير)

(۲) عن عبدالله بن عمر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إن أحدكم إذا مات عرض عليه مقعده بالغداة والعشی إن كان من أهل الجنة فمن أهل الجنة وإن كان من أهل النار فمن أهل النار فيقال: هذا مقعدك حتى يبعثك الله يوم القيامة. (صحيح البخاری، باب الميت يعرض عليه مقعده بالغداة والعشی: ۱/۱۸٤، قديمی، انيس)

(۳) ويكره إمامة عبد ... ومبتدع: أی صاحب بدعة. (الدرالمختار علىٰ ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵۲۳، ظفير)

(۴) وإن أنكر بعض ما علم من الدين ضرورة ... فلا يصح الاقتداء به أصلاً. (الدرالمختار علی ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵۲٤، ظفير)

(۵) الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵۲۲، ظفير

الجواب ــــــــــــــــــــــــ و باللّٰہ التوفیق

توہینِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو نعوذ باللہ کفر ہے، مسلمان باقی نہیں رہے گا، (۱) اس کے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا سوال ہے اور کون مسلمان اس کی جرأت کرسکتا ہے؟ اور یہ بھی سمجھ لیجئے کہ بغیر وجہ شرعی کے کسی مسلمان کی طرف یہ نسبت معمولی گناہ نہیں ہے، اگر یہ صحیح تہمت نہ ہوئی تو وہ توہین لوٹ کر اسی متہم کرنے والے پر آئے گی اور وہی اس جرم کا مورد بن جائے گا، جس کو وہ دوسروں پر تھوپنا چاہتا تھا۔ ایسی باتیں کہنا بڑے خطرے کا مقام ہے، متہم کرنے والے کو بھی اپنی خیر منانی چاہئے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دار العلوم دیو بند سہارنپور (منتخبات نظام الفتاویٰ ۲۸۷)

جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرک کی اولاد کہے، اس کی امامت درست ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص علانیہ یہ کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بت پرست؛ یعنی مشرک کی اولاد سے ہیں اور کافر کے مکان میں پیدا ہوئے ہیں، ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

ایک حدیث شریف میں یہ مضمون آیا ہے کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے باپ کا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ کا حال دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "إنّ أبی و أباک فی النار". (۲) (یعنی میرا اور تیرا باپ دوزخ میں ہے۔)

اور ایک روایت میں یہ بھی مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "میں نے اپنی والدہ کے لیے طلب مغفرت کی اجازت چاہی تو اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی اور زیارت قبر کی اجازت چاہی تو دے دی"۔ (۳)

---

(۱) عن أنس قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: لا یؤمن عبد - وفی حدیث عبدالوارث: الرجل - حتی أکون أحب إلیہ من أھلہ ومالہ والناس أجمعین. (صحیح مسلم، باب وجوب محبۃ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم (ح: ۴۴) انیس)

عن أنس بن مالک عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم أنہ قال: لا یؤمن أحدکم حتی یکون اللّٰہ ورسولہ أحب إلیہ مما سواھما، وحتی یقذف فی النار أحب إلیہ من أن یعود فی الکفر إذا نجاہ اللّٰہ منہ، ولا یؤمن أحدکم حتی أکون أحب إلیہ من ولدہ ووالدہ والناس أجمعین. (مسند الإمام أحمد، مسند أنس بن مالک (ح: ۱۳۱۵۱) انیس)

(۲) ردالمحتار، باب نکاح الکافر، مطلب فی الکلام علیٰ أبوی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم: ۵۳۰/۲، ظفیر (عن أنس أن رجلاً قال: یارسول اللّٰہ! أین أبی؟ قال: فی النار، فلما قفی دعاہ فقال: إن أبی وأباک فی النار. (صحیح مسلم، باب بیان أن من مات علی الکفر فھو فی النار (ح: ۲۰۳) انیس)

(۳) ردالمحتار: ۵۳۰/۲، ظفیر　　==

ظاہراًان روایات کا یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین نے بحالت کفر وفات پائی، اس میں علما نے کچھ تفصیل اور تحقیق بھی فرمائی ہے اور بحث کی ہے اور بعض روایات ایسی بھی نقل کی ہیں، جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کا دوبارہ زندہ ہوکر ایمان لانا ثابت کیا ہے، بہرحال اس میں بحث کرنے کو علما نے منع فرمایا ہے، پس سکوت اس میں اسلم ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۸۴/۳-۱۸۵)

جو یہ کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم بوقت معراج خدا کے جسم سے متصل ہوگیا:

سوال: ایک شخص یہ کہتا ہے کہ بوقت معراج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خدا تعالیٰ کا جسم بالکل ایک ہوگیا، اس کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــ

قول اس شخص کا غلط ہے اور خلاف عقیدہ اہل سنت و جماعت وعقیدہ اہل اسلام ہے، لہٰذا اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔ (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۸۶/۳)

بعد وفات اولیاء کی حیات کا جو قائل نہ ہو، اس کی امامت:

سوال: جس شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ اولیاء کرام بعد از وفات حیات نہیں رہتے اور ان سے امداد طلب کرنے والے مشرک ہیں، اس شخص کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــ

اولیاء اللہ کی کرامات اور تصرفات بعد ممات بھی ثابت ہیں، (۳) اس کو شرک کہنا بھی غلط ہے، البتہ یہ ضرور ہے کہ

== عن أبي هريرة: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: استأذنت ربي أن أستغفر لأمي فلم يأذن لي واستأذنته أن أزور قبرها فأذن لي. (صحيح مسلم، باب استئذان النبي صلى الله عليه وسلم (ح: ٩٧٦) انيس)

(١) ألا ترىٰ أن نبينا صلى الله عليه وسلم قد أكرمه الله تعالىٰ بحياة أبويه له حتىٰ آمنابه، إلخ. (ردالمحتار، باب المرتد، مطلب في إحياء أبوي النبي صلى الله عليه وسلم: ٤٠٠/٣)

روایات مذکورہ بالا سے معلوم ہوا کہ جو شخص مذکورہ کلمات کہتا ہے، اس کی امامت درست ہے، گو اسے سکوت کرنا بہتر ہے۔

شرح فقہ اکبر میں ہے: ''ووالدا رسول الله صلى الله عليه وسلم ماتا علىٰ الكفر''. (ص: ١٣٠، ظفير)

(٢) وكذا من قال بأنه سبحانه جسم وبه مكان ويمر عليه زمان ونحو ذلك فإنه كافر حيثلم يثبت له حقيقة الإيمان. (شرح فقه الأكبر، ص: ١٩٩، انيس)

ويكره إمامة عبد، إلخ، و مبتدع: أي صاحب بدعة وهي اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لابمعاندة بل بنوع شبهة. (الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ٥٢٣/١، ظفير)

(٣) وقيل: ببقاء الكرامة بعد الموت لعدم الانعزال عن الولاية بالموت وقيل: لا، لظاهر نحو ''إذا مات ابن آدم انقطع عمله'' إلخ، ويجوز التوسل إلى الله تعالىٰ والاستغاثة بالأنبياء والصالحين بعد موتهم؛ لأن المعجزة والكرامة لاتنقطع بموتهم، وعن الرملي أيضاً بعدم انقطاع الكرامة بالموت، وعن إمام الحرمين ولاينكر الكرامة ولوبعد الموت إلا رافضي، البريقة: ٢٧٠/١، ظفير)

سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی سے مدد نہ مانگی جاوے، جیسا کہ ﴿ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴾(۱) میں مذکور ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۷۸/۳)

غیر اللہ کے سجدہ کے قائل کی امامت:

سوال: زید کا یہ عقیدہ ہے کہ سجدہ سوائے اللہ تعالیٰ کے خواہ قبور ہوں، یا اور کچھ حرام ہے، شرک نہیں، اگر معبود سمجھ کر کرے گا تو شرک ہوگا اور اگر شرک ہوتا تو حضرت آدم وحضرت یوسف علیہما السلام کو سجدہ نہ کرایا جاتا، آیا اس بارے میں شرک ہوا، یا نہیں؟ جس شخص کا یہ عقیدہ ہو، اس کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

درمختار اور شامی میں منقول ہے کہ غیر اللہ کو تعظیماً اور عبادۃً سجدہ کرنا حرام ہے اور کفر ہے، پس معلوم ہوا کہ تعظیماً سجدہ کرنا بھی عبادت میں داخل ہے اور سجدۂ تعظیمی عین سجدۂ عبادت ہے، جو کہ باتفاق کفر ہے، البتہ سجدۂ تحیۃ میں جو کہ سلام کی جگہ ہوتا ہے، اختلاف ہے کہ کفر ہے کہ نہیں؟ مگر حرمت میں اور گناہ کبیرہ ہونے میں اس کے بھی اختلاف نہیں ہے اور سجدہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کا اس شریعت میں منسوخ ہوگیا ہے، پس زید مذکور کے پیچھے نماز صحیح نہیں ہے۔

درمختار میں ہے:

”وهل يكفر إن على وجه العبادة والتعظيم كفر وإن على وجه التحية لا وصار اٰثماً مرتكباً للكبيرة، انتهٰى ملخصاً. (۲)

وفي ردالمحتار: ذكر الصدر الشهيد أنه لا يكفر بهذا السجود لأنه يريد به التحية وقال شمس الأئمة السرخسي: إن كان لغير الله تعالىٰ على وجه التعظيم كفر، قال القهستاني: وفي الظهيرية: يكفر بالسجدة مطلقاً. (ردالمحتار:۵)(۳)

پھر اس کے بعد شامیؔ نے یہ تحقیق فرمائی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو جو سجدہ ملائکہ نے کیا تھا، وہ منسوخ ہوگیا۔(۴)

---

(۱) سورة الفاتحة:۵، ظفير

(۲) الدر المختار على هامش ردالمحتار، كتاب الحظر و الإباحة، باب الاستبراء:۳۳۷/۵-۳۳۸، ظفير

(۳) ردالمحتار، باب أيضاً:۳۳۸/۵، ظفير

(۴) اختلفوا في سجدة الملائكة، قيل: كان لله تعالىٰ والتوجه إلىٰ آدم عليه الصلاة والسلام للتشريف كاستقبال الكعبة، وقيل: بل لآدم عليه الصلاة والسلام على وجه التحية والإكرام، ثم نسخ بقوله عليه السلام: ”لو أمرت أحدًا أن يسجد لأحد لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها“. (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء:۳۳۸/۵، ظفير)

اس حدیث سے: ''لو أمرت أحدًا أن یسجد لأحد لأمرت المرأة أن تسجد لزوجھا'' الخ. (۱)
پھر لکھا ہے: ''وکان جائزًا فیما مضٰی کما فی قصة یوسف علیه السلام، قال أبو منصور الماتریدی: ''وفیه دلیل علٰی نسخ الکتاب بالسنة'' إلخ. (ردالمحتار، ج:۵) (۲)
پس اس عبارت سے سب شبہات رفع ہوگئے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۸۹/۳-۱۹۰)

قائلین عدم سماع موتی کی اقتدا میں نماز ادا کرنا:

سوال: قائلین عدم سماع موتی علمائے کرام وقراء حضرات کے پیچھے نماز ہوجاتی ہے، یا کہ نہیں؟

الجواب

سماع موتی مختلف فیہ ہے؛ اس لیے اس کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کرسکتا، اگرچہ میرا اور میرے اکابر کا عقیدہ یہ ہے کہ سماع موتی فی الجملہ برحق ہے۔ (۳) والسلام (آپ کے مسائل اوران کا حل: ۴۳۷/۳)

(۱-۲) ردالمحتار، کتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء: ۳۳۸/۵، ظفیر

(۳) ''قلت: وجاز أن یکون ذلک لأجل أن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم حی فی قبره ولذلک لم یورث ولم یتئم أزواجه. عن أبی هریرة قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: من صلی علیَّ عند قبری سمعته ومن صلی علیَّ نائبا ابلغته، رواه البیهقی فی شعب الایمان''. (التفسیر المظھری، من تفسیر سورة الأحزاب: ۴۰۸/۷)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ''قدم علینا أعرابی بعد ما دفنا رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم بثلاثة أیام فرمی بنفسه علی قبر رسول وحثا علی رأسه من ترابه فقال: قلت: یارسول اللّٰه! سمعنا قولک ووعیت عن اللّٰه فوعینا عنک وکان فیما انزل اللّٰه علیک ﴿ولو انھم اذظلموا انفسھم﴾ الخ، وقد ظلمت نفسی وجئتک تستغفرلی فنودی من القبر أنه قد غفرلک''. (الجامع لاحکام القرآن للقرطبی: ۲۵۵/۵) (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن کرنے کے تین دن بعد ایک دیہاتی آیا اور قبر پر گر کر سر پر مٹی ڈال کر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول: ہم نے آپ کی بات سنی، آپ نے اللہ تعالیٰ سے اور ہم نے آپ سے محفوظ کیا اور آپ پر ﴿ولو انھم اذظلموا انفسھم﴾ نازل ہوئی اور یقینی طور پر میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے اور آپ کے پاس آیا ہوں کہ آپ میرے لیے استغفار کریں تو قبر مبارک سے آواز آئی کہ تیری بخشش کردی گئی ہے۔)

حضرت مولانا مفتی شفیع دیوبندی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ازواج مطہرات سے نکاح حرام ہے، وہ بنص قرآن مومنوں کی مائیں ہیں۔۔۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے بعد اپنی قبر میں زندہ ہیں تو آپ کا درجہ ایسا ہے، جیسے کوئی زندہ شوہر گھر سے غائب ہو''۔ (معارف القرآن: ۲۰۳/۷)

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ آیت کریمہ ''وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَامِنْ قَبْلِکَ مِنْ رُّسُلِنَا'' (سورۃ الزخرف: ۴۵، ترجمہ: اور آپ ان سب پیغمبروں سے جن کو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا ہے پوچھ لیجئے۔) کے ذیل میں تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا روح اور جسم عنصری کے ساتھ اپنے اپنے قبروں میں زندہ ہونے کے بارے میں فرمایا ہے: ''یستدل بی علی حیوٰة الأنبیاء''. (مشکلات القرآن: ۲۳۴)

قرآن مجید میں ہے: ﴿وما یستوی الأحیاء ولا الأموات إن اللّٰه یسمع من یشاء وما أنت بمسمع من فی القبور﴾ (سورۃ الفاطر: ۲۲) مذکورہ آیات واحادیث اور علماء کے اقوال سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام کے علاوہ مردے جن کو اللہ چاہے، اپنی قبروں میں سنتے ہیں۔ انیس

غلط عقیدہ رکھنے والے کی امامت کیسی ہے:

سوال: بعض جگہ رواج ہے کہ جب کسی مرد کی شادی تیسری ہوتی ہے اور رشتہ کی بات کی جاتی ہے تو لڑکی کے والدین کہتے ہیں کہ پہلے گڑیا سے نکاح ہو اور اس گڑیا کو دروازہ کے سامنے دہلیز کے نیچے دفن کی جاوے، یہ رسم اس لیے کرتے ہیں کہ تیسرے نکاح کو بہت منحوس سمجھتے ہیں، اگر ایسا نہ کریں گے تو لڑکی مرجاوے گی، یہ عقیدہ کیسا ہے اور جس امام کا یہ عقیدہ ہو، اس کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

یہ فعل درست نہیں ہے اور ایسا عقیدہ رکھنا جائز نہیں ہے اور جس امام کا ایسا عقیدہ ہو، اس کو امام بنانا نہ چاہیے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۹۶/۳)

غلط عقائد رکھنے والے کی امامت:

سوال: امام جو بغیر علم لوگوں کو کہتا ہے کہ مسجدوں کی کھڑکیوں کے شیشے توڑ دو اور کیا ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے، جو دعا میں "**یاسید عبد القادر جیلانی وغیرہ الأولیاء شئ للّٰہ**" کہتے ہیں۔

صاحب البحرالرائق لکھتے ہیں: "**قال علمائنا: أرواح المشائخ حاضرۃ تعلم، یکفر**".

نیز جو اللہ کے نبی کو بھی حاضر وناظر سمجھتے ہیں، کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی یہ نہیں ہے:

"**من صلیٰ عند قبر سمعته ومن صلی نائیا أبلغته أیضًا إن اللّٰہ ھو الملائکة ساحین فی الأرض یبلغون من أمتي السلام،لعن اللّٰہ یھود والنصاری أیتخذون قبورًا الأنبیاء مسجدًا لعن اللّٰہ زیارات القبور**".

ایسے شخص جو بدعات وخرافات اپنی من مانی سے لوگوں کو بتاتا ہے، کیا جو لوگ ان کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں، کیا ان کو نماز دہرانی پڑے گی، یا نہیں؟

ھو المصوب

ایسے امام جو فتنہ انگیزی کریں اور امت میں افتراق وانتشار کا باعث بنیں، اس کو امامت سے علاحدہ کر دینا چاہیے، اس کو علاحدہ کرنے میں حکمت عملی سے کام لیا جائے؛ تاکہ مسلمانوں میں اختلاف نہ پیدا ہو اور جو امام شرکیہ عقیدہ رکھے، اولیا سے رب العالمین کے علاوہ اپنی ضروریات کا طالب ہونا شرک ہے، اس کی امامت ناجائز ہے، اس کی

(۱) ویکرہ إمامة عبد، إلخ، ومبتدع: أی صاحب بدعة. (الدرالمختار) أی محرمة. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر)

امامت میں، جو نمازیں مجبوراً پڑھی گئیں ہوں، ان کا لوٹانا ضروری نہیں ہے۔(۱)

تحریر: محمد مسعود حسن حسنی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲/۳۹۹-۴۰۰)

کشف قبور کے قائل کی اقتدا میں نماز کا حکم:

سوال: جو شخص کشف قبور کا قائل ہو، اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

کشف قبور کوئی امر محال نہیں، بعض اللہ کے بندوں کو اللہ کی طرف سے یہ ملکہ دے دیا جاتا ہے، اگر کوئی اس کا قائل ہو تو مضائقہ نہیں، البتہ کشف قبور کے ذریعے کسی خلاف شریعت بات پر استدلال کرنا ہرگز جائز نہیں ہے، جو شخص کشف قبور کے ذریعے کسی ناجائز بات پر استدلال کرے، وہ مرتکب بدعت ہے، اس کو امام بنانے سے پرہیز کرنا چاہیے؛ لیکن اگر کوئی صحیح العقیدہ امام نہ ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا تنہا نماز پڑھنے سے بہتر ہے، نماز ہو جائے گی۔ واللہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۵/۱/۱۳۹۱ھ (فتویٰ نمبر: ۲۱۹/۲۲، الف) الجواب صحیح: بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ (فتاویٰ عثمانی: ۱/۴۴۸)

یزید کو اچھا سمجھنے والے کی امامت:

سوال: آج کل ایک فرقہ تیزی سے پھیل رہا ہے، جو یہ کہتا ہے کہ یزید خلیفہ برحق تھا اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے خلاف خروج کیا، جو کہ درست نہ تھا اور وہ لوگ یزید کو اچھا سمجھتے ہیں، ایسے لوگوں کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

معتبر کتب تاریخ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ عازم کوفہ ہوئے تھے، اس وقت یزید کی حکومت مستحکم نہ ہوئی تھی؛ بلکہ خود حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقرر کردہ امراء آئندہ خلیفہ کے بارے میں مذبذب تھے، لہٰذا ایسے حالات میں خلافت علی منہاج النبوت کے لیے سعی کرنا عین عزیمت تھا، نہ کہ خروج علی الامام۔ بعد

---

(۱) عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الصلاة المكتوبة واجبة خلف كل مسلم برا كان أوفاجرا وإن عمل الكبائر. (سنن أبي داؤد)

قال ابن الملك: أي جاز اقتداء هم خلفه لورود الوجوب بمعنى الجواز... هذا يدل على جواز الصلاة خلف الفاسق وكذا المبتدع إذا لم يكن ما يقوله كفرا. (بذل المجهود، باب إمامة البر والفاجر: ٤/٢١٣، دار الكتب العلمية بيروت)

وجملته أن من كان من أهل قبلتنا ولم يغل في هواه حتىٰ يحكم بكفره تجوز الصلاة خلفه وتكره ولاتجوز الصلاة خلف من ينكر شفاعة النبي صلى الله عليه وسلم أو ينكر الكرام الكاتبين أوينكر الرواية؛ لأنه كافر. (البحر الرائق، باب الإمامة: ١/٦١١)

میں جب حالات تیزی سے تبدیل ہوئے تو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے بھی تبدیل ہوگئی، لہذا اس معاملہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو مطعون کرنے والے شریعت اور تاریخ سے ناواقف ہیں اور تجربہ شاہد ہے کہ ایسے لوگ اکثر افراط وتفریط کا شکار ہوتے ہیں، لہذا ان کو امام بنانے میں احتیاط سے کام لیا جائے۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان، یکم جمادی الاخری ۱۴۱۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ، مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان۔ (خیر الفتاویٰ: ۲/ ۳۶۹)

عباسی صاحب کے معتقد کی امامت:

سوال: ہمارے امام مسجد، عباسی صاحب کی کتاب جو کہ خلافت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور یزید کے بارے میں ہے، کی بہت تعریف کرتے ہیں، جب وہ کتاب بندہ نے پڑھی تو اس میں حضرت حسینؓ کی صحابیت کا کھلم کھلا انکار تھا اور اہل بیت ہونا بھی کچھ مشکوک لکھا ہوا تھا تو بندہ نے اپنے امام مسجد سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ حضرت حسینؓ تو صحابی ہیں؛ لیکن ایک غلطی سے عباسی صاحب کی ساری کتاب غلط تو نہیں ہوسکتی اور کہا مولوی غلام اللہ خانؒ پنڈی والے وعظ کے لیے یہاں آئے تھے، ان کے سامنے بھی عباسی صاحب کی کتاب کا ذکر ہوا تو انہوں نے بھی کتاب کی تعریف کی۔ بندہ نے کہا کہ مجھے تو آپ سے مطلب ہے؛ کیونکہ بندہ آپ کے پیچھے نماز پڑھتا ہے، بندہ نے کہا: "**اتبعوا السواد الأعظم**" والی حدیث پر عمل کریں۔ دو تین شہروں کے علماء سے دریافت کر لیویں، جدھر خیال ہوگیا، اس طرح مان لیا جائے۔ امام مسجد نے انکار کیا، کہا: "**السواد الأعظم**" والی حدیث عقائد کے بارے میں ہے اور یہ فروعی بات ہے۔ اب بندہ کو اور کوئی خیال نہیں، صرف اپنی نماز کا فکر ہے، کیا اس کے پیچھے نماز درست ہے؟ اور یہ بھی کہتا ہے کہ مجھے علما سے زیادہ تحقیق ہے؛ کیوں کہ عدم تحقیق کی وجہ سے شاہ ولی اللہؒ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو باغی لکھ دیا ہے، اگر اس کے پیچھے نماز درست نہیں تو سابقہ نمازوں کو قضا کروں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

سابقہ نمازوں کے اعادہ کی ضرورت نہیں، آئندہ کے لیے یہ احتیاط کرلی جائے، نماز دوسری قریبی مسجد میں کسی صحیح امام کے پیچھے ادا کرلیا کریں۔ فقط

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ، نائب مفتی خیر المدارس ملتان، ۲۳/۴/ ۱۳۸۱ھ۔

الجواب صحیح: محمد عبد اللہ غفرلہ، مفتی خیر المدارس ملتان۔ (خیر الفتاویٰ: ۲/ ۳۵۱-۳۵۲)

نماز کے بارے میں غلط عقیدہ رکھنے والے کی امامت:

سوال: یہاں کی ایک مقامی مسجد میں کئی برسوں سے ایک امام ہیں، ان کے بارے میں کچھ نوجوان نے یہ

شکایت کی کہ یہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید سے صرف تین وقت کی نماز ثابت ہوتی ہے، پانچ وقت کی نہیں، امام صاحب سے دریافت کرنے پر انہوں نے واضح جواب نہیں دیا؛ بلکہ الٹا یہ کہا کہ اگر قرآن سے پانچ وقت کی نماز ثابت ہوتی ہے تو وہ آیات انہیں دکھائی جائیں، ایک صاحب علم نے قرآن کی آیتوں سے یہ ثابت کرنا چاہا تو امام صاحب نے منظور و قبول کرلیا، مسجد کی کمیٹی نے امام صاحب سے امام کی ذمہ داری سے جب انہیں سبکدوش کرنے پر غور و فکر کرنے کے لئیے میٹنگ بلائی تو وہ ایک مدرسہ سے یہ فتویٰ لے آئے کہ چوں کہ امام صاحب پانچ وقتوں کی نماز کی فرضیت کے عدم ثبوت کے خیال سے تائب ہو چکے ہیں، لہٰذا ان کی امامت میں نماز ادا کی جاسکتی ہے، کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھی جاسکتی ہے؟

(۲)　یہ امام صاحب قرآن شریف بہت غلط پڑھتے ہیں، زبر کی غلطیاں بکثرت کرتے ہیں، جن سے آیتوں کے مفہوم و مطلب میں زمین وآسمان کا فرق آجاتا ہے، کیا ایسے امام کو امامت کی ذمہ داری پر برقرار رکھنا درست ہے؟

(۳)　یہاں ایک نیم سرکاری ادارہ ہے، جو اپنے ملازمین کے لیے کواٹرز بنواتا رہتا ہے اور اس غرض سے اپنے ٹھیکیداروں کو سرکاری نرخ پر سمنٹ بھی فراہم کرتا ہے، ٹھیکیدار اس ادارہ کی طرف سے فراہم کردہ سیمنٹ کو مطلوبہ اور ادارہ کی طرف سے طے کردہ مقدار میں کاموں میں نہیں لگاتے ہیں اور سیمنٹ کو بچا کر چوری چھپے کم دام میں بیچ ڈالتے ہیں، ایسی ہی سیمنٹ یہ جان بوجھ کر خریدنا کہ یہ چوری کی ہے؛ مگر بازار سے کم دام پر مل رہی ہے، اس کو مسجد میں لگانا کیا جائز ہے؟ اور ایسی سیمنٹ سے تعمیر شدہ مسجد میں نماز ادا ہوجاتی ہے؟ کیوں کہ اس کا فرش بھی چوری کردہ خریدی ہوئی سیمنٹ سے بنا ہے اور معنوی طور پر ناپاک ہے، جن لوگوں نے جان بوجھ کر چوری کی سیمنٹ مسجد میں خرید کر لگائی، کیا وہ مسجد کمیٹی میں رہنے کے لائق ہیں؟ اور اگر امام صاحب بھی اس حرکت میں شریک ہوں تو کیا ان کو امام بنائے رکھنا درست ہے؟

هو المصوب

(۱-۲)　اگر امام مذکور نظریات سے تائب ہوگئے ہیں تو ان کی امامت درست ہے، البتہ اگر وہ آیات کو اس طرح پڑھتے ہیں جس سے معانی بدل جاتے ہوں، زبر زیر کا لحاظ بھی نہیں رکھتے تو ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہ ہوگا۔(۱)

(۳)　ایسی سیمنٹ کو مسجد کی تعمیر میں لگانا جائز نہ ہوگا، ایسی مسجد میں نماز مع الکراہت ہوجائے گی، جن لوگوں

(۱)　قوله: (فلو في إعراب) ككسر قوامًا مكان فتحها، وفتح باء نعبد مكان ضمها ومثال مايغير "إنما يخشى الله من عباده العلماء" بضم هاء الجلالة وفتح همزة العلماء، وهو مفسد عند المتقدمين. واختلف المتأخرون، فذهب ابن مقاتل ومن معه إلىٰ أنه لايفسد، والأول أحوط وهٰذا أوسع. (رد المحتار: ۳۴۹/۲) (كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، مطلب: مسائل زلة القاري، انيس)

نے ایسی حرکت کی ہے، ان کو اپنے فعل سے تائب ہونا چاہیے۔

تحریر: محمد طارق ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی

نوٹ: احادیث صریحہ اور توارث وتواتر سنت، اجماع اور قرآن کریم کے اشارۃ النص سے پانچوں نمازوں کی فرضیت ثابت ہے، (۱) لہٰذا اسلام میں ان کے انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے، امام نے جب کہ توبہ کرلی ہے تو ان کو امامت سے معزول کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، اگر توبہ کے آثار ظاہر نہ ہوں تو ان کو ہٹا کر دوسرا امام مقرر کرلیا جائے۔ (۲) توبہ کے آثار نہ پائے جانے کی صورت میں ان کے پیچھے نماز جائز نہ ہوگی، آثار توبہ کا مفہوم یہ ہے کہ وہ

(۱) ﴿فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْن﴾ الخ، وقيل المراد بالتسبيح هنا الصلوات الخمس فقوله: ﴿حِيْنَ تُمْسُوْنَ﴾ صلاة المغرب والعشاء وقوله: ﴿حِيْنَ تُصْبِحُوْنَ﴾ صلاة الفجر وقوله: ﴿عَشِيًّا﴾ صلاة العصر وقوله: ﴿وَحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ﴾ صلاة الظهر، كذا قال الضحاك وسعيد بن جبير وغيرهما، الخ. (فتح القدير للشوكاني: ٢١١/٤)/ وكذا في الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، الجزء الرابع عشر، تفسير سورة الروم، ص: ١٥، دار الفكر بيروت، انيس)

عن عبادة بن الصامت. رضي الله عنه. قال: قال رسول الله صلى الله عليه و سلم: "خمس صلوات افترضهن اللّٰه تعالىٰ من أحسن وضوء هن وصلاهن لوقتهن وأتم ركوعهن وخشوعهن كان له على الله عهد أن يغفر له". (مسند الإمام أحمد، مسند عبادة بن الصامت (ح: ٢٢٧٠٤)/ سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب في المحافظة على وقت الصلوات (ح: ٤٢٥)/ تعظيم قدر الصلاة لمحمد بن نصر المروزي، باب ذكر الأخبار التي احتجت به (ح: ١٠٣٤)/ المعجم الأوسط للطبراني، من اسمه عبد الرحمن (ح: ٤٦٥٨)/ السنن الكبرىٰ للبيهقي، باب الترغيب في حفظ وقت الصلاة والتشهد (ح: ٣١٦٦)/ شرح السنة للبغوي، باب فضل الوتر (ح: ٩٧٨) انيس)

عن أبي أمامة. رضي الله عنه. قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "صلوا خمسكم و صوموا شهركم وأدوا زكوٰة أموالكم وأطيعوا ذا أمركم تدخلوا جنة ربكم". (مسند الإمام أحمد، حديث أبي أمامة الباهلي الصدى بن عجلان (ح: ٢٢٢٥٨)/ أخبار مكة للفاكهي، ذكر حد من لم يكن أهله حاضري المسجد الحرام (ح: ١٨٩٣)/ سنن الترمذي، باب منه (ح: ٦١٦)/ الصحيح لابن خزيمة، باب ذكر الدليل على أن لا واجب في المال (ح: ٢٢٥٧)/ الصحيح لابن حبان، ذكر التخصيص الثاني الذي يخص عموم تلك (ح: ٤٥٦٣)/ المعجم الكبير للطبراني، محمد بن زياد الألهاني، عن أبي أمامة (ح: ٧٥٣٥)/ مسند الشاميين للطبراني، ما أسند شرحبيل بن مسلم بن خالد الخولاني (ح: ٥٤٣)/ سنن الدارقطني، باب المواقيت (ح: ٢٧٥٩)/ المستدرك للحاكم، كتاب الإيمان (ح: ١٩)/ الآحاد والمثاني لابن أبي عاصم، أبو قتيلة (ح: ٢٧٧٩)/ مسند الروياني (ح: ١٢٦٤)/ شعب الإيمان، القرابين والأمانة عن معناها (ح: ٦٩٦٧) انيس)

سأل نافع بن أرزق ابن عباس رضي الله عنهما عن الصلوات الخمس في القرآن، فقرأ: ﴿فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ﴾ قال: صلاة المغرب ﴿وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ﴾ قال: صلاة الصبح ﴿وَعَشِيًّا﴾ قال: صلاة العصر ﴿وَحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ﴾ صلاة الظهر، ثم قرأ ﴿وَمِنْ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ ثلاث عوراتٍ لَكُمْ﴾. (التفسير الطبري، تفسير سورة الروم: ٨٤/٢٠، دار المعارف/ كذا في التفسير المظهري: ٢٢٨/٧. انيس)

(۲) وإن أنكر بعض ما علم من الدين ضرورة كفر بها... فلا يصح الإقتداء به أصلاً. (الدر المختار مع رد المحتار: ٣٠٠/٢) (باب الإمامة، انيس)

اپنے اس قول پر شرمندہ ہوں، آئندہ اس طرح کے اقوال منہ سے نہ کہنے کا پورا عزم ہو اور ایسے بد دین لوگوں کی صحبت سے گریز پایا جائے، جن کی صحبت میں ان کے اندر اس طرح کے خیالات پیدا ہوتے ہیں۔

ناصر علی (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲/۳۹۷-۳۹۹)

مشتبہ جملہ کہنے والے کی امامت:

سوال: بکر نے زید سے ذبیحہ کے سلسلہ میں کہا کہ میرا ذبح کیا ہوا؟ آپ لوگوں کے لیے حرام ہے تو زید نے بکر سے پوچھا کہ کیا آپ کا حکم دوسرا ہے؟ تو بکر نے بآواز بلند سب کے سامنے پڑھا: لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ (نعوذ باللہ)، جو موجود تھے، ان میں سے کسی نے توبہ کرنے کو کہا تو بکر بولا: ہم نے مذاق سے پڑھا تھا، اس سے کیا ہوگا؟ قریب ڈیڑھ ماہ بعد بکر کی سسرال کا ایک آدمی آیا اور ملاقات ہوئی تو پوچھا کہ کیا آپ کے مقدر میں اشرف علی ہی کا حکم ہے تو بکر نے پھر بآواز بلند لا الہ الا اللہ سیف اللہ رسول اللہ پڑھا، جب کہ بکر علاقہ کا مشہور آدمی ہے اور امام ہے۔

(۱) کیا زید پر شریعت کا حکم آئے گا، یا نہیں؟

(۲) بکر لائق امامت ہے، یا نہیں؟

(۳) مذکورہ واقعہ کے بعد بکر نے جو نماز جنازہ پڑھائی، قربانی کی، ہوئی، یا نہیں؟

(۴) زید کی کاشت والی زمین تھی؛ لیکن بکر سے آج سے پچاس سال قبل اپنے نام کرالیا اور متواتر پچاس سال سے سرکاری لگان دے کر رسید اکٹھا کیا، پچاس یا سو سال برابر مال گذاری دینے کی وجہ سے زمین کاشت والی، یا کوئی زمین بکر کی ہو جائے گی؟

هو المصوب

(۱) دریافت کردہ صورت میں زید سے ایک عالم دین ہونے کی حیثیت سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ادائیگی میں کوتاہی ہوئی ہے۔(۱)

(۲) اگر بکر نے توبہ واستغفار نہیں کی ہے اور اب بھی نہیں کرتا ہے تو اس کی امامت درست نہ ہوگی۔(۲)

(۳) اگر بغیر توبہ کے نماز جنازہ پڑھائی ہے اور قربانی کی ہے تو وہ سب ادا نہیں ہوئیں۔(۳)

---

(۱) لأن الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر فرض مطلقا. (المبسوط للسرخسي، باب مايسع الرجل في الإكراه ومالا يسعه: ۲۴/۱۵۴، دار المعرفة بيروت، انيس)

(۲) وجملته أن من كان من أهل قبلتنا ولم يغل في هواه حتٰى يحكم بكفره تجوز الصلاة خلفه وتكره. (البحر الرائق: ۱/۶۱۱) (باب الإمامة، انيس)

(۳) واتفقوا علٰى أن التوبة من جميع المعاصي واجبة على الفور لايجوز تأخيرها سواءٌ كانت المعصية صغيرة أو كبيرة. (شرح النووي على الصحيح لمسلم، كتاب التوبة : ۲/۳۵٤، انيس)

(۴) صرف مال گذاری ادا کرنے کی وجہ سے زید کی زمین بکر کی ملک نہ ہوگی، آزادی کے بعد حکومت ہند نے زمینداری کو ختم کر کے قابض کاشتکاروں کو مالکانہ حقوق عطا کئے؛ بلکہ باقاعدہ مالک قرار دیا، اگر مذکورہ صورت یہی ہے تو بکر اس زمین کا مالک قرار پائے گا۔

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲/۴۰۰-۴۰۱)

اللہ تعالیٰ کے لیے عرش پر جسمانی قیام کا عقیدہ رکھنے والے کی امامت کا حکم:

سوال: ہم سب اہل محلّہ حنفی المسلک ہیں اور ہمارے جو پیش امام تھے، وہ بھی حنفی المسلک کے دعویدار تھے؛ لیکن دو سال ہوئے ہیں، وہ سعودی عرب گئے، وہاں تقریباً ایک سال سے زائد عرصہ گذارا اور وہاں مبلغ بھی رہ چکے ہیں، واپسی پر جب آئے ہیں تو ان سے ایسے افعال اور اقوال صادر ہوئے ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ غیر مقلد ہیں؛ بلکہ حنفی المسلک بالکل نہیں ہیں؛ کیونکہ وہ صاف الفاظ میں یہ کہتے ہیں کہ ہمیں جب حدیث نبوی ملتی ہے تو ہم کسی شخص کی تابعداری نہیں کرتے، اس کے علاوہ صبح کی سنتیں اور فرض کے درمیان تحیۃ المسجد پڑھنا اور اوقاتِ مکروہہ میں نماز درست کہنا؛ بلکہ فرض نمازوں کے بعد دعا کو بدعت کہنا، کھانا کھانے کے بعد میزبان کو دعائے خیر کرنا، مردے کے گھر جا کر ورثاء میت کو دعا کرنا بدعت سمجھتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے قصد پر جانا حرام اور ناجائز سمجھتا ہے اور حدیث ''**لاتشد الرحال**''، إلخ سے دلیل پیش کرتا ہے، اللہ جل شانہ کے لئے عرش پر مکان اور قیام کا قائل ہے۔

مندرجہ بالا افعال اور اقوال کے بعد اس شخص کو امام رکھنا ٹھیک ہے، یا کہ سبکدوش کیا جائے؟ جب کہ ہمارے سب علما نے بھی سبکدوشی کا مشورہ دیا ہے؛ لیکن مولوی موصوف شرعی حکم کے بغیر سبکدوش نہیں ہوتا، جب کہ مسجد میں ایک دو دفعہ جھگڑا بھی ہوا ہے اور گورنمنٹ سے موصوف نے عدم مداخلت فی المسجد کی ضمانت بھی لی ہے، کیا اہل محلّہ مولوی صاحب کو سبکدوش کرنے کا حق رکھتے ہیں، یا نہیں؟ اور تمام اہل محلّہ اس کی امامت پر ناراض ہیں، کیا حکم ہے؟

الجواب

سوال میں امام صاحب موصوف کی طرف جو خیالات منسوب کئے گئے ہیں، اگر واقعۃً ان امام صاحب کے عقائد و خیالات یہی ہیں تو انہیں حنفی مقتدیوں کا امام مقرر کرنا درست نہیں، خاص طور سے اگر وہ باری تعالیٰ کے لیے عرش پر جسمانی قیام کا عقیدہ رکھتے ہیں تو یہ اہل سنت والجماعت کے عقائد کے قطعی خلاف، ایسے عقیدے والے امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہیے، (۱) ان کے بجائے کوئی صحیح العقیدہ امام متعین کیا جائے۔ واللہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۱۴۰۰/۸/۴ھ (فتویٰ نمبر ۱۰۴۹/۳۱، ج) (فتاویٰ عثمانی: ۱/۴۳۰-۴۳۱)

(۱) کیونکہ فسق اعتقادی، فسق عملی سے زیادہ برا ہے، جیسا کہ حلبی کبیر شرح المنیہ: ۵۱۴ (طبع سہیل اکیڈمی لاہور) (**فصل فی الإمامة، انیس**) میں ہے: ''**ویکره تقدیم المبتدع أیضاً: لأنه فاسق من حیث الإعتقاد وهو أشد من الفسق: من حیث العمل**

حدیث شریف کی توہین کرنے والے کی امامت:

سوال: ایک شخص مسجد سے نکل کر جا رہا تھا اور دنیا کے مال و اسباب کی تعریف کر رہا تھا، دوسرا شخص مسجد میں تھا، مسجد والے شخص نے باہر جانے والے سے کہا کہ اس کے منہ سے دنیائے فانی کی تعریف کرنے کے وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ جس نے دنیا کے مال کو مال کہا، اس کا آگے مال نہیں اور دنیا کے گھر کو گھر کہا، اس کا آگے گھر نہیں تو باہر جانے والے نے لوٹ کر جواب دیا: (نعوذ باللہ) ''حدیث گئی ایسی تیسی میں''، ایسا کہنے والے کے متعلق کیا حکم ہے؟ اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

اس نے بہت سخت بات کہی، جب تک وہ نادم ہو کر سچی پکی توبہ نہ کرے، اس کو امام نہ بنایا جائے، بحر، عالمگیری وغیرہ میں اس کا حکم سخت لکھا ہے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۷/۱۳۹۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۸۳/۶۔۱۸۴)

جو شخص علمائے حق کی تکفیر کر چکا ہو، اس کی امامت:

سوال: کیا کسی ایسے حافظ، یا قاری کو جامع مسجد کا امام بنانا شرعاً جائز ہے؟ جو زمانۂ سابق میں علمائے حق اور اکابر دین کو اپنے قلم سے کافر لکھ چکا ہو؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

اگر صدق دل سے توبہ کرے اور اعلان کر دے کہ میں نے غلط فہمی اور نفسانیت کی وجہ سے علمائے حق کو کافر لکھا تھا، میں اب توبہ کرتا ہوں اور یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ وہ کافر نہیں؛ کیوں کہ جو شخص کسی کو کافر کہتا ہے اور واقعۃً وہ کافر نہیں تو یہ کلمہ خود اس کافر کہنے والے کی طرف لوٹتا ہے اور اس پر اس کا وبال پڑتا ہے،(۲) پھر قوم کو اطمینان ہو جائے کہ

---

(۱) ویکفر ...بردہ حدیثاً مرویاً إن کان متواتراً أو قال علی وجہ الاستخفاف سمعناہ کثیراً.(البحر الرائق، کتاب السیر، باب أحکام المرتدین: ۲۰۴/۵، رشیدیة)

''ومن أنکر المتواتر فقد کفر، ومن أنکر المشهور، یکفر عند البعض. وقال عیسیٰ بن أبان: یضلل ولایکفر، وهو الصحیح. ومن أنکر خبر الواحد لایکفر، غیر أنه یأثم بترک القبول''.(الفتاویٰ الهندیة، کتاب السیر، الباب التاسع فی أحکام المرتدین ومنها ما یتعلق بالأنبیاء علیهم السلام: ۲۶۳/۲، رشیدیة)

(۲) عن عبداللہ بن دینار أنی سمع ابن عمر یقول: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: ''أیماامرئ قال لأخیه: یاکافر، فقد باء بها أحدهما، إن کان کما قال، وإلا رجعت علیه''.(الصحیح لمسلم، باب بیان حال إیمان من قال لأخیه المسلم یا کافر (ح: ۶۰) انیس)

==

اس کا یہ اعلان واقرار خطیب بننے کے لیے نہیں؛ بلکہ اصلاحِ نفس اور اپنے گناہ سے ندامت کی بنا پر ہے تو اس قاری حافظ کو امام وخطیب بنانا درست ہے، جب کہ اس میں امامت کی دوسری شرائط بھی موجود ہوں۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وإنی لغفار لمن تاب﴾ الآیة (۱)

عن عبد اللّٰہ بن مسعود رضی اللّٰہ عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم: "التائب من الذنب کمن لا ذنب له". (۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۱۸۴/۶-۱۸۵)

جمہور امت کی تکفیر کرنے والے کی اقتدا مکروہ ہے:

سوال: مولوی احمد چتر وڑ گڑھی کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے، یا نہیں؟ یا اس کے ہم عقیدہ لوگوں کے پیچھے نماز درست ہے؟ اگر پڑھ لی جائے تو نماز درست ہے، یا اعادہ واجب ہے؟

الجواب ______________________

حامداً ومصلیاً

مولوی احمد سعید کے عقائد اور نظریات کی تفصیل ہمیں معلوم نہیں، اس کے بغیر حکم لگانا مشکل ہے؛ مگر ایک بات مولوی صاحب مذکور کے متعلق ثقات سے معلوم ہوئی ہے کہ وہ جہاں جمعہ پڑھاتا ہے تو غیر مقلدین کی طرح نماز پڑھاتا ہے اور جب باہر سفر میں ہوتا ہے تو حنفیہ کی طرح نماز پڑھتا پڑھاتا ہے اور یہ ایک قسم کا تصنع اور ریا ہے، پس اگر یہ روایت درست ہے تو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔

درمختار میں ہے:

"ونمّام ومراء ومتصنع". (۳)

علاوہ ازیں مولوی صاحب کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ وہ سماعِ موتی اور سماع النبی صلی اللہ علیہ وسلم عند القبر شریف کا

== عن أبی ذر أنه سمع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یقول: لیس من رجل ادعی لغیر أبیه وهو یعلمه إلا کفر ومن ادعی ما لیس له فلیس منا ولیتبوأ مقعده من النار ومن دعا رجلاً بالکفر أوقال: عدو اللّٰہ ولیس کذلک إلا حار علیه. (الصحیح لمسلم، کتاب الإیمان، باب بیان حال إیمان من قال لأخیه المسلم یا کافر: ۵۷/۱، قدیمی) (رقم الحدیث: ٦١، انیس)

(۱) سورة طٰهٰ: ۸۲

(۲) مشکٰوة المصابیح، کتاب الدعوات، باب الاستغفار والتوبة، الفصل الثالث: ۲۰٦، قدیمی (ح: ۲۳٦۳، انیس)

(۳) ردالمحتار: ۵۲٤/۱ (باب الإمامة، انیس)

منکر ہے اور قائلین کی تکفیر کرتا ہے، اس سے جمہور امت کی تکفیر ہوتی ہے اور جمہور امت کی تکفیر کرنے والا مبتدع ہے، پس اگر اس نے توبہ کر کے اس عقیدہ سے رجوع نہیں کیا تو اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔

درمختار میں ہے:

"ومبتدع أی صاحب بدعة". (۵۲۳/۱)(۱)

جو عالم مندرجہ بالا عقیدہ رکھے؛ یعنی قائلین سماعِ موتی کی تکفیر کرے، اس کا بھی یہ حکم ہے، جو اوپر لکھا گیا ہے۔ فقط واللہ اعلم

عبدالقادر عفی عنہ، مدرس دارالعلوم، کبیر والا ضلع ملتان۔ الجواب صحیح: علی محمد عفی عنہ، مہتمم وشیخ الحدیث، دارالعلوم کبیر والا۔ الجواب صحیح: احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان، ۱۴۰۱/۶/۲۰ھ (خیر الفتاویٰ: ۳۷۷/۲)

منکر شفاعت کی امامت کا حکم:

سوال: ایک شخص قرآنی آیات ﴿يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ﴾ اور ﴿مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ﴾ اور ﴿تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ﴾ الآية. اور ﴿اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ﴾ الآية" اور ﴿وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ﴾ الآية" وغیرہ سے استدلال کرتا ہے کہ مرتکب کبیرہ وغیرہ کی شفاعت نہیں ہے۔

وجہ استدلال: اللہ تعالیٰ نے قاعدہ بیان فرمایا ہے کہ ہر عامل عمل خیر اور عاملِ عملِ شر مستوجب ثواب وعقاب ہے اور اللہ تعالیٰ کی کلام میں احتمال تغیر وتبدل نہیں ہے، قال اللہ تعالیٰ: ﴿مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ﴾ تو پھر شفاعت مرتب کرنا (نعوذ باللہ) غلط ہے؛ بلکہ مخالفت قرآن ہوگی اور نقض قانون الٰہی ہوگا، جو کہ موجب عتاب ہے اور جن احادیث سے ثبوت شفاعت ہے، جیسے قولہ علیہ السلام "شفاعتی لأهل الكبائر من أمتی" وغیرہ۔ ان کو آیات سے متعارض قرار دے کر گرا دیتا ہے اور ساتھ ہی لوگوں کو کہتا ہے کہ میں شفاعت کا قائل اور متفق اہل سنت ہوں اور مراد "من الشفاعة لايشفعون إلا لمن ارتضى" لیتا ہے؛ یعنی جسے اللہ تعالیٰ پسند کرے اور اللہ تعالیٰ زانی وسارق کو پسند نہیں کرتا، اب اگر بغیر توبہ فوت ہوگا تو اس کی شفاعت بھی نہیں ہوگی اور جانب ومخالف کو مزاحاً کہتا ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ زانی وسارق کو پسند کرتا ہے اور احادیث وغیرہ لوگوں کو گناہ پر جرأت دیتی ہیں؟ (نعوذ باللہ من ذلک)

لہذا جناب کی طرف رجوع کیا جاتا ہے کہ اس شخص کا یہ عقیدہ صحیح ہے، یا باطل؟ یہ شخص مسلمان ہے، یا کافر؟ اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟

---

(۱) الدر المختار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، انیس

الجواب

شخص مذکور کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ منکر شفاعت اگر کافر ہو، تب تو یقیناً نماز پڑھانے کے قابل نہیں اور اگر فاسق کہا جائے، جو کم از کم درجہ ہے، تب بھی امامت کے قابل نہیں۔

اکفار الملحدین: ٤٠-٤١، میں ہے:

والحاصل أن من كان من أهل قبلتنا ولم يغل حتٰى لم يحكم بكفره تصح الصلاة خلفه وتكره ولا يجوز خلف منكر الشفاعة والرؤية وعذاب القبر والكرام الكاتبين لأنه كافر لتواتر هذه الأمور من الشارع عليه السلام. فقط والله اعلم

بندہ محمد عبداللہ غفرلہ، مفتی خیر المدارس ملتان، ۲۳/شعبان ۱۳۷۴ھ۔ (خیر الفتاویٰ: ۲/۳۶۴-۳۶۵)

منکر رسالت کو امام بنانا جائز نہیں:

سوال: زید توحید و رسالت اور جمیع ضروریات دین کو تسلیم کرتے ہوئے اور عمل کرتے ہوئے یہ عقیدہ بھی رکھتا ہے کہ جو شخص صرف توحید کا قائل ہو اور رسالت اور قرآن کو نہ مانتا ہو، وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا؛ بلکہ آخر میں اس کی بھی مغفرت ہو جائے گی، زید کو امام بنانا جائز ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۹۲، محمد ابراہیم خاں ضلع غازی پور، ۹/رجب ۱۳۵۲ھ، ۳۰/اکتوبر ۱۹۳۳ء)

الجواب

جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت کو نہ مانے اور قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کی کتاب تسلیم نہ کرے، وہ جماہیر امت محمدیہ علی صاحبہا ازکی السلام والتحیہ کے نزدیک ناجی نہیں ہوگا، ایسا شخص جو اس کی نجات کا عقیدہ رکھتا ہو، اس کو امام بنانا جائز نہیں ہے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۳/۸۰)

(۱) وإن أنكر بعض ماعلم من الدين ضرورة كفر بها، فلا يصح الاقتداء به أصلاً. (الدرالمختار، باب الإمامة: ١/٥٦١، ط: سعيد)

ويكره... إمامة... مبتدع أى صاحب البدعة و هى اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول صلى الله عليه وسلم لا لمعاندة بل بنوع شبهة... وإن أنكر بعض ما علم من الدين ضرورة كفربها...فلا يصح الاقتداء به أصلاً فليحفظ. (الدرالمختارمع ردالمحتار: ١/٥٦٠-٥٦٢)

عن أبى هريرة قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يوماً بارزاً للناس فأتاه رجل فقال: يا رسول الله! ما الإيمان؟ قال: أن تؤمن بالله وملائكته وكتابه ولقائه ورسله وتؤمن بالبعث الآخر، الخ. (صحيح لمسلم، باب الإيمان ما هو وبيان خصاله (ح: ٩) انيس)

غیر مسلم سے سارق کا نام معلوم کرنے والے کی امامت:

سوال: کسی مسلم یا غیر مسلم سے سارق کا نام اور شئ مسروقہ کے پتہ پوچھنے جانے والے اور یہ ظاہر کرنے والے کہ ہر ایسی باتوں پر یقین رکھتے ہیں، ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

ایسا عقیدہ اور عمل غلط ہے، خلافِ شرع ہے، (۱) جب تک اس سے توبہ نہ کرلے، ہرگز امام نہ بنایا جائے۔ (۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۰/۴/۱۴۰۱ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۸۶/۶ـ۱۸۷)

مشرک کے جنازہ کی نماز پڑھانے والے کی امامت:

سوال: جو شخص مشرک انسان کی نماز جنازہ پڑھتا ہے اس کے پیچھے نماز کیسی ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــ حامدًا و مصلياً

جس کا خاتمہ شرک پر ہوا، اس کے لیے دعائے مغفرت کرنا اور اس کے جنازہ کی نماز پڑھنا قطعاً جائز نہیں۔

﴿ما كان للنبی والذين آمنوا أن يستغفروا للمشركين﴾ (الآية) (۳)

---

(۱) وعن أبی هريرة رضی اللّٰه عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: "من أتٰی كاهناً فصدقه بما يقول... فقد برئ مما أنزل علٰی محمد".

"الفرق بين الكاهن والعراف أن الكاهن: إنما يتعاطٰی الخبر عن الغيب فی مستقبل الزمان، ويدعی معرفة الأسرار، و العراف: هو الذی يتعاطٰی معرفة الشيئ المسروق ومكان الضالة ونحوهما من الأمور".

وفی رواية لأحمد والحاكم عن أبی هريرة رضی الله عنه بلفظ: "من أتٰی عرافاً أو كاهناً فصدقه بما يقول، فقد كفر بما أنزل علٰی محمد". (مرقاة المفاتيح شرح المشكٰوة، كتاب الطب والرقیٰ، باب الكهانة: ۳٦٦/۸، رشيدية. (رقم الحديث: ٤٥٩٩، انيس)

ومنها: أن تصديق الكاهن بما يخبره من الغيب كفر، لقوله تعالٰی: ﴿قل لا يعلم من فی السمٰوات والأرض الغيب إلا اللّٰه﴾ ولقوله عليه السلام: من أتٰی كاهناً فصدقه بما يقول، فقد كفر بما أنزل علٰی محمد". (شرح فقه الأكبر، حكم تصديق الكاهن، ص: ۱٤۹، قديمی)

وقال سبحانه تعالٰی: ﴿وإنی لغفار لمن تاب﴾ (سورة طٰهٰ: ۸۲)

(۲) "ويكره إمامة عبد وفاسق... ولعل المراد به من يرتكب الكبائر... وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لايهتم لأمر دينه، وبأن فی تقديمه للإمامة تعظيمه، وقد وجب عليهم إهانته شرعًا. (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/ ۵۵۹ ـ ۵٦۰، سعيد) (مطلب: البدعة خمسة أقسام، انيس)

(۳) سورة التوبة: ۱۱۳

جو آدمی علم کے باوجود ایسا کرے اس کو امام بنانا جائز نہیں۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالی اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۴/۱۴۰۱ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۱۸۶/۶)

ٹوٹکے وغیرہ پر اعتقاد رکھنے والے کی امامت:

سوال: زید ٹوٹکے کراتا ہے، بکرا بطورِ صدقہ مریض کے سرہانے بندھا جاتا ہے اور مریض اگر کمسن ہو تو اس کو سوار کراتا ہے، پھر اس بکرے کو دفن کراتا ہے، زید کے لیے کیا حکم ہے؟ آیا اس پر توبہ اور تجدید نکاح لازم ہے، یا نہیں؟ اس کو امام بناویں، یا نہیں؟ اور اگر مسلمانوں سے کہا جاوے کہ ایسے شخص پر زجر کرنا چاہئے، اس کو کم از کم امامت سے معزول کردو اور چند جاہل یہ کہیں کہ ہم تو زید پر ایمان لائے ہیں تو یہ کیسا ہے؟

الجواب

ایسے شخص کو امام نہ بنانا چاہئے؛ بلکہ امام عالم اور صالح اور متقی شخص کو بنانا چاہیے اور ایسے شخص کی امامت کے جو جہلاء طرف دار ہیں، وہ گنہگار ہیں؛ کیوں کہ مبتدع اور فاسق ہونے میں اس کے کچھ تردد نہیں ہے اور فاسق ومبتدع کی امامت مکروہ ہے اور معزول کرنا ایسے امام کا لازم ہے۔(کذا فی الشامی)(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۱۹/۳)

کیا کسی اجتماعی مصلحت کی وجہ سے خارجی کا امام بنانا درست ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں کے مسلمانوں میں بوجہ یورش جمیع کفار ونصاریٰ کے جمیع فرق اسلامیہ مثل خوارج وشیعہ وشوافع واحناف کا اس امر پر اتفاق ہوا ہے کہ ہم سب مل کر ایک شخص کے پیچھے جو سلطان ہے اور خوارج سے ہے، عیدین کی نماز ادا کریں، چنانچہ فرق شافعیہ اور شیعہ کے علما نے فتویٰ دے دیا ہے اور دستخط کردیئے ہیں اور اس سلطان کے پیچھے نمازِ عیدین پڑھنا منظور کرلیا ہے، چوں کہ یہاں کوئی عالم مذہب حنفی کا نہیں ہے، اس وجہ سے علماء احناف سے استفتا ہے کہ احناف اس میں شریک رہیں، یا نہیں؟

الجواب

خوارج اہل بدعت میں سے ہیں اور مبتدع کے پیچھے نماز کی اقتدا کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

---

(۱) قال ابن عابدين: "قوله: (وفاسق)(ويكره إمامة ...فاسق) من الفسق: و هو الخروج عن الإستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر، إلخ...بل مشى في شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم، إلخ". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۹/۱-۵۶۰، سعيد)(مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

(۲) ويكره إمامة عبد، إلخ، وفاسق، إلخ، ومبتدع: أي صاحب بدعة، بل مشى في شرح المنية: أن كراهة تقديمه كراهة تحريم. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفير)((مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

ردالمحتار میں ہے:

فهو (الفاسق) كالمبتدع تكره إمامته بكل حال، بل مشٰى فى شرح المنية علٰى أن كراهة تقديمه كراهة تحريم. (ردالمحتار: ۵۲۳/۱)(۱)

لیکن دو حالتوں میں جائز ہے، ایک یہ کہ دوسرا امام جس کی امامت مشروع (وغیر مکروہ) ہے، میسر نہ ہو اور یہ بھی میسر نہ ہونے کے حکم میں ہے کہ دوسرے امام کو مقرر کرنے میں فتنہ ہو۔

قال فى الدرالمختار: هٰذا إن وجد غيرهم وإلا فلا كراهة. (۵۲۵/۱)(۲)

دوسری حالت یہ ہے کہ وہ امام شرعاً واجب الاطاعت ہو، مثلاً: سلطان المسلمین نافذ الامر ہو اور وہ حتماً لوگوں کو اپنے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم دے، **فوجوب طاعة أولى الأمر مسلم.** (۳)

اور کراہت کی حالت میں بھی منفرداً نماز پڑھنے سے ان کے پیچھے پڑھ لینا اولیٰ ہے۔

قال فى الدرالمختار: فإن أمكن الصلاة خلف غيرهم فهو أفضل وإلا فالاقتداء أولٰى من الانفراد. (ردالمحتار: ۵۲۳/۱)

اشرف علی

بیشک بصورت امر کرنے سلطان کے، یا دوسرے کو امام بنانے میں فتنہ ہو تو اس صورت میں اسی سلطان کے پیچھے نماز پڑھنی چاہیے، جیسا کہ مفاد روایاتِ مذکورہ کا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عزیز الرحمٰن، مفتی مدرسہ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۹۵/۳-۲۹۶)

ڈاکٹر عثمانی کے متبعین کی اقتدا میں پڑھی جانے والی نمازیں واجب الاعادہ ہیں:

ڈاکٹر مسعود الدین کے نظریات درج ذیل ہیں:

(۱) عذاب قبر اس ارضی قبر میں نہیں ہوتا؛ بلکہ روح کو برزخی جسم میں ڈال کر علیین یا سجین میں ڈال کر عذاب، یا راحت کی کیفیات ہوتی ہیں۔ (۴)

---

(۱) باب الإمامة، مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد، انيس

(۲) باب الإمامة، انيس

(۳) ﴿يا ايها الذين آمنوا أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولى الأمر منكم﴾ (سورة النساء: ۵۹، انيس)

(۴) عن عائشة رضى الله عنها أن يهودية دخلت عليها فذكرت عذاب القبر، فقالت لها: أعاذك الله من عذاب القبر، فسألت عائشة رسول الله صلى الله عليه وسلم عن عذاب القبر، فقال: نعم عذاب القبر حق. قالت عائشة: فمارأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد صلى صلاة إلا تعوذ بالله من عذاب القبر. (صحيح البخارى، ==

(۲) وفات کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ والی قبر اقدس میں نہیں ہیں۔(۱)

(۳) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دور، یا قریب سے سننے والا جاننا بہرحال مشرکانہ عقیدہ کا حامل ہے۔(۲)

(۴) آدم علیہ السلام کا ذاتِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ بنانے والی احادیث اور قبر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وسیلہ بنانے والی احادیث غلط ہیں۔(۳)

== باب ماجاء فی عذاب القبر،رقم الحدیث: ۱۳۷۲/صحیح لمسلم،باب استحباب التعوذمن عذاب القبر،رقم الحدیث:۵۸۶،انیس)

(۱) عن عائشة رضی اللّٰه عنها قالت:لما قبض رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اختلفوا فی دفنه،فقال أبوبکر: سمعت من رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم شیئا ما نسیته، قال:ما قبض اللّٰه نبیا إلا فی الموضع الذی یحب أن یدفن فیه فدفنوه فی موضع فرقاشه".(سنن الترمذی،کتاب الجنائز،باب قبیل باب ماجاء فی الجلوس قبل أن توضع:۱۹۷/۱-۱۹۸،رقم الحدیث:۱۰۱۸،قدیمی،انیس)

(۲) عن أبی هریرة قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: من صلی علی عند قبری سمعته ومن صلی علی نائبا أبلغته.(رواه البیهقی فی شعب الایمان،تعظیم النبی صلی اللّٰه علیه وسلم،رقم الحدیث: ۱۴۸۱)

"فحصل من مجموع هذا الکلام النقول والأحادیث ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم حی بجسده وروحه".(روح المعانی: ۳۶/۲۲،انیس)

"والمرئی أماروحه علیه الصلاة والسلام التی هی أکمل الأرواح تجردا وتقدسا بأن تکون قد تطورت وظهرت بصورة مرئیة بتلک الردیة مع بقاء تعلقها بجسده الشریف الحی فی القبرالسامی المنیف".(روح المعانی: ۳۷/۲۲،انیس)

علامہ انورشاہ کشمیری رحمہ اللہ آیت کریمہ "وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَامِنْ قَبْلِکَ مِنْ رُّسُلِنَا"(سورۃ الزخرف:۴۵) کے ذیل میں تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا روح اور جسم عنصری کے ساتھ اپنے اپنے قبروں میں زندہ ہونے کے بارے میں فرمایا ہے:"یستدل به علی حیاة الأنبیاء". (مشکلات القرآن:۲۳۴،انیس)

(۳) عن عمر بن الخطاب رضی اللّٰه عنه قال:قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم:لما اقترف آدم الخطیئة قال:یا رب أسألک بحق محمد لما غفرت لی،فقال اللّٰه:یا آدم وکیف عرفت محمدا ولم أخلقه؟قال:یارب لأنک لما خلقتنی بیدک ونفخت فیی من روحک ورفعت رأسی فرأیت علی قوائم العرش مکتوباً لا إله إلا اللّٰه محمد رسول اللّٰه،فعلمت أنک لم تضف إلی اسمک إلا أحب الخلق إلیک،فقال اللّٰه:صدقت یا آدم،إنه لأحب الخلق إلیّ ادعنی بحقه فقد غفرت لک ولولا محمد ما خلقتک.(المستدرک للحاکم،ومن کتاب آیات رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم،رقم الحدیث:۴۲۲۸،انیس)

عن أبی الجوزاء قال:قحط أهل المدینة قحطا شدیدا فشکوا إلی عائشة فقالت: انظروا قبر النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فجعلوا منه کوی إلی السماء حتی لایکون بینه وبین السماء شقف ففعلوا فمطروا مطراً حتی نبت العشب وسمنت الإبل حتی تفتقت من الشحم فسمی عام الفتق.(مشکاة المصابیح،باب الکرامات،ص:۵۴۵،قدیمی،انیس)

(۵) زیارت قبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جملہ احادیث من گھڑت ہیں۔(۱)

(۶) خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے بارے میں جملہ احادیث من گھڑت ہیں۔(۲)

(۷) ہر طرح کے تعویذات کرنا اور پانی پر دم کرنا وغیرہ کفر و شرک ہے۔(۳)

(۸) ۲ھ سے لے کر ۱۴۰۰ھ تک جتنے بزرگان دین، اولیاء کرام بشمول خاندان ولی اللہ شاہ عبد الرحیم، شاہ عبد العزیز، شاہ اسماعیل شہید رحمہم اللہ تعالیٰ کے بارے میں کہتا ہے کہ آج جو دین اسلام کے نام سے اس دنیا میں پایا جاتا ہے، وہ انہیں حضرات کا ایجاد کردہ ہے، قرآن وحدیث کے دین سے بالکل الگ ہے۔(۴)

(۹) اصل دین تو اس برصغیر پاک و ہند میں کبھی آیا ہی نہیں۔(۵)

---

(۱) عن ابن عمر قال:قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم:من جاء نی زائراً لا تعلمہ حاجة إلا زیارتی کان حقا علیّ أن أکون لہ شفیعا یوم القیامة.(المعجم الأوسط للطبرانی: ۵/۱۶،من اسمہ عبدان/المعجم الکبیر،سالم عن ابن عمر، رقم الحدیث:۱۳۱٤۹،انیس)

عن ابن عمر قال:قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم:من زار قبری بعد موتی کان کمن زارنی فی حیاتی.(المعجم الکبیر،مجاھد عن ابن عمر،رقم الحدیث:۱۳٤۹٦،انیس)

(۲) عن أبی ھریرة رضی اللّٰہ عنہ، عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: تسموا باسمی ولا تکنوا بکنیتی ومن رآنی فی المنام فقد رآنی فإن الشیطان لا یتمثل فی صورتی ومن کذب علی متعمدا فلیتبوا مقعدہ من النار.(صحیح البخاری، کتاب العلم،باب اثم من کذب علی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم،رقم الحدیث:۱۱۰،انیس)

عن أبی ھریرة قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: من رآنی فی المنام فقد رآنی، فإن الشیطان لا یتمثل بی.(صحیح لمسلم،باب قول النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم من رآنی فی المنام،الخ،رقم الحدیث:۲۲٦٦،انیس)

(۳) عن عائشة رضی اللّٰہ عنہا أن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان ینفث علی نفسہ فی مرضہ الذی قبض فیہ بالمعوذات،فلما ثقل کنت أنا أنفث علیہ بھن،فأمسح بیدنفسہ لبرکتھا.(صحیح البخاری،باب فی المرأة ترقی الرجل،رقم الحدیث:۵۷۵۱،انیس)

عن أبی سعید أن جبریل أتی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال:یا محمد ! اشتکیت؟فقال:نعم، قال: باسم اللّٰہ أرقیک من کل شیء یؤذیک،من شر کل نفس أو عین حاسد یشفیک باسم اللّٰہ أرقیک.(صحیح لمسلم، باب الطب والمرض والرقی،رقم الحدیث:۲۱۸٦،انیس)

(۴) عن ابن عباس قال:قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم:إنما أصحابی کالنجوم فبأیھم اقتدیتم اھتدیتم.(الإبانة الکبریٰ لابن بطة،رقم الحدیث:۷۰۲،انیس)

عن أبی ھریرة قال:قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم:لا تسبوا أصحابی لا تسبوا أصحابی،فوالذی نفسی بیدہ لو أن أحدکم أنفق مثل أحد ذھبا ما أدرک مد أحدھم ولا نصیفہ.(صحیح لمسلم،باب تحریم سب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم،رقم الحدیث:۲۵٤۰،انیس)

(۵) تاریخ کے حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہی قدیم ہندوستان میں اسلام کی تبلیغ ہوئی، ==

(۱۰) جو لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ پاک والی قبر اقدس میں زندہ مانتے ہیں؛ تا کہ ان کا درود وسلام سنیں، ان کے عقائد باطل ہیں۔(۱)

دریافت طلب امور یہ ہیں:

(۱) ایسے عقائد والا شخص کافر ہے، یا مسلمان؟ ہدایت پر ہے، یا ضلالت پر؟

(۲) مندرجہ بالا عقائد والے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟

(۳) جن لوگوں نے ان کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں، آیا وہ اعادہ کریں؟

الجواب

(۱) ڈاکٹر عثمانی خطرناک گمراہ کنندہ ہے، اقرب الی الکفر ہے۔

(۲) ایسے عقائد کے حامل کی اقتدا میں ہرگز نماز نہ پڑھیں۔

(۳) نمازوں کا اعادہ کرلیں۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، مفتی خیر المدارس ملتان، ۱۴/۵/۱۴۰۷ھ۔ (خیر الفتاویٰ: ۲/۳۷۸-۳۷۹)

عثمانی پارٹی والوں کی اقتدا کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں عثمانی پارٹی (حزب اللہ)(۲) والے تقریباً دس آدمی ہیں، وہ ہماری جماعت میں شامل نہیں ہوتے؛ بلکہ بعد میں دوسری جماعت کرتے ہیں، اگر ہمارے بعض آدمی تاخیر سے پہنچ جائیں تو کیا ہم ان کی اقتدا کر سکتے ہیں؟

(المستفتی: عزیز الحق ایس اے سی سی جدہ سعودی عرب، ۱۶/صفر ۱۴۰۵ھ)

== جنوبی ہند کے راستوں سے آئے عرب تاجرین کے ذریعہ ہندوستان میں اسلام کی تبلیغ شروع ہوئی، صحابی رسول حضرت مالک بن دینار ہندوستان کی جنوبی ریاست کیرلا کے ساحلی علاقہ میں تشریف لائے اور وہاں کے علاقائی بادشاہ سے ملاقات کی، بعد میں اس بادشاہ نے اسلام قبول کرلیا۔ انیس

(۱) **عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من صلى علي عند قبري سمعته ومن صلى علي نائبا أبلغته.(شعب الايمان للبيهقي،تعظيم النبي صلى الله عليه وسلم،رقم الحديث: ١٤٨١)**

(۲) عثمانی پارٹی کے بارے میں معلومات دستیاب نہ ہوسکا، البتہ حزب اللہ یہ شیعہ فرقہ کی تنظیم ہے۔ شیعوں کا جو فرقہ نصوص قطعیہ کا منکر ہے اور کفریہ عقائد رکھتا ہے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے، اس کے پیچھے نماز جائز ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں، صحیح العقیدہ شیعہ کی اقتدا میں نماز پڑھ سکتے ہیں۔ انیس

الجواب

جب اہل سنت والجماعت کی امامت متوقع ہو تو مبتدعین (حزب اللہ وغیرہ) کی اقتدا نہ کریں۔(۱) وہو الموفق

(فتاویٰ فریدیہ:۲/۴۰۱)

آغا خانی کا جنازہ پڑھانے والے کی امامت:

سوال: گزشتہ ہفتہ ایک آغا خانی اسماعیلی خاندان (۲) کے افراد کی، جو کہ ایک حادثہ میں ہلاک ہوئے، نماز

(۱) قال العلامة الحصكفي: ويكره إمامة عبد وفاسق وأعمٰى ومبتدع: أى صاحب بدعةٍ وهي اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لابمعاندةٍ بل بنوع شبهةٍ .(الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار،باب الإمامة: ۱/٤١٤،مطلب البدعة خمسة أقسام،انیس)

(۲) اسماعیلی، اہل تشیع کا ایک تفرقہ ہے، جس میں حضرت امام جعفر صادق (پیدائش 702ء) کی امامت تک اثنا عشریہ اہل تشیع سے اتفاق پایا جاتا ہے اور یوں ان کے لیے بھی اثنا عشری کی طرح جعفری کا لفظ بھی مستعمل ملتا ہے جبکہ ایک قابلِ ذکر بات یہ بھی ہے کہ اکثر کتب ورسائل میں عام طور پر جعفری کا لفظ اثنا عشری اہل تشیع کے لیے بطور متبادل آتا ہے۔765ء میں حضرت جعفر صادق کی وفات کے بعد ان کے بڑے فرزند حضرت اسماعیل بن جعفر (721ء تا755ء) کو سلسلہ امامت میں مسلسل کرنے والے جعفریوں کو اسماعیلی کہا جاتا ہے، جبکہ حضرت موسیٰ بن جعفر (745ء تا799ء) کی امامت کو تسلیم کرنے والوں کو اثنا عشری کہا جاتا ہے۔اسماعیلی فرقے والے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ کے بعد صرف حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ کی امامت کے قائل ہیں اور یوں امام جعفر الصادق رضی اللہ تعالیٰ ان کے لیے اثنا عشریہ اہل تشیع کے برخلاف چھٹے نہیں؛ بلکہ پہلے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ، دوسرے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ، تیسرے زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ اور چوتھے محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ کے بعد پانچویں امام بن جاتے ہیں اور اسماعیل بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ چھٹے؛ جن کے بعد محمد بن اسماعیل رضی اللہ عنہ (746ء تا809ء) کو ساتویں امام کا درجہ دیا جاتا ہے۔اسی فرقہ کو اسماعیلی، یا آغا خانی کہا جاتا ہے، موجودہ دور کے اسماعیلی اور ان کے افکار اسلامی تعلیمات کے برخلاف ہیں، جو کہ درج ذیل ہیں:

آغا خانی کا اس بات پر یقین ہے کہ قرآن ساری کائنات اور ہمیشہ کے لیے نہیں اترا تھا، وہ اپنے آغا خان کو چلتا پھرتا قرآن تصور کرتا ہے اور اس کی ہر بات کو اللہ کا حکم مانتا ہے۔

آغا خان نے خود کو سب کے سامنے ''اللہ کا مظہر'' کہا ہے اور مظہر کا مطلب ہوتا ہے ''رخ یا کاپی'' اور اسماعیلی۔۔۔آغا خان کو سجدہ بھی کرتے ہیں، چنانچہ توحید کی روح اور اصل متاثر ہوتی ہے۔

اسماعیلی۔۔۔نماز روزہ، حج ادا نہیں کرتے؛ بلکہ انہوں نے نماز کے بجائے دن میں تین بار چند مشرکانہ دعاؤں کو بدل لیا ہے اور آغا خان کے دیدار کو حج کے مترادف قرار دے دیا ہے۔

آغا خان جماعت خانہ میں عام لوگوں کے گناہ معاف کرتے ہیں اور اسماعیلیوں کا عقیدہ ہے کہ جن کے گناہ معاف کر دیئے گئے تو وہ قیامت کے دن پوچھ گچھ سے بچ جائیں گے۔

آغا خان کی بیٹی نے ایک عیسائی مبلغ سے شادی رچائی ہوئی ہے، جس کی وجہ سے اسماعیلیوں پر غیر مسلموں سے شادی کے دروازے کھل گئے ہیں اور کئی آغا خانی لڑکیاں اسی وجہ سے غیر مسلموں سے شادی کر چکی ہیں۔

آغا خان نے اللہ کی حرام ٹھہرائی ہوئی کئی اشیا کو حلال قرار دے لیا ہے، جیسے سود وغیرہ۔انیس

جنازہ ایک خطیب نے پڑھائی اور کہا کہ یہ بریلویوں سے تو اچھے ہیں اور خاص بات یہ ہے کہ تمام علما کے فیصلۂ متفقہ کے باوجود فاضل خطیب نے یہ کہا کہ میں اپنی ذمہ داری پر نماز پڑھاتا ہوں، لہٰذا آپ سے فتویٰ درکار ہے؟

الجواب

فرقہ آغاز خانی کے اعمال وعقائد شریعت کے سراسر منافی ہیں، لہذا یہ فرقہ خارج از اسلام ہے؛ اس لیے ان پر نماز جنازہ پڑھنا ہرگز درست نہیں۔ پس خطیب صاحب موصوف پر توبہ واستغفار لازم ہے، باوجود فہمائش کے اگر تائب نہ ہوتو لائق امامت نہیں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفی عنہ، نائب مفتی خیر المدارس ملتان، ۱۳۸۱/۵/۷ھ۔

الجواب صحیح: عبداللہ غفرلہ، مفتی خیر المدارس ملتان، ۱۳۸۱/۵/۸ھ۔ (خیر الفتاویٰ: ۴۷/۲)

مہدوی امام کے پیچھے نماز پڑھنا:

سوال: غرض یہ ہے کہ جماعت کے کچھ ساتھ مہدوی فرقہ میں کام کرنا چاہتے ہیں، ان کے لیے ان کے پیچھے نماز پڑھنا پڑی تو کیا ان کے پیچھے نماز صحیح ہوگی؟ ان کے اندر کام کرنے کا طریقہ کیا اپنانا چاہیے؟

(مستفتی: سلیم جامع مسجد بیلگام)

الجواب

فرقہ مہدوی (۱) ''سید محمد جونپوری'' کو مہدی موعود سمجھتا ہے، جیسا کہ قادیانی غلام احمد قادیانی کو مہدی موعود مانتے ہیں، ان کے عقائد اور نظریات اسلام سے ہٹے ہوئے ہیں؛ اس لیے یہ ایک غیر مسلم فرقہ ہے۔ (۲) (کفایت المفتی) ان کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔

---

(۱) فرقہ مہدویت کے بانی سید محمد جونپوری کے معتقدین کے عقائد یہ ہیں کہ نعوذ باللہ سید محمد جونپوری خدا تعالیٰ کی بعض صفات میں بھی شریک ہیں، امام مہدی پیغمبر ہیں، اس کا ادنی کفر بھی ارتداد کو مستلزم ہے، امام مہدی کی نماز انبیاء وصلحاء سے بڑھ کر ہیں؛ بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کا درجہ رکھتے ہیں، انہیں کان وما یکون کا علم دیا گیا تھا اور ان پر عربی وہندی میں وحی نازل ہوئی تھی، یہ دیگر انبیاء کی طرح تمام صغائر وکبائر سے محفوظ ہیں۔ (کتاب النوازل بحوالہ امام مہدی شخصیت وحقیقت: ۹۸/۲، انیس)

(۲) قد ظهر في البلاد الهندية جماعة تسمى المهدوية ولهم رياضات عملية وكشوفات سفلية وجهالات ظاهرية، ومن جملتها أنهم يعتقدون أن المهدى الموعود وهو شيخهم الذى ظهر ومات ودفن فى بعض بلاد خراسان وليس يظهر غيره مهدى فى الوجود ومن ضلالتهم أنهم يعتقدون أن من لم يكن على هذه العقيدة فهو كافر. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، باب أشراط الساعة: ۳٤٤۳/۸، دار الفكر بيروت انيس)

حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کی تشخیص کے سلسلہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت واضح ہے، جسے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ==

قال المرغيناني: تجوز الصلاة خلف صاحب هوى وبدعة ولا تجوز خلف الرافضي والجهمي والقدري والمشبهة ومن يقول بخلق القرآن، حاصله إن كان هوىٰ ليكفر به صاحبه تجوز الصلاة خلفه مع الكراهة وإلا فلا. (الفتاویٰ الهندية: ۸٤/۱)(۱)

(۲) فرقہ مہدوی میں کام کے لیے ان کے پیچھے نماز پڑھنا ضروری نہیں؛ بلکہ اور طریقوں سے کام کیا جا سکتا ہے، مثلاً: (۱) ان کے علاقہ میں گشت کرکے اپنی باتیں ان کے پاس رکھیں، (۲) تبلیغی اجتماعات میں ان کو مدعو کرکے انہیں اپنا پیغام پہونچائیں، (۳) انفرادی ملاقات کے ذریعہ ان کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کرائیں، وغیرہ۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم

مفتی محمد شاکر خان قاسمی پونہ (فتاویٰ شاکر خان: ۸۳/۲-۸۴)

"ما أهل به لغير الله" کو حلال قرار دینے والے کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ زید ایک عالم شخص ہے اور پیش امام بھی عقیدہ میں بالکل ڈھیلا اور بریلی ہے، نذر ونیاز کا قائل ہے اور وما اهل لغير الله به والی چیز کو حلال کرکے مخلوق کو گمراہ کررہا ہے، داڑھی کا سخت دشمن ہے، دو تین انگلی سے بالکل زائد نہیں، ایک مولوی صاحب نے اس کے ساتھ مناظرہ کیا ہے اور داڑھی کا ثبوت حدیث اور فقہ کی کتب سے دیا ہے تو بریلی صاحب نے کہا ہے کہ میں تمام کتب کو اکٹھا کرکے آگ جلاتا ہوں۔ (نعوذ باللہ) اس کی ہمشیرہ جس کی عمر تقریبا پچاس سال ہے، بیٹھی ہے، شادی کردینا نہیں چاہتا، تمام لوگ اور علما اور زمیندار طبقہ کہہ چکے ہیں کہ ایسا کام مت کرو، کسی ایک کی نہیں مانتا اور زانی بھی ہے، ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہ؟ جو الفاظ اس نے کتب کے متعلق بولے ہیں، کیا کافر ہوجاتا ہے، یا نہ؟ اگر ہوجاتا ہے تو اس صورت میں عورت چھوٹ جاتی ہے، یا نہ؟ ایسے شخص کے ساتھ السلام علیکم کرنا چاہیے، یا نہ؟ تمام علماء دیوبند کو کافر کافر کہتا ہے اور پیروں کو قبروں پر جاکر امداد اور مراد مانگتا ہے، شرعا کیا حکم ہے؟

(۲) ایک شخص نے کہا ہے کہ یہ آیت قرآن یہود کے لیے ہے، ہمارے لیے نہیں، ہم اس کو نہیں مانتے، یہ قرآن اس زمانے میں اُنہیں کے واسطے اترا تھا، نہ کہ ہمارے لیے تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟ اور اس کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیے؟

== "لو لم يبق من الدنيا إلا يوم لطول الله ذلك اليوم، حتى يبعث فيه رجلا منى أو من أهل بيتي يواطىء اسمه اسمي واسم أبيه اسم أبي يملأ الأرض قسطا وعدلا كما ملئت ظلما وجوراً". (سنن أبي داأد، كتاب المهدى، رقم الحديث: ٤٢٨٢)انيس)

ایک دوسری روایت میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"المهدى منى، أجلى الجبهة، أقنى الأنف، يملأ الأرض قسطا وعدلا كما ملئت جورا وظلما يملك سبع سنين". (سنن أبى داؤد، كتاب المهدى، رقم الحديث: ٤٢٨٤-٤٢٨٥)انيس)

(۱) الفصل الثالث فى بيان ما يصلح إمام لغيره، دار الفكر بيروت، انيس

(۳) غیر اللہ سے امداد اور مراد چاہنے والے کے ساتھ کیا برتاؤ رکھنا چاہیے؟ اور وہ مسلمان باقی ہے، یا نہ؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

(۱) ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز نہیں، ان کے بعض اقوال وعقائد کفریہ ہیں۔ (العیاذ باللہ)

(۲) اگر واقعی اس کی مراد یہ ہو کہ قرآن اس زمانے کے یہودیوں کے لیے تھا، ہمارے لیے نہیں اور اس میں کوئی تاویل نہیں کرتا تو یہ کفر ہے اور اگر یہ مطلب ہے کہ اس آیت کا تعلق یہود سے ہے، اس میں ان کے متعلق حکم مذکور ہے، مومنین کا حکم اس آیت میں مذکور نہیں تو کوئی خرابی نہیں۔

(۳) اس سوال کے جواب میں تفصیل ہے، فی الحال وقت میں اتنی گنجائش نہیں۔ واللہ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود: ۲/۱۱۵-۱۱۶)

غلط عقید بیان کرنے والے خطیب کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک خطیب نے فضائل حسنین رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہوئے کہا کہ حسنین شریفین بہشت میں ہم سب کے سردار ہوں گے، تمام اولیا کے سردار ہوں گے اور تمام انبیاء کے سردار ہوں گے، اس موقعہ پر ان کو ٹوکا گیا کہ حسنین شریفین انبیاء کے سردار نہیں ہوں گے، (۱) خطیب صاحب نے ٹوکنے والے کو چپ کرادیا اور کہا کہ تفسیر خازن اٹھا کر دیکھو، مشکوۃ شریف میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے، وہ دیکھو۔

لہٰذا مندرجہ بالا گفتگو کو مدنظر رکھتے ہوئے مندرجہ ذیل سوالوں کے جواب عطا فرمادیں:

(۱) کیا یہ بات درست ہے کہ حسنین شریفین جنت میں انبیاء کے سردار ہوں گے؟

(۲) اس قسم کا عقیدہ رکھنے والے کے پیچھے نماز درست ہوئی کہ نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

خطیب مذکور جاہل ہے، کسی تفسیر کی کتاب میں ایسا قول موجود نہیں ہے اور نہ ہی تفسیر خازن اور مشکوۃ شریف میں اس کا ذکر ہے، لہٰذا فوراً اس کو اپنی بات سے رجوع کرنا چاہیے اور توبہ استغفار کرنا لازم ہے، ورنہ امامت سے علاحدہ کردیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان، ۲۵/محرم ۱۳۹۹ھ۔ (فتاویٰ مفتی محمود: ۲/۱۶۷)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ناشائستہ کلمات کہنے والے کا بعد توبہ امامت کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے والد مولانا امین الحق پر بعض مخالفین نے

---

(۱) عن أبی سعید الخدری قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: الحسن والحسین سیدا شباب أھل الجنة. (فضائل الصحابة لابن حنبل، فضائل الحسن والحسین رضی اللّٰہ عنہما، رقم الحدیث: ۱۳٦۸، انیس)

ذاتی عناد کی بنا پر یہ الزام لگایا ہے کہ اس نے آج سے چالیس سال قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فداہ أبی وأمی کے بارے میں ناشائستہ کلمات استعمال کئے تھے، جن کی وجہ سے اس وقت کے علما نے اس کو امامت سے معزول کیا تھا، حالانکہ میرے والد نے زندگی بھر اس قسم کے الفاظ نہیں کہے ہیں، میرا والد سلسلہ عالیہ قادریہ میں منسلک ہے، اولیاء اللہ کے ماننے والے اور معتقد ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ادنیٰ امتی ہونے پر فخر کرتا ہے، خدانخواستہ اگر بمقتضائے بشریت اس نے اس قسم کے کلمات کہے بھی ہوں اور اس نے توبہ کر کے انابت الی اللہ کی ہو تو کیا اس کے پیچھے اقتدا درست ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: سید الابرار منشی فاضل نوشہرہ، ۱۹۶۹/۴/۶ء)

الجواب

سب الرسول علیہ السلام کے ثبوت شرعی کے بعد ساب کا توبہ قرآن وحدیث اور فقہ کی بنا پر صحیح ہے اور اس کی امامت صحیح ہے۔

قال اللّٰه تعالٰی فی شان المنافقین: ﴿وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَالَمْ يَنَالُوْا﴾ إلٰی أن قال: ﴿فَإِنْ يَتُوْبُوْا يَكُ خَيْراً لَهُمْ﴾ (الآية)(۱)

وجه الاستدلال: إن المنافقین کانوا مسلمین ظاهراً، ویجری علیهم أحکام المسلمین.

وقال اللّٰه تعالٰی: ﴿غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ﴾(۲) من غیر تقیید وتخصیص.

وقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: "التائب من الذنب کمن لا ذنب له". (۳)

وقال العلامة الشامی فی ردالمحتار: ۴۰۲/۳: فهٰذا صریح کلام القاضی عیاض فی الشفاء والسبکی و ابن تیمیة وأئمة مذاهب علٰی أن مذهب الحنفیة قبول التوبة بلا حکایة قول آخر عنهم وإنما حکوا الخلاف فی بقیة المذاهب، إلخ. (۴) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۴۳۱/۲-۴۳۲)

---

(۱) سورة المائدة: ۷۴

(۲) سورة المؤمن: ۳

(۳) مشکاة المصابیح: ۲۰۶/۱، باب الاستغفار والتوبة

(۴) وحاصله أنه نقل الإجماع علی کفر الساب، ثم نقل عن مالک ومن ذکر بعده أنه لا تقبل توبته فعلم أن المراد من نقل الإجماع علی قتله قبل التوبة، ثم قال: وبمثله قال أبو حنیفة وأصحابه، الخ، أی أنه یقتل، یعنی قبل التوبة لا مطلقا، ولذا استدرک بقوله لکنهم قالوا هی ردة؛ یعنی لیست حدا، ثم ذکر أن الولید روی عن مالک مثل قول أبی حنیفة فصار عن مالک روایتان فی قبول التوبة وعدمه، المشهور عنه العدم ولذا قدمه وقال فی الشفاء فی موضع آخر: قال أبو حنیفة وأصحابه: من بریء من محمد صلی اللّٰه علیه وسلم ==

منکر تقدیر کی امامت:

سوال: ہماری بستی کے امام صاحب ایک اسکول کے مولوی ہیں، وہ کہتے ہیں کہ تقدیر کوئی چیز نہیں ہے، پیسہ اڑتا ہے، پکڑنے کا ڈھنگ چاہیے، ایسے امام کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں؟

== أو كذب به فهو مرتد حلال الدم إلا أن يرجع، فهذا تصريح بما علم من عبارته الأولٰى،وقال فى موضع بعد أن ذكر عن جماعة من المالكية عدم قبول توبته، وكلام شيوخنا هؤلاء مبنى على القول بقتله حدا لا كفرا،وأما على رواية الوليد عن مالك ومن وافقه على ذلك من أهل العلم قد صرحوا أنه ردة قالوا ويستتاب منها إن تاب نكل وإن أبى قتل،فحكموا بله بحكم المرتد مطلقا، والوجه الأول أشهر وأظهر،اھ.

يعنى أن قول مالك بعدم قبول التوبة أشهر وأظهر مما رواه عنه الوليد فهذا كلام الشفاء صريح فى أن مذهب أبى حنيفة وأصحابه القول بقبول التوبة كما هو رواية الوليد عن مالك،وهو أيضا قول الثورى وأهل الكوفة والأوزاعى فى المسلم،أى بخلاف الذمى إذا سب فإنه لا ينقض عهده عندهم كما مر تحريره فى الباب السابق ثم إن ما نقله عن الشافعى خلاف المشهور عنه والمشهور قبول التوبة على تفصيل ذلك، قال الإمام خاتمة المجتهدين الشيخ تقى الدين السبكى فى كتابه"السيف المسلول على من سب الرسول":حاصل المنقول عند الشافعية أنه متى لم يسلم قتل قطعا ومتى أسلم،فإن كان السب قذفا فالأوجه الثلاثة هل يقتل أو يجلد أو لا شيء،وإن كان غير قذف فلا أعرف فيه نقلا للشافعية غير غير قبول توبته،وللحنفية فى قبول توبته قريب من الشافعية،ولا يوجد للحنفية غير قبول التوبة،وأما الحنابلة فكلامهم قريب من كلام المالكية والمشهور عن أحمد عدم قبول توبته وعنه رواية بقبولها فمذهبه كمذهب مالك سواء،هذا تحرير المنقول فى ذلك،اھ ملخصا،فهذا أيضا صريح فى أن مذهب الحنفية القبول وأنه لا قول لهم بخلافه.

وقد سبقه إلى نقل ذلك شيخ الإسلام تقى الدين أحمد بن تيمية الحنبلى فى كتابه"الصارم المسلول على شاتم الرسول -صلى اللّٰه عليه وسلم"كما رأيته فى نسخة منه قديمة عليها خطه،حيث قال:وكذلك ذكر جماعة آخرون من أصحابنا أنه يقتل ساب الرسول صلى اللّٰه عليه وسلم ولا تقبل توبته سواء كان مسلما أو كافرا،وعامة هؤلاء لما ذكروا المسألة قالوا خلافا لأبى حنيفة والشافعى وقولهما أى أبى حنيفة والشافعى إن كان مسلما يستتاب فإن تاب وإلا قتل كالمرتد وإن كان ذميا، فقال أبوحنيفة لا ينقض عهده ثم قال بعد ورقة قال أبو الخطاب:إذا قذف أم النبى صلى اللّٰه عليه وسلم لا تقبل توبته وفى الكافر إذا سبها ثم أسلم روايتان:وقال أبو حنيفة والشافعى:تقبل توبته فى الحالتين،اھ،ثم قال فى محل آخر قد ذكرنا أن المشهور عن مالك وأحمد أنه لا يستتاب ولا يسقط القتل عنه، وهو قول الليث بن سعد، وذكر القاضى عياض أنه المشهور من قول السلف وجمهور العلماء،وهو أحد الوجهين لأصحاب الشافعى،وحكى عن مالك وأحمد أنه تقبل توبته، وهو قول أبى حنيفة وأصحابه وهو المشهور من مذهب الشافعى بناء على قبول توبة المرتد،اھ.

فهذا صريح كلام القاضى عياض فى الشفاء والسبكى وابن تمية وأئمة مذهبه على أن مذهب الحنفية قبول التوبة بلاحكاية قول آخر عنهم.(ردالمحتارهامش الدرالمختار،مطلب مهم فى حكم ساب الأنبياء،باب المرتد:۳۱۹/۳،انیس)

الجواب ــــــــــــــــــــ و باللّٰہ التوفیق

صورت مسئولہ میں جب یہ امام تقدیر کا منکر ہے تو اس کے پیچھے کسی مسلمان کی نماز نہیں ہوتی، اس شخص کو امامت سے علاحدہ کر دیا جائے اور اس کے پیچھے نماز ہرگز نہیں پڑھی جائے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۴/۴/۱۳۷۵ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۲/۱۷۳)

سوشلسٹ امام کی اقتدا کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سوشلزم کا عقیدہ رکھنے والے امام کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔ (المستفتی: محمد اقبال تاروتنگی چارسدہ)

الجواب ــــــــــــــــــــ

جس نے دیدہ ودانستہ سمجھ بوجھ کر، اس نظریہ کی معاونت کی ہو تو اس کو مسلمان سمجھنا غلط فہمی، یا بدفہمی ہوگی۔(۲)

الجواب الثانی: سوشلزم پر ایمان اور یقین رکھنے والے کے پیچھے اقتدا جائز نہیں ہے۔(۳) وہو الموفق

(فتاویٰ فریدیہ:۲/۴۰۰)

حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہ ماننے والے اور روایات درود کو ضعیف کہنے والے کی امامت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو امام مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں

(۱) اس لیے کہ تقدیر پر ایمان لانا ضروری ہے، تقدیر کا منکر کافر اور مرتد ہے اور کافر و مرتد کے پیچھے نماز صحیح نہیں، البتہ شخص مذکور نے اگر مذکورہ جملہ (تقدیر پر کوئی چیز نہیں ہے) جہالت اور لاعلمی کی بنیاد پر استعمال کیا ہے، اسے یہ معلوم نہیں کہ یہ کلمۂ کفر ہے تو اس صورت میں مفتی بہ قول کے مطابق شخص مذکور کو کافر و مرتد قرار نہیں دیا جائے گا اور اس کے پیچھے نماز صحیح ہوگی؛ لیکن اس طرح کا جملہ کا استعمال بہر حال غلط اور باعث گناہ ہے، سلب ایمان کا بھی خطرہ ہے، لہذا توبہ و استغفار اور آئندہ اس طرح کا جملہ استعمال کرنے سے احراز لازم ہے۔[مجاہد]

"والحاصل أن من تكلم بكلمة الكفرهازلاً أو لاعباً كفر عند الكل ولااعتبار باعتقاده كماصرح به قاضي خان في فتاواه ومن تكلم بهامخطأ أومكرها لايكفرعن الكل ومن تكلم بهاعالما عامداكفرعند الكل ومن تكلم بهااختياراًجاهلاً بأنهاكفرففيه اختلاف والذى تحررأنه لايفتى بتكفيرمسلم أمكن حمل كلامه علىٰ محمل حسن أوكان فى كفره اختلاف ولوروايةضعيفة". (البحرالرائق،أحكام المرتدين: ۵/۱۳۴-۱۳۵)

(۲) قال العلامة على قارى:وكذا لوقال: هٰذا زمان الكفر، لا زمان كسب الإسلام أى كفر إن أراد أنه ينبغى فى هٰذا الزمان كسب الكفرلا كسب الإسلام، بخلاف ماإذا أراد أن هٰذا زمان غلبة أهل الكفروالجهل وضعف كسب الإسلام والعلم.(شرح فقه الأكبرللقارى،ص: ۱۸۱،فصل فى الكفرصريحاً وكنايةً)

(۳) قال الحصكفى:وإن أنكربعض ما علم من الدين ضرورة كفربها ... فلا يصح الاقتداء به أصلاً.(الدر المختارعلىٰ هامش ردالمحتار: ۱/۴۱۵،قبيل إمامة الأمرد)

اختلاف رکھتا ہے اور درود شریف کی روایات کو ضعیف قرار دے رہے ہیں، وہ روایات جن میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تک صلاۃ وسلام کے ایصال کا ذکر کیا ہے، ایسے امام کو مقرر کرنا از روئے شرع کیا حکم رکھتا ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: حاجی عبدالمنان چیف کمیسٹ منگورہ سوات)

الجواب

بظاہر یہ شخص سلفی اور نجدی معلوم ہوتا ہے، پس اگر یہ حقیقت ہو تو ایسے شخص کو باقاعدہ امام مقرر کرنا مکروہ ہے۔(۱)

لکونه مبتدعاً خارجياً شديداً علىٰ المسلمين رحيماً علىٰ الكفار مبيحاً لقتل أهل الإسلام وتاركاً لقتل أهل الأوثان وفق قول الصادق المصدوق صلى الله عليه وسلم وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ:۳۸۱/۲)

ساحر، جادوگر اور مشرکانہ عقائد رکھنے والے کی امامت کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ!

(۱) جس شخص کا عقیدہ درست نہ ہو اور جادوگر ہو، بعض امور میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بھی ٹھہراتا ہو، اس کی امامت کا حکم کیا ہے؟

(۲) اگر کوئی مولوی نجوم کے ذریعہ غیب کی باتیں کرتا ہو، سحر اور جادو کرتا ہو تو کیا اس کی امامت صحیح ہے؟

(۳) اگر ایک مولوی صاحب نے ایک ہی خاندان کے چھوٹی بچیوں کی نماز جنازہ پڑھائیں؛ لیکن جب ان کی لڑکیوں کا دادا فوت ہوا تو مولوی صاحب نے پارٹی بازی کے طیش میں آکر جنازہ نہیں پڑھایا، کیا اس کی اس متعصّبانہ رویہ کی وجہ سے اس کی امامت درست ہے؟ بینوا توجروا۔　　(المستفتی: لیاقت علی راولپنڈی)

الجواب

(۱) مشرک اور ساحر امام کے پیچھے اقتدا کرنا باطل اور کالعدم ہے،(۲) البتہ محض تہمت بلا ثبوت ناقابل سماعت ہے۔ (قواعد فقہ)

---

(۱) وشروط صحة الإمامة للرجال الأصحا ستةأشياء:الإسلام وهو شرط عام.(مراقی الفلاح: ۱۰۹،المكتبة العصرية،انيس)
ويكره إمامة...مبتدع: أى صاحب بدعة وهى اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لابمعاندة بل بنوع شبهةٍ وكل من كان قبلتنا لايكفر بها حتىٰ الجوارح الذين يستحلون دماء نا وأموالنا، إلخ.(الدرالمختارعلىٰ هامش ردالمحتار: ۴۱۴/۱، مطلب البدعة خمسة أقسام،باب الإمامة)

(۲) وشراط صحة الإمامة للرجال الأصحا ستة أشياء:الإسلام وهو شرط عام.(مراقی الفلاح: ۱۰۹،المكتبة العصرية،انيس)
قال العلامة الحصكفى:وإن أنكر بعض ما علم من الدين ضرورة كفربها كقوله: إن الله تعالىٰ جسم كالأجسام وإنكاره صحبة الصديق فلا يصح الاقتداء به أصلاً فليحفظ.(الدرالمختارعلىٰ هامش ردالمحتار: ۴۱۵/۱، قبيل مطلب فى إمامة الأمرد)

(۲) سحر اور جادو جب کفر کی حد تک پہنچا ہو تو اس کا حکم جواب نمبر:۱، میں مسطور ہوا، (۱) اور جو جادو کفر کی حد تک نہیں پہنچا ہو تو اس عامل امام کے پیچھے اقتدا مکروہِ تحریمی ہے۔ (کبیری)(۲)

(۳) مولوی صاحب نے کن وجوہات کی بنا پر نماز جنازہ نہیں پڑھائی ہے، ان کی وضاحت ضروری ہے؛ تا کہ ہم فتویٰ دینے پر متقدر رہیں۔ وھو الموفق (فتاویٰ فریدیہ:۲/۳۹۳۔۳۹۴)

منکرین حدیث کی امامت:

سوال: جو فرقہ حدیث کا منکر ہو، اس کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہ؟

الجواب

قادیانی فرقہ جو کہ حدیث کا منکر ہے، وہ کافر ہے، ان کے پیچھے نماز درست نہیں ہے اور غیر مقلدوں کا فرقہ، جو کہ اپنے کو اہل حدیث کہتا ہے، وہ بھی در حقیقت اہل حدیث نہیں ہیں، ان کے پیچھے بھی نماز مکروہ ہے، امام عالم سنی حنفی کو مقرر کرنا چاہیے۔ (۳) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۳/۱۷۴)

منکرینِ قرآن وحدیث اور فاسق کے مرید کی امامت:

سوال: ایک امام ہے، وہ ایک بے نمازی داڑھی منڈے ہوئے فاسق کے ہاتھ پر بیعت ہو گیا اور اس کو دو عالموں نے سمجھایا اور کہا کہ جب تک شریعت ساتھ نہ ہوگی، طریقت حاصل نہیں ہو سکتی ہے، کلامِ پاک وحدیث سے ثابت ہے تو وہ غصہ ہو گیا اور کہا کہ میں کلامِ پاک وحدیث کو نہیں مانتا، اس معاملہ میں شریعت کا کیا حکم ہے، کیا کرنا چاہیے؟ اب اس نے بیعت کو فسخ کر دیا ہے، کیا اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے؟

---

(۱) قال العلامة ابن عابدين: فهٰذه أنواع السحر الثلاثة قد تقع بماهو كفر من لفظ أو اعتقاد أو فعل وقد تقع بغيره كوضع الأحجار للسحر فصول كثيرة فى كتبهم فليس كل ما يسمٰى سحراً كفراً إذ ليس التكفير به لما يترتب عليه من الضرر بل لما يقع به مما هو كفر كاعتقاد انفراد الكواكب بالربوبية أو أهانة قرآن أو كلام مكفر ونحو ذلك ملخصاً. (ردالمحتار هامش الدرالمختار: ۱/ ۳٤، مطلب السحر أنواع)

(۲) قال العلامة الحلبى: كذا فى فتاوٰى الحجة وفيه إشارة إلٰى أنهم قدموا فاسقاً يأثمون بناءً علٰى أن كراهة تقديمه كراهة تحريم. (الشرح الكبير، ص: ٤٧٥، فصل فى الإمامة)

(۳) وحاصله إن كان هوىً لايكفر صاحبه تجوز الصلاة خلفه مع الكراهة وإلا فلا، هكذا فى التبيين والخلاصة، وهو الصحيح، هٰكذا فى البدائع. (الفتاوىٰ الهندية، كشورى، باب الإمامة: ۱/ ۸۳، ظفير)

فرقہ منکرین حدیث کی امامت بھی درست نہیں ہے، علما نے ان کے کافر ہونے کا فتویٰ دے دیا ہے۔ ظفیر

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

جب امام صاحب نے کہا کہ ''میں کلامِ پاک وحدیث شریف کو نہیں مانتا'' تو اس کو ہرگز امام نہ بنایا جائے، (۱) جب تک وہ اپنی غلطیوں کا اقرار کرکے توبہ واستغفار وتجدید ایمان وتجدید نکاح نہ کرے، (۲) شریعت کو ترک کرکے طریقت حاصل نہیں کی جاسکتی، بے نمازی داڑھی منڈے فاسق کے ہاتھ پر بیعت ہونے سے خدائے پاک کی خوشنودی حاصل نہ ہوگی؛ بلکہ شیطان کی خوشنودی حاصل ہوگی۔ (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالی اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ:۱۸۵/۶-۱۸۶)

منکر حدیث کا جنازہ پڑھانے والے کی امامت:

سوال: ایک شخص حدیث پاک کا قطعی منکر ہے، مشہور منکر حدیث عبداللہ چکڑالوی کے مذہب کا پیروکار ہے، اپنے آپ کو اہل قرآن کہلواتا ہے، ایسا شخص از روئے شریعت مسلمان ہے، یا کافر؟

(۲) جو شخص ایسے آدمی کا جنازہ پڑھائے، اس کی اقتدا میں پانچ وقت کی نماز، جمعہ وغیرہ پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ

حدیث قرآن پاک کی توضیح وتشریح ہے، حدیث کو یکسر نظر انداز کرکے قرآن حکیم پر عمل قطعاً ناممکن ہے اور جو اس محال کا دعویٰ کرے، وہ بلا ریب جھوٹا ہے، چونکہ اتباعِ رسول کا فرض ہونا نصوص صریحہ قطعیہ سے ثابت ہے؛ اس لیے حدیث کا منکر کافر اور خارج از دائرۂ اسلام ہے۔ (۴)

(۲) امام مذکور تاوقتیکہ علانیہ توبہ نہ کرے، اس کی اقتداء میں ہرگز نماز ادا نہ کی جائے۔ فقط واللہ اعلم

محمد انور، نائب مفتی خیر المدارس ملتان۔ الجواب صحیح: بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، ۱۳۹۹/۱۲/۵ھ۔ (خیر الفتاویٰ:۳۵۰/۲)

(۱) ویکفر إذا أنکر آیةً من القرآن أوتسخر بآیة منه. (البحر الرائق شرح کنز الدقائق، کتاب السیر، باب أحکام المرتدین: ۲۰۵/۵، رشیدیة)

(۲) ما کان فی کونه کفراً اختلاف، فإن قائله یؤمر بتجدید النکاح وبالتوبة والرجوع عن ذلک. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب السیر، باب التاسع فی أحکام المرتدین، قبیل الباب العاشر: ۲۸۳/۲، رشیدیة)

(۳) قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿قل إن کنتم تحبون اللّٰه فاتبعونی یحببکم اللّٰه ویغفرلکم ذنوبکم واللّٰه غفوررحیم. قل أطیعوا اللّٰه والرسول فإن تولوا فإن اللّٰه لایحب الکافرین﴾ (سورة آل عمران: ۳۱-۳۲)

(۴) ﴿وما آتاکم الرسول فخذوه وما نهاکم عنه فانتهوا﴾ (سورة الحشر: ۵۹، انیس)

﴿قل إن کنتم تحبون اللّٰه فاتبعونی یحببکم اللّٰه﴾ (سورة آل عمران: ۳۱، انیس)

﴿یا أیها الذین آمنوا أطیعوا اللّٰه وأطیعوا الرسول ولا تبطلوا أعمالکم﴾ (سورة محمد: ۳۳)

﴿فلیحذر الذین یخالفون عن أمره أن تصیبهم فتنة أو یصیبهم عذاب ألیم﴾ (سورة النور: ۶۳) ==

منکرین حدیث سے تعلقات رشتہ داری رکھنے والے کی امامت کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں مسئلہ کہ ایک شخص ایک بستی کی مسجد میں کچھ عرصہ نماز کی جماعت کراتا رہا، مگر اس کی بعض حرکات کی وجہ سے نمازی اس سے متنفر ہونا شروع ہو گئے، حتیٰ کہ نمازیوں کی اکثریت نے اس کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دیا اور خود اس نے بھی کہہ دیا کہ بے شک کوئی دوسرا امام بنالیں۔ اب میں تمھیں نماز نہیں پڑھاؤں گا، مگر جب دوسرا آدمی تجویز کرلیا گیا تو اس نے؛ یعنی پہلے امام نے اس مسجد میں پھر دو تین نمازیوں کو نماز پڑھانا شروع کردی۔ اب اس مسجد میں بیک وقت دو جماعتیں کھڑی ہوجاتی ہیں، اکثریت اس امام سے بایں وجہ بھی متنفر ہے کہ اس کا کھانا پینا اور رشتہ داریوں کے تمام تعلقات اس فرقہ سے ہیں، جو اپنے آپ کو اہل قرآن کہتا ہے، جو صرف تین نمازوں کے قائل ہیں، پانچ نمازوں کو فرض ہی نہیں سمجھتے ہیں، نیز کھلے طور پر انکار حدیث کرتے ہیں اور اپنے لڑکے کی شادی بھی ایسے لوگوں کے گھر ہی کررکھی ہے اور ان کا ہر وقت اس کے ہاں آنا جانا رہتا ہے اور برت برتاؤ، کھانا پینا بھی انہی کے ساتھ ہے، کیا ایسے شخص کو امام بنانا، اس سے جماعت کرانا جائز ہے، جب کہ سوائے ایک دو آدمیوں کے اس کے پیچھے نماز پڑھنے کے لیے کوئی آدمی تیار نہیں ہے اور اہل محلہ اس سے بیزار ہیں، نیز اس پر اس کے علاوہ اور بھی فسق وفجور کے شبہات ہیں؟

الجواب

اگر یہ باتیں درست ہیں کہ امام مذکور میں فسق و فجور بھی پایا جاتا ہے، نیز اس کے تعلقات اور رشتہ داریاں فرقہ منکرین حدیث سے ہیں اور انہی وجوہات کے سبب اہل محلّہ اس سے بیزار ہیں اور اکثریت نے اس کی اقتدا ترک کردی ہے تو امام مذکور کو لازم ہے کہ اس مسجد کی امامت سے الگ ہوجائے اور زبردستی اپنی امامت ان لوگوں پر ٹھونسنا ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے؛ بلکہ اس کی امامت مکروہ ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق، والجواب صحیح: محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ، یکم محرم ۱۳۹۶ھ۔ (فتاویٰ مفتی محمود: ۲/۲۱۹)

== عن المقدام بن معدی كرب الكندی رضی اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم حرم أشياء يوم خيبر الحمار وغيره ثم قال: ليوشک الرجل متكئاً على أريكته يحدث بحديثي فيقول: بيننا وبينكم كتاب اللّٰه ما وجدنا فيه من حلال استحللناه وما وجدنا فيه من حرام حرمناه، ألا وإن ما حرم رسول اللّٰه فهو مثل ما حرم اللّٰه. (سنن الدارمی، باب السنة قاضية على كتاب اللّٰه (ح: ٦٠٦)/سنن ابن ماجة، باب تعظيم حديث رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم (ح: ١٢)/سنن الترمذی، باب ما نهى نه أن يقال عند حديث النبی صلى اللّٰه عليه وسلم، الخ (ح: ٢٦٦٤) انيس)

(۱) عن عبداللّٰه بن عمرو أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم كان يقول: ثلاثة لا يقبل اللّٰه منهم صلاة: لايقبل اللّٰه صلاة من تقدم قومًا وهم له كارهون، الخ. (سنن أبی داؤد، باب الرجل يؤم القوم وهم له كارهون (ح: ٥٩٣) انيس)

پرویزی کا جنازہ پڑھنے والا لائق امامت نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مشہور منکر حدیث غلام احمد پرویز، جس کو جمہور علماء امت نے کافر قرار دیا ہے، اس کا ایک پیروکار، ہم عقیدہ وہم مسلک ومسلک پرویز کا مبلغ مرگیا ہے، جب کہ جمہور علماء امت نے پرویز کے متبعین کو بھی خارج از اسلام قرار دیا ہے، اس پرویزی پر اہل سنت والجماعت مسلمانوں کے ایک پیش امام نے جنازہ پڑھا ہے، لہذا شریعت اسلامی میں مذکورہ امام کا کیا حکم ہے؟

(ب) نماز جنازہ کی اس امامت کے بعد اس امام کے پیچھے اقتداء جائز ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ایسا شخص عاصی وفاسق ہے، اس کا امام بنانا اور اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے، علماء نے غلام احمد پرویز کو اور اس کے ہم عقیدہ لوگوں پر کفر کا فتویٰ دے دیا ہے۔ (کما فی فتاویٰ دار العلوم: ۳۰۴/۱۷) اہل سنت والجماعت کے امام کو ان کی میت پر نماز جنازہ نہیں پڑھنی چاہیے۔(۱) فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ، نائب مفتی خیر المدارس ملتان، ۲۰/۱۲/۱۳۸۷ھ۔ (خیر الفتاویٰ: ۳۵۹/۲)

غیر مسلم کی اقتدا میں پڑھی ہوئی نمازوں کا حکم:

سوال: ایک شخص عرصہ دراز تک کسی مسجد کا امام رہا، بعد میں خارج ہے، کیا ایسے شخص کے پیچھے پڑھی ہوئی نمازوں کا لوٹانا واجب ہے؟

الجواب

کسی شخص کی اقتدا کرتے وقت اس کے عقائد کے بارے میں صحیح معلومات نہ ہوں اور بعد مین اس کے کفر کے بارے میں یقین ہوجائے تو پڑھی ہوئی نمازوں کے بارے میں احتیاط یہ ہے کہ وہ نمازیں دوبارہ پڑھی جائیں۔

وفي الهندية: رجل أم قومًا شهرًا ثم قال: كنت مجوسيا، فإنه يجبر على الإسلام ولا يقبل قوله وصلاتهم جائزة ويضرب ضربًا شديدًا وكذا لو قال: صليت بكم الكمدة علٰى غير وضوء وهو ماجن لايقبل قوله وإن لكم يكن كذلك واحتمل أنه قال علٰى وجه التورع والاحتياط أعادوا صلاتهم وكذا إذا قال: كان في ثوبي قذر، كذا في الخلاصة وكذا إذا بان أن الإمام كافر أو مجنون أو مرأة أو خنثى إلٰى آخره. (۲) (فتاویٰ حقانیہ: ۱۵۱/۳)

---

(۱) ﴿ولا تصل على أحد منهم مات أبداً ولا تقم على قبره إنهم كفروا بالله ورسوله وماتوا وهم فاسقون﴾ (سورة التوبة: ۸۴، انیس)

(۲) الفتاویٰ الهندية: ۸۷/۱ (الباب الخامس في الإمامة، الفصل الثالث في بيان من يصلح إمامًا لغيره، انیس) ==

علما دیوبند کے عقائد سے جزوی اختلاف رکھنے والے امام کی امامت سے متعلق فتویٰ:

زوب بلوچستان کے کچھ علماء کرام، اپنے ایک مقامی امام کے عقائد اور نماز میں اس کی اقتدا سے متعلق تنازعہ کے تصفیہ کے لیے حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کے پاس آئے تھے، حضرت والا دامت برکاتہم نے فریقین کو ایک متفقہ استفتاء مرتب کرنے کی ہدایت فرمائی، جس کا حضرت والا دامت برکاتہم نے تفصیلی جواب تحریر فرمایا اور اس سے پہلے ریکارڈ میں وضاحت اور یادداشت کے لیے ایک تحریر بھی مرتب فرمائی، ریکارڈ سے یہ وضاحتی تحریر، اس کے بعد فریقین کا متفقہ استفتاء اور حضرت والا دامت براکاتہم کی جانب سے اس کا جواب درج ذیل ہے، حضرت والا دامت برکاتہم کے اس جواب پر بعض حضرات کی طرف سے دوبارہ استفتاء کیا گیا، وہ استفتاء اور اس کا جواب بھی آخر میں درج ہے۔　(محمد زبیر عفی عنہ)

حضرت والا دامت برکاتہم کی وضاحتی تحریر

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ

عرض گزار ہے کہ علاقہ زوب بلوچستان کے دو فریق احقر کے پاس اپنے ایک تنازعہ کے سلسلے میں تحکیم کے لیے تشریف لائے، ان میں سے ایک فریق مولانا محمد شیرانی صاحب اپنے چند رفقاء کے ہمراہ پہلے تشریف لائے، پھر دوسرا فریق یعنی مولانا صبغت اللہ صاحب اپنے چند رفقاء کے ہمراہ اگلے روز تشریف لائے، دونوں نے احقر سے الگ بھی باتیں کیں اور اجتماعی طور پر بھی، دونوں کی خواہش یہ تھی کہ احقر ان کے درمیان حَکَم بن کر ان کے تنازعے کا فیصلہ کرے؛ لیکن چوں کہ احقر کے لیے واقعات کی چھان بین اور تفتیش ممکن نہیں تھی؛ اس لیے احقر نے تحکیم سے معذوری ظاہر کی اور یہ عرض کیا کہ اگر دونوں فریق کوئی متفقہ استفتاء مرتب فرمالیں تو احقر اس کا جواب لکھ کر دے دے گا۔

تنازعہ اس بات پر تھا کہ مولانا صبغت اللہ صاحب اپنے عقائد و نظریات کے لحاظ سے مستحق امامت ہیں، یا نہیں؟ اس لیے احقر نے تجویز پیش کی کہ ان کے متنازعہ عقائد لکھ کر متفقہ طور پر استفتا کرلیا جائے، اس پر مولانا شیرانی صاحب کو اعتراض یہ تھا کہ اس وقت مولانا صبغت اللہ صاحب، جو عقائد و نظریات لکھ کر دیں گے، وہ ان کے ان حقیقی عقائد و نظریات سے بہت کم اور اخف ہوں گے، جو وہ علاقے میں بیان کرتے رہتے ہیں؛ اس لیے استفتا سے صحیح صورتِ

== 　قال الحصكفي: (وإذا ظهر حدث إمامه) وكذا كل مفسد في رأي مقتد (بطلت فيلزم إعادتها) لتضمنها صلاة المؤتم صحةً وفسادًا (كما يلزم الإمام إخبار القوم إذا أمّهم وهو محدث أو جنب) أو فاقد شرط أو ركن، وهل عليهم إعادتها إن عدلاً، نعم، وإلا ندبت، وقيل لا لفسقه باعترافه، ولو زعم أنه كافر لم يقبل منه؛ لأن الصلاة دليل الإسلام وأجبر عليه (بالقدر الممكن) بلسانه أو بكتاب أو رسول على الأصح. (الدر المحتار علىٰ رد المحتار، باب الإمامة: ۱/۴۳۷)

حال واضح نہیں ہوگی؛ لیکن بالآخر انہوں نے اس شرط پر متفقہ استفتا مرتب کرنے کو قبول کرلیا کہ وہ کم سے کم امور جن کا انہوں نے اعتراض کیا ہو، اس استفتاء میں درج کئے جائیں گے اور دوسرے امور چوں کہ متفقہ استفتا میں درج نہیں ہوسکتے؛ اس لیے یہاں ان کو درج نہیں کیا جارہا ہے، ان کے بارے میں ہم اپنا حق استفتا الگ محفوظ رکھیں گے، چناں چہ اس کے بعد متفقہ استفتا مرتب کیا گیا اور اس پر دونوں فریقوں نے دستخط کردیئے، یہ استفتا اور اس پر احقر کا جواب اس تحریر کے ساتھ منسلک ہے۔

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۱۴۱۴/۸/۱۷ھ (فتوی نمبر ۳۱/۱۱۰۳) (فتاویٰ عثمانی: ۱/۴۲۱-۴۲۲)

فریقین کی طرف سے پیش کیا گیا استفتا اور اس کا جواب:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے علاقے میں ایک صاحب کے عقائد کے بارے میں یہ تنازعہ ہے کہ ان کے عقائد جمہور اہل سنت والجماعت بالخصوص مسلک علمائے دیوبند کے مطابق ہیں، یا نہیں؟ نیز ان کے عقائد کے پیش نظر انہیں امام بنانا شرعا درست ہے، یا نہیں؟ اور جو نمازیں ان کے پیچھے ادا کی گئیں، ان کا کیا حکم ہے؟ چنانچہ ان صاحب سے ان کے عقائد کے سلسلے میں کچھ سوالات کئے گئے، جن کا جواب انہوں نے تحریری شکل میں دیا ہے۔

آپ ان جوابات کا بغور مطالعہ فرما کر یہ تحریر فرمائیں کہ مسلکِ علماء دیوبند کے مطابق یہ جوابات کیا حیثیت رکھتے ہیں؟ اور مذکورہ صاحب کی امامت کے بارے میں شرعی استفتا کے ساتھ سات ورق میں منسلک ہیں۔

الجواب

استفتاء کے ساتھ منسلک مولانا صبغت اللہ صاحب کے لکھے ہوئے چودہ سوالات کے جوابات (۱) کا احقر نے بغور مطالعہ کیا اور بعض امور میں مولانا موصوف سے زبانی وضاحتیں بھی طلب کیں، ان مین سے بعض امور میں بعض جوابات واضح طور پر علماءِ دیوبند کے مسلک کے مطابق ہیں، مثلا: اوقاتِ مکروہ ومنہیہ میں تحیۃ المسجد کا ممنوع ہونا، یا سوال نمبر:۶ کے جواب میں دعا کے وقت فی الجملہ رفعِ یدین کو موافق سنت کہنا؛ لیکن بعض جوابات مجمل ہیں، مثلا: شیخ محمد بن الوہاب نجدی اور علامہ ابن تیمیہؒ کے بارے میں انہوں نے یہ واضح نہیں فرمایا کہ جن مسائل میں علماء دیوبند کو ان حضرات سے اختلاف ہے، ان مسائل میں مولانا موصوف کا موقف کیا ہے؟ نیز سوال نمبر:۴ کے جواب میں یہ بات واضح نہیں ہوتی کہ تین دن کے بعد میت کے گھر جاکر تعزیت کرنے کو مولانا موصوف علی الاطلاق بدعت وناجائز

(۱) امام صاحب کی طرف سے اہل علاقہ کو اپنے عقائد سے متعلق دئے گئے ان وضاحتی جوابات کی تحریر ریکارڈ میں موجود نہیں ہے؛ تاہم آگے حضرت والا دامت برکاتہم کی طرف سے دیئے گئے فتویٰ میں چونکہ ان کے عقائد کا جائزلیا گیا ہے، لہذا اس سے امام صاحب کے عقائد بھی واضح ہوجاتے ہیں۔ محمد زبیر عفی عنہ

کہتے ہیں، یا اس کی کسی خاص ہیئت کو؟ لیکن مولانا موصوف کے جوابات میں چار امور ایسے ہیں، جو صراحۃً علماء دیوبند کے مسلک کے خلاف ہیں اور وہ مندجہ ذیل ہیں:

(۱) مولانا نے حدیث مبارک "**لاتشد الرحال إلا إلٰی ثلاثة مساجد**" کی اس تشریح کی طرف اپنا رجحان ظاہر کیا ہے، جو علامہ ابن تیمیہؒ سے منقول ہے، چنانچہ وہ زیارت قبور کے لیے سفر کو حدیث مذکور کی نہی میں شامل سمجھتے ہیں، یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کی زیارت کی نیت سے سفر کرنے کو بھی درست نہیں سمجھتے؛ بلکہ ان کے نزدیک سفر کا مقصد مسجد نبوی کی زیارت ہونا چاہئے اور ضمناً روضۂ اقدس کی زیارت بھی ہو جائے تو مضائقہ نہیں، انہوں نے احقر سے زبانی یہ بیان کیا کہ اب میں نے مسجد نبوی کے قصد سے مدینہ طیبہ کا سفر کیا اور وہاں پہنچ کر روضۂ اقدس کی زیارت بھی ہوگئی اور آئندہ بھی ایسا ہی ارادہ ہے۔

مولانا کا یہ نظریہ علمائے دیوبند کے مسلک کے صراحۃً مخالف ہے، اس بارے میں بہت سی تحریریں موجود ہیں؛ لیکن خاص طور سے "**المهند علی المفند**" جو حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری قدس سرہ کی مرتب فرمودہ کتاب ہے اور جس پر اس وقت کے تمام اکابر علماء دیوبند کے دستخط ہیں، اس کی عبارت یہ ہے کہ!

"ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک زیارتِ قبر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اعلی درجے کی قربت اور نہایت ثواب اور سببِ نصیب ہو اور سفر کے وقت آپ کی زیارت کی نیت کرے اور ساتھ میں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر مقامات و زیارت گاہ ہائے متبرکہ کی بھی نیت کرے، پھر جب وہاں حاضر ہوگا تو مسجدِ نبوی کی بھی زیارت ہوجائے گی......۔

رہا وہابیہ کا یہ کہنا کہ مدینہ منورہ کی جانب سفر کرنے والے کو صرف مسجد نبوی کی نیت کرنی چاہیے اور اس قول پر حدیث کو دلیل لانا کہ کجاوے نہ کسے جاویں، مگر تین مسجدوں کی جانب، سو یہ قول مردود ہے" الخ۔ (عقائد علمائے دیوبند ص:۶)

(۲) اسی طرح مولانا نے اپنے جواب میں تعویذ کی ہر قسم کو کم از کم مکروہ بتایا ہے، جہاں تک ایسے تعویذات کا تعلق ہے، جن میں استمداد بغیر اللہ ہو، یا جو غیر معلوم المعنی ہوں تو ان کے حرام ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں؛ لیکن جن نقوش اور ہندسوں کے معنی معلوم ہوں، انہیں حرام کہنا، یا آیات قرآنی اور اسماء حسنیٰ کے ذریعے تعویذ کو مکروہ قرار دینا علماء دیوبند کے مسلک کے خلاف ہے، جس کی تصریحات علماء دیوبند کے فتاویٰ میں موجود ہیں، مثلاً: ملاحظہ ہو! "فتاویٰ رشیدیہ، صفحہ: ۲۱۸، وعزیز الفتاویٰ ص:۱/۱۵۲"، تمام علماء دیوبند کا عمل بھی اس پر رہا ہے اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی ایک مستقل کتاب "اعمال قرآنی" اسی مقصد کے لیے تالیف ہوئی ہے، لہذا اس عمل کو مکروہ کہنا مسلکِ علماء دیوبند کے بالکل خلاف ہے۔ (تفصیلی دلائل کے لئے درج ذیل ملاحظہ فرمائیں: ابوداؤد: ۲/۱، مشکوٰۃ المصابیح: ۲/۳۸۸ (طبع قدیمی کتب خانہ) شامیہ: ۶/۳۶۳ (طبع ایچ ایم سعید) وتکملہ فتح الملہم: ۴/۳۱۷)

(۳)　فرض نمازوں کے بعد بہیئتِ اجتماعی ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا استحباب کتب فقہ میں مصرح ہے اور اگر اسے مستحب سمجھ کر اس پر عمل کیا جائے تو علمائے دیوبند کے مسلک کے مطابق درست ہے؛ لیکن مولانا نے اپنے جواب نمبر:۱، میں جس شدت اور عموم کے ساتھ اس پر نکیر کی ہے اور اسے بدعت اور واجب الترک بتایا ہے، وہ علمائے دیوبند کے مسلک کے خلاف ہے۔ حضرت مولانا کفایت اللہ صاحبؒ کا ایک پورا رسالہ اسی موضوع پر ہے، اس میں وہ حدیث وفقہ کے مفصل دلائل بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''یہ روایات فقہیہ ہیں، جن سے صراحۃً ثابت ہوتا ہے کہ فرض نماز کے بعد امام اور مقتدی سب مل کر دعا مانگیں اور دعا سے فارغ ہوکر ہاتھ منہ پر پھیریں''۔ (کفایت المفتی:۳/۲۹۷)(۱)

اور حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی نے اعلاء السنن میں اس مسئلے پر بیس صفحات میں بحث کی ہے اور آخر میں لکھا ہے:

''فثبت أن الدعاء مستحب بعد كل صلاة مكتوبة متصلابها برفع اليدين كما هو شائع في ديارنا و ديار المسلمين قاطبة''. (إعلاء السنن:۲۱۱/۳-۲۱۲)(۲)

اسی طرح حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ نے معارف السنن میں اس مسئلے پر مفصل بحث کرنے کے بعد لکھا ہے:

''فهٰذه وما شاكلها من الروايات في الباب تكاد تكفي حجة لما اعتاده الناس في البلاد من الدعوات الإجتماعية دبر الصلوت، ولذا ذكره فقهاؤنا أيضاً، كمافي نور الإيضاح''. (معارف السنن:۱۲۳/۳، باب مايقول إذا سلم)

اور العرف الشذی کی نقل اس کے مقابلے میں موثوق نہیں ہے، بہر صورت علمائے دیوبند کے مسلک میں فرائض کے بعد دعاء مع رفع الیدین مستحب ہے، بدعت نہیں ہے۔

(۴)　مولانا نے نماز کی نیت کے تلفظ کو بھی بدعت قرار دیا ہے، حالانکہ اگر احضار نیت کے خیال سے اس کو سنتِ نبوی، یا واجب سمجھے بغیر تلفظ نیت کیا جائے تو وہ علمائے دیوبند کے نزدیک بدعت نہیں ہے۔ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

''وأباحه بعض لما فيه من تحقيق عمل القلب وقطع الوسوسة، و ماروى عن عمر رضى الله عنه أنه أدب من فعله فهو محمول على أنه إنما زجر من جهر به، (فأما المخافتة به) فلابأس بها فمن قال من مشائخنا: إن التلفظ بالنية سنة لم يرد بهاسنة النبى صلى الله عليه وسلم بل سنة المشائخ لإختلاف الزمان وكثرة الشواغل على القلوب، إلخ. (إعلاء السنن:۱۳٤/۲)(۳)

(۱)　کفایت المفتی:۳/۳۴۵-۳۴۶، جدید ایڈیشن ۲۰۰۱ء دار الاشاعت

(۲)　إعلاء السنن، باب الأنحراف بعد السلام و كيفيته، وسنية الدعاء، والذكر بعد الصلاة: ۱٦٧/۳، إدارة القرآن، كراتشى

(۳)　إعلاء السنن: ۱٤٩/۲، طبع إدارة القرآن كراتشى

اس مسئلہ سے متعلق مزید تفصیلی دلائل کے لیے دیکھئے! الدر المختار مع رد المحتار: ۱/۵۱۴ (طبع ایچ ایم سعید) اور فتاویٰ عالمگیریہ: ۱/۶۵ (مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ) اور فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲/۱۴۷۔

بہر کیف! مذکورہ چار مسائل میں مولانا صبغت اللہ صاحب نے اپنا جو موقف بیان فرمایا ہے، وہ علمائے دیوبند کے موقف سے مختلف ہے اور مجموعی طور پر یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مولانا موصوف علمائے دیوبند کے مسلک کے کلی طور پر پابند نہیں ہیں؛ بلکہ بعض مسائل میں ان کی اپنی تحقیقات ہیں، جو زیادہ تر علامہ ابن تیمیہؒ اور علامہ ابن قیمؒ کی تحقیقات پر مبنی ہیں، لہذا جس مقام پر مقتدی حضرات علمائے دیوبند سے وابستہ ہوں، وہاں ایسے شخص کو امام مقرر کرنا چاہئے، جو کلی طور پر علمائے دیوبند کے مسلک کا قائل ہو اور اگر وہاں کوئی ایسا شخص امامت کے لئے موجود ہو تو ایسے مقام پر مولانا موصوف مستحق امامت نہیں ہیں؛ تاہم جو نمازیں ان کے پیچھے پڑھی گئی ہیں، وہ ادا ہو گئیں۔ ھٰذا ما عندی واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۱۶/۸/۱۴۰۰ھ (فتویٰ نمبر ۱۲۹۱/۳۱، د) (فتاویٰ عثمانی: ۱/۴۲۲-۴۲۵)

مذکورہ جواب کے چند امور کی مزید وضاحت کے لیے دوسرا استفتاء اور اس کا جواب:

سوال: حضرت علامہ محمد تقی عثمانی صاحب السلام علیکم

گزارش کی جاتی ہے کہ جناب والا نے جو حکم در بارہ فیصلہ بین الفریقین؛ یعنی مولوی محمد خان ورفقاؤہ وصبغت اللہ ورفقاؤہ دیا تھا، اس میں آپ نے یہ تحریر فرمایا ہے کہ ''جہاں پر مقتدی حضرات علماء دیوبند سے وابستہ ہوں، وہاں ایسے شخص کو مقرر کرنا چاہیے، جو کلی طور پر علماء دیوبند کے مسلک کا قائل ہو اور وہاں کوئی ایسا شخص امامت کے لیے موجود ہو تو ایسے مقام پر مولانا موصوف مستحقِ امامت نہیں ہیں''۔

اس میں سخت اجمال ہے؛ کیوں کہ اس کا یہ مطلب بھی لیا جا سکتا ہے کہ اس وجہ سے مستحق نہیں کہ دائرۂ اسلام میں نہیں اور یہ احتمال بھی رکھتا ہے کہ اہل سنت والجماعت سے خارج ہے، پھر سوال پیدا ہوگا کہ ان مذکورہ فی الفتوی چار مسائل کا قائل کیا اہل سنت والجماعت میں نہیں رہتا؟

اور یہ گمان بھی رکھتا ہے کہ ان مسائل والا متبع مذہب حنفی نہیں سمجھا جاتا تو پھر یہ شبہ پیدا ہوگا کہ آیا مذاہبِ اربعہ جو سب اہل سنت والجماعت ہیں، ان کی ایک دوسرے کے پیچھے نمازیں صحیح نہیں، فاسد ہیں؟ حالانکہ یہ کہنا کتنے خراب نتائج پیدا کرے گا، بہر حال یہ اجمال محتاج ازالہ ہے، واضح کر کے مطمئن فرمایا جائے؛ کیونکہ جب موصوف مستحقِ امامت نہیں ہے، پھر کوئی بھی کہیں اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہ جانے گا؛ بلکہ نہ اس سے تعلیم حاصل کرے گا، نہ اس کے وعظ ونصیحت کو کوئی سننے کو تیار ہوگا۔ حاصل یہ کہ اس پر اور اس کے ہم خیال لوگوں پر دین کی خدمت کے تمام راستے بند ہو جائیں گے اور اس کی ساری زندگی الجھن میں رہے گی، خویش واقارب واغیار ہمیشہ اس کو شک واشتباہ کی نظروں سے دیکھیں گے، اگر وہ

واقعی اس کا از روئے دلیل مستحق ہے تو ٹھیک ہے، ورنہ اس کا عذر خدا کے نزدیک بن جائے گا اور مخالفین کے ساتھ خدا کا حساب کیسے ہوگا، برائے مہربانی اصل حقیقت سے واضح الفاظ میں آگاہ فرماویں، خدا تعالیٰ جزائے خیر دیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ

جس استفتا اور اس کے جواب کا آپ نے حوالہ دیا ہے، اس میں مولانا صبغت اللہ صاحب کو اس محلے میں غیر مستحقِ امامت قرار دینے کا یہ مطلب ہر گز نہیں ہے کہ معاذ اللہ وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہیں، یا ان کے پیچھے نماز فاسد ہوتی ہے؛ بلکہ اس کی بنیاد اس بات پر تھی کہ ان کو اپنی بعض ایسی تحقیقات پر اصرار ہے علماءِ جو دیو بند کے عام مسلک سے مختلف ہیں؛ اس لیے جہاں علمائے دیو بند سے وابستہ حضرات آباد ہوں، وہاں ان کی امامت موجب فتنہ بن سکتی ہے، اسی طرح جن چار نظریات کی بناء پر مذکورہ فتوی دیا گیا تھا، وہ نظریات علماء دیو بند کے مسلک کے خلاف ہیں؛ لیکن محض ان چار نظریات کی وجہ سے نہ کوئی شخص دائرۂ اسلام سے خارج ہوسکتا ہے اور نہ اسے اہل سنت والجماعت سے خارج کیا جاسکتا ہے اور نہ اس کے پیچھے نماز فاسد ہوتی ہے، چنانچہ مذکورہ فتویٰ ہی میں یہ بھی لکھ دیا گیا تھا کہ جو نمازیں ان کے پیچھے پڑھی گئی ہیں، وہ ادا ہوگئیں، البتہ اس فتوی کا حاصل صرف یہ ہے کہ جہاں ایسا امام دستیاب ہو، جو کلی طور پر علماء دیو بند کے مسلک کے مطابق ہو، وہاں ایسے مفرد نظریات کا حامل مستحقِ امامت نہیں، لہذا اس فتویٰ کی بنیاد پر مولانا موصوف کر دائرۂ اسلام سے یا اہل سنت الجماعت سے خارج سمجھ کر ان سے کافروں، یا غیر اہل سنت جیسا برتاؤ کرنا ہرگز درست نہیں ہوگا۔ آخر میں عرض ہے کہ خدارا ہر فریق اپنی آخرت کی فکر کرے، ایک دوسرے پر طعن اور تشدد سے گریز کرے اور مسلمانوں کو ہر قیمت پر فتنے سے بچائے۔ واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۲۱ شعبان ۱۴۰۰ھ (فتویٰ نمبر: ۱۱۳۶/۳۱، د) (فتاویٰ عثمانی: ۱/۴۲۶-۴۲۷)

مودودی عقائد رکھنے والے کی امامت:

سوال: جماعت اسلامی سے تعلق رکھنے والے حافظ صاحب کے پیچھے قرآن سننا جائز ہے، یا نہیں؟ بینوا و توجروا۔

الجوب ـــــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

ایسے شخص کی امامت مکروہ تحریمی ہے؛(۱) مگر فرائض میں صحیح العقیدہ امام میسر نہ ہو تو اس کے پیچھے پڑھ لے؛ مگر تراویح بہر کیف اس کی اقتدا میں نہ پڑھیں، صحیح امام نہ ملے تو تنہا پڑھ لیں، مودودی عقائد کی تفصیل کے لیے بندہ کا

(۱) امیر جماعتِ اسلامی کے بعض نظریات جمہور اہل سنت کے خلاف ہیں، خاص طور سے بعض انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام وصحابہ کرام پر جو تنقیص آمیز تنقید انہوں نے کی ہے، اس سے اہل سنت کے متفقہ عقائد مجروح ہوتے ہیں، لہٰذا جو شخص ان کے ان خیالات سے متفق ہو، اسے امام بنانے سے احتراز کرنا چاہیے۔ انیس

رسالہ ''مودودی صاحب اور تخریب اسلام'' مندرجہ احسن الفتاویٰ جلد اول ملاحظہ فرمائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۸/رمضان ۱۳۹۱ھ۔ (احسن الفتاویٰ:۲۹۱)

جماعت اسلامی سے تعلق رکھنے والے امام کے پیچھے نماز:

سوال: تھانہ پوراہاٹ ضلع گڈا کے علاقہ تالجھاری، جو دس بارہ بستی پر مشتمل تقریباً دس ہزار کی آبادی ہے، یہاں عیدین کی نماز بیس سال سے ایک امام صاحب پڑھاتے آرہے ہیں، الحمدللہ یہاں اس علاقہ میں علماء کرام کی کمی نہیں ہے۔

گزشتہ سال عید الاضحیٰ کے موقع پر امام نے عیدگاہ میں اعلان کر دیا کہ میں جماعت اسلامی میں ہوں اور قیامت تک اسی پر رہوں گا، واضح رہے کہ اس سے قبل بھی کوئی تذکرہ نہیں ہوا تھا کہ امام کا تعلق کس جماعت سے ہے، جب امام نے برسر عام اعلان کیا تو عیدگاہ میں ہنگامہ اور اختلاف پیدا ہوا، نوبت یہاں تک آگئی کہ دو جگہ نماز عید الاضحیٰ ادا کی گئی۔

(۱) سوال طلب امر یہ ہے کہ ان کے پیچھے نماز پڑھتے رہیں، یا اہل سنت والجماعت میں امام کا انتخاب کر لیا جائے، جبکہ ان کے علاوہ باقی تمام مقتدی و عوام اہل سنت والجماعت کے مسلک کے ہیں۔

(۲) (الف) جماعت اسلامی کے پیچھے نماز جائز، یا نہیں؟

(ب) جماعت اسلامی ماننے والے کو دینی مجالس میں بلانا جائز ہے، یا نہیں؟

(ج) جماعت اسلامی کے جلسہ جلوس میں شامل ہونا چاہئے، یا نہیں؟

ھو المصوب

(۱) امام مذکور کو امام کی حیثیت سے باقی رکھا جا سکتا ہے، جماعت اسلامی کے امام کے پیچھے نماز جائز ہے۔

(۲) جماعت اسلامی کے ماننے والوں کو دینی جلسوں میں مدعو کیا جا سکتا ہے، جماعت اسلامی کے جلسہ و جلوس میں شرکت کر سکتے ہیں۔

تحریر: محمد ظہور ندوی (فتاویٰ ندوۃ العلماء:۲/۳۱۸-۳۱۹)

مودودی امام کی اقتدا کا حکم:

سوال: بعض لوگ دیوبندی مکتب فکر کے پیچھے نمازیں نہیں پڑھتے اور بعض لوگ جماعت اسلامی سے تعلق رکھنے والوں کے پیچھے نمازیں نہیں پڑھتے، حالانکہ ان میں سے کسی کو ان کے پیچھے نماز پڑھنے میں کسی قسم کا اعتراض نہیں ہے اور دیکھا گیا ہے کہ اکثر وہ لوگ جماعت کے وقت خود، یا اپنے ہم نواؤں کو لے کر الگ نماز پڑھتے ہیں، ایسی صورت میں چند لوگوں کا جماعت سے الگ ہو کر الگ جماعت کرنا، یا اکیلے پڑھنا درست ہے، ان کی نماز ہوتی ہے، یا نہیں؟ اور ایسا کرنا قرآن وسنت کی روشنی میں کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

یہ تو صاحب واقعہ ہی سے پوچھنے کی بات ہے کہ وہ کیوں نہیں پڑھتے ، جہاں تک نماز کی صحت کا سوال ہے تو اگر نماز و جماعت کی صحت کے شرائط موجود ہوں تو نماز کی صحت میں کیا کلام ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی (حبیب الفتاویٰ: ۵۹/۱)

جماعت اسلامی کے رکن کی اقتدا میں نماز کا حکم:

سوال: چند مہینوں سے یہ ہم چلی آ رہی ہے کہ جماعتِ اسلامی اور اس کے اہل کاروں کے پیچھے نماز کی اقتدا جائز نہیں اور جیسا کہ جناب کو معلوم ہے کہ یہ فتوی ہزاروی گروپ نے صادر کیا ہے، کیا یہ فتوی صحیح ہے، یا غلط؟

الجواب ــــــــــــــــ

امیر جماعتِ اسلامی کے بعض نظریات جمہور اہل سنت کے خلاف ہیں، خاص طور سے بعض انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام وصحابہ پر جو تنقیص آمیز تنقید انہوں نے کی ہے، اس سے اہل سنت کے متفقہ عقائد مجروح ہوتے ہیں، لہٰذا جو شخص ان کے ان خیالات سے متفق ہو، اسے امام بنانے سے احتراز کرنا چاہیے اور کسی صحیح العقیدہ مسلمان کو امام بنانے کی کوشش کرنی چاہیے، البتہ اگر کسی وقت ایسا امام میسر نہ ہو اور امیر جماعت اسلامی کے خیالات کے کسی شخص نے نماز پڑھا دی تو نماز ہو جائے گی؛ کیوں کہ نماز ہر مسلمان کے پیچھے ہو جاتی ہے۔(۱) واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۱۳۹۰/۱۲/۹ھ (فتویٰ نمبر: ۱۸/۱۸۸، الف) الجواب صحیح: بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ (فتاویٰ عثمانی: ۴۴۰/۱)

مودودی پارٹی کے ساتھ سیاسی جدوجہد میں شریک شخص کی امامت کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عالم دین متقی اور پرہیزگار اور علم تجوید کا سند یافتہ قاری بھی ہے، نہایت صحیح العقیدہ ہے، تمام بدعات ورسومات مروجہ سے اجتناب کرتا ہے، خدا کی توحید کو اپنی اصلی شکل قرآن اور حدیث کی روشنی میں خوب بیان کرتا ہے اور بلالحاظ کسی امیر وغریب کے مسئلہ حق بیان کرتا ہے اور بلا معاوضہ ۱۵/سال سے امامت وخطابت کا کام سرانجام دے رہا ہے اور روکھی پھیکی کھا کر گزارا کر رہا ہے؛ لیکن

(۱) وفي الدر المختار: ۵۶۲/۱: صلى خلف فاسق أو مبتدع نال فضل الجماعة.

وقال ابن عابدين تحته: أفاد ان الصلوة خلفهما أولى من الإنفراد، إلخ. (مطلب: البدعة خمسة أقسام، انیس)

نیز اس مسئلہ کی مکمل تفصیل کے لیے مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ کی کتاب جواہر الفقہ: ۱۷۲/۲ ملاحظہ فرمائیں۔ محمد زبیر

سیاست میں جماعت اسلامی کا ساتھ دیتا ہے، صرف اس نیت پر کہ خدا کا دین اور نظام شریعت عملاً پاکستان میں جاری ہو جائے، کیا ایسے عالم دین کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں؟ شریعت کے مطابق حکم صادر فرماویں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ابوالاعلی مودودی صاحب کے کچھ عقائد اہل سنت والجماعت کے خلاف ہیں، مثلاً: عصمت انبیاء اور حضرات صحابہ پر تنقید کو جائز سمجھنا اور متعہ کا جواز وغیرہ، پس اگر یہ مولوی صاحب جماعت اسلامی کے ساتھ ان مذکورہ عقائد میں اتفاق نہیں رکھتا، صرف نظام شریعت کو اپنے زعم کے مطابق عملاً جاری کرنے کی جدو جہد میں ان کے ساتھ شریک ہے تو پھر اس کی اقتدا درست ہے، ورنہ مکروہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

بہتر یہ ہے کہ اپنی مساعی جمعیت علماء اسلام کے تحت استعمال کرے۔

محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ، ۲۷ جمادی الاخری ۱۳۹۶ھ۔ (فتاویٰ مفتی محمود: ۲/ ۹۱)

مودودیت کے اعتراف اور پرچار نہ کرنے والے کی امامت ممنوع نہیں ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص بظاہر نماز کا پابندہ اور پرہیز گار ہے اور ہمارا پیش امام ہے؛ لیکن ان میں دو غلطیاں ہیں: ایک یہ کہ مودودی تفسیر جلد اول اس کے پاس موجود ہے۔ دوم یہ کہ مودودی رسائل وغیرہ کا مطالعہ کرتا ہے؛ اس لیے ہم لوگوں نے اس کے پیچھے نماز پڑھنی چھوڑ دی ہے، امام کہتا ہے کہ ”نماز پڑھو؛ کیوں کہ مودودی صاحب کا عقیدہ برا نہیں ہے، نیز میں نے مودودی صاحب کو دیکھا بھی نہیں ہے اور نہ اس کا شاگرد ہوں، ہم پٹھانوں نے الگ جماعت شروع کی ہے، تفصیلی جواب سے نوازیں مہربانی ہوگی؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: حاجی عزیز الرحمٰن (دبئی)، ۱۳/ ۱۰/ ۱۹۷۶ھ)

الجواب

چوں کہ یہ امام نہ مودودیت کا اعتراف کرتا ہے اور نہ پرچار کرتا ہے؛ بلکہ برأت ظاہر کرتا ہے، لہٰذا اس کے پیچھے اقتدا ممنوع نہیں ہے، البتہ اس کے گفتار سے بیدار رہنا ضروری ہے۔ وہو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲/ ۴۱۸-۴۱۹)

مودودی گروپ والوں کی امامت لحاظ سے اقسام:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مودودی عقائد رکھنے والے کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟ اگر ایک شخص جماعتِ اسلامی اور مولانا مودودی صاحب کی کتب و رسائل تقسیم کر رہا ہے اور لوگوں کو

دعوت دیتا ہے کہ اس پارٹی میں شامل ہو جاؤ؛ مگر وہ یہ کام صرف ضد کی وجہ سے کرتا ہے اور مودودی عقائد کو نہیں مانتے تو اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔ (المستفتی: شیر علی خان پشاور، ۱۴/۱۰/۱۹۸۴ء)

الجواب

جماعت اسلامی (مودودی گروپ) کے افراد تین قسم کے ہیں:

اول: وہ لوگ جو کہ مودودی صاحب کے تفردات کو حق سمجھتے ہیں۔

دوم: وہ جو کہ ان تفردات کو حق نہیں سمجھتے؛ لیکن ان کی طرف غلط نسبت کرنے والوں کی مدافعت کرتے ہیں۔

سوم: وہ جو صرف سیاسی امور میں شریک ہیں، مدافعت و مداہنت سے پاک ہیں۔

قسم اول کے پیچھے اقتدا ممنوع ہے، قسم دوم کی اقتدا مکروہ ہے اور قسم سوم کی اقتدا دیگر غیر اسلامی (سیکولر) پارٹیوں کی طرح (مسلم لیگ، نیشنل) وغیرہ کا حکم رکھتا ہے۔ وہو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۳۴۹/۲)

شیعہ کی اقتدا کرنا:

سوال: شیعہ کے پیچھے نماز اقتدا کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر وہ شیعہ اصحاب کبار اور اُم المومنین کی تکفیر اور دیگر امور موجب تکفیر نہ کرے؛ بلکہ محض ظلم وغصب کے ذکر پر اکتفا کرے تو ضرورت کے وقت اس کی اقتدا کرنے میں مضائقہ نہیں، بشرطیکہ وضو اور نماز کے ارکان میں کوئی تغیر وتبدل نہ کرے، ورنہ اقتدا صحیح نہیں ہے۔ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے محصور ہونے کی حالت میں لوگوں نے عرض کیا کہ امامت تو آپ کا حق ہے اور آپ اس مصیبت میں مبتلا ہیں اور نماز کی امامت فقط امام ہی کیا کرتا ہے، اس پر حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ جس وقت نکوکاری میں مصروف ہوں تو ان کے ساتھ بھی بھلائی کرنی چاہیے اور جس وقت کہ وہ بدکار ہو جائیں تو ایسے لوگوں سے احتراز کر کے ان کی بدکاری میں شریک نہ ہونا چاہیے۔ (۱) (مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحئی اردو: ۲۳۵/۴)

تفضیلیہ کی امامت:

سوال: تفضیلیہ کو امام بنانا جائز ہے، یا نہیں؟ اور اگر اس کے پیچھے اہل سنت نماز میں اقتدا کریں تو اس بارے میں کیا حکم ہے؟ (از سوالات عشرہ شاہ بخارا)

---

(۱) عن عبید اللّٰہ بن عدی بن الخیار أنه دخل علی عثمان بن عفان وهو محصور فقال له: إنک إمام العامة وقد نزل بک ما تری وهو ذا یصلی بنا إمام فتنة وأنا أخرج من الصلاه معه فقال له عثمان: إن الصلاة أحسن ما یعمل الناس فإذا أحسن فأحسن معهم فإذا أساء وا فاجتنب إساء تهم. (فضائل الصحابة للإمام أحمد بن حنبل، ومن فضائل عثمان بن عفان رضی اللّٰہ عنه (ح: ۸۷۲): ۵۲۶/۱، مؤسسة الرسالة بیروت، انیس)

الجواب

تفضیلیہ کی دو قسم ہے: ایک قسم کے وہ لوگ ہیں کہ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کو شیخین پر فضیلت دیتے ہیں، مگر شیخین کی محبت اور تعظیم میں نہایت سرگرم ہیں، شیخین کے مناقب و مدائح بیان کرنے اور شیخین کے طریقے اور ان کی روش کی اتباع کرنے اور ان کے اقوال و افعال پر عمل کرنے میں نہایت مستعد اور راسخ قدم ہیں، جیسا کہ اہل سنت کہتے ہیں کہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ان امور میں کہ اوپر مذکور ہوئے ہیں، فضیلت ہے؛ مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت اور اتباع میں نہایت سرگرم ہیں اور آنجناب کے قول اور فعل پر عمل کرنے میں نہایت مستعد ہیں، تفضیلیہ کی یہ قسم اہل سنت میں داخل ہے، البتہ ان لوگوں نے اس مسئلہ تفضیل میں خطا کی ہے اور اس مسئلہ میں ان لوگوں کا خلاف ایسا ہی سمجھنا چاہیے، جیسا کہ عشریہ اور ماتریدیہ میں خلاف ہے، اس قسم کے تفضیلیہ کی امامت جائز ہے اور اہل سنت کے بھی بعض علما اور صوفیا اس روش پر رہوئے ہیں، مثلاً: عبدالرزاق محدثؒ اور سلمان فارسیؓ اور حسان بن ثابتؓ اور بھی بعض دیگر صحابہؓ کا ایسا ہی خیال تھا اور تفضیلیہ کی دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں کہ کہتے ہیں کہ ہمارے لیے حضرت علی مرتضیٰؓ اور آنجناب کی اولاد کی محبت اور ان حضرات کے طریقہ و اقوال و افعال کی اتباع کافی ہے اور وہ لوگ یہ بھی کہتے کہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ کرام کو ہم لوگ برا نہیں کہتے؛ لیکن ان حضرات سے ہم کو سروکار بھی نہیں رہا؟ محبت، نہ عداوت، نہ اتباع، نہ ترک اتباع، نہ ان حضرات کے قول اور فعل پر عمل کرنا، نہ اس سے اعراض کرنا؛ یعنی ان امور کی جانب کچھ لحاظ نہیں، اس قسم کے تفضیلیہ بلاشبہ بدعتی ہیں، جو حکم بدعتی کی امامت کا ہے، وہی حکم ان لوگوں کی امامت کے بارے میں بھی ہے، (۱) اور معتبر اہل سنت سے کوئی اس قسم کا تفضیلیہ نہیں ہوا ہے۔

(ماخوذ از سوالات عشرہ شاہ بخارا) (فتاوی عزیزی: ۴۶۳-۴۶۴)

جو سنّی نہ ہو اور شیعہ سے متأثر ہو، اس کی امامت:

سوال: ایک شخص جو کہ پہلے رافضی تھا، وہ درمیان قوم شیعہ و سنی امام بن کر آیا اور چوں کہ اکثر لوگ سنی تھے، اس نے اپنا طرز انداز نماز میں سنیوں کا سا رکھا، جو لوگ اس کے شیعہ ہونے پر خیال رکھتے ہیں، نماز نہیں پڑھتے اور اطمینان قلب کے واسطے یہ سوال پیش کرتے ہیں کہ اگر یہ شخص اس فرقۂ شیعہ پر (جو ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ پر قذف لگاتے ہیں

(۱) بدعتی کو امام نہیں بنایا جائے، البتہ نماز اس کے اقتدا میں پڑھ لے تو ادا ہو جائے گی؛ مگر کراہت کے ساتھ۔

عن أبی هريرة قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم: الصلاة المكتوبة واجبة خلف كل مسلم براً كان أو فاجراً وإن عمل الكبائر. (سنن أبی داؤد، باب إمامة البر والفاجر، رقم الحديث: ٥٩٤)

قال الشيخ خليل أحمد السهارنفوری فی شرحه: ''أی جاز اقتداء هم خلفه لورودا لوجوب بمعنى الجواز ... وهذا يدل على جواز الصلاة خلف السافق وكذا المبتدع إذا لم يكن ما يقوله كفراً''. انيس

اور حضرت علیؓ کو خدا جانتے ہیں اور جبرئیل علیہ السلام کا سہو نزول وحی میں اور صحابہ کرام کو لعن طعن کرتے ہیں، بالخصوص شیخین رضی اللہ عنہما کو (جو بموجب روایات فقہیہ کافر ہیں) روا رکھتے ہیں اور قائل ہیں) لعنت کہے اور اپنا یہ عقیدہ بیان کرے، جو اہل سنت والجماعت کا ہے کہ ایسے لوگ کافر ہیں، تب یقین کر کے نماز پڑھتے ہیں، ورنہ ہمیں اطمینان نہیں ہوتا، جب تک صفائی نہ دے، وہ شخص اس امر سے انکار کرتا ہے کہ یہ بات ہرگز نہیں کہوں گا، اس انکار سے اور شک پڑتا ہے، اس کے شیعہ ہونے کا۔ آیا اس کے پیچھے نماز پڑھنا، ایسے شخص کی موجودگی میں جس کے پیچھے ایک عرصہ سے بلا عذر پڑھ رہے ہیں، درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

یہ ظاہر ہے کہ اگر وہ شخص سنی ہوتا تو غلاۃ روافض کو جن کا اعتقاد حد کفر کو بالیقین پہنچا ہوا ہے اور باتفاق اہل سنت وہ کافر ہیں، کافر کہنے اور ملعون کہنے میں، اس کو کیا تأمل ہوتا، پس جبکہ وہ شخص اس امر میں اہل سنت وجماعت کی موافقت نہیں کرتا تو ضرور وہ شخص شیعہ اور رافضی ہے، (۱) یا رافضیوں کا طرفدار ہے، بہرحال لائق امام بنانے کے نہیں ہے، (۲) اور سابق امام جس میں کوئی وجہ عدم جواز وکراہت امامت کے نہیں ہے، اسی کو امام رکھنا چاہیے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۲۵/۳-۱۲۶)

جس کی شیعوں میں شادی ہو، اس کی امامت درست ہے، یا نہیں:

سوال: جو شخص کہ شیعوں میں شادی شدہ ہو، اس کے پیچھے نماز درست ہے کہ نہیں؟

الجواب

اگر وہ سنّی ہے اور مبتدع اور فاسق نہیں تو نماز اس کے پیچھے ہو جاوے گی۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۳۲/۳)

امامیہ شیعہ کی امامت:

سوال: فرقہ امامیہ جو رافضی کہلاتے ہیں، ان کے پیچھے اہل سنت کی نماز ہو سکتی ہے، یا نہیں؟ اگر غلطی سے ان کے پیچھے عید کی نماز پڑھ لی ہو تو اس کو لوٹا سکتے ہیں، یا نہیں؟

---

(۱) وبهٰذا ظهر أن الرافضي إن كان ممن يعتقد الألوهية في علي رضي الله عنه أو أن جبرئيل عليه السلام غلط في الوحي أو كان ينكر صحبة الصديق رضي الله عنه أو يقذف السيدة الصديقة رضي الله عنها فهو كافر لمخالفته القواطع المعلومة من الدين بالضرورة. (ردالمحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳۹۸/۲، ظفير)

(۲) ويكره إمامة عبد، إلخ، وفاسق. (الدر المختار)

بل مشٰى في شرح المنية كراهة تقديمه كراهة تحريم. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفير) (مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

الجواب

رافضی کے پیچھے سُنّی کی نماز نہیں ہوتی اس نماز کا اعادہ کرنا چاہئے،(۱) اور عید الفطر کی نماز کا اعادہ اس صورت میں ہوسکتا ہے کہ اہل سنت کی جماعت بعد میں ہو ورنہ تنہا عید کی نماز نہیں ہوسکتی۔ (فتاویٰ دار العلوم دیو بند:۱۳۹/۳)

شیعہ تبرّائی کی امامت:

سوال: ایک شخص مذہب اہل تشیع کا رکھتا ہے اور حدیث شریف وفقہ کو نہیں مانتا اور اصحابِ کبارؓ کی توہین کرتا ہے، سبّ تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور مجالس شیعہ میں مرثیہ خوانی کرتا ہے، ایسے شخص کے پیچھے تراویح اور نمازِ پنجگانہ میں اقتدا کرنا جائز ہے، یا نہیں؟ بلکہ یہ شخص رمضان شریف سے ہفتہ عشرہ پہلے تائب ہوجاتا ہے، بعد رمضان کے پھر افعالِ مذکورہ کرنے لگتا ہے؟

الجواب

ایسے شخص کی اقتدا تراویح اور فرائض میں نہ کی جائے؛ لیکن جس وقت وہ توبہ کرلیتا ہے، اس وقت اس کی اقتدا درست ہوجاتی ہے اور اگر تجربہ اور بار بار کی اس کی اس حرکت سے یہ ظاہر ہو کہ اس کا عقیدہ وہی ہے، جو کہ یہ بعد رمضان شریف کیا کرتا ہے تو اس کو کبھی امام نہ بنایا جاوے، تاوقتیکہ اس کی توبہ صادقہ کا یقین نہ ہوجاوے۔(۲)

(فتاویٰ دار العلوم دیو بند:۱۸۹/۳)

روافض کے پیچھے نماز پڑھی تو ہوئی، یا نہیں:

سوال: رافضی جو اصحاب ثلاثہ کو برا کہتا ہو اور حضرت علی کو اچھا کہتا ہو، اس کے پیچھے نماز ہوتی ہے کیا؟ اگر نماز پڑھ لی تو دہرانا چاہیے، یا کیا؟

---

(۱) ولا تجوز الصلاة خلف الرافضي والجهمي و المشبه ومن يقول بخلق القراٰن. (الفتاوٰی الهندية مصری، باب الإمامة: ۷۸/۱،ظفیر)(الفصل الثالث فی بيان من يصلح إماماً لغيره،انيس)

(۲) ويكره إمامة عبد، إلخ، وفاسق ،إلخ، ومبتدع: أی صاحب بدعة وهی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول. (الدر المختار)

أما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لأمر دينه وبأن فی تقديمه للإمامة تعظيمه، وقد وجب عليهم إهانته شرعاً، بل مشٰی فی شرح المنية علٰی أن كراهة تقديمه كراهة تحريم. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱) (مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد،انيس)

قال المرغيناني رحمه اللّٰه : لا تجوز الصلاة خلف الرافضی. (الفتاویٰ الهندية كشوری، باب الإمامة : ۸۳/۱،ظفیر)(الفصل الثالث فی بيان من يصلح إماماً لغيره،انيس)

الجواب

رافضی سبّ شیخین کرنے والے کے پیچھے نماز صحیح نہیں ہے، اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں، اگر پڑھ لی ہو تو دہرانا چاہئے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۳/۲۱۴)

جو شخص خلفائے ثلاثہ کو جاہل بتائے، اسے امام بنانا کیسا ہے:

سوال: بکر یہ کہتا ہے کہ خلفائے ثلاثہ جاہل تھے، وہ کیا فیصلہ کرتے وغیرہ الفاظ کہتا ہے، ایسے شخص کی امامت کیسی ہے؟

الجواب

ایسا عقیدہ رکھنے والا اور الفاظ نازیبا کہنے والا سخت عاصی اور فاسق ہے اور ظالم و جاہل ہے، قابل امامت کے نہیں ہے۔(۲) و **التفصیل فی الکتاب** (۳) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۳/۲۲۵-۲۲۶)

رافضی کو امام بنانا جائز ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص امام مسجد اندھا ہے، اس کے ماں باپ شیعہ ہیں، محض اپنے پیٹ کی وجہ سے اپنے آپ کو اہل سنت ظاہر کر کے نماز پڑھاتا ہو، ایسے شخص کی امامت، یا جنازہ و نکاح وغیرہ جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر وہ در حقیقت مذہب اہل سنت والجماعت رکھتا ہو، رافضی نہ ہو تو اس کے پیچھے نماز صحیح ہے اور نکاح خوانی اس کی درست ہے؛ مگر اس امر کی تحقیق ضرور کی جاوے کہ وہ رافضی تو نہیں ہے، اگر رافضی ہے تو اس کے پیچھے نماز درست نہیں ہے۔(۴) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۳/۲۵۸)

---

(۱) ومبتدع ، لایکفر بها، إلخ، وإن أنکر بعض ماعلم من الدین ضرورة کفر بها کقوله "إن اللّٰه تعالٰی جسم کالأجسام و إنکاره صحبة الصدیق فلا یصح الاقتداء به أصلاً. (الدرالمختار علیٰ هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲٤/۱، ظفیر)

(۲) أما الفاسق فقد عللوا کراهة تقدیمه (إلیٰ قوله) بل مشٰی فی شرح المنیة علٰی أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱) (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

(۳) جو رافضی خلفائے ثلاثہ کو گالیاں دیتا ہے وہ بعض فقہا کے نزدیک کافر ہے اور فاسق بالاتفاق ہے: نقل فی البزازیة عن الخلاصة أن الرافضی إذا کان یسبّ الشیخین ویلعنهما فهو کافر. (ردالمحتار، باب المرتد: ۴۰۵/۳، ظفیر)

(۴) ویکره إمامة عبد، إلخ، ومبتدع، إلخ، ولایکفر بها حتی الخوارج، إلخ، وإن أنکر بعض ماعلم من الدین ضرورة کفر بها، الخ، فلا یصح الاقتداء به أصلاً. (الدرالمختار علیٰ هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱-۵۲٤، ظفیر)

کبھی شیعہ کبھی سنی بن جانے والے کی امامت:

سوال: ایک شخص عرصہ تک سنیوں ں کا امام رہا، پھر ایک شیعہ نے اس کو لالچ دے کر شیعہ بنالیا، اس دوران وہ صحابۂ کرام علیہم الرضوان کو برسرِ عام گالیاں دیتا رہا، پھر اس کو ایک سنی راہ راست پر لے آیا، ایک سال امامت کرنے کے بعد پھر شیعہ ہوگیا، اب پھر سنیوں کی مسجد میں امامت کرتا ہے، ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب

ایسے شخص کی اقتدا سے احتراز لازم ہے، جس کو اپنے دین کی حفاظت کا ذرہ بھی خیال نہ ہو اور لالچ کی خاطر کبھی شیعہ بن کر صحابہ کرام علیہم الرضوان پر تبراء کرے اور سنیوں سے نفع ملنے کی توقع ہو تو اپنے آپ کو سنی کہلوانا شروع کردے، ایسے شخص کو امام نہ بنایا جائے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ

سنی رہ کر شیعہ کو نماز نہیں پڑھا سکتا، البتہ شیعہ رہ کر تقیہ کے طور پر سنیوں کو نماز پڑھا سکتا ہے، لہذا سنیوں کی نماز اس کے پیچھے نہیں ہوسکتی ہے۔

والجواب صحیح: خیر محمد عفا اللہ عنہ (خیر الفتاویٰ: ۳۳۳/۲)

شیعہ کا حنفی لڑکی سے نکاح اور نکاح پڑھانے والے کی امامت:

سوال: لڑکی حنفی اور شیعہ لڑکے کا نکاح باہم ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ اگر نہیں ہوسکتا تو جو شخص نکاح پڑھا دے اور اصرار کرے کہ ہوسکتا ہے، اس کے لیے کیا حکم ہے؟ اگر وہ امام مسجد ہو تو اس کے پیچھے نماز ہوجائے گی، یا نہیں؟

الجواب

رافضی جو تبرّا گو ہو، اس سے مسلمان سیّہ حنفیہ عورت کا نکاح درست نہیں ہے اور اگر نکاح ہوگیا ہے تو علاحدہ کرادی جاوے، (۱) اور امام مسجد جو ایسا نکاح کرے، لائق امام بنانے کے نہیں ہے، اگر چہ نماز اس کے پیچھے ہوجاتی ہے؛ مگر مکروہ ہوتی ہے، ایسا امام اگر توبہ نہ کرے تو لائق معزول کرنے کے ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۳۶/۳-۱۳۷)

(۱) مراد ایسا شیعہ ہے، جس میں کفر ہو، عام شیعہ جن میں کفر نہیں ہے، مراد نہیں ہیں۔ انیس

وفی النهر: تجوز مناكحة المعتزلة لأنا لانكفر، إلخ. (الدر المختار) وبهٰذا ظهر أن الرافضی إن كان ممن يعتقد الألوهية فی علی رضی اللّٰه عنه أو أن جبرئيل رضی اللّٰه عنه غلط فی الوحی أو كان ينكر لمصاحبة الصديق رضی اللّٰه عنه أو يقذف السيدة الصديقة رضی اللّٰه عنها فهو كافر. (رد المحتار، كتاب النكاح، فصل فی المحرمات: ۳۹۸/۲، ظفير)

ويكره إمامة عبد، إلخ، و فاسق. (الدر المختار) بل مشٰى فی شرح المنية: أن كراهة تقديمه كراهة تحريم. (رد المحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفير) (مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد، انيس)

شیعہ کے پیچھے نماز پڑھنا:

سوال: ہمارے محلّہ میں شیعہ اور سنی آبادی ملی جلی ہے، اگر ہم الگ جماعت کرتے ہیں تو آپس میں لڑائی جھگڑے کا خطرہ ہے، اگر ہم مصالحت کی وجہ سے ان کے پیچھے نماز پڑھ لیں تو جائز ہے یا نہیں؟ یا فردا فردا نماز ادا کریں؟

الجواب

شیعہ حضرات کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے، (۱) ان کے عقائد سے قطع نظر بھی کر لی جائے تو نماز کے احکام اتنے مختلف ہیں کہ اہل سنت کے ساتھ نماز کے اتحاد کی کوئی شکل نہیں، لہٰذا کوشش کی جائے کہ اہل سنت حضرات اپنی مسجد الگ بنائیں اور اس میں باجماعت نماز ادا کر لیں اور جب تک یہ ممکن نہ ہو، کسی کے گھر میں جماعت کر لی جائے۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۱۳۸۸/۵/۲۶ھ (فتویٰ نمبر: ۱۹/۶۱۸، الف) الجواب صحیح: بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ (فتاویٰ عثمانی: ۴۳۲/۱-۴۳۳)

شیعہ سے اپنی بیٹی کا نکاح کرانے والے کے پیچھے نماز کا حکم:

سوال: گزارش یہ ہے کہ سنی عقیدہ سے منسلک آدمی نے اپنی سنی بیٹی کا نکاح باوجود عوام وخواص واعزہ کے روکنے کے، ایک شیعہ آدمی سے کر دیا اور اپنے لڑکوں کا نکاح شیعہ لڑکیوں سے کر دیا، حالاں کہ داماد اور بہوؤں کا شیعہ ہونا ظاہر اور مشہور ہے، اس شیعہ داماد کا شیعہ مدارس میں تعلیم حاصل کرنا واضح ہے، نیز شیعہ مسلک سے منسلک مدرسہ کا اہتمام بھی اس کے پاس ہے، شیعوں سے چندے لیتا ہے، شیعوں سے قریبی روابط ہیں، شیعوں کا امام اور خطیب، نیز ذاکر بھی ہے۔

جواب طلب امر یہ ہے کہ اہل سنت والجماعت کے علمائے کرام کے فتاوی کے مطابق اثناء عشری شیعہ، امامت،

---

(۱) وفی الکفایة شرح الهداية: ۳۰۵/۱: ویکره الإقتداء بصاحب الهوىٰ والبدعة والحاصل إن كل من كان أهل قبلتنا ولم يفعل فى هواه حتىٰ يحكم بكفره تجوز الصلاة (مع الكراهة التحريمة) خلفه، وإن كان هوىٰ يكفر أهلها كالجهمى، والقدرى الذى قال: بخلق القرآن والرافضى الغالى الذى ينكر خلافة أبى بكر لاتجوز.

وفى البحر الرائق: ۳۴۸/۱، باب الإمامة: وكره إمامة العبد والأعرابى والفاسق والمبتدع.

وفيه أيضاً: ۳۴۹/۱: المبتدع، بأن لاتكون بدعته تكفره، فإن كانت تكفره فالصلاة خلفه لاتجوز.

وفى البحر الرائق أيضاً: ۳۴۹/۱: و الرافضى أن فضل علياعلىٰ غيره فهو مبتدع.

وفى الهندية: ۸٤/۱، طبع مكتبة رشيدية، كوئٹة: قال المرغينانى: تجوز الصلاة خلف هوى وبدعة ولاتجوز خلف الرافضى والجهمى...إلخ.

وفى الكبيرى شرح المنية: ۵۱٤، طبع سهيل اكيدمى لاهور: ويكره تقديم المبتدع أيضاً: لأنه فاسق من حيث الإعتقادوهو أشد من الفسق من حيث العمل.

عصمت ائمہ کرام، تحریف قرآن وغیرہ جیسے امور کی وجہ سے کافر ہیں اور مرتد ہیں، ان کے ساتھ معاملات مرتد جیسے ہونے چاہئیں؟

ترکِ نماز مع الجماعت سے بچنے کے لئے اس کی امامت میں کبھی کبھی نماز جائز ہوسکتی ہے؟ جبکہ یہ آدمی اپنے آپ کو سنی کہتا ہے اور شیعہ کو اپنی زبانی غلط سمجھتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ میرا داماد پیسوں کی وجہ سے شیعہ ہے کیا حکم ہے؟

(از مقامی علماء کرام، موضع: سلطانی، ضلع: رحیم یار خان)

الجواب

شیعہ خواہ کافرانہ عقیدے رکھتے ہوں، یا نہ رکھتے ہوں، دونوں صورتوں میں کسی سنی کے لیے ان سے نکاح کرنا ہرگز جائز نہیں ہے اور پہلی صورت میں نکاح منعقد بھی نہیں ہوتا، اب جس شخص کو دین، یا عقائدِ دین کی اہمیت کا اتنا بھی احساس نہیں ہے، وہ شخص امام بنانے کے لائق نہیں ہے،(۱) تاہم اگر کسی وقت ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھ لی گئی تو کراہت کے ساتھ نماز ہوجائے گی، اعادے کی ضرورت نہیں ہے۔ واللہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۱۰/۱۰/۱۴۱۰ھ (فتویٰ نمبر: ۲۳۹/۴۱، ز) (فتاویٰ عثمانی: ۱/۴۳۳-۴۳۴)

شیعہ سے جس نے اپنی لڑکی کی شادی کردی، اس کی امامت کا کیا حکم ہے:

سوال: زید حنفی نے اپنی لڑکی کی شادی دانستہ شیعہ سے کردی ہے اور مجالس شیعہ میں شریک ہوتا ہے، اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

الجواب

یہ فعل اس کا برا ہے اور مجالس روافض میں شامل ہونا شیوہ رفض کا ہے، ایسے شخص کو امام نہ بنانا چاہیے۔(۲)

(فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۳/۲۳۷)

---

(۱) وفی الدرالمختار: ۱/ ۵۵۹-۵٦۰: ویکره إمامة عبد ... و فاسق.

وفی الشامیة: (قوله: وفاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الإستقامة، ولعل المراد به من یرتکب لکبائر کشارب الخمر، والزانی، إلخ. (باب الإمامة، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس) (وراجع أیضاً: البحر الرائق: ۱/۳٤۸، والفتاویٰ الهندیة: ۱/ ۸٤)

(۲) ویکره إمامة عبد إلخ وفاسق. (الدرالمختار) قوله: (فاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الإستقامة، ولعل المراد به من یرتکب الکبائر کشارب الخمر، والزانی وآکل الربا ونحو ذلک، وفی المعراج: قال أصحابنا: لاینبغی أن یقتدی بالفاسق، إلخ، أما الفاسق فقد عللوا کراهة تقدیمه بأنه لایهتم لأمر دینه وبأن تقدیمه للإمامة تعظیمه، وقد وجب علیهم إهانته شرعاً، إلخ، بل مشٰی فی شرح المنیة: أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم لماذکرنا. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/ ۵۲۵، ظفیر) (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

شیعوں کی نمازِ جنازہ پڑھنے والے کی امامت:

سوال: ایک شخص جو جامع مسجد کا امام ہو اور شیعوں کے جنازہ وتجہیز وتکفین میں برابر شامل رہے اور لوگوں کو ترغیب دیوے تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب

ایسا شخص عاصی وفاسق ہے، اس کو امام بنانا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۴۸/۳)

شیعہ کے پیچھے نماز ہوتی ہے، یا نہیں:

سوال (۱) شیعہ کے پیچھے نماز اہل سنت ہوتی ہے، یا نہیں؟

اہل سنت والجماعت کب سے نام رکھا گیا:

(۲) نام سنت جماعت اس فرقہ کا کب سے رکھا گیا اور وجہ تسمیہ کیا ہے؟

جو نہ شیعہ ہو اور نہ اہل سنت اس کی امامت کیسی ہے:

(۳) جو شخص نہ شیعہ ہو، نہ اہل سنت، اس کے پیچھے نماز اہل سنت جائز ہے، یا نہیں؟

جو تعزیہ مرثیہ کرتا ہو، کیا وہ اہل سنت ہے:

(۴) جو مرثیہ سنتا ہو، یا تعزیہ جس کے گھر سے نکلے، یا جس کے گھر میں تعزیہ ہے، یا جس کے گھر میں ماتم کی جائے، وہ اہل سنت میں داخل ہے، یا نہیں، یا اہل شیعہ ہے؟

شیعہ سے میل جول درست ہے، یا نہیں:

(۵) شیعہ کے ساتھ سنت جماعت کو پرہیز کرنا چاہیے، یا میل جول رکھے؟

الجواب

(۱) شیعہ کے پیچھے سنی کی نماز نہیں ہوتی، چوں کہ عقائد ان کے بعض ایسے ہوتے ہیں، جو موجب کفر ہیں، لہٰذا اس صورت میں نماز کا صحیح نہ ہونا امر یقینی ہے اور اگر شیعہ غالی نہ ہو، تب بھی احتیاط لازم ہے کہ عقیدہ امر مخفی ہے اور سبّ شیخین سے جو عند البعض کفر ہے اور قذف عائشہ رضی اللہ عنہا، جو بالاتفاق کفر ہے، کوئی شیعہ خالی نہیں ہوتا۔

(۱) ویکره إمامة عبد، إلخ، وفاسق. (الدر المختار) أن كراهة تقديمه أي الفاسق كراهة تحريم. (رد المحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر) (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

قال الشامي: ينبغي تقييد الكفر بالإنكار لخلافة بما إذا لم يكن عن شبهة،إلخ. (باب الإمامة)(۱)

(۲)　اس گروہ کو اہل سنت والجماعۃ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ فرق اہل حق و متبع سنت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور طریقہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو مضبوط پکڑے ہوئے ہے۔

قال النبي صلى الله عليه وسلم: إن الله تعالىٰ يغرس في هٰذا الدين غرساً يستعملهم علىٰ طاعته لايبالون من خذلهم ولا من يضرهم حتىٰ يأتي أمر اللّٰه عز وجلّ،أو كما قال. (رواه ابن ماجة عن أبي هريرة رضي الله عنه)(۲)

(۳)　ایسے شخص کی اقتدا سے احتراز لازم ہے، جس کو اپنے دین کی حفاظت کا خیال بالکل نہیں، یہ شخص فاسق ہے۔

قال النبي صلى الله عليه وسلم: الإمام ضامن والمؤذن مؤتمن. (رواه الترمذي)(۳)

(۴)　یہ سب امور جو شخص کرتا ہے، شعارِ روافض ہے۔

قال النبي صلى الله عليه وسلم: من تشبه بقوم فهو منهم.(۴)

(۵)　جو شخص مرثیہ پڑھنا یا سننا جائز جانے اور تعزیہ نکالنا اچھا جانے اور اس میں شریک ہو، وہ سُنّی نہیں، بدعتی اور روافض کا شریک و ہم خیال ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳/۲۸۹-۲۹۰)

روافض کے ساتھ میل جول نہ کرنا چاہیے۔

قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿فَلاَ تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾(۵) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳/۳۰۲-۳۰۳)

حضرت حسینؓ کو تمام اصحاب رسول پر فضیلت دینے والے کی امامت کا حکم:

سوال:　کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک امام مسجد اگر لوگوں کو اس طرح کی ہدایت کرے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ و حضرت عمر رضی اللہ عنہ و حضرت عثمان ذو النورین رضی اللہ عنہ و حضرت علی کرم اللہ وجہہ ان سارے اصحاب سے حضرت امام حسینؓ کا مرتبہ بلند ہے؛ بلکہ یہ بھی ساتھ کہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ سارے اصحاب حضرت امام حسینؓ کے غلام تھے؛ کیوں کہ حضرت امام حسینؓ نے لکھ کر دیا تھا کہ آپ ہمارے غلام اور اصحاب رسول نے سند سمجھ کر اپنے پاس لکھا ہوا خط قبر تک

---

(۱)　ردالمحتار،باب الإمامة: ۱/۵٦۲،دار الفكر بيروت،انيس

(۲)　باب اتباع سنة رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم،رقم الحديث: ۸-۹-۱۰،ص: ۱۹،بيت الأفكار،انيس

(۳)　كتاب الصلاة،باب ماجاء أن الإمام ضامن والمؤذن مؤتمن،رقم الحديث: ۲۰۷،ص: ۵۵،بيت الأفكار،انيس

(۴)　أبوداؤد،كتاب اللباس،باب في لبس الشهرة،رقم الحديث: ۴۰۳۱،ص: ۴۴۲،بيت الأفكار،انيس

(۵)　سورة الأنعام: ٦۸،انيس

موجود رکھا، کیا ایسے عقائد رکھنے والے امام مسجد کے پیچھے اہل سنت والجماعت کی نماز ہوجاتی ہے، یا نہیں؟ اور اگر یہی امام مسجد ایک مطلقہ عورت کی عدت طلاق ختم ہونے سے پہلے دوسرے خاوند ہونے والے کے گھر بٹھا دیوے اور وہ کئی دن تک عورت مرد اکٹھے کھاتے پیتے رہیں تو ایسے امام مسجد کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟ حالاں کہ مولوی صاحب خود جانتے ہیں کہ جب تک عدت ختم نہ ہو تو دوسرے شخص کے ساتھ مطلقہ عورت نہیں رہ سکتی اور پھر یہی مولوی صاحب حکم دیتے ہیں؛ بلکہ خود لے جا کر اس شخص کے گھر مطلقہ عورت کو رہنے پر مجبور کر کے کچھ عرصہ تک اس کے گھر میں رہائش کراتے ہیں، اس قسم کے مولوی صاحب کے متعلق علما دین کیا حکم فرماتے ہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ

سوال میں درج کیا گیا عقیدہ ایک غلط عقیدہ ہے، اہل سنت حضرات کا متفقہ اور مسلمہ عقیدہ یہ ہے کہ حضرات شیخین؛ بلکہ خلفاء راشدین تمام امت سے افضل ہیں، اس طرح کی ضعیف اور موضوع روایات سے استدلال کرنا علم کی نہیں؛ بلکہ جہالت کی دلیل ہے، ایسے شخص کو امام نہ رکھا جائے؛ بلکہ فوراً معزول کر کے کسی معتمد، صحیح العقیدہ عالم کو امام مقرر کیا جائے، ساتھ ہی عدت والی عورت کو کسی اجنبی شخص کے گھر میں بٹھانا بھی سخت گناہ ہے؛ لیکن تحقیق ضروری ہے کہ کیا واقعی امام مذکور نے یہ حرکت کی ہے، یا ایسے خیالات کی اشاعت کی ہے، یا نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود: ۲/۱۶۹-۱۷۰)

حنفی کے لیے شیعہ مرزائی کی امامت:

سوال: ایک گاؤں میں تین مذاہب کے لوگ آباد ہیں: شیعہ، مرزائی، اہل سنت والجماعت؛ مگر امام حنفی عقیدہ رکھتا ہے؛ یعنی اہل سنت والجماعت ہے، کیا وہ امام ہر سہ مذہب کے لوگوں کی امامت کر سکتا ہے اور ان کی شادی، غمی و دیگر مواقع پر شریک ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ جواب بسند ہو، مرزائی و شیعہ کا ذبح کیا ہوا جانور کھانے میں استعمال کرنا امام کے لیے جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

شیعہ اور مرزائی اپنے مذہب والوں سے خود دریافت کریں گے کہ حنفی امام کے پیچھے ان کی نماز درست ہے، یا نہیں؟ آپ کو ان کی کیا فکر پڑی اور وہ آپ، کے مذہبی مسائل کو تسلیم ہی کب کریں گے۔ علما اہل سنت والجماعت کے فتویٰ کے مطابق مرزائی عقیدہ والے کافر ہیں، ان کی شادی، غمی میں شرکت ان کی میت پر نماز جنازہ ان کے امام کا اقتدا کرنا وغیرہ جملہ امور ناجائز و ممنوع ہیں، (۱) ان کا ذبیحہ بھی ناجائز ہے، شیعہ کا جو فرقہ نصوص قطعیہ کا منکر ہے، اس کا بھی یہی

(۱) قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿ماکان محمد أباأحد من رجالکم ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین﴾ (سورۃ الأحزاب: ۴۰)
وقال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظٰلمین﴾ (سورۃ الأنعام: ۶۸)
وقال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿ولا تصل علیٰ أحدٍ منهم مات أبداً ولا تقم علیٰ قبره، أنهم کفروا باللّٰہ ورسوله﴾ (سورۃ التوبة: ۸۴)

حکم ہے اور جو فرقہ نصوص قطعیہ کا منکر نہیں، وہ کافر نہیں، اس کا ذبیحہ درست ہے؛ لیکن حتی الوسع اختلاط اس سے بھی نہیں چاہیے کہ فسادِ عقائد کا قوی اندیشہ ہے۔

"نعم لاشک فی تکفیر من قذف السیدة عائشة رضی اللّٰه تعالٰی عنها أو أنکر صحبة الصدیق رضی اللّٰه تعالٰی عنه أو اعتقد الألوهیة فی علی رضی اللّٰه تعالٰی عنه أو أن جبرئیل علیه السلام غلط فی الوحی أو نحو ذلک من الکفر الصحیح المخالف للقرآن" آه. (ردالمحتار: ۴۵۳/۳)(۱)

"ومنها: -من شرائط- الزکٰوة أن یکون مسلماً أو کتابیاً، فلا تؤکل ذبیحة أهل الشرک والمرتد، آه". (الهندیة: ۲۸۵/۵)(۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۵۹/۶/۲۲ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۵۹/۶/۲۲ھ۔ صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۵۹/۶/۲۲ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۷۴/۶-۳۷۵)

مرزائی سے تعلق رکھنے والے کی امامت:

سوال: اگر کوئی مرزائی مسجد کے حجرہ میں امام مسجد کے پاس بیٹھ کر نمازیوں میں نفاق پیدا کرا کر گروہ بندی کرائے اور امام جو اس کی باتوں پر عمل کرتا ہے، نمازیوں کے روکنے پر بھی نہ مانے تو ایسا امام مسجد میں رکھنے کے لائق ہے، یا نہیں؟

الجواب

امامِ مذکور سے صاف کہا جاوے کہ اگر تو نے مرزائی کے ساتھ تعلق اور ربط رکھا اور اس کو اپنے پاس رکھا تو تجھ کو امامت سے علاحدہ کر دیا جائے گا، اگر وہ پھر بھی باز نہ آوے تو اس کو امامت سے علاحدہ کر دیا جاوے، (۳) اور اس مرزائی کو مسجد کے حجرہ میں نہ رکھا جاوے، فوراً نکال دیا جاوے۔ (۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۸۱/۳-۱۸۲)

قادیانی کی امامت درست نہیں ہے:

سوال: فرقۂ قادیان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟

(۱) ردالمحتار، کتاب الحدود، باب المرتد: ۲۳۷/٤، سعید

(۲) الفتاوی الهندیة، کتاب الذبائح، الباب الأول فی رکنه وشرائطه وحکمه وأنواعه: ۲۸۵/۵، رشیدیة

(۳) اس لیے کہ وہ اپنے افعال کی وجہ سے فاسق ہے اور فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔

"وکراهة تقدیمه: أی الفاسق کراهة تحریم". (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر) (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

(۴) اس لیے کہ وہ مرتد ہے اور مرتد کو پناہ دینا بالخصوص اس طرح کہ مسلمانوں کو اس سے نقصان پہنچے درست نہیں ہے۔ ظفیر

الجواب

درست نہیں ہے؛ کیوں کہ ان کے کفر پر فتویٰ ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۲۱۰)

قادیانی کی امامت درست ہے، یا نہیں:

سوال: جو لوگ مرزا قادیانی کے مرید ہوں، یا اس کو اچھا سمجھتے ہوں، ان کی امامت جائز ہے، یا نہیں؟ ان کے پیچھے ادا کردہ نماز کا اعادہ واجب ہے، یا کیا کچھ؟

الجواب

جائز نہیں۔(۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۲۲۵)

قادیانی سے لڑکی کی شادی کرنے والے کی امامت:

سوال: جس کا داماد احمدی ہو اور وہ اس سے تعلق رکھے، اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

وہ شخص لائق امام بنانے کے نہیں ہے؛ تاوقتیکہ اس کا داماد توبہ وتجدید ایمان کر کے دوبارہ نکاح نہ کرے، یا وہ شخص اپنی دختر کو اس سے علاحدہ کرے۔(۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۱۴۲)

غیر مقلد کی امامت:

سوال (۱) غیر مقلدین کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں؟

قادیانی کی امامت:

(۲) قادیانیوں کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(۱-۲) وإن أنكر بعض ما علم من الدين ضرورة كفر بها،إلخ، فلا يصح الاقتداء به أصلاً.(الدرالمختارعلىٰ هامش ردالمحتار،باب الإمامة: ۱/۵۲۴،ظفير)

(۳) ويكره إمامة عبد، الخ، وفاسق. (الدرالمختار)بل مشٰى في شرح المنية:أن كراهة تقديمه أي الفاسق كراهة تحريم.(ردالمحتار،باب الإمامة: ۱/۵۲۳، ظفير)(مطلب في تكرار الجماعة في المسجد،انيس)

احمدی (قادیانی) متفقہ طور پر کافر ہے، لہٰذا اس سے مسلمان لڑکی کا نکاح جائز نہیں ہے اور نہ اس سے اپنا تعلق ہی قائم رکھنا درست ہے۔ ظفیر

قد ظهر في البلاد الهندية جماعة تسمى المهدوية ولهم رياضات عملية وكشوفات سفلية وجهالات ظاهرية، ومن جملتها أنهم يعتقدون أن المهدي الموعود وهو شيخهم الذي ظهر ومات ودفن في بعض بلاد خراسان وليس يظهر غيره مهدي في الوجود ومن ضلالتهم أنهم يعتقدون أن من لم يكن على هذه العقيدة فهو كافر.(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح،باب أشراط الساعة:۸/۳۴۴۳،دارالفكر بيروت انيس)

الجواب

(۱)　غیر مقلدین متعصبین کے پیچھے نماز نہ پڑھنی چاہیے۔(۱)

(۲)　قادیانیوں کے پیچھے نماز نہ پڑھنی چاہیے۔(۲)(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۳۱۰)

---

(۱)　درمختار میں ہے:

وكذا تكره خلف أمرد إلخ وزاد ابن ملك ومخالف.

شامی میں مخالف کی اقتدا کے سلسلے میں مذکور ہے:

وخالفهم العلامة الشيخ إبراهيم البيرى، بناءً علىٰ كراهة الاقتداء بهم لعدم مراعاتهم في الواجبات والسنن.(ردالمحتار: ۱/۵۲۷، ظفير)(باب الإمامة،انيس)

(۲)　**وإن أنكر بعض ما علم من الدين ضرورة كفر بها الخ فلا يصح الاقتداء به أصلاً.(ردالمحتار: ۱/۵۲۴، ظفير)((باب الإمامة،انيس)**

فرقہ قادیانی کے درج ذیل عقائد ونظریات سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ قادیانی کی اقتدا میں نماز نہیں ہوتی ہے۔

۱۔　آخری نبی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں؛ بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔(حقیقۃ النبوۃ:۸۲،۱۶۱۔ تریاق القلوب:۳۷۹)

۲۔　مرزا غلام احمد پر وحی بارش کی طرح نازل ہوتی تھی، وہ وحی کبھی عربی میں، کبھی ہندی میں اور کبھی فارسی اور کبھی دوسری زبان میں بھی ہوتی تھی۔(حقیقۃ الوحی:۱۸۰۔ البشریٰ:۱/۱۱۷)

۳۔　مرزا غلام احمد کی تعلیم اب تمام انسانوں کے لیے نجات ہے۔(اربعین:۴،۱۷)

۴۔　جو مرزا غلام احمد کی نبوت کو نہ مانے، وہ جہنمی کافر ہے۔(حقیقۃ النبوۃ:۲،۲۷۲۔ فتاویٰ احمدیہ:۱/۳۷)

۵۔　مرزا غلام احمد کے معجزات کی تعداد دس لاکھ ہے۔(تتمہ حقیقۃ الوحی:۶،۱۳۶)(جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تین ہزار ہیں)

۶۔　مرزا صاحب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر شان والے تھے۔(قول فصل:۶۔ احمد پاکٹ بکس:۲۵۴۔ اربعین:۱۰۳)

۷۔　مرزا صاحب بنی اسرائیل کے انبیاء سے افضل تر ہیں۔(دافع البلاد:۲۰۔ ازالہ کلاں:۶۷)

۸۔　مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام دیگر انبیا اور صحابہ کرامؓ کے بارے میں تحقیر آمیز جملے استعمال کئے ہیں۔(حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم:۴۔ روحانی خزائن:۱۶/۱۷۸۔ اعجاز احمدی:۱۸/۸۳/۵۲)

۹۔　قرآن کی کئی ایک آیات سے مراد مرزا غلام احمد ہے۔ مثلاً:

﴿هو الذى ارسل رسوله بالهدىٰ و دين الحق ليظهره على الدين كله﴾ (وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ تمام ادیان پر غالب رہے۔)(اعجاز احمد:۱۱/۲۹۱۔ دافع البلاد:۱۳)

۱۰۔　حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تین پیشین گوئیاں جھوٹی نکلیں۔(اعجاز احمدی:۱۴)

۱۱۔　جہاد کا حکم منسوخ ہوگیا ہے۔(حاشیہ اربعین:۱۵۴،۴۔ خطبہ الہا:۲۵)

۱۲۔　مرزا صاحب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات مردوں کو زندہ کرنا وغیرہ کو کھیل کھلونے قرار دیتے ہیں کہ ایسا کھیل تو کلکتہ اور بمبئی میں بہت سے لوگ کرتے ہیں۔(حاشیہ ازالہ اوہام:۲۱،۱۲۱۔ حقیقۃ الوحی:۷۸)

۱۳۔　رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو درجاتی معراج نہیں ہوئی، کشف ہوا تھا۔(ازالہ اوہام کلاں:۱۴۴)　==

قادیانی لڑکے کا نکاح پڑھانے والے امام کے پیچھے نماز جائز نہیں:

سوال: ہمارے محلے کی مسجد کے امام صاحب نے ایک قادیانی شخص کا ایک مسلمان (سنی) لڑکی سے نکاح

==۱۴۔ مرنے کے بعد میدانِ حشر میں جمع ہونا نہیں ہوگا، مرنے کے بعد سیدھا جنت، یا جہنم میں چلے جائیں گے۔(ازالہ اوہام کلاں:۱۴۴)

۱۵۔ فرشتوں کی کوئی حقیقت نہیں ہے؛ بلکہ یہ تو ارواح کواکب ہے، جبرئیل امین وحی نہیں لاتے تھے، وہ تو روح کواکب نیر کی تاثیر کا نزول وحی ہے۔(توضیح مرام:۲۹)

۱۶۔ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء کیا ہے۔(ازالہ اوہام خورد:۳۹۶۔ازالہ اوہام:۳۹۸)

۱۷۔ مرزا صاحب تمام انبیاء کا مظہر ہیں، تمام کمالات جو انبیاء علیہم السلام میں تھے، وہ سب مرزا صاحب میں موجود ہیں۔(قول فصل:۶۔ تشحیذ الاذہان:۱۰/۱۰،۱۱)

۱۸۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مر چکے ہیں، وہ قیامت کے قریب بالکل نہیں آئیں گے۔(ازالہ کلاں:۲/۳۱۱)

۱۹۔ قرآن وحدیث کے بارے میں تحقیری الفاظ استعمال کرنا۔(کلمہ فصل:۳۷، تحفہ گولڑویہ:۳۸۔روحانی خزائن:۱۹/۱۴۰۔اعجاز احمد:۳۰)

عقائد بالا سے واضح ہوتا ہے کہ یہ اہل اسلام سے نہیں ہیں۔اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾(سورة المائدة:۳)

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

هـذه أكبـر نعم الله تعالى عَلَى هَذِهِ الْأُمَّةِ حَيْثُ أَكْمَلَ تَعَالَى لَهُمْ دِينَهُمْ، فَلَا يَحْتَاجُونَ إِلَى دِينِ غَيْرِهِ، وَلَا إِلَى نَبِيٍّ غَيْرِ نَبِيِّهِمْ صَلَوَاتُ اللَّهِ وَسَلَامُهُ عليه، ولهذا جعله الله تعالى خَاتَمَ الْأَنْبِيَاءِ وَبَعَثَهُ إِلَى الْإِنْسِ وَالْجِنِّ، فَلَا حَلَالَ إِلَّا مَا أَحَلَّهُ، وَلَا حَرَامَ إِلَّا مَا حَرَّمَهُ، وَلَا دِينَ إِلَّا مَا شَرَعَهُ، وَكُلُّ شَيْءٍ أَخْبَرَ بِهِ فَهُوَ حَقٌّ وَصِدْقٌ لَا كِذْبٌ فِيهِ وَلَا خُلْفَ.(تفسير ابن كثير:۳/۲۲،دارالكتب العلمية بيروت)

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا﴾(سورة الأحزاب:۴۰)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِىْ وَلَا نَبِىَ".(سنن الترمذى باب ذهبت النبوة وبقيت المبشرات، رقم الحديث:۲۲۷۲)

حضرت ابو ہریرہ رضہ اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مَثَلِىْ وَمَثَلُ الْاَنْبِيَآءِ مِنْ قَبْلِىْ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰى بَيْتًا فَاَحْسَنَه وَاَجْمَلَه اِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِيَةٍ فَجَعَلَ النَّاسَ يَطُوْفُوْنَ وَيَعْجَبُوْنَ لَه وَيَقُوْلُوْنَ، هَلَّا وُضِعَتْ هٰذِهِ اللَّبِنَةُ ؟ قَالَ: فَأَنَا اللَّبِنَةُ، وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ". (صحيح البخارى،باب خاتم النّبيين صلى الله عليه وسلم،رقم الحديث:۳۵۳۵)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّ لِىْ أَسْمَاءً، اَنَا مُحَمَّدٌ، وَاَنَا أَحْمَدُ، وَاَنَا الْمَاحِى يَمْحُو اللّٰهُ بِىَ الْكُفْرَ، وَاَنَا الْحَاشِرُ الَّذِىْ يُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰى قَدَمَىَّ، وَأَنَا الْعَاقِبُ الَّذِىْ لَيْسَ بَعْدَه اَحَدٌ.(صحيح لمسلم،باب فى اسمائه صلى الله عليه وسلم،رقم الحديث:۲۳۵۴)==

پڑھایا ہے، جس وقت مولانا صاحب نے نکاح پڑھایا، وہ اس بات سے بے خبر تھے کہ لڑکا قادیانی ہے؛ لیکن شادی کے دوران ہی (یعنی تقریب کے دروان) مولانا کو آگاہ کردیا گیا لڑکا قادیانی ہے؛ لیکن مولانا نے کوئی نوٹس نہیں لیا، واپس آنے پر جب مولانا سے بات کی گئی تو اس نے کہا: میں نکاح کی رجسٹری روک لوں گا؛ مگر مولانا صاحب نے ایسا نہ کیا اور نکاح کی رجسٹری کردی، کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟

الجواب

قادیانی کا نکاح کسی مسلمان سے نہیں ہوسکتا، (۱) جن لوگوں کو معلوم تھا کہ لڑکا قادیانی ہے اور وہ قادیانیوں کے عقائد سے واقف بھی تھے، ان کا ایمان جاتا رہا، وہ اپنے ایمان اور نکاح کی تجدید کریں، (۲) امام صاحب چونکہ بے خبر تھے؛ اس لیے وہ معذور تھے، بعد میں جب امام صاحب کو پتہ چلا تو ان کو چاہیے تھا کہ اعلان کردیتے کہ لڑکا قایانی ہے، اس کے باوجود خاموش رہے تو گنہگار ہوئے، جب تک امام صاحب اپنے موقف کی وضاحت نہ کریں، یا اپنی غلطی سے توبہ نہ کریں، ان کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل: ۳/۴۵۱)

تقلید کو ناجائز اور قادیانی کو مسلمان کہنے والے کی امامت:

سوال: جس شخص کا عقیدہ حسب ذیل ہو، اس کو امام بنانا کیسا ہے:

تقلید ناجائز اور بدعت ہے، مرزائی اور مرزا مسلمان ہیں، مقلدوں کا مذہب قرآن میں نہیں۔

ایسے شخص کو امام بنانا اور ترجمہ قرآن شریف اس سے پڑھنا کیسا ہے؟

== حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”فُضِّلْتُ عَلٰى الْأَنْبِيَآءِ بِسِتٍّ أُعْطِيْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ ونُصِرْتُ بِالرُّعْبِ، وَأُحِلَّتْ لِيَ الْمَغَانِمُ، وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ طَهُوْرًا وَمَسْجِدًا، وَأُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً، وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّوْنَ“. (صحيح لمسلم، باب المساجد وموضع الصلاة، رقم الحديث: ٥٢٣)

(۱) کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آنے والا ہے، میرزا غلام احمد قادیانی دعویٔ نبوت کی وجہ سے کافر ہے اور کافر کا متبع بھی کافر ہی ہوگا۔ عن أبی هريرة عن النبی صلى الله عليه وسلم قال: لا تقوم الساعة حتى يبعث دجالون كذابون قريب من ثلاثين كلهم يزعم أنه رسول الله. (صحيح مسلم، باب لا تقوم الساعة حتى يمر الرجل، الخ (ح: ١٥٧)

عن أبی هريرة عن النبی صلى الله عليه وسلم قال: كانت بنو إسرائيل تسوسهم الأنبياء كلما هلك نبی خلفه نبی وإنه لا نبی بعدی وستكون خلفاء فتكثر، قالوا: فما تأمرنا؟ قال: فوابيعة الأول فالأول وأعطوهم حقهم فإن الله سائلهم عما استرعاهم. (الصحيح لمسلم، باب الأمر بالوفاء ببيعة الخلفاء: ١٢٦/٢، قديمی (ح: ١٨٤٢) انيس)

(۲) لأن الرضاء بالكفر. (شرح فقه الأكبر، ص: ٤٩)

مايكون كفراً إتفاقاً يبطل العمل و النكاح وما فيه خلاف يؤمر بالاستغفار والتوبة وتجديد النكاح. (الدر المختار مع ردالمحتار: ٢٤٧/٤. مطلب جملة من لا يقتل إذا ارتد)

الجواب

ایسے شخص کو امام بنانا، جس کے عقائد سوال میں درج کئے ہیں، درست نہیں ہے اور اس سے ترجمہ قرآن شریف بھی نہ پڑھنا چاہیے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۰۶/۳)

مرزائیوں کے رکھے ہوئے امام کے پیچھے نماز کا حکم:

سوال: کارخانہ میں ایک مسجد ہے، جس کی سرپرستی فرقۂ مرزائیہ لاہوری پارٹی کو حاصل ہے، ان کی جانب سے باتنخواہ امام مقرر ہے، ایسے امام کی اقتدا میں نماز پڑھنا درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر امام کے عقائد اہل سنۃ والجماعت کے مسلک کے مطابق ہیں تو اس کی اقتدا میں نماز پڑھنا درست ہے، اہل سنت پر لازم ہے کہ مسجد کا انتظام اپنے ذمہ لے لیں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ اصغر علی غفرلہ، نائب مفتی خیر المدارس ملتان۔ الجواب صحیح: عبد اللہ غفرلہ، مفتی خیر المدارس ملتان (خیر الفتاویٰ: ۳۷۴/۲)

جس امام کے قادیانیوں سے تعلقات ہوں:

سوال: ایک سنی سید گھرانے کی لڑکی نے ایک قادیانی شخص سے شادی کر لی ہے، اس کے گھر والوں سے قادیانیوں سے تعلقات ہیں اور ان کا آنا جانا ہے، کیا سنی مسلمانوں کے لیے ان کے پیچھے نماز پڑھنا شرعاً جائز درست ہے؟

ھو المصوب

کسی مسلمان لڑکی کا نکاح کسی قادیانی کے ساتھ شرعاً جائز نہیں ہے، قادیانیوں کے ساتھ تعلقات رکھنا مفاسد سے خالی نہیں اور اگر دینی معلومات پختہ نہ ہو تو ان کی کتابوں کا مطالعہ کرنا درست نہیں، اگر ان کے مطالعہ سے اسلامی عقائد متاثر ہو رہے ہوں تو مطالعہ کرنا جائز نہیں ہے، لہٰذا اگر شخص مذکور قادیانی عقائد سے متاثر نہیں ہے اور ان سے تعلقات محض دنیاوی ہیں تو ان کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے؛ لیکن اگر قادیانی عقائد سے شخص مذکور متاثر ہے اور ان کے عقائد کو درست سمجھتا ہے تو ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ (۲)

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۳۵۷/۲-۳۵۸)

---

(۱) ویکرہ إمامة عبد ...وفاسق ...ومبتدع: أی صاحب بدعة وھی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول ... وإن أنکر بعض ماعلم من الدین ضرورة کفر بھا... فلا یصح الاقتداء به أصلاً. (الدر المختار علیٰ ھامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر)

(۲) قال المرغیناني: تجوز الصلاة خلف صاحب ھوی وبدعة ولا تجوز خلف الرافضي والجھمي والقدری والمشبھة ومن یقول بخلق القرآن، وحاصله إن کان ھویٰ لا یکفر به صاحبه تجوز الصلاة خلفه مع الکراھة ==

مرزایوں سے میل ملاپ رکھنے والے کی امامت:

سوال (۱) ایک بستی کے مسلمانوں نے ایک شخص کو امام بنایا، پھر امام کے حالات خراب ہو گئے، لوگ شک کی نظر سے دیکھنے لگے اور علاوہ ازیں امام مذکور کا مرزائیوں کے ساتھ بہت میل ملاپ ہے، ایسا کئی دفعہ عید کے موقع پر بستی کے شریف مسلمانوں نے اپنا امام اور مقرر کر لیا، کیا امام اول کو امامت سے ہٹانا اور دوسرا مقرر کرنا درست ہے؟

کیا کوئی شخص مسجد کا مالک ہوسکتا ہے:

(۲)　کوئی مسلمان کہلانے والا شخص کسی مسجد کے مالک ہونے کا دعویٰ کرسکتا ہے، امام اول اس مسجد کی ملکیت کا دعویٰ کرتا ہے؟

کیا بستی والے کچی مسجد کو شہید کرکے پختہ مسجد بنا سکتے ہیں:

(۳)　کیا کسی بستی کے اکثر مسلمان بستی کی کچی مسجد کو گرا کر اس جگہ پر پہلے کی نسبت مضبوط اور پختہ مسجد بنوا سکتے ہیں؟

جو مرزائیوں سے میل جول رکھتا ہوں اور چال چلن بھی خراب ہو، وہ مسجد کا متولی ہوسکتا ہے:

(۴)　اگر کوئی امام مسجد جس کا کیرکٹر (چال چلن) خراب ہو، اور مرزائیوں کے ساتھ سخت میل جول رکھتا ہو، وہ بلا ثبوت مسجد کے متولی ہونے کا دعویٰ کرے تو شریف اہل محلّہ اس کو امامت اور خود ساختہ تولیت سے ہٹا سکتے ہیں؟

(المستفتی: ۲۱۹۵، قاضی محمد شفیع صاحب لاہور، ۱۸/ ذی قعدہ ۱۳۵۶ھ، ۱۸/ جنوری ۱۹۳۸ء)

الجواب

(۱)　ان حالات میں پہلے امام کو علاحدہ کر دینا اور دوسرا امام مقرر کر لینا جائز ہے۔

(۲)　مسجد کا مالک کوئی نہیں ہوسکتا، ہاں! متولی کو تولیت کے اختیارات حاصل ہوتے ہیں؛ مگر ملکیت کا دعویٰ کوئی نہیں کرسکتا۔ قرآن میں ہے: ﴿أن المساجد لله فلا تدعوا مع الله أحدًا﴾ (سورة الجن) (۱)

(۳)　ہاں! بستی والوں کو یہ حق ہے کہ وہ کچی مسجد کو پختہ بنانے کے لیے گرا دیں اور پختہ بنالیں۔

==　وإلا فلا، هٰكذا في التبيين وهو الصحيح، هٰكذا في البدائع. (الفتاوىٰ الهندية: ٨٤/١) (الباب الخامس في الإمامة، الفصل الثالث في بنان من يصلح إمامًا لغيره، انيس)

أما من خرج ببدعة من أهل القبلة لمنكري حدوث العالم والبعث والحشر للأجسام والعلم بالجزئيات فلا نزاع في كفرهم لإنكارهم بعض ماعلم مجئ الرسول به ضرورة. (البحر الرائق: ٦٠٨/١) (باب الإمامة، انيس)

وفي شرح الوهبانية للشرنبلالي: مايكون كفراً إتفاقاً: يبطل العمل و النكاح وما فيه خلاف يؤمر بالاستغفار والتوبة وتجديد النكاح. (الدر المختار، باب المرتد: ٣٤٨/١، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

(۱)　سورة الجن: ١٨، انيس

(۴) استحقاق تولیت کا ثبوت نہ ہو تو متولی ہونے کے مدعی کو ہٹایا جاسکتا ہے، بالخصوص جب کہ اس کے حالات بھی صلاحیت کے خلاف ہوں۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی:۳/۱۱۴-۱۱۵)

قادیانیت وامامت جماعت اور بغیر امامت تنخواہ دینا اور لینا:

سوال (۱) جماعت لاہوری قادیانی کے رشتہ دار اپنے رشتہ دار مرزائیوں کو مسلمان اور مذہب حنفی میں مسلمان تصور کرتے ہیں، حالانکہ بروئے شریعت وفتویٰ ہائے علماء دین، مرزائی اوران کے حامی ورشتہ دار اور جوان کو مسلمان جانیں، وہ سب خارج از اسلام وکافر ہیں اور یہ بھی ہم کو بخوبی معلوم ہے کہ ان کو مسجد اہل اسلام میں بھی داخل نہ ہونے دیں، مگر ہم لوگ ان کو مسجد میں آنے سے روکنے میں سخت مجبور ہیں، اگر روکتے ہیں تو وہ آمادۂ فساد ہوتے ہیں اور مسجد میں جنگ وجدال کی نوبت ہوجاتی ہے، اب جماعت مرزائی کے رشتہ دار ہماری مسجد میں آتے ہیں اور جس لوٹے سے ہم وضو کرتے ہیں اور مسجد میں جن گھڑوں سے ہم پانی پیتے ہیں، وہ بھی پیتے ہیں اور ہماری جماعت نماز میں شریک نہیں ہوتے، جو کہ مؤذن مسجد پڑھاتا ہے اوران کی ضد یہ ہے کہ اگر امام صاحب معین جماعت کرائیں گے تو ہم بھی شریک جماعت ہوں گے؛ کیوں کہ ہمارا چندہ مشترکہ ہے (یہ چندہ اس وقت کا ہے جب کہ یہ اہل سنت والجماعت شمار کئے جاتے تھے)، ایسی صورت میں اگر یہ لوگ ہماری جماعت فرض وواجب میں شامل ہوجائیں اور ہم ان کو علیحدہ کرنے کی طاقت نہ رکھیں تو نماز سب کی درست ہوجائے گی، یا نہیں؟ اور امام کی امامت کرانی درست ہے، یا نہیں؟

(۲) جو لوگ باوجود واقف ہونے اس امر کے کہ ان کا مسجد میں آنا از روئے شریعت منع ہے اور وہ لوگ بوجہ کسی خوف کے مسجد میں آنے سے نہ روکیں، یا بوجہ لحاظ رشتہ داری کے چشم پوشی کریں تو ایسے نمازی لوگ کسی جرم شرعی کے مرتکب ہیں، یا نہیں؟

(۳) امام معین مسجد نے فتاویٰ علماء اہل اسلام کہ متعلق قادیانیوں کے جاری تھے، مسجد میں محلّہ والوں کو سنائے اور یہ کہا کہ قادیانی یا ان کے رشتہ داران جوان کے ساتھ شامل ہیں، وہ ہماری جماعت نماز میں شریک ہوں گے تو میں نماز نہیں پڑھاؤں گا، جن کو سن کر اہل محلّہ نے مرزائیوں کے رشتہ داروں سے باوجود سمجھانے اوران کا کہنا نہ ماننے کے قطع تعلق ان سے کردیا، اسی وجہ سے مرزائیوں کے رشتہ دار امام صاحب ہی کے مخالف ہوگئے اور وہ چاہتے ہیں کہ امام معین کسی طرح امامت سے جدا ہوجاویں، اس واسطے جب امام صاحب جماعت کراتے ہیں تو ضدا یہ لوگ شامل

---

(۱) قال في الإسعاف: لا يولى إلا أمين قادر بنفسه أو بنائبه ... ويستوى فيه الذكر والأنثى ... من طلب التولية على الوقف لا يعطى له و هو كمن طلب القضاء لا يقلد،اه.(رد المحتار: كتاب الوقف مطلب في شروط المتولي: ٣٨٠/٤ ، دارالفكر بيروت)

جماعت نماز ہوتے ہیں، جیسا کہ سوال نمبر: ا سے واضح ہے اور اگر نائب امام جو مؤذن بھی ہے، وہ جماعت کرائے یا دیگر شخص جماعت کرائے تو وہ شریک جماعت نماز نہیں ہوتے، اس سے صاف عیاں ہے کہ ذاتی نقصان تنخواہ کا امام کو پہچانا ہے، ہم اہل محلّہ نے امام صاحب کو نہ امامت سے علیحدہ کیا ہے، نہ انہوں نے استعفا دیا ہے؛ بلکہ ہر نماز میں امام صاحب حاضر رہتے ہیں؛ لیکن بوجہ فساد کے ہم لوگ نائب امام صاحب سے جماعت کراتے ہیں، ایسی صورت میں مسجد فنڈ سے تنخواہ امام صاحب کو دینی اور امام صاحب کو لینی درست ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۱۱۴۱، عبدالرحمٰن صاحب (چاندنی چوک) ۵/ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ، ۲۴/ اگست ۱۹۳۶ء)

الجواب

قادیانی فتنہ بہت زیادہ مضر اور مسلمانوں کی دینی اور اخلاقی؛ بلکہ سیاسی حالت کے لیے بھی تباہ کن ہے، اگر مسلمان ان سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کے لئے ان کے ساتھ تعلقات نہ رکھیں تو اس میں وہ حق بجانب ہیں، (۱) باقی رہا امام کا معاملہ تو اگر اہل مسجد امام سے کسی شرعی ضرورت کے ماتحت نماز نہ پڑھوائیں تو مضائقہ نہیں اور امام جب تک امام ہے اس کو مسجد فنڈ سے تنخواہ دی جا سکتی ہے، جب کہ اس کی نیابت میں دوسرا شخص اہل مسجد کی رضامندی سے اس کا کام انجام دیتا رہتا ہے۔ فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۹۲/۳-۹۳)

مشرک کی اقتدا جائز نہیں:

سوال: زید نے اپنے امام مسجد کو شرک میں مبتلا پایا، کیا زید کی نماز مشرک امام کے پیچھے ہو سکتی ہے، یا نہیں؟ نیز مفتی ٔجواز یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ پوری جماعت کی نماز امام کی نماز کے ماتحت ایک مجموعہ کی شکل میں اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوتی ہے اور اگر امام کی نماز مقبول نہ ہو تو سارے مقتدیوں کی نماز بھی غیر مقبول ہو جائے، جماعت کی پابندی تو مسلمانوں کو ایک امت بنانے کے لیے ہے، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ہر فرد کی نماز انفرادی حیثیت ہی سے خدا کے حضور پیش ہوتی ہے اور اگر وہ مقبول ہونے کے قابل ہو تو بہر حال وہ مقبول ہو کر رہتی ہے، خواہ امام کی نماز مقبول ہو، یا نہ ہو۔ یہ عبارت رسائل مسائل حصہ اول ص: ۲۵۲ مصنفہ ابوالاعلی مودودی میں ہے۔

(مستفتی: یار محمد خطیب غلہ منڈی، چیچہ وطنی)

---

(۱) الاستخلاف جائز مطلقًا أی سواءٌ کا ن لضرورة أو کما یعلم من عبارة مجمع الأنهر، إلخ. (رد المحتار، باب المجعة، مطلب فی جواز استنابة الخطب: ۱٤۲/۲، ط: سعید)

الجواب ــــــــــــــــ

شرک کرنے والے امام کے پیچھے نماز نہیں ہوسکتی، مشرک کی اقتدا ناجائز ہے، (۱) اور مفتیٔ جواز کا قول غلط ہے، ایسے رسائل کا دیکھنا عوام کے لیے ٹھیک نہیں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ اسحاق غفرلہ، ۱۶/۱۲/۶ ۱۳۷ھ۔ الجواب صحیح: اصغر علی غفرلہ، الجواب صحیح: بندہ عبداللہ غفرلہ (خیر الفتاویٰ: ۲/۳۷۵)

عرصہ دراز تک امامت کے بعد اقرار کفر:

سوال: ایک شخص بدت مدید تک امامت کرتا رہا، اب وہ خود اپنے کفر کا اقرار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ حالت کفر میں نماز پڑھاتا رہا ہے، کیا مقتدیوں پر اس مدت مدیدہ کی نمازوں کا اعادہ واجب ہے، یا نہیں؟ بینوا وتوجروا۔

الجوب ــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

اگر اس کے کفر پر سوائے اقرار کے اور کوئی دلیل نہیں تو اس کو وقت اقرار سے مرتد قرار دیا جائے گا، گذشتہ زمانہ میں اس کی اقتدا میں پڑھی گئی نمازیں درست ہیں۔

قال في شرح التنوير: (ولو زعم أنه كافر لم يقبل منه؛ لأن الصلاة دليل الإسلام) أي دليل على أنه كان مسلمًا وأنه كذب بقوله إنه صلّٰى بهم وهو كافر وكان ذلک الكلام منه ردة فيجبر على الإسلام. (رد المحتار: ۱/۵۵۴) (۲) فقط واللہ اعلم (احسن الفتاوی: ۳/۳۷۶-۳۷۷)

عرصہ کے بعد معلوم ہوا کہ امام کافر ہے:

سوال: ایک شخص عرصۂ دراز دراز تک امامت کرتا رہا، اب قرائن سے پتہ چلا کہ وہ کافر ہے؛ مگر خود وہ شخص کافر ہونے کا اقرار نہیں کرتا؛ بلکہ اپنے کو مسلمان کہتا ہے؛ مگر لوگوں کو اس کے قول پر اعتماد نہیں؛ بلکہ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ یہ خود اپنے آپ کو جو مسلمان ظاہر کرتا ہے، وہ نفاق کی وجہ سے ہے تو کیا جتنی نمازیں اس کی اقتدا میں پڑھی گئی ہیں، ان کا اعادہ واجب ہے، یا نہیں؟ بینوا وتوجروا۔

---

(۱) ولا تجوز الصلاة خلف منكر الشفاعة والرؤية وعذاب القبر والكرام الكاتبين لأنه كافر لتوارث هذه الأمور عن الشارع - صلى الله عليه وسلم - .(حاشية الشلبي على تبيين الحقائق،الأحق بالإمامة: ۱/۱۳۵،المطبعة الكبرىٰ الأميرية بولاق،انيس)

(۲) الدر المختار مع ردالمحتار،باب الإمامة: ۱/۵۹۲،دارالفكر بيروت/وكذا في النهر الفائق،باب الإمامة: ۱/۲۵۵، دار الكتب العلمية بيروت،انيس

الجواب ـــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

اگر شواہد و قرائن سے اس کے کفر کا ظن غالب ہو جائے تو اس کے پیچھے پڑھی گئی نمازوں کا اعادہ فرض ہے۔

قال في شرح التنوير: وإذا ظهرت حديث إمامه وكذا كل مفسد في رأى مقتد بطلت فيلزم إعادتها.

وفي الشامية (قوله وكذا كل مفسد في رأى مقتد): أشار إلٰى أن الحديث ليس يقيد، فلوقال المصنف كمافي النهر: ولوظهرأن بإمامه مايمنع صحة الصلاة، لكان أولٰى ليشمل مالوأخل بشرط أوركن وإلٰى أن العبرة برأى المقتدى حتٰى لوعلم من إمامه مايعتقد أنه مانع والإمام خلافه أعاد ... (قوله بطلت) أى تبين أنها لم تنعقد إن كان الحديث سابقًا على تكبيرة الإمام أو مقارنا لتكبيرة المقتدى أو سابقا عليها بعد تكبيرة الإمام ... (قوله فيلزم إعادتها) المراد بالإعادة الأتيان بالفرض بقرينة قوله بطلت لا المصطلح عليها وهي الاتيان بمثل المؤدى لخلل غير الفساد. (رد المحتار: ۵۵۳/۱) **فقط والله تعالٰى أعلم**

۴/ جمادی الاولٰی ۱۳۸۶ھ (احسن الفتاویٰ: ۲۷۹/۳)

غیر مسلم کی اقتدا میں پڑھی ہوئی نمازوں کا حکم:

سوال: ایک شخص عرصہ دراز تک کسی مسجد کا امام رہا، بعد خارج ہے، کیا ایسے شخص کے پیچھے پڑھی ہوئی نمازوں کا لوٹانا واجب ہے؟

الجواب ـــــــــــــــ

کسی شخص کی اقتدا کرتے وقت اس کے عقائد کے بارے میں صحیح معلومات نہ ہوں اور بعد میں اس کے کفر کے بارے میں یقین ہو جائے تو پڑھی ہوئی نمازوں کے بارے میں احتیاط یہ ہے کہ وہ نمازیں دوبارہ پڑھی جائیں۔

وفي الهندية: رجل أم قومًا شهرًا ثم قال: كنت مجوسيًا فإنه يجبر على الإسلام ولايقبل قوله وصلاتهم جائزة ويضرب ضربًا شديدًا وكذا لوقال: صليت بكم الكمدة عل يغيروضوء وهو ماجن لا يقبل قوله وإن لكم يكن كذلك واحتمل أنه قال علٰى وجه التورع والإحتياط أعادوا صلاتهم وكذا إذا قال: كان في ثوبي قذر، كذا في الخلاصة وكذا إذا بان أن الأمام كافر أومجنون أوإمرأة أوخنثٰى إلٰى آخره. (الفتاوىٰ الهندية: ۸۷/۱) (فتاویٰ حقانیہ: ۱۵۱/۳)

---

(۱) **قال الحصكفي رحمه الله: (وإذاظهرحدث إمامه) وكذا كل مفسد في راى مقتد (بطلت فيلزم إعادتها) لتضمنها صلاة الموتم صحة وفسادًا (كما يلزم الإمام اخبارالقوم اذا أمّهم وهومحدث أوجنب) أوفاقد شرط ==**

مشرک کے پیچھے اقتدا باطل ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مشرک کے پیچھے اقتدا کا کیا حکم ہے، جائز ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: احمد خان راولپنڈی، ۱۹/۱۲/۱۹۸۳ء)

الجواب

مشرک کے پیچھے اقتدا باطل ہے، خواہ کسی بھی مکتب فکر سے متعلق ہو۔ (ہندیۃ)(۱) وہوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۴۲۶/۲)

بتوں کو ہار چڑھانے والے مسلمان کے پیچھے نماز جمعہ کی ادائیگی کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ایک ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں، جو الیکشن کے موقع پر غیر مسلموں کے پاس جاتا ہے، بتوں کو ہار چڑھاتا ہے اور اس کے سامنے ناریل وغیرہ پھوڑتا ہے، پھر وہ شخص جمعہ بھی پڑھاتا ہے تو کیا اس کے پیچھے نما جمعہ پڑھ سکتے ہیں، جب کہ دوسرے علماء موجود ہوں، مکمل وضاحت فرمائیں؟ (مستفتی: صادق چنچور)

الجواب

استفتا میں مذکورہ باتیں اگر صحیح ہیں تو ایسا شخص امامت کے لائق نہیں؛ کیوں کہ بتوں کو ہار چڑھانا اور ان کے سامنے

== أو ركن وهل عليهم إعادتها إن عدلا، نعم وإلا ندبت وقيل لا لفسقه باعترافه ولو زعم أنه كافر لم يقبل منه؛ لأن الصلاة دليل الإسلام و أجبر عليه (بالقدر الممكن) بلسانه أو بكتب أو رسول على الأصح. (الدر المحتار على رد المحتار، باب الإمامة: ۱/ ۵۹۱-۵۹۲، دار الفكر بيروت، انيس)

(۱) وفي الهندية: ولا تجوز خلف الروافضي والجهمي والقدري والمشبهة ومن يقول غيرهم بخلق القرآن وحاصله إن كان هوى لا يكفر به صاحبه تجوز الصلاة خلفه مع الكراهة وإلا فلا. (الفتاوى الهندية ۱/ ۸٤، الفصل الثالث فى بيان من يصلح إماماً لغيره)

وشروط صحة الإمامة للرجال الأصحاء ستة أشياء: الإسلام وهو شرط عام فلا تصح إمامة منكر البعث أو خلافة الصديق أو صحبته أو يسب الشيخين أو ينكر الشفاعة أو نحو ذلك ممن يظهر الإسلام مع ظهور صفته المكفرة له، الخ. (مراقى الفلاح شرح نور الإيضاح، باب الإمامة: ۱۰۹-۱۱۰، المكتبة العصرية، انيس)

وحاصله إن كان هوى لا يكفر به صاحبه يجوز مع الكراهة وإلا فلا. (تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، الأحق بالإمامة: ۱/ ۱۳٤، المطبعة الكبرىٰ الأميرية بولاق، انيس) / وكذا الفتاوىٰ الهندية، الفصل الثالث فى بيان من يصلح إماما لغيره: ۱/ ۸٤، دار الفكر، انيس)

ناریل وغیرہ پھوڑنا موجبات کفر ہیں؛اس لیے مذکورہ امام دائرۂ ایمان ونکاح کے بعد اگر وہ اپنے گناہوں سے توبہ کرکے باز نہ آئے تو اس کو امامت سے معزول کرکے کسی متبع شریعت اور اہل شخص کو امام مقرر کرنا چاہیے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

یکفر بوضع قلنسوة المجوس علی رأسه علی الصحیح إلا لضرورة دفع الحر والبرد وبشد الزنار فی وسطه ... وبخروجه إلٰی نیروز المجوس لموافقته معهم فیما یفعلون فی ذلک الیوم وبشراءه یوم النیروز شیئًا لم یکن یشتریه قبل ذلک تعظیمًا للنیروز لا للأکل والشرب وبإهدائه ذلک الیوم لمشرکین لو بیضة تعظیمًا لذلک. (الفتاویٰ الهندیة: ۲/۲۷۶)(۱)

والمراد بالمبتدع من یعتقد شیئًا علٰی خلاف ما یعتقده أهل السنة والجماعة وإنما یجوز به الاقتداء مع الکراهة إذا لم یکن ما یعتقده یؤدی إلی الکفر عند أهل السنة أما لو مؤدیًا إلی الکفر فلا یجوز أصلاً. (غنیۃ المستملی: ۴۸۰ بحوالہ احسن الفتاویٰ: ۲۹۰/۳) واللہ اعلم علمہ اتم

مفتی محمد شاکر خان قاسمی پونہ (فتاویٰ شاکر خان: ۲/۷۸-۷۹)

☆ ☆ ☆

(۱) الفتاویٰ الهندیة، مطلب فی موجبات الکفر أنواع منها ما یتعلق بتلقین الکفر والأمر بالإرتداد وتعلیمه والتشبیه بالکفار وغیره من الإقرار صریحا وکنایة: ۲۷۶-۲۷۷، دار الفکر، انیس

جماعت کے احکام ومسائل

مسجد کسی کی ملک نہیں ہے، اس میں نماز درست ہے:

سوال: جومحلّہ والے مسجد محلّہ کو اپنی ملکیت سمجھتے ہوں، اس مسجد میں نماز پڑھنا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب

مسجد کسی کی ملک نہیں ہوتی،(۱) اور کسی کے سمجھنے سے اس میں کچھ تغیر نہیں ہوتا،(۲) پس نماز اس میں صحیح ہے اور ثواب مسجد کا حاصل ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۴۹/۴)

ناجائز کمائی کی بنائی ہوئی مسجد میں نماز:

سوال: ایک رنڈی نے بعد نکاح اپنے شوہر کو روپیہ دیا، اس نے اس روپیہ سے مسجد بنوائی، اس مسجد میں نماز جائز ہے، یا تنہا گھر میں نماز پڑھے؟

الجواب

اس مسجد میں نماز ہوجاتی ہے اور گھر میں تنہا نماز پڑھنے سے، جماعت کے ساتھ، اس مسجد میں نماز پڑھنا بہتر ہے۔(۳) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۷۵/۳)

---

(۱) ﴿إِنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ﴾(سورة الجن:۱۸)

(ويزول ملكه عن المسجد والمصلى) بالفعل و(بقوله جعلته مسجداً) عند الثانى (وشرط محمد رحمه الله) والإمام رحمه الله الصلاة فيه بجماعة وقيل: يكفى واحد وجعله فى الخانية ظاهر الرواية. (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، كتاب الوقف، مطلب فى أحكام المسجد:۳/ ۵۱۰ ـ ۵۱۱، ظفير غفر اللّٰه ذنوبه الخفى والجلى)

(۲) وعندهما: حبس العين علىٰ حكم ملك الله تعالىٰ علىٰ وجه تعود منفعته إلى العباد فيلزم ولا يباع ولا يوهب ولا يورث، كذا فى الهداية. (الفتاوىٰ الهندية:۲/ ۲۰۰)(الباب الأول فى تعريف الوقف وركنه وسببه، انيس)

ثم قوله: (لم يجز بيعه ولا تمليكه) هو بإجماع الفقهاء...(... أما امتناع التمليك) فلما بينا فى قوله عليه السلام: تصدق بأصلها ولا يباع ولا يورث ولا يوهب. (فتح القدير، كتاب الوقف:۶/ ۲۰۰، دار الفكر. انيس)

(۳) عن أبى هريرة رضى الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: تفضل صلاة الجميع صلاة أحدكم وحده بخمس وعشرين جزءاً. (صحيح البخارى، باب فضل صلاة الفجر فى جماعة (ح:۶۴۸)/ سنن الترمذى، باب ماجاء فى فضل الجماعة (ح:۲۱۵) انيس)

==

غیر آباد مسجد میں نماز کا حکم:

سوال: جس مسجد میں جماعت ہوتی ہے، اس میں نماز پڑھنا افضل ہے، یا جس مسجد میں جماعت نہیں ہوتی؟ اس میں جماعت سے پڑھنا افضل ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر اس غیر آباد مسجد میں جا کر اذان وتکبیر سے اپنی الگ نماز پڑھ لے تو بہتر ہے، (۱) امید ہے کہ اس کی وجہ سے وہاں جماعت ہونے لگے۔ فقط (تالیفات رشیدیہ: ۳۰۰)

شہر کی غیر آباد مسجد میں اذان ونماز:

سوال: ایک مسجد جنگل میں لب دریا واقع ہے اور وہ مسجد غیر آباد ہے، اس میں نہ کوئی نماز پڑھتا ہے، اگر کوئی شخص شہر، یا کسی بستی سے اس میں جا کر رہے اور پانچوں اذان وتکبیر کہہ کر نماز پڑھے تو اس کو جماعت کا ثواب ملے گا، یا نہیں؟ اور اس کے حق میں اس مسجد میں اکیلے نماز پڑھنا بہتر ہے، یا ترکِ جماعت کی وجہ سے گناہ ہوگا؟

الجواب

اس مسجد میں اذان واقامت کہہ کر تنہا نماز پڑھنے میں بھی جماعت کا ثواب حاصل ہوتا ہے اور اس مسجد ویران کا آباد کرنا بعض وجوہ سے افضل ہے، (۲) اور اس کی کچھ تفصیل کتب فقہ میں مسطور ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۶۳/۳)

== عن أبی هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: صلاة الرجل فی جماعة تضعف علیٰ صلاته فی بيته وفی سوقه خمسا وعشرين ضعفا. (صحيح البخاری، باب فضل صلاة الجماعة (ح: ٦٤٧) انيس)

عن أبی هريرة رضی الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: صلاة الجماعة أفضل من صلاة أحدكم وحده بخمسة وعشرين جزءاً. (موطأ الإمام مالك رواية أبی مصعب الزهری، باب ماجاء فی فضل صلاة الجماعة (ح: ٣٢٣) / مسند الشافعی، ومن كتاب الإمامة: ٥٢/١، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

(۱) وإن لم يكن لمسجد منزله مؤذن فإنه يذهب إليه ويؤذن فيه ويصلی وإن كان واحداً... مؤذن مسجد لايحضر مسجده أحد، قالوا: هو يؤذن ويقيم ويصلی وحده. (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ٥٥٥/١، دار الفكر بيروت. انيس)

(۲) ﴿إنما يعمر مساجد الله من آمن بالله واليوم الآخر وأقام الصلاة وآتی الزكوٰة ولم يخش إلا الله فعسیٰ أولٰئک أن يكونوا من المهتدين﴾ (سورة التوبة: ١٨، انيس)

(۳) مؤذن مسجد لايحضر مسجده أحد، قالوا: هو يؤذن ويقيم ويصلی وحده وذاک أحب من أن يصلی فی مسجد آخر. (رد المحتار، باب الإمامة: ٥٢١/١، ظفير)

جامع مسجد میں نماز پنجگانہ افضل ہے، یا مسجد محلّہ اور جامع مسجد کی فضیلت جمعہ کے ساتھ مختص ہے، یا عام:

سوال: جامع مسجد میں پنجوقتی نماز باجماعت پڑھنا افضل ہے، یا محلّہ کی مسجد میں پڑھنا باجماعت افضل ہے؟

(۲) اور یہ فضیلت مختص بہ صلوٰۃ جمعہ ہے؟

(۳) یا عام ہے؟

الجواب

(۱) محلّہ کی مسجد میں۔

(۲) ہاں غیر اہل محلّہ کے لیے۔(۱)

(۳) ہاں اہل محلّہ کے لیے۔فقط

۶ ررمضان ۱۳۳۰ھ (تتمہ اولیٰ، ص:۴۲) (امداد الفتاویٰ جدید:۱/۴۱۶)

جنگل میں نماز پڑھنے کی فضیلت تنہا کے لیے ہے، یا جماعت کے لیے:

سوال: جنگل میں نماز پڑھنے کی جو بڑی فضیلت آئی ہے تو تنہا کی ہے، یا جماعت سے؟ اور یہ ظاہر ہے کہ جنگل میں جماعت بہت دشوار ہے؟

الجواب

جنگل میں نماز پڑھنے کی فضیلت ہے،(۲) اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مسجدوں سے زیادہ اس میں فضیلت ہے، حدیث شریف سے مساجد کا خیر البقاع ہونا ثابت ہے؛(۳) بلکہ مطلب اس کا یہ ہے کہ جب کوئی شخص جنگل میں ہو اور

(۱) جامع مسجد کی فضیلت نماز جمعہ کے ساتھ خاص ہے لیکن جامع مسجد کے محلّہ کے لوگوں کے لئے عام ہے؛ یعنی ان کے لئے پنجوقتہ نمازیں جامع مسجد ہی میں افضل ہیں؛ کیوں کہ وہ ان کے محلّہ کی مسجد ہے۔سعید

(۲) عن سلمان الفارسی قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم إذا کان الرجل بأرض فئ فحانت الصلاۃ فلیتوضأ فإن لم یجد ماءً فلیتیمم فإن أقام صلّٰی معہ ملکان وإن أذن وأقام صلّٰی خلفہ من جند. {رواہ عبد الرزاق} (إعلاء السنن: ۱۷٤/٤) مصنف عبد الرزاق: ۱/۵۱۰-۵۱۱، مصنف ابن أبی شیبة: ۲/۳۵۷-۳۵۸ میں یہ روایت مختصراً اور موقوفاً آئی ہے، البتہ حاشیہ میں تفصیل میں فرق اور دوسرے مآخذ کا بھی تذکرہ ہے اور رفع ووقف کے ساتھ سند کی قوت کا بھی۔ تلخیص الکبیر:۱/۲۰۵-۲۰۶ میں بھی اس کے طرق ومآخذ کا تذکرہ ہے اور نسائی کی سنن کبریٰ کا بھی ذکر ہے۔انیس

(۳) فقال: شر البقاع أسواقها وخیر البقاع مساجدها. (مشکوٰۃ، باب المساجد، ص: ۷۱، ظفیر) (الفصل الثانی، رقم الحدیث: ۷٤۱، انیس)

==

وقت نماز کا آ گیا ہوتو وہیں نماز پڑھ لے، اگر چند آدمی ہیں، جماعت کرلیں، اگر ایک ہے، تنہا پڑھے، ہر طرح فضیلت حاصل ہے۔شامی میں ہے:

وروی فی الخبر: أن من صلی علٰی هیئة الجماعة: أی بأذان وإقامة ولو کان منفرداً صلت بصلاته صفوف الملٰئکة، إلخ. (ردالمحتار، فصل فی القراءة)

(قوله: منفرداً) لأنه إن أذن وأقام صلی خلفه من جنود اللّٰه مالایری طرفاه {رواه عبدالرزاق}(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۴۷/۳)

☆ ☆ ☆

== عن عبداللّٰه بن عمر قال: جاء رجل إلی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فقال: یا رسول اللّٰه! أی البقاع خیر؟ فقال: لا أدری، قال: فأی البقاع شر؟ فقال: لا أدری، فأتاه جبریل فقال: سل ربک، فقال جبریل: ما نسأله عن شیء فانتفض انتفاضة کاد أن یصعق منهما محمد صلی اللّٰه علیه وسلم فلما صعد جبریل قال اللّٰه تعالیٰ: سألک محمد أی البقاع خیر؟ فقلت: لا أدری وسألک: أی البقاع شر، فقلت: لاأدری، قال: فقال: نعم، قال: فحدثه أن خیر البقاع المساجد وأن شر البقاع الأسواق. (المستدرک للحاکم: ۹/۲، دارالکتب العلمیة بیروت (ح: ۲۱٤۹) انیس)

(۱) ردالمحتار، باب الأذان: ۳٦٦/۱، ظفیر (کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل فی القراءة، انیس)

اذان کے بعد مسجد سے نکلنا

امام کو قعدہ میں پاکر دوسری مسجد میں نماز کے لئے جانا:

سوال: ایک شخص مسجد میں آیا، حالت جماعت میں جب تک وضو کیا، امام نماز ختم کر کے قعدہ میں تھا، وہ شریک قعدہ نہیں ہوا، دوسری مسجد میں پوری جماعت کے واسطے چلا گیا، لہذا اس مسجد سے نکلنے کا شریک جماعت نہ ہونے سے گناہ گار ہوگا، یا نہیں؟

الجواب

اس نماز کو چھوڑ کر دوسری جگہ جانا گناہ ہے، گو یا اعراض کیا صلوٰۃ سے، لہٰذا اس صلوٰۃ میں شریک ہونا چاہیے کہ صورت اعراض نہ ہو۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (تالیفات رشیدیہ: ۲۹۸۔۲۹۹)

جس مسجد میں کوئی نہ آئے، کیا مؤذن اذان پکار کر جماعت کے لیے دوسری مسجد جا سکتا ہے:

سوال: ایک شخص مسجد میں مؤذن ملازم ہے، اس مسجد میں کوئی نمازی نہیں آتا، عموماً مؤذن کو تنہا نماز پڑھنی پڑتی ہے، کیا وہ مؤذن اپنی مسجد میں اذان کہنے کے بعد دوسری مسجد میں جا کر شریک جماعت ہو سکتا ہے؟

الجواب

اذان کہہ کر اسی مسجد میں اس کو نماز پڑھنی چاہیے۔(۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳/۳۳)

---

(۱) عن أبی هريرة رضی الله عنه أن رسول الله صلی الله عليه وسلم قال: إذا جئتم إلى الصلاة ونحن سجود فاسجدوا ولا تعدوها شيئاً ومن أدرك الركعة فقد أدرك الصلاة. (سنن أبی داؤد، باب فی الرجل يدرك الإمام ساجدا كيف يصنع (ح: ۸۹۳)/صحيح ابن خزيمة، باب إدراك المأموم الإمام ساجداً (ح: ۱۶۲۲)/المستدرك للحاكم، ومن كتاب الإمامة وصلاة الجماعة (ح: ۷۸۳)/جامع الأصول، النوع الثالث فی المسبوق: ۶۲۹/۵، مكتبة الحلوانی، انيس)

(۲) بل فی الخانية: لولم يكن لمسجد منزله مؤذن فإنه يذهب إليه و يؤذن فيه ويصلي ولو كان وحده لأن له حقاً عليه فهو يؤديه. (ردالمحتار، باب مايفسد الصلاة، إلخ، مطلب فی أحكام المسجد: ۶۱۷/۱، ظفير مفتاحی)(كتاب الصلاة، مطلب فی أفضل المساجد، انيس)

مسجد کو چھوڑ کر دوسری جگہ نماز پڑھنا درست نہیں:

سوال: درچنیں حمام کہ چہار سو دراں دخان میباشد دراں نماز خواندن جائز است، یا نہ؟ مثلاً بالائے حمام خانقاہ باشد دراں نماز ادا کردن چیست از مسجد سابقہ کہ صرف پانزدہ قدم مسافت دارد دراں مسجد کسے نماز ادا نمی کند؛ بلکہ از مدت نماز معطل نہادند چہ حکم است؟ (۱)

الجواب

مسجد را معطل داشتن و ویران کردن جائز نیست، اگر چہ نماز در خانقاہ کہ فوق حمام است ادا کردن جائز است ولیکن مسجد را گذاشتہ دراں خانقاہ نماز ادا کردن خوب نیست، مسجد محلّہ را آباد کردن بر اہل محلّہ مستحق است، شناعت ایں فعل کہ مسجد را ترک کنند و قریب حمام کہ مجمع دخان است نماز ادا کنند و بلاضرورت التزام ایں فعل کنند بر کسے مخفی نیست۔ (۲) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳/۶۷)

اذان کہہ کر لوگ نہ آئیں تو مؤذن کس مسجد میں نماز پڑھے:

سوال: خالی مسجد میں اذان کہہ کر بعد انتظار علاحدہ نماز پڑھ لے تو ثواب جماعت کا ہوگا، یا نہیں؟ یا کسی اور مسجد میں جا کر جماعت سے نماز پڑھ لے؟

الجواب

جس مسجد میں اذان کہی ہے، اسی میں نماز پڑھنی چاہیے، دوسری مسجد میں نہ جاوے۔ (۳) فقط (تالیفات رشیدیہ: ۳۰۰)

(۱) خلاصہ سوال: ایسے حمام میں جہاں چاروں طرف دھواں ہی دھواں ہو، نماز پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟ مثلاً حمام کے اوپر خانقاہ ہو، اس میں نماز پڑھنا کیسا ہے، سابق مسجد جو صرف پندرہ قدم کی مسافت پر ہے، اس مسجد میں کوئی نماز نہیں پڑھتا ہے؛ بلکہ ایک زمانے سے لوگ اس کو چھوڑے ہوئے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟ انیس

(۲) (خلاصۂ جواب: مسجد کو معطل رکھنا اور ویران کرنا جائز نہیں ہے، گرچہ خانقاہ میں نماز پڑھنا جو حمام کے اوپر ہے، جائز ہے؛ لیکن مسجد کو چھوڑ کر خانقاہ میں نماز پڑھنا کوئی اچھا کام نہیں ہے، محلّہ کی مسجد کو آباد کرنا اہل محلّہ پر ضروری ہے، یہ فعل کہ مسجد کو چھوڑ دیں اور حمام کے قریب جو کہ دھواں کا مقام ہے نماز پڑھیں اور بلاضرورت اس کا التزام کریں، اس کی شناعت وقباحت کسی پر پوشیدہ نہیں ہے۔ انیس

ثم الأقرب، إلخ، ومسجد حيه أفضل من الجامع. (الدر المختار)

بل في الخانية: لو لم يكن لمسجد منزله مؤذن فإنه يذهب إليه ويؤذن فيه ويصلي ولو كان وحده لأن له حقاً عليه فيؤديه. (ردالمحتار، مطلب في أحكام المسجد: ۶۱۷/۱، ظفير (كتاب الصلاة، مطلب في أفضل المساجد، انيس)

عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: : ليصل أحدكم في مسجده ولايتتبع المساجد. (المعجم الأوسط، من إسمه أحمد: ۲۳۲/۵، دارالحرمين (ح: ۵۱۷۶) / المعجم الكبير (ح: ۱۳۳۷۳) انيس)

وقال الهيثمي في المجمع: ۲۳/۲-۲۴: رجاله موثقون. (جمع الفوائد: ۲۱۰/۱، دارابن حزم بيروت، انيس)

(۳) عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا جئتم ونحن سجود فاسجدوا ولا تعدوها شيئاً ومن أدرك ركعة فقد أدرك الصلاة. (المستدرك للحاكم، ومن كتاب الإمامة وصلاة الجماعة (ح: ۷۸۳) انيس)

گھڑی کے ذریعہ جماعت کا وقت مقرر کرنا

جماعت کے لیے گھنٹوں سے وقت مقرر کر لینے کا حکم:

سوال: مسئلہ چند مسلمان یہ تجویز کرلیں کہ نمازِ ظہر کے بعد نواخت دو گھنٹے دو پہر کے ہوگی، یا نماز عشا کے بعد نواخت آٹھ گھنٹے رات کے ہوگی تو باعتبار نواخت گھنٹوں کے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

وقت مقرر کر لینا مستحب وقت میں درست ہے، (۱) نواخت گھنٹہ سے وقت کی تحدید ہے، شرع میں چاند سورج کے سایہ سے تحدید ہے، یہ بھی تحدید ساعات سے ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔ فقط (تالیفات رشیدیہ: ۲۵۷)

شناخت اوقات نماز گھڑی کے ذریعہ:

سوال: دیکھا جاتا ہے کہ شناخت اوقات نماز کے لیے آج کل گھڑی کا رکھنا اکثر لوگوں نے لازمی کرلیا ہے، گھڑی رکھنا کیسا؟ اور احکامات شرعی میں سے گھڑی کا رکھنا کس حکم میں داخل ہے؟

الجواب

فی نفسہ مباح اور معین طاعت بننے کی نیت سے موجب اجر، بشرطیکہ اور کوئی امر مانع نہ ہو، جیسے کیس کا چاندی، یا سونے کا ہونا۔ (۲) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۱۵۷)

پابندی اوقات مقررہ قوم برائے نماز:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مساجد میں نماز کے واسطے وقت کا مقرر کرنا اور اس وقت مقررہ پر نماز کا پڑھنا، یا پڑھانا شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟

(۱-۲) عن جابر بن عبداللّٰہ أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال لبلال: یا بلال! إذا أذنت فترسل فی أذانک وإذا أقمت فاحدر واجعل بین أذانک وإقامتک قدر ما یفرغ الآکل من أکلہ والشارب من شربہ والمعتصر إذا دخل لقضاء حاجتہ ولا تقوموا حتی ترونی. (سنن الترمذی، باب ما جاء فی الترسل فی الأذان (ح: ۱۹۵) انیس)

الجواب

عن أبی هریر ة رضی اللّٰه عنه عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال: ”إذااشتد الحرفأبردوا بالصّلاة فإن شدة الحرمن فیح جهنم“.{رواه البخاری}(۱)

وعن رافع بن خدیج قال: کنا نصلی العصرمع رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ثم تنحر الجزورفتقسم عشرقسم ثم تطبخ فنأکل لحمًا نضیجًا قبل مغیب الشمس“.{متفق علیه}(۲)

وعن النعمان بن بشیررضی اللّٰه عنه.قال:أنا أعلم بوقت هذه الصلاة صلاة العشاء الآخرة کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یصلیها لسقوط القمرلثالثة.{رواه أبوداؤد}(۳)

عن أبی هریر ة قال:سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول: لولا أن أشق علی أمتی لأمرتهم بالسواک عند کل صلاة ولأخرت العشاء الآخرة إلی ثلث اللیل.{رواه الدارمی}(۴)

وعن رافع بن خدیج رضی اللّٰه عنه قال:سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول: ”أسفروابالفجر،فإنه أعظم للأجر“.{رواه الترمذی}(۵)

وعن أبی سعید.رضی اللّٰه عنه.قال:”صلینا مع رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم“.(الحدیث)

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب مواقیت الصلاة،باب الإبراد بالظهرفی شدة الحر(ح:٥٣٦)ص:١١٢،بیت الأفکار) الصحیح لمسلم،کتاب المساجد،باب:استحباب الإبراد بالظهرفی شدة الحرلمن یمضی إلٰی جماعة وینالہ الحر طریقه (ح:٦١٥)ص:٢٤٤،بیت الأفکار)/سنن أبی داؤد،کتاب الصلاة،باب فی وقت صلاة الظهر (ح:٤٠٢) ص:٤٠٨/ سنن الترمذی،کتاب الصلاة،باب ما جاء فی تاخیرالظهرفی شدة الحر (ح:١٥٧)ص:٤٦،بیت الأفکار)/سنن النسائی، کتاب الصلاة،الإبراد بالظهرإذا اشتدالحر (ح: ٤٩٩)٢٧٠/١،دارالمعرفة بیروت)/سنن ابن ماجة،کتاب الصلاة،باب الإبراد بالظهرفی شدة الحر (ح: ٦٧٧)ص:٦٨٩،بیت الأفکار)/المؤطا بروایة الثمانیة،کتاب وقوت الصلاة (ح:٢٨-٣٢) ٢١٥/١)انیس)

(۲) کتاب الصلاة،باب تعجیل الصلوات،الفصل الثالث (ح:٥٩٦)ص:١٩٠،المکتب الإسلامی، انیس

(۳) کتاب الصلاة،باب فی وقت العشاء الآخرة (ح:٤١٩) ص:٧٠،بیت الأفکار،انیس

(۴) کتاب الصلاة،باب:ینزل اللّٰه إلی السماء الدنیا (ح:١٥٢٥)٩٣١/٢،دارالمغنی،انیس

(۵) کتاب الصلاة،باب ماجاء فی الإسفاربالفجر(ح :١٥٤)ص:٤٦،بیت الأفکار/سنن النسائی،کتاب مواقیت الصلاة،باب الإسفار (ح:٥٤٨) ٢٩٤/١،دارالمعرفة،بیروت،انیس

عن رافع بن خدیج،أن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال:أسفروا بصلاة الصبح،فإنه أعظم للأجر.(مسند أبی داؤد الطیالسی،وما أسند عن رافع بن خدیج (ح:١٠٠١)٢٦٤/٢،انیس)

عن رافع بن خدیج،أن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال:أسفروابالصبح،فإن ذلک أعظم لأجورکم أوقال:للأجر. (مسند الشافعی،کتاب الصلاة،باب الإسفاربالصبح (ح:١٣٣) ٢١٨/١،انیس)

عن زیدبن أسلم أن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال:أسفروا بصلاة الصبح فهوأعظم للأجر.(المصنف لعبد الرزاق ،کتاب الصلاة،باب وقت الصبح (ح: ٢١٨٢)٥٧٣/١،انیس)

وفیہ: قال صلی اللّٰہ علیہ وسلم: "ولولا ضعف الضعیف وسقم السقیم لأخرت ھٰذہ الصلاۃ". {رواہ أبو داؤد والنسائی}(۱)

وعن أم سلمۃ. رضی اللّٰہ عنھا. قالت: کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم أشد تعجیلاً للظھر منکم، وأنتم أشد تعجیلاً للعصر منہ". {رواہ أحمد والترمذی}(۳)

وعن أنس. رضی اللّٰہ عنہ. قال: کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم إذا کان الحر أبرد بالصلاۃ وإذا کان البرد عجّل". {رواہ النسائی}(۱)

---

(۱) سنن أبی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب فی وقت العشاء الآخرۃ (ح: ۴۲۲) ص: ۷۰، بیت الأفکار، انیس

عن أبی سعید الخدری، قال: صلی بنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم صلاۃ المغرب، ثم لم یخرج إلینا حتٰی ذھب شطر اللیل، فخرج فصلٰی بھم ثم قال: إن الناس قد صلوا وناموا وأنتم لم تزالوا فی صلاۃ ما انتظرتم الصلاۃ، ولولا ضعف الضعیف وسقم السقیم لأمرت بھٰذہ الصلاۃ أن تؤخر إلٰی شطر اللیل. (سنن النسائی، کتاب مواقیت الصلاۃ، آخر وقت العشاء (ح: ۵۳۷) ۲۸۹/۱، دار المعرفۃ، بیروت، انیس)

عن جابر بن عبد اللّٰہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: لولا ضعف الضعیف وسقم السقیم لأخرت صلاۃ العشاء. (سنن النسائی، کتاب الصلاۃ، باب وقت العشاء الآخرۃ (ح: ۲۱۲۵) ۵۵۹/۱، انیس)

عن جابر قال: خرج النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ذات لیلۃ وأصحابہ ینتظرونہ لصلاۃ العشاء الآخرۃ، فقال: نام الناس ورقدوا وأنتم تنظرون الصلاۃ، أما إنکم فی صلاۃ ما انتظرتموھا، ولولا ضعف الضعیف، وکبر الکبیر لأخرت ھٰذہ الصلاۃ إلٰی شطر اللیل. (مصنف ابن أبی شیبۃ، کتاب الصلاۃ، باب من قال من انتظر الصلاۃ فھو فی الصلاۃ (ح: ۴۰۶۳) ۳۵۳/۴، شرکۃ دار القبلۃ، انیس)

عن أبی سعید قال: انتظرنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لیلۃ صلاۃ العشاء، حتٰی ذھب نحو من شطر اللیل، قال: فجاء فصلی بنا، ثم قال: خذوا مقاعدکم، فإن الناس قد أخذوا مضاجعھم، وإنکم لن تزالوا فی صلاۃ منذ انتظرتموھا، ولولا ضعف الضعیف وسقم السقیم، وحاجۃ ذی الحاجۃ، لأخرت ھٰذہ الصلاۃ إلٰی شطر اللیل. (مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند أبی سعید الخدری رضی اللّٰہ عنہ (ح: ۱۱۰۱۵) ۵۸/۱۷، مؤسسۃ الرسالۃ، انیس)

(۳) مسند الإمام أحمد بن حنبل، حدیث أم سلمۃ زوج النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم (ح: ۲۶۶۴۷) ۲۵۴/۴۴، مؤسسۃ الرسالۃ)/ سنن الترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی تاخیر صلاۃ العصر (ح: ۱۶۱) ص: ۴۷، بیت الأفکار، انیس

عن منصور عن إبراھیم قال: کان من قبلکم أشد تعجیلاً للظھر وأشد تأخیراً للعصر منکم. (المصنف لعبد الرزاق، کتاب الصلاۃ، باب المواقیت (ح: ۲۰۴۲) ۵۴۰/۱)/ مصنف ابن أبی شیبۃ، کتاب الصلاۃ، باب من کان یصلی الظھر إذ زالت الشمس ولایبرد (ح: ۳۲۶۹) ۲۸۵/۴، شرکۃ دار القبلۃ)/ المعجم الکبیر للطبرانی، عبد اللّٰہ بن أبی ملیکۃ، عن أم سلمۃ (ح: ۶۰۱) ۲۷۸/۲۳، مکتبۃ ابن تیمیۃ)/ شرح السنۃ للبغوی، کتاب الصلاۃ، باب تعجیل العصر (ح: ۳۶۷) ۲۱۱/۲، المکتب الإسلامی، انیس)

(۴) سنن النسائی، باب الإبراد إذا اشتد الحر (ح: ۴۹۹) ص: ۲۷۰، دار المعرفۃ بیروت، انیس ==

وابن مسعود رضی اللہ عنہ قال: کان قدر صلاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الظھر فی الصیف ثلٰثۃ أقدام إلٰی خمسۃ أقدام وفی الشتاء خمسۃ أقدام إلٰی سبعۃ أقدام. {رواہ أبو داؤد والنسائی}(۱)

ان روایات سے چند امور مستفاد ہوئے:

اول: باوجود وسیع ہونے اوقات صلٰوۃ کے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول اکثر اوقات معینہ پر نماز پڑھنے کا تھا اور اس کے خلاف کسی عارض سے ہوتا تھا۔ دوم: مدار تعیین فضل وقت اور مقتدیوں کے حال کی رعایت تھا۔ سوم: صحابہ میں بھی اسی طرح تعیین معمول بہ تھی۔ پس اب جو مساجد میں تعیین ہوتی ہے، اس کا محصّل (حاصل شدہ، خلاصہ، ماحصل) یہی ہے، جو روایات مذکورہ سے مستفاد ہوا۔ رہا گھنٹہ گھڑی؛ یعنی انضباط اوقات سے کام لینا، سو وہ خود مقصود نہیں؛ بلکہ مقصود اوقات مخصوصہ ہیں اور وہ محض شناخت اوقات کا ایک آلہ ہے، جو سہولت کے لیے معتبر سمجھا جاتا ہے، جیسا کہ بعض اوقات تحری قلب کو معیار قرار دیتے ہیں۔ اصل میں گھنٹہ گھڑی تحری قلب میں معین ومعاون ہے۔ پس یہ طریقہ متعارف بلا تکلف وبلا تردد جائز؛ بلکہ مستحسن وموافق سنّت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم

۲۹ر صفر ۱۳۳۴ھ (امداد: ۱/ ۷۰) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۱۵۴-۱۵۶)

== عن أبی ذر، قال أذن مؤذن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بالظھر فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: "أبرد أبرد" أو قال: "انتظر انتظر". وقال: إن شدۃ الحر من فیح جھنم، فإذا اشتد الحر فأبردوا عن الصلاۃ. (الصحیح لمسلم، کتاب المساجد، باب استحباب الإبراد بالظھر فی شدۃ الحر لمن یمضی إلٰی جماعۃ وینالہ الحر فی طریقہ (ح: ٦١٦) ص: ٢٤٥، بیت الأفکار، انیس)

عن أبی ھریرۃ، أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: إذا کان الحر فأبردوا عن الصلاۃ، فإن شدۃ الحر من فیح جھنم، وذکر أن النار اشتکت إلٰی ربھا، فأذن لھا فی کل عام بنفسین، نفس فی الشتاء ونفس فی الصیف.

قال محمد: وبھٰذا نأخذ، نبرد بصلاۃ الظھر فی الصیف، ونصلی فی العشاء حین تزول الشمس، وھو قول أبی حنیفۃ. (مؤطا الإمام مالک بروایۃ محمد بن حسن الشیبانی، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ فی شدۃ الحر (ح: ١٨٣) ص: ٧٥، القاھرۃ)/ مسند الإمام أحمد بن حنبل، تتمۃ مسند أبی ھریرۃ رضی اللہ عنہ (ح: ٩٩٥٥) ١٦/ ٣٨)/ صحیح ابن حبان بترتیب ابن بلبان، کتاب الصلاۃ، باب مواقیت الصلاۃ، ذکر العلۃ التی من أجلھا أمر بالإبراد بالظھر فی شدۃ الحر (ح: ١٥١٠) ٣٧٧/٤، مؤسسۃ الرسالۃ، انیس)

(۱) سنن النسائی، کتاب مواقیت الصلاۃِ، آخر وقت الظھر (ح: ٥٠٢) ٢٧١/١، دار المعرفۃ بیروت/ سنن أبی داؤد، باب فی وقت صلاۃ الظھر (ح: ٤٠٠) ١١٠/١، المکتبۃ العصریۃ صیدا بیروت/ المعجم الکبیر للطبرانی، باب (ح: ١٠٢٠٤) ١٣٠/١٠، مکتبۃ ابن تیمیۃ القاھرۃ/ السنن الکبرٰی للنسائی، أبواب مواقیت الصلاۃ، الإبراد بالظھر (ح: ٥٠٢) ٢٧١/١، دار المعرفۃ، بیروت، انیس

حکم التزام اوقات صلٰوۃ بر گھڑی:

سوال: آج کل بعض مساجد میں گھڑی گھنٹے کی ایسی پابندی کی جاتی ہے کہ جہاں وقت مقرر کردہ وقت ہوا، اگر نمازی وضو کررہے ہوں، نماز شروع کردی جاتی ہے اوران کا انتظار نہیں کیا جاتا اوراگر دونمازی بھی آجاتے ہیں تو وقت مقررہ ہوتے ہی امام کو کھڑا کردیتے ہیں بغیراور نمازیوں کے، آیا ایسی پابندی التزام مالا یلزم میں داخل ہے، یا نہیں؟ اور دوسروں کی حق تلفی ہوتی ہے، یا نہیں؟ کیوں کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نمازی کچھ سویرے آجاتے تھے تو نماز بھی سویرے ہوجاتی تھی اوراگر دیر میں آتے تو دیر سے؟

الجواب

یہ انتظام بمصلحت سہولت نمازیوں کے ہے اور غیر ممنوع ہے، انتظام ممنوع وہ ہے، جو دین بکسر دال، یا دین بفتحِ دال کے طور پر ہو، (۱) اور حدیث کا محمل وہ موقع ہے، جہاں عدم انتظام میں حرج نہ ہو۔ فقط

۲۳/ جمادیٰ الاولیٰ ۱۳۳۴ھ (حوادث رابعہ، ص:۷۲) (امداد الفتاویٰ جدید:۱/۱۵۶۔۱۵۷)

مسجد میں جماعت کی نماز کے لیے وقت مقرر کرنا:

سوال: عام رواج ہے کہ مقررہ وقت گھڑیوں سے لیا جاتا ہے، کوئٹہ میں نماز ظہر کا وقت تین بجے ہے اورعصر کا وقت ساڑھے پانچ بجے ہے اور مغرب کا وقت آٹھ بج کر بیس منٹ کا ہے اور عشا کا وقت ۹ بج کر ۴۵ منٹ اور مسجد میں گھڑی موجود ہے، اگر مولوی صاحب سے کہا جاتا ہے کہ نماز کا وقت ہوگیا تو مولوی صاحب جواب دیتے ہیں کہ وقت مقرر کرنے والا کافر ہے اور پیش امام سے کہنے والا کافر، جب ان سے سوال کیا گیا تو کہتے ہیں کہ ہم آل رسول ہیں، ابوطالب کے پوتے ہیں، ایسوں کو کوئی حق نہیں ہے، جو آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے، یا پیش امام سے کہے کہ نماز پڑھایئے، جس وقت امام کی خوشی ہو، نماز ادا کرسکتا ہے، اگران سے گھڑی دیکھ کر کہا جائے کہ مولانا صاحب نماز کا وقت ہوگیا ہے تو ان الفاظ کو بے ادبی سمجھتے ہیں اور مثلاً نماز کا وقت ۳/ بجے مقرر ہے، پچاس ساٹھ آدمی نماز کے واسطے بیٹھے ہیں، یکے بعد دیگرے آدمی آتے ہیں اور سنت ادا کرتے ہیں تو ان کی سنت کی وجہ سے فرض نماز ادا نہیں کرسکتے، یا ان کے واسطے ٹھہرنا چاہیے اور مولانا صاحب کو ۲۲/ روپے ماہوار تنخواہ صرف نماز ادا کرنے کی ملتی ہے تو تنخواہ مقرر

---

(۱) یعنی ہرایسی نئی بات جس کی شریعت میں کچھ اصل نہ ہواوراسے دین کا کام سمجھ کر کیا یا چھوڑا جائے تو وہ بدعت اور ممنوع ہے، اسی طرح کسی مباح فعل (غیر ضروری کام) کو دَین (قرضہ) کی طرح لازم اور ضروری سمجھ کر کرنا بھی ممنوع ہے اور نماز کے لئے اوقات مقررہ کی پابندی کو نہ دین (ثواب کا کام) سمجھا جاتا ہے، نہ دَین (لازم) سمجھا جاتا ہے؛ اس لئے ممنوع نہیں ہے۔

کرکے نماز پڑھانی جائز ہے کہ نہیں؟ اس مسجد میں نماز پڑھنے والے ملازمت پیشہ آتے ہیں، ان کو وقت کی بڑی پابندی ہوتی ہے اور مولانا صاحب کا یہ فرمان ہے کہ جس کی تم ملازمت کرتے ہو، اگر وہ تم کو نماز کی چھٹی نہ دے تو نوکری کرنی حرام ہے، نماز کی چھٹی ملتی ہے؛ مگر وقت کی پابندی نہیں ہے؟

الجواب

امام کا یہ کہنا کہ ''وقت مقرر کرنے والا کافر ہے اور امام سے یہ کہنے والا کہ وقت ہوگیا، کافر ہے اور امام کو حق ہے کہ جب چاہے نماز پڑھاوے اور اس سے نماز پڑھانے کو کہنا توہین ہے'' یہ سب باتیں غلط ہیں، امام کو چاہئے کہ نمازیوں کی آسانی کا لحاظ کرتے ہوئے وقت مقرر کرے اور مقررہ وقت پر نماز پڑھاوے، ورنہ خود گنہگار ہوگا۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۳/۶۵-۶۶)

نمازیوں کی آسانی کے لیے جماعت کا وقت مقرر کرنا بہتر ہے:

سوال: امام مسجد اور مصلیوں نے باتفاق رائے اوقات نماز باجماعت مقرر کئے، زید نے ایک روز جھگڑا کیا اور امام سے کہا کہ تم وقت مقرر کرنے والے کون ہوتے ہو، اس کی ضرورت کیا ہے، ہم جس وقت چاہیں اس وقت تمہیں نماز پڑھانی ہوگی، ورنہ یہاں مار پیٹ ہوگی اور گردن پکڑ کر تمہیں مصلے پر کھڑا کروں گا اور نقشہ اوقات کو پھاڑ کر پھینک دوں گا، وغیرہ؟

الجواب

بے شک زید نے امام اور جماعت کی توہین کی ہے، نماز و جماعت کا وقت مقرر کرنا آسانی اور کثرت جماعت کے خیال سے جائز اور اکثر بلاد اسلامیہ میں معمول ومتعارف ہے، اس پر اعتراض کرنا ناواقفیت ہے، زید کو توبہ کرنا اور امام سے معافی مانگنا لازم ہے اور جب اکثر جماعت تعیین وقت سے راضی ہے تو صرف ایک یا دو شخصوں کی ناراضی قابل اعتنا نہیں ہے۔(۱) فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۳/۶۷-۷۱)

---

(۱) قال فی التنویر وشرحه: (ویجلس بینهما) بقدر ما یحضر الملازمون مراعیًا لوقت النداء، إلخ. (باب الأذان: ۳۸۹/۱، ط: سعید کمپنی)

وفی الهندیة: ''وینبغی أن یؤذن فی أول الوقت ویقیم فی وسطه حتٰی یفرغ المتوضی من وضوئه والمصلی من صلاته والمعتصر من قضاء حاجته. (الباب الثانی فی الأذان، الفصل الثانی فی کلمات الأذان و الاقامة وکیفیتهما: ۵۷/۱، ط: ماجدیة، انیس)

گھڑیوں کے مقررہ وقت سے پہلے، یا بعد میں نماز پڑھنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علما دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مساجد میں گھڑیوں کے لحاظ سے جو وقت مقرر ہوتا ہے، اس مقررہ وقت سے پہلے، یا بعد میں قوم کی اجازت سے نماز پڑھنا اور جماعت کرنا جائز ہے، یا ناجائز؟ بینوا توجروا۔ (المستفتی: نامعلوم......)

الجواب

بلا اجازت اور با اجازت دونوں صورتوں میں جائز ہے، (۱) البتہ اوقات مقررہ کی رعایت چاہیے؛ تاکہ کسی کی جماعت فوت نہ ہو، نمازی حضرات جو وقت مقرر کرتے ہیں، وہ انتظامی امور میں سے ہے۔ (۲) وهو الموفق

(فتاویٰ فریدیہ: ۱۴۳/۲)

جماعت کے لیے اوقاتِ صلوٰۃ کی تعیین:

سوال: نماز پنجگانہ کیلئے جماعت کا وقت مقرر کرنا جائز ہے، یا کہ نہیں؟ مثلاً بنگال میں ظہر کا وقت ۱۲/ بجے سے پہلے شروع ہوجاتا ہے اور ۴/ بجے کے بعد تک رہتا ہے؛ مگر جماعت کسی مسجد میں ساڑھے بارہ بجے، کسی مسجد میں ایک بجے، کسی مسجد میں ڈیڑھ بجے ہوتی ہے؛ مگر وقت مقرر ہر جماعت کا ہونا واجب کی طرح ضروری سمجھتے ہیں، اگر امام وقت مقررہ کی پابندی نہ کرے، تو ہٹا دیا جاتا ہے۔

زید کہتا ہے کہ ساڑھے ۱۲/ بجے یا ایک ڈیڑھ بجے کی قید لگانا، اس کو ضروری سمجھنا ناجائز وحرام ہے، اور ایسی قید والی جماعت میں شریک ہونا بھی ناجائز وحرام ہے، جب ۱۲/ بجے سے لے کر ۴/ بجے تک وقت رہتا ہے، تو اس درمیان میں جس وقت بھی جماعت کریں ہوسکتی ہے، یہ قید لگانے کا حکم کب نازل ہوا؟

الجواب　حامدًا و مصلیًا

نماز تو اس پورے وقت میں جب بھی کوئی پڑھے گا، ادا ہوجائے گی؛ مگر سب نمازیوں کی جماعت کی سہولت کے لیے وقت مقرر کرلینا حرام نہیں ہے، (۳) بعض آدمی شروع وقت میں آجائیں گے، ان کو دیر تک انتظار کرنا پڑے گا،

(۱) عن جابر بن سمرة قال كان مؤذن رسول الله صلى الله عليه وسلم يمهل فلايقيم حتى إذا رأى رسول الله صلى الله عليه وسلم قد خرج أقام الصلاة حين يراه. (سنن الترمذي، باب ماجاء أن الإمام أحق بالإقامة (ح: ۲۰۲)/ المسند المستخرج على صحيح لمسلم لأبي نعيم، باب من أدرك ركعة من الصلاة فقد أدرك (ح: ۱۳۴۷) انيس)

(۲) قال العلامة الحصكفي: (ويجلس بينهما) بقدر ما يحضر الملازمون مراعياً لوقت الندب (إلا في المغرب). (الدر المختار على هامش رد المحتار، باب الأذان: ۲۸۷/۱)

(۳) عن جابر بن عبد الله أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لبلال: اجعل بين أذانك ==

بعض آدمی اخیر وقت میں آویں گے، کبھی ایسا ہوگا کہ ان کو جماعت نہیں ملے گی، یہی حالت شروع میں تھی، تب اذان کا حکم ہوا کہ اس کو سن کر سب آجائیں اور کوئی جماعت سے نہ رہ جائے، اس وقت گھڑی نہیں تھی، اذان کی آواز سن کر آجاتے تھے، یہی حدیث پاک میں ارشاد ہے: ''اذان اور جماعت میں اتنا فصل رکھا جاوے کہ آدمی استنجا، طہارت وغیرہ سہولت سے کرلے؛ تاکہ جماعت فوت نہ ہو''۔(۱)

اس طرح تخمینی طور پر اوقات، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک وقت میں بھی مقرر تھے، بعض نمازوں کو اوّل وقت میں پڑھنا افضل قرار دیا گیا ہے، بعض میں کچھ تاخیر کی ترغیب ہے، موسم کی بھی رعایت کی گئی ہے۔

لہٰذا اوقاتِ نماز کی ایسی تعیین کو بے اصل کہنا بے اصل اور غلط ہے، جماعت کے انتظام واہتمام کی خاطر یہ تعیین کی جاتی ہے، یہ سمجھنا غلط ہے کہ اس تعیین کے خلاف کرنے سے نماز نہیں ہوتی۔(۲) امام کو وقت کی پابندی کرنا بھی اس انتظام کی سہولت کے لیے ہے، اگر اتفاقیہ کبھی کچھ تاخیر ہوجائے تو چشم پوشی کی جائے۔(۳) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۴/۱/۱۳۸۹ھ۔(فتاویٰ محمودیہ: ۳۲۳/۵-۳۲۵)

== واقامتک قدرما یفرغ الآکل من أکلہ والشارب من شربہ والمعتصر إذا دخل لقضاء حاجتہ.{رواہ الترمذی}(جامع الأصول: ۲۹۲/۵، انیس)

(۱) عن جابر رضی اللّٰہ عنہ أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لبلال: "یا بلال! إذا أذنت فترسل فی أذانک وإذا أقمت فاحدر واجعل بین أذانک وإقامتک قدرما یفرغ الأکل من أکلہ والشارب من شربہ والمعتصر إذا دخل لقضاء حاجتہ ولا تقوموا حتٰی ترونی". (سنن الترمذی، أبواب الصلاۃ، باب ماجاء فی الترسل فی الأذان: ۴۸/۱، سعید)(رقم الحدیث: ۱۹۵، انیس)

(ویجلس بینہما) بقدر مایحضر الملازمون مراعیاً لوقت الندب إلا فی المغرب. (الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب الأذان: ۳۸۹/۱، سعید)

ینبغی أن یؤذن فی أول الوقت ویقیم فی وسطہ حتٰی یفرغ المتوضیء من وضوئہ، والمصلی من صلاتہ، والمعتصر من قضاء حاجتہ. (الفتاوی الہندیۃ، باب الأذان، الفصل الثانی فی کلمات الأذان والإقامۃ: ۵۷/۱، رشیدیۃ)

(۲) عن أبی ذر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: أذن مؤذن النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم الظہر، فقال: "أبرد أبرد" أوقال: "انتظر انتظر" وقال: " شدۃ الحر من فیح جہنم، فإذا اشتد الحر فأبردوا عن الصلاۃ "حتٰی رأینا فیء التلول". (صحیح البخاری، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب الإبراد بالظہر فی شدۃ الحر: ۷۶/۱، قدیمی)(ح: ۵۳۵، انیس)

عن ہشام عن أبیہ أن عائشۃ رضی اللّٰہ عنہا قالت: "کان النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم یصلی العصر والشمس لم تخرج من حجرتہا". (صحیح البخاری، باب وقت العصر: ۷۷/۱، قدیمی) (ح: ۵۴۴، انیس)

وعن أم سلمۃ رضی اللّٰہ عنہا قالت: "کنا نصلی مع النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم المغرب إذا توارت بالحجاب". (صحیح البخاری، باب وقت المغرب: ۷۹/۱)(ح: ۵۶۱، انیس)

(۳) (ویجلس بینہما) بقدرما یحضر الملازمون. (الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب الأذان: ۳۸۹/۱، سعید)

فجر کی جماعت طلوع سے آدھ گھنٹہ قبل مناسب ہے:

سوال: نماز فجر کی جماعت سورج نکلنے سے کتنے منٹ پہلے پڑھانی بہتر ہے؟ جو سست نمازیوں کی بھی جماعت میں شمولیت کا باعث بن سکے اور نماز میں نقص ہو جانے پر دوبارہ لوٹانے کا بھی وقت رہے، تفصیل سے آگاہی فرما کر بندگانِ خدا کو ممنون فرمائیں؟

الجواب

نماز فجر طلوع سے اتنا وقت پہلے شروع کی جائے کہ بصورتِ فساد نماز کو بطریق مسنون اطمینان کے ساتھ دوبارہ لوٹایا جاسکے،(۱) اس کے لیے طلوع سے تقریباً آدھا پون گھنٹہ قبل کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔(۲) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۲۰۱/۳)

موسم سرما میں صبح کی جماعت کب ہونی چاہیے:

سوال: سردی کے موسم میں جبکہ طلوع آفتاب ۷/ بجکر ۱۵/ منٹ پر ہوتا ہے، جماعت فجر کتنے بجے ہونی چاہیے؟ گھڑی گھنٹہ کے حساب سے تحریر فرمائیے؟

الجواب

جماعت فجر طلوع آفتاب سے آدھ گھنٹہ پہلے ہو جائے تو یہ اچھا ہے اور اسفار خوب ہو جاتا ہے، مثلاً: آج کل کہ طلوع آفتاب قریب سوا سات بجے کے ہوتا ہے، اگر پونے سات بجے جماعت فجر کی جائے تو عمدہ ہے، باقی وقت فجر کا صبح صادق ہونے سے آفتاب کے نکلنے سے پہلے پہلے ہے، جب تک گنجائش نماز اور جماعت کی رہے، تاخیر کرنا درست ہے اور اس درمیان میں جس وقت نماز پڑھ لے، اچھا ہے؛ مگر امام ابوحنیفہؒ کے مذہب میں اسفار؛ یعنی خوب

---

(۱) عن محمود بن لبيد عن رجال من قومه من الأنصار أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ما أسفرتم بالفجر فإنه أعظم بالأجر. (سنن النسائي، الإسفار (ح: ٥٤٩): ٢٧٢/١، ط: حلب/السنن الكبرىٰ للنسائي (ح: ١٥٣١)/ المعجم الكبير للطبراني، محمود بن لبيد الأنصاري عن رافع بن خديج (ح: ٤٢٩٤)، انيس)

وعند النسائي بسند صحيح قال: ما أسفرتم بالفجر فإنه أعظم للأجر، الخ. (نصب الراية، باب المواقيب: ٢٣٨/١، مؤسسة الريان بيروت، انيس)

(۲) (والمستحب) للرجل (الابتداء) في الفجر (بإسفار والختم به) هو المختار بحيث يرتل أربعين آيةً ثم يعيده بطهارة لو فسد. والحاصل أن حد الإسفار أن يمكنه إعادة الطهارة ولو من حدث أكبر كما في النهر والقهستاني وإعادة الصلاة على الحالة الأولىٰ قبل الشمس. (الدر المختار مع رد المحتار: ٣٦٦/١) (كتاب الصلاة، مطلب في طلوع الشمس من مغربها، انيس)

روشنی ہو جاوے،(۱) کوئی تحدید خاص گھنٹہ اور منٹ سے کرنا ضروری نہیں۔(۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۶۶/۲)

خبروں کے لیے جماعت کے وقت کی تبدیلی:

سوال: کیا فرماتے ہیں علما دین اس مسئلہ میں کہ چند دنوں سے نماز عشا ۸ بجے رات ہو رہی تھی، گزشتہ شب ایک صاحب نے عشا کے فرضوں کے بعد کھڑے ہو کر فرمایا، چوں کہ آج کل ہنگامی حالات ہیں اور خبریں ریڈیوں کی ۸ بجے رات ہوتی ہیں، نماز عشا پونے آٹھ بجے رات ہونی چاہیے، کافی نمازیوں نے تائید فرمائی؛ لیکن ایک شخص نے یہ کہا کہ جو شرع کہتی ہے، اس طرح اور اس وقت نماز عشا ادا کی جائے، اس کی تائید ایک صاحب نے فرمائی ہے۔

لہٰذا عرض یہ ہے کہ آپ فتوی دیں، آیا عشا کی نماز آٹھ بجے رات حسب سابق ادا کی جانی چاہیے، یا پونے آٹھ بجے رات ادا کرنی چاہیے؟

الجواب

نمازیوں کی کثرت کا اعتبار کیا جائے، اگر سوا آٹھ بجے پڑھنے کی صورت میں کافی لوگ جماعت میں شریک ہوتے

---

(۱) جب نماز جماعت سے پڑھے۔

عن رافع بن خديج رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:اسفروا بالفجر فإنه أعظم للأجر. {رواه الترمذى و أبوداؤد و النسائى }(جامع الأصول: ۲۵۲/۵-۲۵۳)(مصنف ابن أبى شيبة،من كان ينور بها ويسفر ولا يرى به بأسا (ح: ۳۲۴۲)/مسند الإمام أحمد،مسند رافع بن خديج (ح: ۱۷۲۸۶)/سنن الترمذى،باب ماجاء فى الإسفار بالفجر (ح: ۱۵۴)/الآحاد والمثانى،رافع بن خديج يكنى أبا عبد الله (ح: ۲۰۹۰)/السنن الكبرىٰ للنسائى،الإسفار بالصبح (ح: ۱۵۴۲)/شرح معانى الآثار،باب الوقت الذى يصلى فيه الفجر أى وقت هو (ح: ۱۰۶۶)/صحيح ابن حبان،ذكر لفظة تعلق بها من جهل صناعة الحديث (ح: ۱۴۹۰)/المعجم الأوسط،ذكر من اسمه هاشم (ح: ۹۲۸۹)/المعجم الكبير،محمود بن لبيد الأنصارى عن رافع بن خديج (ح: ۴۲۸۳)/مسند أبى حنيفة برواية أبى نعيم،أبو حنيفة عن محمد بن إسحاق صاحب المغازى: ۴۱/۱،مكتبة الكوثر الرياض/شرح السنة للبغوى،باب تعجيل صلاة الفجر (ح: ۳۵۴)/سنن أبى داؤد،باب وقت الصبح (ح: ۴۲۴)/بلفظ:أصبحوا بالصبح فإنه أعظم لأجوركم.)وقال الترمذى: هذاحديث حسن صحيح،وعده السيوطى و المناوى الكتانى من المتوارث،انيس)

(۲) فى الدر المختار:(والمستحب)للرجل(الابتداء)فى الفجر(بإسفار والختم به)وهو المختار.

وقال فى رد المحتار: قوله:(بإسفار)أى فى وقت ظهور النور وانكشاف الظلمة،سمّى به؛لأنه يسفر:أى يكشف عن الأشياء ...و الحاصل أن حد الإسفار أن يمكنه إعادة الطهارة ولو من حدث أكبر...وإعادة الصلاة على الحالة الأولىٰ قبل طلوع الشمس: ۳۳۹/۱)(كتاب الصلاة،مطلب فى طلوع الشمس من مغربها،انيس)

(ويستحب الإسفار بالفجر).(مختصر القدورى على صدر التصحيح والترجيح،كتاب الصلاة: ۱۵۵، دار الكتب العلمية،انيس)

اور آٹھ بجے پڑھنے کی وجہ سے کم لوگ تو سوا آٹھ بجے ادا کرنی ہی بہتر ہے،؛ کیوں کہ تکثیر جماعت بدیں صورت کہ اس میں کوئی دوسری شرعی قباحت نہ ہو، شرعاً مقصود ہے، (۱) بہرحال اس میں زیادہ نزاع پیدا نہ کیا جائے۔

وقت میں کافی گنجائش ہے، ساڑھے سات بجے بھی ہوسکتی ہے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم، ملتان۔ (فتاویٰ مفتی محمود: ۲/۸۷۸، ۸۷۹)

امام کا اپنی مرضی سے وقت نماز مقرر کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اوقات نماز بہ لحاظ موسم جو متغیر وتبدیل ہوتے رہتے ہیں، یہ سنت ہے، یا فرض؟

نیز جو امام مسجد صرف اپنے مفاد کی خاطر ظہر اور عصر کا ٹائم اپنی مرضی سے متعین کریں، وہ جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

یہ مسئلہ واضح ہے اور سب کو معلوم ہے کہ نمازوں کے اوقات شرعاً موسع ہیں، ان میں تنگی نہیں ہے، جس وقت بھی وقت مستحب کے اندر نماز پڑھیں صحیح ہے اور استحباب تاخیر وتعجیل بھی کتب فقہ میں مفصلاً مذکور ہے۔ (۳)

---

(۱) عن أبی بن کعب عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: صلاتک مع الرجل أزکٰی من صلاتک وحدک وصلاتک مع الرجلین أزکٰی من صلاتک مع الرجل وماکثرت فهوأحب إلٰی اللّٰہ عزوجل. {أخرجه الحاکم}(إعلاء السنن: ۳٤/۲. قال الحاکم یعد ما سردله أسانید کثیرة: وقد حکم أئمة الحدیث لهٰذاالحدیث بالصحة)/المستدرک للحاکم، أما حدیث عبد الرحمن بن مهدی (ح: ۹۰٤)/المنتخب من مسند عبد بن حمید،حدیث أبی بن کعب (ح:۱۷۳)/المعجم الأوسط،من اسمه عبدالرحمن (ح: ٤۷۷٤)/مسند الشامیین،ابن شوذب عن خالد بن میمون (ح:۱۳۰٤)/معرفة السنن والآثار،من کره إقامة الجماعة فی مسجد قد أقام فیه (ح:٥٦۳۳)انیس)

(۲) وکذا فی المبسوط للسرخسی:قال علیه الصلاة و السلام:صلاة الرجل مع اثنین خیرمن صلاة وحده و صلاته مع،إلخ،وکلما کثرت الجماعة فهوعند اللّٰہ أفضل.(باب تکثیرالجماعة مندوب إلیه: ٤۰/۱ ،طبع إداراه القرآن کراتشی،الباکستان)

وکذا فی المبسوط للسرخسی:وما یؤدی إلٰی تکثیر الجماعة فهوأفضل.(باب مواقیت الصلاة: ۲۹٥/۱، طبع مکتبه غفاریة کوئٹة)

وکذا فی فتح الملهم:أن أداء الصلاة فی أول الوقت أفضل إلاإذا تضمن التأخیرفضیلة لا تحصل بدونه کتکثیرالجماعة.(کتاب المساجد،باب استحباب التکبیر،بالصبح فی أول وقتها،إلخ:۲۱۲/۲ ،مکتبة رشیدیة کوئٹة)

(۳) وفی حاشیة ابن عابدین:ووقت الظهرمن زواله إلٰی بلوغ الظل مثلیه،سوٰی فیٔ الزوال وبه یفتٰی.(کتاب الصلاة،مطلب فی تعبده علیه السلام قبل البعثة:۱۹/۲ ،طبع مکتبة رشیدیة، کوئٹة)

سردیوں اور گرمیوں میں ہر ایک موسم میں ظہر کا وقت زوال آفتاب سے شروع ہو کر دو مثل تک رہتا ہے اور زوال آفتاب تقریباً ساڑھے بارہ بجے ہوتا ہے، پس ظہر کا وقت ساڑھے بارہ سے تین بجے کے بعد تک رہتا ہے، جیٹھ اور ہاڑ میں اور بھی دیر تک رہے گا۔(۱)

مگر گرمیوں میں ظہر کی نماز تاخیر سے پڑھنا مستحب ہے، آج کل سوا دو بجے سے تین بجے تک سب اچھا وقت ہے، جس وقت چاہے نماز پڑھیں، جھگڑا کرنے کی کوئی بات نہیں ہے، اوقات کے تعین میں اپنے مفاد کو دخل نہیں دینا چاہیے۔(۲) واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود: ۸۷۸/۲)

☆ ☆ ☆

---

(۱) وفی حاشة ابن عابدین: والمستحب تعجیل ظهر الشتاء. (کتاب الصلاة، مطلب فی طلوع الشمس: ۳۵/۲، طبع رشیدیة، کوئٹة)

(و) ندب (تعجیل ظهر الشتاء) لما روینا. (النهر الفائق، کتاب الصلاة: ۱۶۴/۱، دار الکتب العلمیة، انیس)

عن أنس بن مالک أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم کان یصلی الظهر فی أیام الشتاء وما ندری لما مضی من النهار أکثر أو ما بقی. (مسند الإمام أحمد، مسند أنس بن مالک رضی اللّٰه عنه (ح: ۱۲۳۸۸) انیس)

عن أنس بن مالک قال: کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم إذا کان الحر أبرد بالصلاة وإذا کان البرد عجل. (السنن الکبریٰ للنسائی، تعجیل الظهر فی البرد (ح: ۱۴۹۷)/سنن النسائی، تعجیل الظهر فی البرد (ح: ۴۹۹)/الکنی والأسماء للدولابی (ح: ۹۳۲) انیس)

(۲) و فی حاشیة ابن عابدین: وتأخیر ظهر الصیف مطلقاً. (کتاب الصلاة، مطلب فی طلوع الشمس: ۳۰/۲، طبع رشیدیة، کوئٹة)

(وظهر الصیف) أی یستحب تاخیر الظهر فی الصیف لحدیث أنس أنه علیه الصلاة والسلام کان إذا کان الحر أبرد بالصلاة وإذا کان البرد عجل، رواه النسائی والبخاری بمعناه، الخ. (تبیین الحقائق، الأوقات التی یستحب فیها الصلاة: ۸۳/۱، بولاق، انیس)

وقت مقررہ سے جماعت کومؤخر یا مقدم کرنا

نماز کو مقررہ وقت سے مؤخر کرنا:

سوال: ہمارے علاقہ کی مسجد میں جماعت کے اوقات مقرر ہیں؛ لیکن بعض اوقات امام صاحب وقت مقررہ سے تاخیر کرکے آتے ہیں، جس کی وجہ سے بعض لوگ دوسری مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے چلے جاتے ہیں، کیا نمازیوں کو مقررہ وقت سے تاخیر کرکے پڑھنا شرعاً جائز ہے؟

الجواب

نمازوں کے لئے مقررشدہ اوقات حتمی نہیں؛ بلکہ نمازیوں کی سہولت کو مدِ نظر رکھ کر مقرر کیے جاتے ہیں،(۱) اگر ان اوقات میں کچھ تقدیم وتاخیر ہوجائے، (بشرطیکہ مکروہ وقت داخل نہ ہو) تو کوئی حرج نہیں؛ تاہم اگر امام تنخواہ دار ہو تو دیگر دلائل کو مدنظر رکھتے ہوئے مقررہ وقت سے تاخیر کرنا کراہت سے خالی نہیں، اگرچہ بہتر یہی ہے کہ نماز مستحب وقت میں پڑھی جائے۔

قال الحصكفي رحمه الله: (ويجلس بينهما) بقدرمايحضر الملازمون مراعياً لوقت الندب (إلا في المغرب). (الدرالمختارعلىٰ صدرردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۳۸۹/۱)(۲)(فتاویٰ حقانیہ:۳/۳۳)

(۱) عن جابربن عبدالله رضى الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لبلال: يا بلال! إذا أذنت فترسل في أذانك وإذا أقمت فاحدر واجعل بين أذانك واقامتك قدرما يفرغ الآكل من أكله والشارب من شربه والمعتصر إذا دخل لقضاء حاجته ولا تقوموا حتى تروني. (سنن الترمذي، باب ماجاء في الترسل في الأذان (ح:۱۹۵)/ السنن الكبرىٰ للبيهقي، باب ترسيل الأذان وحذم الإقامة (ح: ۲۰۰۸)/المنتخب من مسند عبد بن حميد، من مسند جابر بن عبدالله (ح:۱۰۰۸)انيس)

عن أبي بن كعب قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يا بلال! اجعل بين أذانك إقامتك نفسا يفرغ الآكل من طعامه في مهل، ويقضي المتوضيء حاجته في مهل. (مسند الإمام أحمد، حديث المشائخ عن أبي بن كعب (ح: ۲۱۲۸۵)انيس)

(۲) وفي الهندية: وينتظر المؤذن الناس ويقيم للضعيف المستعجل ولا ينتظر رئيس المحلة وكبيرها، كذا في معراج الدراية، ينبغي أن يؤذن في أول الوقت ويقيم في وسطه حتىٰ يفرغ المتوضي من وضوئه والمصلي من صلاته والمعتصر من قضاء حاجته، كذا في التتارخانية. (الفتاوىٰ الهندية، باب الأذان: ۵۷/۱)(الباب الثاني: الأذان، الفصل الثاني في كلمات الأذان والإقامة وكيفيتها، انيس)

جماعت کے وقت جنازہ آجائے تو کس کو مقدم کیا جائے:

سوال: فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشا کے مستحب وقت میں جنازہ آئے تو پہلے نماز کون سی گذارنی چاہیے؟

الجواب

مغرب کی نماز کا تو ہمیشہ یہی حکم ہے کہ پہلے مغرب کی نماز ادا کی جائے، پھر جنازے کی نماز پڑھی جائے، باقی نمازوں کا حکم یہ ہے کہ اگر وقت فرض کے لیے تنگ ہو، یا روزانہ جماعت کا مقررہ وقت ہوگیا تو ان دونوں صورتوں میں بھی پہلے فرض نماز ادا کی جائے، (۱) پھر جنازہ کی نماز؛ کیوں کہ فرض کی جماعت میں بہت سے افراد ایسے ہوتے ہیں، یا ہو سکتے ہیں، جو ضرورتمند اور کاروباری لوگ ہیں اور ان کی جنازے میں شرکت لازمی نہیں، جمعہ اور عیدین کی نمازیں بھی جنازے سے پہلے اسی غرض سے ادا کی جاتی ہیں کہ اس میں ایک جماعت عظیمہ شریک ہوتی ہے اور جنازے کی تقدیم کی صورت میں انتشار جماعت کا خوف ہے، ہاں! فجر اور ظہر عصر اور عشا کی نمازوں کی جماعت کے روزانہ مقررہ وقت سے پہلے جنازہ آجائے تو جنازے کی نماز پڑھ لی جائے، اس کے بعد مقررہ وقت پر جماعت فرض ادا کی جائے، اس صورت میں یہ لازم نہیں کہ فرض نماز ضرور پہلے ادا کی جائے؛ کیوں کہ وقت میں گنجائش ہے اور روزانہ مقررہ وقت سے پہلے فرض پڑھ لینے میں تفویت، یا تقلیل جماعت لازم آتی ہے، یا جنازے کی بلا وجہ تاخیر کرنی پڑے گی اور یہ سب مکروہ ہے۔ (۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۶۷/۳-۶۸)

---

(۱) عن نافع عن ابن عمر قال: يصلى علىٰ الجنازة بعد العصروبعد الصبح إذاصليتا لوقتهما. (الموط للإمام مالک بروایة الإمام محمد، باب الصلاة على الميت والدعاء (ح: ۳۱۳)/(جامع الأصول، ص: ۲۳۲، انیس)

قال محمد: وبهذا نأخذ، لا بأس بالصلاة على الجنازة فى تينک الساعتين مالم تطلع الشمس أو تتغير الشمس بصفرة للمغيب وهو قول أبى حنيفة رحمه اللّٰه. (موطأ الإمام مالک بروایة محمد: ۱۱۱/۱، المكتبة العلمية، انیس)

قلت: أرأيت الصلاة على الجنازة عند غروب الشمس أو عند طلوع الشمس أو نصف النهار هل تكره ذلک؟ قال: نعم، قلت: إن فعلوا وصلوا عليها هل عليهم أن يعيدوا الصلاة؟ قال: لا، قلت: أرأيت إن صلوا عليها بعد طلوع الشمس أو بعد العصر قبل أن تتغير الشمس؟ قال: لا أكره، ذلک وصلاتهم تامة. (الأصل المعروف بالمبسوط للشيبانى، باب غسل الميت من الرجال والنساء: ۴۲۹/۱، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية كراتشى، انیس)

(۲) (وتقدم) صلاتها (علىٰ صلاة الجنازة إذا اجتمعا)؛ لأنه واجب عيناً والجنازة كفاية (و) تقدم (صلاة الجنازة علىٰ الخطبة) وعلىٰ سنة المغرب وغيرها، إلخ؛ لكن فى آخر أحكام دين الأشباه. ينبغى تقديم الجنازة والكسوف حتىٰ على الفرض مالم يضق وقته، إلخ. (الدرالمختار)

و فى الشامية: ولو اجتمع عيد و كسوف وجنازة ينبغى تقديم الجنازة، وكذا لواجتمعت مع فرض وجمعة ولم يخف خروج وقته، إلخ. (باب العيدين: ۱۶۷/۲، ط: سعيد كمپنى) (كتاب الصلاة، مطلب: الفقهاء قد يذكرون ما لا يوجد عادة، انیس)

فرض نماز اور نماز جنازہ کا ایک وقت مقرر ہو تو کون سی مقدم پڑھی جائے گی:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز ظہر اور نماز جنازہ کے لیے ایک وقت مقرر ہو چکا ہو تو فرض نماز کا پہلے پڑھنا تو ظاہر ہے؛ لیکن سنن پر مقدم پڑھی جائے گی، یا مؤخر؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: صوبیدار حمید گل گرگرہ کوہاٹ، ۱۹/۲/۱۹۹۱ء)

الجواب

جب نماز ظہر اور نماز جنازہ بیک وقت شروع ہونے والی ہوں، یا وقت تنگ ہو تو مفتیٰ بہ قول کی بنا پر سنن کو نماز جنازہ پر مقدم ادا کئے جائیں گے، **کما فی رد المحتار، باب العیدین**. (۱) **وهو الموفق** (فتاویٰ فریدیہ: ۱۶۶/۲)

مقرر وقت سے جماعت میں تاخیر:

سوال: مسجد میں نماز کے اوقات مقرر ہیں اور گھڑی بجنے پر فوراً جماعت کھڑی ہو جاتی ہے تو اگر مثلاً کسی مقتدی نے وقت سے کچھ پہلے سنتوں کی نیت باندھی اور فوراً گھڑی بج گئی تو وہ امام اس کا انتظار کرے، یا نہیں؟ اگر کرے تو ممکن ہے کہ دوسرا مقتدی بھی نیت باندھ لے، اس طرح تسلسل چلے گا، اس میں شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب

یہ مسئلہ واضح ہے اور سب کو معلوم ہے کہ نمازوں کے اوقات شرعاً موسّع ہیں، ان میں تنگی نہیں ہے، جس وقت بھی وقت مستحب کے اندر نماز پڑھیں صحیح ہے اور استحباب تاخیر وتعجیل بھی کتب فقہ میں مفصلاً مذکور ہے کہ فلاں وقت کی

---

(۱) قال العلامة الحصكفي: (و) تقدم (صلاة الجنازة على الخطبة) وعلىٰ سنة المغرب وغيرها (كسنة الظهر والجمعة والعشاء) والعيد على الكسوف لكن في البحر قبيل الأذان عن الحلبي الفتوىٰ علىٰ تاخير الجنازة عن السنة، وأقره المصنف كأنه الحاق لها بالصلاة، لكن في آخر أحكام دين الأشباه ينبغي تقديم الجنازة والكسوف حتىٰ على الفرض مالم يضق وقته فتأمل. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، مطلب فيما يترجح تقديمه من صلاة عيد وجنازة إلخ: ۶۱۱/۱) (كتاب الصلاة، باب العيدين، انيس)

(قوله: ولم يمنع عن أداء الواجبات إلى آخره) وفي المجتبى: الأصل أن ما يتوقف وجوبه على فعله كالمنذور وقضاء التطوع الذي أفسده وركعتي الطواف وسجدة السهو ونحوها لا يجوز ومالا يتوقف عليه كسجدة التلاوة وصلاة الجنازة يجوز. (حاشية الشلبي على تبيين الحقائق، الأوقات التي يكره فيها الصلاة: ۸۶/۱، بولاق، انيس)

ولا تكره الصلاة على الجنازة بعد صلاة الفجر وبعد العصر قبل تغير الشمس لأن الكراهة في هذه الأوقات ليست لمعنى في الوقت فلا يظهر في حق الفرائض لما بينا فيما تقدم. (بدائع الصنائع، فصل في بيان من له ولاية الصلاة على الميت: ۳۱۷/۱، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

نماز میں تاخیر مستحب ہے اور فلاں میں تعجیل، اس کے بعد اگر انتظاماً کوئی وقت بغرض سہولت نمازیان وانتظام جماعت مقرر کرلیا جاوے تو اس میں شرعاً کوئی حرج اور تنگی نہیں ہے؛ لیکن یہ ضرور ہے کہ جو وقت بغرض انتظام وسہولت نمازیان مقرر کیا جاوے، اس کو ایسا حتمی اور لازمی نہ سمجھا جاوے کہ اس میں دو چار منٹ کی تقدیم وتاخیر کسی ضرورت سے بھی نہ کی جاوے؛ کیوں کہ یہ حکم شرعی نہیں ہے کہ فلاں منٹ اور گھنٹہ پر ضرور جماعت ہو، یہ امر اپنے مصالح اور نظام پر مبنی ہے۔(۱)

لہٰذا اگر کبھی ایسا ہو کہ کوئی صاحب سنتیں پڑھ رہے ہیں اور ان کی وجہ سے دو چار منٹ کی تاخیر کردی جائے تو اس میں کچھ محذور شرعی لازم نہیں آتا اور مقتدیوں کی رعایت شرعاً محمود وپسندیدہ ہے؛ لیکن نہ ایسی رعایت جس میں زیادہ لوگوں کا حرج ہو۔(۲)

الغرض ایسے امور میں، جو شرعاً ہر طرح موسع ہیں، جیسی مصلحت اور مقتضائے انتظام ہو، اس کے موافق عمل کیا جاوے، شرعاً ہر طرح گنجائش ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲/۵۱-۵۲)

نماز فجر وقت مقررہ سے پہلے پڑھ لینے کا حکم:

سوال: شب قدر میں چند لوگوں نے شب بیداری کی ان لوگوں میں مقامی ایک مولانا بھی تھے، فجر کے وقت لوگ نیند سے بے تاب تھے اور نماز کے لیے مسجد میں مقررہ وقت سے بیس منٹ پہلے سے اس پر مصر تھے کہ مذکورہ مولانا

---

(۱) عن جابر بن عبدالله رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لبلال: يا بلال! إذا أذنت فترسل فی أذانک وإذا أقمت فاحدر واجعل بين أذانک واقامتک قدرما يفرغ الآكل من أكله والشارب من شربه والمعتصر إذا دخل لقضاء حاجته ولا تقوموا حتى تروني. (سنن الترمذی، باب ماجاء فی الترسل فی الأذان (ح: ۱۹۵)/ السنن الکبریٰ للبیهقی، باب ترسيل الأذان وحذم الإقامة (ح: ۲۰۰۸)/ المنتخب من مسند عبد بن حميد، من مسند جابر بن عبدالله (ح: ۱۰۰۸) (جامع الأصول: ۲۹۲/۵، انيس)

وينتظر المؤذن الناس ويقيم للضعيف المستعجل ولاينتظر رئيس المحلة وكبيرها، كذافی معراج الدراية، ينبغی أن يؤذن فی أول الوقت ويقيم فی وسطه حتٰى يفرغ المتوضئ من وضوئه والمصلی من صلاته والمعتصر من قضاء حاجته، كذا فی التتارخانية. (الفتاویٰ الهندية مصری، الباب الثانی فی الأذان، الفصل الثانی: ۵۳/۱، ظفير) (الفصل الثانی فی كلمات الأذان وكيفيتهما، انيس)

(۲) رئيس المحلة لاينتظر مالم يكن شريرًا والوقت متسع. (الدرالمختار علٰی هامش رد المحتار: باب الأذان: ۴۰۰/۱، دارالفكر بيروت، انيس)

ويجلس بينهما بقدرما يحضر الملازمون مراعياً لوقت الندب إلا فی المغرب فيسكت قائماً ثلاث آيات. (الهندية مصری، الباب الثانی فی الأذان، فصل ثانی: ۳۶۲/۱، ظفير) (الفصل الثانی فی كلمات الأذان والإقامة وكيفيتهما، انيس)

جماعت کرادیں، جب کہ امام صاحب وہاں اس وقت موجود نہیں تھے، جب لوگوں نے بہت زیادہ اصرار کیا تو انہوں نے چار پانچ منٹ قبل جماعت کرادی، آیا یہ نماز ہوگی، یا نہیں؟ نیز مذکورہ مولانا پر اس کا گناہ ہوگا، یا نہیں؟ جب کہ امام اس بات پر مصر ہے کہ نماز کا اعادہ کرنا ہوگا، ان حالات کی روشنی میں، جیسے میں نے حالات تحریر کیے، کیا حکم ہے؟ نیز ایسا کوئی مبہم جواب نہ دیا جائے، جو نزاع کا سبب بنے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

صورت مسئولہ میں نماز سب کی ادا ہوگئی، دوہرانے کا حکم بالکل غلط ہے،(۱) البتہ وقت مقررہ سے قبل پڑھنا تھا تو اس کی اطلاع بعد عشاہی کردینا چاہیے تھا اور بس نیز اس مسئلہ میں نزاع ہرگز نہ کی جائے، البتہ آئندہ احتیاط کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ العبد نظام الدین الاعظمی عفی عنہ، مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱۴۱۰/۹/۲۹ھ۔ الجواب صحیح: محمد ظفیر الدین غفرلہ، مفتی دارالعلوم دیوبند۔ الجواب صحیح: کفیل الرحمٰن نشاط۔ (نظام الفتاویٰ، جلد پنجم، جزء اول: ۱۸-۱۹)

نماز کے وقت کا مقدم ومؤخر کرنا:

سوال: کچھ لوگ ہیں جو اپنے کاروبار کی وجہ سے مسجد میں نماز کا وقت ساڑھے آٹھ بجے کا رکھنا چاہتے ہیں کہ کاروبار میں بہت پریشانی ہوئی کہ جلدی جلدی وقت گھٹتا اور بڑھتا رہتا ہے، جب کہ مسجد میں نمازیوں کی تعداد میں

---

(۱) نماز کے لیے اول وآخر وقت کی صراحت سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور علماء کرام کی تشریحات کے مطابق متعین ہے، باقی جماعت کے لیے کوئی ایک خاص وقت متعین کرنا نمازیوں کی آسانی کے پیش نظر ہے، جو کہ ایک مستحسن عمل ہے؛ تاکہ تمام مقتدیوں کی نماز جماعت کے ساتھ ادا ہوجائے، البتہ اس متعینہ وقت میں تقدیم وتاخیر جائز ہے، روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اذان وجماعت کے درمیان اتنی وقت رکھنی چاہئے، جس میں دوسرے انسانی ضروریات کی تکمیل ہوسکے۔

عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لبلال: یا بلال! إذا أذنت فترسل فی أذانک وإذا أقمت فاحدر واجعل بین أذانک وإقامتک قدرما یفرغ الآکل من أکلہ والشارب من شربہ والمعتصر إذا دخل لقضاء حاجتہ ولا تقوموا حتی ترونی. (سنن الترمذی، باب ماجاء فی الترسل فی الأذان (ح: ۱۹۵)/ السنن الکبریٰ للبیہقی، باب ترسیل الأذان وحذم الإقامۃ (ح: ۲۰۰۸)/ المنتخب من مسند عبد بن حمید، من مسند جابر بن عبداللہ (ح: ۱۰۰۸)/انیس)

عن أبی بن کعب قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: یا بلال! اجعل بین أذانک إقامتک نفسا یفرغ الآکل من طعامہ فی مہل، ویقضی المتوضیء حاجتہ فی مہل. (مسند الإمام أحمد، حدیث المشائخ عن أبی بن کعب (ح: ۲۱۲۸۵)انیس)

ینبغی أن یؤذن فی أول الوقت ویقیم فی وسطہ حتیٰ یفرغ المتوضیء من وضوئہ، والمصلی من صلاتہ، والمعتصر من قضاء حاجتہ. (الفتاویٰ الہندیۃ، باب الأذان، الفصل الثانی فی کلمات الأذان والإقامۃ: ۵۷/۱، رشیدیۃ)

اضافہ ہونے کا بھی امکان نہیں ہے، حالاں کہ اس مسجد کی بغل میں ایک بڑی مسجد ہے، جہاں پر پندرہ منٹ پہلے نماز ہوتی ہے اور یہاں پر پندرہ منٹ بعد تو جن لوگوں کی نماز رہ جاتی ہے، وہ اس میں آکر جماعت کے ساتھ پڑھ لیتے ہیں تو ایسی صورت میں شریعت کا کیا مسئلہ ہے؟

هــو المصــوب

کثرت جماعت کا لحاظ کرتے ہوئے ذمہ داران مسجد اس نماز کے وقت میں جو وقت متعین کردیں، سب کو اسی پر عمل کرنا چاہیے، صرف ذاتی مفاد کے لیے نماز کے وقت کو مقدم ومؤخر کرنا درست نہیں۔(۱)

تحریر: ساجد علی۔تصویب: ناصر علی ندوی۔(فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۱/۳۴۷-۳۴۸)

☆ ☆ ☆

(۱) قال: سألت النبي صلى الله عليه وسلم أي العمل أحب إلى الله؟ قال: الصلاة على وقتها. (صحيح البخاري، كتاب مواقيت الصلاة، باب فضل الصلاة لوقتها (ح: ٥٢٧)/الصحيح لمسلم، كتاب الإيمان، باب بيان كون الإيمان بالله تعالىٰ أفضل الأعمال (ح: ٨٥)/مسند الإمام أحمد، مسند عبدالله بن مسعود (ح: ٣٨٩٠)/سنن النسائي، فضل الصلاة لمواقيتها (ح: ٦١٠)/معجم ابن عساكر، سهل بن محمد بن أحمد أبو العلاء (ح: ٤٨٢) انيس)

اذان اور جماعت کے درمیان فاصلہ

اذان مغرب کے بعد لوگوں کے انتظار کا حکم:

سوال: کیا مغرب کی اذان کے بعد مقتدیوں کا انتظار لازمی قرار دیا گیا ہے، یا نہیں؟ جب کہ مغرب کی اذان کے بعد وقفہ نہیں ہے تو پھر مقتدی کا انتظار کس شرط پر ہوگا، خواہ مقتدی موجود ہو، یا غیر موجود؟

الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

مستحب تو یہی ہے کہ مغرب کی اذان اور جماعت کے درمیان فاصلہ نہ ہو۔(۱)

درمختار میں ہے:

ویجلس بینهما... إلا فی المغرب. (۲۶۱/۱)(۲)

لیکن اگر کسی وجہ سے تمام مقتدی غیر حاضر ہوں تو ان کے لیے انتظار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، ہاں کسی خاص مقتدی کا انتظار کرنا اس کی دنیاوی اور مادّی وجاہت کی وجہ سے درست نہیں، اسی طرح ایسی عادت بنا لینا جس سے اوقات کی پابندی باقی نہ رہے اور دیگر نمازیوں کے لیے موجب تکلیف ہو، صحیح نہیں۔(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سہیل احمد قاسمی، ۱۲/۵/۱۴۱۴ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۳۷۳/۲)

---

(۱) عن مرثد بن عبداللّٰه قال: لما قدم علینا أبو أیوب غازیا وعقبة بن عامر یومئذ علی مصر فأخر المغرب فقام إلیه أبو أیوب فقال له: ما هذه الصلاة یا عقبة؟ فقال: شغلنا، قال: أما سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول: لاتزال أمتی بخیر أو قال: علی الفطرة مالم یؤخروا المغرب إلیٰ أن تشتبک النجوم. (سنن أبی داؤد، کتاب الصلاة، باب فی وقت المغرب، ص: ۱۱۳، المکتبة العصریة صیدا بیروت (ح: ٤١٨)/ سنن ابن ماجة، کتاب الصلاة، باب وقت صلاة المغرب، ص: ۹۷ (ح: ٦٨٩)/ صحیح ابن خزیمة، باب التغلیظ فی تأخیر صلاة المغرب (ح: ٣٣٩)/ مسند البزار عن العباس (ح: ١٣٠٦)/ معجم ابن الأعرابی عن العباس، باب ی (ح: ٣٩٤) انیس)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مغرب میں اذان و جماعت کے درمیان فاصلہ نہ رکھ کر جلدی پڑھنا مستحب ہے۔ انیس

(۲) باب الأذان، انیس

ویجلس بین الأذان والإقامة إلا فی المغرب. (الإختیار لتعلیل المختار، باب الأذان والإقامة: ٤٣/١، مطبعة الحلبی، انیس)

(۳) وینتظر المؤذن الناس ویقیم للضعیف المستعجل ولاینتظر رئیس المحلة وکبیرها، کذا فی معراج الدرایة. (الفتاویٰ الهندیة، الباب الثانی فی الأذان: ٥٧/١) (الفصل الثانی فی کلمات الأذان والإقامة وکیفیتها، انیس)

مغرب کی اذان وتکبیر میں فصل:

سوال: حسب معمول زید نے ایک روز مغرب کی اذان دی اور بعد اذان جس قدر مسلک حنفیہ میں توقف جائز ہے؛ یعنی اذان کے بعد کی دعا پڑھ کر تکبیر کہی اور امام صاحب اذان کے پہلے سے وضو وغیرہ سے فارغ ہوکر نماز کے لیے تیار تھے، بعد تکبیر انہوں نے نماز پڑھائی؛ مگر امام صاحب کے خادم (جو کہ امام صاحب کا کھانا پکاتے ہیں اور بعض اسی قسم کے کام کیا کرتے ہیں) بکر و نیز دوسرے مصلّی جیسا کہ عام لوگوں کا قاعدہ ہے کہ اذان ہونے کے وقت آ کر وضو وغیرہ کرتے ہیں، بعد نماز بکر نے زید سے کہا کہ آپ لوگ ذرا سی بھی دیر نہیں ٹھہرتے ،فوراً ہی نماز کے لیے کھڑے ہوجاتے ہیں اور تکرار بھی کرنے لگے، حالاں کہ زید نے جائز توقف کے بعد تکبیر کہی تھی تو ان کے جواب میں زید اور ایک مصلی نے کہا: چونکہ اس وقت بہت کم وقت رہتا ہے؛ اس لیے نہیں ٹھہرنا چاہیے؛ لیکن وہ ایک عالم کے خادم ہیں، انہوں نے کسی کی نہ سنی اور حجت کرتے رہے،سوال یہ ہے کہ مغرب کی اذان وتکبیر کے درمیان کچھ تاخیر وفصل کرنا چاہیے، یا تعجیل ووصل کرنا چاہیے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اذان وتکبیر کے درمیان کوئی نماز کسی صحیح حدیث سے ثابت ہے، یا نہیں؟

الجواب

أقول وبالله التوفيق :

قال فی الدرالمختار: (وقبل) صلاة (مغرب) لكراهة تأخيره إلا يسيرًا، إلخ. (۱)

وفيه أيضاً: ويجلس بينهما بقدرما يحضر الملازمون مراعياً لوقت الندب (إلا فی المغرب)، فيسكت قائماً قدر ثلٰث آيات قصار، ويكره الوصل إجماعاً، إلخ. (۲)

وفی الشامی: ويستحب التحول للاقامة إلٰی غيرموضع الأذان وهومتفق عليه. (۳)

وأيضاً فی الشامی: (قوله: وقبل صلاة مغرب) عليه أكثرأهل العلم، منهم أصحابنا ومالك وأحد الوجهين عن الشافعي، لما ثبت فی الصحيحين وغيرهما مما يفيد أنه صلی الله عليه وسلم كان يواظب علٰی صلاة المغرب بأصحابه عقب الغروب ولقول ابن عمر رضی الله عنهما ما رأيت أحدًا علٰی عهد رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم يصليهما، رواه أبوداؤد وسكت عنه والمنذری فی مختصره وإسناده حسن روی محمد عن أبی حنيفة عن حماد أنه سئل إبراهيم

(۱) الدرالمختار علٰی هامش ردالمحتار، كتاب الصلاة: ۱/ ۳٤۹، ظفير

(۲) رد المحتار، باب الأذان: ۱/ ۳٦۲، ظفير.

(۳) رد المحتار، باب الأذان: ۱/ ۳٦۲، ظفير (مطلب: فی أول من بنٰی المنابر للأذان، انيس)

النخعی عن الصلاۃ قبل المغرب،قال:فنھی عنھا وقال: إن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وأبابکروعمرلم یکونوایصلونھا وقال القاضی أبوبکربن العربی:اختلف الصحابۃ فی ذلک ولم یفعلہ أحد بعدھم، فھٰذا یعارض ماروی من فعل الصحابۃ ومن أمرہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بصلاتھما؛لأنہ إذا اتفق الناس علی ترک العمل بالحدیث المرفوع لایجوزالعمل بہ؛لأنہ دلیل ضعفہ علی ما عرف فی موضعہ ولوکان ذلک مشتھراً بین الصحابۃ لما خفی علی ابن عمر أو یحمل ذلک علیٰ أنہ کان قبل الأمربتعجیل المغرب،وتمامہ فی شرح المنیۃ وغیرھما،إلخ.(۱)

ان روایات کتب فقہ سے معلوم ہوا کہ مغرب کی اذان وتکبیر کے درمیان کوئی نماز نہ پڑھنی چاہیے اور نیز معلوم ہوا کہ جس قدر وقفہ اذان کے بعد دعاء ماثورہ پڑھنے اور ’’تحول من موضع الأذان إلیٰ موضع الإقامۃ‘‘ میں ہوتا ہے، وہ کافی ہے اور وصل مکروہ کو رافع ہے اور ظاہر ہے کہ تین آیات قصار نصف منٹ سے بھی کم میں پڑھ سکتے ہیں۔

الغرض عبارات مذکورہ سے جملہ امور مستفسرہ کا جواب واضح ہوگیا۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲/۳۷-۳۹)

اذانِ مغرب کے بعد نماز کتنی تاخیر سے ہونی چاہیے:

سوال: مغرب کی اذان کے بعد نماز میں کس قدر تاخیر مناسب ہے؟ بعض جگہ بہت ہی جلدی کرتے ہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

اتنا وقفہ کرلینا چاہیے کہ مؤذن اذان سے فارغ ہوکر صف میں پہنچ جائے اور اذان کے بعد دعا بھی پوری ہوجائے،(۲) جب مؤذن موجود ہوتو بہتر ہے کہ وہی تکبیر کہے، یا دوسرے کو اجازت دے دے۔(۳) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند،۱۴۰۱/۵/۳ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۳۴۳/۵)

(۱) ردالمحتار،کتاب الصلاۃ: ۳٤۹/۱،ظفیر (مطلب:یشترط العلم بدخول الوقت،انیس)

عن سلمۃ بن الأکوع أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان یصلی المغرب إذا غربت الشمس وتوارت بالحجاب.(الصحیح لمسلم،باب بیان أن أول وقت المغرب عند غروب الشمس (ح:٦۳٦)/سنن الترمذی، باب ماجاء فی وقت المغرب(ح: ١٦٤)/مسند الرویانی، صفوان بن عیسیٰ عن یزید بن أبی عبید عن سلمۃ بن الأکوع (ح:١١۳٢)/جامع الأصول:٢۳٢/٥،انیس)

(۲) ویجلس بینھما بقدرمایحضرالملازمون مراعیاً لوقت الندب (إلافی المغرب)فیسکت قائماً ثلاث آیات قصار،و یکرہ الوصل إجماعاً.(الدرالمختار،کتاب الصلاۃ، باب الأذان: ۳۸۹/۱،سعید)

(۳) ’’ومنھا:أن من أذن فھوالذی یقیم ،وإن أقام غیرہ فإن کان یتأذی بذلک یکرہ،لأن اکتساب أذی المسلم مکروہ،وإن کان لایتأذی بہ لایکرہ‘‘.(بدائع الصنائع،کتاب الصلاۃ،فصل فیما یرجع إلیٰ صفات المؤذن: ٦٤۸/۱، دارالکتب العلمیۃ،بیروت)

حکم فصل دراذان ونماز مغرب:

سوال: عرض خدمت عالی میں یہ ہے کہ جب حاضر خدمت ہوا تھا، میں نے ایک مسئلہ جناب سے دریافت کیا تھا، مگراس وقت بوجہ تنگی وقت شافی جواب حاصل نہ کرسکا، آپ نے فرمایا بھی تھا کہ مسئلہ دیکھ کر بتاؤ، سواس وقت میں نہ دیکھ سکا، بعد میں یہاں آکر وہ مسئلہ ہدایہ اولین میں دیکھا اور وہ مسئلہ یہ ہے، میں نے دریافت کیا تھا کہ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ حضرت کے یہاں مغرب کی نماز میں بعد اذان کے کافی دیر ہوتی ہے، نیز مجھ کو بھی کئی مرتبہ یہ خیال ہوا تھا؛ مگر دریافت کرنے کا موقع نہ ملا تھا، امام اعظم صاحب رحمہ اللہ کا قول وفعل دونوں اسی پر تھا کہ وہ بعد اذان مغرب فوراً اقامت کرتے تھےاور یہ ہدایہ اولین باب الاذان میں ذکر کیا گیا ہےاور وہ عبارت یوں ہے:

”ویجلس بین الأذان والإقامة إلافی المغرب وھٰذا عند أبی حنیفة“.(۱)

اور صفحہ:۴۷، پر(یعقوب) سے روایت ہے، جو یوں ہے:

قال یعقوب: رأیت أبا حنیفة رحمه اللّٰه یؤذن فی المغرب ویقیم ولایجلس بین الأذان والإقامة.

اوراس سے زائد صریح (باب المواقیت) میں بیان کیا گیا ہےاور وہ قول امام شافعیؒ کا ہے، عبارت یہ ہے:

وقال الشافعی: مقدارما یصلی ثلٰث رکعات؛لأن جبرئیل علیه السلام أم فی یومین فی وقت واحد.(۲)

صرف صاحبینؒ خلاف ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ جلسۂ خفیفہ ہونا چاہیے، جیسے کہ خطبتین میں کیا جاتا ہے، اس کو بھی باب الاذان میں ذکر کیا ہے، اب جو کچھ اس کا حاصل ہو، اس سے متنبہ فرمائیں، میں اس کا جواب اپنے دل میں یوں دیا کرتا تھا کہ شاید یہ مسئلہ کہیں ہو کہ جب امام ایک مسجد میں مقرر ہو اور اس کو کسی وجہ سے مجبوری ہو، یا آنے میں دیر ہو تو اس کا انتظار کرنا چاہیے؛ مگراس سے تشفی نہ ہوتی تھی، سو میں نے اس اشکال کو رفع کرنے کے لیے جناب سے استفسار کیا، امید ہے کہ آپ کے جواب سے کافی تشفی ہوجاوے گی؟

(۱) الهداية، باب المواقيت: ۷۲، مطبوعة عليمى دهلى

(۲) الهداية، باب المواقيت: ٦٤، مطبعة عليمى دهلى

وأول وقت المغرب إذا غابت الشمس لما روى جبريل عليه السلام صلى المغرب حين غابت وأفطر الصائم وليس لها إلا وقت واحد وهو بقدر ما يتطهر ويستر العورة ويؤذن ويقيم ويدخل فيها فإن الدخول عن هذا الوقت إثم لما روى ابن عباس أن جبريل عليه السلام صلى المغرب فى المرة الأخيرة كما صلاها فى المرة الأولى ولو كان لها وقت آخر لبين، كما بين فى سائر الصلوات فإن دخل فيها فى وقتها ففيه ثلاثة أوجه أحدها أن له أن يستديمها إلى غيبوبة الشفق لأن النبى صلى الله عليه وسلم قرأ الأعراف فى صلاة المغرب والثانى لا يجوز أن يستديمها أكثر من قدر ثلاث ركعات لأن جبريل عليه السلام صلى ثلاث ركعات، الخ. (المجموع شرح المهذب، باب مواقيت الصلاة: ۲۸/۳، دارالفكر بيروت، انيس)

الجواب

روایات مندرجہ سوال سے صرف عمل ثابت ہوتا ہے، اس سے زائد تاخیر کی کراہت ثابت نہیں ہوتی، سوعمل استحباب پر بھی مبنی ہوسکتا ہے اور مقصود بالبحث کراہت ہے۔سو درمختار وردالمحتار میں اس سے بھی تعرض ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ تاخیر مادون الرکعتین میں تو کراہت نہیں اور اس سے زائد اشتباک نجوم کے قبیل تک شرح منیہ کی تحقیق پر مباح اور بعض اقوال پر مکروہ تنزیہی اور اشتباک کے بعد تحریمی، روایات یہ ہیں:

فی الدرالمختار: والمستحب (إلیٰ قوله) وتعجیل (مغرب مطلقاً) وتاخیره قدر رکعتین یکره تنزیهًا.

فی رد المحتار: أفاد أن المراد بالتعجیل أن لایفصل بین الأذان والإقامة بغیر جلسة أوسکتة علی الخلاف، وأن مافی القنیة من استثناء التأخیر القلیل محمول علیٰ ما دون الرکعتین وأن الزائد علی القلیل إلیٰ اشتباک النجوم مکروه تنزیهًا، ومابعده تحریماً إلا بعذر کما مرقال فی شرح المنیة: والذی اقتضته الأخبار کراهة التأخیر إلیٰ ظهور النجوم وما قبله مسکوت عنه، فهو علی الإباحة وإن کان المستحب التعجیل، آه، نحوه ما قدمناه عن الحلیة. (۱)

اور عذر میں کراہت بھی نہیں اور یہاں انتظارِ امام میں تاخیر دو رکعت سے کم ہوتی ہے وہ بھی احیاناً، نہ استمراراً اعتیاداً اور اگر مادون سے قدرے زائد بھی فرض کی جاوے تو ایک تحقیق پر مباح ہے اور قول کراہت تنزیہی پر عذر نافی کراہت ہے اور عذر کی مثال فقہا نے اکل وسفر سے دی ہے اور حضر کی کوئی دلیل نہیں اور امام کے لیے وضو اور قوم کے لیے انتظار امام راتب خصوص اگر وہ حاضر ہو، اکل سے قوی عذر ہے۔ واللہ اعلم

۲/ محرم ۱۳۵۳ھ (النور، ۹/ ربیع الثانی ۱۳۵۸ھ) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۱۸۲-۱۸۴)

اذان اور جماعت میں کتنا فرق ہونا چاہیے:

سوال: اذان جماعت سے کس قدر پیشتر ہونی چاہیے اور انتظار مصلیوں کا کہاں تک ہے؟ موافق طریقہ سنت اور فتویٰ شرعی کے جواب مرحمت ہو؟

الجواب

اذان جماعت سے اس قدر پہلے ہونا ضروری ہے کہ پیشاب پاخانہ والا اپنی حاجت سے فارغ ہوکر وضو کرکے آسکے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعد اذان کے اتنی تاخیر کو ارشاد فرمایا ہے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (تالیفات رشیدیہ: ۲۵۹)

---

(۱) کتاب الصلاة، مطلب فی طلوع الشمس من مغربها: ۲/ ۲۹، دارالکتب العلمیة، انیس

(۲) عن جابربن عبدالله رضی الله عنه أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لبلال: یا بلال! إذا أذنت ==

نمازِ مغرب میں افطار کی وجہ سے تاخیر کی گنجائش ہے، یا نہیں:

سوال: بوقت افطار لوگوں کی لائی ہوئی افطاری کھا کر نماز مغرب ادا کرتے ہیں، ایک شخص اس پر معترض ہے کہ بعد نماز کے کھاؤ؛ مگر اذان ہوتے ہی صرف چھوہارے سے روزہ افطار کر کے فوراً نماز کو کھڑے ہو جاؤ اور وہ شخص ناراض ہو کر جماعت مغرب علاحدہ کرتا ہے، شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب

افطاری کی وجہ سے نماز مغرب میں کچھ دیر کرنا جائز ہے، اس میں کچھ حرج نہیں ہے، اطمینان سے روزہ افطار کر کے اور پانی پی کر اور کچھ کھا کر جو موجود ہو نماز پڑھنی چاہیے۔

پس جو شخص اس تاخیر معمولی کی وجہ سے ناراض ہوا اور علاحدہ نماز پڑھنے لگا، اس نے خطا کی، اس کو چاہیے کہ جماعت میں شریک ہو اور اس تاخیر کو جو بوجہ افطار کرنے روزہ کے ہے، خلافِ شرع نہ سمجھے، (جب وقت میں گنجائش ہے اور ایک ضروری امر کی وجہ سے ذرا دیر کی جاتی ہے تو اس میں قطعاً کوئی مضائقہ نہیں۔

ووقت المغرب إلٰی غيبوبة الشفق. (الفتاویٰ الهندية كشوری، أوقات الصلاة: ۴۹/۱)(۱)

عن أبی أيوب قال: قال رسول اللّٰه صلی الله عليه وسلم: لاتزال أمتی بخير أوقال: علی الفطرة، مالم يؤخروا المغرب إلٰی أن تشتبک النجوم. {رواه أبو داؤد}(مشكٰوة، باب تعجيل الصلاة، الفصل الثانی، ص: ۶۱)(۲)

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ جب تک ستارے زیادہ تعداد میں آسمان پر نکل کر نہ پھیل جائیں، تاخیر میں کوئی مضائقہ نہیں۔

== فترسل فی أذانک وإذا أقمت فاحدر واجعل بين أذانک واقامتک قدرما يفرغ الآكل من أكله والشارب من شربه والمعتصر إذا دخل لقضاء حاجته ولا تقوموا حتی ترونی. (سنن الترمذی، باب ماجاء فی الترسل فی الأذان (ح: ۱۹۵)/ السنن الكبریٰ للبيهقی، باب ترسيل الأذان وحذم الإقامة (ح: ۲۰۰۸)/المنتخب من مسند عبد بن حميد، من مسند جابر بن عبداللّٰه (ح: ۱۰۰۸)/جامع الأصول: ۲۹۲/۵، انيس)

(۱) كتاب الصلاة، الباب الأول فی المواقيت وما يتصل بها، الفصل الأول فی أوقات الصلاة، انيس

(۲) كتاب الصلاة (ح: ۶۰۹)/(سنن أبی داؤد، كتاب الصلاة، باب فی وقت المغرب، ص: ۱۱۳، المكتبة العصرية صيدا بيروت(ح: ۴۱۸)/سنن ابن ماجة، كتاب الصلاة، باب وقت صلاة المغرب، ص: ۹۷(ح: ۶۸۹)/ صحيح ابن خزيمة، باب التغليظ فی تأخير صلاة المغرب (ح: ۳۳۹)/مسند البزار عن العباس (ح: ۱۳۰۶)/معجم ابن الأعرابی عن العباس، باب ی (ح: ۳۹۴)انيس)

وفی القنية:يكره تأخير المغرب عند محمد فی رواية عن أبی حنيفة ولايكره فی رواية الحسن عنه مالم يغب الشفق، والأصح أنه يكره إلا من عذر كالسفر والكون على الأكل ونحوهما،إلخ،والذی اقتضته الأخبار كراهة التأخير إلىٰ ظهور النجوم وماقبله مسكوت عنه فهو على الإباحة.(۱)

یہ عین حکم شریعت کا ہے۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲/۴۵)

حکم تاخیر کردن درنماز مغرب بماہ رمضان:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں پر مسجد میں روزہ افطاری کے لیے کھانا لایا جاتا ہے اور لوگ صحن میں اور برآمدہ میں افطاری کے لیے بیٹھتے ہیں،مغرب کی اذان کے ساتھ روزہ افطار کرکے کھانے لگتے ہیں،جس میں اکثر لوگ تو نیچے بیٹھ کے روزہ افطار کرتے ہیں اور کتنے حضرات چھت پر روزہ افطار کرتے ہیں،اذان ہونے کے بعد دس منٹ کا وقفہ کرکے جماعت نماز کے لیے کھڑی ہوتی ہے،جس میں ہر مصلی اطمینان سے افطاری سے فارغ ہوکر جماعت میں شامل ہوجاتا ہے؛مگر چھت والے حضرات جماعت میں شامل نہیں ہوتے اور بیٹھے کھاتے رہتے ہیں ، بیڑی پیتے ہیں ، پان کھاتے ہیں،جب نیچے جماعت تمام ہوتی ہے،تب یہ حضرات چھت پر دوسری جماعت کرتے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ چھت والے حضرات کا جماعت اولیٰ میں شامل نہ ہونا اور دیر تک کھاتے رہنا اور پھر دوسری جماعت کرنا، یہ ازروئے شرع جائز ہے، یانہیں؟ اگر نہیں جائز ہے تو ایسا کرنے والوں کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب

فی الدرالمختار، كتاب الصلاة: ’’و(يستحب) تعجيل (مغرب مطلقًا) وتأخير قدر ركعتين يكره تنزيهًا‘‘.

فی رد المحتار تحت هٰذاالقول:أن ما فی القنية من أثنا ء التأخير القليل محمول علىٰ ما دون الركعتين وأن الزائد على القليل على اشتباک النجوم مكروه تنزيهًا وما بعده تحريمًا إلا بعذر، قال فی شرح المنية والذی اقتضته الأخبار كراهة التاخير إلىٰ ظهور النجم وماقبله مسكوت عنه،فهوعلى الإباحة وإن كان المستحب التعجيل آه.ونحوه ماقدمناه عن الحلية.(۳۸۲/۱)(۲)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ تاخیر مغرب کے تین درجہ ہیں:

(۱)　غنية المستملی،ص:۲۳۳،ظفير (فروع فی شرح الطحطاوی،انيس)

(۲)　كتاب الصلاة،مطلب فی طلوع الشمس من مغربها،انيس

ایک درجہ تو دو رکعت سے کم یہ کسی کے نزدیک مکروہ نہیں۔

دوسرا درجہ بقدر دو رکعت کے، یا اس سے زائد قبل ظہور نجوم تک، یہ درمختار کی روایت پر مکروہ تنزیہی ہے اور شارح منیہ کی تحقیق پر مباح، مگر خلاف مستحب۔

اور تیسرا درجہ جس میں نجوم ظاہر ہوجاویں، یہ مکروہ تحریمی ہے تو دس منٹ سے زائد تاخیر کرنا امر مکروہ بھی نہ ہو، جیسا کہ بعض روایات کا مقتضیٰ ہے؛ تاہم ترکِ مستحب تو ضرور ہے اور ترک مستحب پر بلاضرورت دوام کرنا ایسا فعل ہے کہ بعض فقہانے اس پر مکروہ تنزیہی کا اطلاق کیا ہے، چناں چہ ردالمحتار کی عبارت مذکورہ کے بعد ہی یہ عبارت ہے:

"أنه إلٰى ماقبل ذلک مکروہ تنزیهًا لترک المستحب وھو التعجیل، تأمل". (۱)

اور یہ ترک مستحب اس وقت رہے گا جب جماعت تاخیر کرے اور اگر جماعت وقت مستحب میں کھڑی ہوجائے تو تخلف عن الجماعۃ بلاعذر قوی قریب حرام کے ہے اور اس قدر اشتغال اکل وشرب اور اس کے توابع میں اعذار ترک جماعت سے نہیں، پس ان لوگوں کا یہ فعل یقیناً شرعاً ناجائز ہے۔ (۲)

۹ رشوال ۱۳۳۷ھ (تتمہ خامسہ، ص: ۹۵) (امدادالفتاویٰ جدید: ۱/۱۵۸-۱۶۰)

رمضان المبارک میں مغرب کی نماز کو تاخیر سے پڑھنا:

سوال: رمضان المبارک میں بعد اذان مغرب کے عموماً افطاری کی وجہ سے جماعت میں جو توقف ہوتا ہے، اس کی کیا دلیل ہے؟ اور کس قدر روقفہ چاہیے؟

---

(۲) ردالمحتار، کتاب الصلاة، مطلب فی طلوع الشمس من مغربها: ۲/۲۹، دارالکتب العلمیة بیروت، انیس
وبه یظهر أن کون ترک المستحب راجعا إلی خلاف الأولی لا یلزم منه أن یکون مکروها إلا بنهی خاص لأن الکراهة حکم شرعی فلا بد له من دلیل. (ردالمحتار، کتاب الصلاة: ۱/۶۵۳، دارالفکر بیروت)
اس عبارت سے معلوم ہوا کہ مغرب کی جماعت میں وقت مستحب سے تاخیر کرنا مکروہ تنزیہی ہے؛ کیوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعجیل کا حکم دیا ہے۔ انیس)

(۲) عن أبی هریرة رضی الله عنه أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: والذی نفسی بیده لقد هممت أن آمر بحطب فیحتطب ثم آمر بالصلاة فیؤذن لها ثم آمر رجلا فیؤم الناس ثم أخالف إلی رجال فأحرق علیهم بیوتهم والذی نفسی بیده لو یعلم أحدکم أنه یجد عظما سمینا أو مرماتین حسنتین لشهد العشاء. (مسند الشافعی، ومن کتاب الإمامة: ۱/۵۲، دارالکتب العلمیة بیروت، انیس)

قال السندی: وفی الحدیث تهدید للمتخلفین عن الجماعة بالإحراق وفیه توبیخ وتقریع شدیدان. (مسند الشافعی بترتیب السندی، الباب السابع فی الجماعة وأحکام الإمامة: ۱/۱۰۱، دارالکتب العلمیة بیروت، انیس)

الجواب

مغرب کی اذان اور اقامت میں اتصال نہ کرنا چاہیے، تھوڑا سا فرق ضروری ہے، مقدار فرق میں اختلاف ہے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تین چھوٹی آیتوں کے برابر ہونا چاہئے اور امام ابو یوسف وامام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اس قدر بیٹھنا چاہیے، جس قدر دو خطبوں کے درمیان بیٹھتے ہیں۔(۱)

اور رمضان المبارک میں اگر افطاری کی وجہ سے قدرے تاخیر بھی ہو جائے تو مضائقہ نہیں ہے، یہ تاخیر کسی کے انتظار کی نہیں ہے؛ بلکہ ایک واقعی ضرورت سے ہے، ہاں! زیادہ تاخیر نہ کی جائے۔ واللہ اعلم بالصواب (کفایت المفتی:۶۱/۳)

نماز مغرب میں تاخیر مکروہ ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علما دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز مغرب کو تاخیر سے پڑھنا، جب کہ ساری مساجد میں نماز ہو جائے، جائز ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: عبدالخلیل محلّہ اباخیل نوشہرہ، ۱۰/رمضان/۱۳۹۶ھ)

الجواب

مغرب میں زیادہ تاخیر (مقدار شفعہ) مکروہ ہے۔(فتح القدیر)(۲) وھو الموفق (فتاویٰ فریدیہ:۱۶۹/۲)

---

(۱) أن العلماء اتفقوا علىٰ أنه لايصل الاقامة بالأذان فی المغرب بل يفصل بينهما،لكنهم اختلفوا فی مقدار الفصل،فعند أبی حنيفة رحمه اللّٰه المستحب أن يفصل بينهما بسكتة يسكت قائمًا ساعة،ثم يقيم ومقدار السكتة عنده قدرمايتمكن فيه من قراء ة ثلٰث آيات قصارأو آية طويلة...وعندهما يفصل بينهمابجلسة خفيفة مقدار الجلسة بين الخطبتين.(كذا فی الهداية الأول،ص: ۷۳)(حاشية الهداية،باب الأذان: ۳۹/۱،ط: مكتبة شركة علمية، ملتان)(تحت قوله:ويجلس بين الأذان والإقامة إلا فی المغرب وهٰذا عند أبی حنيفة)

(ويجلس بين الأذان والإقامة إلا فی المغرب)وقالا:يجلس فی المغرب جلسة خفيفة لأن الفصل بينهما سنة فی سائر الصلوات إلا أنه يكتفی فی المغرب بالجلسة الخفيفة تحرزا عن التأخير ولأبی حنيفة أن المستحب المبادرة وفی الجلسة التأخير والفصل يحصل بالسكوت بينهما بمقدار ثلاث آيات وهو رواية الحسن عنه وكذلک يحصل باختلاف الموقف والنغمة.(الإختيار لتعليل المختار،باب الأذان والإقامة: ۴۳/۱۔۴۴،مطبعة الحلبی القاهرة)/كذا فی تبيين الحقائق،التأذين للفائتة: ۹۲/۱،بولاق القاهرة،انيس)

(۲) قال المرغينانی:وأول وقت المغرب إذاغربت الشمس وآخروقتها مالم يغيب الشفق.(الهداية،كتاب الصلاة،باب المواقيت: ۴۰/۱،دارإحياء التراث العربی بيروت،انيس)

قال ابن الهمام:ولذا قلنا أن تاخيرالمغرب مطلقاً مكروه. (فتح القدير،باب المواقيت: ۲۲۱/۱،دارالفكر بيروت،انيس)

روزہ افطار کے دس منٹ بعد جماعت کروانا:

سوال: ایک مولانا صاحب اذانِ مغرب (روزہ افطار) کے دس منٹ بعد جماعت کرواتے ہیں، صرف آدمی آرام سے کھانا کھالے، نماز مغرب میں اس قدر تاخیر کرنی چاہیے؟ کیا ان کا یہ عمل درست ہے؟

الجواب

افطار کے بعد دس منٹ کا وقفہ تو ہو ہی جاتا ہے، افطار کے بعد نماز میں اتنی تاخیر کرنی چاہیے کہ روزہ دار نماز میں شریک ہوسکیں۔(۱) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۲۱۸/۳)

☆ ☆ ☆

(۱) وفی الحلية بعد كلام: والظاهر أن السنة فعل المغرب فوراً وبعده مباح إلیٰ اشتباک النجوم فيكره بلاعذر، آه، قلت: أی يكره تحريما. (ردالمحتار: ۳٦٨/١، دارالفكر بيروت، انيس)

وصرح فی القنية بأنها إلى اشتباک النجوم تحريمية. (النهر الفائق، كتاب الصلاة: ١٦٤/١، دارالكتب العلمية بيروت، انيس)

جماعت کے لیے امام، یا مقتدی کا انتظار کرنا

جماعت میں عجلت:

سوال: زید ایک مسجد کا امام ہے اور اس کا بھائی مؤذن ہے، یہ جامع مسجد ہے، نمازی زیادہ جمع ہوتے ہیں، امام ومؤذن نے جو اصول جماعت کا ٹھہرایا ہے، وہ خلاف مصلیان ہے، یہ کہ مؤذن نے اذان کہی، امام صاحب حاضر آئے، بمقدار چار رکعت توقف کیا، اس عرصہ میں دو چار آدمی آگئے، نماز شروع کردی، نہ آئے، تب بھی شروع کردی اور اس مقدار معینہ پر نمازیوں کا جمع ہونا غیر ممکن ہے، اگر دس بارہ منٹ توقف کیا جاوے تو جمیع مصلین جمع ہو جاویں، اس کی تھوڑی دیر بعد لوگ جمع ہو کر ایک بہت بڑی جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں، امام صاحب سے یہ کہا بھی گیا کہ پندرہ منٹ انتظار کیجئے کہ سب نمازی جماعت میں آجایا کریں؛ مگر وہ اپنی حرکت سے باز نہیں آتے، اس صورت میں اس امام کا کیا حکم ہے؟ اور جماعت ثانیہ کا کیا؟

الجواب

مؤذن وامام کو ایسی عجلت نہ کرنی چاہیے، جب کہ وقت نمازوں کا موسّع ہے تو کوئی وجہ ایسی عجلت کی نہیں ہے اور انتظار نمازیوں کا بہت ضروری ہے، نصف گھنٹہ کے توقف میں تقریباً یہ کام ہو سکتے ہیں، (یعنی استنجے وغیرہ سے فراغت) امام کو اس قدر توقف کرنا چاہیے اور نمازیوں کی رعایت کرنی چاہیے، اس خودرائی میں اور اہل محلّہ کا انتظار نہ کرنے میں امام کو بجائے ثواب کے گنہگار ہونے کا اندیشہ ہے۔(۱)

اہل محلّہ اس (امام) کو معزول بھی کر سکتے ہیں، اہل محلّہ اور نمازیوں کو چاہیے کہ اگر امام اس عجلت کو نہ چھوڑے تو اس کو موقوف کردیں اور دوسرا امام مقرر کر لیں، جماعت ثانیہ مکروہ ہے، اس کا ارتکاب ہرگز نہ کریں، امام کا انتظار کریں۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۶۵-۶۶)

---

(۱) (ويجلس بينهما) بقدر ما يحضر الملازمون مراعياً لوقت الندب (إلا في المغرب) فيسكت قائماً قدر ثلاث آيات قصار، ويكره الوصل إجماعاً. (الدر المختار على هامش رد المحتار، باب الأذان: ۱/۳٦٢، ظفير)

(۲) (ويكره) أي تحريما لقول الكافي لا يجوز، والمجمع لا يباح وشرح الجامع الصغير إنه بدعة كما في رسالة السندي (تكرار الجماعة بأذان وإقامة في مسجد محلة لا في مسجد طريق أو مسجد لا إمام له). (رد المحتار، باب الإمامة: ۱/۵۵۲، دار الفكر بيروت، انيس)

جماعت میں تاخیر:

سوال: اس موضع میں ایک گلی کے اندر ایک چھوٹی سی مسجد ہے، جس میں صرف پانچ یا سات نمازی ہیں، اس مسجد میں پنجوقتہ جماعت کے لیے اوقات کی پابندی بالکل نہیں کی جاتی، عموماً انتہائی وقت پر نماز ہوتی ہے، جس میں بعض اوقات وقت کے فوت ہوجانے کا احتمال رہتا ہے، ورنہ کم سے کم جماعت کی فضیلت تو قطعی جاتی رہی، دسمبر اور جنوری کے مہینہ میں صبح کی نماز کا ۷/بجے سے تین چار منٹ پہلے سلام پھیرا جاتا ہے، جس وقت کہ سائل کے خیال میں سورج کا کنارہ شاید افق سے نمودار ہونے لگتا ہو، سرخی اور دن کی روشنی خوب اچھی طرح ظاہر ہوجاتی ہے، چنانچہ رحمت اللہ رعد کانپوری کی جنتری میں ۱۴/جنوری ۱۹۱۸ء کو چھ بج کر چھیالیس منٹ پر آفتاب کا طلوع ہونا لکھا ہے، ظہر کی نماز اکثر دو بجے یا دو بجے سے دو چار منٹ بعد اور دو بجے سے قبل بہت کم ہوتی ہے، ایسی صورت میں سائل جو اول وقت نماز پڑھنی چاہتا ہے، جماعت سے قبل نمازیوں کے جمع ہوچکنے پر اگر علاحدہ اپنی نماز پڑھ لیا کرے تو کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

ریلوے ٹائم کے مطابق جنتری موجودہ و معمولہ مدرسہ ہذا میں ۱۴/جنوری کو ۷/بج کر ۲۱/منٹ پر طلوع آفتاب درج ہے؛ بلکہ ۳/جنوری سے ۱۸/جنوری تک یہی وقت طلوع آفتاب کا ہے اور جنتری مصدقہ ہے اور تجربہ اس کا سالہا سال سے ہے، (۱) اور اول وقت عصر کا ۱۴/جنوری کو ۴/بج کر ۱۳/منٹ پر ہے اور اس سے پہلے پہلے آخر وقت ظہر کا موافق مذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے رہتا ہے، پس جو گھڑی ریلوے ٹائم سے ملی ہوئی ہے، اس میں اگر سات بجے تک جنوری میں صبح کی نماز پڑھی جاوے تو اس وقت تک صبح کی نماز کا وقت اچھا رہتا ہے، اسی طرح دو سوا دو بجے تک ظہر کا وقت بھی اچھا رہتا ہے، ایسی حالت میں ترکِ جماعت ہرگز درست نہیں ہے اور واضح ہو کہ حنفیہ کے نزدیک صبح کی نماز میں خوب اسفار؛ یعنی چاندنا کر کے نماز پڑھنا افضل ہے۔ (ھٰکذا فی الدر المختار) (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶۸/۳-۶۹)

(۱) حضرت مفتی علامؒ نے دیوبند کی جنتری کا حوالہ دیا ہے اور سوال کانپور کا ہے؛ اس لیے کانپور میں ساڑھے چھ بجے سے پہلے جماعت ختم ہوجانی چاہیے۔ ظفیر

(۲) يستحب الإسفار بالفجر لقوله عليه السلام: أسفروا بالفجر فإنه أعظم للأجر. (الهداية شرح بداية المبتدي: كتاب الصلاة، باب المواقيت: ۷۸/۱، ظفير)

عن رافع بن خديج رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: اسفروا بالفجر فإنه أعظم للأجر. (مصنف ابن أبي شيبة، من كان ينور بها ويسفر ولا يرى به بأسا (ح: ۳۲۴۲)/ مسند الإمام أحمد، مسند رافع بن خديج (ح: ۱۷۲۸٦)/ سنن الترمذي، باب ماجاء في الإسفار بالفجر (ح: ۱۵٤)/ الآحاد والمثاني، رافع بن خديج يكنى أبا عبد الله (ح: ۲۰۹۰)/ السنن الكبرىٰ للنسائي، الإسفار بالصبح (ح: ۱۵٤۲)/ شرح معاني الآثار، باب الوقت الذي يصلي فيه الفجر أي وقت هو (ح: ۱۰٦٦)/ (جامع الأصول: ۲۵۲/۵-۲۵۳) انيس)

اذان کے بعد جماعت میں تاخیر کی جائے، یا فوراً پڑھی جائے:

سوال: اذان کے بعد جماعت فوراً کھڑی ہو جائے یا انتظار کیا جائے؟

الجواب

اذان کے بعد جماعت کرنے میں وقت کی وسعت وقلت کا لحاظ کیا جائے اور نمازیوں کی رعایت کی جائے، جیسا موقعہ اور مصلحت ہو ویسا کیا جائے، شریعت میں اس کے لیے کچھ منٹ مقرر نہیں ہیں کہ اذان کے بعد اس قدر منٹ کے بعد جماعت ہونی چاہیے، بعض وقت وسیع ہیں، ان میں اس کے موافق عمل کیا جائے، بعض تنگ ہیں، ان میں اس کے موافق عمل کیا جائے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۳/۳۲۴-۳۲۵)

امام اور مقتدی کا انتظار درست ہے، یا نہیں:

سوال: کیا امام یا مقتدی کا دس پانچ منٹ انتظار کرنا درست ہے جبکہ جماعت کا وقت مقرر ہے؟

الجواب

جب کہ وقت میں گنجائش کافی ہے تو انتظار درست ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۳/۵۹)

مسجد میں پہنچ کر نماز سے پہلے کچھ دیر وقفہ کرنا کیسا ہے:

سوال: نمازیانِ مسجد آنے کے بعد کچھ دیر بیٹھ کر وقفہ کرتے ہیں، بلا انتظار کسی کے اور پھر نماز شروع کرتے ہیں، یہ فعل مستحسن ہے، یا نہیں؟

---

(۱) ویفصل بین الأذان والإقامة مقدار ركعتين أو أربع يقرأ في كل ركعة نحواً من عشر آيات، كذا في الزاهدي والوصل بين الأذان والإقامة مكروه بالإتفاق ... ثم قال: وأما إذا كان في المغرب فالمستحب أن يسكت بسكتة يسكت قائماً مقدار مايتمكن من قراء ة ثلاث آيات قصار. (الفتاویٰ الهندية: ۱/۵۳، ط: مصر، جميل الرحمن) (الباب الثانی فی الأذان، الفصل الثانی فی كلمات الأذان والإقامة وكيفيتهما، انيس)

عن أبي بن كعب قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يا بلال اجعل بين أذانك وإقامتك نفس يفرغ الأكل من طعامه في مهل، ويقضي المتوضئ حاجته في مهل. (مسند الإمام أحمد بن حنبل، حديث المشايخ عن أبي بن كعب (ح: ۲۱۲۸۵) ۳۵/۲۰۷، مؤسسة الرسالة، انيس)

(۲) عن جابر بن سمرة قال: كان بلال رضي الله عنه يؤذن ثم يمهل فإذا رأى النبي صلى الله عليه وسلم قد خرج أقام الصلاة. (سنن أبي داؤد، باب في المؤذن ينتظر الإمام: ۱/۸۶) (كتاب الصلاة (ح: ۵۳۷)/مسند البزار، مسند جابر بن سمرة (ح: ۴۲۷۱)/مستخرج أبي عوانة، بيان إباحة تأخير قيام الإمام في مقامه (ح: ۱۳۴۹) انيس)

وينتظر المؤذن الناس. (الفتاویٰ الهندية مصری، الباب الثانی فی الأذان، الفصل الثانی: ۱/۵۳، ظفير)

الجواب

مسجد میں آ کر انتظار کرنا جماعت کا اور نمازیوں کا موجب ثواب ہے اور ذکر کے واسطے بھی ثواب ہے، (۱) اور کوئی وقفہ مشروع نہیں۔ (۲) فقط

(مجموعہ رام پور، ص: ۸) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ۱۶۷-۱۶۸)

کسی نمازی کا انتظار کرنا کیسا ہے:

سوال: ایک شخص جس کے شب وروز کا اکثر حصہ مسجد میں گذرتا ہے، اگر کبھی کبھی وہ نماز کے وقت مسجد سے باہر اپنے ذاتی کاروبار میں ایسا مشغول ہو جائے کہ اس کو نماز کے مقررہ وقت کا بالکل خیال نہ رہے (اور مسجد میں نماز گھڑی کے حساب سے مقررہ وقت پر ہوتی ہے) اور سب لوگ مسجد میں آ گئے اور نماز کا مقررہ وقت بھی ہو گیا تو کیا اس شخص کو اذان کے سوا دوسری بار پھر آگاہ کرنا چاہیے، یا نہیں؟ اور اس کے انتظار میں جماعت میں تاخیر کرنا درست ہے، یا نہیں؟ اور اس تاخیر سے جماعت میں کسی طرح کی کراہت آئے گی، یا نہیں؟

الجواب

دوبارہ آگاہ کر دینے میں بصورت مذکورہ کچھ حرج نہیں اور اگر اس کی، یا کسی دوسرے کی وجہ سے جماعت میں اس قدر تاخیر ہو جائے کہ وقت مکروہ اور دوسرے نمازیوں کو تکلیف نہ ہو تو اس میں بھی کچھ حرج نہیں۔ (۳) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳/۴۷)

---

(۱) عن عبد الله بن عمر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم شغل عنها ليلة فأخرها حتى رقدنا فى المسجد ثم استيقظنا ثم رقدنا ثم استيقظنا ثم خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم قال: ليس أحد من أهل الأرض ينتظر الصلاة غيركم. (صحيح البخارى، باب النوم قبل العشاء لمن غلب (ح: ٥٧٠) انيس)

عن أبى رافع عن أبى هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا يزال العبد فى صلاة ما كان فى مصلاه ينتظر الصلاة وتقول الملائكة: اللّٰهم اغفرله، اللّٰهم ارحمه، حتى ينصرف أو يحدث، قلت: ما يحدث؟ قال: يفسو أو يضرط. (الصحيح لمسلم، باب فضل صلاة الجماعة وانتظار الصلاة (ح: ٦٤٩) انيس)

(۲) اذان اور جماعت کے دوران وقفہ کی مقدار شریعت میں متعین نہیں ہے، یہ لوگوں کے احوال پر موقوف ہے، اتنی مقدار وقفہ مشروع ہے، جس میں پیشاب و پاخانہ سے فارغ ہو کر وضو کر لے، یا بھوکا کھانا کھا لے، یا پیاسا پانی پی لے۔ انیس

(۳) والتثويب حسن عند المتأخرين، إلخ، وينتظر المؤذن الناس، إلخ. (الفتاوىٰ الهندية: ٥٣/١، جميل الرحمن) (الباب الثانى فى الأذان، الفصل الثانى فى كلمات الأذان والإقامة وكيفيتهما، انيس)

وأما المتأخرون فاستحسنوا التثويب فى جميع الصلوات لأن الناس قد ازدادبهم الغفلة وقلما يقومون عند سماع الأذان فيستحسن التثويب للمبالغة فى الإعلام ومثل هذا يختلف باختلاف أحوال الناس. (المبسوط للسرخسى، قبيل الأذا ن والإقامة على غير وضوء: ١٣١/١، دار المعرفة بيروت، انيس)

جماعت کے وقت کوئی سنت پڑھ رہا ہو تو امام انتظار کرے، یا نہیں:

سوال: ظہر کی نماز دو بجے ہوتی ہے، ابھی دو بجنے میں دو تین منٹ باقی تھے کہ ایک شخص نے ظہر کی سنتوں کی نیت باندھ لی، تیسری رکعت میں دو بج گئے، اس صورت میں کیا امام کو اتنی تاخیر کرنے کی اجازت ہے، یا نہیں کہ وہ شخص چار رکعتیں پوری کر لے؟

الجواب

اجازت اس قدر کی ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند:۳/۴۷)

امام مقرر مقتدی کے نہ آنے کی وجہ سے تنہا نماز پڑھے تو کیا حکم ہے:

سوال: ایک مسجد جو آبادی سے فاصلہ پر ہے اور اسی لیے اس مسجد میں اکثر جماعت نہیں ہوتی تو کیا خالد کو (جو کہ امام مقرر ہے) اس صورت میں نماز وہاں پڑھنے سے ترک جماعت کا گناہ تو نہ ہوگا؟

الجواب

اس صورت میں ترک جماعت کا گناہ خالد پر نہیں ہے؛ بلکہ جب کوئی نہ آوے تو خالد اذان و اقامت کہہ کر تنہا نماز پڑھ لیا کرے، اس میں جماعت کا ثواب اس کو حاصل ہوگا اور مسجد کا بھی حق ادا ہوگا۔(۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند:۳/۵۳)

وقت مقررہ پر امام نہ پہنچے تو کیا کیا جاوے:

سوال: جس جگہ امام مقرر ہے اور نماز کا وقت بھی مقرر ہے، اگر امام کسی وجہ سے وقت پر نہ آوے تو کیا کیا جاوے؟

(۱) عن جابر بن سمرة قال: كان مؤذن رسول الله صلى الله عليه وسلم يمهل فلايقيم حتىٰ إذا رأى رسول الله صلى اللّٰه عليه وسلم قد خرج أقام الصلاة حين يراه.(سنن أبي داؤد،باب في المؤذن ينتظر الإمام: ۸۶/۱)(كتاب الصلاة (ح: ۵۳۷)/مسند البزار،مسند جابر بن سمرة(ح: ۴۲۷۱)/مستخرج أبي عوانة،بيان إباحةتأخير قيام الإمام في مقامه(ح:۱۳۴۹)/(جامع الأصول: ۲۹۳/۵)وقال الحاكم صحيح علىٰ شرط مسلم وأقره عليه الذهبي،انيس)

والتثويب حسن عند المتأخرين،إلخ، وينتظر المؤذن الناس،إلخ.(الفتاوىٰ الهندية: ۵۳/۱،جميل الرحمن) (الباب الثاني في الأذان،الفصل الثاني في كلمات الأذان والإقامةو كيفيتهما،انيس)

(۲) بل في الخانية:لولم يكن لمسجد منزله مؤذن فإنه يذ هب إليه ويؤذن فيه ويصلي ولو كان وحده لأن له حقاً عليه فهويؤديه.(ردالمحتار،باب مايفسد الصلاةومايكره فيها،مطلب في أحكام المسجد: ۶۱۷/۱،ظفير)

وإن كان أهل مسجده لم يصلوا فيه فقد اختلف المشايخ فيه بعضهم قالوا:إن خرج ليصلي في مسجد حيه فلا بأس فيه،لأن لمسجد حيه عليه حقا وإن صلى في ذلك فلا بأس به،والأفضل أن يصلي في ذلك المسجد لما ذكرنا.(المحيط البرهاني،الفصل الحادي والعشرون في التطوع قبل الفرض: ۴۵۵/۱،دارالفكر بيروت،انيس)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

ایسی حالت میں جب تک مناسب ہو اور مقتدیان حاضرین کو وقت ہو، امام کا انتظار کیا جاوے، (١) اور جب کہ حاضرین کا حرج ہو، انتظار نہ کرنا بھی درست ہے اور گنجائش انتظار کی اس وقت تک ہے کہ وقت مکروہ نہ ہو۔ (٢)

فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ٢٩٠/٣)

اذان کے بعد جماعت کے واسطے انتظار، مقتدی کا امام پر حکم کرنا:

سوال (١) اذان کے بعد جماعت کے واسطے کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ کتنی دیر انتظار کرنا چاہیے؟

(٢)　امام پر مقتدی کو حکم کرنا اور ذلیل سمجھنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

(١)　اتنی دیر کہ وقت مکروہ داخل نہ ہو اور جماعت کے پابند لوگ آجائیں، نیز جو شروع میں آچکے ہیں، ان کو گرانی نہ ہو۔ (٣)

---

(١)　عن جابر بن سمرة قال: كان مؤذن رسول الله صلى الله عليه وسلم يمهل فلايقيم حتىٰ إذا رأى رسول الله صلى الله عليه وسلم قد خرج أقام الصلاة حين يراه. (سنن أبي داؤد، باب في المؤذن ينتظر الإمام: ٨٦/١) (كتاب الصلاة (ح: ٥٣٧) / مسند البزار، مسند جابر بن سمرة (ح: ٤٢٧١) / مستخرج أبي عوانة، بيان إباحة تأخير قيام الإمام في مقامه (ح: ١٣٤٩) / (جامع الأصول: ٢٩٣/٥) / المستدرك للحاكم، باب في فضل الصلوات الخمس: ٣١٨/١ (ح: ٧٢٣) وقال: هذا حديث صحيح علىٰ شرط مسلم لم يخرجاه وأقره عليه الذهبي، ط: دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

ينتظر المؤذن الناس ويقيم للضيف المستعجل ولا ينتظر رئيس المحله وكبيرها، كذا في معراج الدراية. (الفتاوىٰ الهندية، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني في كلمات الأذان والإقامة وكيفيتهما: ٥٧/١، انيس)

(٢)　ويجلس بينهما بقدر ما يحضر الملازمون مراعياً لوقت الندب إلا في المغرب، إلخ. (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب الأذان: ٣٨٩/١، ظفير)

(٣)　عن جابر بن عبدالله رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لبلال: يا بلال! إذا أذنت فترسل في أذانك وإذا أقمت فاحدر واجعل بين أذانك وإقامتك قدر ما يفرغ الآكل من أكله والشارب من شربه والمعتصر إذا دخل لقضاء حاجته ولا تقوموا حتى تروني. (سنن الترمذي، باب ما جاء في الترسل في الأذان (ح: ١٩٥) / السنن الكبرىٰ للبيهقي، باب ترسيل الأذان وحذم الإقامة (ح: ٢٠٠٨) / المنتخب من مسند عبد بن حميد، من مسند جابر بن عبدالله (ح: ١٠٠٨) / انيس) / جامع الأصول: ٢٩٢/٥) وهذا حديث حسن، كذا في إعلاء السنن: ١١١/٢) قال الحاكم: هذا حديث ليس في إسناده مطعون فيه غير عمرو بن فائد والباقون شيوخ البصرة وهذه سنة غريبة لا أعرف لها إسنادا غير هذا ولم يخرجاه. (المستدرك على الصحيحين للحاكم، باب في فضل الصلوات الخمس: ٣٢٠/١، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

==

(۲)　امام پر حکومت کرنا اوران کو ذلیل سمجھنا ناجائز ہے، (۱) اگر امام میں کوئی بات خلافِ شرع ہو تو اس کو تنہائی میں نرمی سے سمجھا دیا جائے؛ تاکہ امام اپنی اصلاح کرلے اور امام کے ذمہ بھی ضروری ہے کہ حد شرع میں رہتے ہوئے مقتدیوں کی رعایت کرے اور جو بات اس میں خلافِ شرع ہو، اس سے تائب ہو جائے اور اپنی بات پر بلا وجہ ضد اور اصرار نہ کرے اور کسی کو وہ خود بھی ذلیل نہ سمجھے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۵۸/۶/۲۹ھ۔

جوابات صحیح ہیں: عبد الرحمٰن غفرلہ، ۱۳۵۸/۶/۲۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۹۷/۵-۳۹۸)

عیدین کی نماز کے لیے مصلیان کا کب تک انتظار کیا جائے:

سوال:　نماز عیدین میں تقریباً ایک سو آدمی وضو کر کے تیار تھے اور بہت سے آدمی وضو کر رہے تھے، راستہ وغیرہ میں تھے، لوگوں نے ہنگامہ کیا کہ زوال کا وقت ہو جائے گا، نماز خراب ہوگی، غرضیکہ نماز پڑھ لی گئی اور راستہ والے وضو کرنے والے نماز سے محروم رہے تو جو وضو کر رہا ہو اور راستہ میں ہو، اس کا انتظار کیا جانا چاہیے، یا نہیں؟

==　"ويجلس ما بينهما بقدر ما يحضر الملازمون مراعياً لوقت الندب". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۳۸۹/۱، سعيد)

"ينبغي أن يؤذن في أول الوقت ويقيم في وسطه حتى يفرغ المتوضئ من وضوئه والمصلي من صلاته والمعتصر من قضاء حاجته". (الفتاوى الهندية، كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني في بيان كلمات الأذان والاقامة: ۵۷/۱، رشيدية)

وفي فتاوى الحجة: ولو أخر المؤذن الإقامة ليحضر أهل المسجد جاز ... فالحاصل أن التأخير القليل لإعانة أهل الخير غير مكروه، فلا بأس بأن ينتظر الامام انتظارًا أوسطاً. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، باب الأذان، نوع آخر في أذان المحدث والجنب، وبيان مايكره أذانه ومن لايكره: ۵۲۰/۱، إدارة القرآن والعلوم الاسلامية، كراچی) (رقم المسئلة: ۱۹۸۵، انيس)

(۱)　وقوله تعالى: ﴿إني جاعلك للناس إماماً﴾ (سورة البقرة: ۱۲۴)

"فإن الإمام من يؤتم به في أمور الدين من طريق النبوة وكذلك سائر الأنبياء أئمة عليهم السلام لما أنزل الله تعالى الناس من اتباعهم والائتمام بهم في أمور دينهم؛ فالخلفاء أئمة لأنهم رتبوا في المحل الذي يلزم الناس اتباعهم و قبول قولهم و أحكامهم والقضاة والفقهاء أئمة أيضاً، ولهذا المعنى الذي يصلي بالناس يسمى إماماً؛ لأن من دخل في صلاته لزمه الاتباع له والائتمام به آه"... وإذا ثبت إسم الإمامة يتناول ما ذكرناه، فالأنبياء عليهم السلام في أعلى رتبة الإمامة، ثم الخلفاء الراشدون بعد ذلك، ثم العلماء والقضاة العدول، ومن ألزم الله تعالى الاقتداء بهم، ثم الإمامة في الصلاة ونحوها". (أحكام القرآن للجصاص: ۶۸/۱-۶۹، دار الكتب العلمية، بيروت) (باب في نسخ القرآن بالسنة وذكر وجوه النسخ، آيت إني جاعلك للناس إماماً، انيس)

الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

دوپہر سے پہلے عیدین کی نماز ہوجانی چاہیے، اتنا انتظار جائز ہے کہ نماز کا وقت ضائع نہ ہو، مقتدیوں کو لازم ہے کہ نماز کے مقررہ وقت سے پہلے حاضر ہوں۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۱/۸/۱۳۵۲ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/۲۵۵)

کسی فرد کے لیے جماعت میں تاخیر جائز نہیں:

سوال: اکثر جہال متولیان امام عالم پر حکومت کرتے ہیں، مثلا: نماز کے اوقات مقررہ کے وقت پر جب امام نماز شروع کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو متولی کہتا ہے کہ امام صاحب ذرا ٹھہریئے، فلاں نہیں آیا، کیا یہ انتظار جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

(۱) (ووقتها من الارتفاع) ... (إلى الزوال) ... (فلوزالت الشمس وهوفى أثنائها فسدت). (الدرالمختار علیٰ هامش ردالمحتار، باب العيدين: ۳/۵۲-۵۳)

وفى النوازل: إمام صلى بالناس صلاة العيد ثم علم أنه على غير وضوء إن علم قبل الزوال يعيد فى العيدين لأن الوقت باقى وإن علم بعد الزوال يخرج فى العيدين من الغد لأنه تأخير بعذر، وإن علم فى الغد بعد الزوال ففى الأضحى يخرج فى اليوم الثالث لأن الوقت باقى وفى عيد الفطر لا، لأن الوقت لم يبق فإن علم فى اليوم الأول بعد الزوال وكان عيد الأضحى وقد كان ذبح الناس يجزىء من ذبح. (المحيط البرهانى، الفصل السادس والعشرون فى صلاة العيدين: ۲/۱۱۳، دارالفكر بيروت، انيس)

ويستحب فى يوم الفطر أن يطعم الإنسان قبل الخروج إلى المصلى ويغتسل ويتطيب ويتوجه إلى المصلى ولا يكبر فى طريق المصلى عند أبى حنيفة وعندهما يكبر ولا يتنفل فى المصلى قبل صلاة العيد فإذا حلت الصلاة من ارتفاع الشمس دخل وقتها إلى الزوال فإذا زالت الشمس خرج وقتها، الخ. (مختصر القدروى، باب صلاة العيدين: ۴۱، دارالكتب العلمية بيروت، انيس)

(ووقت الصلاة من ارتفاع الشمس إلى زوالها) لأن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم كان يصلى العيد والشمس على قدر رمح أو رمحين ولما شهدوا عنده بالهلال بعد الزوال صلى العيد من الغد ولو بقى وقتها لما أخرها. (الإختيار لتعليل المختار، فصل ما يستحب فى يوم الفطر وفى يوم الأضحى: ۱/۸۶، مطبعة الحلبى، انيس)

عن على أنه رآهم يصلون الضحى عند طلوع الشمس فقال: هلا تركوها حتى إذا كانت الشمس قدر رمح أو رمحين صلوها فتلك صلاة الأوابين. (مصنف ابن أبى شيبة، أى ساعة تصلى الضحى (ح: ۷۸۰۲) انيس)

عن قتادة عن أنس عن عمومة له شهدوا عند النبى صلى اللّٰه عليه وسلم على رؤية الهلال فأمر الناس أن يفطروا وأن يخرجوا إلى عيدهم من الغد. (مسند الإمام أحمد، مسند أنس بن مالك (ح: ۱۳۹۷۴) انيس)

عن أبى عمير بن أنس عن عمومة له أن قوما رأوا الهلال فأتوا النبى صلى اللّٰه عليه وسلم فأمرهم أن يفطروا بعد ما ارتفع النهار وأن يخرجوا إلى العيد من الغد. (السنن الكبرىٰ للنسائى، فوت وقت العيد (ح: ۱۷۶۸)/سنن النسائى، باب الخروج إلى العيدين من الغد (ح: ۱۵۵۷) انيس)

الجواب ـــــــــــــ باسم ملهم الصواب

نمازیوں کے اجتماع کے بعد کسی فرد کے انتظار میں جماعت میں تاخیر کرنا جائز نہیں،(۱) البتہ کوئی شخص شریر ہو اور اس سے خطرہ ہو تو اس کے شر سے بچنے کے لیے تاخیر کی جا سکتی ہے۔

قال ابن عابدين: فلو انتظر قبل الصلاة ففي أذان البزازية: لو انتظر الإقامة ليدرك الناس الجماعة لا يجوز لواحد بعد الاجتماع إلا إذا كان داعرًا شريرًا، آه.(۲) فقط واللّٰه تعالیٰ أعلم

۲۹/صفر ۱۳۸۸ھ (احسن الفتاویٰ:۳/۳۰۵-۳۰۶)

---

(۱) عن عمرو بن ميمون الأودى قال: قدم علينا معاذ بن جبل اليمن رسول رسول الله صلى الله عليه وسلم إلينا، قال: فسمعت تكبيره مع الفجر رجل أجش الصوت قال: فألقيت عليه محبتى فما فارقته حتى دفنته بالشام ميتا ثم نظرت إلى أفقه الناس بعده فأتيت ابن مسعود فلزمته حت مات، فقال: قال لى رسول الله صلى الله عليه وسلم: كيف بكم إذا أتت عليكم أمراء يصلون الصلاة لغير ميقاتها ؟ قلت: فما تأمرنى إن أدركنى ذلك يارسول الله ! قال: صل الصلاة لميقاتها واجعل صلاتك معهم سبحة .(سنن أبى داؤد، باب إذا الإمام الصلاة عن الوقت (ح: ٤٣٧) ص: ٧١، بيت الأفكار)/ صحيح ابن حبان، ذكر الأمر للمرء أن يصلى الصلاة لميقاتها إذا أخرها إمامه عن وقتها ثم يصلى معه سبحة له (ح: ١٤٨١)/ السنن الكبرىٰ للبيهقى، باب الإمام يؤخر الصلاة والقوم يخافون سطوته (ح: ٥٣١٦)/إسناده صحيح علىٰ شرط مسلم.(جمع الفوائد، ص: ٢٦٥، كتاب الصلا ة، أحكام الجماعة والإمام والمأموم (ح: ١٧٣٢) ٢٨٥/١، مكتبة ابن كثير، انيس)

عن الأسود وعلقمة قالا: أتينا عبدالله بن مسعود فى داره فقال: أ صلى هؤلاء خلفكم؟ فقلنا: لا، قال: فقوموا فصلوا فلم يأمرنا بأذان ولا إقامة قال: وذهبنا لنقوم خلفه فأخذ بأيدينا فجعل أحدنا عن يمينه والآخر عن شماله قال: فلما ركع وضعنا أيدينا على ركبنا، قال: فضرب أيدينا وطبق بين كفيه ثم أدخلهما بين فخذيه قال: فلما صلى قال: إنه ستكون عليكم أمراء يؤخرون الصلاة عن ميقاتها ويخنقونها إلى شرق الموتىٰ فإذا رأيتموهم قد فعلوا ذلك فصلوا الصلا ة لميقاتها واجعلوا صلاتكم معهم سبحة وإذا كنتم ثلاثة فصلوا جميعا وإذا كنتم أكثر من ذلك فليؤمكم أحدكم وإذا ركع أحدكم فليفرش ذراعيه على فخذيه وليجنأ وليطبق بين كفيه فكأنى أنظر إلى اختلاف أصابع رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فأراهم.(الصحيح لمسلم، باب الندب إلى وضع الأيدى على الركب فى الركوع ونسخ التطبيق(ح: ٥٣٤)انيس)

عن أبى ذر قال: لقيت رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو يتوضأ يحرك رأسه كهيئة التعجب، قلت: يا رسول الله ! ماذا يعجب منه؟ قال: ناس من أمتى يميتون الصلاة، قلت: وما إماتتهم إياها؟ قال: يؤخرونها عن وقتها قلت: فما تأمرنى إن أدركت ذلك؟ قال: صل الصلاة لميقاتها واجعل صلاتك معهم سبحة.(مسند الشاميين، ابن ثوبان عن أبيه (ح: ٢١٣)/مسند البزار، أبوالعالية البراء عن عبدالله بن الصامت عن أبى ذر (ح: ٣٩٥٢)/مسند السراج، باب ماجاء فى التأخير للصلاة عن وقتها (ح: ١١٨٠) انيس)

(۲) ردالمحتار: ٤٦٢/١ (كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب فى إطالة الركوع للجائى، انيس)

نماز میں رئیس محلّہ کا انتظار کرنا:

سوال: ہمارے محلّہ میں ایک رئیس رہتا ہے، جب تک وہ مسجد میں نہ آئے، اس وقت تک امام صاحب نماز نہیں پڑھاتے؛ بلکہ اس کا انتظار کرتے رہتے ہیں، عموما اس کے آنے کا مکمل یقین بھی نہیں ہوتا تو کیا شریعت میں نماز باجماعت کے لیے کسی کا انتظار کرنا جائز ہے، یا نہیں ؟

الجواب

اگر کوئی شخص ضعیف وکمزور ہو اور مسجد میں ہمیشہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھتا ہو تو اس کے لیے انتظار کیا جا سکتا ہے؛ لیکن کسی رئیس محلّہ کے لئے انتظار کی گنجائش نہیں، (۳) البتہ اگر اس سے شر کا خطرہ ہو تو وقت کا لحاظ رکھتے ہوئے انتظار کیا جا سکتا ہے۔

قال الحصكفي: رئيس المحلة لاينتظر مالم يكن شريرًا و الوقت متسع. (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب الأذان: ۱/ ۴۰۰) (۱) (فتاویٰ حقانیہ: ۳/ ۱۳۰)

جماعت میں شریر کی رعایت:

سوال: امام مسجد کسی کی رعایت کرسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

فقہا نے لکھا ہے کہ بعض مواقع میں کسی شریر شخص کی بھی امام رعایت کرسکتا ہے، جب کہ اس سے کسی فساد کا اندیشہ ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳/ ۶۸)

☆ ☆ ☆

---

(۳) تقدم حديث عبدالله بن مسعود. انيس

(۱) ينتظر المؤذن الناس ويقيم للضعيف المستعجل و لاينتظر رئيس المحلة و كبيرها، كذا فى معراج الدراية. (الفتاوىٰ الهندية، باب الأذان: ۱/ ۵۷) (الباب الثانى فى الأذان، الفصل الثانى فى الأذان و الإقامة و كيفيتهما، انيس)

(۲) رئيس المحلة لاينتظر مالم يكن شريراً و الوقت متسع. (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب الأذان: ۱/ ۴۰۰، دار الفكر بيروت، ظفير)

مسجد کے تہ خانہ، یا بالائی منزل پر جماعت

مسجد کی چھت پر بلا ضرورت جماعت کرنا مکروہ ہے:

سوال: بوجہ گرمی امام دالان مسجد اور صحن مسجد کو چھوڑ کر مسجد کی چھت پر جا کر جماعت کرے تو اس کا یہ طرز عمل ازروئے شرع شریف صحیح ہوگا، یا خلاف؟ اور نماز ایسی صورت میں ہو جاوے گی، یا دوبارہ پڑھنی پڑے گی؟ اس کا جواب باصواب بالتشریح مع حوالہ جات تحریر فرمائیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

نماز صحیح تو ہو جاوے گی، دوبارہ پڑھنے کی کوئی وجہ نہیں؛ مگر بلا ضرورت مسجد کی چھت پر جانا اور نماز پڑھنا مکروہ ہے، اس واسطے اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔

كما قال العلامة الشامي: (تحت قول التنوير: والوطء فوقه): ... ثم رأيت القهستاني نقل عن المفيد: كراهة الصعود على سطح المسجد، آه، ويلزمه كراهة الصلاة أيضًا فوقه، فليتأمل. (۱)

اور گرمی کی شدت بھی ضرورت اور عذر میں داخل ہے، یا نہیں؟ اس کی تصریح نہیں ملی؛ مگر بظاہر عذر نہیں معلوم ہوتا؛ (۲) اس لیے احقر کے نزدیک چھت پر جماعت کرنا مکروہ ہے۔ **وهو الأحوط والله أعلم وعلمه أتم وأحكم**

کتبہ الاحقر عبد الکریم عفی عنہ، ۲۱/ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ۔ (امداد الاحکام: ۱۵۷/۲)

مسجد کے حجرے کی چھت پر جماعت:

سوال: رمضان شریف میں اگر گرمی کے باعث حجرہ مسجد کی چھت پر عشا کی جماعت کرائی جائے تو جائز ہے، یا نہیں؟

---

(۱) ردالمحتار، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب فى أحكام المسجد: ۴۲۸/۲، دارالكتب العلمية، انيس والكلام مشعر بأنه لا يكره الصعوط على سطح المسجد لكن فى المفيد أنه مكروه إلا إذا ضاق. (جامع الرموز للقهستاني، كتاب الصلاة، فصل: يفسدها أى يبطل الصلاة: ۸۹/۱، منشى نولكشور لكناؤ، انيس)

(۲) فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ''الصعود علىٰ سطح كل مسجد مكروه ولهٰذا إذا اشتد الحر يكره أن يصلوا بالجماعة فوقه إلا إذا ضاق المسجد فحينئذ لا يكره الصعوط على سطحه للضرورة، كذا فى الغرائب''. (الفتاویٰ الهندية، الباب الخامس فى آداب المسجد والقبلة: ۳۲۲/۵، دارالفكر بيروت، انيس)

الجواب

نماز ہو جاتی ہے؛ مگر ثواب مسجد کا نہ ملے گا۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند:۳/۵۷)

مسجد کے نیچے اور اوپر والے حصہ میں نماز کا حکم:

سوال (۱) مسجد میں نیچے نماز پڑھنا بہتر ہے، یا اوپر؟ چند نمازی کہتے ہیں کہ جب اوپر بھی باقاعدہ مسجد ومحراب بنی ہوئی ہے تو اوپر بھی نماز پڑھنے کا ثواب اتنا ہی ہے، جتنا نیچے کا؟

بڑی جماعت میں دروں کے بیچ میں نماز پڑھنا:

(۲) بڑی جماعت میں تیسری، یا چوتھی صف میں لوگ جگہ کم ہونے کی وجہ سے دروں کے بیچ میں نماز کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں، کیا ان لوگوں کی نماز ہو جاتی ہے؟

الجواب

(۱) اگر اوپر بھی مسجد بنی ہوئی ہے تو نیچے، یا اوپر نماز پڑھنا جائز ہے اور اگر اوپر مسجد نہ بنی ہو؛ یعنی محراب نہ ہو تو فرض کی جماعت نیچے پڑھیں، سنتیں اور نوافل اوپر پڑھ سکتے ہیں۔(۲)

(۲) دروں کے درمیان کھڑے ہونے والوں کی نماز ہو جاتی ہے۔(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ (کفایت المفتی:۳/۱۴۶)

اگر مسجد میں امام کے نیچے کی منزل خالی ہو:

سوال: مسجد کے نیچے دو ایک منزل مکان ہے اور امام کے کھڑے ہونے کی جگہ ٹھوس نہیں ہے؛ بلکہ خالی ہے، اس میں کچھ حرج ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر امام کی جگہ نیچے سے خالی ہو تو کچھ حرج نہیں ہے، ٹھوس ہونا اس جگہ کا ضروری نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند:۳/۱۶۶)

---

(۱) عن عبد اللّٰہ بن مسعود قال: إن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم علمنا سنن الهدیٰ وإن من سنن الهدیٰ الصلاة فی المسجد الذی یؤذن فیه. (مشکوٰة، کتاب الصلاة، باب الجماعة وفضلها، رقم الحدیث: ۱۰۷، ص: ۹۶، ظفیر)

(۲) الصعود علیٰ سطح کل مسجد مکروہ ولهٰذا إذا أشتد الحر یکرہ أن یصلوا بالجماعة فوقه إلا إذا ضاق المسجد فحینئذٍ لایکرہ الصعود علیٰ سطحه للضرورة. (الفتاویٰ الهندیة، الباب الخامس فی آداب المسجد: ۳۲۲/۵، سعید)

(۳) والاصطفاف بین الأسطوانتین غیر مکروہ ؛ لأنه صف فی حق کل فریق. (مبسوط السرخسی، باب الجمعة: ۳۵/۲، دارالمعرفة بیروت)

تکبیر تحریمہ میں شرکت کے درجات

تکبیر اولیٰ کا وقت کہاں سے کہاں تک ہے:

سوال: تکبیر اولیٰ کا ثواب کب تک رہتا ہے؟

الجواب

پہلی رکعت کے رکوع تک شامل ہو جانے سے تکبیر اولیٰ کا ثواب حاصل ہو جاوے گا۔(۱)

کما فی الشامی:وقیل: بإدراک الرکعة الأولٰی وهٰذاأوسع وهو الصحیح. (ردالمحتار: ۳۵۳/۱)(۲)فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۵۰/۳)

---

(۱) تکبیر اولیٰ سے نماز پڑھنے کا ثواب متعدد احادیث سے ثابت ہے، چند روایتیں درج ذیل ہے:

عن أنس بن مالک قال:قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: من صلی للّٰه أربعین یوماً فی جماعة یدرک التکبیرة الأولٰی کتب له براء تان: براء ة من النا و براء ة من النفاق.(سنن الترمذی،باب فی فضل التکبیرة الأولٰی (ح: ۲٤۱) / مسند البزار،مسند أبی حمزة أنس بن مالک (ح: ۷۵۷۰)انیس)

عن عمربن الخطاب عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم أنه کان یقول:من صلٰی فی مسجد جماعة أربعین لیلة لاتفوته الرکعة الأولٰی من صلاة العشاء کتب اللّٰه له بها عتقاً من النار.(سنن ابن ماجة،باب صلاة العشاء والفجر بجماعة (ح:۷۹۸)انیس)

قلت: وهکذا أورده صاحب القوت وقال وفي حدیث أبي کامل عن رسول اللّٰه – صلی اللّٰه علیه وسلم – وأخرجه البیهقي کذلک ولفظه من صلّی للّٰه أربعین یوماً في جماعة یدرک التکبیرة الأولی والباقي سواء وصحح الترمذي وقفه علی أنس وأخرج الإمام أحمد من حدیثه وفیه زیادة ولفظه:من صلی في مسجد أربعین صلاة کتبت له براء ة من النار وبراء ة من العذاب وبرء اة من النفاق وعند البیهقي من حدیثه أیضاً من صلی الغداة والعشاء الأخیرة في جماعة لا تفوته رکعة کتبت له براء تان براء ة من النار وبراء ة من النفاق وأخرج عبد الرزاق من حدیثه بلفظ من لم تفته الرکعة الأولی من الصلاة أربعین یوماً کتبت له براء تان براء ة من النار وبراء ة من النفاق وقد روی مثل ذلک عن عمر وأوس رضي اللّٰه عنهم أما حدیث عمر فرواه ابن ماجة والحکیم الترمذي ولفظه من صلی في مسجد جماعة أربعین لیلة لا تفوته الرکعة الأولی من صلاة العشاء کتب اللّٰه بها عتقاً من النار وعند البیهقي وابن النجار وابن عساکر من حدیثه بلفظ من صلی في مسجد جماعة أربعین لیلة لا تفوته الرکعة الأولی من صلاة الظهر کتب له بها عتق من النار وأما حدیث أوس بن أوس الثقفي فأخرجه الخطیب وابن عساکر وابن النجار ولفظه من صلی أربعین یوماً صلاة الفجر وعشاء الآخرة في جماعة أعطاه اللّٰه براء تین براء ة من النار وبراء ة من النفاق ==

کسی کی تکبیر اولیٰ فوت ہوجائے، یا نماز قضا ہوجائے تو اس کی تلافی:

سوال: ایک شخص جماعت کا؛ بلکہ تکبیر اولیٰ کا پابند ہے، اب اتفاقاً اس کو کسی وقت تکبیر اولیٰ نہیں ملی اور وقت میں بھی اس قدر گنجائش نہیں ہے کہ دوسری مسجد میں جاکر شریک تکبیر اولیٰ ہو، اب مجبوراً اس کو مسبوق ہونا پڑا، اب وہ یہ چاہتا ہے کہ میں کوئی کام ایسا کروں؛ تاکہ مجھ کو دنیا و مافیہا کے برابر ثواب ہوجاوے، جس سے میں سمجھ لوں کہ گویا میری تکبیر اولیٰ گئی ہی نہیں تو وہ کون سا ایسا کام کرے کہ جس سے تکبیر اولیٰ کے جانے کی تلافی ہوجاوے؟ اور اگر نماز قضا ہوجاوے تو سوائے نماز کے اور کون سا کام ایسا کرے، جس سے اس کے ثواب کی تلافی ہوجاوے، گویا نماز قضا ہوئی ہی نہیں؟ فقط

الجواب

نیت سے ثواب تکبیر اولیٰ کامل گیا ہے اور قضا نماز کرنے سے تلافی فوت صلوٰۃ کی ہوجاتی ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(تالیفات رشیدیہ، ص ۲۹۸)

مقتدی کے لیے تکبیر اولی میں شرکت کے درجات:

سوال: میں نے سنا ہے کہ تکبیر اولی کے تین درجات ہیں: اول یہ کہ جب امام صاحب اللہ اکبر کہے تو ہم بھی اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لیں۔ دوسرا یہ کہ جب امام صاحب قرأت شروع کریں، اس سے پہلے ہم ہاتھ باندھ لیں اور تیسرا یہ کہ امام صاحب کے رکوع میں جانے سے پہلے ہم ہاتھ باندھ لیں، کیا یہ درست ہے؟ اگر درست ہے تو ہمیں تکبیر اولی کا ثواب ملے گا، یا نہیں؟

الجواب

صحیح تو یہ ہے کہ تکبیر اولی کی فضیلت اس شخص کے لیے ہے، جو امام کے تحریمہ کے وقت موجود ہو، بعض نے اس میں

== وأخرج عبد الرزاق في مصنفه عن أبي العالية مرسلاً من شهد الصلوات الخمس أربعين ليلة في جماعة يدرک التكبيرة الأولى وجبت له الجنة. (تخريج أحاديث إحياء علوم الدين،: ۱/۴ ۳۳، دار العاصمة للنشر، انيس)

(۲) ردالمحتار، باب صفة الصلاة، مطلب فی وقت إدراک فضيلة الافتتاح: ۱/۱ ۴۹، ظفير

حاشية صفحه هذا:

(۱) (قوله والقضاء إسم لتسليم مثل الواجب به) أى بالأمر ولم يذكر الشيخ مثل الواجب من عنده كما ذكره شمس الأئمة فقال: القضاء إسقاط الواجب بمثل من عند المأمور هو حقه وكذا ذكره القاضى الإمام أيضا ولابد منه إذ لم يكن من عندالمأمور لا يكون قضاء. (كشف الأسرار، باب بيان صفة حكم الأمر: ۱/۴ ۱۳، دار الكتاب الإسلامى بيروت، انيس)

لأن القضاء يحكى الأداء. (فتح القدير، فصل فى القراءة: ۱/۸ ۳۲، دار الفكر بيروت، انيس)

زیادہ وسعت پیدا کرتے ہوئے کہا ہے کہ جو شخص قرأت شروع ہونے سے پہلے شریک ہوجائے، اس کو بھی فضیلت حاصل ہوجائے گی اور بعض نے مزید وسعت دیتے ہوئے کہا کہ جو قرأت ختم ہونے سے پہلے شریک ہوجائے، اس کو بھی یہ فضیلت ہے۔(۱) (آپ کے مسائل اوران کا حل:۳/۳۵۶)

تکبیر اول میں شرکت کی حد:

سوال: جماعت میں تکبیر تحریمہ میں شرکت کی جو فضیلت ہے، وہ کس وقت تک ہے، اگر کوئی رکعت اولیٰ کے رکوع میں مل گیا تو اس کو یہ فضیلت حاصل ہوگی، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجوب ــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

اس میں مختلف اقوال ہیں ادراک فاتحہ کا قول راجح ہے۔

قال في الشامية: وفي التاتارخانية عن المنتقٰى...وقيل بإدراك الركعة الأولٰى،وهٰذا أوسع وهو الصحيح ،آه...وقيل بإدراك الفاتحة وهو المختار،خلاصة. (ردالمحتار: ۱/۴۹۱)(۲)

قلت:لفظ المختار آكد من لفظ الصحيح؛لأن التصحيح لايستلزم الاختيار.فقط والله تعالٰى أعلم

۲۹/شعبان ۱۴۰۰ھ (احسن الفتاویٰ:۳/۳۲۰)

تکبیر اولی کا وقت کیا ہے:

سوال: تکبیر اولی کا وقت کیا ہے؟ اور کب تک مقتدی امام کی اقتدا کرے تو تکبیر اولی کا ثواب مل جائے گا؟

---

(۱) وتظهر فائدة الخلاف في وقت إدراك فضيلة تكبيرة الافتتاح،فعنده بالمقارنة،وعندهما إذا كبر في وقت الثناء وقيل: بالشروع قبل قراءة ثلاث آيات لوكان المقتدى حاضرًا،وقيل: سبع لوغائبًا،وقيل: بادراك الركعة الأولٰى، وهٰذا أوسع وهوالصحيح وقيل:بإدراك الفاتحة وهو المختار،خلاصة، واقتصر على ذكر التحريمة والسلام فأفاد أن المقارنة في الأفعال أفضل بالإجماع وقيل على الخلاف كما في الحلية وغيرها عن الحقائق.(رد المحتار: ۱/۵۲۶) (كتاب الصلاة،باب صفة الصلاة،مطلب في وقت إدراك فضيلة الافتتاح ،انيس)

عن أنس بن مالك قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من صلى لله أربعين يوماً في جماعة يدرك التكبيرة الأولٰى كتب له براء تان: براءة من النار و براءة من النفاق.(سنن الترمذي،باب في فضل التكبيرة الأولٰى (ح: ۲۴۱) / مسند البزار،مسند أبي حمزة أنس بن مالك (ح: ۷۵۷۰)انيس)

عن عمربن الخطاب عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه كان يقول:من صلٰى في مسجد جماعة أربعين ليلة لاتفوته الركعة الأولٰى من صلاة العشاء كتب الله له بها عتقاً من النار.(سنن ابن ماجة،باب صلاة العشاء والفجر بجماعة (ح:۷۹۸)انيس)

(۲) كتاب الصلاة،باب صفة الصلاة،مطلب في وقت إدراك فضيلة الافتتاح،انيس

الجواب

تکبیر اولیٰ کی کئی صورتیں ہیں:

(۱) امام کے ساتھ متصل نیت باندھ کر اقتدا کرے تو سب کے نزدیک تکبیر اولی کا ثواب مل جائے گا۔

(۲) البتہ ثنا کے بعد، یا سورہ فاتحہ کے بعد رکوع سے قبل اقتدا کرے تو یہ صورتیں اختلافی ہیں۔ اوسع صحیح یہی ہے کہ پہلی رکعت کے پالینے سے تکبیر اولی کا ثواب مل جاتا ہے۔

قال ابن عابدين رحمه الله: وتظهر فائدة الخلاف في وقت إدراک فضيلة تكبيرة الافتتاح، فعنده بالمقارنة، وعندهما إذا كبر في وقت الثناء... وقيل بإدراک الركعة الأولٰى، وهٰذا أوسع وهو الصحيح. وقيل بإدراک الفاتحة وهو المختار. (ردالمحتار، باب صفة الصلاة، مطلب في وقت **إدراک فضيلة الافتتاح**: ۱/۵۲٦)(۱)(فتاویٰ حقانیہ:۳/۱۲۸)

☆ ☆ ☆

(۱) فضيلة تكبيرة الافتتاح فتكلموا في وقت إدراكها والصحيح أن من أدرک الركعة الأولٰى فقد أدرک فضيلة تكبيرة الافتتاح، كذا في الحصر في باب أبي يوسف رحمه اللّٰه. (الفتاویٰ الهندية، الباب في صفة الصلاة: ۱/٦۹) (الفصل الأول في فرائض الصلاة، انیس)

الغرض ہر شخص کو چاہئے کہ جماعت کے لیے جو وقت مقرر ہو، اس کے چند لمحہ پہلے آئے اور شروع سے جماعت میں شریک رہے؛ تاکہ اختلاف وشک وشبہ کی کوئی گنجائش ہی باقی نہ رہے۔ انیس

جماعت کے فضائل ومسائل

جماعت کے سنت مؤکدہ قریب من الواجب ہونے کا مطلب:

سوال: یہ جو فقہا نے لکھا ہے کہ جماعت پنجگانہ سنتِ مؤکدہ قریب بواجب ہے، یہ خاص مسجدِ محلّہ میں محلّہ والوں پر ہے، یا عام ہے؟ مثلاً :اہلِ محلّہ نے گھر میں جماعت سے نماز پڑھ لی تو آیا ان پر سے حضور مسجدِ محلّہ کی جماعت کا سقوط ہوجائے گا، یانہیں؟ ایسا ہی کوئی باہر جانے والا ہے، اپنی مسجد محلّہ میں قبل جماعت فقط تین چار آدمیوں سے جماعت کر کے باہر چلا جاوے تو بھی جماعت ساقط ہوجائے گی، یا نہ؟

(۲) سوائے مسجد محلّہ کے کوئی سفر میں ہو، یا اگر شرعی مسافر نہ ہو؛ لیکن اپنے وطن کے سوا اور کہیں ہو تو بھی اس پر حضور مسجد کی جماعت کا لازم ہے، یانہیں؟ دوسرے یہ ہے کہ جو وعید تارکِ جماعت پر وارد ہوا ہے، وہ مطلقاً جماعت کے تارک پر ہے، یا مسجد محلّہ کی جماعت کے تارک پر؟ اکثر کتب میں اس کی تفصیل وتفریق نہیں لکھی ہے؛ اس لیے بعض اس کے قائل ہونے لگے ہیں کہ جماعت مؤکدہ عام ہے، اس کی تحقیق وتفصیل سے آگاہی بخشئے گا؟

الجواب

حنفیہ کے نزدیک صلوات مکتوبہ کی جماعت مسجد محلّہ میں سنت مؤکدہ؛ بلکہ واجب ہے، (۱) گھر میں جماعت کرنے سے جماعت کا ثواب مل جاوے گا؛ لیکن ترک سنت مؤکدہ اور ترک واجب کا گناہ ہوگا۔

قال فی التنویر: (والجماعة سنة مؤكدة للرجال)...(وأقلهاإثنان)...(وقيل واجبة وعليه العامة)،آه.

قال فی البحر: وهو (أی الوجوب) الراجح عند أهل المذاهب،آه. (۵۷۶/۱)(۲)

اس سے تو جماعت کا وجوب معلوم ہوا۔

---

(۱) عن ابن مسعود قال: لقد رأيتنا وما يتخلف من الصلاة إلامنافق قد علم نفاقه أو مريض إن كان المريض ليمشي بين رجلين حتى يأتي الصلاة وقال: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم علمنا سنن الهدىٰ، وإن من سنن الهدىٰ الصلاة في المسجد الذي يؤذن فيه. (الصحيح لمسلم، باب صلاة الجماعة من سنن الهدىٰ (ح: ۶۵۴)/مسند أبی يعلى الموصلی، مسند عبدالله بن مسعود (ح: ۵۰۲۳)/جامع الأصول: ۵۶۹/۵، انیس)

(۲) تنوير الأبصار والدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۷۶/۱، دارالكتب العلمية بيروت، انیس

رہی اس کی دلیل کہ مسجد میں جماعت کرنا واجب ہے۔سوحنفیہ سب اس پر متفق ہیں کہ اجابت اذان واجب ہے، ہاں!اس میں اختلاف ہے کہ اجابت باللسان واجب ہے، یا بالقدم؟

شرنبلالی نے نورالایضاح ومراقی الفلاح میں دونوں کوواجب کہا ہے۔(ص:۱۱۱)

اورقاضی خان وحلوانی وغیرہ نے صرف اجابت بالقدم کوواجب کہا ہےاوراجابت باللسان کومستحب کہا ہے۔

قال فی البحر:وفی فتاویٰ قاضی خان:إجابة المؤذن فضیلة وإن ترکھا لایأثم وأما قوله علیه والصلاة والسلام من لم یجب الأذان فلاصلا ة له، فمعناه الإجابة بالقدم لاباللسان فقط، آه، وقال الحلوانی: الإجابة بالقدم لاباللسان حتیٰ لوأجاب باللسان ولم یمش إلی المسجد لایکون مجیبًا ولوکان فی المسجد حین سمع الأذان لیس علیه الإجابة،آه. (۲۵۹/۱)(۱)

اورظاہر ہے کہ اجابت بالقدم سے مرادیہی ہے کہ مسجد جاکر جماعت سے نماز پڑھے۔

وفی ردالمحتار فیماإذا فاتته الجماعة فی مسجد حیه:وذکرالقدوری:یجمع بأهله ویصلی بهم،یعنی: وینال ثواب الجماعة،کذا فی الفتح،واعترض الشرنبلالی بأن هٰذا ینافی وجوب الجماعة وأجاب ح بأن الوجوب عند عدم الحرج وفی تتبعها فی الأماکن القاصیة حرج لایخفٰی مع مافی مجاوزة مسجد حیه من مخالفة قوله صلی اللّٰه علیه وسلم:"لاصلاة لجار المسجد إلا فی المسجد،آه. (۵۸۰/۱)(۲)

اس سے صاف معلوم ہوا کہ گھر میں جماعت کرنا اس وقت جائز ہے، جب کہ مسجد محلّہ میں جماعت نہ مل سکی ہواور اگرمسجدمحلّہ میں جماعت ابھی نہیں ہوئی تو گھر میں جماعت کرنا جائز نہیں۔

---

(۱) وحکمه: لزوم إجابته بالفعل والقول ورکنه: الألفاظ المخصوصة وشرط کماله: کون المؤذن صالحا عالما بالوقت،الخ.(مراقی الفلاح شرح نورالإیضاح،باب الأذان:۷۸،المکتبة العصریة،انیس)

(۱) البحر الرائق،إجابة المؤذن: ۲۷۳/۱،دارالکتاب الإسلامی بیروت/ردالمحتار،کتاب الصلاة،باب الأذان:۳۹۶/۱،دارالفکر بیروت،انیس

(۲) کتاب الصلاة،باب الإمامة: ۵۵۵/۱، دارالفکربیروت/البحر الرائق،صفة الإمامة فی الصلاة: ۳۶۷/۱، دارالکتاب الإسلامی بیروت،انیس

عن علی رضی اللّٰه عنه قال: " لاصلاة لجار المسجد إلا فی المسجد ".(المصنف لعبد الرزاق، باب من سمع النداء (ح: ۱۹۱۵)/ المصنف لأبی بکربن أبی شیبة،کتاب الصلاة،من قال:إذا سمع المنادی فلیجب (ح:۳۴۸۸) ۱۹۵/۳، مؤسسة علوم القرآن)/سنن الدارقطنی عن أبی هریرة، کتاب الصلاة،باب حث جارالمسجد علی الصلاة فیه إلا من عذر (ح:۱۵۵۳)۲۹۲/۲، مؤسسة الرسالة)/السنن الکبریٰ للبیهقی،کتاب الصلاة،باب ماجاء من التشدید فی ترک الجماعة (ح:۴۹۴۲)۸۱/۳ ،دارالکتب العلمیة بیروت،انیس)

بحر میں ہے:

وسئل الحلوانی: عمن یجمع بأھله أحیانًا ھل ینال ثواب الجماعة أو لا؟ قال: لا ویکون بدعة ومکروهًا بلا عذر، آه. (۳٤٦/۱)(۱)

اس میں صاف تصریح ہے کہ گھر میں جماعت کرنا بدعت ومکروہ ہے؛ یعنی جب کہ مسجد محلّہ میں جماعت ملنے کی امید ہو اور اگر وہاں جماعت ہوچکی تو پھر گھر میں جماعت کرنے سے جماعت کا ثواب مل جائے گا؛ لیکن ترک جماعت فی المسجد کا گناہ بھی ہوگا، اگر اس نے قصداً کسل وغیرہ کی وجہ سے دیر کی ہو اور اگر عذر شرعی کی وجہ سے دیر ہوگئی تو گناہ نہ ہوگا، پس صاحب قنیہ نے جو مطلقاً لکھا ہے: **اختلف العلماء فی إقامتها فی البیت والأصح أنها کإقامتها فی المسجد إلا فی الفضیلة وهو ظاهر مذهب الشافعی، کذا فی حاشیة البحر، آه.** (۲) یہ صحیح نہیں؛ کیوں کہ اصحاب مذہب کی تصریحات اس کے خلاف ہیں اور صاحب قنیہ کی نقل ضعیف ہے اور یہ قول احادیث صحیحہ کے بھی خلاف ہے۔

"عن ابن مسعود رضی اللّٰه عنه أنه کان یقول: من سره أن یلقی اللّٰه غداً مسلماً فلیحافظ علیٰ هؤلاء الصلوات الخمس حیث ینادی بهن، فإن اللّٰه شرع لنبیه صلی اللّٰه علیه وسلم سنن الهدی وإنهن من سنن الهدیٰ وإنی لا أحسب منکم أحدًا إلا له مسجد یصلی فیه، فلو صلیتم فی بیوتکم وترکتم مساجدکم لترکتم سنة نبیکم ولو ترکتم سنة نبیکم لضللتم". {الحدیث أخرجه النسائی واللفظ له ومسلم وأبوداؤد}(۳) **ولفظ مسلم قال: "إن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم علمنا سنن الهدیٰ وإن من سنن الهدیٰ الصلاة فی المسجد الذی یؤذن فیه".** (۴)

اس میں صاف مسجد میں حاضر ہوکر نماز ادا کرنے کو سنت مؤکدہ اور گھر میں نماز پڑھنے کو ضلالت کہا ہے۔

عن ابن عباس مرفوعًا: "من سمع النداء ولم یجب فلا صلاة له إلا من عذرٍ"، صححه الحاکم وابن حبان. (۵)

(۱) کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۲۷۳/۱، دار الکتاب الإسلامی بیروت، انیس

(۲) منحة الخالق علی البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ٦٠٤/۱، دار الکتب العلمیة، انیس

(۳) سنن النسائی، المحافظة علی الصلوات حیث ینادی بهن (ح: ۸٤۹)/ سنن أبی داؤد، باب فی التشدید فی ترک الجماعة (ح: ۵۵۰)/ صحیح مسلم، باب صلاة الجماعة من سنن الهدی (ح: ٦۵٤) انیس

(۴) الصحیح لمسلم، باب صلاة الجماعة من سنن الهدیٰ (ح: ٦۵٤)/ مسند أبی یعلی الموصلی، مسند عبداللّٰه بن مسعود (ح: ۵۰۲۳)/ جامع الأصول: ۵٦۹/۵، انیس

(۵) مسند ابن الجعد، شعبة عن عدی بن ثابت (ح: ٤۸۳)/ سنن ابن ماجة، باب التغلیظ فی التخلف عن الجماعة (ح: ۷۹۳)/ سنن الترمذی، باب ماجاء فیمن یسمع النداء فلا یجیب (ح: ۲۱۷) ص: ٥٦، بیت الأفکار/ ==

وعن علی رضی اللّٰہ عنه مرفوعاً: لا صلاة لجار المسجد إلا فی المسجد. {رواه ابن حبان وسنده حسن والتفصیل فی إعلاء السنن}(۱)

اورجوشخص سفر شرعی سے کم مسافت کا مسافر ہے، وہ بحکم مقیم ہے، اس پر بھی جماعت مسجد کا اہتمام واجب ہے، **لاستثناء الفقهاء المسافر دون المقیم**، البتہ اگر اس حالت میں جماعت سے کوئی دوسرا عذر مانع ہوتو **تخلف عن الجماعة** کی گنجائش ہے، **والأعذار مذکورة فی الفقه بالبسط واللّٰہ تعالیٰ أعلم**

۴/شوال ۱۳۴۶ھ (امدادالاحکام: ۲/۱۴۷-۱۴۹)

جماعت کی نماز چھوڑنے پر وعید شدید:

سوال: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک ہے کہ جس وقت بہت سے آدمی نماز جمعہ کو نہیں آتے تھے تو اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا تھا کہ ''اگر اس وقت میری جگہ کوئی دوسرا آدمی پیش امام ہوتا تو میں جو نماز جمعہ پڑھنے کو نہیں آئے، ان کے گھروں کو جاکر آگ لگادوں''۔ یہ حدیث مبارک صحیح ہے، یا نہیں؟ اورایک شخص یہاں پر یوں کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں، ایسا اپنی زبان سے نہیں کہہ سکتے، پس مذکورۂ بالا حدیث مبارک صحیح ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۲۶۴۴، سید احمد علی صاحب ضلع منماڑ، ۱۰/رجب ۱۳۵۹ھ، ۱۵/اگست ۱۹۴۰ء)

الجواب

بخاری شریف میں یہ حدیث ہے:

''لقد هممت أن آمر المؤذن فیقیم ثم آمر رجلاً یؤم الناس ثم آخذ شعلاً من نار فأحرق علی من لا یخرج إلی الصلاة بعد''.(۱)

== صحیح ابن حبان، ذکر الخبر الدال علی أن هذا الأمر حتم لا ندب (ح: ۲۰۶۴)/قال الحاکم: وهو صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاه. وقال الذهبی: علی شرطهما. (المستدرک للحاکم بتحقیق مصطفی عبدالقادر عطا: ۳۷۲/۱، دارالکتب العلمیة بیروت، انیس)

(۱) إعلاء السنن، وجوب إتیان الجماعة فی المسجد عند عدم العلة: ۱۹۴/۴، إدارة القرآن والعلوم الإسلامیة کراتشی، انیس

(۱) باب فضل الجماعة: ۹۰/۱، ط، قدیمی کتب خانة، کراچی (وعن أبی هریرة قال: إن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: والذی نفسی بیده، لقد هممت أن آمر بحطب فیحطب ثم آمر بالصلاة فیؤذن لها ثم آمر رجلاً فیؤم الناس ثم أخالف إلی رجال فأحرق علیهم بیوتهم والذی نفسی بیده لو یعلم أحدهم أنه یجد عرقا سمینا أو مرماتین حسنتین لشهد العشاء. (صحیح البخاری، باب وجوب صلاة الجماعة (ح: ۶۴۴) ص: ۱۳۹، بیت الأفکار، انیس)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یقیناً میں نے ارادہ کیا کہ مؤذن کو حکم کروں کہ وہ اقامت کہے اور کسی شخص کو حکم کروں کہ وہ نماز پڑھاوے اور پھر میں آگ کے شعلے لے کر جاؤں اور جو لوگ ابھی تک نماز کے لیے نہیں نکلے، ان کے گھروں کو آگ لگا دوں۔

اکثر روایات میں یہ فرمان عشا کی نماز کے متعلق ہے اور بعض روایات میں جمعہ کے متعلق اور یہ بات رحمۃ للعالمین کے خلاف نہیں ہے، جیسے کہ خدا کا گنہگاروں اور کافروں کو جہنم میں ڈالنا، اس کے ارحم الراحمین ہونے کے خلاف نہیں ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی۔ (کفایت المفتی:۳/۱۴۲-۱۴۳)

پابندی جماعت کے لیے بالغ لڑکے کو مارنے کا حکم:

سوال: ایسا لڑکا بالغ جو پابند جماعت نماز نہیں یعنی کبھی تو شریک ہوتا ہے اور کبھی ناغہ بھی کر دیتا ہے اس کی تاکید پابندی میں مارنا شرعا کیسا ہوگا شبہ یوں ہو گیا ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی عادۃ شریفہ تھی: **إختار أیسر الأمرین مالم یکن اثمًا؟**

الجواب

اگر اس حدیث کے یہ معنی ہوتے تو "**فاضربوهم علی الصلاة وهم أبناء عشر سنین**" (۱) نہ فرماتے اور جماعت بھی واجب ہے، جو عملاً مساوی فرض کے ہے اور ضرب احکام عملیہ سے ہے۔ فقط

۴/ ذی الحجہ ۱۳۳۰ھ (تتمہ اولیٰ، ص:۴۲) (امداد الفتاویٰ جدید:۱/۴۰۰-۴۰۱)

جماعت کا ثواب کتنے مقتدیوں میں ہوتا ہے:

سوال: جماعت کا ثواب کتنے شخصوں سے حاصل ہوگا، اگر ایک شخص ہی امام کے ساتھ ہو، تب بھی ثواب ہوگا، یا نہیں؟

الجواب

ایک مقتدی بھی اگر امام کے ساتھ ہو تو جماعت ہو جائے گی اور ثواب جماعت کامل جاوے گا۔ (۲) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۳/۳۷)

---

(۱) عن سبرة قال: قال النبی صلی اللہ علیه وسلم: مروا الصبی بالصلاة إذا بلغ سبع سنین وإذا بلغ عشر سنین فاضربوه علیها. (سنن أبی داؤد، کتاب الصلاة، باب متٰی یؤمر الغلام بالصلاة (ح: ۴۹۴) ص: ۷۷، بیت الأفکار)/ المنتقی لابن الجارود، فرض الصلوات الخمس وأبحاثها (ح: ۱۴۷)/ سنن الدار قطنی، باب الأمر بتعلیم الصلوات والضرب علیها (ح: ۸۸۶)/ المستدرک للحاکم، باب فی فضل الصلوات الخمس (ح: ۷۲۱) انیس)

(۲) عن أبی بن کعب عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال صلاتک مع الرجل أزکٰی من صلاتک وحدک==

دوآدمیوں سے جماعت ہوتی ہے، یانہیں:

سوال: حنفی مذہب میں جمعہ کےسوااورنمازوں میں دوآدمی سے جماعت ہوتی ہے، یانہیں؟

الجواب

ہوجاتی ہے۔(۱)فقط واللہ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۷۴-۷۵)

صرف بچے مقتدی ہوں تو بھی جماعت ہوگی:

سوال: جب کہ بالغ مقتدی نہ ملیں توصرف بچوں کےمقتدی بن جانے سےثواب جماعت کاہوگا، یانہیں؟

الجواب

اگرمقتدی بالغ کوئی نہ ہوتوصرف بچوں کومقتدی بنانے سے جماعت کاثواب حاصل ہوجاوےگا۔(۲)فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۴۲)

مقتدی نابالغ ہوں توجماعت ہوسکتی ہے، یانہیں:

سوال: اگرامام کے پیچھےمقتدی نابالغ ہوں توجماعت ہوسکتی ہے، یانہیں؟

الجواب

نابالغ مقتدی اگرسمجھ دارہےتوجماعت صحیح ہے۔

فی الهندية (۱/۵۲)(۳):إذازاد علی الواحد فی غیرالجمعة فهوجماعة وإن کان معه صبی عاقل، کذا فی السراجية. (امدادالاحکام:۲/۱۳۸)

== وصلاتک مع الرجلین أزکٰی من صلاتک مع الرجل وماکثرت فهوأحب إلٰی الله عزوجل .{أخرجه الحاکم} (إعلاء السنن: ۳٤/۲)/المستدرک للحاکم: ۱/ ۲٤۸-۲٤۹)وقد جزم یحیٰ بن معین والذهلی بصحة هذا الحدیث.(الترغیب والترهیب: ۱/۲٦٤،مکتبة مصطفی البابی الحلبی انیس)

(۳) تقدم حدیث:"عن أبی کعب عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: صلاتک مع الرجل أزکٰی،الخ"،انیس

عن أبی موسٰی الأشعری رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علی وسلم:إثنان فما فوقهما جماعة. (سنن ابن ماجة،کتاب إقامة الصلاة،باب الإثنان جماعة (ح: ۹۷۲)ص: ۱۱۲،بیت الأفکار)/(إعلاء السنن،کتاب الصلاة،أبواب الإمامة،باب الإثنان جماعة (ح: ۱۲۱۱) ٤/۲۳۸،إدارة القرآن والعلوم الإسلامية،کراتشی،انیس)

(وأقلها)أی الجماعة(إثنان)واحد مع الإمام ولوممیزاً،إلخ، فی مسجدأوغیره.(الدرالمختار)

لحدیث"إثنان فما فوقهماجماعة".(ردالمحتار،باب الإمامة: ۱/۵۱۸)(کتاب الصلاة،باب الإمامة،انیس)

(۱) وتحصل فضیلة الجماعة بصلٰوته مع واحد (أی من الصبیان)إلافی الجمعة فلاتصح بثلاثة منهم.(الأشباه والنظائر ، أحکام الصبیان:ص: ٤۸۰، ظفیر)

(۲) الباب الخامس فی الإمامة،الفصل الأول فی الجماعة،انیس

اکیلا نماز پڑھنے سے گھر میں زیادہ ثواب ہے، یا مسجد میں:

سوال: زید مسجد میں اکیلا نماز پڑھتا ہے اور بکر گھر میں نماز پڑھتا ہے، دونوں کے ثواب میں کچھ فرق ہے، یا نہ؟

الجواب

جو شخص مسجد میں جماعت کی نماز چھوڑ کر گھر میں نماز پڑھنے کا عادی ہے اور ترک جماعت پر مصر ہے، وہ فاسق ہے، احادیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ''اگر بچوں اور عورتوں کا خیال نہ ہوتا تو میں ان لوگوں کے گھروں کو آگ لگا دیتا، جو مسجد میں آ کر جماعت سے نماز نہیں پڑھتے''۔(۱)

پس جو شخص مسجد میں آ کر اکیلا نماز پڑھا کرے اور جماعت کا خیال نہ کرے اور اپنی عادت ترک جماعت کی کرے، یا گھر میں اکیلا نماز پڑھنے کا عادی ہو اور ترکِ جماعت کرتا ہو، دونوں فاسق اور دونوں مرتکب امر حرام کے ہیں، ان میں سے کس کو کہہ دیا جائے کہ زیادہ ثواب فلاں کو ہے اور فلاں کو نہیں، وہ دونوں ہی گنہگار ہیں، دونوں کو یہ لازم ہے کہ جماعت کی پابندی کریں، نہ گھر میں اکیلے نماز پڑھیں، نہ مسجد میں اکیلے نماز پڑھیں، مجبوری سے اتفاقاً جماعت فوت ہو جائے تو یہ دوسری بات ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۱۷)

سنن وضو کا پورا کرنا ضروری ہے، چاہے جماعت ختم ہو جائے:

سوال: ''فتاویٰ دارالعلوم (دیوبند)'' مرتبہ مفتی ظفیر الدین مفتاحی مدظلہ (مرحوم) مطبوعہ زکریا بکڈپو دیوبند ج:۱/ص:۱۳۱ پر مرقوم ہے:

''سنن وضو کا پورا کرنا ضروری ہے، چاہے جماعت ختم ہو جائے''۔

اور حاشیہ میں بطور اس کی دلیل کے مذکور ہے:

---

(۱) عن أبی موسیٰ الأشعری قال: قال رسول صلی اللّٰہ علی وسلم: إثنان فما فوقھا جماعة.(سنن ابن ماجة، کتاب إقامة الصلاة،باب الإثنان جماعة (ح:٩٧٢)ص:١١٢،بیت الأفکار،انیس)

عن أبی ھریرة قال:قال:رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال:لو لا ما فی البیوت من النساء والذریة لأقمت الصلاة،صلاة العشاء وأمرت فتیانا یحرقون ما فی البیوت بالنار.{رواہ أحمد}(مشکٰوة،باب الجماعة، الفصل الثانی، ص:٩٧، ظفیر) (ح:١٠٧٣)انیس)

(۲) قال محمد رحمہ اللّٰہ فی الأصل:أعلم أن الجماعة سنة مؤکدة لایرخص الترک فیھا إلا بعذر،مرض أو غیرہ،إلخ،ففی الغایة:قال عامة مشائخنا:إنھاواجبة،إلخ،وفی البدائع:تجب علی العقلاء البالغین الأحرار القادرین علی الجماعة من غیرحرج،انتھٰی،والأدلة تدل علی الوجوب،إلخ، وکذاأحکام تدل علی الوجوب من أن تارکھا من غیر عذریعزرو ترد شھادة ویأثم الجیران بالسکوت عنه.(غنیة المستملی،فصل فی الإمامة: ٤٧٤،ظفیر)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "أسبغوا الوضوء". {رواه مسلم}(۱)

"أي أتموه بإتيان جميع فرائضه وسننه أو أكملوا واجباته" آه. (۲)

عرض ہے کہ کیا یہ مسئلہ درست ہے؟ بندہ کے ذہن میں اس کے متعلق چند باتیں ہیں، جو حاضر خدمت ہیں:

(الف) خط کشیدہ الفاظ میں سنت کا اصل مفہوم باقی محسوس نہیں ہوتا۔

(ب) اس مسئلہ کو صحیح قرار دینے پر جماعت کی جو اہمیت جمہور کے نزدیک ہے، اس پر زد پڑتی ہے، جیسا کہ قاموس الفقہ میں ہے: "فقہاء احناف میں سے بعض نے اس کو (جماعت کو) واجب اور بعض نے سنت مؤکدہ قرار دیا ہے، جو واجب کے قریب قریب ہوتا ہے"۔ (۳)

(ج) مفتی ظفیر الدین مدظلہ (مرحوم) از خود درمختار کے ترجمہ شرح کشف الاسرار: ۳۰۰/۱، پر تحریر فرماتے ہیں:

"فلا صلاة إلا المكتوبة إلا بسنة الفجر إن لم يخف فوت جماعتها ولو بإدراك تشهدها فإن خاف تركها أصلاً، إلخ". (۴)

(د) اور بہشتی زیور میں فجر کی سنت کے متعلق لکھا ہے:

"من خاف أن تفوته ركعتا الفجر لو اشتغل بسنتها، تركها وإلا فلا". (۵)

المختصر! فجر کی سنتوں جیسی اہم سنت کے متعلق یہ صراحت ہے، اب حضور واضح فرمائیں کہ وضو کی سنتوں کا کیا حکم ہے اور پھر ترمذی وغیرہ میں ایک بار اعضاء وضو دھونے کی روایتیں بھی ہیں، كما أظهر عليك مني.

الجواب ــــــــــــــ حامدًا ومصلياً ومسلماً

فقہ حنفی کی عربی کتب فتاویٰ، نیز شروح میں یہ جزئیہ کہیں صراحۃً نظر سے نہیں گزرا؛ اس لیے غالب یہ ہے کہ حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کا جواب اپنی فقہی بصیرت اور فقاہت نفس سے ہی لکھا ہوگا، اس جواب کو لکھتے وقت ان کے پیش نظر کیا دلیل یا مأخذ رہا، اس کی تصریح انہوں نے اپنے جواب میں تو نہیں فرمائی،

---

(۱) الصحيح لمسلم، كتاب الطهارة، باب وجوب غسل الرجلين بكمالهما (ح: ۲۴۰-۲۴۱) ص: ۱۲۴، بيت الأفكار/صحيح البخاري، كتاب الوضوء، باب: غسل الأعقاب (ح: ۱۶۵) ص: ۵۷/سنن النسائي، كتاب الطهارة، باب إسباغ الوضوء (ح: ۹۷) ص: ۳۵، بيت الأفكار/وباب كيف المسح على العمامة (ح: ۱۱۱) ۸۲/۱، دار المعرفة بيروت/سنن ابن ماجة، كتاب الطهارة وسننها، باب غسل العراقيب (ح: ۴۵۰) ص: ۶۲، بيت الأفكار، انيس)

(۲) مرقاة المفاتيح: ۳۱۰/۱ (باب في سنن الوضوء: ۴۰۷/۱، دار الفكر بيروت، انيس)

(۳) قاموس الفقہ: ۱۱۷/۳، مطبوعہ کتب خانہ نعیمیہ، دیوبند

(۴) مکتبہ فیض القرآن، دیوبند

(۵) حاشیہ بہشتی زیور مدلل: ۳۶/۲

البتہ محشی مدظلہ (مرحوم) نے اس کی دلیل میں ارشادنبوی ”أسبغوا الوضوء“ اوراسباغ کی تشریح بحوالۂ مرقاۃ پیش فرمائی ہے، جس میں فرائض کے ساتھ سنن کی ادائیگی کوبھی اسباغ کا مصداق قرار دیا گیا ہے اوراس میں کوئی شبہ نہیں کہ وضوکوکامل طور پرادا کرنے میں کوتاہی سے نماز میں نقص آتا ہے؛ بلکہ وضو کے بعض افعال، جن کی سنیت اور رکنیت حضرات ائمۂ مجتہدین کے درمیان مختلف فیہ ہے، ان میں تو نماز کی صحت ہی اختلافی ہوجائے گی، مثلاً سر کا مسح کہ احناف کے یہاں چوتھائی سر کا مسح تو فرض ہے اور پورے سر کا مسح سنت ہے، جب کہ مالکیہ کے یہاں پورے سر کا مسح فرض ہے، اب اگر کوئی حنفی پورے سر کے مسح کو سنت ہونے کی وجہ سے چھوڑ دے اورصرف چوتھائی پر اکتفا کرے تو اس کی نماز مالکیہ کے یہاں درست نہ ہوگی، یہی حال نیت، ترتیب، موالات وغیرہ کا ہے؛ بلکہ وضو میں سنتوں کے چھوڑنے کا اثر دوسروں تک متعدی ہوتا ہے۔

سنن نسائی میں ہے کہ ایک مرتبہ صبح کی نماز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ روم پڑھنا شروع کی، اثناء قرأت میں آپ کو کچھ خلجان اورالتباس واشتباہ پیش آیا، جب نماز سے فارغ ہوئے تو یہ ارشادفرمایا:

”مابال أقوام يصلون معنالايحسنون الطهوروإنما يلبس علينا القرآن أولئک“. (۱)

(ترجمہ: کیاحال ہے لوگوں کا کہ ہمارے ساتھ نماز پڑھنے کھڑے ہو جاتے ہیں اوروضوٹھیک طرح نہیں کرتے، جزیں نیست کہ صرف ایسے ہی لوگ ہمارے پڑھنے میں گڑبڑ کردیتے ہیں۔)

علامہ طیبی طیب اللّٰہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ!

سنن وآداب کے انواروبرکات دوسروں تک سرایت کرتے ہیں اوران کے ترک سے فتوحات غیبیہ کا دروازہ بند ہوجاتا ہے اور بعض اوقات اس کا اثر دوسروں تک متعدی ہوتا ہے کہ اس شخص کی وجہ سے دوسرا شخص خیرات وبرکات اورانواروتجلیات سے محروم ہوجاتا ہے۔ (۲)

قال الطيبي: قد تقدم معنى إحسان الوضوء في الفصل الأول، وفيه إشارة إلٰى أن السنن والآداب مكملات للواجب يرجى بركتها وفي فقدانها سد باب الفتوحات الغيبية، وإن بركتها تسرى إلى الغير كماأن التقصيرفيها يتعدى إلٰى حرمان الغير، إلخ. (مرقاة: ۱/۳۳۰)(۳)

اس لیے وضو کی سنتوں کو محض اس لیے کہ ان کو سنت کا عنوان دیا گیا ہے، کم نہ سمجھا جائے؛ بلکہ چوں کہ وضو کے افعال میں نماز کی طرح فرائض کے بعدواجبات کا درجہ نہیں رکھا گیا ہے؛ اس لیے جوافعال واجبات کے درجہ میں آسکتے

---

(۱) سنن النسائي، القراءة في الصبح بالروم (ح: ۹۴۶) ۱/۴۹٤، دارالمعرفة، بيروت، انيس

(۲) سیرت مصطفیٰ: ۳/۵۷-۵۸

(۳) كتاب الطهارة، الفصل الثالث (ح: ۲۹۵) انيس

تھے، ان کو بھی سنن کے خانہ میں رکھ دیا گیا ہے؛ اس لیے اگر حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ نے اپنی فقہی بصیرت اور فقاہت نفس کی بنیاد پر مندرجۂ بالا جواب تحریر فرمایا ہے تو وہ قابل اشکال نہیں۔

آپ نے چند باتوں کے نام سے آپ نے جو اشکالات لکھے ہیں، اس میں نمبر (الف) والا اشکال تو میری سمجھ میں نہیں آیا کہ آپ کی مراد کیا ہے؟ رہا نمبر (ب) اور (ج) والا اشکال تو یہ یاد رہے کہ جماعت کو سنت مؤکدہ، یا واجب جو بھی درجہ دیا جائے، بہر حال وہ نماز کے لیے شرط کی حیثیت نہیں رکھتی؛ اس لیے کوئی آدمی بغیر جماعت کے تنہا نماز پڑھے گا، تب بھی اس کا فریضہ ادا ہوکر وہ بری الذمہ ہوجاتا ہے، چاہے اس کی یہ ادا ادائے ناقص کہی جائے؛ لیکن وضو کی حیثیت نماز میں شرط کی ہے، اگر کوئی آدمی بغیر وضو نماز ادا کرے گا تو اس کی نماز ہی درست نہ ہوگی، اس سے آپ کو دونوں کے درمیان کے فرق کا اندازہ ہوسکتا ہے۔

رہا آپ کا یہ اشکال کہ جماعت پانے کے لیے فجر کی سنتوں جیسی اہم سنت کو چھوڑنے کی اجازت دی گئی تو ظاہر ہے کہ جماعت کے مقابلہ میں فجر کی سنتوں کو ترجیح نہیں دی جاسکتی؛ اس لیے کہ اگر فجر کی سنتیں ادا کر کے جماعت حاصل ہوسکتی ہے تو اس صورت کو اختیار کیا جائے گا، ورنہ فجر کی سنتوں کو چھوڑ کر جماعت کے ساتھ نماز ادا کی جائے گی، آپ کا وضو اور اس کی سنتوں کو فجر کی سنتوں پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (محمود الفتاویٰ: ۴/۱۹۴-۱۹۹)

سلام پھیرنے کے وقت تکبیر تحریمہ اور شرکتِ جماعت:

سوال: زید نے تکبیر تحریمہ کہی اور امام نے سلام پھیر دیا اور زید نے امام کی شرکت قعود میں بالکل نہیں کی تو اب زید کو دوبارہ تکبیر تحریمہ کہنی چاہیے، یا اول ہی کی تکبیر تحریمہ کافی ہے؟

الجواب

پوری تکبیر تحریمہ، یعنی اللّٰــہ أکبر امام کے سلام پھیرنے سے پہلے کہہ چکا ہے تو وہ شریک جماعت ہوگیا، (۱) اب اس کو دوبارہ تکبیر کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔

قال فی الحلیة عند قول المنیة: ولا دخول فی الصلاة إلا بتکبیر الافتتاح. (ردالمحتار) (۲)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳/۶۹)

---

(۱) عن علی بن طالب ومعاذ بن جبل قالا: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: إذا أتٰی أحدکم الصلاة والإمام علٰی حال فلیصنع کما یصنع الإمام. (سنن الترمذی، باب ما ذکر فی الرجل یدرک الإمام (ح: ۵۹۱)/جامع الأصول: ۵/۶۳۰) قال الترمذی: ھذا حدیث غریب ... قال النووی: وإسنادہ صعیف نقلہ میرک، فکان الترمذی یرید تقویة الحدیث بعمل أھل العلم. (مرقاة المفاتیح، باب ما علی المأموم من المتابعة: ۳/۸۷۹، دار الفکر بیروت، انیس)

(۲) الدر المختار مع رد المحتار باب صفة الصلاة، فصل فی بیان تالیف الصلاة: ۲/۱۷۸، دار الکتب العلمیة، انیس)

جماعت کھڑی ہونے کے بعد فجر کی سنت ادا کرنا، سنتِ فجر کی قضا، فجر کی قرأت کی تفصیل:

محترم ومکرم جناب مفتی صاحب مدظلہ العالی　　　　السلام علیکم

(۱)　اگر امام کو نماز فجر میں حدث یا کوئی مفسدۂ صلوٰۃ پیش آجائے اور نماز دوبارہ دہرانی پڑے تو کیا وہی قرأت (طوال مفصل) پڑھیں گے، جو پہلی نماز میں پڑھی تھی، یا پھر اوساط مفصل، یا قصار مفصل میں سے کوئی سورت پڑھی جاسکتی ہے، جبکہ وقت طلوع ہوجانے کا اندیشہ بھی ہو؟

(۲)　فجر کی جماعت کھڑی ہوجانے کے قریب، یا بعد میں کچھ آدمی صف میں ہی اور کچھ آدمی صحن میں سنتیں ادا کرتے ہیں، اس طرح امام دوسری رکعت کے قعدہ تک پہنچ جاتا ہے اور سلام کے قریب پہنچنے تک بعض مصلی آآکر جماعت میں شریک ہوتے رہتے ہیں تو اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ فجر کی سنتیں جماعت شروع ہوجانے کے بعد کب تک ادا کر کے جماعت میں شامل ہوسکتے ہیں؟

(۳)　متروکہ فجر کی سنتوں کو اگر کوئی شخص اشراق کے وقت ادا کرے، یا اشراق کی نماز میں ہی فجر کی سنتوں کی نیت کرلے تو آیا شرعاً درست ہے؟ اس طرح اگر کوئی شخص ظہر کی سنتوں سے پہلے دو رکعت فجر کی سنت قضا کی نیت سے ادا کرے تو کیا شرعاً صحیح ہے؟

(۴)　فجر کی فرض نمازوں میں طوال مفصل کی قرأت کے بارے میں تشریح کردی جائے کہ ایک مکمل سورت دو رکعتوں میں قرأت کریں، یا دو پوری پوری سورتیں الگ الگ رکعتوں میں قرأت کریں؟ بعض امام ٹھہر ٹھہر کر، یا خوب قرأت ولہجہ سے پڑھتے ہیں اور بعض امام ذرا تیز وسیدھے سادے لہجہ میں؛ مگر تجوید کا لحاظ کرتے ہوئے پڑھتے ہیں، عام طور پر فجر کی نماز دس بارہ منٹ میں پوری ہوتی ہے، لہذا امام کو روزانہ، یا اکثر دنوں میں فجر کی نماز میں کس طرح اور کتنی دیر قرأت کرنی چاہئے کہ مسنون قرأت کی فضیلت حاصل ہوجائے اور مصلیان پر بار بھی نہ پڑے؟

(۵)　طوال مفصل، اوساط مفصل اور قصار مفصل والی سورتیں ہی آیا، مختلف نمازوں میں پڑھنا مسنون ومطلوب ہے، یا یہ محض اصطلاحیں ہیں اور ایک طرح کی پیمائش وضابطہ ہے کہ اتنی اتنی مقدار کی آیتیں کلام پاک میں جہاں سے جی چاہے، پڑھ سکتے ہیں، کوئی قید نہیں؟ فقط والسلام　　　　(مستفتی: محمد عبداللطیف علیانی)

الجواب ــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً و مسلماً

(۱)　اس کا جواب اوپر آچکا، البتہ اگر طوال مفصل پڑھنے کی صورت میں دوران نماز سورج نکل آنے کا اندیشہ ہوتو پھر اس کے مطابق قرأت کی مقدار رکھی جائے۔(۱)

()　(وإذا طلع الفجر فقد دخل وقت صلاة الفجر ويخرج وقتها بطلوع الشمس).(شرح مختصر الطحاوی، باب المواقیت: ۱/۴۹۱،دارالبشائر الإسلامیة،انیس)

(۲) عمدۃ الفقہ میں ہے:

''جماعت قائم ہونے کے بعد کسی نفل نماز کا شروع کرنا جائز نہیں سوائے سنت فجر کے، پس اگر کوئی شخص گھر سے فجر کی سنتیں پڑھ کر نہیں آیا اور مسجد میں جماعت ہو رہی ہو اور یہ شخص جانتا ہے کہ سنتیں پڑھنے کے بعد جماعت مل جائے گی، خواہ قعدہ ہی مل جائے تو سنتیں پڑھ لے، مگر صف کے برابر کھڑا ہو کر نہ پڑھے اور ایسے شخص کو مسجد کے دروازے پر سنتیں پڑھنا افضل ہے، اس کے بعد اگر امام اندر کی مسجد میں نماز پڑھتا ہو تو باہر کے حصہ میں سنتیں پڑھنا افضل ہے اور اگر امام باہر کے حصہ میں نماز پڑھتا ہو تو اندر سنتیں پڑھنا افضل ہے اور اگر اس مسجد میں اندر باہر دو درجے نہ ہوں تو ستون، یا دیوار یا پیڑ کی آڑ میں پڑھے، جو کہ اس میں اور صف میں حائل ہو جائے اور صفوں کے پیچھے بغیر کسی حائل کے سنتیں پڑھنا مکروہ ہے اور سب سے سخت مکروہ یہ ہے کہ جماعت کی صف میں مل کر سنتیں پڑھے، یہ سب صورتیں اس وقت ہیں، جب امام جماعت سے نماز پڑھ رہا ہو۔ امام کے نماز شروع کرنے سے پہلے، جہاں چاہے نماز پڑھے اور خواہ وہ کوئی سی سنتیں ہوں؛ لیکن اگر وہ یہ جانتا ہے کہ جماعت جلد قائم ہونے والی ہے اور یہ اس وقت تک سنتوں سے فارغ نہ ہو سکے گا تو ایسی جگہ نہ پڑھے کہ اس کے سبب صف قطع ہوتی ہو، امام کو رکوع میں پایا اور یہ معلوم نہیں کہ پہلی رکعت کا رکوع ہے، یا دوسری کا تو فجر کی سنتیں بھی ترک کردے اور جماعت میں مل جائے''۔(۱)

(۳) فجر کی سنتیں اگر فرض کے ساتھ فوت ہو جائیں؛ یعنی فجر کی نماز ہی قضا ہو جائے تو اگر سورج نکلنے کے بعد زوال سے قبل ادا کرے تو فرضوں کے ساتھ سنتوں کو بھی قضا کرے اور اگر زوال کے بعد قضا کرے تو سنتیں اس سے ساقط ہو جائیں گی، صرف فرضوں کی قضا کرے، یہی صحیح ہے اور اگر فجر کی سنتیں بغیر فرض کے قضا ہوں، جیسا کہ جماعت جاتے رہنے کے خوف سے جماعت میں شامل ہو گیا اور سنتیں رہ گئیں تو شیخینؒ کے نزدیک ان کو طلوع آفتاب کے بعد قضا نہ کرے اور امام محمدؒ کے نزدیک جب سورج نکل آئے اور ایک نیزہ بلند ہو جائے، اس کے بعد زوال سے پہلے پہلے تک قضا کرلے، اس کے بعد قضا نہ کرے اور فرض کے بعد طلوع آفتاب سے قبل بالاتفاق سنت فجر، یا کوئی نفل پڑھنا مکروہ تحریمی وممنوع ہے۔(۲)

(۴) افضل یہ ہے کہ فرض کی ہر رکعت میں الحمد کے سوا ایک پوری سورت پڑھے اور اگر عاجز ہو تو ایک سورت دو رکعتوں میں تمام کرے۔(۳)

---

(۱) عمدۃ الفقہ: ۳۰۹/۲-۳۱۰

(۲) عمدۃ الفقہ: ۲۹۸/۲

(۳) عمدۃ الفقہ: ۱۱۸/۲

فرضوں میں ٹھہر ٹھہر کر قرأت کرے اور ہر حرف کو جدا جدا پڑھے اور تراویح میں متوسط انداز پر اور رات کے نوافل میں (تہجد میں) جلد پڑھنے کی اجازت ہے؛ اس لیے کہ رات کی نوافل یعنی تہجد پڑھنے والوں کی عادت زیادہ قرآن پڑھنے کی ہوتی ہے تو جلد پڑھنے سے ان کا ورد پورا ہوسکتا ہے؛ مگر جلدی کے یہ معنی ہیں کہ مدزیادہ نہ کھینچے؛ بلکہ مد کا کم سے کم درجہ جو قاریوں نے رکھا ہے، اس کو ادا کرے اور ایسی جلدی نہ کرے کہ سمجھ میں بھی نہ آوے، ورنہ ترک ترتیل کی وجہ سے حرام ہے؛ کیوں کہ قرآن کو ترتیل سے پڑھنے کا حکم ہے۔(۱)

(۵) عمدۃ الفقہ میں ہے:

''حضر میں؛ یعنی جبکہ سفر میں نہ ہو اور اطمینان کی حالت میں ہو، کسی قسم کا اضطرار نہ ہو تو سنت یہ ہے کہ فجر کی نماز کی دونوں رکعتوں میں الحمد کے سوا چالیس، یا پچاس آیتیں پڑھے اور ایک روایت میں ہے کہ ساٹھ سے سو تک پڑھے۔ ظہر کی دونوں رکعتوں میں بھی فجر کی مثل، یا اس سے کم پڑھے۔ عصر اور عشا کی دونوں رکعتوں میں الحمد کے سوا پندرہ یا بیس آیتیں پڑھے اور مغرب کی ہر رکعت میں پانچ آیتیں، یا کوئی چھوٹی سورت پڑھے اور مستحسن ومستحب ہے کہ حضر میں فجر وظہر کی نماز میں طوال مفصل پڑھے اور وہ سورۂ حجرات سے سورۂ بروج تک کی سورتیں ہیں، (سورۂ بروج اس میں شامل ہے) عصر اور عشا میں اوساط مفصل پڑھے اور وہ سورۂ والطارق سے لم یکن تک ہے اور مغرب میں قصار مفصل؛ یعنی چھوٹی سورتیں پڑھے اور وہ اذا زلزلت سے آخر قرآن؛ یعنی والناس تک ہے۔ مفصلات کا پڑھنا الگ سنت ہے اور مقدار معین؛ یعنی آیتوں کی تعداد کے لحاظ سے جو اوپر مذکور ہوئی، پڑھنا الگ سنت ہے، حسب موقع جس پر چاہے عمل کرے؛ لیکن مفصلات کا اختیار کرنا مستحسن ہے۔(۲)

احسن الفتاویٰ میں حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانویؒ اس سلسلہ میں ردالمحتار کی طویل عبارت نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ!

''تحقیق مذکور سے ثابت ہوا کہ سنیتِ قرأت سے متعلق دو روایتیں ہیں: ایک میں آیات کی متعین تعداد کو سنت قرار دیا ہے اور دوسری میں سور مفصل کو، نہر میں صورت تطبیق یہ بیان کی ہے کہ سور مفصل میں سے آیات کی متعین تعداد مسنون ہے، علامہ شامی رحمہ اللہ تعالی نے اس پر اشکال ظاہر فرمایا ہے اور اس کو ترجیح دی ہے کہ یہ دونوں مستقل روایتیں ہیں اور سور مفصل کی روایت عام متون کی ہے اور یہی راجح ہے، پھر اس میں یہ تفصیل ہے کہ پوری سورت پڑھنا افضل ہے اور اگر جزء سورت پڑھنا چاہے تو آخر سے پڑھے، آخر سورت کا ترک مکروہ تنزیہی ہے؛ غرضیکہ مفصل سور پڑھنا سنت ہے، اس کے خلاف جو معمول بن چکا ہے، وہ صحیح نہیں، خانیہ ومنیہ میں قرأت مفصل کا استحباب مذکور

(۱،۲) عمدۃ الفقہ: ۱۲۰/۲

ہے، مگر علامہ حلبی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ یہاں استحباب سے سنت مراد ہے اور بفرض استحباب بھی اس کے ترک کو مکروہ تنزیہی قرار دیا ہے، ترک سنت، یا استحباب اور کراہت تنزیہیہ کا ارتکاب بالخصوص اس پر دوام واصرار قابل اصلاح ہے، سور مفصل کے سوا، جہاں کہیں کسی سورت کا ثبوت ملتا ہے، وہ احیاناً مقتضائے حال پر مبنی ہے۔ (احسن الفتاویٰ:۳/۳۴۷) فقط واللہ تعالی اعلم

املاہ: العبد احمد خانپوری، ۱۶/محرم الحرام ۱۴۲۵ھ۔ الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ۔ (محمود الفتاویٰ:۱/۴۲۰-۴۲۱)

فجر کی سنتیں فرض کے بعد پڑھنے کا مسئلہ:

سوال: بعد تکبیر فرض فجر کے شریک جماعت ہو جاوے، یا سنت پڑھ کر درصورت پڑھنے کے، کس جگہ خارج وغائب مسجد، یا داخل مسجد اور درصورت شریک جماعت ہو جانے کے، بعد فرض کے سنت پڑھے، یا نہیں؟

الجواب

اگر جگہ سنت پڑھنے کی پردہ میں نہیں تو شریک فرض کی جماعت کا ہو جاوے، شرط اداء سنت کی ایسی حالت میں یہ ہے کہ پردہ سے پڑھے اور ایک رکعت امام کے ساتھ پالے وے اور جماعت کے روبر کھڑے ہو کر پڑھنا سخت معصیت ہے،(۱) اور جب یہ سنت رہ گئی تو بعد فرض کے کہیں بھی نہ پڑھے، بلکہ اگر پڑھنا ہے تو بعد طلوع شمس کے پڑھنے کے نفل ہو جائیں گے، بعد فرض فجر کے نفل کو مطلقاً منع حدیث میں فرمایا ہے،(۲) یہ مسئلہ بھی مختلفہ ہے۔ فقط
(تالیفات رشیدیہ:۲۹۹)

---

(۱) عن أبی هريرة عن النبی صلى الله عليه وسلم قال: :إذا أقيمت الصلاة فلاصلاة إلا المكتوبة.(مسند الإمام أحمد،مسند أبی هريرة (ح: ۹۸۷۳)/سنن الدارمی،باب إذا أقيمت الصلاة فلاصلاة إلا المكتوبة (ح:۱٤۸۸)/ صحيح البخاری،باب إذا أقيمت الصلاة فلاصلاة إلا المتوبة (ح:)/الصحيح لمسلم،باب كراهة الشروع فی نافلة بعد شروع المكتوبة (ح:۷۱۰)انيس)

عن أبی هريرة رضی الله عنه قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:إذا أقيمت الصلاة فلا صلاة إلا التی أقيمت.(مسند الإمام أحمد،مسند أبی هريرة (ح:۸٦۲۳)انيس)

قال:(وإذا أخذ المؤذن فی الإقامة كرهت للرجل أن يتطوع لقوله صلى الله عليه وسلم:إذا أقيمت الصلاة فلا صلاة إلا المكتوبة إلا ركعتی الفجر فإنی لم أكرههما وكذا إذا انتهى إلى المسجد وقد افتتح القوم صلاة الفجر يأتی بركعتی الفجر إن رجا أن يدرک مع الإمام ركعة فی الجماعة وهذا عندنا،وقال الشافعی رحمة الله:يدخل مع الإمام على قياس سائر التطوعات،ولنا ما روى عن ابن مسعود رضی الله عنه أنه دخل المسجد والإمام فی صلاة الفجر فقام إلى سارية من سواری المسجد وصلى ركعتی الفجر ثم دخل مع الإمام وعن أبی عثمان النهدی قال:إنی لأذكر أن أبا بكر كان يفتتح صلاة الفجرفيدخل الناس ويصلون ركعتی الفجر ثم يدخلون معه وهذا بناء على أن عندنا لا يقضى هاتين الركعتين بعد الفوات فيحرزهما إذا طمع فی إدراک ركعة من الصلاة كإدراک جميع الصلاة،==

آخری رکعت کے قعدہ میں شامل ہونے سے جماعت کا ثواب:

سوال: آخری رکعت کے قعدہ میں جماعت میں شامل ہونے سے جماعت کا ثواب ملتا ہے کہ نہیں؟

(المستفتی: مولوی محمد رفیق دہلوی)

الجواب

ہاں جماعت کا ثواب ملنے کی امید ہے۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی۔(کفایت المفتی:۳/۱۳۸)

== قال صلى الله عليه وسلم: من أدرك ركعة من الفجر قبل طلوع الشمس فقد أدرك، الخ.(المبسوط للسرخسي، الفصل الثاني القنوت في الوتر: ١٦٧/١،دار المعرفة بيروت،انيس)

(فعل عبد الله بن مسعود رواه عبدالرزاق في المصنف عن أبي إسحاق عن عبدالله بن أبي موسىٰ، باب هل يصلي ركعتي الفجر إذا أقيمت الصلاة (ح: ٤٠٢١)/شرح معاني الآثار،باب الرجل يدخل المسجد والإمام في صلاة الفجر (ح:٢١٩٩)انيس)

عن حصين قال:سمعت الشعبي يقول:كان مسروق يجيء إلى القوم وهم في الصلاة ولم يكن ركع ركعتي الفجر فيصلي الركعتين في المسجد ثم يدخل مع القوم في صلاتهم.(شرح معاني الآثار،باب الرجل يدخل المسجد والإمام في صلاة الفجر (ح:٢٢٠٩)انيس)

(٢) عن أبي هريرة قال:قال رسول الله صلى الله عله وسلم: من لم يصل ركعتي الفجرفليصلهما بعد ما تطلع الشمس.(سنن الترمذي،باب ماجاء في إعادتهما بعد طلوع الشمس (ح:٤٢٣)/صحيح ابن خزيمة، باب قضاء ركعتي الفجر بعد طلوع الشمس (ح:١١١٧) بلفظ:من نسي ركعتي الفجر فليصلهما إذا طلعت الشمس)/(جمع الفوائد، ص:٣٢١،انيس)

عن أبي هريرة أن النبي صلى الله عليه وسلم نام عن ركعتي الفجر فقضاهما بعد ما طلعت الشمس.(سنن ابن ماجة ،باب ما جاء فيمن فاتته الركعتان قبل (ح:١٥٥)/مسند أبي يعلى الموصلي، أبو حازم عن أبي هريرة (ح:٦١٨٥) انيس)

حاشيه صفحه هذا:

(٢) عن علي بن طالب ومعاذ بن جبل قالا:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا أتىٰ أحدكم الصلاة والإمام علىٰ حال فليصنع كما يصنع الإمام.(سنن الترمذي،باب ما ذكر في الرجل يدرك الإمام (ح: ٥٩١)/جامع الأصول:٦٣٠/٥)

وكذا لوأدرك التشهد يكون مدركاً لفضيلتهاعلىٰ قولهم،إلخ.(ردالمحتار، باب إدراك الفضيلة: ٥٦/٢ (مطلب:هل الإساء ة دون الكراهة أوأفحش،انيس)

وفي غاية البيان:أن المسبوق يكون مدركا لثواب الجماعة لكن لا يكون ثوابه مثل ثواب من أدرك أول الصلاة مع الإمام لفوات التكبيرة الأولىٰ.(البحرالرائق،صلاة التطوع عند ضيق الوقت:٨٢/٢،دارالكتاب الإسلامي،انيس)

پہلے سلام کے بعد جماعت میں ملاتو جماعت کا ثواب نہیں ملا:

سوال: اگر کوئی شخص جماعت میں دوسرے سلام کے ختم ہونے سے پہلے اور پہلے سلام کے بعد شریک ہوجاوے تواس کو جماعت کا ثواب ملے گا، یا نہیں؟

الجواب

وہ شخص جماعت میں شریک نہیں ہوا اور جماعت کا ثواب اس کو نہیں ملا۔

درمختار میں ہے:

"تنقضی قدوة بالأول" إلخ. (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷۵/۳)☆

☆ ☆ ☆

---

(۱) أو تنقطع به التحريمة بتسليمة واحدة، برهان، وقد مر. (الدر المختار)

حيث قال و تنقضى قدوة بالأول قبل عليكم ، إلخ، فلا يصح الاقتداء به بعدها لانقضاء حكم الصلاة. (رد المحتار، مطلب فی وقت إدراک فضيلة الافتتاح، ظفير مفتاحی) (باب صفة الصلاة، مطلب فی خلف الوعيد و حكم الدعاء بالمغفرة للكافر ولجميع المؤمنين: ۲۳۹/۲، دار الكتب العلمية، انيس)

☆ **ایک سلام پھیرنے کے بعد جماعت میں ملنادرست نہیں:**

سوال: امام کے ایک سلام کے بعد زید تحریمہ کہہ کر جماعت میں شامل ہوگیا تو نماز صحیح ہوگئی یا نہیں؟

الجواب

فی الدر المختار "وتنقطع التحريمة بتسليمته واحدة" إلخ. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب صفة الصلاة: ۴۹۰/۱، ظفير)

پس بصورت مذکورہ اقتدا صحیح نہیں ہوئی اور وہ ازسرِ نو تکبیر تحریمہ کہہ کر علیٰحدہ نماز پڑھے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶۴/۳)

تنہا عورتوں کی جماعت

علی الاعلان مردوں کی طرح عورتوں کی جماعت کرنا:

(الف) انگریزی تعلیم یافتہ عورتوں کی ایک جماعت نے پوری آزادی کے ساتھ اعلان کر کے مردوں کی طرح ایک بڑی جماعت میں بقرعید کی نماز قائم کرنی چاہی اور ایک اجنبی مرد کو پیش امام کر کے نماز پڑھ لی، علماء وقت نے عدم جواز کے فتوے دیئے، مگر نہ مانیں، کیا یہ کوئی شرعی نماز ہوگی، نیز ان کا یہ فعل کیا احداث فی الدین نہ ہوگا اور ایسی عورتوں کو شرعا کیا کہنا چاہیے؟

(ب) ان کے مشیر کار مردوں کا یہ دعویٰ ہے کہ حدیث نبوی میں مردوں کے ساتھ عورتوں کا نماز میں شریک ہونا ثابت ہے تو کیا اس وقت زمانہ کی ضرورت کے مطابق فقہا کے اقوال کو مسترد کر کے ہم اجتہاد نہیں کر سکتے کہ عورتوں کو بھی مردوں کی طرح جماعت سے نماز ادا کرنے کی آزادی دی جائے، ایسے لوگوں کو شرعا کیا کہنا چاہیے۔

(المستفتی: ۲۴۵۹، عبدالرشید صاحب (بنگال) ۱۶/محرم ۱۳۵۸ھ، ۸/مارچ ۱۹۳۹ء)

الجواب

صرف عورتوں کی علاحدہ اور مستقل جماعت قائم کرنا بے اصل اور بے ثبوت ہے، اس کو بدعت کہنا صحیح ہے۔(۱) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتوں کو عید کی نماز میں مردوں کی جماعت میں شامل ہونے کی اجازت؛ بلکہ تاکید تھی، عورتوں کو مردوں کے پیچھے کھڑے ہونے کی تاکید تھی؛ لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک کے بعد صحابۂ کرام نے عورتوں کو جماعت میں آنے سے ممانعت کی، فقہاء کرام نے بھی زمانہ کی حالت اور لوگوں کی اخلاقی کیفیت بدل جانے کی وجہ سے ممانعت کو درست سمجھا۔

اب اگر عورتیں نہ مانیں تو وہی صورت اختیار کرنی چاہیے، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھی: یعنی عورتیں مردوں کی جماعت میں شریک ہو جائیں۔ ہاں! ایسا انتظام کر دیا جائے کہ عورتوں اور مردوں کا اختلاط نہ ہو، عورتوں کی صفیں مردوں کے پیچھے اور علاحدہ ہوں۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ، دہلی (کفایت المفتی: ۱۴۱/۳)

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث: إعلاء السنن: ۱۲۵/۲۔

(۲) عن ابن عمر قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: "لاتمنعوا نساء کم المساجد وبیوتھن ==

عورتوں کی جماعت مکروہ تحریمی ہے:

سوال: ایک عورت تدریس قرآن مجید کرتی ہے اور ایک لڑکی بالغہ کو حفظ قرآن کرایا، اس عورت معلّمہ کا خیال ہوا کہ رات کو نماز تراویح باجماعت اپنے گھر میں شروع کروں، تا آنکہ دیگر عورتیں بھی آجاویں گی اور لڑکی کا ختم بھی ہوجائے گا، چنانچہ گذشتہ سال نماز تراویح، باجماعت اپنے مکان میں، جو کہ حویلی کے اندر ہے، پڑھتی رہی ہیں اور بڑی جماعت ہوجاتی ہے، اسی طرح اس سال میں بھی دوسری لڑکی سے نماز تراویح میں قرآن سننا شروع کردیا ہے، اندر مکان کے باجماعت پڑھتی ہیں، کافی عورتیں جمع ہوجاتی ہیں، جو امام ہوتی ہے، وہ درمیان میں کھڑی ہوجاتی ہے، آیا ان کا یہ طرز عمل جائز ہے، یا مکروہ تحریمی ہے، اگر مکروہ ہے تو ان کے عمل کو بالکل بند کردیا جائے، یا کہ جائز مع الکراہت عمل کو کسی مصلحت کی بنا پر جاری رکھا جائے؟

(المستفتی: ۲۶۵۵، حکیم غلام رسول صاحب (ملتان) ۱۵ر شوال ۱۳۵۹ھ ۱۶ر فروری ۱۹۴۰ء)

الجواب

حنفیہ کے نزدیک عورتوں کی جماعت مکروہ ہے؛ کیوں کہ قرون اولیٰ میں اس کا طریقہ جاری نہیں کیا گیا، پس حنفیہ کے لیے تو اس طریقہ کا اختیار کرنا صحیح نہیں ہے۔(۱)

حضرت عائشہ کی حدیث ہے کہ! **عن عائشة رضی اللّٰه عنها أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لاخير فى جماعة النساء إلا فى مسجد جماعة. {رواه أحمد والطبرانى}(إعلاء السنن)(۲)**

وعن على رضى الله عنه قال: لا تؤم المرأة. {رواه فى المدونة لمالک}(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

== خيرلهن". (سنن أبى داؤد، باب ماجاء فى خروج النساء إلى المساجد (ح: ٥٦٧)/مسند الإمام أحمد، مسند عبد الله بن عمر (ح: ٥٤٦٨): ٧٧/٥)/صحيح ابن خزيمة، باب اختيار صلاة المرأة فى بيتها (ح: ١٦٨٤)/ رواه الحاكم فى المستدرک فى باب الإمامة وصلاة الجماعة (ح: ٧٥٥) وقال: هذا حديث صحيح علىٰ شرط الشيخين، الخ. ووافقه الذهبى، انيس)

(و) يكره تحريمًا (جماعة النساء) ولوفى التراويح ... (و يكره حضورهن الجماعة) ولولجمعة و عيد ووعظ ... ولوعجوزًا ليلاً (على المذهب) المفتىٰ به، لفساد الزمان. (الدرالمختار، باب الإمامة: ٥٦٥/١-٥٦٦، ط: سعيد)

وفى التنوير: "ويصف الرجال، ثم الصبيان، ثم الخناثىٰ، ثم النساء. (الدرالمختار، باب الإمامة: ٥٥٧/١)

(۱) (و) يكره تحريماً (جماعة النساء) ولوفى التراويح قال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: أفاد أن الكراهة فى كل ما تشرع فيه جماعة الرجال فرضاً أونفلاً. (ردالمحتار، باب الإمامة: ٥٦٦/١، ط: سعيد)

(۲) إعلاء السنن: ٢/ ١٢٥، المعجم الأوسط، من إسمه هارون (ح: ٩٣٥٩) انيس

(۳) إعلاء السنن: ٢/ ٢١٥، مصنف ابن أبى شيبة، من كره أن تؤم المرأة النساء (ح: ٤٩٥٧) انيس

اشکال بر جواب بالا (بعنوان عورتوں کی جماعت مکروہ تحریمی ہے):

غریب نواز ہمارے حنفی ہی فرماتے ہیں کہ جائز بلا کراہت ہے، چنانچہ مولانا عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ شرح وقایہ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

کما یکره جماعة النساء وحدهن سواء كان في الفرض أو النفل وعللوه بأنها لايخلو عن ارتكاب ممنوع وهو قيام الإمام وسط الصف ولايخفىٰ ضعفه بل ضعف جميع ما وجهوا به الكراهة، كماحققناه في تحفة النبلاء،ألفناه في مسئلة جماعة النساء وذكرنا هناك أن الحق عدم الكراهة كيف ولا وقد امت بهن أم سلمة وعائشة في التراويح وفي الفرض، كما أخرجه ابن أبي شيبة وغيره وأمت أم ورقة في عهد النبي صلى اللّٰه عليه وسلم بأمره، كماأخرجه أبو داؤد،انتهى(۱)

حاشیہ مؤطا محمد رحمۃ اللہ علیہ میں امامت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تراویح میں نقل فرمائی ہے۔(۲)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خیر القرون میں مروج تھی۔

الجواب

میں نے حنفیہ کے مذہب کے مطابق جواب لکھا تھا، مولانا عبدالحی نوراللہ مرقدہ کی عبارت سے جو آپ نے نقل کی ہے، یہی ثابت ہوتا ہے کہ حنفیہ کا مذہب کراہت جماعت نساء کا ہے، مولانا نے اس مسلک پر اعتراض کیا ہے اور دلائل کراہت کو ضعیف بتا کر عدم کراہت کو حق کہا ہے، یہ ان کی رائے حنفیہ کے خلاف ہے، میں خود بھی ان کی رائے کو قوی سمجھتا ہوں؛ لیکن فتویٰ حنفی فقہ کے موافق دے سکتا ہوں، ہاں! یہ عرض کردوں کہ خاص خاص صحابیات نے جماعت سے نماز پڑھ لی، یا پڑھادی تو اس سے میرا یہ لکھنا کہ قرون اولیٰ میں عورتوں کی جماعت کا رواج نہیں تھا، غلط نہیں؛ بلکہ وہ باوجود اس بات کو مان لینے کے کہ بعض صحابیات نے جماعت کرلی بحالہ قائم اور صحیح ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ (کفایت المفتی: ۱۴۳/۳-۱۴۴)

---

(۱) مصنف ابن أبي شيبة، كتاب الصلوٰة المرأة تؤم النساء: ۴۳۰/۱، ط: دار الكتب العلمية بيروت لبنان/سنن أبي دأد، باب إمامة النساء: ۹۴/۱، ط: مكتبة إمدادية، ملتان

عن أم ورقة بنت عبد اللّٰه بن الحارث لهٰذا الحديث والأول أتم قال كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يزورها في بيتها وجعل لها مؤذناً يؤذن لها أمرها أن تؤم أهل دارها قال عبد اللّٰه فأنا رأيت مؤذنها شيخاً كبيراً. (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب إمامة النساء (ح: ۵۹۱) ص: ۸۷، بيت الأفكار، انيس)

حاشية شرح الوقاية، باب الجماعة: ۱۵۳/۱، ط: سعيد

(۲) موطأ الإمام محمد، باب قيام شهر رمضان: ۱۴۳، ط: نور محمد کتب خانہ کراچی

واضح رہے کہ حضرت مولانا عبدالحیٔ فرنگی محل کی تصنیف ''تحفۃ النبلاء'' فتاویٰ علماء ہند جلد: ۸ میں مکمل شامل ہے، وہاں دیکھ لیں، انیس

تنہا عورتوں کی امامت اور جماعت کا حکم:

سوال: عورتوں کا امام بننا اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ و باللّٰہ التوفیق

عورتوں کی جماعت نماز میں اور ایک عورت کا امام ہونا مکروہ تحریمی ہے، خصوصاً جب کہ امام مقتدیوں سے آگے ہو؛ لیکن اگر امام صف کے اندر بیچ میں کھڑی ہو تو کراہت کم ہے۔ (شامی ۱/۳۸۰)(۱)

اگر ان عورتوں میں کسی کا محرم، یا شوہر امام ہو تو سب کی نماز جائز و درست ہوگی، ورنہ ایسی جماعت مکروہ تحریمی ہے۔ (شامی: ۱/۳۸۱)(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۹/۶/۴/۱۳۷ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/۱۷۴)

عورتوں کی جماعت اور عورتوں کا اذان واقامت بلند آواز سے کہنا:

سوال (۱) عورت عورت کی جماعت کرے، یا نہیں؟

(۲) عورت کو نماز میں اقامت بلند آواز سے کہنا درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ و باللّٰہ التوفیق

عورتوں کی جماعت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مکروہ ہے، اگر نماز جماعت سے پڑھیں گی تو وسط صف میں امام کھڑی ہو۔ (۳) بغیر اذان واقامت وجہر کے نماز پڑھی جائے۔ (۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد حفیظ الحسن، ۳/۳/۴۴/۱۳ھ۔

الجواب صواب: محمد عثمان غنی عفی عنہ، الجواب صحیح: محمد نور الحسن، نور الدین عفی عنہ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/۳۴۳)

(۱) ویکره تحریماً (جماعة النساء) ... (فإن فعلن تقف الإمام وسطهن)فلوتقدمت أثمت.(الدرالمختار)
(قوله:فلوتقدمت أثمت)أفاد أن وقوفهاوسطهن واجب كما صرح به فى الفتح وأن الصلاة صحيحة وأنها إذا توسطت لاتزول الكراهة وإنما أرشدوا إلى التوسط؛لأنه أقل كراهة من التقدم.(ردالمحتار: ۳۰۶/۲)(كتاب الصلاة، باب الإمامة،انيس)

(۲) كما تكره إمامة الرجل لهن فى بيت ليس معهن رجل غيره ولامحرم منه)كأخته أوزوجته أوأمته،أما إذا كان معهن واحد ممن ذكرأوأمهن فى المسجد لايكره.(الدرالمختارعلىٰ هامش ردالمحتار،باب الإمامة: ۳۰۷/۲)

(۳) (و)يكره تحريماً(جماعة النساء)ولوفى التراويح فى غيرصلاة جنازة(لأنها لم تشرع مكررة)...(فإن فعلن تقف الإمام وسطهن)فلو تقدمت أثمت.(الدرالمختار،باب الإمامة: ۳۰۵/۲_۳۰۶)

(۴) عن ابن عمرليس على النساء أذان ولاإقامة. {رواه البيهقى}(إعلاء السنن: ۱۲٤/۲)(السنن الكبرىٰ،باب ليس على النساء الأذان والإقامة : ٤۰۸/۱،انيس)

==

عورتوں کا نماز کی جماعت میں حاضر ہونا کیسا ہے:

سوال: عورتوں کا مسجد میں نماز کی ادائیگی کے لیے جانا کیا حکم رکھتا ہے؟ غیر مما لک مثلاً: سعودی عرب وغیرہ میں عورتیں مسجدوں میں نماز پڑھتی ہیں، بہر حال اجازت اور عدم اجازت کے بارے میں شریعت کیا کہتی ہے؟ کتاب وسنت کی روشنی میں تفصیلی جواب عنایت فرمائیں؟

== **وليس على النساء أذان ولا إقامة فإن صلّين بجماعة يصلين جازت صلاتهن مع الإساءة.** (الفتاویٰ الهندية: ۱/ ۵۳) (الباب الثانی فی الأذان،الفصل الأول فی صفته وأحوال المؤذن،انیس)

(**وهو سنة**) **للرجال فی مكان عال (مؤكدة).** (الدرالمختار)

(**قوله: (للرجال) أماالنساء فيكره لهن الأذان وكذا الاقامة،لما روى عن أنس وابن عمر من كراهتها لهن،ولأن مبنى حالهن على السترورفع صوتهن حرام،إمداد.** (ردالمحتار: ۴۸/۲) (باب الأذان،انیس)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

''عورتوں پر اذان واقامت نہیں ہے''۔(**عن ابن عمر رضی اللّٰه عنهما:"ليس على النساء أذان و لا إقامة.** {رواه البيهقی} (إعلاء السنن: ۱۲۴/۲) السنن الكبریٰ (۴۰۸/۱)،باب ليس على النساء الأذان والإقامة)

بیہقی نے اس کو حضرت اسماء سے مرفوعاً بھی روایت کیا ہے اور حضرت انس سے بھی وقف ورفع دونوں نقل کیا ہے، البتہ رفع کو دونوں نے ضعیف کہا ہے۔(السنن الکبریٰ:۴۹۸/۱) تاہم تعدد طرق سے روایت کو تقویت ضرور ملتی ہے۔

وقال الحافظ فی التلخيص(۲۲۲/۱): رواه البيهقی موقوفاً بسندصحيح. أقول: وهو عند ابن أبی شيبة (۳۶۶/۲۔ ۳۶۷) عن جماعة من فحول التابعين عطاء والحسن وابن سيرين وإبراهيم وغيرهم عنهم وعن ابن عباس مع ابن عمر– عبد الرزاق أيضاً. (مصنف عبد الرزاق: ۱۲۶/۳۔۱۲۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

''ہم لوگ بغیر اقامت کے نماز پڑھا کرتے تھے''۔(**عن عائشة رضی اللّٰه عنها:"كنا نصلی بغير إقامة. {رواه البيهقی}** (إعلاء السنن: ۱۲۵/۱) /السنن الكبریٰ(۴۰۸/۱،باب أذان المرأة وإقامتها لنفسها) / مستدرک حاکم (۱۳۱/۱۔۱۳۸/۱) وغیرہ میں بعض روایات حضرت عائشہ کی اذان واقامت کی آئی ہیں،(تلخیص:۲۲۳/۱) لیکن ان کو لیث بن ابی سلیم کی وجہ سے ضعیف کہا گیا ہے، اگر چہ حاکم وذہبی کے سکوت اور متابعت کی بات آئی ہے، مگر صاحب اعلاء السنن (۱۲۴/۲) کا کہنا ہے کہ اس بابت حضرت ابن عمر کی بات کلیہ ہے اور روایتوں میں عورتوں کی اذان کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔(مستدرک حاکم، ابوداؤد وغیرہ تخریج کے لئے ملاحظہ ہو: **كتاب صلاة الرسول،تخريج عبد الرؤف عبد الحنان،ص: ۳۷۹**)

مستدرک حاکم (۲۰۳/۱) میں حضرت ام ورقہ کی ایک روایت آئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے اذان واقامت کی بات فرمائی، صاحب آثار السنن (۱۳۱/۱) نے اس کی سند کو حسن کہا ہے اور شیخ البانی نے بھی (**هامش ابن خزيمة : ۸۹/۳**)، مگر ابن القطان اور حافظ ابن حجر وغیرہ کی اس کے بعض راویوں کے حق میں سخت تنقید ہے؛ بلکہ خود حاکم نے بھی غرابت کی بات کی ہے۔(ملاحظہ ہو: **صلاة الرسول مع تخريج،ص: ۳۷۹ ونصب الرأية (الصلاة،باب الإمامة) وإعلاء السنن : ۴ / ۲۱۶۔ ۲۱۷** وغیرہ) مزید یہ کہ اس قسم کی چیزوں کا ثبوت جب عمومی نہیں تو ان کو خصوصی و کبھی کبھی پر محمول کیا جا سکتا ہے۔(احکام نماز اور احادیث وآثار،ص:۳۵۸۔۳۵۹)

الجواب ـــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً و مسلماً

اس سلسلہ میں جواب دیتے ہوئے مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب ؒ تحریر فرماتے ہیں:

’’عورتوں کو فقہائے حنفیہ نے نماز کی جماعتوں، عیدین اور مجالس وعظ میں جانے سے منع کیا ہے اور کتب فقہ میں اس کی تصریح ہے کہ عورتوں کے لیے مجالس وعظ اور جماعت نماز اور عیدین میں جانا مکروہ تحریمی ہے، جو حرام کے قریب ہے اور اس حکم فقہی کی دلیل یہ حدیث ہے، جو امام بخاری نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے:

عن عائشة رضی اللّٰه عنها قالت: لو أدرک رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ما أحدث النساء لمنعهن کما منعت نساء بنی إسرائیل فقلت: لعمرة: أو منعن؟ قالت: نعم. (رواہ البخاری)(۱)

(حضرت عائشہؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ اگر عورتوں کی یہ حرکات جو انہوں نے اب اختیار کی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرماتے تو انہیں مسجدوں میں آنے سے روک دیتے، جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئی تھیں۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے عمرہ سے پوچھا کہ کیا بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئی تھیں؟ انہوں نے فرمایا: ہاں۔ انتہیٰ)

اس حدیث سے صاف طور پر یہ بات معلوم ہوگئی کہ صحابۂ کرامؓ کے زمانہ میں ہی عورتوں کی حالت ایسی ہوگئی تھی کہ ان کا گھروں سے نکلنا اور جماعت میں جانا سببِ فتنہ تھا اور اسی وجہ سے حضرت عمرؓ، حضرت عائشہؓ و دیگر اکابر صحابہؓ عورتوں کو جماعت میں آنے سے منع کرتے تھے۔ علامہ عینیؒ عمدۃ القاری شرح بخاری میں اُس حدیث کے تحت جس میں عورتوں کا زمانۂ رسالت پناہ ہی میں عیدین میں جانا مذکور ہے، تحریر فرماتے ہیں: علما نے فرمایا کہ عورتوں کا عیدین میں جانا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس لیے تھا کہ وہ زمانہ خیر و برکت کا تھا اور فتنہ کا خوف نہ تھا اور آج کل جوان عورتیں خوبصورت خوش وضع ہرگز نہ جائیں اور اسی لیے حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کی یہ حرکت ملاحظہ فرماتے تو ان کو مسجد میں آنے سے روک دیتے، جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئیں تھیں، علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ فرمانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک کے بہت تھوڑے دنوں بعد کا ہے اور آج کل تو خدا کی پناہ! پس مطلقاً عورتوں کو عید اور غیر عید میں جانے کی اجازت نہیں دی جاسکتی، انتہی۔ جب کہ علامہ عینیؒ اپنے زمانہ میں یہ فرماتے ہیں کہ آج کل کی عورتوں کے حالات سے خدا کی پناہ! تو پھر ہمارے اس زمانہ چودھویں صدی کی عورتوں کا تو ذکر ہی کیا ہے اور علامہ عینیؒ عمدۃ القاری میں دوسری جگہ فرماتے ہیں: ہمارے اصحاب؛ یعنی علمائے حنفیہ کا مذہب وہ ہے، جو صاحبِ بدائع نے ذکر کیا ہے کہ علما کا اس پر اتفاق ہے کہ جوان عورت کو عیدین اور جمعہ؛ بلکہ کسی نماز میں جانے کی اجازت نہیں، بوجہ ارشادِ باری تعالیٰ: ﴿وقرن فی بیوتکن﴾ کے

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب: انتظار الناس قیام الإمام العالم (ح: ۸۶۹) ص: ۲۷۶، بیت الأفکار، انیس

اور اس لیے کہ عورتوں کا گھروں سے نکلنا فتنہ کا سبب ہے، ہاں بوڑھیاں عیدین کے لیے جاسکتی ہیں اور اس میں خلاف نہیں ہے کہ افضل بوڑھیوں کے لیے بھی یہی ہے کہ کسی نماز کے لیے نہ نکلیں۔انتہی (۱)

اور بدائع میں ہے: ''جوان عورتوں کا جماعتوں میں جانا مباح نہیں، اس روایت کی دلیل سے، جو حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے جوان عورتوں کو نکلنے سے منع فرمادیا تھا اور اس لیے کہ عورتوں کا گھروں سے نکلنا فتنہ کا سبب ہے اور فتنہ حرام ہے اور جو چیز فتنہ کی طرف پہنچائے، وہ بھی حرام ہوتی ہے''۔انتہیٰ (۲)

اور فتاوی ہندیہ معروف بہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: یعنی اس زمانہ میں فتوی اس پر ہے کہ عورتوں کا تمام نمازوں میں جانا مکروہ ہے؛ کیوں کہ ظہور فساد کا زمانہ ہے۔(۳)

اور بدائع میں ہے: ''عورت کا حکم یہ ہے کہ وہ خاوند کی خدمت میں (شرعاً) لگائی گئی ہے اور مردوں کی مجلسوں میں جانے سے (شرعاً) روکی گئی ہے؛ کیوں کہ عورتوں کا گھروں سے نکلنا فتنہ کا سبب ہے اور اسی لیے عورتوں پر جماعت اور جمعہ نہیں۔(۴)

ان تمام عبارتوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عورتوں کو نماز پنجگانہ، عیدین اور جمعہ کی جماعتوں میں جانا مکروہِ تحریمی ہے اور گھروں سے ان کے نکلنے میں ہی فتنہ ہے اور یہ ممانعت حضرت عمرؓ، حضرت عائشہؓ، عروۃ بن الزبیرؓ، قاسمؒ، یحیٰ بن سعید انصاریؒ، امام مالکؒ، امام ابو یوسفؒ وغیرہم سے منقول ہے اور ائمۂ حنفیہ کا بالاتفاق یہی مذہب ہے، جیسا کہ عینی اور بدائع کی عبارتوں سے واضح ہے۔(۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (محمود الفتاویٰ:۱/۴۴۷-۴۵۰)

(۱) عینی شرح بخاری وبدائع:۱/۱۷۵۔
(۲) بدائع الصنائع:۱/۱۵۷۔
(۳) فتاوی عالمگیری:۱/۹۳۔
(۴) بدائع الصنائع:۱/۲۵۸
(۵) کفایت المفتی:۵/۳۹۱ تا ۳۹۴۔

احادیث میں یہ ضرور آیا ہے کہ عہد نبوی میں عورتیں مسجد کی جماعت میں شریک ہوتی تھیں، مگر ساتھ ہی یہ بھی آیا ہے کہ اچھا یہی ہے کہ وہ گھر میں نماز پڑھا کریں اور یہ بھی آیا ہے کہ مسجد جائیں تو انتہائی سادگی سے اور بغیر کسی اہتمام لباس وغیرہ کے، ورنہ ان کا جانا وعید کا باعث ہے۔(روایات کے لئے ملاحظہ ہو! جامع الأصول:۱۱/۱۹۸-۲۰۲)

اور دن بدن حالات میں تبدیلی اور خرابی ہی آتی گئی ہے؛ اسی لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد معروف ہے، جسے تمام علماءِ محققین نے اپنے استدلال میں ذکر کیا ہے اور ان چیزوں کی وجہ سے ممانعت کو ذکر کیا ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرمایا:

''اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خواتین کی اس حالت کا مشاہدہ فرماتے، جو انہوں نے (آپؐ کے بعد) اختیار کرلی ہے تو آپ ان کو مسجد سے روک دیتے جیسے کہ بنو اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا تھا''۔(بخاری ومسلم)((عن عائشة رضی اللّٰه عنها قالت: ==

== "لو رأى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم بما أحدث النساء لمنعهن المسجد كما منعت نساء بني إسرائيل". {رواه البخاري ومسلم والمؤطا وأبوداؤد}(جامع الأصول: ۱۱/۲۰۱ ـ ۲۰۲)/ البخاری، صفة الصلاة، باب خروج النساء إلى المساجد/مسلم الصلاة، باب خروج النساء إلى المساجد)

دوسرے صحابہ بالخصوص حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، جن سے متعدد مرفوع روایات آئی ہیں کہ عورتوں کا گھر میں ہی نماز پڑھنا بہتر وافضل ہے، ان سے اس بابت خصوصیت سے ممانعت وتاکید منقول ہے، وہ حج وعمرہ وحرمین نیز سن دراز عورتوں کی تخصیص واستثناء کی بات فرماتے اور عام عورتوں کے لئے گھر ہی کی نماز کوفضیلت کی اور افضل بتاتے؛ بلکہ یہاں تک روایت ہے کہ جمعہ کے دن کنکری مار مار کر ان کو مسجد سے باہر نکالتے۔(مصنف ابن ابی شیبہ:۲۰۱/۵-۲۰۲)

آگے اس بابت ارشادات نبویہ ملاحظہ ہوں، جن کی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بات فرمائی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے شدت اپنائی اور علماءِ امت، ائمہ اربعہ وغیرہ نے اس کو ناپسند وممنوع قرار دیا۔ واضح رہے کہ مسجد وجماعت سے ممانعت کی بات صرف حنفیہ ہی نہیں کرتے؛ بلکہ دوسرے حضرات کے یہاں بھی اسی قسم کا حکم ہے۔(ملاحظہ ہو! الفقہ الاسلامی وادلتہ :۱۱۷۲/۲-۱۱۷۳، الموسوعۃ الفقہیہ :۱۶۷/۲۷-۶۸: ۲۱۷/۳۷-۲۱۸)

اور جولوگ اجازت کی بات کرتے ہیں، وہ صرف جواز کی حد تک اور شروط وقیود کے ساتھ، ورنہ نہیں۔(تقلید اور ان امور میں توسع رکھنے والے علما بھی یہی کہتے ہیں۔ ملاحظہ ہو! ''خواتین کے مخصوص مسائل'' مؤلفہ شیخ صالح فوزان، ص :۸۱-۸۶۱، علامہ شوکانی (نیل الأوطار:۱۱/۴-۱۳) وغیرہ کا نقطہ نظر بھی یہی ہے۔

اور بعض احادیث میں جو یہ آیا ہے کہ عورت اجازت مانگے تو روکا نہ جائے۔(ملاحظہ ہو! جامع الاصول :۱۹۸/۱۱-۱۹۹) تو اس کی بابت مولانا عبدالرحمان صاحب مبارکپوری نے امام نووی سے نقل کیا ہے کہ حدیث میں یہ حکم کہ عورت کو روکا نہ جائے اور منع نہ کیا جائے، یہ تجزیہ کا ہے (تحریم کا نہیں؛ یعنی اچھا وبہتر ہے کہ نہ روکے، حرمت کا نہیں کہ روکنا حرام اور کلیۃً منع ہے) اور یہ حکم اس وقت ہے، جب کہ حدیث میں مذکورہ شرائط پائے جائیں۔(تحفۃ الاحوذی:۱۴۳/۳) ورنہ روکنا حق ولازم ہوگا، جیسا کہ امام ترمذی نے عبداللہ بن مبارک سے نقل کیا ہے۔(ترمذی، ابواب العیدین)

اور حافظ ابن حجر نے ابن دقیق العید سے نقل کیا ہے کہ حدیث تو عام ہے؛ مگر فقہا نے قیدیں لگائی ہیں۔(فتح الباری:۳۴۹/۲-۳۵۰)(وہ قیدیں احادیث سے ماخوذ ہیں، جیسا کہ آگے وضاحت موجود ہے)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اپنے فتاویٰ میں ذکر کیا ہے کہ پنج وقتہ نمازوں اور جمعہ میں عورتوں کی شرکت بہت کم ہوتی تھی؛ اس لیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان نمازوں کے حق میں گھروں کا ثواب زیادہ بتایا ہے۔(فتاویٰ ابن تیمیہ(۴۵۸/۶) البتہ شیخ فرماتے ہیں کہ عیدین میں ان کو شرکت کا حکم تھا اور اس کے اسباب بھی ذکر کئے ہیں۔

عورت مسجد جا سکتی ہے، مگر بہتر اس کے لئے گھر ہی ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ ارشاد نبوی ہے: ''اپنی عورتوں کو مسجدوں سے مت روکو، ویسے تو ان کے گھر ان کے لیے بہتر ہیں''۔(عن ابن عمر رضی اللّٰه عنهما أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال:''لا تمنعوا نسائكم المساجد وبيوتهن خير لهن. {أخرجه أبوداؤد}(جامع الأصول: ۲۰۰/۱۱)/ أبوداؤد، كتاب الصلاة، باب ماجاء فى خروج النساء إلى المساجد/مسند احمد: ۷۶/۲-۷۷/وصحيح ابن خزيمة ،جماع أبواب صلاة النساء فى الجماعة/وفى هامش ابن خزيمة (۹۳/۳)نقلاً عن الألبانى:الحديث صحيح بشواهده وهو مخرج فى صحيح أبى داؤد. ==

== أقول: رواه الحاكم في المستدرك: ۲۰۹/۱، وقال: هذا حديث صحيح علىٰ شرط الشيخين ووافق عليه الذهبي، انيس)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ارشاد نبوی نقل کیا ہے:

''عورت کی نماز اپنے گھر کے کمرے میں بہتر ہے، اس کے گھر کے صحن و برآمدے سے اور اس کی نماز کوٹھری میں کمرے کی نماز سے بہتر ہے''۔ (ابوداؤد) (عن ابن مسعود رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ''صلاة المرأة في بيتها أفضل من صلاتها في حجرتها وصلاتها في مخدعها أفضل من صلاتها في بيتها. {أخرجه أبو داؤد} (جامع الأصول: ۲۰۰/۱۱) /أبو داؤد، باب ماجاء في خروج النساء إلىٰ المساجد/وفي هامش جامع الأصول: ۲۰۰/۱۱، إسناده حسن، وأخرجه ابن خزيمة، جماع أبواب صلاة النساء في الجماعة) وفي هامشه (۹۴/۳) قال الألباني: إسناده صحيح)

اور ایک روایت میں ہے:

''اللہ کو عورت کی نماز سب سے زیادہ محبوب وہ جو اس کے گھر کے اندر سب سے تاریک حصے میں ہو''۔ (ابن خزیمہ)

(عن ابن مسعود رضي الله عنه من قول النبي صلى الله عليه وسلم: ''إن أحب صلاة يصليها المرأة إلىٰ الله في أشد مكان في بيتها ظلمة''. (صحيح ابن خزيمة، جماع أبواب صلاة النساء في الجماعة وفي هامشه (۹٦/۳) ذكر تحسين الحديثين أحدهما بالآخر ورواه الطبراني في الكبير من قول ابن مسعود. قال الهيثمني: رجاله موثقون. (مجمع الزوائد: ۳۸/۲)

ایک روایت تو اس مضمون کی بھی ہے کہ ایک صحابیہ نے آپ کے ساتھ اپنی نماز کے شوق کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا:

''تمہاری نماز تمہارے کمرے میں، تمہارے برآمدے کی نماز سے بہتر ہے اور تمہارے برآمدے میں تمہاری نماز گھر کے کھلے حصے و میدان سے بہتر ہے، اور گھر کے کھلے حصے کی نماز محلّہ کی مسجد سے بہتر اور محلے کی مسجد کی نماز میری اس مسجد کی نماز سے بہتر ہے''۔

پھر ان صحابیہ کو حکم دیا گیا تو ان کے لئے گھر کے کنارے اور انتہائی تاریک حصے میں مسجد (نماز کی جگہ) بنائی گئی، جس میں وفات تک وہ نماز ادا کرتی رہیں۔ (ابن خزیمہ) (صحيح ابن خزيمة، جماع أبواب صلاة النساء بالجماعة، قال الألباني في هامشه (۹۵/۳): حديث حسن، حافظ ابن حجر نے اس کو امام احمد وطبرانی سے نقل کرتے ہوئے مسند احمد کی سند کو حسن کہا ہے۔ (فتح الباري: ۳۵۰/۳) وفي مجمع الزوائد (۳۷/۲، باب خروج النساء إلىٰ المساجد): رواه أحمد ورجاله رجال الصحيح غير عبدالله بن سويد الأنصاري وثقه ابن حبان)

ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت ام حمید رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہمارے شوہر ہم کو آپ کے ساتھ نماز پڑھنے سے منع فرماتے ہیں اور ہم آپ کے ساتھ نماز پڑھنا چاہتے ہیں تو آپ نے فرمایا:

''تمہاری نماز تمہارے کمروں میں تمہارے گھروں کے صحن و برآمدوں سے بہتر ہے اور تمہارے صحن و برآمدوں کی نماز جماعت کی نماز سے بہتر ہے''۔ (ابن ابی شیبہ واحمد)

(عن أم حميد قالت: يارسول الله! يمنع أزواجنا أن نصلي معك ونحب الصلاة معك فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ''صلاتكن في بيوتكن أفضل من صلاتكن في حجركن وصلاتكن في حجركن أفضل من صلاتكن في الجماعة''. (مصنف ابن أبي شيبة: ۲۰۳/۵ وفي هامشه: رواه احمد (۳۷۱/٦) وابن خزيمة (۱٦۸۹) وابن حبان) ==

== عورت مسجد جائے تو بغیر کسی اہتمام کے عام لباس وہیئت میں ورنہ منع ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ارشاد نبوی منقول ہے:

''اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں سے مت روکو اور وہ نکلیں تو معمولی حال میں''۔(یعنی سنگار وغیرہ کے بغیر)(ابوداؤد)(عن أبی هريرة رضی اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم قال: لا تمنعوا إماء اللّٰه مساجد اللّٰه ولكن ليخرجن وهن تفلات.{أخرجه أبوداؤد}(جامع الأصول: ۲۰۱/۱۱)سنن أبی داؤد،با ماجاء فی خروج النساء إلٰی النساء المساجد)/ وفی هامش جامع الأصول (۲۰۱/۱۱):إسناده حسن ورواه ابن خزيمة،جماع أبواب صلاة النسائی فی الجماعة وفی هامشه (۹۰/۳):إسانده حسن)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نقل فرمایا ہے:

''جو عورت خوشبو لگائے ہو، وہ ہمارے ساتھ عشا کی نماز میں شریک نہ ہو''۔(مسلم)(عن أبی هريرة رضی اللّٰه عنه عن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم قال:''أيما امرأة أصابت بخوراً فلا تشهدمعنا العشاء الآخرة''.{رواه مسلم وأبوداؤد والنسائی} (جامع الأصول: ۷۷۱/٤)(الصحيح لمسلم،كتاب الصلاة،باب خروج النساء إلٰی المساجد،رقم الحديث: ٤٤٤)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی زینب رضی اللہ عنہا نے ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ذکر کیا ہے:

''جب تم میں سے کوئی عورت مسجد جائے تو خوشبو نہ لگائے''۔(مسلم)(عن زينب امرأة ابن مسعود رضی اللّٰه عنها عن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم قال:''إذا شهدت إحداكن المسجد فلا تمس طيباً''. {رواه مسلم والنسائی}(جامع الأصول: ٤ /۷۷۲)(الصحيح لمسلم،كتاب الصلاة،باب خروج النساء إلٰی المساجد،رقم الحديث:٤٤۳)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے یہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی منقول ہے:

''جو عورت خوشبو پھیلاتی مسجد جائے، اس کی نماز اللہ قبول نہیں فرماتے، حتی کہ وہ گھر واپس ہو کر اس کو دھلے''۔(احمد وابن خزیمہ) (عن أبی هريرة رضی اللّٰه عنه قال:سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم يقول:''لا يقبل اللّٰه من امرأة صلاة خرجت إلٰی المسجدوريحها تعصف حتٰی ترجع فتغتسل''. {رواه ابن خزيمة واحمد}(مسند احمد (۲٤٦/۲-۲٦٤)/ (صحيح ابن خزيمة،جماع أبواب صلاة النساء فی الجماعة،وفی هامشه (۹۲/۳)قال الألبانی:حديث حسن ورجاله ثقات لكنه منقطع ... يتقوی بطريق مولٰی أبی رهم)

خلاصۂ احادیث:

ممتاز عالم ومحدث مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری کے لفظوں میں خلاصۂ احادیث سنئے:

''تم جانو کہ عورتوں کا گھر میں نماز پڑھنا مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل ہے اور اس کے باوجود بھی اگر کوئی عورت مسجد میں نماز پڑھنے کی اجازت حاصل کرے (یعنی شوہر سے) تو اس کو روکنا نہیں چاہئے؛ بلکہ (شوہر کی طرف سے) اس کو اجازت دینی چاہئے؛ لیکن اس کے لئے چند شرطیں ہیں، جن کا بیان احادیث میں آیا ہے، ان کا لحاظ ضروری ہے۔

اور وہ شرطیں یہ ہیں:

(۱) جو عورت نماز کے لئے مسجد میں جائے، وہ خوشبو نہ لگائے۔

(۲) بن سنور کر نہ جائے۔ ==

مستورات کی جماعت کا ثبوت شرعی موجود ہے :

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بندہ کی اہلیہ نفلوں میں کلام پاک سنا رہی ہے اور عورتوں کی امامت کر رہی ہے، اب بعض لوگ کہتے ہیں کہ عورتوں کی جماعت کا کیا ثبوت ہے؟ کیا واقعی عورتوں کی جماعت کا کوئی شرعی ثبوت نہیں ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: فضل الٰہی، خطیب جامع مسجد فاروقیہ اسلام آباد، ۱۹۷۶/۹/۲۴ء)

(۳) پاؤں میں آواز والا پازیب نہ پہنے۔
(۴) اچھے کپڑوں کو پہن کر نہ جائے۔
(۵) مردوں سے ملے جلے نہیں۔
(۶) نوجوان نہ ہوں یا نوجوان کی طرح نہ ہو۔
(۷) راستے میں عورتوں سے چھیڑ چھاڑ کا اندیشہ نہ ہو۔ (مولانا مبارک پوری صاحب نے یہ تفصیل تحفۃ الاحوذی (۱۴۳/۳) میں ذکر کی ہے اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کی ہے۔ علامہ ابن حزم نے اگر چہ اس کو اختیار کیا ہے کہ عورتوں کے لیے بھی مسجد جانا بہتر ہے، البتہ فرض نہیں ہے؛ لیکن وہ بھی فرماتے ہیں کہ اجازت لے کر جائیں اور سادگی کے ساتھ بغیر زینت و اہتمام کے اور خوشبو کے اور اگر وہ خوشبو و زینت کے ساتھ جائیں تو ان کی نماز نہیں ہوگی اور ان کو منع کرنا لازم ہوگا۔ (محلی: ۱۸۸/۴)

تنہا عورتوں کی جماعت بھی پسندیدہ نہیں ہے، بس اجازت ہے:

اسی لئے عہد نبوی و عہد صحابہ میں اس کا عمومی ثبوت نہیں ملتا؛ بلکہ خصوصی ہی کا تذکرہ و ثبوت ملتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد نبوی منقول ہے:

''عورتوں کی جماعت میں کوئی خیر نہیں، الا یہ کہ مسجد کی جماعت ہو اور اس میں شریک ہوں''۔ (احمد وطبرانی) (**عن عائشة رضی اللّٰه عنها أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال: "لاخیر فی جماعة النساء إلا فی مسجد جماعة". {رواه احمد والطبرانی} (إعلاء السنن: ۲/ ۱۲۵) / (مسند احمد (۶/ ۶۶) / (مجمع الزوائد (۲/ ۳۶) وفیه ابن لهیعة وفیه کلام، قال فی إعلاء السنن (۴/ ۲۱۴): قلت: قدحسن له الترمذی واحتج به غیرواحد کمافی مجمع الزوائد، أیضاً، وقال أیضاً (إعلاء السنن: ۴/ ۲۱۵): ابن لهیعة أحسن حالا منه (أی من بعض رواة حدیث أم ورقة عند الحاکم وغیره) لأنه من الأئمة المعروفین لم یجهله أحد قط فحدیثه أولٰی)**

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے وہ فرماتے تھے:

''عورت امامت نہیں کرے گی''۔ (المدونہ) (**عن مولٰی بنی هاشم عن علی بن أبی طالب أنه قال: "لاتؤم المرأة". {رواه مالک فی المدونة} (إعلاء السنن: ۴/ ۲۱۵) / المدونة (۱/ ۸۵) / وفی إعلاء السنن (۴/ ۲۱۷): قلت: رجاله کلهم ثقات ولا یضره عدم تسمیة الراوی عن علی فإن شیوخ ابن أبی ذئب (الذی رواه عنه ابن وهب) کلهم ثقات سوی البیاض (وهولیس من موالی بن هاشم) قاله ابن معین وأبو داؤد، کما فی التهذیب فالسندصحیح. رواه ابن أبی شیبة (۳/ ۵۰۷) أیضاً**)

ظاہر یہی ہے کہ اس سے خود عورتوں کی امامت کی نفی مراد ہے اور ان کی جماعت کی، ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اذان و اقامت کی نفی کی ہے، (ملاحظہ ہو! حدیث: ۲۲۳) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے امامت کی (ملاحظہ ہو! حدیث: ۵۲۲) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جماعت کی، (ملاحظہ ہو! حدیث: ۵۲۱) سب کا حاصل یہی نکلا کہ عورتوں کے لیے وہ نظام نہیں، جو مردوں کے لیے ہے۔ (احکام نماز اور احادیث و آثار، ص: ۳۵۱-۳۵۷)

الجواب

بنابرتحقیق عورتوں کی جماعت مشروع ہے، نہ منسوخ ہےاور نہ مخصوص ہے؛**لأن النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و سلم جعل لأم ورقة مؤذنا وأمرها أن تؤم أهل دارها.**{رواہ أبوداؤد: ۹۵/۱}(۱)

ولاوجه لنسخه ولادليل على الخصوصية كيف وقدروى ابن أبى شيبة أن أم سلمة وعائشة رضى اللّٰه تعالىٰ عنهما أمتا فى التراويح والفرض.(۲)

قال العلامة الكهنوى فى عمدة الرعاية علىٰ هامش شرح الوقاية (۱۷٦/۱)(قوله: كجماعة النساء وحدهن): عللوه بأنها لا تخلو عن ارتكاب ممنوع وهو قيام الإمام وسط الصف ولا يخفىٰ ضعفه بل ضعف جميع ما وجهوا به الكراهة كماحققناه فى تحفة النبلاء فى مسئلة جماعة النساء وذكرنا هُناك أن الحق عدم الكراهة كيف لاوقد أمت بهن أم سلمة وعائشة رضى اللّٰه تعالىٰ عنهما فى التراويح وفى الفرض كماأخرجه ابن أبى شيبة وغيره وأمت أم ورقة فى عهدالنبى صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم بأمره كما أخرجه أبوداؤد،انتهىٰ(۳)

قلت: وقال إمام الأئمة: إذا صح الحديث فهو مذهبى. (۴) أولعل المراد من الكراهة التنزيهة كما يشير إليه كلام صاحب الخلاصة: وصلاتهن فرادىٰ أفضل.(۵)

نعم: صرح فى شرح التنوير بالتحريم لكن لا وجه له.(۶)ففهم وهو الموفق(فتاویٰ فریدیہ:۲/۳۲۵-۳۲۶)

(۱) سنن أبى داؤد: ۹۵/۱،باب إمامة النساء (عن أم ورقة بنت عبد بن الحارث بهٰذا الحديث والأول أتم قال: وكان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يزورها فى بيتها وجعل لها مؤذناً يوذّن لها وأمرها أن تؤم أهل دارها،قال عبد الرحمن:فأنا رأيت مؤذنها شيخاً كبيراً.(سنن أبى داؤد،كتاب الصلاة،باب إمامة النساء (ح:۵۹۱) ص:۸۷،بيت الأفكار،انيس)

(۲) مصنف ابن أبى شيبة: ۵۳٦/۱،باب المرأة تؤم النساء

(۳) عمدة الرعاية علىٰ هامش شرح الوقاية: ۱۷٦/۱،فصل فى الجماعة

(۴) قال العلامة ابن عابدين: ونظيره هٰذا ما نقله العلامة بيرى فى أول شرحه علىٰ الأشباه عن شرح الهداية لابن الشحنة ونصه: إذا صح الحديث وكان علىٰ خلاف المذهب عمل بالحديث ويكون ذلك مذهبه ولا يخرج مقلده عن كونه حنفياً بالعمل به فقد صح عنه أنه قال:إذا صح الحديث فهو مذهبى وقد حكى ذلك ابن عبد البرعن أبى حنيفة وغيره من الأئمة. (ردالمحتار هامش الدرالمختار: ۵۰/۱،مطلب صح عن الإمام أنه قال:إذا صح الحديث فهومذهبى.)

(۵) قال العلامة طاهر بن عبد الرشيد البخارى:وإمامة المرأة للنساء جائزة إلا أن صلٰوتهن فرادىٰ أفضل. (خلاصة الفتاوىٰ: ۱۴۷/۱،فصل فى الإمامة والاقتداء)

(٦) قال العلامة الحصكفى:و يكره تحريماًجماعة النساء ولو فى التراويح ... فإن فعلن تقف الإمام وسطهن ... كالعراة فيتوسطهم إمامهم ويكره جماعتهم تحريماً،فتح.(الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار: ۴۱۸/۱،قبيل مطلب هل الإساءة دون الكراهة،الخ)

جماعۃ النساء بعض فقہا کے نزدیک جائز اور بعض کے نزدیک مکروہ ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ!

(۱) ایک حافظہ قرآن تراویح میں خواتین کے لیے امامت کراتی ہے، جس کے لیے دیگر خواتین کو دعوت بھی دی جاتی ہے، کیا اس میں کراہت ہے؟

(۲) ایک معمر خاتون چارسدہ میں بروز جمعہ دیگر خواتین کو جمع کر کے جمعہ پڑھاتی ہے، کیا ان خواتین کے ذمہ نماز ظہر ساقط ہو جاتی ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: مفتی عبداللہ شاہ، محلّہ عزیز خیل چارسدہ، ۱۹۹۱/۴/۱ء)

الجواب

(۱) فقہا کرام نے خواتین کی جماعت کو اور جماعت کے لیے گھروں سے نکلنے کو مکروہ لکھا ہے، کما فی إمامۃ الدر المختار مع رد المحتار (۱) اور مولانا عبدالحیٔ نے عمدۃ الرعایۃ علی شرح الوقایۃ: ۱۷۶/۱، میں جواز کو راجح قرار دیا ہے؛ (۲) کیوں کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ام ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو امامت کرنے کی اجازت دی تھی، کما فی سنن ابی داؤد: ۹۵/۱، باب إمامۃ النساء (۳) اور پیغمبر علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ام

---

(۱) قال العلامة الحصكفي: ويكره تحريماً جماعة النساء ولو في التراويح في غير صلاة جنازة فإن فعلن تقف الإمام وسطهن... وتكره جماعتهم تحريماً فتح ويكره حضورهن الجماعة ولو لجمعة وعيد و وعظ مطلقاً ولو عجوزاً ليلاً على المذهب المفتى به لفساد الزمان. (الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار: ٤١٨/١، باب الإمامة)

(۲) قال العلامة عبد الحيء الكهنوي: قوله: كجماعة: أي كمايكره جماعة النساء وحدهن سواءٌ كان في الفرض أو النفل وعللوه بأنها لا يخلوا عن ارتكاب ممنوع وهو قيام الإمام وسط الصف ولا يخفىٰ ضعفه بل ضعف جميع ما وجهوا به الكراهة كما حققناه في تحفة النبلاء ألفناها في مسئلة جماعة النساء وذكرنا هناك أن الحق عدم الكراهة كيف لا وقد أمت بهن أم سلمة وعائشة في التراويح وفي الفرض، كما أخرجه ابن أبي شيبة وغيره أمت أم ورقة في عهد النبي صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم بأمره، كما أخرجه أبو داؤد. (عمدة الرعاية علىٰ هامش شرح الوقاية: ١٧٦/١، فصل في الجماعة)

(۳) عن أم ورقة بنت عبد اللّٰه بن الحارث بهٰذا الحديث والأول أتم وكان رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم يزورها في بيتها وجعل لها مؤذناً يؤذن لها وأمرها أن يؤذن أهل دارها قال عبد الرحمٰن: فأنا رأيت مؤذنها شيخاً كبيراً. (سنن أبي داؤد: ٩٥/١، باب إمامة النساء) (ص: ٨٧، بيت الأفكار) انيس)

عن أم ورقة بنت عبد اللّٰه بن الحارث الأنصاري وكانت جمعت القرآن وكان النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قد أمرها أن تؤم أهل دارها وكان لها مؤذن وكانت تؤم أهل دارها. (مسند الإمام أحمد، حديث أم ورقة (ح: ٢٧٢٨٣) انيس)

سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تراویح میں امامت کراتی تھیں، کمافی مصنف ابن ابی شیبۃ وغیرہ(۱) تو معلوم ہوا کہ ام ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی امامت نہ مخصوص ہے اور نہ منسوخ ہے، بہر حال فقہا کرام کا حکم فتنہ کے سد باب پر محمول ہے۔

(۲) جب ذکورت شرط وجوب ہے تو عورت عوتوں کی امام جمعہ ہوسکتی ہے؛ لیکن بہر حال مکروہات سے بھرپور ہے اور انفراد اس سے بہت مفضول ہے۔ وہوالموفق (فتاویٰ فریدیہ:۳۲۶/۲۔۳۲۸) ☆

عورت کی اقتدا شوہر تراویح میں کرے، یا نہیں:

سوال: زوجۂ زید حافظہ قرآن ہے، اگر اس رمضان شریف میں اس کا شوہر اور ابن اور بنات اس کی اقتدا فرض وتراویح میں کریں تو جائز ہے، یا نہیں؟ اور اگر وہ تنہا تراویح پڑھے تو جہر کے ساتھ قرأت قرآن درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

(ولایصح اقتداء رجل بإمرأۃ) وخنثٰی (وصبی مطلقاً ،إلخ. (الدرالمختار) (۲)

ویکرہ جماعۃ النساء ولوفی التراویح. (الدرالمختار) (۳)

(۱) أن أم سلمة وعائشة رضی الله عنهما أمتا فی التراويح والفرض. (مصنف ابن أبی شيبة: ٥٣٦/١، باب المرأة تؤم النساء)

☆ مسجد کے بالائی حصہ میں عورتوں کی بلا جماعت نماز کا حکم:

سوال: ہمارے یہاں ایک ایسی جگہ ہے، جہاں کافی ساری مسلم عورتیں کام کرتی ہیں اور وہ کافی دور سے آتی ہیں، نیز اس جگہ پر ایک مسجد بھی ہے، جس کے دو حصے ہیں: ایک اوپر کا اور ایک نیچے کا اور دو ہی دروازے ہیں، ایک اوپر جانے کے لیے اور ایک نیچے جانے کے لیے، مرد لوگ نیچے کے حصے میں نماز ادا کرتے ہیں اور نماز کے بعد ۲۰۔۲۵ منٹ رکتے ہیں، پھر مسجد خالی ہو جاتی ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ عورتیں صبح سے کام کے لیے آتی ہیں اور شام ہو جانے پر اپنے گھروں کو روانہ ہوتی ہیں، ان پر تین نمازوں کا وقت گزرتا ہے، لہذا یہ عورتیں مسجد کے اس حصے میں جس میں مرد نماز نہیں پڑھتے ، کیا بلا جماعت کے اپنے اپنے طور پر نماز پڑھ سکتی ہیں؟ جب کہ دروازہ بھی الگ ہے، جواب دیکر ممنون فرمائیں؟

الجواب ـــــــــــــــ حامداً و مصلیاً و مسلماً

قطع نظر اس سے کہ ان عورتوں کا دور دور سے ملازمت کے لیے اس طرح آنا شرعا مفاسد ومضرات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ممنوع وحرام ہے، ان کو مسجد میں بلا جماعت تنہا اپنی نماز پڑھنے کی اجازت دینا آئندہ بہت سارے مفاسد وفتن (جو اہل افتاء پر مخفی نہیں) کا دروازہ کھولنا ہے؛ اس لیے جہاں پر وہ کام کرتی ہیں وہیں کوئی کمرہ ان کی نماز کے لیے مخصوص کر دیا جائے کہ اس میں وہ اپنی نماز ادا کرتی رہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۴ر ربیع الاول ۱۴۲۳ھ، الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ۔ (محمود الفتاویٰ: ۴۴۶/۱۔۴۴۷)

(۲) الدرالمختار علٰی هامش ردالمحتار ،باب الإمامة: ٥٣٩/١، ظفير

(۳) أيضاً: ٥٢٨/١

”ولا تجهر في الجهرية ، بل لو قيل بالفساد بجهرها لأمكن بناءً علٰى أن صوتها عورة“. (ردالمحتار: ۳۴۹/۱)(۱)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ مرد کی نماز عورت کے پیچھے نہیں ہوتی اور تنہا عورتوں کی جماعت بھی مکروہ تحریمی ہے اور عورت تنہا بھی جہر یہ نماز میں جہر نہیں کرسکتی۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۵۵/۳)

حرمین شریفین میں عورتوں کا جماعت کی نماز میں شریک ہونا:

سوال: حرمین شریفین میں خواتین کا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا فقہ حنفی کی رو سے کیسا ہے؟

الجواب ———— حامداً و مصلیاً و مسلماً

فقہاء احناف نے جہاں عورتوں کے لیے مسجد میں جماعت کی شرکت کو مکروہِ تحریمی لکھا ہے، وہاں مسجد حرام کا استثنا نہیں کیا ہے؛ اس لیے یہ حکم حرمین شریفین میں بھی جاری ہوگا۔

”ويكره حضورهن الجماعة ولو لجمعة وعيد ووعظ مطلقاً ولو عجوزًا ليلاً على المذهب المفتٰى به لفساد الزمان“. (۲)

معلم الحجاج میں ہے:

”مسئلہ: مسجدِ حرام تمام مسجدوں سے افضل ہے، اس میں نماز پڑھنے کا بڑا ثواب ہے، ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہوتا ہے؛ لیکن یہ ثواب کی زیادتی صرف فرض نماز کے ساتھ مخصوص ہے، نوافل کا ثواب اتنا نہیں، نوافل گھر میں پڑھنا افضل ہے، اسی طرح یہ ثواب صرف مردوں کو ہوتا ہے، عورتوں کو نہیں ہوتا، ان کو اپنے گھر میں نماز پڑھنی افضل ہے“۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۴/ ذوالقعدہ ۱۴۱۰ھ۔ (محمود الفتاویٰ: ۲۲۶/۴)

جماعت میں عورتوں کی شرکت:

سوال: ہمارے یہاں مسجد سے ملا ہوا مدرسہ ہے، جو مسجد ہی کے احاطہ میں ہے، مدرسہ میں محلّہ کی خواتین نماز عشا وتراویح جماعت کے ساتھ پڑھنے کی غرض سے آتی ہیں، ان کے لیے پردہ کا پورا انتظام واہتمام ہوتا ہے، نیز ان کی آمد

(۱) ردالمحتار، فصل تاليف الصلاة، تحت قوله: وتلصق بطنها، إلخ: ۴۷۱/۱، ظفير (كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب في إطالة الركوع للجائي، انيس)

(۲) الدر المختار علٰى هامش الشامي: ۴۱۸/۱-۴۱۹ (كتاب الصلاة، باب الإمامة، انيس)

(۳) معلم الحجاج، ص: ۱۲۰۔

ورفت علیحدہ دروازہ سے رہتی ہے، مسجد میں ان کی آمد ورفت سے کسی بھی قسم کا کوئی خلل واقع نہیں ہوتا ہے اور نہ خواتین مردوں کو دیکھ سکتی ہیں اور نہ ہی مردوں کی نظر خواتین پر پڑ سکتی ہے، تراویح کی بیس رکعت مکمل ہونے پر وہ گھروں کے لئے روانہ ہو جاتی ہیں اور مرد حضرات وتر ونوافل کے بعد مسجد سے باہر نکلتے ہیں، ایسی صورت میں خواتین کا مدرسہ میں آکر تراویح ونماز عشا ادا کرنا قرآن وحدیث کی رو سے درست ہے، یا نہیں؟

هو المصوب

دریافت کردہ صورت میں مذکورہ اہتمام وانتظام کی صورت میں زیادہ معمر بوڑھی عورتوں کے لیے مسجد میں جاکر تراویح کی نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے،(۱) البتہ خواتین کے لیے گھر میں نماز پڑھنا زیادہ افضل اور بہتر ہے۔(۲)

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی۔تصویب: ناصر علی ندوی (فتاویٰ ندوۃ العلماء:۲/۲۱۳-۲۱۴)

جس مسجد میں عورتوں کا انتظام ہو:

سوال: شہر بنگلور میں ایک وسیع وعریض مسجد حاجی سر اسماعیل سیٹھؒ ہے، اس کے قرب وجوار کی آبادی خوشحال وفارغ البال مسلمانوں کی ہے اور ماحول بھی پرامن وپرسکون اور فتنہ سے خالی ہے اور خواتین کے اندر مسلسل دینی بیداری اور اسلامی جذبہ ترقی کر رہا ہے، نیز ایسے ماحول کی مذکورہ مسجد کے مدخل الگ الگ سمتوں میں اس طرح ہیں کہ

(۱) وأما العجائز :فلاخلاف فی أنه یرخص لهن الخروج فی الفجر والمغرب والعشاء والعیدین واختلفوا فی الظهر والعصر والجمعة قال أبو حنیفة:لایرخص لهن ذلک وقال أبویوسف ومحمد: یرخص لهن فی ذلک،وجه قولهما:أن المنع لخوف الفتنة بسبب خروجهن.(وذلک لایتحقق فی العجائز)(بدائع الصنائع: ۶۱۷/۱)(کتاب الصلاة،باب صلاة العیدین،فصل فی شرائط وجوبها،انیس)

أما العجائز فیخرجن فی الفجر والمغرب والعشاء وقال:یخرجن فی الصلوات کلها لوقوع الأمن من الفتنة فی حقهن.(الإختیار لتعلیل المختار،باب صلاة الجماعة: ۵۹/۱،مطبعة الحلبی،انیس)

(۲) سنن أبی داؤد،کتاب الصلاة (ح: ۵۶۷)(عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم:"لاتمنعوا نساء کم المساجد وبیوتهن خیرلهن".(سنن أبی داؤد،باب ما جاء فی خروج النساء إلی المسجد (ح: ۵۶۷)/مسند الإمام أحمد بن حنبل،مسند عبدالله بن عمر بن الخطاب (ح: ۵۴۶۸)/صحیح ابن خزیمة،باب اختیار صلاة المرأة فی بیتها علی صلاتها فی المسجد (ح:۱۶۸۴)/ المستدرک للحاکم،ومن کتاب الإمامة (ح:۷۵۵)انیس)

عن عبد الله عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: صلاة المرأة فی بیتها أفضل من صلاتها فی حجرتها وصلاتها فی مخدعها أفضل من صلاتها فی بیتها.(سنن أبی داؤد،کتاب الصلاة،باب التشدید فی ذلک (ح: ۵۷۰) ص:۸۵، بیت الأفکار)/المستدرک للحاکم،ومن کتاب الإمامة (ح: ۷۵۷) ۳۲۸/۱،دارالکتب العلمیة بیروت وقال:هذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاه وقد احتجا جمیعا بالمورق بن مشمرج العجلی.ووافق علیه الذهبی وقال:علی شرطهما،انیس)

ایک سمت سے داخل ہونے والے، دوسری سمت سے داخل ہونے والوں کی نظر سے بچ کر داخل ہوسکتے ہیں اور نکل سکتے ہیں، اگر ایسی مسجد کے بالائی حصہ کو خواتین اسلام کے لیے مختص کر دیا جائے اور مرد اور عوتیں اپنے اپنے مدخل سے مسجد آئیں جائیں تو کیا اس مسجد میں خواتین اسلام باجماعت نماز تراویح اور رمضان وغیر رمضان میں پنج وقتہ نمازیں ادا کرسکتی ہیں، نیز مسجد میں ہونے والے اسلامی دروس میں شریک ہوسکتی ہیں؟

هو المصوب

عورتوں کے لیے اگر مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے کا محفوظ اور معقول نظم ہے اور گھر سے مسجد تک آمدورفت میں کوئی فتنہ کا اندیشہ نہیں ہے تو عورتوں کے لیے مسجد میں آنے کی اجازت ہوسکتی ہے اور یہ نماز ودیگر درس وغیرہ کے پروگرام میں شرکت کرسکتی ہیں؛ لیکن اگر فتنہ کا اندیشہ ہو، جیسا کہ موجودہ پُرفتن دور میں اس کا قوی اندیشہ رہتا ہے تو ایسی صورت میں اجازت نہیں ہوگی۔(۱)

بہرحال عدم فتنہ کی صورت میں بھی عورت کی نماز گھر میں زائد ثواب کا باعث ہے، مسجد کی نماز سے، عورت کے حق میں کمرے کی نماز صحن کی نماز سے افضل ہے۔(۲)

بہرحال عورت کی مسجد میں نماز افضل نہیں ہے، حدیث میں ہے:

"المرأة عورة فإذاخرجت استشرفها الشيطان". (۳)

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی۔تصویب: ناصر علی ندوی (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲/۲۱۶-۲۱۷) ☆

(۱) ولايباح للشواب منهن الخروج إلى الجماعات، بدليل ماروى عن عمر رضى الله عنه أنه نهى الشواب عن الخروج ولأن خروجهن إلى الجماعة سبب الفتنة والفتنة حرام ومأادى إلى الحرام فهو حرام. (بدائع الصنائع: ۱/۳۸۸) (كتاب الصلاة، باب الإمامة، فصل فى بيان من يصلح للإمامة، انيس)

(۲) عن عبد الله عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: صلاة المرأة فى بيتها أفضل من صلاتها فى حجرتها وصلاتها فى مخدعها أفضل من صلاتها فى بيتها. (سنن أبى داؤد، كتاب الصلاة، باب التقدير فى ذلك (ح: ۵۷۰) (ص: ۵۸، بيت الأفكار، انيس)

(۳) سنن الترمذى، أبواب الرضاع (ح: ۱۱۸۳) (تحت باب ماجاء فى كراهية الدخول على المغيبات)

☆ قرآن یاد رکھنے کی غرض سے عورت تراویح پڑھاسکتی ہے؟

سوال: زید کی لڑکی حافظ قرآن ہے اور رمضان المبارک میں عورتوں کی جماعت بنا کر بند مکان میں پردہ کا انتظام کر کے تراویح سناتی ہے یہ کیسا ہے؟

(۲) اگر حافظ قرآن عورت اپنے گھر ہی کی مستورات کے ساتھ ماہ رمضان میں تراویح میں قرآن سناتی ہے اور محلّہ کی عورتوں کو اطلاع ہونے پر وہ بھی تراویح میں قرآن سننے کے لئے آجائیں اور ترتیب کے ساتھ پردے ==

== کے اہتمام کے ساتھ تراویح میں قرآن سنیں تو یہ درست ہے یا نہیں؟

(۳) زید کی لڑکی حافظ قرآن ہے، اگر وہ اس ماہ مبارک میں تراویح نہیں سنائے گی تو قرآن شریف بھول جانے کا خطرہ ہے، لہٰذا ایسی صورت میں کس طرح تراویح سنائے جو جائز و درست ہو، صورت مسئولہ میں درستگی کی شکل اور جواز کی صورت کیا ہے؟

هو المصوب

(۱-۲) عورتوں کی جماعت نہیں ہے۔(و) **يكره تحريمًا (جماعة النساء) ولو في التراويح في غير صلاة جنازة (لأنها لم تشرع مكررة) (الدر المختار مع رد المحتار: ۳۰۵/۲) (باب الإمامة، انيس)**

(۳) قرآن بغیر تراویح کے سنائے تاکہ قرآن بھول نہ جائے۔

تحریر: محمد ظہور ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲/۲۱۹-۲۲۰)

بغرض تربیت عورت کا امامت کرنا:

سوال: عورتیں نماز با جماعت پڑھ سکتی ہیں، یا نہیں؟ اگر نماز سکھانے کی غرض سے جماعت کی جائے تو کیا مسئلہ ہے، نیز عیدین کی نماز عورتوں پر ہے، یا نہیں؟ اگر ہے تو کیا جماعت سے ادا کریں گی؟

هو المصوب

اگر صرف عورتوں کی جماعت ہو تو تنہا عورتوں کا جماعت کرنا مکروہ ہے، سکھانے کی غرض سے با جماعت نماز ادا نہیں کر سکتی ہیں، صرف سکھانا ہو عبادت کی نیت نہ ہو تو ایسی نماز پڑھنا کسی کے لیے درست نہیں ہے۔

عیدین کی نماز عورتوں پر نہیں ہے، ہاں اگر بوڑھی عورتیں عیدگاہ جاسکیں تو وہ نماز کے لیے جاسکتی ہیں۔(**عن أم عطية قالت: أمرنا نبينا صلى الله عليه وسلم بأن نخرج العواتق وذوات الخدور... ويعتزلن الحيض المصلى. (صحيح البخاري، كتاب العيدين، باب خروج النساء والحيض إلى المصلى (ح:۹۴۷) / (الصحيح لمسلم، كتاب صلاة العيدين (ح: ۸۹۰)**

نماز عیدین میں شرکت کا مسئلہ عام نمازوں کی جماعت میں شرکت کا مسئلہ ہے، عہد نبوی میں عیدین کی نماز میں بھی عورتوں کی شرکت کی بات آئی ہے؛ (جامع الاصول: ۱۴۸/۶-۱۵۱) لیکن جو پابندیاں نماز کی شرکت کے لیے آئی ہیں، وہ دوسری نمازوں کی طرح عیدین کے لیے بھی ہیں، (عیدین کی روایتوں میں پردے و چادر کا تذکرہ معروف ہے۔) لہٰذا یہ بھی احادیث کی روشنی میں صرف جائز ہے اور مشروط بھی ہے، شرائط کا لحاظ ختم ہو جانے کی وجہ سے عدم جواز و ممانعت کو اختیار کیا گیا، چناں چہ حضرات صحابہ جیسے ابن عمر رضی اللہ عنہما اور اکابر تابعین عروہ بن زبیر، قاسم بن محمد ابراہیم نخعی وغیرہ سے منقول ہے کہ ان حضرات کا اس پر عمل نہ تھا، یا یہ کہ اس کو مکروہ و ممنوع بتاتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۴/۴-۲۳۵)

مشہور محدث امام ترمذی نے اپنی جامع میں اس بابت حدیث کے ذکر و نقل کے بعد فرمائی ہے: ''کچھ حضرات نے عیدین میں عورتوں کو (نماز کے لیے) نکلنے کی اجازت دی ہے اور کچھ اس کو مکروہ و ممنوع بتاتے ہیں، عبداللہ بن مبارک سے منقول ہے کہ میں تو اب عیدین کے لیے عورتوں کے نکلنے کو مکروہ سمجھتا ہوں، اور اگر عورت کو جانے پر اصرار ہو تو شوہر اس کو اجازت دے اس شرط کے ساتھ کہ وہ پرانے کپڑوں میں اور بغیر سنگار کے نکلے اور اگر وہ اس کے خلاف پر اصرار کرے تو شوہر کو حق ہے کہ اس کو روک دے''۔ (سنن الترمذی، ابواب العیدین من ابواب الصلوٰۃ، باب فی خروج النساء فی العیدین) (احکام نماز اور احادیث و آثار، ص: ۳۶۰-۳۶۱) انیس)

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲۲۰/۲)

جماعت میں جذامی کی شرکت

جماعت کی شرکت کے لیے جذامی مسجد میں نہ آئے:

سوال: مرض جذام متعدی بیماری ہے، یا نہیں؟ اگر جذامی جماعت سے نماز ادا کرنا چاہے اور لوگ اس سے نفرت کرتے ہیں، اس مجبوری کی حالت میں اس کا اپنے مکان میں نماز پڑھنا جائز ہے، یا نہیں اور ترکِ جماعت کا گناہ کس کے ذمہ ہوگا؟ اور یہ جو مشہور ہے کہ جذامی کو نیزہ روٹی لگا کر دینے کا حکم ہے، اس کی کیا اصل ہے؟

الجواب

جذامی کے لیے حکم یہی ہے کہ وہ مسجد میں نہ آوے اور جماعت میں شریک نہ ہو اور گھر میں نماز پڑھے، پس ترکِ جماعت میں اس پر کچھ گناہ نہیں ہے؛ بلکہ اس کو حکم یہی ہے اور جماعت میں شریک ہونا اس کے لیے مکروہ ہے اور گناہ ہے۔ (درمختار) (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۱/۳)

جذامی جماعت میں شریک ہوسکتا ہے، یا نہیں:

سوال: جذامی آدمی کو جماعت میں شریک ہونا چاہیے، یا نہیں اور دوسرے آدمیوں کو نفرت کرنی چاہیے، یا نہیں؟

الجواب

جذامی سے جمعہ و جماعت ساقط اور معاف ہے، اس وجہ سے وہ مسجد میں نہ آوے، پس جذامی کو نہ چاہیے کہ وہ جماعت میں شریک ہو اور جو لوگ جذامی شخص سے علاحدہ رہیں اور احتراز کریں، ان پر کچھ ملامت نہیں ہے کہ جذامی سے بھاگنے اور بچنے کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶۵/۳)

(۱) ویمنع منه،أی: المسجد و کذا کل موذ.(الدرالمختار)
و کذلک القصاب و السماک و المجذوم و الأبرص أولٰی بالإلحاق.(ردالمحتار،باب مایفسد الصلاة ومایکره،مطلب فی أحکام المسجد: ۶۱۹/۱،ظفیر) (مطلب:فی الغرس فی المسجد،انیس)

(۲) وأکل نحو ثوم،ویمنع منه،و کذاکل موذٍ ولوبلسانه.(الدرالمختار)
و کذلک ألحق بعضهم بذلک من بفیه بخر أوبه جرح ،له رائحة و کذا القصاب والسماک والمجذوم والأبرص أولٰی بالإلحاق.(ردالمحتار،باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها،مطلب فی أحکام المسجد: ۶۱۹/۱،ظفیر) (مطلب: فی الغرس فی المسجد،انیس)

==

مجذوم جماعت میں شریک ہوسکتا ہے، یا نہیں:

سوال: مجذومی اپنے محلّہ کی مسجد چھوڑ کر دیگر محلّہ کی مسجد میں آ کر نماز جماعت میں شریک ہوجاتا ہے اور صف میں مل کر سبھوں کے ساتھ نماز باجماعت پڑھتا ہے، بخوف متعدی ہونے اس بیماری کے نمازیوں کو اس کا جماعت میں شریک ہونا دشوار گزرتا ہے؛ اس لیے اس کو شرکت جماعت سے اور مسجد میں آنے سے روکا جاسکتا ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۱۳۹۱، محمد علی صاحب عطار کریمی دواخانہ (ضلع پٹنہ) ۱۴/محرم ۱۳۵۶ھ، ۲۸/ مارچ ۱۹۳۷ء)

الجواب

مجذوم کی مختلف حالتیں ہیں، اگر جذام کا اثر زیادہ نہ ہو، محض معمولی ہو اور لوگوں؛ یعنی دوسرے دیکھنے والوں کو اس سے کراہت ونفرت کی اذیت نہ ہوتی ہو تو ایسے مجذوم کو جماعت میں شریک ہونا جائز ہے اور اس کو روکنا درست نہیں اور بیماری لگ جانے کا خیال کوئی حقیقت نہیں رکھتا؛ لیکن اگر مجذوم کی حالت زیادہ خراب ہو اور اس کو دیکھنے سے ہی طبعی طور پر نفرت پیدا ہوتی ہو، یا اس کے بدن سے زخموں کی وجہ سے بو آتی ہو، یا اس کے زخموں سے رطوبت بہتی ہو اور مسجد کے لوٹے وغیرہ ملوث ہوتے ہوں، یا فرش پر اجزائے رطوبات لگنے کا اندیشہ ہو تو ان صورتوں میں خود مجذوم پر لازم ہے کہ وہ مسجد میں نہ جائے اور جماعت میں شریک نہ ہو اور اگر وہ نہ مانے تو لوگوں کو حق ہے کہ وہ اسے دخول مسجد اور شرکت جماعت سے روک دیں اور اس میں مسجد محلّہ اور مسجد غیر محلّہ کا فرق نہیں ہے، محلّہ کی مسجد سے بھی روکا جاسکتا ہے تو غیر محلّہ کی مسجد سے بالاولیٰ روکنا جائز ہے اور یہ روکنا بیماری کے متعدی ہونے کے اعتقاد پر مبنی نہیں ہے؛ کیوں کہ تعدیہ کی شرعا کوئی حقیقت نہیں ہے؛ بلکہ نمازیوں کی ایذا، یا خوف تلویث مسجد، یا تنجیس ماء وظروف وفروش پر مبنی ہے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ (کفایت المفتی: ۳/۱۳۷-۱۳۸) ☆

== ویلحق بما نص علیه بالحدیث کل ما له رائحة کریهة من المأکولات وغیرها وإنما خص الثوم هنا بالذکر وفی غیره أیضا بالبصل والکراث لکثرة أکلهم بها وکذلک ألحق بذلک بعضهم من بفیه بخر أو به جرح له رائحة وکذلک القصاب والسماک والمجذوم والأبرص أولیٰ بالإلحاق وصرح بالمجذوم ابن بطال، عنقل عن شحنون، لا أری الجمعة علیه واحتج بالحدیث وألحق بالحدیث کل من آذی الناس بلسانه فی المسجد وبه أفتی ابن عمر رضی اللّٰه عنهما وهو أصل فی نفی کل ما یتأذی به ولا یبعد أن یعذر من کان معذورا بأکل ما له ریح کریهة، الخ.

(عمدة القاری شرح صحیح البخاری، باب ماجاء فی الثوم النیء والبصل: ۱۴٦/٦، دار إحیاء التراث العربی، انیس)

عن أبی هریرة رضی اللّٰه عنه یقول: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: لا عدوی ولا طیرة ولا هامة ولا صفر وفر من المجذوم کماتفر من الأسد. (صحیح البخاری، باب الجذام (ح: ۵۷۰۷) انیس)

(۱) ویمنع منه وکذاکل مؤذ ولوبلسانه. (الدرالمختار) ==

کوڑھی کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم:

سوال: اس علاقہ میں ایک کوڑھ کا مریض بھی رہتا ہے، جو برابر جماعت کے ساتھ نماز پڑھتا ہے، چند حضرات کا کہنا ہے کہ کوڑھی سے دوری اختیار کرنے کا حکم ہے اور یہ حکم شدید ہے؛ اس لیے کوڑھی کو جماعت میں آنے سے روک دیا جائے، کوڑھ سے مراد برص نہیں؛ بلکہ جو شکل وصورت خراب کر دیتا ہے اور ناک و چہرہ وغیرہ پر نمایاں اثر ہوتا ہے۔

الغرض کوڑھی کے لیے عام مسلم اجتماعات میں اور نماز جماعت میں شرکت وعدم شرکت کا شرعی حکم کیا ہے؟ اور کس طرح ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

اس مریض کے ذمہ سے جماعت ساقط ہو جائے گی، بہتر ہے کہ تنہا نماز پڑھے، ہاں زخم بالکل اچھا ہو گیا ہو تو حضور جماعت درست ہے، یہ صورت فتویٰ کی ہے، (۱) اور اہل تقویٰ اس کی پرواہ نہیں کرتے، چنانچہ سیدنا ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما اپنے اپنے دور خلافت میں اپنے ہاتھوں سے اور اپنی زبان پر لقمہ رکھ کر کوڑھی کے منہ میں ڈالتے تھے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد بشیر احمد، ۹/ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۹ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۴۳۴/۲-۴۳۵)

== و فی الشامیة: "وکذلک القصاب والسماک و المجذوم والأبرص أولٰی بالإلحاق" إلخ. (باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها، مطلب فی الغرس فی المسجد: ۱ / ۶۶۱، بحوالہ فتاویٰ دار العلوم: ۴۱/۳-۶۴، بحوالہ درمختار ورد المحتار)

☆ جذامی کا جماعت میں شریک ہونا:

سوال: زید ایک جذامی صوم وصلاۃ کا پابند ہے، نماز کے لئے مسجد میں شرکت کرتا ہے، دوسرے مصلیوں کو کراہت ہوتی ہے، دو چار مصلیوں نے اس کو منع بھی کیا، لیکن وہ باز نہیں آتا ہے۔

الجواب ــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

زید کو چاہئے کہ وہ گھر پر نماز پڑھے۔ مسجد میں جانے سے دوسرے نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے، تو اس کو مسجد میں نہیں جانا چاہئے۔ (وأکل نحو ثوم، ویمنع منه، وکذا کل مؤذ ولو بلسانه. (الدر المختار) "(قوله وأکل نحو ثوم) وإنما خص الثوم هنا بالذکر وفی غیره أیضًا بالبصل والکرّاث لکثرة أکلهم لها وکذلک ألحق بعضهم بذلک من بفیه بخر أو به جرح له رائحة وکذلک القصاب والسماک والمجذوم والأبرص أولٰی بالإلحاق". (ردالمحتار، قبیل باب الوتر والنوافل: ۴۳۵/۲) (ردالمحتار، باب ما یفسد الصلاة وما یکره، مطلب: فی أحکام المسجد: ۶۱۹/۱، انیس) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۲۶/۴/۱۳۷۲ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۱۹۵/۲)

(۱) وأکل نحو ثوم ویمنع منه وکذا کل مؤذ ولو بلسانه. (الدر المختار)

(قوله وأکل نحو ثوم)... وإنما خص الثوم هنا بالذکر، وفی غیره أیضًا بالبصل والکراث لکثرة أکلهم لها وکذلک ألحق بعضهم بذلک من بفیه بخر أو به جرح له رائحة وکذلک القصاب والسماک والمجذوم ==

اگر جذامی سے نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہو تو افضل طریقہ کیا ہے:

سوال: ایک آدمی کو عارضہ جذام کا ہوگیا ہے؛ مگر جسم مجذوم کا بالکل سلامت ہے، کسی عضو میں فرق نہیں ہے اور ہر کس وناکس سے ملتا رہتا ہے اور ہر مقام پر آتا جاتا ہے، مثلاً: مسجد وخانقاہ، مجلس ومحفل وغیرہ اور وہ آدمی نماز جماعت کا شوقین اور پابند ہے؛ لیکن بعض آدمی اس سے نفرت کرتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر وہ نماز جماعت میں شامل ہوگا تو میں نماز مسجد میں نہ پڑھوں گا، مگر اکثر لوگ ملتے جلتے ہیں اور نماز باجماعت اس کے ساتھ ادا کرتے ہیں اور اس کی مجالست ومخالطت رکھتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ مرض خداوند تعالیٰ کے اختیار میں ہے، جس کو چاہے دے دیوے اور مجذوم کہتا ہے کہ قرآن وحدیث سے علما منع فرمادیں تو میں اپنے مکان پر نماز جماعت ترک کرکے پڑھ لیا کروں،

== و الأبرص أولٰی بالإلحاق. (ردالمحتار، قبیل باب الوتر و النوافل: ۴۳۵/۲)(ردالمحتار، باب مایفسد الصلاۃ، وما یکرہ، مطلب: فی أحکام المسجد: ۶۱۹/۱، انیس)

(۲) بہت تلاش کے باوجود یہ روایت کتابوں میں نہیں ملی کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ اپنے اپنے دور خلافت میں اپنے ہاتھ سے، یا زبان پر لقمہ رکھ کر کوڑھی کے منہ میں ڈالتے تھے، البتہ روایات سے یہ ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ کوڑھی کے ساتھ ایک ہی برتن میں کھایا کرتے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کہتی ہیں کہ ہمارا ایک کوڑھی غلام تھا، وہ میری پلیٹ میں کھاتا، میرے پیالہ سے پانی پیتا اور میرے بستر پر سوتا، اسی بنیاد پر حضرت عمر فاروقؓ اور سلف کی ایک بہت بڑی جماعت اس بات کی قائل ہے کہ کوڑھی کے ساتھ کھانا جائز ہے۔[مجاہد]

قال القاضی قد اخلتف الآثارعن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی قصۃ المجذوم فثبت عنہ الحدیثان المذکوران وعن جابرأن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم أکل مع المجذوم وقال لہ کل ثقۃ باللّٰہ وتوکلا علیہ وعن عائشۃ قالت لنامولٰی مجذوم فکان یأکل فی صحافي ویشرب فی أقداحي وینام علٰی فراشي قال: وقد ذھب عمررضی اللّٰہ عنہ وغیرہ من السلف إلی الأکل معہ. (النووی شرح مسلم: ۲۳۳/۲)(کتاب الطب والمرض، باب اجتناب المجذوم وغیرہ، انیس)

لاتری أم المؤمنین عائشۃ رضی اللّٰہ عنھابأساً فی الأکل مع المجذوم، قالت "کان لی مولٰی مجذومًا فکان ینام علٰی فراشي ویأکل فی صحافي ولوکان عاش کان علٰی ذلک. (موسوعۃ فقہ عائشۃ أم المؤمنین حیاتھاو فقھھا، ص: ۴۲۹)

کان أبو بکررضی اللّٰہ عنہ یأکل مع الأجذم. (موسوعۃ فقہ أبی بکرالصدیق، ص: ۲۱۵)/جامع معمر بن راشد بتحقیق حبیب الرحمن الأعظمی، باب المجذوم (ح: ۱۹۵۰۹)/شرح السنۃ للبغوی، باب ما یکرہ من الطیرۃ واستحباب الفأل (ح: ۳۲۵۰)انیس)

عن جابر بن عبداللّٰہ أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم أخذ بید مجذوم فوضعھا معہ فی قصعۃ فقال: کل بسم اللّٰہ ثقۃ باللّٰہ وتوکلا علی اللّٰہ. (مصنف ابن أبی شیبۃ، الأکل مع المجذوم (ح: ۲۴۵۳۶)/سنن أبی داؤد، باب فی الطریۃ (ح: ۳۹۲۵)/صحیح ابن حبان، ذکر الإباحۃ للمرء مؤاکلۃ ذوی العاھات ضد قول من کرھہ (ح: ۶۱۲۰)/ المستدرک للحاکم: ۱۵۲/۴ (ح: ۷۱۹۶) دارالکتب العلمیۃ بیروت وقال: ھا حدیث صحیح الإسناد ولم یخرجاہ ووافق علیہ الذھبی/، انیس)

لہذا مسلمانوں کے رائے سے یہ استفتا ارسال خدمت والا ہے کہ بحوالۂ کتب معتبرہ کے ارشاد فرمادیں؛ تاکہ مسلمانان اس کے مطابق عمل کریں؛ یعنی اس بیچارے جذامی کو ساتھ لے کر نماز پڑھیں، یا پرہیز کریں؟

الجواب

جب مجذوم سے نمازیوں کو ایذا ہوتی ہے تو اس کو نماز اپنے گھر پڑھنا چاہیے، جماعت، یا جمعہ وغیرہ میں شریک نہ ہونا چاہیے، اس کو گھر پر نماز پڑھنے میں بھی جماعت کا ثواب ملے گا، جب کہ وہ جماعت کا شوق دل میں رکھتا ہے۔

وفی الفتاویٰ الشامية: وكذلك ألحق بعضهم بذلك من بفيه بخر أوبه جرح له رائحة وكذلك القصاب والسماك والمجذوم والأبرص أولٰى بالإلحاق وقال سحنون: لاأرىٰ الجمعة عليهما إلٰى أن قال وقوله صلى الله عليه وسلم وليقعد فى بيته صريح فى أن أكل هٰذه الأشياء (مثل الثوم البصل إذاكان عن ضرورة)عذرفى التخلف عن الجماعة،وأيضًا هناعلتان: أذى المسلمين وأذى الملائكة،فبالنظرإلى الأولٰى يعذرفى ترك الجماعة وحضورالمسجد، إلخ. (۶۹۲/۱)(۱)

۳۰/ذی الحجہ ۱۳۴۰ھ (امدادالاحکام جلد: ۲/۱۱۷-۱۱۸)

جماعت سے کن لوگوں کو نکالنا جائز ہے:

سوال: کون سے شخص کو جماعت سے خارج کرنا درست ہے؟

الجواب

ایسے شخصوں کو جماعت سے خارج کرنا جائز ہے، جن سے دوسرے نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہو، جیسے: مجذوم اور گندہ دہن، یا گندہ بغل وغیرہ۔ (۲)

۱۳ ربیع الاول ۱۳۵۰ھ (امدادالمفتین: ۲۸۹/۲)

---

(۱) كتاب الصلاة،باب ما يفسد الصلاة ومايفسد فيها،مطلب: فى الغرس فى المسجد،انيس

(۲) عن جابر قال: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن أكل البصل والكراث فغلبنا الحاجة فأكلنا منها فقال: من أكل من هذه الشجرة المنتنة فلا يقربن مسجدنا فإن الملائكة تأذى مما يتأذى منه الإنس.(صحيح لمسلم، باب نهى من أكل ثوما أو بصلا أو كراثا (ح: ٥٦٣)/مسند أبى يعلى الموصلى،مسند جابر (ح: ٢٢٢٦)/ صحيح ابن خزيمة،باب الدليل على أن النهى عن ذلك لتأذى الملائكة بريحه إذ الناس يتأذون به (ح: ١٦٦٨)/ صحيح ابن حبان،ذكر البيان بأن حكم أكل الكراث حكم أكل ،الخ (ح: ٢٠٨٦)/الكنى والأسماء للدولابى،من كنيته أبوالغيث أبو غلاب وأبو غالب (ح: ١٥٦١)انيس)

وقال الطحاوى فى شرح الآثار بعد ما سرد الأحاديث: فهذه الآثار دلت على إباحة أكل نحو البصل والكراث والثوم مطبوخا كان أو غير مطبوخ لمن قعد فى بيته وكراهة حضورالمسجد وريحه موجود ==

مخنث مردوں کی جماعت میں مل سکتے ہیں، یا نہیں:

سوال: مخنث مردوں کی جماعت میں شامل ہوکر نماز پڑھ سکتے ہیں، یا نہیں؟ اوران کے جماعت میں شامل ہونے سے دیگر مسلمانان کی نماز ہوسکتی ہے، یا نہیں؟ اوران کی طرف سے جو کچھ کارِ خیر سمجھ کر روپیہ وغیرہ مسجد میں دیں تو مسجد کی ضروریات میں صرف ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

مخنث مردوں کی جماعت میں شامل ہو سکتے ہیں؛ مگر وہ مردوں کی جماعت سے پیچھے کھڑے ہوں،(۱) اوران کے شامل جماعت ہونے سے دیگر مسلمانوں کی نماز صحیح ہے اوران کا روپیہ مسجد میں صرف کرنا درست ہے۔(۲) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۵۳/۳)

== لئلا یؤذی بذلک من یحضره من الملائکة وبنی آدم،قال: وبه نأخذ وهو قول أبی حنیفة وأبی یوسف ومحمد. (مرقاة المفاتیح، کتاب الأطعمة: ۲۷۲۵/۷،دار الفکر بیروت،انیس)

(۱) یصف الرجال،إلخ،ثم الصبیان،إلخ،ثم الخناثیٰ،ثم النساء. (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار،باب الإمامة: ۵۳٤/۱،ظفیر)

(۲) اگر جائز کمائی ہے کہ وہ بھی مسلمان ہیں۔ظفیر

جماعت ثانیہ کے مسائل

مکہ مکرمہ میں چار مصلیٰ کیوں ہیں:

سوال: مکہ شریف میں چار مصلے کیوں قائم کئے گئے ہیں؟ اور تعدد جماعت کا وہاں کیا حکم ہے؟

الجواب

اس میں اختلاف علما ہے، جیسا کہ شامی میں نقل کیا ہے؛ لیکن آخر میں فرمایا کہ مسجد حرام میں متعدد جماعت مکروہ نہیں ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۶۴/۳)

حرم شریف میں پہلی جماعت نہ ملے تو کیا دوسری جماعت میں شریک ہو جائے:

سوال: اگر حرم شریف میں صبح کو نماز شافعی نہ ملے تو اپنی نماز مسجد شریف میں علیٰحدہ پڑھنی اولیٰ ہے، یا جماعت مالکی، یا حنفی میں شریک ہو جانا افضل ہے؟ جماعت ثانیہ میں نماز بغیر کراہت جائز ہوگی، یا نہیں؟

الجواب

خلاصۂ سوال یہ ہے کہ اگر کسی کو حرم محترم کی مسجد میں پہلی جماعت نہ ملے تو مالکی، یا حنبلی، یا حنفی کی دوسری جماعت میں شریک ہو جاوے، یا نہیں؟

اب اس جگہ دو مسئلے پیش ہیں: ایک یہ کہ دوسرے مذہب والے کی اقتدا کرنا اور جماعت سے نماز پڑھنا افضل ہے،

(۱) حرم شریف میں اب ایک ہی مصلی ہے، چار مصلے پہلے تھے، جواب ایک کر دیئے گئے ہیں، انیس

ویکره تکرار الجماعة،إلخ.(الدرالمختار)وعن هذا ذکر العلامة الشیخ السندی رحمه الله تلمیذ المحقق ابن الهمام فی رسالته:أن ما یفعله أهل الحرمین من الصلاة بأئمة متعددة وجماعات مترتبة مکروه اتفاقاً ونقل عن بعض مشائخنا: إنکاره صریحاً،إلخ،وقد مرأنه لاکراهة فی تکرار الجماعة فیه إجماعاً.(ردالمحتار،باب الإمامة: ۵۱۷/۱)(مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد،انیس)

لٰکن ألف العلامة الشیخ إبراهیم البیری شارح الأشباه رسالة سماها:الأقوال المرضیة،أثبت فیها الجواز وکراهة الاقتداء بالمخالف،الخ،وکذا ألف العلامة الشیخ علی القاری رسالة سماها:الإهتداء فی الاقتداء،أثبت فیها الجواز؛ لٰکن نفی فیها کراهة الاقتداء بالمخالف إذا راعی فی الشروط والأرکان فقط.(ردالمحتار،کتاب الصلاة، مطلب فی تکرار الجماعة،والاقتداء بالمخالف: ۳۵۰/۱،ظفیر)

یا تنہا نماز پڑھنا افضل ہے؟ تو اس مسئلہ میں فقہا کا اختلاف ہے، بعض جماعت سے نماز پڑھنے کو افضل کہتے ہیں، اگر چہ امام دوسرے مذہب کا؛ یعنی شافعی وغیرہ ہو اور بعض تنہا نماز پڑھنے کو افضل کہتے ہیں، سو اس مسئلہ میں راجح یہ ہے کہ جماعت سے نماز پڑھنا افضل ہے، تنہا نماز پڑھنے سے، جیسا کہ علامہ شامی نے بعد نقل اختلاف فرمایا ہے:

"فتحصل أن الاقتداء بالمخالف المراعی فی الفرائض أفضل من الانفراد إذا لم یجد غیرہ، وإلاّ فالاقتداء بالموافق أفضل" الخ. (۱)

اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ حرم شریف میں جو متعدد جماعتیں ہوتی ہیں تو اگر کسی کو پہلی جماعت نہ ملے تو دوسری اور تیسری اور چوتھی جماعت میں شامل ہونا جائز ہے، یا نہیں؟ اور جماعت ثانیہ حرم شریف میں جائز ہے، یا نہیں؟ اور جماعت ثانیہ وغیرہ میں شریک ہونا افضل ہے، یا تنہا نماز پڑھنا افضل ہے؟ تو اس میں بھی اختلاف ہے، اکثر محققین حرم محترم میں بھی جماعت ثانیہ وثالثہ وغیرہ کو مکروہ فرماتے ہیں، ان کے نزدیک ظاہر ہے کہ تنہا نماز پڑھنا اولیٰ ہے، جماعت ثانیہ میں شریک ہونے سے، جیسا کہ دیگر مساجد محلّہ کا حکم ہے اور بعض علما یہ فرماتے ہیں کہ مسجد حرم شریف کا حکم مسجد محلّہ کا سا نہیں؛ بلکہ مسجد شارع کا سا ہے، وہاں جماعت ثانیہ درست ہے، چناں چہ علامہ شامیؒ نے بعد نقل قول علماء محققین جو کہ دربارہ انکار جماعت ثانیہ ان سے منقول ہے، نقل کر کے فرمایا ہے:

"لٰکن یشکل علیه أن نحو المسجد المکی والمدنی لیس لهم جماعة معلومون، فلا یصدق علیه أنه مسجد محلة بل هو مسجد شارع وقد مرّ أنه لا کراهة فی تکرار الجماعة فیه إجماعاً فلیتأمل" إلخ. (۲)

اور پھر علامہ موصوف نے جواز کو راجح سمجھا ہے؛ لیکن فی الواقع قول محققین جو عدم جواز کے قائل ہیں، راجح معلوم ہوتا ہے؛ کیوں کہ حرمین شریفین میں ائمہ ومؤذنین کا مقرر ہونا معلوم ہے اور ہمیشہ کے نمازیوں کی جماعت بھی معلوم ہے، اگر چہ موسم حج وزیارت میں اضافہ جماعت غیر معلومین کا ہو جاوے۔

وعن هٰذا ذکر العلامة الشیخ رحمة اللّٰه السندی تلمیذ المحقق ابن الهمام فی رسالته: أن ما یفعله أهل الحرمین من الصلاة بأئمة متعددة وجماعات مترتبة مکروہ اتفاقاً ونقل عن بعض مشایخنا إنکارہ صریحاً حین حضر الموسم بمکة سنة: ۵۵۱، منهم الشریف الغزنوی وذکر أنه أفتٰی بعض المالکیة بعدم جواز ذلک علی مذهب العلماء الأربعة ونقل إنکار ذلک أیضاً عن جماعة من الحنفیة والشافعیة والمالکیة حضروا الموسم سنة: ۵۵۱ھ، وأقرّہ الرملی فی

---

(۱)　ردالمحتار، باب الإمامة، مطلب فی الاقتداء بشافعی ونحوہ: ۵۲۷/۱، ظفیر

(۲)　ردالمحتار، باب الإمامة، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد: ۵۱۷/۱، ظفیر

حاشية البحر، (۱) ثم نقل العبارة المذكورة سابقاً أعنى لكن يشكل عليه،إلخ،وقد مرّ الجواب عنها. فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۳/۵۹-۶۱)

ایک مسجد میں دواذانیں اور دو جماعتیں جائز ہیں، یانہیں:

سوال: اگر کسی مسجد میں امام حنفی ہو اور کچھ زمانہ سے گروہ غیر مقلدین میں سے کچھ آدمی وہاں نماز پڑھنے لگے اور آمین بالجہر وغیرہ کرنے لگے اور موجودہ امام مسجد کو گاہ گاہ صحیح معنی سمجھ کر وظیفہ شیئاً للہ پڑھنے کا اتفاق ہوتا ہے؛ اس لئے غیر مقلدین نے اس کو مشرک قرار دے کر اس کے پیچھے نماز پڑھنی چھوڑ دی، یہاں تک نوبت پہنچی کہ اس مسجد میں ایک گروہ نے علاحدہ جماعت کرانی اور اذان دینی شروع کردی، اب اس مسجد میں دواذان اور دو جماعت ہوتی ہیں، ایسا کرنا شرعاً جائز ہے، یانہیں؟ اور قدیم امام کو مشرک کہنا کیا حکم رکھتا ہے؟

الجواب

دواذانیں اور دو جماعتیں ایک مسجد میں جائز نہیں ہیں۔(۲)

اور امام مذکور مشرک نہیں ہے، اس کو مشرک کہنا غلط ہے، البتہ وظیفہ شیئاً للہ اس امام کو ترک کردینا چاہیے کہ یہ وظیفہ جائز نہیں ہے،(۳) اور امام کو ایسے مشتبہ امور سے احتراز کرنا چاہیے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۳/۴۱-۴۲)

جماعت ثانیہ کے سلسلہ میں وارد حدیث کا مفہوم:

سوال: حنفیہ کے نزدیک جماعت ثانیہ مکروہ ہے اور حدیث میں ہے:

عن أبی سعيد قال جاء رجل وقدصلّٰى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فقال:أيكم يتجرعلىٰ هٰذا فقام رجل وصلّٰى معه. (۴)

وفى البخارى ولفظ رواية أبى يعلى أبوعثمان قال:مر بنا أنس بن مالك رضى اللّٰه عنه فى مسجد بنى ثعلبة،فقال أصليتم؟قلنا:نعم،وذلك صلاة الصبح فأمررجلاً فأذن وأقام ثم صلّٰى بأصحابه،آه. (۵)

---

(۱) ردالمحتار،باب الإمامة،مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد: ۵۱۷/۱،ظفير

(۲) أهل المسجد إذا صلوا بأذان وجماعة يكره تكرار الأذان والجماعة فيه.(الفتاوىٰ الهندية،الباب الثانى فى الأذان: ۵۱/۱،ظفير)(الفصل الأول فى صفته وأحوال المؤذن، انيس)

(۳) دیکھئے! مأۃ مسائل، از حضرت شاہ اسحاق صاحب دہلویؒ

(۴) رواه الترمذى: ۵۹/۱،أصح المطابع (باب ماجاء فى الجماعة فى مسجد قد صلّٰى فيه مرة (ح: ۲۲۰)انيس)

(۵) صحيح البخارى: ۸۹/۱،باب فضل صلٰوة الجماعة (مسند أبى يعلى الموصلى،سعيد بن سنان عن أنس بن مالك (ح: ۴۳۵۵)انيس)

وفی روایة البیهقی فجاء أنس فی نحو من عشرین من فتیانه فقال: أصلیتم؟ قلنا: نعم. آه. (۱)
عن أنس رضی الله عنه تعلیقًا و(عند) أبی یعلیٰ موصولا: أنه جاء أنس إلیٰ مسجد قد صلی فیه فأذن وأقام وصلیٰ جماعة. (۲)

لہٰذا اس حدیث کا کیا جواب ہے اور مسجد محلّہ اور مسجد بازار اس حکم میں برابر ہیں، یا کچھ فرق ہے، اگر فرق ہے تو اس کی کیا دلیل ہے؟

الجواب

ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں متنفل نے مفترض کی اقتدا کی اور کلام اس جماعت ثانیہ میں ہے، جہاں دونوں مفترض ہوں، **فلاحجة فیه**، (۳) اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کا فعل ممکن ہے کہ مسجد طریق میں ہو، (۴) چناں چہ تکرار اذان اس کا قرینہ ہے؛ کیوں کہ مجوزین جماعت ثانیہ بھی تکرار اذان کو منع کرتے ہیں۔ فقط

(امداد: ۱/۸۶) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۳۷۰-۳۷۱)

متعین مسجد میں جماعت ثانیہ کا حکم:

سوال: جماعت دوسری کرنا جائز ہے، یا نہیں؟ اور دوسری جماعت کے ہوتے ہوئے اکیلے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب

جماعت دوسری کرنا، اس مسجد محلّہ میں، جہاں نمازی معین ہیں، مکروہ ہے، تنہا نماز پڑھنا بہتر ہے، دوسری جماعت

(۱) المطالب العالیة: ۱/۱۱۸ (کتاب الصلاة، باب إعادة الصلاة لجماعة فی المسجد (ح: ۴۲۵)/السنن الکبریٰ، باب الجماعة فی مسجد قد صلی فیه، الخ (ح: ۵۰۱۵) انیس)

(۲) عمد القاری: ۲/۱۸۹، سعید (کتاب الأذان، باب فضل صلاة الجماعة: وجاء أنس إلی المسجد قد صلی فیه فأذن وأقام وصلیٰ جماعة. (ح: ۶۴۴)/مسند أبی یعلی الموصلی، سعید بن سنان عن أنس بن مالک (ح: ۴۳۵۵) انیس)

(۳) یعنی حضرت ابوسعیدؓ کی روایت سے جو تکرار جماعت کا جواز معلوم ہوتا ہے، وہ یہ ہے کہ امام فرض نماز ادا کرے اور مقتدی نفل اور یہ صورت تکرار متنازعہ فیہ نہیں ہے؛ بلکہ "فرض اداء کرنے والے کی نماز فرض ادا کرنے والے کے پیچھے" متنازعہ فیہ ہے؛ اس لئے یہ حدیث موافق مطلب نہیں ہوسکتی؛ کیونکہ متنفل کا اقتداء مفترض کے پیچھے بالاتفاق جائز ہے۔ **لاتکره جماعة النفل إذا ادی الإمام الفرض**، اھ. (طحطاوی بر درمختار ۱/۲۵۳/وشامی: ۱/۵۵۲) **تحت قول الدرالمختار: صح اقتداء منتفل بمفترض. (الدرالمختار مع ردالمحتار: باب الامامت مطلب القیاس بعد عصر الاربعه مائة، الخ: ۱/۵۹۰، انیس)**

(۴) یعنی حضرت انسؓ کا فعل کسی راستہ کی مسجد، یا اسی قسم کی مسجد پر محمول کر سکتے ہیں؛ کیوں کہ مسجد محلّہ میں جماعت ثانیہ اذان واقامت کے ساتھ مکروہ تحریمی ہے؛ اس لئے مجوزین جماعت ثانیہ کیلئے یہ اثر نافع نہیں ہوسکتا۔

علاوہ بریں خود حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جب صحابہ کرام کی جماعت فوت ہوجاتی تھی تو وہ مسجد میں الگ الگ نماز پڑھا کرتے تھے۔ (**کما فی البدائع وردالمحتار**) پس ظاہر یہ ہے کہ حضرت انس کا عمل صحابہ کے عمل کے خلاف نہ ہوگا؛ اس لئے اس کو کسی صالح محمل پر محمول کرنا ضروری ہے۔ سعید احمد)

کی شرکت سے اگر فساد ہونے کا اندیشہ ہوتو وہاں نہ پڑھے، دوسری جگہ چلا جاوے۔ (تالیفات رشیدیہ:۲۹۷)☆

ملفوظات متعلق جماعت ثانیہ:

ازمولانا رشید احمد گنگوہی:

جماعث ثانیہ مکروہ ہے، لہٰذا علیحدہ پڑھ لینا اولیٰ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (تالیفات رشیدیہ:۳۰۳)

پنج وقتہ مسجد میں ہیئت اولیٰ سے ہٹ کر جماعت ثانیہ کا حکم:

(الجمعیۃ، مورخہ یکم دسمبر ۱۹۳۱ء)

سوال: جماعت ثانیہ (ایسی مسجد میں جس میں نماز کے اوقات مقرر اور مؤذن وامام مامور ہیں اور جماعت میں شریک ہونے والے، یا مسجد میں نماز پڑھنے والے اکثر حضرات مقامی ہوتے ہیں) جائز ہے، یا نہیں؟ عدم شرکت جماعت کی وجہ سے اگر کوئی شرعی مجبوری، یا عدم اطلاع اذان ہو تو ایسی صورت میں جماعت ثانیہ کی اجازت ہے، یا نہیں؟

الجواب

جس مسجد میں پنجگانہ جماعت مقررہ اوقات پر ہوتی ہو اور مؤذن وامام مقرر ہو، اس میں دوسری جماعت بتکرار اذان واقامت وقیام محراب باتفاق مکروہ ہے اور اگر اذان واقامت کی تکرار نہ کی جائے اور پہلی جماعت کی جگہ بھی بدل دی جائے تو مکروہ تحریمی نہیں ہے، مگر علمائے محققین کی ایک بڑی جماعت اس کو خلاف اولیٰ بتاتی ہے اور دلائل اس کے قوی ہیں اور دوسری جماعت اس کو خلاف اولیٰ نہیں کہتی، جماعت اولیٰ میں شرکت نہ ہونے کی وجہ کچھ بھی ہو، اس کا اس مسئلہ پر کچھ اثر نہیں۔ (۱) واللہ اعلم

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ (کفایت المفتی:۳/۱۴۷-۱۴۸)

☆ ایک مرتبہ جماعت ہوجانے کے بعد دوسری جماعت:

سوال: مسجد میں ایک مرتبہ نماز جماعت اولیٰ کے ساتھ ہوگئی، اب تھوڑی دیر کے بعد نمازی اور جمع ہوگئے تو اب جودوسری جماعت کی جاوے، تکبیر پڑھی جاوے، یا نہیں؟ اور اسی مصلیٰ پر یہ دوسرا امام کھڑا ہو، جہاں کہ پہلا کھڑا تھا، یا دوسری جگہ فاصلہ دے کر؟

الجواب

مسجد محلّہ میں دوسری جماعت مکروہ ہے، ثواب جماعت کا اس میں نہیں ملتا۔ فقط (تالیفات رشیدیہ:۲۹۷)

(۱) المسجد إذا كان له إمام معلوم وجماعة معلومة في محلة فصلّى أهله فيه بالجماعة لايباح تكرارها فيه أذان ثان أما إذا صلوا بغير أذان يباح إجماعًا، إلخ. (الفتاوى الهندية، الفصل الأول في الجماعة: ۸۳/۱، ط: ماجدية، كوئٹه) (الباب الخامس في الإمامة، انيس)

پنج وقتہ منظّم طریقہ پر جماعت ہونے کے بعد جماعت ثانیہ کا حکم:

(الجمعیۃ، مورخہ ۲۴ ستمبر ۱۹۳۴ء)

سوال: اگر کسی مسجد میں نماز باجماعت ہوچکی ہے تو کیا اسی مسجد میں دوبارہ جماعت ناجائز ہوگی؟ اور جماعت ہوجانے کے بعد انفرادی طور پر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب

حنفیہ کے نزدیک ایسی مسجد میں، جس میں پنج وقتہ منظّم طریقہ پر جماعت سے نماز ہوتی ہے، پہلی جماعت ہوجانے کے بعد دوسری جماعت مکروہ ہے، اگر دوسری جماعت اذان واقامت کے اعادہ کے ساتھ ہوتو ہمارے ائمہ ثلاثہؒ کراہت تحریمیہ پر متفق ہیں؛ لیکن اگر اذان واقامت کا اعادہ نہ ہو اور محراب سے بھی عدول کرلیا جائے تو اس کو امام ابویوسفؒ جائز فرماتے ہیں، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وہ بھی مکروہ ہے؛ لیکن کراہت تحریمی نہیں، تنزیہی ہے، ہاں! انفرادی طور پر (جماعت اولیٰ کے بعد) نماز پڑھنا اسی مسجد میں جائز ہے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی: ۱۴۸/۳)

دوبارہ جماعت کرنے کا حکم:

سوال: جس مسجد میں امام اور مؤذن مقرر ہے اور اس گاؤں کے تمام آدمی اس مسجد میں اول جماعت کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں، اس کے بعد اگر دو ہی آدمی پھر جماعت کریں مکروہ تحریمی ہوگا، یا نہیں؟ چند کتب معتبرہ کی عبارت نقل فرما کر جواب عنایت فرمادیں، بینوا توجروا۔

الجواب والله الموفق للصواب

ذكر في ردالمحتار عن المنبع، ثم قال في الاستدلال: ولنا أنه عليه الصلاة والسلام كان خرج ليصلح بين قوم فعاد إلى المسجد وقد صلى أهل المسجد فرجع إلى منزله فجمع أهله وصلّى، (۲)

---

(۱) في الدرالمختار: ويكره تكرار الجماعة بأذان و إقامة في مسجد محلة"إلخ .

وفي ردالمحتار: "(قوله:يكره)أي تحريماً لقول الكافي:"لايجوز"ولو كرر أهله بدونها أو كان مسجد طريق جاز اجماعا، كما في مسجد ليس له إمام ولا مؤذن ... ومقتضى هذا الاستدلال كراهة التكرار في مسجد المحلة ويؤيده ما في الظهيرية: لودخل جماعة المسجد بعد ما صلّى فيه أهله يصلون وحداناً...وعن أبي يوسف إذا لم تكن الجماعة على الهيئة الأولٰى لا تكره وإلا تكره وهو الصحيح وبالعدول عن المحراب تختلف الهيئة،إلخ.(باب الإمامة،مطلب في تكرار الجماعة في المسجد: ۵۵۲/۱-۵۵۳،ط،سعيد)

(۲) قلت:أخرجه الطبراني في الكبير و الأوسط عن أبي بكرة ورجاله ثقات.(مجمع الزوائد: ۱۶۰/۱)==

ولوجازذلک لما اختار الصلاة فی بیته علی الجماعة فی المسجد ولأن فی الاطلاق هٰكذا تقليل الجماعة معنى فإنهم لايجتمعون إذاعلموا أنها لاتفوتهم ومقتضى هٰذا الاستدلال كراهة التكرار فی مسجد المحلة ولوبدون أذان ويؤيده مافی الظهيرية ولودخل جماعة المسجد بعد ما صلى فيه أهله يصلون وحدانًا وهوظاهرالرواية، آه، وهٰذا مخالف لحكاية الاجماع المارة وهوماذكره قبل عن المنبع و التقئيد بالمسجد المختصة بالمحلة احترازمن الشارع وبالأذان الثانی احتراز عما إذا صلىٰ فی المسجد المحلة جماعة بغيرأذان حيث يباح إجماعًا، آه. (رد المحتار: ۵۷۷/۱)

وفی البدائع فی بيان ما يفعل بعد فوات الجماعة مانصه: فلاخلاف فی أنه إذا فاتته الجماعة لايجب عليه الطلب فی مسجد آخر؛ لكن كيف يصنع ذكرفی الأصل أنه إذا فاتته الجماعة فی مسجد حيه فإن أتى مسجدًا آخر يرجوا ادراک الجماعة فيه فحسن وإن صلىٰ فی مسجد حيه فحسن،لحديث الحسن. (۱) قال: كانوا إذا فاتتهم الجماعة فمنهم من يصلی فی مسجد حيه ومنهم من يتبع الجماعة أراد به الصحابة رضی اللّٰه عنهم ولأن فی كل جانب مراعاة حرمة وترک أخرىٰ ففی أحد الجانبين مراعاة حرمة مسجده وترک الجماعة وفی الجانب الآخر مراعاة فضيلة الجماعة وترک حق مسجده فإذا تعذ رالجمع بينهما مال إلىٰ أيهما شاء وذكر القدوری:أنه إذا فاتته الجماعة جمع بأهله فی منزله وإن صلىٰ وحده جاز لماروی عن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم أنه خرج من المدينة إلىٰ صلح بين حيّين من أحياء العرب فانصرف منه وقد فرغ الناس من الصلاة فمال إلىٰ بيته وجمع بأهله في منزله وفی هٰذا الحديث دليل علىٰ سقوط الطلب إذ لو وجب لكان أولىٰ الناس به رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم وذكرالشيخ الإمام السرخسی: إن الأولىٰ فی زماننا أنه إذا لم يدخل مسجده أن يتتبع الجماعة وإن دخل مسجده صلّى فيه،آه.(۱۵٦/۱)(۲)

== أورد عليه بعض الناس نقلا عن التحريرالمختار بقوله: ولايتم الاستدلال به إلا إذا وجد جماعة يصلی بهم فی المسجد ومع هٰذا اختارالصلاة فی منزله بأهله،آه.قلت:عدم وجدانه مثل هٰذه الجماعة بعيد؛لأنه صلی اللّٰه عليه وسلم لم يكن يذهب للصلح بين الأقوام وحده بل كان يذهب بجماعة من أصحابه كماهوالمعروف من عادته ولوسلم تنزلا فكان يمكن أن يجمع الصلاة بأهله فی المسجد فإن النساء كن يشهدن الصلاة فيه مع النبی صلی اللّٰه عليه وسلم كما عرف فی موضعه فاستدلال به تام ولايضره الاحتمالات البعيدة،ظ،علىٰ أنه قد ثبت عن الصحابه أنهم لم يجمعوا فی المسجد ثانياً مع قدرتهم علىٰ ذلک،كماسيأتی)

(۱) سيأتی مايدل له مؤيده.منه

(۲) بدائع الصنائع،فصل فی بيان ما يفعل بعد فوات الجماعة: ۱۵٦/۱،دارالكتب العلمية بيروت،انيس

قلت: وهٰذا مايدل علٰى كراهة الجماعة الثانية مطلقا ولوبدون أذان؛لأنه حصر صنع فاتت الجماعة فى تتبعها فى مسجد آخرإن كان يرجو أدراكها فيه وفى صلاته فى مسجد حيه منفرد وعلّله بأن فى كل جانب مراعاة حرمة وترك أخرىٰ فإذا تعذر الجمع بينهما مال إلٰى أيهما شاء فلوكانت الجماعة الثانية بدون الأذان غيرمكروهة لاتنفى ذلك التعذربأن يجمع ثانيًا فى مسجد حيه كما لايخفى فالظاهرأن المذهب عندنا وظاهرالرواية هو الكراهة مطلقًا ولوبدون إذان، فإن صاحب البدائع والقدورى والسرخسى أعرف الناس بالمذهب من غيرهم وتقييداه بالأذان لعلها فى النوادر، قال الشعرانى فى رحمة الأمّة: ومن دخل مسجدًا فوجد إمامه قد فرغ من الصلاة فإن كان المسجد فى غير ممرّالناس كره له أن يستأنف فيه جماعة عند أبى حنيفة ومالك والشافعي وقال أحمد: لايكره،آه. (ص: ٣٤)(١)والدلائل أيضًا تقتضى الكراهة مطلقًا، منهاماقد مرذكره ومنهامارواه سحنون عن ابن القاسم عن مالك عن عبدالرحمٰن بن المجبرقال:دخلت مع سالم بن عبدالله مسجد الجحفة وقد فرغوا من الصلاة فقالوا:ألا تجمع الصلاة؟ فقال سالم: لا تجمع صلاة واحدة فى مسجد واحد مرتين،رجاله كلهم ثقات،قال ابن وهب: وأخبرنى رجال من أهل العلم عن ابن شهاب ويحٰى بن سعيد وربيعة و الليث مثله،آه،من المدونة الكبرىٰ لمالك. (٢) فهؤلاء أكابر التابعين كرهوا الجماعة الثانية فى مسجد واحد ولم يقيدوها بالأذان وقال الشافعي:وإنا قد حفظنا أن قد فاتت رجالا معه -صلى الله عليه وسلم- الصلاة ، فصلوا بعلمه منفردين وقد كانوا قادرين علٰى أن يجمعوا وأن قد فاتت الصلاة فى الجماعة قومًا فجاؤا المسجد فصلّى كل واحد منهم متفرداً وقد كانوا قادرين علٰى أن يجمعوا فى المسجد،آه،من الأم. (١٣٧/١)(٣)قلت: فلوكانت الجماعة الثانية غيرمكروهة بدون الأذان لما تركها الصّحابة وهم سباقون إلى الغايات راغبون إلٰى أفضل الطاعات، قال الشافعي رحمه الله:وإنما كرهت (٤) ذلك لهم ؛لأنهم ليس مما فعل السلف قبلنا بل قد عابه بعضهم،آه،من الأم.(١٣٦/١)قلت: وكمالم يفعله السلف بالأذان ثانياً فى المسجد كذا لم يفعلوه فيه بدون

(۱) رحمة الأمة شیخ محمد بن عبدالرحمٰن کی ہے،علامہ شعرانی کی نہیں ہے؛ بلکہ علامہ شعرانی کی کتاب کا نام ''المیزان الکبریٰ'' ہے، مذکورہ عبارت المیزان الکبریٰ،باب صلوٰۃ الجماعۃ: ۱/۱۵۷، ط:مصر میں مذکور ہے،مصنف سے سہو ہوگیا ہے۔انیس

(۲) المدونة الكبرىٰ،باب فى المسجد تجمع الصلاةفيه مرتين: ١٨١/١ ،دارالكتب العلمية بيروت،انيس

(۳) الأم،العذر فى ترك الجماعة: ١٨١/١ ،دارالمعرفة بيروت،انيس

هٰذا يؤيد ماذكره صاحب البدائع عن الحسن و الإمام الشافعي رحمه الله مجتهد إمام فى الفقة والحديث فتعليقه جزماً حجة.منه

(۴) أى:تكرارالجماعة فى المسجد.رفيع عثمانى

الأذان أيضًا ومن ادعٰى غير ذلک فليأت ببرهان. قال الشافعي رحمه اللّٰه: وأحسب كراهية من كره ذلک منهم إنما كان لتفرق الكلمة وأن يرغب رجل عن الصلاة خلف إمام جماعة فيتخلف هو ومن أراد عن المسجد في وقت الصلٰوة فإذا قضيت دخلوا فجمعوا فيكون في هٰذا اختلاف وتفرق كلمة و فيهما المكروه وإنما أكره هٰذا في كل مسجد له إمام ومؤذن فأما مسجد بني علٰى ظهر الطريق أوناحية لايؤذن فيه مؤذن راتب ولايكون له إمام معلوم ويصلي فيه المارة ويستظلون فلا أكره ذلک؛ لأنه ليس فيه معنى الذي وصفت من تفرق الكلمة، ثم قال: وإنما كرهوا لئلا يجمعوا في مسجد مرتين ولاباس بأن يخرجوا إلٰى موضع فيجمعوا فيه، آه، من الأم. (۱۳۶/۱-۱۳۷)(۱)

قلت وهٰذا كله موافق لماذكره أصحابنا غير أنهم عللوا الكراهة بتقاعد القوم من الجماعة الأولٰى ولايخفى أن العلة التي ذكرها الشافعي أشد وأحذر وأكثروقوعًا واحتمالًا لاسيما في زمان الفساد وانقطاع الوداد ومقتضاها كراهة التكرار ولوبدون أذان هٰذا هوالحق الراجح عندي والمراد بالكراهة كراهة التحريم.

خلاصہ ان عبارات کا یہ ہے کہ مسجد محلّہ میں جس میں امام اور مؤذن مقرر ہے، دوسری جماعت کرنا مکروہ تحریمی ہے، خواہ بدون اذان ثانی کے ہو، یا مع اذان واقامت کے، دلائل کا مقتضیٰ یہی ہے اور ظہیریہ اور بدائع وغیرہ سے بھی اطلاق کراہت ہی مستفاد ہوتا ہے، گو بعض فتاویٰ میں بدون اذان ثانی کے جماعت ثانیہ کو مباح لکھا ہے؛ مگر دلائل پر نظر کر کے یہ قید ضعیف معلوم ہوتی ہے اور اگر اس کو تسلیم بھی کر لیا جاوے تو اباحت سے مراد کراہت تحریمہ کی نفی ہوگی، کراہت تنزیہیہ کی نفی مراد نہیں، كذا قاله بعض أكابرنا منهم قطب وقته مولانا الشيخ رشيد أحمد قدس سره، دوسرے جن روایات میں اطلاق ہے ان کا مقتضیٰ یہ ہے کہ بدون اذان کے بھی کراہت ہے، اور جن میں تقیید ہے، یعنی: جن میں بدون اذان کے اجماعاً مباح کہا ہے، اگر امام صاحب سے یہ روایت بھی صحیح ہو تو ان کا مقتضا اباحت بدون الاذان ہے اور جب کراہت واباحت میں تعارض ہو تو کراہت کو ترجیح ہوگی۔

۱۴/ رمضان ۱۳۴۴ھ (امداد الاحکام: ۱۳۲/۳-۱۳۶)

جماعت ثانیہ مکروہِ تحریمی ہے، یا تنزیہی:

سوال (۱) جماعت ثانیہ میں کراہت تحریمی ہے، یا تنزیہی؟ اور مکروہِ تحریمی کا مرتکب گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہے، یا صغیرہ کا؟

---

(۱) الأم، قبيل العذر في ترک الجماعة: ۱۸۱/۱، دارالمعرفة بيروت، انیس

مکان سکونہ میں جماعت ثانیہ مکروہ ہے، یا نہیں:

(۲) مکان سکونہ میں جماعت ثانیہ، یا ثالثہ کرنا مکروہ ہے، یا نہیں؟

الجواب

(۱) **قال فی الشامی(قوله:ویکره تکرار الجماعة،إلخ)أی تحریماً لقول الکافی: لایجوز و المجمع: لایباح وشرح الجامع الصغیر :أنه بدعة،إلخ.(ردالمحتار)**(۱)

اس سے معلوم ہوا کہ جماعت ثانیہ میں کراہت تحریمیہ ہے۔

(۲) مکروہ نہیں ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۷۲-۷۳)

جماعت ثانیہ کی کراہت وعدم کراہت کی تحقیق:

سوال: قول محقق اور معتبر باعتبار موافقۃ فقہ وحدیث در بارہ جماعۃ ثانیہ آپ کے نزدیک کیا ہے؟ مگر بحوالہ احادیث اوراقوال فقہاء ونیز بحوالۂ کتب تحریر ہواور نیز قطع نظر حالت موجودہ لوگوں کے؛ بلکہ نفس مسئلہ محقق ہواور اگر حالت موجودہ لوگوں کے اعتبار سے جماعت ثانیہ کی کراہت ہوتواس کے لیے علاحدہ ارقام ہو، ہندوستان کے محقق علماء مثل حضرت مولانا مولوی شیخ محمد صاحب تھانوی وحضرت مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری وحضرت مولانا مولوی سعادت علی صاحب سہارنپوری وجناب مولانا مولوی عبدالحئیؒ صاحب لکھنوی وجناب مولوی مشتاق احمد صاحب سہارنپوری وجناب مولوی سید جمال الدین صاحب دہلویؒ بلا کراہت جائز فرماتے تھے؛مگر غالب گمان یہ ہے کہ جولوگ جماعۃ اولیٰ کے پابند ہوں،ان کے لئے بلا کراہت فرماتے تھے؟

الجواب

فی جامع الآثار لهٰذا العبد الحقیر :هٰکذا کراهة تکرار الجماعة فی المسجد،عن أبی بکرة أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم أقبل من نواحی المدینة یرید الصلاة فوجد الناس قد صلوا فمال إلٰی منزله فجمع أهله فصلی بهم. {رواه الطبرانی فی الکبیروالأوسط } وقال الهیثمی:رجاله ثقات،قلت:ولو لم یکره لماترک المسجد.

---

(۱) ردالمحتار،مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد،باب الإمامة: ۱/۵۱۶،ظفیر

(۲) ویکره تکرار الجماعة بأذان وإقامة فی مسجد محلة،لافی مسجد طریق أومسجد لا إمام له و لامؤذن (الدرالمختار)ولنا أنه علیه الصلوٰة والسلام: کان خرج لیصلح بین قوم فعاد إلی المسجد وقد صلٰی أهل المسجد فرجع إلٰی منزله فجمع أهله وصلٰی.(ردالمحتار،باب الإمامة،مطلب فی کراهة تکرار الجماعة فی المسجد: ۱/۳۶۷،ظفیر)

وعن إبراهيم النخعي قال: قال عمر رضى الله عنه: لايصلى بعد صلاة مثلها. {رواه ابن شيبة}(۱)

قلت: وأقرب تفاسيره حمله علىٰ تكرار الجماعة فى المسجد.

وعن خرشة بن الحر أن عمر رضى الله عنه كان يكره أن يصلى بعد صلاة الجمعة مثلها. {رواه الطحاوى وإسناده صحيح.}(۲)

قلت: دل علىٰ كراهة تكرار الجماعة خاصة.

وفى حاشيته تابع الآثار وما ورد من قوله عليه السلام: من يتصدق، (۳) لايدل علىٰ جواز التكرار المتكلم فيه وهو اقتداء المفترض بالمفترض إذ الثابت به اقتداء المتنفل بالمفترض ولايحكم بكراهته بل ورد فى جوازه حديث آخر من قوله عليه السلام إذا صليتما فى رحالكما ثم أتيتما صلاة قوم فصليًا معهم واجعلا صلاتكما معهم سبحة، (۴) كما هو ظاهر وما رواه البخارى تعليقًا عن أنس رضى الله عنه محمول علىٰ مسجد الطريق أو نحوه لما نقل فيه أنه أذن وأقام وهو مكروه عند العامة، اه.

أما الروايات الفقهية فى هٰذا الباب ففى الدر المختار:

ويكره تكرار الجماعة بأذان وإقامة فى مسجد محلة لا فى مسجد طريق أو مسجد لا إمام له ولامؤذن. (الدر المختار)(۱)

فى رد المحتار (قوله: ويكره): أى تحريمًا لقول الكافى: لايجوز والمجمع: لايباح وشرح الجامع الصغير: أنه بدعة، كمافى رسالة السندى. (قوله: بأذان وإقامة) عبارته فى الخزائن أجمع مما هنا ونصها: يكره تكرار الجماعة فى مسجد محلة بأذان وإقامة إلا إذا صلىٰ بهما فيه أولا غير أهله أو أهله لكن بمخافتة الأذان ولو كرر أهله بدونهما أو كان مسجد طريق جاز إجماعًا، كما فى مسجد ليس له إمام ولامؤذن ويصلى الناس فيه فوجاً فوجاً فإن الأفضل أن يصلى كل فريق بأذان وإقامة علىٰ حدة، كما فى أمالى قاضى خان، اه، ونحوه فى الدرر والمراد بمسجد المحلة: ماله إمام وجماعة معلومون، كما فى الدرر وغيرها، إلىٰ أن قال: ولأن فى الاطلاق هٰكذا تقليل الجماعة معنى، فإنهم لايجتمعون إذا علموا أنها لاتفوتهم، ثم قال بعد سطر: ومقتضى هٰذا الاستدلال كراهة التكرار فى مسجد المحلة ولو بدون إذان، ويؤيده ما فى الظهيرية: لو دخل جماعة المسجد بعد ماصلى فيه أهله يصلون وحدانًا وهو ظاهر الرواية، آه، وهٰذا مخالف لحكاية

---

(۱) مصنف ابن أبى شيبة، من كره أن يصلى بعد الصلاة مثلها (ح: ۵۹۹۷) انيس

(۲) شرح معانى الآثار، باب التطوع بعد الجمعة كيف هو (ح: ۱۹۸۱) انيس

(۳) عن أبى عثمان: دخل رجل المسجد، وقد صلى النبى صلى الله عليه وسلم فقال: ألا رجل يتصدق على هذا فيقوم فيصلى معه. (مصنف ابن أبى شيبة، فى القوم يجيئون إلى المسجد وقد صلى فيه (ح: ۷۰۹۸) انيس)

(۴) الصحيح لمسلم، باب الندب إلى وضع الأيدى على الركب فى الركوع ونسخ التطبيق (ح: ۵۳٤) انيس

الاجماع المارة. (۵۷۷/۱)(۱)وفيه ما نصه:وفی آخر شرح المنية وعن أبی حنيفة ولو كانت الجماعة أكثر من ثلٰثة يكره التكرار وإلا فلا وعن أبی يوسف إذا لم تكن علی الهيئة الأولٰی لا تكره وإلا تكره وهو الصحيح وبالعدول عن المحراب تختلف الهيئة،كذا فی البزازية،وفی التاتارخانية عن الولوالجية:وبه نأخذ. (۴۱۰/۱)(۲)وفيه (قوله:إلا فی مسجد علٰی طريق):هو ما ليس له إمام ومؤذن راتب فلايكره التكرار فيه بأذان وإقامة بل هو الأفضل،خانية.(۴۱۰/۱)(۳)

روایات فقہیہ مذکورہ سے چند صورتیں اوران کے احکام معلوم ہوئے:

صورت اولیٰ مسجد محلّہ میں غیر اہل نے نماز پڑھ لی ہو۔صورت ثانیہ مسجد محلّہ میں اہل نے بلا اعلان اذان، یا بلا اذان بدرجہ اولی نماز پڑھی ہو۔(۴)صورت ثالثہ وہ مسجد طریق پر ہو۔(۵)صورت رابعہ اس مسجد میں امام ومؤذن معین نہ ہوں۔صورۃ خامسہ مسجد محلّہ ہو؛یعنی اس کے نمازی اور امام معین ہوں اورانہوں نے اس میں اعلان اذان کی صورت سے نماز پڑھی ہو۔پس صورت اربعہ اولیٰ میں توبالاتفاق جماعۃ ثانیہ جائز؛ بلکہ افضل ہے،جیسا کہ افضلیت کی تصریح موجود ہے،(۶)اورصورۃ خامسہ میں اگر جماعت ثانیہ بہ ہیئت اولیٰ ہو،تب بالاتفاق مکروہ تحریمی ہے،جیسا کہ ردالمحتار میں تحریمی ہونے کی تصریح ہےاوراگر ہیئت اولیٰ پرنہ ہو،پس یہ محل کلام ہے۔(۷)

---

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار باب الإمامة: ۵۵۲/۱،مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد.انيس

(۱) كتاب الصلاة،باب الإمامة،مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد،انيس.

(۲،۳) كتاب الصلاة،باب الأذان،مطلب فی المؤذن إذا كان غير محتسب فی أذانه،انيس.

(۴) یعنی صورت ثانیہ کی ایک شکل تو یہ ہے کہ مسجد محلّہ میں اہل مسجد نے اذان تو دی ہو؛لیکن آہستہ دی ہواور دوسری شکل یہ ہے کہ انہوں نے بغیر اذان دیئے نماز پڑھی ہو،پس جوحکم شکل اول کا ہے وہی حکم-بدرجۂ اولیٰ-شکل دوم کا بھی ہوگا۔سعید احمد

(۵) یعنی جس مسجد کا کوئی امام اور موذن مقرر نہ ہو۔(فتاویٰ دارالعلوم جدید:۲۴/۳،سعید)

(۶) افضلیت کی تصریح فقط تیسری اور چوتھی صورت میں ہے،کما تقدم فی الروایات الفقہیۃ،پہلی اور دوسری صورت میں افضلیت کی تصریح نظر سے نہیں گزری۔

(۷) یعنی صورت خامسہ کی پھر دو شکلیں ہیں:اول:جماعت ثانیہ بہ ہیئت اولیٰ ہو،یعنی اذان واقامت اور قیام امام فی المحراب کے ساتھ تکرار جماعت ہوتو وہ بالاتفاق مکروہ تحریمی ہے،خواہ دوبارہ جماعت اہل مسجد کے علاوہ لوگ کریں،یا بعض اہل مسجد کریں۔**إن صلی فيه أهله بأذان وإقامة أو بعض أهله يكره لغير أهله وللباقين من أهله أن يعيدوا الأذان والإقامة،آه. (بدائع الصنائع،فصل فی بيان محل وجوب الأذان: ۱۵۳/۱،دارالكتب،انيس)** دوم:جماعت ثانیہ ہیئت اولیٰ بدل کر ہو۔ہیئت اولیٰ نام ہے تین چیزوں کے مجموعہ کا،یعنی اذان،اقامت اور قیام امام فی المحراب کا،پس جب یہ تینوں باتیں نہ رہیں گی تو پوری طرح ہیئت اولیٰ بدل جائے گی اور اگر دو باتیں مرتفع ہوجائیں(خواہ وہ کوئی سی دو ہوں)اذان واقامت ہوں،یا اذان وقیام محراب ہوں،یا اقامت وقیام محراب ہوں)تو بھی ہیئت اولیٰ بدل جائے گی؛اس لئے کہ اکثر کے لئے کل کا حکم ہوتا ہے،اسی طرح جب ایک بات مرتفع ہوجائے گی؛کیونکہ کسی بھی جزء کے ارتفاع سے ہیئت کلی مرتفع ہوجاتی ہے۔**(القطوف الدانية: ۶-۷،ملخصاً)**

بہر حال یہ دوسری شکل محل بحث ہے، پہلی بحث تو یہ ہے کہ اس شکل میں صاحب درمختار نے خزائن الاسرار (۱) میں تکرار جماعت کو اجماعاً جائز کہا ہے، (۲) چند دیگر حضرات نے بھی یہی لکھا ہے۔ علامہ شامی منحۃ الخالق (۱/۳۴۶) میں لکھتے ہیں:

نقل الرملی عن رسالة العلامة السندی عن الملتقط وشرح المجمع وشرح درر البحار والعباب: من أنه يجوز تكرار الجماعة بلا إذان ولا إقامة ثانية إتفاقاً،قال: وفی بعضها إجماعاً،آه. (۳)

لیکن خود علامہ شامیؒ نے اس شکل میں تکرار جماعت کو مکروہ کہا ہے، **کما فی قوله: ومقتضی هٰذاالاستدلال، إلــخ،** (۴) پھر انہوں اپنے استنباط کو ظہیریہ کی روایت سے (۵) امام ابو یوسف کے نزدیک مکروہ نہیں اور امام صاحب کے نزدیک مکروہ ہے، جیسا ظہیریہ میں اس کا ظاہر روایت ہونا مصرح ہے، البتہ ایک روایت (۶) امام صاحب سے یہ ہے کہ اگر تین سے زیادہ آدمی ہوں، مکروہ ہے، ورنہ مکروہ نہیں، یہ تو خلاصہ ہوا روایات کے مدلول ظاہری کا۔

اب آگے دو مسلک ہیں، یا تو امام صاحبؒ اور امام ابو یوسف کے اقوال کو متعارض کہا جاوے، یا دونوں میں تطبیق دی جاوے، اگر متعارض کہا جاوے تو حسب رسم المفتی "**واختلف فيما اختلفوا فيه،والأصح، كمافی السراجية وغيرها أنه يفتی بقول الإمام على الاطلاق،ثم بقول الثانی (إلی قوله) وصحح فی الحاوی القدسی قوة المدرک،إلخ،هٰكذا فی الدرالمختار.** (مقدمة الدرالمختار: ۷۰۔۷۱،مطلب إذا تعارض التصحيح)

امام صاحب کے قول پر عمل ہوگا، اگر سراجیہ کے قاعدہ کو ترجیح دی جائے تب تو ظاہر ہے اور اگر حاوی قدسی کے

---

(۱) جو درمختار کا نقش اول ہے۔

(۲) خزائن کی عبارت جواب کے شروع میں حضرت مجیب قدس سرہ نقل فرما چکے ہیں۔

(۳) البحرالرائق، كتاب الصلاة،باب الإمامة،دارالكتب العلمية،بيروت،انیس

(۴) ردالمحتار، كتاب الصلاة،باب الإمامة،مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد: ۲۸۹/۲،دارالكتب العلمية، انیس

(۵) جو کہ ظاہر روایت ہے کیا ہے، دوسری بحث یہ ہے کہ اس شکل کے متعلق خود ائمہ مذہب کی روایت بھی مختلف ہیں، امام صاحب سے ظاہر روایت مطلقاً کراہت کی ہے، جس میں یہ شکل بھی داخل ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک کراہت نہیں ہے۔

حضرت مجیب قدس سرہ نے پہلے بحث ثانی پر گفتگو فرمائی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر شیخین کے اقوال میں تعارض مانا جائے تو آداب افتاء کے پیش نظر امام صاحبؒ کے قول پر عمل ہوگا اور اگر تطبیق کی راہ اختیار کی جائے تو وہ یہ ہے کہ امام صاحب کراہت تنزیہی کا اثبات فرماتے ہیں اور امام ابو یوسف کراہت تحریمی کی نفی فرماتے ہیں، کراہت تنزیہی ان کے نزدیک بھی مسلم الثبوت ہے، اسی سے بحث اول کا تصفیہ بھی ہوگیا کہ اصل کراہت میں کسی کو اختلاف نہیں ہے، پس جنہوں نے جاز اجماعاً کہا ہے، انہوں نے کراہت تحریمی کی نفی کی ہے اور جنہوں نے کراہت ثابت کی ہے، ان کی مراد اس سے کراہت تنزیہی ہے۔ (واللہ سبحانہ اعلم) سعید احمد پالنپوری

(۶) امام ابو یوسف اور امام محمدؒ سے بھی قریب قریب ایسی ہی روایتیں مروی ہیں: **وروی عن أبی يوسف أنه إنما يكره إذاكانت الجماعة الثانية كثيرة وفأما إذا كانوا ثلاثة أو أربعة،فقاموا فی زاوية من زوايا المسجد،وصلوا بجماعة،لايكره،وروی عن محمد أنه إنما يكره إذا كانت الثانية علٰی سبيل التداعی والاجتماع،فأما إذا لم يكن فلايكره،آه.** (بدائع الصنائع: ۱۵۳/۱،سعيد أحمد)(كتاب الصلاة، فصل فی بيان محل وجوب الأذان،انیس)

قاعدے کوترجیح دی جائے، تب بھی امام صاحب کی دلیل نقلی حدیث ہے، جواول نقل ہوئی ہے اور دلیل قیاسی ردالمحتار سے ”ولأن فی الاطلاق“، إلخ معلوم ہوچکی ہے، جس کی قوت ظاہر ہے اور جوحدیثیں امام صاحب کی دلیل سے ظاہراً متعارض ہیں، ان سب کا جواب کافی شافی تابع الآثار سے گزرچکا ہے اور اگر بعض(۱) کی حکایت اجماع علی الجواز سے شبہ ہو کہ امام صاحب نے حکم بالکراہۃ سے رجوع کرلیا ہوگا تو شامی نے بعد نقل روایت ظہیریہ کے عدم ثبوت اجماع کی تصریح کردی ہے،(۲) پس یہ استدلال قطع ہوگیا،(۳) اور اگر امام صاحبؒ اور ابو یوسفؒ کے اقوال میں تطبیق دی جاوے تو وجہ تطبیق یہ ہوسکتی ہے کہ امام صاحب تو کراہت تنزیہیہ کے مثبت ہیں اور امام ابو یوسف کراہۃ تحریمیہ کے نافی ہیں، قرینہ اس کا یہ ہے کہ درمختار میں جو مسجد محلّہ میں اذان کے ساتھ جماعت ثانیہ کومکروہ کہا ہے، اس میں شامی نے تصریح کردی کہ کراہت تحریمیہ مراد ہے، پس اس کے مقابلہ میں جودوسری صورتوں میں عدم کراہۃ کا حکم ہوگا، اسی کراہت مذکورہ کی نفی ہوگی، پس کراہۃ تنزیہیہ کی نفی محتاج دلیل مستقل ہے، جیسا کہ صورار بعہ اولیٰ میں افضلیت کی تصریح بالاستقلال کراہت تنزیہیہ کی نفی پردال ہے، پس صورار بعہ اولیٰ میں نفی کراہت سے تحریمیہ منتفی ہوگئی اور حکم افضلیت سے کراہت تنزیہیہ منتفی ہوگئی اور مندوبیت ثابت ہوگئی، بخلاف صورت متکلم فیہا کے کہ اس میں انتفاء کراہت تحریمیہ کی دلیل تو قائم ہے؛ لیکن انتفاء کراہت تنزیہیہ کی کوئی دلیل نہیں اور ظاہر روایت میں کراہت کا اثبات ہے، پس کراہت تحریم منتفی ہوئی اور کراہت تنزیہ ثابت رہی، پس امام صاحب کے اثبات اور امام ابو یوسفؒ کی نفی میں

(۱) اولاً یہ شبہ بےمحل ہے؛ کیونکہ محل نزاع میں اجماع منقول نہیں ہوا؛ بلکہ ان صورتوں میں ہوا ہے، جن کی نسبت فتویٰ میں کہا گیا ہے کہ بالاتفاق نماز جائز؛ بلکہ افضل ہے اور ثانیاً اس کا جواب کہ شامی نے بعد نقل روایت ظہیریہ عدم ثبوت اجماع کی تصریح کردی ہے، نامناسب ہے؛ کیونکہ اگر اس تصریح کو مان لیا جاوے تو یہ فتویٰ کہ اس دعوے کے مخالف ہوگی، جو کہ ان الفاظ سے کیا گیا ہے: ”پس صورار بعہ اولیٰ میں تو بالاتفاق جماعت ثانیہ جائز؛ بلکہ افضل ہوگی“ آہ؛ کیونکہ صورار بعہ جن کی نسبت اجماع کا دعویٰ کیا گیا ہے، ان میں ایک صورت یہ بھی ہے کہ مسجد محلّہ میں اہل محلّہ نے بلا اعلان اذان یا بلا اذان بدرجۂ اولیٰ نماز پڑھ لی ہو اور ظہیریہ سے ان صورتوں کی کراہت ثابت ہوتی ہے، پس دعوی اجماع صحیح نہ ہوا۔ الحاصل جواب شبہ دعوی سابقہ کے مخالف ہے؛ اس لئے یہ جواب مناسب نہیں، پس اس صورت میں شبہ اور جواب دونوں کو ساقط ہونا چاہئے، نیز جن چار صورتوں میں عدم کراہت پر اتفاق نقل کیا ہے، ان میں سے دوسری صورت میں اختلاف نقل ہونا چاہئے، یا شامی کے قول: ومقتضی هذا الاستدلال، الخ کورد کرنا چاہئے۔(تصحیح الاغلاط: ۱۱/)

(۲) اس جگہ مولانا رشید احمد صاحب مدرس دارالعلوم کراچی نے ایک حاشیہ لکھا ہے، وہ درج کیا جاتا ہے، وہو ہذا: ولو كرر اهله بدونهما کو جائز بالاجماع کہا گیا ہے، حالانکہ اس صورت میں اگر ہیئت اولیٰ پر تکرار ہے؛ یعنی عدول عن المحراب نہیں کیا تو بالاتفاق مکروہ ہے اور عدول عن المحراب کی حالت میں محل نزاع ہے، پس یہ قول کہ محل نزاع میں اجماع منقول نہیں ہوا، صحیح نہیں، نیز یہ قول کہ ظہیریہ سے صورار بعہ میں سے صورت ثانیہ کی کراہت ثابت ہوتی ہے، صحیح نہیں۔ صورت ثانیہ یہ ہے کہ جماعت اولیٰ بلا اذان، یا بغیر اعلان اذان کے ہوئی اور ظہیریہ میں اس کی کراہت مذکور ہے کہ جماعت ثانیہ بلا اذان ہوئی ہو، غرض اصل جواب کی عبارت صحیح ہے اور تصحیح الاغلاط کی عبارت صحیح معلوم نہیں ہوتی۔ واللہ اعلم انتہی

(۳) اور ایک جواب آگے آرہا ہے کہ اجماع کراہت تحریمیہ کی نفی پر ہے۔ سعید

کوئی تعارض نہ رہا اور اگر یہ شبہ ہو کہ جاز اور یباح وغیرہ عبارات سے کراہۃ تنزیہیہ منتفی معلوم ہوتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ جائز کبھی مکروہ کو بھی شامل ہوتا ہے۔ (کذا فی ردالمحتار: ۱/۱۲۵)(۱)

اور جیسا درمختار میں اذان صبی کو جائز بلا کراہت کہا ہے اور شامی نے کہا ہے کہ مراد نفی کی کراہت تحریمیہ کی ہے اور تنزیہی ثابت ہے۔ (۱/۴۰۶)(۲)

ونیز حکایت اجماع جس میں تقدیر تعارض پر کلام ہوا ہے، اس تقریر تطبیق پر بحالہا رہ سکتی ہے کہ نفی کراہت تحریمیہ پر اجماع ہے اور اگر ثبوت کراہت تنزیہیہ سے قطع نظر بھی کی جاوے اور اباحۃ بالمعنی المتبادر مان لی جاوے، تب بھی چونکہ ندب واستحباب نہ دلیل سے ثابت، نہ ابو یوسفؒ سے منقول؛ اس لیے نفی کراہت سے ثبوت ثواب کا لازم نہ آوے گا، جیسا ردالمحتار میں جماعۃ فی التطوع میں صرف مسنون نہ ہونے سے ثواب کی نفی کی ہے، گو بعض صورتوں میں مباح بھی ہے۔ (۱/۴۱۷)(۳) پس غایت مافی الباب ایک فعل مباح ہوا، جس میں نہ ثواب، نہ عقاب اور امام صاحب کراہت کے قائل، تب بھی اسلم اور احوط اس کا ترک ہی ہوا؛ کیوں کہ فعل میں تو احتمال کراہت کا ہے اور ترک میں کوئی ضرر محتمل نہیں، حتی کہ حرمان ثواب بھی نہیں، پس ترک ہی راجح ہوا، یہ سب تحقیق ہے باعتبار حکم فی نفسہ کے اور اگر مفاسد اس کے امام ابو یوسفؒ کے روبرو پیش کئے جاتے تو یقیناً کراہت شدیدہ کا حکم فرماتے؛ لیکن چوں کہ مسئلہ مختلف فیہا ہے اور علماء کے فتوے بھی مختلف ہیں؛ اس لیے کسی کو کسی پر نکیر شدیدہ وطعن زیبا نہیں۔ واللہ اعلم

۱۰/ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۴ھ (امداد: ۱/۱۳۷) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۳۶۲-۳۷۰)

جماعتِ ثانیہ کی کراہت کے دلائل:

سوال: جماعت ثانیہ کی کراہت کی کیا دلیل ہے؟

---

(۱) ردالمحتار: ۱/۱۲۰، مطلب قد يطلق جائز علىٰ، إلخ (كتاب الطهارة، سنن الوضوء، انيس) (وعبارته: وقد يقال: أطلق "الجائز" وأراد به مايعم المكروه، ففي الحلية عن أصول بن الحاجب أنه قد يطلق يراد به مالايمتنع شرعًا وهويشمل المباح والمكروه والمندوب والواجب، آه. سعيد أحمد

(۲) وعبارتهما: (ويجوز) بلا كراهة (أذان صبي مراهق. (الدر المختار) قوله: (بلا كراهة) أي تحريمية؛ لأن التنزيهية ثابتة لما في البحر عن الخلاصة (أن غيرهم) أولىٰ منهم، آه. (سعيد) (الدر المختار مع ردالمحتار، باب الأذان، مطلب في الأذان الجوق: ۱/۳۹۱، انيس)

(۳) الدر المختار مع ردالمحتار، باب الوتر والنوافل: ۱/٤٨ ("ولايصلي الوتر و) لا (التطوع بجماعة خارج رمضان) أي يكره ذلك لو علىٰ سبيل التداعي بأن يقتدي أربعة بواحد اه، قال ابن عابدين: قوله: (أربعه بواحد) أما اقتداء واحد بواحد أو اثنين بواحد فلايكره، وثلاثة بواحد فيه خلاف، بحر عن الكافي: وهل يحصل بهذ الاقتداء فضيلة الجماعة؟ ظاهر ما قدمناه من أن الجماعة في التطوع ليست بسنة يفيد عدمه، تأمل. (ردالمحتار، قبيل باب إدراك الفريضة، ردالمحتار: ٢/٤٩، سعيداحمد) (مطلب في كراهة الاقتداء في النفل علىٰ سبيل التداعي وفي صلاة الرغائب، انيس)

الجواب

مقلدین کے لیے اقوالِ فقہاوائمہ بطور دلیل کافی ہیں، پس جب کہ ظاہر الروایۃ عندالحنفیہ کراہت جماعت ثانیہ مسجد محلّہ میں ہے، جیسا کہ شامی میں منقول ہے تو اس سے زیادہ مقلدین کے لیے کوئی حجت نہیں ہے۔

شامی میں منقول ہے:

”ومقتضی هٰذا الاستدلال کراهة التکرار فی مسجد المحلة ولوبدون أذان ویؤیده ما فی الظهیریة: لودخل جماعة المسجد بعد ماصلی فیه أهله یصلون وحداناً وهوظاهر الروایة“، إلخ. (۱)

اوراس سے کچھ پہلے مذکور ہے:

”ثم قال فی الاستدلال علی الإمام الشافعی النافی للکراهة ما نصه: ولنا أنه علیه الصلوٰة والسلام کان خرج لیصلح بین قوم فعاد إلی المسجد وقد صلی أهل المسجد فرجع إلیٰ منزله فجمع أهله وصلی بهم ولوجاز ذلک لما اختار الصلاة فی بیته علی الجماعة فی المسجد ولأن فی الإطلاق (أی فی تجویز الجماعة الثانیة) هٰکذا تقلیل الجماعة معنیً، فإنهم لایجتمعون إذا علموا أنها لاتفوتهم، إلخ. (۲)

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے اورفقہا کی تصریح سے کراہت جماعت ثانیہ مسجد محلّہ میں ثابت ہوئی، اس صورت میں اگر بعض روایات جواز کی بھی ہوں تو اول تو جواز، کراہت کے ساتھ بھی جمع ہوتا ہے تو وہاں جواز مع الکراہت مراد ہوگا، غایت یہ کہ کراہت تنزیہی ہوگی، بہرحال جماعت ثانیہ کراہت تحریمی یا تنزیہی سے خالی نہیں اور دوسرے یہ کہ جہاں کراہت اورعدم کراہت میں تعارض ہوتا ہے تو کراہت کوترجیح دی جاتی ہے۔

” لأن دفع المضار أولیٰ من جلب المنافع“.

یہی مضامین ہیں، جن کو حضرت مولانا گنگوہی قدس سرّہ نے اپنے رسالہ ”کراہت جماعت ثانیہ“ میں بیان فرمایاہے اوراس میں جواب ان روایات حدیث وفقہ کا دیاہے، جس سے جواز مفہوم ہوتا ہے۔حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدّس سرہ نے اس بارے میں ایک امر فیصلہ کن ارشادفرمایاہے، انہوں نے فرمایا کہ عدمِ جواز جماعت ثانیہ میں ایک دلیل مجھ کوظاہر ہوئی اورایک حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپور قدس سرّہٗ کو، جوکہ استاذ ہیں حضرت مولانا نانوتوی کے، وہ دلیل جوحضرت مولانا نانوتوی کومعلوم ہوئی، وہ قصہ صلوٰۃ خوف کا ہے کہ باوجودایسی کشاکشی کے کہ جنگ کا موقع ہے، ایک ہی جماعت کی گئی اور نمازیوں کے دوطائفہ کئے گئے اوراس قدرحرکات اور ذہاب وایاب نماز کے اندر جائز کیا گیا؛ مگر جماعت ثانیہ کی اجازت نہ ہوئی، حالاں کہ یہ آسان تھا کہ ایک امام ایک

(۱،۲) ردالمحتار للعلامة الشامی، باب الإمامة: ۱/ ۵۱۶، ظفیر. (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

طائفہ کو پوری نماز پڑھا دیتا اور دوسرا امام اس کے بعد دوسرے طائفہ کو پوری نماز باجماعت پڑھا دیتا، اس کو فرمایا کہ یہ دلیل ظاہر تر ہے اور چونکہ یہ نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے ساتھ خاص نہیں تھی؛ بلکہ اب بھی اسی طرح پڑھنے کا حکم ہے تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ اس لیے تھا کہ سب کو ان کی اقتدا کی فضیلت حاصل ہو اور وہ دلیل جو حضرت مولانا احمد علی قدس سرہٗ نے فرمائی ہے، وہ دقیق ہے۔ مولانا احمد علی صاحب نے فرمایا کہ یہ مسئلہ ہے کہ جس مسجد میں ایک دفعہ جمعہ کی نماز ہو چکی ہو تو اس مسجد میں پھر جمعہ کی جماعت درست نہیں ہے۔

چنانچہ شامی وغیرہ میں تصریح ہے کہ جمعہ کے بعد جامع مسجد کے کواڑ بند کر دیئے جاویں کہ ایسا نہ ہو کہ پھر چند آدمی آکر جماعت ثانیہ کر لیں۔(۱) تو اس کی وجہ میں جو غور کیا کہ کیا وجہ اس عدم جواز کی ہے، حالاں کہ شرائط جمعہ سب علی حالہا موجود ہیں، مصر بھی ہے، اذن عام بھی ہے، نمازی بھی موجود ہیں، ایک مصر میں تعدد جمعہ بھی درست ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ دوبارہ جماعت جمعہ ایک مسجد میں صحیح نہ ہو تو اس کے سوا کچھ وجہ نہیں کہ جمعہ کے لیے جماعت بھی شرط ہے، پس معلوم ہوا کہ جماعت ثانیہ جماعت مشروعہ نہیں ہے اور جب کہ وہ جماعت معتبرہ نہ ہوئی تو ایک شرط جمعہ کی فوت ہوگئی، پس معلوم ہوا کہ جماعت ثانیہ ایک مسجد میں درست نہیں ہے، وہو کما قال رحمہ اللہ۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۳۸-۴۰)

صحن مسجد میں جماعت ثانیہ کا حکم:

سوال: بعض صاحبان کا یہ قول ہے کہ اگر اندرون مسجد قریب محراب جماعت ہوگئی ہو تو وہ کچھ آدمی اگر باقی رہ جایا کریں تو جماعت ثانیہ صحن مسجد میں کر لیا کریں تو کسی نوع سے مکروہ نہ ہوگا؛ کیونکہ یہاں کی ہر ایک مسجد دو مسجد ہے، ایک صیفی؛ یعنی صحن مسجد، دوسری شتوی یعنی اندرون مسجد، جو اکثر مسقّف ہوتی ہے، یالداؤ کی اور درمختار(۲) میں جماعت کے بارے میں ہے: **ولو فاتته ندب طلبها فی مسجد آخر ،إلخ.** ظاہر ہے کہ صحن مسجد مسجد آخر ہے، لہٰذا اس میں جماعت ثانیہ کسی نوع سے مکروہ نہ ہوگی، جواب دیا گیا کہ یہاں کی مسجدوں میں صحن مسجد دوسری مسجد نہیں، حقیقت میں یہاں کی مسجدیں ایک مسجد ہیں؛ کیوں کہ عرف میں بھی ایک ہی مسجد سے تعبیر کرتے ہیں اور نہ بانیین مسجد کی نیت دو مسجدوں کی ہوتی ہے؛ بلکہ ایک ہی مسجد کی ہوتی ہے، صحن کو صحن مسجد اور فناء مسجد سے تعبیر کرتے ہیں، دیکھو! نفائس اللغات، لغت انگنائی بمعنی صحن خانہ بعربی ساحت وسرح فناء، پس اگر خانہ کی طرف اضافت ہوگی تو صحن خانہ اور مسجد کی طرف اضافت ہوگی تو صحن مسجد وفناء مسجد بولیں گے اور فقہاء بھی اس صحن کو صحن مسجد وفناء مسجد سے تعبیر کرتے ہیں، چنانچہ واقفین پر ظاہر ہے، واقف علم ظاہری وباطنی، مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ نے کراہت

(۱) والظاهر أنه يغلق أيضاً بعد إقامة الجمعة لئلا يجتمع فيه أحد بعدها ،إلخ. (رد المحتار، باب الجمعة: ۷٦٦/۱ ،ظفیر (مطلب فی شروط وجوب الجمعة، انیس)

(۲) الدر المختار مع ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۵۵/۱ ،دار الفكر بيروت، انیس

جماعت ثانیہ یہاں کی مسجدوں کے بارے میں ایک رسالہ تحریر فرمایا، (۱) اگر یہاں کی مسجدیں دو مسجدیں ہوتیں تو کراہت جماعت ثانیہ آپ مکروہ نہ فرماتے، (۲) بلکہ جماعت ثانیہ کا ہونا مکروہ نہ فرماتے اور تصریح بھی کر دیتے کہ صحن مسجد دوسری مسجد ہے، ونیز حاجیان سے معلوم ہوا کہ مسجد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسجد حرام میں بھی صحن ہے، حالانکہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ثواب صلوٰۃ اپنی مسجد اور مسجد حرام میں ''**في مسجدي هٰذا و مسجد الحرام**'' فرمایا، ''**في مسجديّ هٰذين وفي مسجدي الحرام**'' نہیں فرمایا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحن مسجد دوسری مسجد نہیں اور صیفی وشتوی مسجدیں اور طرز کی ہوتی ہیں؛ یعنی ان میں ہر ایک کی محراب جداگانہ ہوتی ہے، ایک دوسرے کے جنب میں واقع ہوتی ہے اور درمیان دیوار قصیر مقدار ایک دو ذراع کے اس میں فرجہ ہوتا ہے، جیسا کہ قاضی خان کے صفحہ: ۴۶ سے معلوم ہوتا ہے۔ **محمول علیٰ ما إذا كان الحائط قصيراً أسّه مقدار الفرجة بين الصفين ذراع أو ذراعان كما يكون بين المسجد الصيفي والشتوي.**

لہٰذا حضور والا کو تکلیف دی جاتی ہے کہ جواب مسائل مفصلہ ذیل صاف تحریر فرما کر خاکسار کو ممنون ومشکور فرمائیں؟

(۱) یہ کہ یہاں کی ہر ایک مسجد حقیقۃً صیفی وشتوی ہے، یا نہیں؟

(۲) یہ کہ محراب مسجد اصل میں کس جگہ ہے، آیا وہ طاق؛ یعنی محراب جو جانب قبلہ دیوار غربی مسجد میں ہوتی ہے، یا دوسری جگہ؟

(۳) **والسنة أن يقوم الإمام في المحراب** قول شامی منقول از معراج: **تحت قوله: يقف وسطاً** (: ۳۹۹/۱، مطبوعة مصر) وقول شامی منقول از تاتارخانیہ: ''**يكره للامام أن يقوم في غير المحراب إلا لضرورة**'' (صفحة: ٤٥٣، تحت قوله: لأن العبرة للقدم)، در مختار مع رد المحتار مکروہات صلوٰۃ: (۶۴۶-۶۵۴/۱) کا کیا مطلب ہے؟ آیا اس ظرفیت سے کمال قرب مراد ہے، یا محاذ محراب، خواہ قریب ہو، یا بعید، اگر محاذ مذکور مراد ہے تو فی کا کیا موقع اور اس میں کیا نکتہ؟ یا حقیقت میں عین محراب میں کھڑا ہونا مراد ہے، جیسا کہ ظاہر میں فی کا مقتضی ہے، بعض صاحبان کا خیال ہے کہ حقیقت میں کھڑا ہونا محراب کا مراد ہے؛ کیوں کہ اصح مذہب طحاوی اور سرخسیؒ کا ہے کہ علت کراہت قیام فی المحراب خفاء امام ہے، نہ مشابہت اہل کتاب، اگر خفا ہوگا تو کراہت ہوگی، ورنہ نہ ہوگی، گو مختار سرخسی اول میں مشابہت اہل کتاب کی تھی؟

(۴) گرمی میں یہاں کی مسجدوں میں دراں صورت کہ مسجد صیفی وشتوی نہ ہوں، ترک محراب کی ضرورت

---

(۱) اس رسالہ کا نام ''القطوف الدانية في تحقيق الجماعة الثانية'' ہے اور فارسی زبان میں ہے اردو میں ترجمہ بھی شائع ہوا ہے۔ سعید احمد

(۲) کذا فی الاصل؛ لیکن صحیح عبارت اس طرح ہے: ''دو مسجدیں ہوتیں تو جماعت ثانیہ کو آپ مکروہ نہ فرماتے؛ بلکہ جماعت ثانیہ کا نہ ہونا مکروہ فرماتے، الخ''۔ سعید احمد

ہوسکتی ہے، جیسا کہ مسجد صیفی وشتوی میں ہوتا ہے کہ گرمی کی وجہ سے صیفی میں آجاتے ہیں اور سردی کی وجہ سے شتوی میں چلے جاتے ہیں، یا نہیں؟ اور یہاں کی مسجدوں میں عمل درآمد اس کا کہ جب گرمی ہوتی ہے تو صحن مسجد میں امام بلانکیر پڑھا دیتا ہے، صحیح ہے، یا نہیں؟ اور یہ عمل درآمد کس بنا پر ہے؟

الجواب

ان بعض صاحبان کا قول غلط ہے، مجیب کا جواب بالکل درست ہے، البتہ مجیب کی تقریر میں لفظ فنا کی تفسیر میں تسامح ہے؛ کیوں کہ فنا اس جگہ کو کہتے ہیں، جو مضاف الیہ سے خارج ہو، اس کا جزو نہ ہو اور صحن مسجد جزو مسجد ہے، (۱) باقی سب تقریر نہایت صحیح اور کافی ہے، یہ تمہید کے متعلق عرض کیا گیا، اب جزئی سوالات کے متعلق لکھا جاتا ہے:

(۱) نہیں۔

(۲) وہ بھی اور اس کے محاذات (۲) جو مسقّف درجہ کے مؤخر میں اور غیر مسقّف کے مقدم میں ہوتی ہے، وہ بھی۔

(۳) یہاں فی المحراب عبارت ہے، فی الوسط سے؛ کیوں کہ محاریب وسط میں ہوتی ہیں، جب محراب سے مراد وسط ہوا تو فی اپنے حقیقی معنی پر رہا، صرف مجاز لفظ محراب میں رہا، سو عند القرینہ کچھ مضائقہ نہیں اور قرینہ لفظ وسطاً صاف ہے۔

(۴) جب محراب سے مراد وسط ہے تو عدول عن المحراب لازم ہی نہیں آیا۔ واللہ اعلم

۲۳/ رمضان المبارک ۱۳۲۸ھ (تتمہ اولیٰ، صفحہ: ۳۰) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۱۷-۳۷۴) ☆

جماعتِ ثانیہ میں شرکت کی جائے، یا نہیں:

سوال: جماعتِ ثانیہ مکروہ ہے، اگر بندہ مسجد محلّہ میں پہنچے اور جماعت ثانیہ تیار ہو، یا ہو رہی ہو تو شریک ہو جائے، یا دوسری مسجد میں جہاں جماعت کے ساتھ شریک ہوسکنے کا گمان ہو، چلا جاوے؟

(۱) بلکہ فناء مسجد وہ حصہ ہے، جو مسجد سے خارج ہو اور مسجد کے متعلقات سے ہو، مثلاً وضوء کرنے کی جگہ، حوض، جوتے نکالنے کی جگہ وغیرہ وغیرہ، وہاں اہل مسجد کے لیے دوبارہ جماعت کرنا جائز ہے، جب کہ احیاناً ہو عادۃً نہ ہو۔ (سعید احمد)

(۲) یعنی محراب سے مراد ''وسط'' درمیان ہے، لہٰذا اصل محراب کے محاذی، جو جگہ صحن مسجد میں ہے، وہ بھی بحکم محراب ہی ہے؛ لیکن اگر صحن ایک طرف بڑھا ہوا ہو تو صحن کے وسط کا لحاظ رکھنا چاہئے۔ (فتاویٰ دار العلوم جدید: ۳/۳۶۱)

☆ **مسجد میں الگ نماز پڑھ کر جماعت کرنے کا مسئلہ:**

سوال: مسجد میں نماز الگ پڑھ کر بعد کو ایک شخص کے ہمراہ نماز پڑھ لینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب

ظہر اور عشاء میں درست ہے۔ فقط (تالیفات رشیدیہ: ۲۹۷)

الجواب

دوسری مسجد میں چلا جاوے، یا ہو سکے تو اور لوگوں کے ساتھ کسی دوسری جگہ جماعت کر لیوے۔(۱) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۵۰/۷)

فاسق امام کی وجہ سے جماعتِ ثانیہ:

سوال: جس مسجد میں امام فاسق نماز پڑھاتا ہو، اس مسجد میں جماعت ثانیہ کرنا جائز ہے، یا نہ؟

الجواب

قال في الدر المختار: صلّٰی خلف فاسق أو مبتدع نال فضل الجماعة.

قال الشامي (قوله: نال فضل الجماعة): أفاد أن الصلاة خلفهما أولٰی من الانفراد، إلخ. (۲)

پس جماعت ثانیہ کرنا اس مسجد میں درست نہیں ہے، اسی امام کے پیچھے نماز پڑھنی چاہیے؛ کیوں کہ تنہا نماز پڑھنے سے اس کے پیچھے نماز پڑھنا اولیٰ ہے اور جماعت ثانیہ کرنا مسجد محلّہ میں روا نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۳۱۹/۳)

بدنیتوں کی مخالفت سے امام سابق کی جماعت میں کوئی فرق نہ آئے گا:

سوال: اگر ایک شخص ۱۵/ یا ۲۰/ برس سے ایک مسجد میں امام ہو، بعض آدمی اس امام سے بغرض نفسانیت، یا خلاف عقائد ہونے کے اس امام کو نکالنا چاہتے ہوں، درانحالیکہ امام متبع سنت ہو اور یہ فرقہ مبتدعین سے ہو اور سوائے اس فرقہ کے اور سب مقتدی امام سے رضامند ہوں اور فرقہ مبتدعین کا ضداً ایک امام ہم خیال کھڑا کر کے پہلے امام کی جگہ پر جماعت کر لیتا ہو، بعد ازیں امام سابق جماعت کر لیتا ہو تو نماز امام سابق کی درست ہوگی، یا نہ؟ اگر ایک وقت میں امام جدید اور امام سابق قرأت جہر سے جماعت کرا رہے ہوں تو کس کی نماز ہوگی اور کس کی نہیں؟

الجواب

امام سابق کی جماعت بلا کراہت درست ہے، وہ جماعت ثانیہ نہیں ہے؛ بلکہ گناہ تفریق کا اس فرقہ مبتدعین پر ہے اور ان کے امام پر ہے اور ان کی جماعت معتبر نہیں ہے اور ہر دو جماعت ایک وقت ہونے میں بھی گناہ امام جدید اور مبتدعین مقتدیین پر ہے، امام سابق کی جماعت میں کچھ کراہت نہیں ہے۔(۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۵۱/۳-۵۲)

---

(۱) إذا فاتته الجماعة لا يجب عليه الطلب في مسجد آخر بلاخلاف بين أصحابنا لكن إن أتٰی مسجداً آخر ليصلي بهم مع الجماعة فحسن و إن صلّٰی في مسجد حيه فحسن، وذكر القدوري أنه يجمع في أهله ويصلي بهم. (الفتاویٰ الهندية مصری، فصل في الإمامة: ۷۷/۱، ظفير (الباب الخامس في الإمامة، الفصل الأول في الجماعة، انيس)

(۲) دیکھئے: ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۵/۱، ظفير (مطلب: البدعة خمسة أقسام، انيس)

(۳) ولو صلّٰی بعض أهل المسجد بإقامة و جماعة ثم دخل المؤذن و الإمام وبقية الجماعة ==

مقررہ وقت سے پہلے، مسجد میں جماعت کا حکم اوراس کا ثواب:

سوال: قبل از وقت معین، اگر دو چار شخص نے ضرورتِ سفر، یا اور کسی ضرورت میں، مسجد میں جماعت کر لی، بعدۂ امام معین کے ساتھ وقت مقررہ پر جماعت ہوئی، جماعت اولیٰ یہ ہوئی، یا پہلی اور پہلوں کو ثواب جماعت [کا] ملے گا، یا نہیں؟

الجواب

جماعتِ اولیٰ امام حی واہل محلّہ کی ہوتی ہے، اس صورت میں جماعت اولیٰ دوسری ہے اور ثواب جماعت بھی دوسری جماعت والوں کو ہوگا، پہلے لوگوں کی جماعت مکروہ تھی اور ثواب بھی جماعت کا نہیں ملے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ کلاں، ص:۱۴۴-۱۴۵)

مسئلہ: ترک جماعت درست نہیں، اگر بسبب تاخیر امام کے حرج ہے، تو دوسری مسجد میں چلے جایا کرے؛ مگر ترک جماعت سخت گناہ ہے اور امام سے پہلے پڑھ جانے میں فساد ہوتا ہے، اس سے بھی اجتناب واجب ہے۔

(مجموعہ فرخ آباد، ص:۵۴) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ:۱۶۷)

جب شرکا چار سے زائد نہ ہوں تو مسجد کی کسی طرف میں جماعت ثانیہ کر سکتے ہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں کی مسجد میں معین امام موجود ہے اور نماز ادا کریں؛ لیکن کچھ آدمی رہ جائیں اور جماعت ثانیہ کریں تو کیا ان کی یہ نماز؛ یعنی جماعت ثانیہ درست ہے؟ بینوا توجروا۔ (المستفتی: حبیب اللہ خان گمبیلا لکی مروت، ۴/۷/۱۴۰۱ھ)

الجواب

مسجد کی کسی طرف میں بلا اذان واقامت جماعت ثانیہ کرنا جائز ہے، خصوصاً جب کہ یہ شرکا نماز چار سے زائد نہ ہوں۔

كما في الهندية (۸۳/۱): وفي الأصل للصدر الشهيد: أما إذا صلوا بجماعة بغير أذان وإقامة في ناحية المسجد لايكره وقال شمس الأئمة الحلواني: إن كان سوىٰ الإمام ثلاثة لايكره بالاتفاق.(۱) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ:۳۱۶/۲)

جماعت کی نماز خراب ہونے کی صورت میں دوبارہ نماز:

سوال: اگر نماز جماعت میں پڑھتے ہوئے مقتدیوں سے کوئی ایسا فعل سرزد ہوا کہ ان کی نماز نہ ہوئی اور امام نے اپنی نماز اچھی طرح ادا کی تو ان مقتدیوں کو دوبارہ جماعت کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

== فالجماعة المستحبة لهم والكراهة للأولىٰ، كذا في المضمرات. (الفتاوىٰ الهندية مصرى، الباب الثاني في الأذان: ۵۱/۱، ظفير (الفصل الأول في صفته وأحوال المؤذن، انيس)

(۱) الفتاویٰ الهندية: ۸۳/۱، الفصل الأول في الجماعة الباب الخامس في الإمامة

الجواب

دوبارہ جماعت درست نہ ہوگی؛ مگر بکراہت، پس بہتر ہے کہ دوسری مسجد میں جا کر پڑھیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
(بدست خاص، ص:۳۲) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ:۱۶۷) ☆

ایک مسجد میں جمعہ کی دو جماعتیں:

سوال: ایک مسجد میں وقفہ کے ساتھ جمعہ کی دو جماعتیں ہوسکتی ہیں، یانہیں؟

هو المصوب

جس مسجد میں ایک بار باقاعدہ نماز جمعہ ادا کی جا چکی ہے، وہاں دوبارہ نماز جمعہ ادا کرنا درست نہیں ہے، جن لوگوں نے نماز ادا نہیں کی ہے، وہ دوسری مسجد میں نماز جمعہ ادا کریں، یا پھر بلا اذان واقامت اور بغیر جماعت کے ظہر کی نماز ادا کرلیں۔
تحریر: محمد طارق ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء:۲/۲۰۹-۲۱۰)

☆ دوسری جماعت کا حکم:

سوال: ایک جامع مسجد جو چورا ہے پر ہے اور اس کے آس پاس کپورتھلہ مارکیٹ، جس میں بینک اور مختلف قسم کی دکانیں اور دفاتر وغیرہ ہیں، کبھی کبھار کچھ لوگوں کی نماز جماعت سے چھوٹ جاتی ہے تو کیا نیز سے علاحدہ ہوکر نماز جماعت کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں، یانہیں؟ اور اگر جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لی تو نماز ہوگی، یانہیں؟

هو المصوب

مسجد کے ایک کنارہ حصہ میں کبھی کبھی جماعت ثانی کر کے نماز ادا کر سکتے ہیں۔ (**يكره تكرار الجماعة في مسجد محلة بأذان وإقامة إلا إذا صلّٰى بهما فيه أولاغير أهله أو أهله لكن بمخافتة الأذان ولو كرر أهله بدونهما أو كان مسجد طريق جاز إجماعًا كما في مسجد ليس له إمام ولامؤذن ويصلي الناس فيه فوجا فوجا، فإن الأفضل أن يصلي كل فريق بأذان و إقامة علىٰ حدة، كما في أمالي قاضي خان.** (رد المحتار:۲/۲۸۸) (كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس)
تحریر: محمد ظہور ندوی (فتاویٰ ندوۃ العلماء:۲/۲۰۵)

پہلی جماعت فوت ہونے پر دوسری جماعت:

سوال: چند مقتدیوں کی نماز فوت ہوگئی اور سب مل کر الگ جماعت بنا کر اسی مسجد کے صحن میں جس میں جماعت سے نماز فوت ہوگئی نماز پڑھنا درست ہے؟

وهو المصوب

جماعت ثانیہ اگر جماعت اولی کی ہیئت پر ہو اور ایسی مسجد میں ہو، جس میں جماعت معینہ ہوتی ہے تو مکروہ تحریمی ہے اور اگر تبدیلی ہیئت سے ہو تو جائز ہے۔ (**عن أبي يوسف أنه إذا لم تكن الجماعة على الهيئة الأولىٰ لا تكره، وإلاتكره وهو الصحيح، بالعدول عن المحراب تختلف الهيئة، كذا في البزازية، انتهٰى وفي التاتر خانية عن الولوالجية: وبه نأخذ.** (رد المحتار:۲/۲۸۹) (كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس)
تحریر: محمد ظفر عالم ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی (فتاویٰ ندوۃ العلماء:۲/۲۰۷)

بارش کی وجہ سے جمعہ کی دو جماعتیں:

سوال: ہمارے محلّہ کی مسجد میں جمعہ کی نماز ہوتی ہے، جس وقت یہ مسجد تعمیر ہوئی تھی، اس وقت کافی تھی؛ لیکن اب آبادی میں اضافہ ہوجانے اور پاس پڑوس سے لوگوں کے جمعہ کی نماز میں شرکت کے لیے آنے کی وجہ سے تعداد دوگنی سے زیادہ ہوجاتی ہے، اردگرد کی مساجد کا بھی یہی حال ہے، عام دنوں میں تو پارک اور راستوں پر نمازی نماز ادا کرلیتے ہیں؛ لیکن بارش کے موسم میں بہت زحمت ہوتی ہے، بیشتر حضرات بھیگ جاتے ہیں، کیا ایسی صورت حال میں رفع زحمت کے لیے تھوڑے وقفہ کے ساتھ دو مرتبہ جمعہ کی نماز باجماعت ادا کی جاسکتی ہے؟

هو المصوب

تکرار جماعت نماز جمعہ مشروع نہیں ہے؛ کیوں کہ اگر تکرار جماعت نماز جمعہ ہوتی تو یہ حکم نہ ہوتا کہ جس کی نماز جمعہ چھوٹ جائے، وہ ظہر کی نماز ادا کرے، (۱) اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ ایک آدمی کی چھوٹے، یا کسی مجمع کی چھوٹے؛ بلکہ یہ حکم سب کے لیے ہے۔

تحریر: محمد طارق ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲/۲۱۰) ☆

(۱) (وكذا أهل مصر فاتتهم الجمعة) فإنهم يصلون الظهر بغير أذان ولا إقامة ولا جماعة. (الدر المختار مع ردالمحتار: ۳/۳۳) (كتاب الصلاة، باب الجماعة، انيس)

(وكره يومها) أي يوم الجمعة (بمصر) احتراز عن السواد (ظهر معذور ومسجون ومسافر وأهل مصر فاتتهم الجمعة بجماعة) متعلق بقوله ظهر معذور وإنما كره لما فيه من الإخلال بالجمعة لأنها جامعة للجماعات بخلاف أهل السواد إذ لا جمعة عليهم. (درر الحكام شرح غرر الحكام، شروط الجمعة: ۱/۱۳۹، دار إحياء الكتب العربية بيروت، انيس)

قال في الظهيرية: جماعة فاتتهم الجمعة في المصر فإنهم يصلون الظهر بغير أذان ولا إقامة ولا جماعة، آه. (البحر الرائق، شروط وجوب الجمعة: ۲/۱۶۶، دار الكتاب الإسلامي بيروت، انيس)

(ويكرهان) أي الأذان والإقامة (لظهر يوم الجمعة في المصر) لمن فاتتهم الجمعة كجماعتهم مثل المسجونين. (مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، باب الأذان: ۸۰، المكتبة العصرية، انيس)

☆ غیر اہل محلّہ کی جماعت ثانیہ اور اذان واقامت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک مسجد میں نماز ہوچکی ہو اور مہمان حضرات جماعت ثانیہ کریں تو یہ جائز ہے، یا نہیں؟ نیز اذان واقامت کا کیا حکم ہوگا؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: نور الحق باڑہ پشاور، ۶/صفر ۱۴۰۳ھ) ==

دوسری جماعت کی ایک صورت:

سوال: ایک مسجد میں کچھ مسافر لوگوں نے مسجد کے مقررہ وقت سے پہلے جماعت سے نماز پڑھ لی، اب وقت مقررہ پر محراب سے امام نے نماز پڑھائی تو کیا یہ بعد میں پڑھی جانے والی نماز جماعت ثانی ہوگی؟

هو المصوب

مقررہ وقت پر جماعت سے پڑھی جانے والی جماعت ثانی کے حکم میں نہیں ہوگی۔

تحریر: ساجد علی۔تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء:۲/۲۱۰-۲۱۱)

مسجد میں جماعت ثانیہ کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اور فقہاءعظام اس مسئلہ میں کہ اگر ایک مسجد میں جماعت کا تکرار کیا جائے

== الجواب

جس مسجد کے ساتھ محلّہ ہو اور امام ومؤذن مقرر ہو تو اہل محلّہ کی با قاعدہ جماعت کے بعد دوسری جماعت مکروہ ہے، البتہ اگر تین چار اشخاص ایک کونے میں بغیر اقامت کے جماعت ثانیہ کریں تو قابل اعتراض نہیں، ہاں! شارع عام کی مسجد میں یہ حکم نہیں ہوگا، فليراجع إلٰى البدائع والشرح الكبير. (قال الحلبي: وإذا لم يكن للمسجد إمام ومؤذن راتب فلا يكره تكرار الجماعة فيه بأذان وإقامة بل هو الأفضل ذكره قاضي خان أما لو كان له إمام ومؤذن معلوم فيكره تكرار الجماعة فيه بأذان وإقامة عندنا وعن أبي حنيفة رحمه الله لو كانت الجماعة الثانية أكثر من ثلاثة يكره التكرار وإلا فلا وعن أبي يوسف رحمه الله إذا لم تكن علٰى هيئة الأولٰى لا يكره وإلا يكره وهو الصحيح وبالعدول عن المحراب تختلف الهيئة، كذا في فتاویٰ البزازي. (غنية المستملي: ٥٦٦/١-٥٦٧، فصل في أحكام المسجد) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ:۲/۳۲۱-۳۲۲)

مسافروں کا اہل محلّہ کی جماعت سے قبل جماعت کرنا جائز ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسافروں کے لئے قبل از جماعت اہل محلّہ ان کی مسجد میں علیٰحدہ جماعت کرنا درست ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ (المستفتی: زاہد حسین بٹ خیلہ سوات)

الجواب

مسافر لوگ اہل محلّہ کی جماعت سے قبل جماعت کر سکتے ہیں، اس میں کوئی کراہت نہیں ہے۔ (العناية شرح الهداية / ردالمحتار: ٣٧١/١) (قال الحصكفي: (وكره تركهما) معاً (لمسافر) ولو منفرداً (وكذا تركها) لا تركه لحضور الرفقة (بخلاف مصل) ولو بجماعة (في بيته بمصر) أو قرية لها مسجد، أي فيه أذان وإقامة، وإلا فحكمه كالمسافر، فلا يكره تركهما إذا أذان الحي يكفيه (أو) مصل (في مسجد بعده صلاة جماعة فيه) بل يكره فعلهما. (الدر المختار علٰى هامش رد المحتار: ٢٩١/١، كتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب: في المؤذن إذا كان غير محتسب في آذانه، انيس) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ:۲/۳۲۲)

اور نمازی بھی اسی محلّہ کے ہوں، تکرار عذر سے ہو، یا بلا عذر؟ اور یہ تکرار دائمی ہوتا ہو، یا کبھی اتفاقا تو یہ نماز صحیح غیر مکروہ ہے، یا کہ مکروہ؟ اگر مکروہ ہے تو تحریمی ہے، یا تنزیہی؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــ ومنه الصدق و الصواب

تکرار جماعت کی صورتیں مختلف ہیں اوران کا حکم بھی مختلف ہے، لہذا ہر صورت کا حکم علاحدہ بیان کیا جاتا ہے۔

(۱) مسجد طریق ہو؛ یعنی اس کے نمازی معین نہ ہوں۔

(۲) اس مسجد میں امام اور مؤذن معین نہ ہو۔

(۳) مسجد محلّہ میں غیر اہل محلّہ نے جماعت کی ہو۔

(۴) مسجد محلّہ میں اہل محلّہ نے بلا اعلان اذان، یا بلا اذان جماعت کی ہو، ان صور اربعہ میں تکرار جماعت (اگرچہ تکرار اذان واقامت کے ساتھ ہو) بالا جماع جائز؛ بلکہ افضل ہے۔

(۵) مسجد محلّہ میں اہل محلّہ نے اعلان اذان سے جماعت کی ہو اور تکرار جماعت بھی اذان سے ہو۔

(۶) صورت مذکورہ میں تکرار جماعت بلا اذان ہو اور جماعت ہیئت اولیٰ پر ہی ہو؛ یعنی عدول عن المحر اب نہ کیا گیا ہو۔ یہ دونوں صورتیں بالاتفاق مکروہ تحریمی ہیں۔

(۷) مذکورہ صورت میں جماعت ثانیہ ہیئت اولیٰ پر نہ ہو؛ یعنی عدول عن المحر اب کیا گیا، امام وسط مسجد میں محراب، یا محراب کی محاذات میں نہ کھڑا ہوا ہو، اس حالت میں کراہت شیخین میں مختلف فیہا ہے۔

قال فی شرح التنویر: ویکره تکرار الجماعة بأذان وإقامة فی مسجد محلة، لافی مسجد طریق أومسجد لا إمام له ولامؤذن.

قال فی ردالمحتار(قوله:(ویکره):أی تحریما لقول الکافی:لایجوزوالمجمع: لایباح وشرح الجامع الصغیر:أنه بدعة، کما فی رسالة السندی(قوله:بأذان وإقامة)عبارته فی الخزائن أجمع مما ههنا ونصها:ویکره تکرارالجماعة فی مسجد محلة بأذان وإقامة إلا إذا صلٰی بهما فیه أولاغیرأهله أوأهله لٰکن بمخافتة الأذان ولوکررأهله بدونهما أوکان مسجد طریق جازإجماعًا، کمافی مسجد لیس له إمام ولامؤذن ویصلی الناس فوجا فوجا،فإن الأفضل أن یصلی کل فریق بأذان وإقامة علٰی حدة، کمافی أمالی قاضیخان،آه،ونحوه فی الدرر والمراد بمسجد المحلة:ماله إمام وجماعة معلومون، کما فی الدرر وغیرها وقال فی المنبع:والتقیید بالمسجد المختص بالمحلة احترازمن الشارع،وبالأذان الثانی احتراز عما إذا صلی فی مسجد المحلة جماعة بغیرأذان حیث یباح إجماعًا،آه،ثم قال فی الاستدلال علی الإمام الشافعی النافی

للكراهة مانصه:ولنا أنه عليه الصلوٰة والسلام"كان خرج ليصلح بين قوم فعاد إلى المسجد وقد صلىٰ أهل المسجد فرجع إلىٰ منزله فجمع أهله وصلىٰ"،ولوجازذلک لما اختارالصلاة فى بيته على الجماعة فى المسجد ولأن فى الاطلاق هٰكذا تقليل الجماعة معنىً، فإنهم لايجتمعون إذا علموا أنها لا تفوتهم،وأما مسجد الشارع فالناس فيه سواء لااختصاص له بفريق دون فريق، آه،ومثله فى البدائع وغيرها ومقتضى هٰذا الاستدلال كراهة التكرارفى مسجد المحلة ولو بدون أذان ويؤيده ما فى الظهيرية:لودخل جماعة المسجد بعد ماصلىٰ فيه أهله يصلون وحدانًا وهوظاهرالرواية، آه،وهٰذا مخالف لحكاية الاجماع المارة وعن هٰذا ذكرالعلامة الشيخ رحمه اللّٰه السندى تلميذ المحقق ابن الهمام فى رسالته أن ما يفعله أهل الحرمين من الصلاة بأئمة متعددة وجماعات مترتبة مكروه اتفاقًا ونقل عن بعض مشايخنا إنكاره صريحًا حين حضر الموسم بمكة سنة: ۵۵۱،منهم الشريف الغزنوى وذكرأنه أفتىٰ بعض المالكية بعدم جواز ذلک علىٰ مذهب العلماء الأربعة ونقل إنكارذلک أيضًا عن جماعة من الحنفية والشافعية والمالكية حضروا الموسم سنة: ۵۵۱، آه، وأقره الرملى فى حاشية البحر؛لكن يشكل عليه أن نحوالمسجد المكى أوالمدنى ليس له جماعة معلومون، فلايصدق عليه أنه مسجد محلة بل هوكمسجد شارع وقد مرأنه لاكراهة فى تكرارالجماعة فيه إجماعًا،فليتأمل هٰذا. (ردالمحتار، باب الإمامة)(۱)

وأيضًا في ردالمحتار فى باب الأذان:وروى عن أنس رضى اللّٰه تعالىٰ عنه أن أصحاب رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم كانوا إذا فاتتهم الجماعة فى المسجد صلوا فى المسجد فرادى، (إلىٰ أن قال)وفى اٰخر شرح المنية:وعن أبى حنيفة ولوكانت الجماعة أكثرمن ثلاثة يكره التكرار وإلا فلا، وعن أبى يوسف:إذا لم تكن على الهيئة الأولىٰ لا تكره،وإلا تكره وهوالصحيح، وبالعدول عن المحراب تختلف الهيئة،كذا فى البزازية،آه،وفى التاترخانية عن الولوالجية: وبه نأخذ.(رد المحتارباب الأذان)(۲)

شامیہ میں جو جزئیہ خزائن اور منبع سے منقول ہے،اس میں مسجد محلّہ میں تکرار جماعت بدون اذان کی اباحت بالاجماع بیان کی گئی ہے؛مگر یہ صحیح نہیں؛ کیوں کہ مسجد محلّہ میں تکرار جماعت بلا اذان کی دو صورتیں ہیں:

(۱) علی الہیئۃ الاولیٰ

(۱) ردالمحتار،باب الإمامة،مطلب فى تكرارالجماعة فى المسجد،: ۵۵۳/۱،دارالفكر بيروت،انيس

(۲) ردالمحتار،مطلب فى المؤذن إذا كان غيرمحتسب فى أذانه: ۳۹۵/۱،دارالفكر بيروت،انيس

(۲)　　علی غیر الہیئۃ الاولیٰ

صورت اولیٰ بالاتفاق مکروہ ہے؛ کیوں کہ امام ابو یوسف کے ہاں جواز تکرار کے لیے عدول عن المحراب ضروری ہے، (کما مر) علاوہ ازیں مسجد مکہ اور مسجد مدینہ میں کراہتِ تکرار پر فقہاء مذاہب اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا اجماع تحریر کیا جاچکا ہے، ان دونوں مسجدوں میں تکرار بدون اذان علی الہیۃ الاولیٰ ہوتا تھا، جیسے کہ شامیہ کی عبارت سے بھی ظاہر ہے۔ شامی کا ان مساجد کو مساجد شارع میں داخل کر کے عدم جواز تکرار پر اشکال پیش فرمانا بھی بین دلیل ہے کہ مسجد محلّہ میں ایسا تکرار ہرگز جائز نہیں۔

دوسری صورت میں اختلاف ہے، امام صاحب کے ہاں مکروہ ہے، چنانچہ شامیہ نے ظہیریہ کی روایت نقل کر کے قول اجماع کو فاسد قرار دیا ہے، بہر کیف ان دو صورتوں کو بالاجماع جائز کہنا صحیح نہیں؛ بلکہ صورت اولیٰ بالاتفاق مکروہ اور صورت ثانیہ مختلف فیہا ہے۔

امام ابو یوسف کے قول "عدول عن المحراب" سے مراد حقیقی محراب نہیں؛ بلکہ محاذات محراب مراد ہے، اگر چہ مسجد کے صحن ہی میں ہو؛ کیوں کہ صلوٰۃ اولی کا محراب میں ہونا ضروری نہیں؛ بلکہ محراب کی محاذات میں ہونا مسنون ہے، لہذا جو نماز محاذ یا للمحراب ہوگی، وہ ہیئت اولیٰ پر ہوگی، ہیئت اولیٰ کے تغیر کے لیے ضروری ہے کہ عدول عن محاذاۃ المحراب ہو۔

قال فی ردالمحتار: (قوله: (ویقف وسطًا): قال فی المعراج: وفی مبسوط بکر: السنة أن یقوم فی المحراب لیعتدل الطرفان ولو قام فی أحد جانبی الصف یکره (إلٰی أن قال) قال علیه الصلاة والسلام: "توسطوا الإمام" إلخ.

وأیضًا فیها: (تنبیه) یفهم من قوله "أو إلٰی ساریة" کراهة قیام الإمام فی غیر المحراب (إلٰی قوله) السنة أن یقوم الإمام إزاء وسط الصف، ألاتری أن المحاریب مانصبت الأوسط المساجد وهی قد عینت لمقام الإمام، اه. (رد المحتار) (۱)

وأیضًا فیها: (قوله: لأن العبرة للقدم) یکره للامام أن یقف فی غیرالمحراب إلالضرورة. (رد المحتار) (۲)

---

(۱)　کتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب: هل الإساءة دون الکراهة أفحش منها ومطلب فی کراهة قیام الإمام فی غیرالمحراب: ۲/ ۳۱۰، دارالکتب العلمیة، انیس

(۲)　کتاب الصلاة، باب ما یفسد الصلاة و ما یکره فیها، مطلب: إذا تردد الحکم بین سنة وبدعة کان ترک السنة أولٰی: ۲/ ۴۱۴، دارالکتب العلمیة بیروت، انیس

مذکورہ جزئیات سے واضح ہوگیا کہ محراب سے مراد محاذاۃ محراب ہے، امام کے عین محراب میں قیام کی سنیت اور عین محراب سے عدول کی کراہت کا کوئی بھی قائل نہیں، بالاتفاق محاذاۃ محراب ہی مسنون ہے۔

غرضیکہ صور سبعہ میں سے پہلی صور اربعہ میں تکرار جماعت بالاجماع افضل ہے اور خامسہ وسادسہ میں بالاتفاق مکروہ تحریمی ہے، کراہت تحریمیہ کی تصریح شامیہ کی عبارت میں تحریر ہوچکی ہے۔

صورت سابعہ؛ یعنی تکرار جماعت عدول عن محاذاۃ المحراب کی حالت میں شیخین کا اختلاف ہے اور حالت اختلاف میں تطبیق، یا ترجیح کی ضرورت ہے۔ شرح التنویر میں اصول ترجیح بایں الفاظ منقول ہیں:

واختلف فيما اختلفوا فيه والأصح كما في السراجية وغيرها: أنه يفتى بقول الإمام على الاطلاق ثم بقول الثاني (إلىٰ قوله) وصحح في الحاوي القدسي: قوة المدرك. (شرح التنوير، مطلب رسم المفتي)

لہٰذا سراجیہ کے قانون کے مطابق ظاہر ہے کہ امام صاحب کا قول مفتی بہ ہے اور اگر حاوی قدسی کے قانون پر عمل کیا جائے تو بھی امام صاحب ہی کا قول مختار ہے؛ اس لیے کہ امام صاحب کے قول کی دلائل عقلیہ ونقلیہ سے قوت ظاہر ہے۔

دلیل عقلی، شامیہ میں ہے: **ولأن في الاطلاق، الخ.**

اور ادلہ نقلیہ یہ ہیں:

(۱) الحديث المرفوع الذي مرفي عبارة الشامية.(۱)

(۲) قول أنس رضي الله تعالىٰ عنه الذي نقله العلامة الشامي وفيه بيان تعامل لصحابة رضي الله تعالىٰ عنهم.(۲)

(۳) عن أبي بكرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أقبل من نواحي المدينة يريد الصلاة وقد صلوا فمال إلىٰ منزله فجمع أهله فصلى بهم.(۳)

(۴) عن إبراهيم النخعي قال: قال عمر رضي الله تعالىٰ عنه: لايصلى بعد صلاة مثلها. (رواه ابن أبي شيبة)(۴)

---

(۱) أنه عليه الصلوٰة والسلام: "كان خرج ليصلح بين قوم فعاد إلى المسجد وقد صلىٰ أهل المسجد فرجع إلىٰ منزله فجمع أهله وصلىٰ". (ردالمحتار، باب الإمامة، مطلب في تكرار الجماعة في المسجد،: ۵۵۳/۱، دارالفكر، انيس)

(۲) وروى عن أنس رضي الله تعالىٰ عنه أن أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم كانوا إذا فاتتهم الجماعة في المسجد صلوا في المسجد فرادى. (ردالمحتار، مطلب في المؤذن إذا كان غير محتسب في أذانه: ۳۹۵/۱، انيس)

(۳) قال الهيثمي: رواه الطبراني في الكبير والأوسط ورجاله ثقات. (مجمع الزوائد، باب فيمن تحصل بهم فضيلة الجماعة: ۴۵/۲، مكتبة القدسي القاهرة، انيس

(۴) مصنف ابن أبي شيبة، من كره أن يصلى بعد الصلاة مثلها (ح: ۵۹۹۷) انيس

(۵) عن خرشة بن الحر أن عمر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ کان یکرہ أن یصلی بعد صلاۃ الجمعة مثلها. (رواہ الطحاوی بسند صحیح)(۱)

مندرجہ ذیل دوروایتیں بظاہر امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلاف نظر آتی ہیں۔

(۱) عن أبی سعید رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قال: جاء رجل وقد صلّٰی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال: أیکم یتجر علٰی ھٰذا فقام رجل فصلی معه. (رواہ الترمذی)(۲)

(۲) عن أنس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ تعلیقًا وأبی یعلٰی موصولاً أنه جاء أنس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ إلٰی مسجد قد صلّٰی فیه فأذن وأقام وصلّٰی جماعة. (رواہ البخاری)(۳)

ان آثار کا جواب تابع الآثار حاشیہ طحاوی میں اس طرح مذکور ہے:

وما ورد من قوله علیه السلام: "من یتصدق" لایدل علٰی جواز التکرار المتکلم فیه وھو اقتداء المفترض بالمفترض إذا الثابت به اقتداء المتنفل بالمفترض ولایحکم بکراھیة بل ورد فی جوازہ حدیث آخر من قوله علیه السلام: إذا صلیتما فی رحالکما ثم أتیتما صلاۃ قوم فصلیا معهم واجعلا صلاتکما معهم سبحة، کما ھو ظاھر وماروی البخاری تعلیقًا عن أنس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ محمول علٰی مسجد الطریق أونحوہ لما نقل فیه أنه رضی اللّٰہ عنہ أذن وأقام وھو مکروہ عند العامة، اھ. (تابع الآثار)

قلت: ویحمل علٰی مسجد الطریق أیضًا لئلا یخالف قوله لما نقله الشامی من حکایة تعامل الصحابة رضی اللّٰہ تعالٰی عنهم. (۴)

غرضیکہ دلائل کے لحاظ سے امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول قوی ترین ہے، علاوہ ازیں الترجیح للمحرم کے اصول پر بھی امام ہی کا قول راجح ہے، پس اصول ترجیح میں ہر حیثیت سے حضرت امام رحمہ اللہ تعالیٰ ہی کا قول مفتی بہ ومختار ہے۔

صورۃ التطبیق

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کراہت تحریمیہ کے نافی ہیں اور حضرت امام کراہت تنزیہیہ کے مثبت ہیں، اس پر دلیل یہ

(۱) شرح معانی الآثار، باب التطوع بعد الجمعة کیف ھو (ح: ۱۹۸۱) انیس

(۲) سنن الترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی الجماعة فی مسجد قد صلّٰی فیه مرۃ (ح: ۲۲۰) ص: ۵۷، بیت الأفکار/مسند أبی یعلی الموصلی، من مسند أبی سعید الخدری (ح: ۱۰۵۷) انیس

(۳) صحیح البخاری، باب فضل صلاۃ الجماعة، ص: ۱۳۹، بیت الأفکار/مسند أبی یعلی الموصلی، سعید بن سنان عن أنس بن مالک (ح: ٤٣٥٥) انیس

(۴) وروی عن أنس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ أن أصحاب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کانوا إذا فاتتهم الجماعة فی المسجد صلوا فی المسجد فرادی. (ردالمحتار، مطلب فی المؤذن إذا کان غیر محتسب فی أذانه: ۱/۳۹۵، انیس)

ہے کہ شامیہ میں صورت خامسہ کومکروہ تحریمی کہا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ جن صورتوں میں کراہت کی نفی کی ہے، ان میں کراہت تحریمیہ کی نفی ہے، **لـلتقابل الظاهر**، نیز مطلق کراہت سے مراد تحریمیہ ہوتی ہے، **كـما هو مصرح فی كتـب المذهب**، توعندالنفی بھی اسی تحریمیہ کی نفی ثابت ہوگی، بعدہ کراہت تنزیہیہ کی نفی کے لیے کسی مستقل دلیل کی ضرورت ہے، پہلی چار صورتوں میں افضلیت تکرار کی تصریح کراہت تنزیہیہ کے عدم پر دلیل ہے، کراہت کی نفی سے کراہت تحریمیہ منتفی ہوگئی اور دلیل افضلیت سے کراہت تنزیہیہ منتفی ہوگئی اور استحباب ثابت ہوگیا، اس کے برعکس صورت سابعہ میں کراہت تحریمیہ کا انتفاہے اور تنزیہیہ کی نفی پر کوئی دلیل نہیں؛ بلکہ ظہیریہ سے منقول ظاہرالروایہ میں کراہت کا ثبوت ہے، لہٰذا کراہت تحریمہ کا انتفا اور تنزیہیہ کا ثبوت ظاہر ہے تو معلوم ہوا کہ امام صاحب کے اثبات اور امام ابویوسف کی نفی میں کوئی تعارض نہیں، اس صورت میں خزائن اور منبع سے منقول اجماع کی تغلیط کی بھی ضرورت نہیں؛ کیوں کہ مطلق (بدون اذان) کومقید(**علی غیر الهيئة الأولی**) پرمحمول کیا جائے گا اور ''**جاز إجماعا**'' اور ''**يبـاح إجمـاعـا**'' سے مراد جواز واباحت مع کراہۃ التنزیہیہ ہے، کراہت تحریمیہ کی نفی مقصود ہے، جواز واباحت کا اطلاق کراہت تنزیہیہ پر ہوتا رہتا ہے۔

قـال فـی ردالـمحتار: وقد يقال: أطلق الجائز وأراد به ما يعم المكروه، ففی الحلية عن أصول ابـن حـاجـب أنـه قـد يـطـلـق ويراد به مالايمتنع شرعًا وهويشمل المباح والمكروه والمندوب والـواجـب، آه، لٰـكـن الـظـاهـرأن المراد المكروه تنزيهًا؛ لأن المكروه تـحـريمًا ممتنع شرعًا منعا لازمًا. (رد المحتار)(۱)

وفی شرح التنوير: (ويجوز) بلاكراهة إذان صبی مراهق وعبد.

وفـی ردالمحتار: (قوله: بلاكراهة) أی تـحـريـمية، لأن التنزيهية ثابتة لما فی البحرعن الخلاصة أن غيرهم أولٰی منهم. (رد المحتار)(۲)

مذکورہ بالا تقریر سے معلوم ہوا کہ صورت سادسہ میں بھی کراہت تحریمیہ ہے، امام ابویوسف کا خاص صورت سابعہ یعنی علی غیرالہیئۃ الاولی میں کراہت تحریمیہ کی نفی کرنا اس پر بین دلیل ہے کہ صورت سادسہ؛ یعنی بدون اذان علی الہیئۃ الاولیٰ بالاتفاق صورت خامسہ کی طرح مکروہ تحریمیہ ہے۔

بالفرض اگر اباحت کو نفی متبادر پر محمول کر کے امام ابویوسف کے ہاں عدم کراہت تنزیہیہ کا قول تسلیم کرلیا جائے تو

---

(۱) كتـاب الطهارة، سنن الوضوء، مطلب: قد يطلق الجائز علٰی ما لايمتنع شرعاً فيشتمل المكروه: ۲٤۲/۱، دار الكتب العلمية، بيروت، انيس

(۲) كتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب فی أذان الجوق: ۵۹/۲، دارالكتب العلمية، انيس

بھی تکرار کا ندب اور استحباب چوں کہ نہ کسی دلیل سے ثابت ہے اور نہ ہی امام ابو یوسف سے منقول ہے، لہذا نفی کراہت سے اثبات ثواب لازم نہ ہوگا۔

قال فی ردالمحتار فی بیان کراهة الاقتداء فی النفل علیٰ سبیل التداعی:و یمکن أن یقال: الظاهر أن الجماعة فیه غیر مستحبة،ثم إن کان ذلک أحیانًا کما فعل عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه کان مباحا غیر مکروه (إلیٰ قوله) فإن نفی السنیة لایستلزم الکراهة،إلخ. (رد المحتار)(۱)

غرضیکہ تکرار میں امام ابو یوسف کے ہاں کوئی ثواب نہیں اور امام کے نزدیک کراہت ہے اور ترک میں امام کے ہاں ثواب ہے اور امام ابو یوسف کے ہاں کوئی نقصان نہیں، حتی کہ حرمان عن الثواب بھی نہیں، اس لحاظ سے بھی ترک تکرار ہی اولیٰ ہوا؛ کیوں کہ تکرار میں فائدہ کا کوئی ثبوت نہیں؛ بلکہ کراہت کا احتمال ہے اور ترک تکرار میں کوئی نقصان نہیں؛ بلکہ ثواب کی امید ہے، یہ کل تحقیق فی نفسہ ہے، ورنہ مفاسد خارجیہ کے پیش نظر تکرار کی ہرگز اجازت نہیں دی جاسکتی، اگر امام ابو یوسف کے سامنے یہ مفاسد پیش ہوتے تو ہرگز جواز کا قول نہ فرماتے۔ **(هٰکذا أفاد حکیم الأمة قدس سره العزیز)**

انقلاب زمانہ:

شریعت کا حکم یہ ہے کہ مساجد میں جماعت قائم کی جائے، بدون عذر غیر مسجد میں جماعت کرنا بالخصوص اس کی عادت بنالینا مکروہ اور بدعت ہے، قرون خیر میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی، چلنے سے عاجز مریض کے علاوہ صرف ایسے لوگ مسجد کی جماعت سے پیچھے رہتے تھے، جن کا نفاق معروف ومشہور ہوتا تھا۔

قال عبد اللّٰہ رضی اللّٰہ عنه:لقد رأیتنا وما یتخلف عن الصلاة إلامنافق قد علم نفاقه أومریض إن کان المریض لیمشی بین رجلین حتیٰ یأتی الصلاة وقال:أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم علمنا سنن الهدی وإن من سنن الهدیٰ الصلوٰة فی المسجد الذی یؤذن فیه. (رواه مسلم)(۲)

وعن أبی هریرة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه،أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فقد ناسًا فی بعض الصلوات فقال:لقد هممت أن اٰمر رجلاً یصلی بالناس،ثم أخالف إلیٰ رجال یتخلفون عنها،فأمر بهم فیحرقوا علیهم بحزم،الحطب،بیوتهم.{الحدیث} (رواه مسلم)(۳)

(۱) کتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، مطلب فی کراهة الاقتداء فی النفل علیٰ سبیل التداعی وفی صلاة الرغائب:۲/ ۵۰۰، دارالکتب العلمیة،بیروت،انیس

(۲) صحیح لمسلم، کتاب المساجد،باب صلاة الجماعة من سنن الهدیٰ (ح:٦٥٤)ص:٢٥٧،بیت الأفکار،انیس

(۳) صحیح لمسلم، کتاب المساجد،باب فضل صلاة الجماعة،وبیان التشدید فی التخلف عنها (ح: ٦٥١) ص: ٢٥٦ ،بیت الأفکار،انیس

البتہ کسی عذر سے مسجد کی جماعت فوت ہوجائے تو گھر میں جماعت کی جائے، جیسا کہ مضمون بالا میں متعدد احادیث اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم کے تعامل سے ثابت ہوا۔(۱)

مگر انقلاب زمانہ دیکھئے کہ بدون عذر گھروں پر جماعت کا عام دستور ہو رہا ہے۔ علما، صلحا، مقتدا و مرجع عوام وخواص بھی اس بدعت میں مبتلا ہیں، جن کا عمل دوسروں کے لیے بھی مشعل راہ ہے اور دوسری جانب مساجد میں جماعت ثانیہ کا عام رواج ہوگیا ہے، جس میں مندرجہ ذیل قبائح ہیں:

(۱) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریق سے مخالفت۔

(۲) جماعت کی تقلیل وتہاون۔

(۳) جماعت اصلیہ کے ساتھ شرکت میں تکاسل اور اس کی عادت پڑ جانے کا سبب۔

(۴) جماعت سے تخلف کے گناہ کا اظہار۔

(۵) افتراق کی صورت اور اس کا سبب۔

غرضیکہ دور بدعت کی ستم ظریفی ہے کہ حکم شرع کے بالکل برعکس مسجد کی جماعت گھروں میں ہونے لگی اور گھروں کی جماعت مسجد میں۔ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو اتباع سنت واجتناب بدعات کی توفیق عطا فرمائیں۔ **فقط واللّٰہ المستعان ولاحول ولاقوۃ إلا بہ.**

رشید احمد، ۲۳/ربیع الآخر ۱۳۷۳ھ (احسن الفتاویٰ: ۳/۳۲۲-۳۲۸)

☆ ☆ ☆

---

(۱) تفصیل کے لیے دیکھئے! ردالمحتار، باب الإمامة، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، : ۱/۵۵۳/ ردالمحتار، مطلب فی المؤذن إذا کان غیر محتسب فی أذانہ: ۱/۳۹۵، دارالفکر/مجمع الزوائد، باب فیمن تحصل بھم فضیلة الجماعة: ۲/۴۵، مکتبة القدسی القاهرة/ مصنف ابن أبی شیبة، من کرہ أن یصلی بعد الصلاۃ مثلها (ح: ۵۹۹۷) انیس

ایک جماعت کے وقت دوسری جماعت کا حکم

ایک وقت میں ایک مسجد میں دو جماعتیں سخت مکروہ ہیں:

سوال: کچھ مسلمانوں نے زید کو امام بنایا اور کچھ دوسرے مسلمانوں نے عمرو کو اور ایک فریق دوسرے امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا ہے تو ایسی حالت میں ان دونوں فریق کو ایک وقت میں ایک ہی مسجد میں ایک ہی ساتھ جماعت کرنا درست ہے، یا نہیں؟ اور دونوں کی نماز ہو جاتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

فرض نماز کا دونوں سے ادا ہو جاتا ہے؛ مگر دونوں فریق مرتکب کراہت ہیں؛ کیوں کہ تفریق جماعت سخت مکروہ ہے۔ واللہ اعلم

(بدست خاص، ص:۲) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ:۱۶۶-۱۶۷)

ایک جماعت کے وقت دوسری جماعت جائز ہے، یا نہیں:

سوال: مسجد میں جب کہ جماعت اہل حدیث کی ہو رہی ہو اور نماز بھی جہری، اس وقت حنفیوں کو دوسری جماعت کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

غیر مقلد کو امام نہ بنانا چاہیے اور اگر ہو گیا تو نماز اس کے پیچھے صحیح ہے؛ مگر احتمال کراہت وفساد ہے، (۱) علاحدہ جماعت اسی مسجد میں نہ کرنی چاہیے، اگر علاحدہ جماعت کرے تو دوسری جگہ کرے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۳/۵۳-۵۴)

---

(۱) وحاصله: إن كان هوىً لايكفر صاحبه تجوز الصلاة خلفه مع الكراهة وإلا فلا، هكذا في التبيين والخلاصة، وهو الصحيح، هٰكذا في البدائع. (الفتاویٰ الهندية، باب الإمامة: ۱/۸۳، انيس)

(۲) دراصل امام متعین کی جماعت کا اعتبار ہے۔

"ولو صلى بعض أهل المسجد بإقامة وجماعة ثم دخل المؤذن والإمام وبقية الجماعة فالجماعة المستحبة لهم والكراهة للأولىٰ، كذا في المضمرات. (الفتاویٰ الهندية مصری، الباب الثاني في الأذان: ۱/۵۱) (الفصل الأول في صفة أوحوال المؤذن، انيس)

جماعت ہوتے ہوئے دوسری جماعت کرنا کیسا ہے:

سوال: بکر مسجد میں پہنچا جب کہ مغرب کی جماعت ہورہی تھی، بکر ایک آدمی کو لے کر الگ نماز مغرب باآواز بلند شروع کی، لوگوں نے بکر سے دریافت کیا تو جواب دیا کہ اس امام کے پیچھے نماز نہیں ہوتی؛ کیوں کہ یہ جمعہ کے روز فاتحہ نہیں دیتا، اس شخص کی نسبت کیا حکم ہے؟

الجواب

اس صورت میں بکر سخت گنہگار اور قصوروار فاسق اور تفرقہ انداز ہے، جو مخالفت جماعت کی کرتا ہے اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالتا ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۵۷)

جماعت ہوتے وقت دوسری جماعت کی سعی:

سوال (۱) ایک شخص مسمی زید نے باوجود جماعت ختم نہ ہونے کے تکبیر کہہ کر جماعت ثانیہ کرائی اور یہ جماعت صرف اس غرض سے کرائی کہ جماعت اولیٰ کا امام غیر مقلد تھا؛ یعنی اہل حدیث اس مسجد میں امام ہے، جب نماز ختم ہوئی تو امام غیر مقلد نے مقتدی جماعت ثانی سے کہا کہ تم نماز کا اعادہ کرو؛ کیوں کہ تمہاری نماز اس وجہ سے نہیں ہوئی کہ حدیث شریف میں آیا ہے: " إذا أقيمت الصلاة فلاصلاة إلا التی أقيمت". (۲)

اب سوال یہ ہے کہ مذکورہ بالا صورت میں حدیث شریف موصوف سے اس نماز کا باطل ہونا ثابت ہوتا ہے، یا نہیں؟ جو جماعت اولیٰ کے ختم ہونے سے پہلے شروع کی گئی ہو، اگر ثابت ہے تو اعادہ با جماعت چاہیے، یا بلا جماعت چاہیے؟ اور اگر نہیں ثابت ہے تو ایک مسجد میں ایک فرض کی دو جماعت بیک وقت کے ناجائز ہونے کی کیا دلیل ہے؟

جماعت کے وقت دوسری جماعت والوں کی نماز ہوئی، یا نہیں:

(۲) مذکورہ بالا صورت میں حدیث مذکور سے قطع نظر کر کے خاص حنفی مذہب کی رو سے وہ نماز ہوئی، یا نہیں؟ جو جماعت اولیٰ کے ختم ہونے سے پہلے شروع کی گئی ہے، اگر ہوگئی تو باکراہت تحریمی، یا تنزیہی؟

ذاتی رنجش، تفریق جماعت کے لیے ترکِ اقتدا کا حکم:

(۳) سوال یہ ہے (الف) کہ باوجود قسم شرعی کھانے کے ذاتی رنجش کی وجہ سے زید کا اقتدا ترک کرنا (ب)

---

(۱) ثمرته تظهر فی الإثم بترکها مرة. (الدرالمختار علیٰ هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۱۸/۱، ظفیر)

(۲) شرح معانی الآثار، باب الرجل یدخل المسجد والإمام فی صلاة (ح: ۲۱۸۶) انیس

تفریق جماعت کی کوشش کرنی (ج) جماعتِ اولیٰ میں شریک نہ ہوکر اس کے ختم ہونے سے پہلے دوسری جماعت شروع کردینی حنفی مذہب کی رو سے جائز ہے کہ نہیں؟

الجواب

(۱-۲) حدیث شریف کے الفاظ جو مسلم شریف میں مروی ہیں یہ ہیں:

"إذا أقيمت الصلاة فلاصلاة إلاالمكتوبة". (۲)

اس حدیث سے ممانعت اس امر کی ثابت ہے کہ جس وقت تکبیر نماز کی ہوجاوے اور جماعت شروع ہوجاوے تو اس جماعت میں شریک ہوجانا چاہئے، سنت نفل وغیرہ کچھ نہ پڑھنا چاہیے؛ مگر دیگر احادیث کی وجہ سے سنت فجر کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس سے مستثنیٰ فرمایا ہے، اس بحث کی اس وقت لکھنے کی ضرورت نہیں۔ بہر حال اس حدیث سے بطلان دوسری نماز کا معلوم نہیں ہوتا، اس حدیث کا حاصل صرف یہ ہے کہ جب جماعت کھڑی ہوجاوے دوسری نماز نہ پڑھو، نہ یہ کہ دوسری نماز باطل ہوگی، یہ مفہوم اس حدیث کا نہیں ہے، یہ امام غیر مقلد کی غلطی ہے کہ دوسری نماز کے بطلان کا حکم کیا، بلکہ اس کو یہ کہنا چاہیے تھا کہ جماعت کے ہوتے ہوئے دوسری جماعت نہ کرنی چاہیے تھی، یہ فعل بُرا ہوا آئندہ ایسا نہ کرنا۔ الغرض اعادہ اس نماز کا ضروری نہ تھا، غیر مقلد کو امام نہ بنایا جاوے؛ کیوں کہ غیر مقلد ایسی ہی خطا احادیث میں کیا کرتے ہیں اور ناواقفیت سے غلط مسائل بتلاتے ہیں اور ان کے عقائد میں فساد ہوتا ہے اس وجہ سے غیر مقلد کو امام نہ بنانا چاہیے اور اس سے بہت احتیاط کرنی چاہیے۔ تعجب ہے کہ غیر مقلدین تقلید کو شرک اور حنفیہ کو مشرک کہتے ہیں اور پھر حنفیہ انہی کو اپنی نماز کا امام بناویں، چوں کہ صورتِ مسئولہ میں امام غیر مقلد کی نسبت سوال ہے؛ اس لیے سوال نمبر: ۳ کے مضامین کا جواب ترک کردیا گیا کہ جب امامت غیر مقلد کی درست نہیں ہے اور اس کو معزول کردینا ضروری ہے تو اس کے متعلق زید کے ترک کے اقتدا سے بحث نہ کی گئی۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۴۷-۷۵)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ (کفایت المفتی: ۳/۱۳۶)

---

(۲) عن أبي هريرة رضي اللّه عنه أن رسول اللّه صلى اللّه عليه وسلم قال: "إذا أقيمت الصلاة، فلاصلاة إلا المكتوبة. {رواه مسلم}(مشكوة، باب الجماعة، ص: ۹٦، ظفير)(كتاب الصلاة، باب الجماعة و فضلها، الفصل الأول (ح: ۱۰۵۸) ص: ۳۳۳، المكتب الإسلامي)/الصحيح لمسلم، باب كراهة الشروع في نافلة بعد شروع المكتوبة (ح: ۷۱۰)/ سنن ابن ماجة، باب ماجاء إذا أقيمت الصلاة فلا صلاة إلا المكتوبة (ح: ۱۱۵۱)/سنن أبي داؤد، باب إذا أدرك الإمام ولم يصل ركعتي الفجر (ح: ۱۲٦٦)/سنن الترمذي، باب ماجاء إذا أقيمت الصلاة فلاصلاة إلا المكتوبة (ح: ٤۲۱)/سنن النسائي، باب ما يكره من الصلاة عند الإقامة (ح: ۸٦٥)/مسند أبي يعلى الموصلي، مسند أبي هريرة (ح: ٦۳۸۰)انيس)

بوقت تراویح فرض کی جماعت کرنا:

(الجمعیۃ، مورخہ ۲۴/فروری ۱۹۳۲ء)

رمضان شریف میں تراویح کی جماعت ہو رہی ہے، دوسری صف میں چار پانچ نمازیوں نے آ کر فرض کی جماعت شروع کر دی، آیا دونوں جماعتوں کی نماز ہوگئی؟

الجواب

دونوں کی نماز تو ہوگئی؛ مگر ایسا کرنا مکروہ ہے، دونوں جماعتیں علاحدہ علاحدہ ایک دوسرے سے کافی فاصلے پر ہونی چاہیے تھیں۔(۱)

محمد کفایت اللہ غفرلہ (کفایت المفتی: ۱۴۸/۳)

(۱) فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۵۳/۳، ط، مکتبہ امدادیہ ملتان، واحسن الفتاویٰ: ۵۲۶/۳، ط: سعید کمپنی

امام وموذن متعین نہ ہوں، وہاں جماعت ثانیہ

جماعت ثانیہ کے جواز کے لیے امام ومؤذن کے عدم تعیین کی شرط اوراس کی حیثیت:

سوال: یہ جوفقہا نے فرمایا ہے کہ جماعت ثانی مسجد قارعۃ الطریق میں جائز ہے اوراس کی یہ تعریف کی ہے کہ جہاں امام ومؤذن معین نہ ہوں، اس تعریف کی بناپر آج کل اکثر جگہ کوئی مسجد ایسی نہ نکلے گی کہ جہاں کوئی امام ومؤذن معین نہیں ہوتے، لہٰذا جماعت ثانی جائز ہی نہ ہوگی اور اکثر دیہات میں امام ومؤذن متعین نہیں ہوتے تو اس تعریف سے لازم آتا ہے کہ وہاں ہر مسجد میں جماعت ثانی جائز ہو، مجھ کو یہ شبہ ہے کہ یہ تعریف ویسی تعریف تو نہیں ہے، جیسی مصر کی تعریف ہے، اپنے اپنے زمانے کے اعتبار سے فقہا نے تعریف کردی؟

الجواب

یہ قاعدہ کلیہ فقہا کا ہے کہ جس مسجد میں امام ومؤذن مقرر ہوں، وہاں جماعت ثانیہ مکروہ ہے، خواہ وہ شہر کی مساجد ہوں، یا دیہات کی، پس اشکال کچھ نہیں، اسی قاعدہ کے موافق عمل کیا جاوے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۵/۳-۴۶)

---

(۱) ویکرہ تکرار الجماعۃ بأذان وإقامۃ فی مسجد محلۃ لافی مسجد طریق أومسجد لا إمام لہ ولا مؤذن. (الدرالمختار)

قولہ: (یکرہ) أی تحریماً لقول الکافی: لا یجوز و المجمع: لایباح، وشرح الجامع الصغیر: أنہ بدعۃ، کما فی رسالۃ السندی (قولہ: (بأذان، إلخ) عبارتہ فی الخزائن أجمع مما ھُنا و نصھا: یکرہ تکرار الجماعۃ فی مسجد محلۃ بأذان وإقامۃ، إلا إذا صلی بھما فیہ أولاً غیر أھلہ أو أھلہ، بمخافتۃ الأذان، ولو کرر أھلہ بدونھا أو کان مسجد طریق جاز إجماعاً، کما فی مسجد لیس لہ إمام ولامؤذن ویصلی الناس فیہ فوجاً، إلخ، والمراد بمسجد المحلۃ: مالہ إمام وجماعۃ معلومون، إلخ، ومقتضی ھٰذا الاستدلال کراھۃ التکرار فی مسجد المحلۃ ولوبدون أذان. (ردالمحتار، باب الإمامۃ، مطلب فی تکرار الجماعۃ فی المسجد: ۵۱۶/۱)

إلافی مسجد علیٰ طریق فلا بأس بذلک. (الدرالمختار)

ھو ما لیس لہ إمام ومؤذن راتب. (ردالمحتار، باب الأذن: ۳۶۷/۱، ظفیر) (مطلب فی المؤذن إذا کان غیرمحتسب فی أذانہ، انیس)

(قولہ: ولا تکرر فی مسجد محلۃ) قید بہ لما قال القدوری: لا بأس بھا فی مسجد فی قارعۃ الطریق. ==

جہاں امام ومؤذن متعین نہ ہو جماعتِ ثانیہ جائز ہے، یا نہیں:

سوال: یہاں کی مساجد میں عموماً نہ تو اوقات جماعت نماز متعین ہیں، نہ امام ومؤذن، صرف مغرب کے وقت کچھ آدمی آجاتے ہیں تو ان مساجد میں جماعت ثانیہ جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

ایسی مسجد میں جس میں امام ومؤذن و جماعت معین نہ ہو، جماعت ثانیہ جائز ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند:۵۱/۳)

جس مسجد میں امام ومؤذن مقرر نہ ہوں، اس میں دوسری جماعت کا حکم:

سوال: کیا جس مسجد میں امام ومؤذن مقرر نہ ہوں، اس میں جماعت ثانیہ جائز ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

جس مسجد میں امام ومؤذن مقرر نہ ہوں، وہاں حنفیوں کے نزدیک تکرار جماعت بلا کراہت جائز ہے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی (فتاویٰ امارت شرعیہ:۱۴۷/۲)

جس مسجد میں امام مقرر ہو، وہاں جماعت ثانیہ کا حکم:

(الجمعیۃ، مورخہ ۲۶/نومبر ۱۹۲۷ء)

سوال: مسجد میں امام مقرر ہے پنجوقتہ نماز ہوتی ہے، اس میں جماعت ثانی کے واسطے کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

ایسی مسجد میں جماعت ثانی مکروہ ہے۔(۳) (کفایت المفتی:۱۴۶/۳)

== وفی أمالی قاضی خان: مسجد لیس له إمام و لا مؤذن ویصلی الناس فوجا فوجا فالأفضل أن یصلی کل فریق بأذان و إقامة علی حدة، آه. (درر الحکام شرح غرر الأحکام، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۸۵/۱، دار إحیاء الکتب العربیة بیروت/ والبنایة شرح الهدایة، حکم صلاة الجماعة: ۳۲۵/۲، دار الکتب العلمیة بیروت/ کذا فی البحر الرائق شرح کنز الدقائق، کتاب الصلاة، صفة الإمامة فی الصلاة: ۳۶۷/۱، دار الکتاب الإسلامی بیروت/ الفتاویٰ الهندیة، الفصل الثانی فی کلمات الأذان و الإقامة: ۵۵/۱، دار الفکر بیروت، انیس)

(۱-۳) ویکره تکرار الجماعة بأذان و إقامة فی مسجد محلة لا فی مسجد طریق أو مسجد لا إمام له و لا مؤذن. (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، باب الإمامة: ۵۱۶/۱، ظفیر) ==

جس مسجد میں باضابطہ امام ومؤذن وجماعت کا انتظام ہو، اس میں جماعت ثانیہ مکروہ ہے:

سوال: محلّہ کی مسجد میں امام نہیں ہے؛ لیکن اس کے قریب چھوٹا سا بازار بھی ہے اور بازار کی سڑک بھی مسجد کے دس بارہ ہاتھ کے فاصلے پر ہے، آیا اس مسجد میں دوسری جماعت بلا کراہت جائز ہے، یا نہیں؟ اگر مکروہ ہو تو جماعت بہتر ہے، یا الگ الگ؟

(المستفتی: ۱۳۴۹، محمد یونس صاحب (متھرا) ۲۷/ذی قعدہ ۱۳۵۵ھ، ۱۰/فروری ۱۹۳۷ء)

الجواب

جس مسجد میں جماعت کا انتظام ہو اور نماز کا وقت معین ہو اور امام بھی مقرر ہو اس میں جماعت ثانیہ مکروہ ہے، بازار کے قریب ہونے نہ ہونے سے اس حکم پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی۔ (کفایت المفتی: ۱۴۹/۳)

مسجد جہاں امام ومؤذن مقرر ہو، جماعتِ ثانیہ کا حکم:

سوال: ہمارے اطراف میں اکثر جماعت کے ساتھ نماز پنج وقتی بعض جگہوں میں پڑھی جاتی ہے اور بلا تنخواہ کے امام بھی امامت کے لیے نامزد رہتے ہیں، گو مؤذن کئی ایک ہوا کرتے ہیں تو آیا جماعتِ اُولیٰ کے بعد ایسی جگہوں میں جماعتِ ثانیہ حنفیہ کے نزدیک مکروہ ہے، تحریمی، یا صرف مکروہ، یا کچھ بھی نہیں؟

الجواب

قال في الشامية: يكره تكرار الجماعة في مسجد محلة بأذان (۲) وإقامة، إلا إذا صلى بهما فيه أو لا غير أهله أو أهله لكن بمخافتة الأذان ولو كرر أهله بدونهما أو كان مسجد طريق جاز إجماعا كما في مسجد ليس له إمام ولا مؤذن ويصلي الناس فيه فوجًا فوجًا فإن الأفضل أن يصلي كل فريق بأذان وإقامة على حدة كما في أمالي قاضي خان، آه. (۵۷۷/۱)

== وفي ردالمحتار: "ومقتضى هذا الاستدلال كراهة التكرار في مسجد محلة ولو بدون أذان، ويؤيده ما في الظهيرية: "لو دخل جماعة المسجد بعد ما صلى فيه أهله يصلون وحداناً ...وعن أبي يوسف أنه إذا لم تكن الجماعة على الهيئه الأولى لا تكره، وإلا تكره، وهو الصحيح، وبالعدول عن المحراب تختلف الهيئة، إلخ. (باب الإمامة، مطلب في تكرار الجماعة في المسجد: ۵۵۲/۱، ط: سعيد)

(۱) الدر المختار: باب الإمامة: ۵۵۲/۱، ط: سعيد

(۲) صفته أو حال عن مسجد أي مسجد محلة يؤذن فيه ويقام، ظفير

وفيه (۵۷۸/۱):وقدّمنا فى باب الأذان عن أخرشرح المنية عن أبى يوسف أنه إذا لم تكن الجماعة على الهيئة الأولٰى لا تكره وإلا تكره،وهوالصحيح وبالعدول عن المحراب تختلف الهيئة،كذافى البزازية،انتهى وفى التاتارخانية عن الولوالجية وبه نأخذ،آه.(۱)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ بصورتِ مذکورہ مسجد محلّہ،جس میں امام ومؤذن مقرر ہیں، جماعتِ ثانیہ مکروہ ہے؛ مگر بتغییرِ ہیئت امام ابو یوسفؒ کے قول پر گنجائش ہے؛ لیکن ہمارے مشائخ نے انتظامِ عوام کے لیے اس پر فتویٰ نہیں دیا؛ بلکہ مسجدِ محلّہ میں جہاں امام ومؤذن مقرر ہوں، مطلقاً کراہت کا فتویٰ دیا ہے۔

قلت:وهوالذى يميل إليه القلب لقوة دليله فإن علة الكراهة وهى مظنة التهاون موجودة بعد تغيير الهيئة أيضاً والله أعلم

ظفر،۲۲ربیع الثانی ۱۳۴۰ھ (امدادالاحکام:۱۱۱/۳)

---

(۳) كتاب الصلاة،باب الإمامة،مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد،انيس

جس مسجد میں جماعت ثانیہ جائز ہے

جو مسجد شاہراہِ عام پر ہو، اس میں جماعت ثانی جائز ہے:

سوال: جس مسجد میں دوسری جماعت کرنی جائز ہے، وہاں اس جگہ کو بھی بدلے جہاں جماعت ہوئی ہے، یا نہیں اور تکبیر بھی دوسری کہے، یا نہیں؟

الجواب

جو مسجد شاہراہ پر ہے، وہاں اذان و جماعت ثانی اس جگہ پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(بدست خاص، ص:۶۰) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ:۱۶۶)

مسجد قارعۃ الطریق کی تشریح:

سوال: جماعت ثانیہ کا کیا حکم ہے اور مسجد قارعۃ الطریق سے کیا مراد ہے؟

الجواب

مسجد قارعۃ الطریق سے مراد یہ ہے کہ اس میں امام و مؤذن مقرر نہ ہوں، جس مسجد میں امام و مؤذن مقرر نہ ہوں اس میں جماعت ثانیہ جائز ہے، مکروہ نہیں ہے اور مسجد محلّہ میں جماعت ثانیہ مکروہ ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۶۴)

تکرار جماعت در مسجد شارع عام:

سوال: یہاں بازار میں ایک مسجد ہے، جس میں جمعہ ہوتا ہے اور جماعت کا بھی معقول انتظام ہے؛ یعنی امام و نائب امام اور مؤذن تنخواہ دار مقرر ہیں، ایسی مسجد میں جماعت ثانیہ جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

بعض عبارتوں سے جواز معلوم ہوتا ہے۔(۲)

---

(۱) قال الشامی: ومقتضی هذا الاستدلال کراهة التکرار ولو بدون أذان، إلخ. (ردالمحتار: ۵۱۶/۱، جمیل) (کتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

(۲) حضرت مجیب قدس سرہ نے مسئولہ ''بازار کی مسجد'' کو شارع (سڑک) اور طریق (راہ) ==

في الدر المختار: ويكره تكرار الجماعة بأذان وإقامة في مسجد محلة لا في مسجد طريق أو مسجد لا إمام له ولا مؤذن.(۱)

في ردالمحتار: ولو كرر أهله بدونهما أو كان مسجد طريق جاز إجماعًا كما في مسجد ليس له إمام ولا مؤذن، إلخ. وفيه: والتقييد بالمسجد المختص بالمحلة احترازمن الشارع، إلخ.

وفيه: وأما مسجد الشارع فالناس فيه سواء لااختصاص له بفريق دون فريق، آه، و مثله في البدائع وغيرها ومقتضى هٰذا الاستدلال كراهة التكرار في مسجد المحلة ولوبدون أذان ويؤيده ما في الظهيرية: لودخل جماعة المسجد بعد ما صلىٰ فيه أهله يصلون وحدانًا وهو ظاهر الرواية، آه، وهٰذا مخالف لحكاية الإجماع المارة، آه.

قال الناقل: ولم يتعرض الشامي لمسجد الطريق فبقي حكم المذكور سالما عن الخلاف.

وفيه: لٰكن يشكل عليه أن نحو المسجد المكي أو المدني ليس له جماعة معلومون فلا يصدق عليه أنه مسجد محلة، بل هو كمسجد شارع وقد مر أنه لاكراهة في تكرار الجماعة فيه

== کی مسجد قرار دے کر جواب دیا ہے؛ لیکن اظہر یہ ہے کہ وہ ''مسجد محلّہ'' ہے اور اس میں جماعت ثانیہ مکروہ ہے، (جیسا کہ سوال نمبر: ۲۸۵ کے جواب میں مفصل بحث گزری ہے۔) تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ''جس مسجد میں امام اور مؤذن مقرر ہوں اور جماعت کا وقت معین اور لوگوں کو معلوم ہو، اس مسجد کو محلے کی مسجد کہتے ہیں۔ (شامی) اگر امام اور مؤذن مقرر نہ ہو، یا جماعت کا وقت معین اور معلوم نہ ہو تو وہ رہ گذر کی مسجد ہے، محلے کی نہیں، آہ۔ (علم الفقہ :۲/۹۰ درحاشیہ)

اور کفایت المفتی: ۳/۱۰۵ میں ہے: ''حنفیہ کے نزدیک ایسی مسجد میں جس میں پنجوقتہ منظّم طریقہ پر جماعت سے نماز ہوتی ہے، پہلی جماعت ہوجانے کے بعد دوسری جماعت مکروہ ہے اور مسئولہ ''بازار کی مسجد'' میں امام ومؤذن مقرر ہیں، جماعت کا معقول انتظام ہے؛ یعنی نماز کے اوقات معین ہیں اور لوگوں کو معلوم ہیں، پس وہ محلّہ کی مسجد ہے۔

اور محلّہ کی مسجد ہونے کے لیے ''جماعت معلومہ'' (معین نمازی) ہونا ضروری نہیں ہے، چنانچہ شیخ سندھی رحمۃ اللہ علیہ (تلمیذ علامہ ابن ہمام) نے حرمین شریفین کی مسجدوں میں تکرار جماعت کو مکروہ فرمایا، علامہ شریف غزنوی حنفی نے بھی نکیر فرمائی، بعض مالکیہ نے تو ائمہ اربعہ کے مذہب پر اجماعاً عدم جواز کا فتویٰ دیا، علامہ خیرالدین رملی نے بھی البحر الرائق کے حاشیہ میں کراہت کو تسلیم کیا ہے، حالاں کہ حرمین کی مسجدوں میں جماعت معلومہ نہیں ہے، پس معلوم ہوا کہ ان تمام حضرات کے نزدیک مسجد محلّہ ہونے کے لیے ''جماعت معلومہ'' کی شرط نہیں ہے، لہٰذا علامہ شامی علیہ الرحمۃ کا مسجد محلّہ ہونے کے لیے جماعت معلومہ ہونا شرط قرار دے کر مذکور تمام فقہا پر استدارک فرمانا صحیح نہیں ہے۔

علاوہ بریں آج کل جو بازاروں میں مساجد ہوتی ہیں ان میں تین طرح کے نمازی ہوتے ہیں، ایک وہ تاجر جن کی اس مسجد کے قرب وجوار میں دوکانیں ہیں، دوسرے مسجد کے قرب وجوار میں بسنے والے مسلمان، تیسرے وہ لوگ جو بازار میں اپنی کسی ضرورت سے آئے ہوئے ہیں، پہلی قسم کے لوگ اگرچہ رات کو دوکان بند کر کے گھر چلے جاتے ہیں؛ لیکن دن کی تمام نمازیں اسی مسجد میں ادا کرتے ہیں اور دوسری قسم کے لوگ تو تمام نمازیں اسی مسجد میں ادا کرتے ہیں، لہٰذا ''بازار کی مسجد'' کے لیے بھی جماعت معلومہ ہوگئی، تیسری قسم کے کچھ لوگوں کے شریک ہونے کی وجہ سے وہ مسجد طریق اور مسجد شارع نہیں بنے گی، جیسا کہ حرمین کی مسجدیں۔ واللہ سبحانہ اعلم (سعید احمد)

(۱) الدر المختار مع ردالمحتار، باب الإمامة، مطلب في تكرار الجماعة في المسجد: ۱/۵۵۲-۵۵۳، انيس

إجماعاً، آه. (۱/ ۵۷۷-۵۷۸)(۱)

قال الناقل: بنٰی الشامی الجواب علٰی کونهما مسجد شارع مع أن لهما إماماً و مؤذناً معیناً واللّٰه أعلم
۲۳/ رجب ۱۳۳۳ھ (تتمہ ثالثہ، ص:۵۶) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/ ۳۷۴-۳۷۶) ☆

جامع مسجد میں نماز کے بعد دوسری جماعت:

سوال: جامع مسجد میں جہری نماز کے ختم کے بعد لوگ سنتیں پڑھ رہے تھے، اس وقت کچھ لوگوں نے آ کر جماعت ثانیہ شروع کر دی اور قرأت بھی بالجہر کی، ایسی حالت میں جماعت ثانیہ جائز ہے، یا نہیں؟ اور عموما مساجد میں جماعت ثانیہ کا کیا حکم ہے؟

(المستفتی: ۹۷۵، مولوی عبدالخالق (میرٹھ) ۱۳/ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ، ۴/ جون ۱۹۳۶ء)

(۱) کتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس

☆ **سڑک پر واقع مسجد میں دوبارہ جماعت:**

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد بازار و شارع عام وغیر آبادی وغیرہ کے سوا آبادی کی مسجد جیسے محلّہ کی مسجد، یا جامع مسجد میں جماعت ثانیہ کا ہونا کیسے ہے؟

الجواب

اختلاف ہے۔ (یہ اختلاف اور اس میں تطبیق سوال ''جماعت ثانیہ کے سلسلہ میں وارد حدیث کا مفہوم: امداد الفتاویٰ جدید: ۱/ ۳۷۰-۳۷۱'' کے جواب میں بیان ہوئی ہے۔ سعید احمد پالنپوری) ۱۳۳۸ھ (حوادث خامس، ص:۳۶) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/ ۳۷۶)

چھوٹی مسجد میں دوبارہ جماعت:

سوال: ایک چھوٹی سی مسجد ہے، جب ایک مرتبہ جماعت ہو چکی تو اسی مسجد میں دوبارہ ہو سکتی ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۱۱۶۲، شیخ حشمت اللہ (ضلع میرٹھ) ۱۲/ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ، م ۳۱/ اگست ۱۹۳۵ء)

الجواب

(از مولوی ابو محمد عبدالستار صاحب) صورت مرقومہ و مسئولہ بالا میں واضح باد کہ شرعا دوبارہ جماعت ہو سکتی ہے، احادیث سے ثابت ہے۔ (کذا فی المشکوٰة) ابو محمد عبدالستار غفرلہ الغفار

الجواب

دوسری جماعت مسجد مذکور میں درست ہے۔ فقط واللہ اعلم
حررہ احمد اللہ سلمہ غفرلہ مدرس مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ دہلی۔ مورخہ ۱۳/ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ
الجواب صحیح: مظفر احمد غفرلہ، نائب امام مسجد فتحپوری دہلی

الجواب

(از حضرت مفتی اعظمؒ) اگر اس مسجد میں جماعت سے نماز ہونے کا انتظام ہے تو اس میں دوسری جماعت کرنی مکروہ ہے۔ (**و مقتضٰی هٰذا الاستدلال کراهة التکرار فی المسجد المحلة.** (ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/ ۵۵۳)(مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس) فقط
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۳/ ۱۳۷)

الجواب

یہ دوسری جماعت ایسی حالت میں کہ لوگ سنن ونوافل میں مشغول ہیں، ایسے مقام پر پڑھنا اور ایسی طرح پڑھنا کہ لوگوں کی نمازوں میں خلل پڑے، اس وجہ سے بھی مکروہ ہے کہ دوسرے نمازیوں کی نماز میں خلل انداز ہے اور اس وجہ سے بھی مکروہ کہ مسجد محلّہ میں تکرار جماعت مکروہ ہے، مسجد محلّہ سے وہ مسجد مراد ہے، جس میں پنج وقتہ التزام سے جماعت ہوتی ہے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی:۱۳۶/۳)

پنج وقتہ جماعت والی مسجد میں جماعت ثانیہ:

سوال: محلّہ میں ایک مسجد ہے، جس میں امام ومؤذن مقرر ہیں اور مصلین بھی معین ومعلوم ہیں، وقت پر بلاناغہ نماز ہوتی ہے اور ہوتی چلی آئی ہے، اب کچھ عرصہ سے بعض لوگوں نے علیحدہ جماعت ثانیہ کرنے کا ارادہ کیا ہے، جو جماعت اولی کی طرح بلاناغہ پانچوں وقت اقامت کے ساتھ بالالتزام وتداعی اور پابندیٔ وقت کے ساتھ ہوا کرے گی، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا اس قسم کی جماعت ثانیہ کرنا جائز ہے اور شریعت مقدسہ اور فقہ حنفی میں اس کی اجازت ہوسکتی ہے؟ فقہ میں اگر کہیں جماعت ثانیہ کے لیے ''لا بأس'' یا ''لم یکن علی الهیئة الأولیٰ'' وغیرہ بیان کیا ہے، اس سے جماعت ثانیہ اتفاقیہ گاہ بگاہ مراد ہے، یا بالتداعی وبالالتزام؟ درمختار، یا فتاویٰ عالمگیری میں جو اجازت دی ہے تو کیا اس سے اس قسم کی اجازت مراد ہے؟

(المستفتی:۲۲۶۸، حافظ عبدالجلیل خاں صاحب (بریلی) ۲۵/ربیع الاول ۱۳۵۷ھ)

الجواب

جس مسجد میں کہ پنج وقتہ جماعت اہتمام وانتظام سے ہوتی ہو، اس میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جماعت ثانیہ مکروہ ہے؛ کیوں کہ جماعت دراصل پہلی جماعت ہے اور مسجد میں ایک وقت کی فرض نماز کی ایک ہی جماعت مطلوب ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک اور خلفائے اربعہ وصحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانوں میں مساجد میں صرف ایک ہی مرتبہ جماعت کا معمول تھا، پہلی جماعت میں نمازیوں کی حاضری میں سستی پیدا ہوتی ہے اور جماعت اولیٰ کی تقلیل لازمی ہوتی ہے؛ اس لیے جماعت ثانیہ کو حضرت امام اعظمؒ نے مکروہ فرمایا اور اجازت نہ دی اور جن ائمہ نے اجازت دی، انہوں نے بھی اتفاقی طور پر جماعت اولیٰ سے رہ جانے والوں کو اس شرط

(۱) ویکره تکرار الجماعة بأذان وإقامة فی مسجد محلة لا فی مسجد طریق أو مسجد لا إمام له ولا مؤذن. (الدرالمختار: ۵۵۲/۱، کذا ردالمحتار: باب الإمامة: ۵۵۳/۱)(مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

سے اجازت دی کہ وہ اذان واقامت کا اعادہ نہ کریں اور پہلی جماعت کی جگہ بھی چھوڑ دیں تو خیر پڑھ لیں؛ لیکن روزانہ دوسری جماعت مقرر کر لینا اور اہتمام کے ساتھ اس کو ادا کرنا اور اس کے لیے تداعی؛ یعنی لوگوں کو بلانا اور ترغیب دینا یہ تو کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں، نہ اس کے لیے کوئی فقہی عبارت دلیل بن سکتی ہے، یہ تو قطعاً ممنوع اور مکروہ ہے۔(۱) فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ (کفایت المفتی: ۱۳۹/۳-۱۴۰)

مسجد محلّہ میں جماعت ثانی اور دوبارہ جمعہ:

سوال: ایک شخص ضداً اسی مسجد میں اپنی علاحدہ نماز پنجگانہ اور جمعہ کراتا ہے، جماعتِ ثانیہ اور جمعہ دوبارہ پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب

جماعتِ ثانیہ مسجد محلّہ میں کرنا مکروہ ہے اور جمعہ کی نماز دوبارہ اسی مسجد میں جس میں جمعہ ہو چکا ہے، جائز نہیں۔

”والظاهر أنه يغلق أيضاً بعد إقامة الجمعة لئلايجمع فيه أحد بعدها“. (ردالمحتار)(۲)

پس جو شخص ضد میں ایسا کرتا ہے، وہ سخت گنہگار ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶۲/۳)

مسجد محلّہ میں جماعت ثانیہ مکروہ ہے:

سوال: جماعت ثانیہ جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

محلّہ کی مسجد میں جماعت ثانیہ مکروہ ہے۔(۳)

احقر عبدالکریم عفی عنہ۔ الجواب صحیح: ظفر احمد عفا عنہ، ۱۰/صفر ۱۳۴۵ھ (امداد الاحکام: ۱۵۵/۲)

---

(۱) قال في الدرالمختار: ويكره تكرار الجماعة بأذان وإقامة في مسجد محلة لا في مسجد طريق أومسجد لاإمام له ولامؤذن.

وفي ردالمحتار: ”و مقتضىٰ هٰذا الاستدلال كراهة التكرار في مسجد محله، ولوبدون أذان، ويؤيده ما في الظهيرية: لو دخل جماعة المسجد بعد ما صلّٰى فيه أهله يصلون واحداناً“ إلخ. (باب الإمامة: ۵۵۲/۱، ط: سعيد) (مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

(۲) ردالمحتار، باب الجمعة تحت قول الماتن وأفاد أن المساجد تغلق يوم الجمعة إلاالجامع: ۷۶۶/۱، ظفير)

(۳) رجل دخل مسجداً صلى فيه أهله فإنه يصلي وحده من غير أذان وإقامة ويكره أن يصلي بجماعة بأذان وإقامة. (المحيط البرهاني: ۳۵۱/۱، دارالفكر بيروت، انيس)

مسجد محلّہ میں جماعت ثانیہ میں اختلاف اوراس کا جواب:

سوال: جماعت ثانی محلّہ کی مسجد میں جائز ہے، یانہیں؟ اگر جائز نہیں ہے تو عدم جواز کی کیا دلیل ہے؟ امام ابو یوسفؒ جائز کہتے ہیں اوراس قول کو اکثر فقہا نے صحیح کہا ہے، اس کا کیا جواب ہے؟

الجواب

مسجد محلّہ میں جماعتِ ثانیہ مکروہ ہے۔

قال المحقق الشامي: ولنا أنه عليه الصلوٰة والسلام كان خرج ليصلح بين قوم فعاد إلى المسجد وقد صلىٰ أهل المسجد فرجع إلىٰ منزله فجمع أهله وصلىٰ بهم، ولو جاز ذلك لما اختار الصلاة في بيته على الجماعة في المسجد، ولأن في الإطلاق هٰكذا تقليل الجماعة معنىً ، فإنهم لايجتمعون إذا علموا أنها لاتفوتهم، إلخ، ومثله في البدائع وغيرها ومقتضى هٰذا الاستدلال كراهة التكرار في مسجد المحلة ولو بدون أذان، ويؤيده ما في الظهيرية: لو دخل جماعة المسجد بعد ما صلىٰ فيه أهله يصلون وحداناً وهو ظاهر الرواية. (۱)

اس روایت سے کراہت کا صحیح وراجح ہونا معلوم ہوگیا؛ کیوں کہ یہ ظاہر الروایہ ہے، پس امام ابو یوسفؒ کی روایت ظاہر الروایۃ کے مقابلہ میں معمول بہا نہ ہوگی اور نیز جب کہ کراہت وعدم کراہت میں تعارض ہوتو کراہت کو ترجیح ہوتی ہے، **كما بين موضعه .**

اور زیادہ تحقیق اس مسئلہ کی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ کے رسالہ ''**القطوف الدانية في كراهية الجماعة الثانية**'' میں دیکھ لی جاوے۔ (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۳/۳۵)

جماعت معینہ والی مسجد میں جماعت ثانیہ کا حکم:

سوال: جماعت ثانیہ جائز ہے، یانہیں؟

الجواب

جماعت ثانیہ اگر جماعت اولیٰ کی ہیئت پر ہواور ایسی مسجد میں ہو کہ جس میں جماعت معینہ ہوتی ہے تو مکروہ تحریمی ہے، (۲) اور اگر بہ تبدیل ہیئت ہو تو مکروہ تنزیہی ہے اور لفظ لابأس، یا لفظ جواز مکروہ تنزیہی کے منافی نہیں۔ فقط (کفایت المفتی: ۳/۱۳۴)

---

(۱) ردالمحتار، باب الإمامة، مطلب في تكرار الجماعة في المسجد: ۱/۵۱۶، ظفير

(۲) ويكره تكرار الجماعة بأذان وإقامة في مسجد محلة لا في مسجد طريق أو مسجد لا إمام له ولامؤذن. (الدر المختار: ۱/۵۵۲)
==

پنج وقتہ مسجد میں ہیئت اولیٰ سے ہٹ کر جماعت ثانیہ کا حکم:

(الجمعیۃ، مورخہ یکم دسمبر ۱۹۳۱ء)

جماعت ثانیہ (ایسی مسجد میں جس میں نماز کے اوقات مقرر اور مؤذن و امام مامور ہیں اور جماعت میں شریک ہونے والے یا مسجد میں نماز پڑھنے والے اکثر حضرات مقامی ہوتے ہیں) جائز ہے، یا نہیں؟ عدم شرکت جماعت کی وجہ سے اگر کوئی شرعی مجبوری، یا عدم اطلاع اذان ہو تو ایسی صورت میں جماعت ثانیہ کی اجازت ہے، یا نہیں؟

الجواب

جس مسجد میں پنجگانہ جماعت مقررہ اوقات پر ہوتی ہو اور مؤذن و امام مقرر ہو اس میں دوسری جماعت بتکرار اذان و اقامت و قیام محراب باتفاق مکروہ ہے اور اگر اذان و اقامت کی تکرار نہ کی جائے اور پہلی جماعت کی جگہ بھی بدل دی جائے تو مکروہ تحریمی نہیں ہے؛ مگر علمائے محققین کی ایک بڑی جماعت اس کو خلاف اولیٰ بتاتی ہے اور دلائل اس کے قوی ہیں اور دوسری جماعت اس کو خلاف اولیٰ نہیں کہتی، جماعت اولیٰ میں شرکت نہ ہونے کی وجہ کچھ بھی ہو، اس کا اس مسئلہ پر کچھ اثر نہیں۔ (۱) واللہ اعلم

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی: ۱۴۷/۳-۱۴۸)

ایئرپورٹ کی مسجد میں جماعت ثانیہ مکروہ نہیں ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مسجد عرب امارات کے ایئرپورٹ پر واقع

== قال ردالمحتار: قدمنا فی باب الأذان عن آخر شرح المنية عن أبی يوسف أنه إذا لم تكن الجماعة علی الهيئة الأولٰی لاتكره وإلا تكره، وهو الصحيح، وبالعدول عن المحراب تختلف الهيئة، كذا فی البزازية انتهٰی، و فی التاتارخانية عن الولوالجية: وبه نأخذ. (ردالمحتار مع الدرالمختار، مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد، باب الإمامة: ۵۵۳/۱، انیس)

(۱) المسجد إذا كان له إمام معلوم وجماعة معلومة فی محلة فصلٰی أهله فيه بالجماعة لايباح تكرارها فيه بأذان ثان أما إذا صلو بغير أذان يباح إجماعًا، إلخ. (الفتاویٰ الهندية، الفصل الأول فی الجماعة: ۸۳/۱، ط: ماجدية كوئٹه) (الباب الخامس فی الإمامة، انیس)

وفی ردالمحتار: "(قوله: يكره) أی تحريماً لقول الكافی: "لايجوز" ولو كرر أهله بدونها أو كان مسجد طريق جاز اجماعا، كما فی مسجد ليس له إمام ولا مؤذن ... ومقتضی هٰذا الاستدلال كراهة التكرار فی مسجد المحلة ويؤيده ما فی الظهيرية: لو دخل جماعة المسجد بعد ما صلٰی فيه أهله يصلون وحداناً... وعن أبی يوسف إذا لم تكن الجماعة علی الهيئة الأولٰی لا تكره وإلا تكره وهو الصحيح وبالعدول عن المحراب تختلف الهيئة، إلخ. (باب الإمامة، مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد: ۵۵۲/۱-۵۵۳، ط، سعيد)

ہے، پانچ وقتہ نمازوں کے لیے امام مقرر ہے، جو باقاعدہ امامت کراتا ہے؛ مگر مسئلہ یہ ہے کہ ظہر کو دو جماعتیں ہوتی ہیں، جو ہیئت اولیٰ پر پڑھائی جاتی ہیں، اسی مصلیٰ اور اقامت کے ساتھ اور دونوں جماعتوں کے لیے اوقات بھی باقاعدہ لکھے جا چکے ہیں، کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: عبدالرشید اندرون ہشتنگری گیٹ پشاور، ۲۰/ربیع الاول ۱۴۰۲ھ)

الجواب

بظاہر اس تکرار جماعت میں کوئی کراہت نہیں ہے؛ کیوں کہ ایئرپورٹ اور اسٹیشن وغیرہ کے مساجد محلّہ نہیں رکھتے ہیں۔(۱) وہوالموفق (فتاویٰ فریدیہ:۲/۳۱۷) ☆

☆ ☆ ☆

---

(۱) ماخوذ از ردالمحتار: ۱/۵۱۶، باب الإمامة)(قال العلامة ابن عابدين رحمه الله :أو كان مسجد طريق جاز إجماعاً، كما في مسجد ليس له إمام ولا مؤذن ويصلي الناس فيه فوجاً فوجاً،فإن الأفضل أن يصلي كل فريق بأذان وإقامة علٰى حدة كما في أمالي قاضيخان...وأما مسجد الشارع فالناس فيه سواء لا اختصاص له بفريق دون فريق. (ردالمحتار، ص:۴۰۸ جلد ۱، مطلب في تكرار الجماعة في المسجد،باب الإمامة،انيس)

☆ **دیہات کی مساجد میں جماعت ثانیہ کا حکم:**

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دیہات کی مساجد میں مذہب حنفی کی بنا پر جماعت ثانیہ جائز ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ (المستفتی: محمد عمران نوشہرہ)

الجواب

جماعت ثانیہ نہ مطلقاً ممنوع ہے اور نہ مطلقاً مشروع ہے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول: ”أوسع المذاهب ہے، وهو أنه إذا لم تكن الجماعة على الهيئة الأولٰى لاتكره، وإلا تكره، وهو الصحيح. (كمافي رد المحتار: ۱/۵۵۲) (ردالمحتار على هامش الدرالمختار: ۱/۴۰۹، مطلب في تكرار الجماعة في المسجد)(كتاب الصلاة،باب الإمامة، انيس) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ:۲/۳۱۷)

جماعت فوت ہوجانے کے بعد نماز ادا کرنے کا طریقہ

جس کو جماعت نہیں ملی، وہ کہاں نماز پڑھے:

سوال: منفرد جس کو نماز جماعت سے نہیں ملی، اس کو مسجد میں اپنے فرض پڑھنا افضل ہے، یا مکان میں؟

الجواب

اگر مسجد سے باہر جماعت ہوسکے تو یہ افضل ہے،(۱) ورنہ فرائض کے لیے مسجد افضل ہے۔

"فی روایة أنس رضی اللہ عنه أن أصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کانوا إذا فاتتهم الجماعة فی المسجدصلوا فی المسجد فرادیٰ" إلخ. (ردالمحتار)(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۵۴/۳)

محلّہ کی مسجد میں اگر جماعت فوت ہوجائے تو کیا کرے:

سوال: اگر مسجد میں جماعت فوت ہوگئی تو تنہا مسجد میں نماز ادا کرنا بہتر ہے، یا مکان پر اور فضیلت مسجد میں نماز پڑھنے کی جو پچیس یا پانچ سو یا ہزار، یا پچاس ہزار، یا لاکھ کا مسجد محلّہ سے لے کر کعبہ تک کے بارہ میں آیا ہے تو یہ باعتبار جماعت کے، یا تنہا اور یہ سب واجبات سے ہے، یا مندوبات سے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

قال فی الخلاصة (۲۲۸/۱): رجل فاتته الجماعة فی مسجده إن ذهب إلیٰ مسجد آخر یصلی

(۱) أنه علیه الصلوٰة والسلام کان خرج لیصلح بین قوم فعاد إلی المسجد وقد صلیٰ أهل المسجد فرجع إلیٰ منزله فجمع أهله وصلیٰ. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۱۸/۱، ظفیر) (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد)/شرح أبی داؤد للعینی، باب فیمن صلی فی منزله ثم أدرک، الخ: ۶۵/۳، مکتبة الرشد الریاض)/المنهل العذب المورود شرح أبی داؤد، أقوال الأئمة فی صلاة الجماعة فی المسجد: ۲۷۸/۴، مطبعة الاستقامة القاهرة، انیس)

وذکر القدوری: أنه إذا فاتته الجماعة جمع بأهله فی منزله وإن صلی وحده جاز، لماروی عن النبی صلی اللہ علیه وسلم أنه خرج من المدینة إلی صلح بین حیین من أحیاء العرب فانصرف منه وقد فرغ الناس من الصلاة فمال إلی بیته وجمع بأهله فی منزله. (بدائع الصنائع، فصل فی بیان ما یفعل بعد فوات الجماعة: ۱۵۶/۱، دارالکتب العلمیة بیروت، انیس)

(۲) ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب: فی المؤذن إذا کان غیرمحتسب فی أذانه: ۳۶۷/۱، ظفیر

فیہ بالجماعة فھو حسن وإن صلّٰی فی مسجد حیہ وحدہ فحسن وإن دخل منزلہ فصلّٰی بأھلہٖ فحسن، آہ.

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اپنی مسجد میں اگر جماعت فوت ہوجاوے تو دوسری مسجد میں جاکر جماعت سے نماز پڑھنا بہتر ہے اور اگر تنہا اسی مسجد محلّہ میں پڑھ لے، یہ بھی اچھا ہے اور اگر اپنے گھر پر آکر اہل وعیال کے ساتھ جماعت کرکے پڑھے، یہ بھی بہتر ہے اور بظاہر سب سے بہتر صورت اولیٰ ہے اور اخیر کی دونوں صورتیں فضیلت میں برابر ہیں؛ کیوں کہ تنہا مسجد میں پڑھنے سے جماعت کا ثواب نہ ہوگا؛ مگر مسجد کی فضیلت حاصل ہوجاوے گی اور گھر پر جماعت کرنے سے مسجد کی فضیلت فوت ہوجاوے گی؛ مگر جماعت کا ثواب مل جائے گا؛ مگر میرے خیال میں تیسری صورت دوسری سے افضل ہے؛ کیوں کہ جماعت کی فضیلت مسجد کی فضیلت سے زیادہ ہے، البتہ اگر مسجد محلّہ میں کوئی بھی نماز نہ پڑھتا ہو، اس وقت مسجد میں تنہا نماز پڑھنا گھر پر جماعت کرنے سے افضل ہے اور مسجد میں نماز پڑھنے پر جو ثواب احادیث میں وارد ہے، (۱) وہ ہر حال میں ہے، خواہ تنہا پڑھے، یا جماعت سے اور جماعت کا ثواب اس کے علاوہ ہے۔ (۲) واللہ اعلم

---

(۱)　عن عثمان بن عفان قال: سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول: من توضأ للصلاة فأسبغ الوضوء ثم مشی إلی الصلاة المکتوبة فصلاھا مع الناس أو مع الجماعة أو فی المسجد غفر اللّٰہ لہ ذنوبہ. (الصحیح لمسلم، باب فضل الوضوء والصلاة عقبہ (ح: ۲۳۲)/سنن النسائی، حد إدراک الجماعة (ح: ۸۵۶) وکذا فی السنن الکبریٰ (ح: ۹۳۱)/ مستخرج أبی عوانة (ح: ۱۵۲۸)/معجم ابن عساکر، محمود بن محمد بن أبی أحمد أبو أحمد (ح: ۱۴۵۵)/السنن الکبریٰ للبیھقی، باب إسباغ الوضوء (ح: ۳۸۵) انیس)

قال عبداللّٰہ: لقد رأیتنا وما یتخلف عن الصلاة إلا منافق قد علم نفاقہ أو مریض إن کان المریض لیمشی بین رجلین حتی یأتی الصلاة وقال: إن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم علمنا سنن الھدیٰ وإن من سنن الھدیٰ الصلاة فی المسجد الذی یؤذن فیہ. (الصحیح لمسلم، باب صلاة الجماعة من سنن الھدیٰ (ح: ۶۵۴) انیس)

(۲)　کذا دل علیہ إطلاق الحدیث.

عن أبی ھریرة رضی اللّٰہ عنہ قال: سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول: تفضل صلاة الجمیع صلاة أحدکم وحدہ بخمس وعشرین جزءًا. (صحیح البخاری، باب فضل صلاة الفجر فی جماعة (ح: ۶۴۸)/سنن الترمذی، باب ماجاء فی فضل الجماعة (ح: ۲۱۵) انیس)

عن أبی ھریرة قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: صلاة الرجل فی جماعة تضعف علیٰ صلاتہ فی بیتہ وفی سوقہ خمسا وعشرین ضعفا. (صحیح البخاری، باب فضل صلاة الجماعة (ح: ۶۴۷) انیس)

عن أبی ھریرة رضی اللّٰہ عنہ أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: صلاة الجماعة أفضل من صلاة أحدکم وحدہ بخمسة وعشرین جزءاً. (موطأ الإمام مالک روایة أبی مصعب الزھری، باب ماجاء فی فضل صلاة الجماعة (ح: ۳۲۳)/مسند الشافعی، ومن کتاب الإمامة: ۵۲/۱، دارالکتب العلمیة بیروت، انیس)

جماعت حنفیہ کے نزدیک واجب عین ہے اور مسجد میں جماعت کرنا سنت مؤکدہ ہے۔ واللہ اعلم

قال فی الخلاصة: قال الصدر الشهيد: إنما الإساءة فيما إذا ترك أهل المسجد كلهم الجماعة فح أساؤا أوتركوا السنة وإن صلوا بالجماعة فی البيت اختلف المشائخ فيه والصحيح أن الجماعة فضيلة والجماعة فی المسجد فضيلة أخرٰی فهوقد أتی بإحدٰی الفضيلتين وترك الأخرٰی وهٰكذا الجواب فی المكتوبات،آه.(۱)

۲۴ / جمادی الاولیٰ (امداد الاحکام: ۱۱۴/۶)

ایک مسجد میں جماعت نہ مل سکے تو کیا دوسری مسجد میں جائے:

سوال: اگر ایک مسجد میں جماعت نہ ملی تو دوسری مسجد میں بتلاش جماعت جانا کیسا ہے؟

الجواب

ایک مسجد میں اگر جماعت ہوچکی ہو تو اگر امید دوسری مسجد میں جماعت کے ملنے کی ہو تو دوسری مسجد میں جا کر جماعت سے نماز پڑھنا بہتر اور موجب ثواب ہے، سلف میں اکابر امت ایسا کرتے تھے کہ ایک مسجد میں جماعت ہوچکی تو دوسری مسجد میں جماعت کی تلاش میں جاتے تھے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۶۵/۳)

بعد جماعت مسجد میں تنہا تنہا نماز بہتر ہے، یا گھر میں با جماعت:

سوال: مسجد میں جماعت ثانیہ کرنی جائز ہے، یا نہیں؟ اور جماعت ہونے کے بعد اکیلے مسجد میں نماز ادا کریں، یہ افضل ہے، یا جنگل، یا مکان میں با جماعت ادا کرنا افضل ہے؟ اور جنگل یا مکان میں اذان وتکبیر کہنا افضل ہے، یا نہیں؟ اور مسجد کی چھت پر، یا مسجد کی حوض پر، یا کوٹھری میں جو مسجد سے باہر ہے، جماعت ثانیہ کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

مکان، یا جنگل میں جماعت سے پڑھنا افضل ہے، جنگل، یا مکان میں اذان وتکبیر کہنا افضل ہے، صرف تکبیر کہنا بھی کافی ہے، مکان میں پڑھیں تو اس محلّہ کی مسجد میں جو اذان ہوگئی ہے، وہی کافی ہے، صرف تکبیر کہہ لے۔(۳)

---

(۱) خلاصة الفتاوٰی فی فصل التراويح: ۶۳/۱،انیس

(۲) ولو فاتته ندب طلبها فی مسجد اٰخر إلا المسجد الحرام و نحوه.(الدرالمختار)

فلايجب الطلب فی المساجد بلاخلاف بين أصحابنا،بل إن أتی مسجداً للجماعة آخرفحسن،و إن صلٰی فی مسجد حيه منفرداً فحسن،إلخ.(ردالمحتار،باب الإمامة: ۵۱۸/۱،ظفير)(مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد،انیس)

(۳) عن ابن عمر قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم:صلاة الجماعة تفضل صلاة الفذ بسبع وعشرين درجة.{متفق عليه}(مشكٰوة،ص: ۹۵)(باب الجماعة و فضلها،الفصل الأول (ح: ۱۰۵۲)انیس)　==

مسجد کے فرش کے بیچ میں جو حوض ہے، یا مسجد کی چھت، سب مسجد کے حکم میں ہیں، ہاں! کوٹھری وغیرہ جو خارج ہیں، ان میں جماعت ثانیہ جائز ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۲/۳)

بعد جماعت کیا ایک درجہ میں الگ الگ نماز پڑھ سکتے ہیں:

سوال: مشہور ہے کہ اگر عصر کی نماز ہوچکی اور بعد میں دو آدمی مسجد میں نماز کے لیے آویں تو ایک درجہ میں دونوں فرادیٰ فرادیٰ نماز نہیں پڑھ سکتے اور نماز نہ ہوگی، ہر آدمی علاحدہ درجہ میں نماز پڑھے اور نمازوں میں اس طرح سے جائز ہے، یہ درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

یہ جو مشہور ہے غلط ہے، جیسا کہ دوسری نمازوں میں اگر جماعت اولیٰ نہ ملی اور دو چار آدمی بعد میں آویں تو وہ مسجد کے ایک درجہ میں فرادیٰ نماز پڑھ سکتے ہیں، (۱) اسی طرح کسی وقت میں پڑھ سکتے ہیں، کوئی وجہ فرق کی نہیں۔ فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶۱/۳)

جس کی جماعت چھوٹ جائے، وہ تنہا مسجد میں نماز پڑھے، یا گھر میں جماعت کرے:

السوال: رجل فاتته الصلاة بالجماعة هل يصلى فى المسجد وحده أويصلى فى البيت مع الجماعة ؟(۲)

== ثم لهما سنة للصلوات الخمس أداءً وقضاءً إذ صليت بجماعة. (الكبيرى شرح منية المصلى، ص: ۳۵۷)

ولايكره تركهما لمن يصلى فى المصرإذا وجد فى المحلة ولافرق بين الواحد والجماعة، والأفضل أن يصلى بالأذان والإقامة وإذا لم يؤذن فى تلك المحلة يكره له، تركهما ولوترك الأذان وحده لايكره، ولوترك الإقامة يكره ويكره للمسافر تركهما وإن كان وحده ولوترك الإقامة أجزأه ولكنه يكره فإن أذن وأقام فهو حسن. (الفتاوىٰ الهندية، مطبوعة هند: ۵۲/۱، جميل الرحمن) (الباب الثانى فى الأذان وفيه فصلان، الفصل الأول فى صفته وأحوال المؤذن، انيس)

(۱) فى رواية أنس رضى الله عنه أن أصحاب رسول الله صلى الله عليه و سلم كانوا إذا فاتتهم الجماعة فى المسجد صلوا فى المسجد فرادىٰ. (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الأذان مطلب فى المؤذن إذا كان غير محتسب فى أذانه: ۳۶۷/۱، ظفير/ بدائع الصنائع، فصل فى بيان محل وجوب الأذان: ۱۵۳/۱، دارالكتب العلمية)/ شرح سنن أبى داؤد للعينى، باب فيمن صلى فى منزله ثم أدرك الجماعة: ۶۵/۳، مكتبة الرشد، انيس)

عن الحسن قال: كان أصحاب محمد صلى الله عليه وسلم إذا دخلوا المسجد وقد صلى فيه صلوا فرادى. (مصنف ابن أبى شيبة، من قال يصلون فرادى ولا يجمعون (ح: ۷۱۱۱) انيس)

(۲) ترجمہ: جس شخص کی نماز جماعت سے فوت ہوجائے تو کیا وہ مسجد میں تنہا نماز پڑھے یا گھر میں جماعت سے پڑھے؟ انیس

الجواب

إن أمكن الصلاة بالجماعة فى البيت فهو أولٰى وأصوب كيف وهو مروى عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، كما نقله فى رد المحتار. (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶۲/۳)

جماعت ثانیہ کے بعد آنے والے کیا کریں:

سوال: ایک مسجد میں پیش امام مقرر ہیں، نماز پابندیٔ وقت کے ساتھ و با جماعت ہوا کرتی ہے: تاہم کچھ لوگ ایسے بھی آجایا کرتے ہیں، جو جماعت ثانیہ کے نماز ادا کرتے ہیں، کیا جماعت اولیٰ بعد ثانی جماعت بھی درست ہے، یا الگ الگ؟

(المستفتی: ۱۱۳۱، نصیر الدین صاحب (ضلع رنگپور) ۲۶/جمادی الاول ۱۳۵۵ھ، مطابق ۱۵/اگست ۱۹۳۶ء)

الجواب

جس مسجد میں باقاعدہ پابندی وقت کے ساتھ جماعت ہوتی ہو، اس میں جماعت ثانیہ مکروہ ہے، اگر جماعت اولیٰ کے بعد کچھ لوگ آجائیں تو وہ علاحدہ علاحدہ نماز پڑھ لیا کریں۔ (۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی: ۱۳۷/۳)

---

(۱) ولنا أنه عليه الصلوٰة والسلام كان خرج ليصلح بين قوم فعاد إلى المسجد وقد صلى أهل المسجد فرجع إلٰى منزله فجمع أهله وصلى. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۱۶/۱، ظفير) (مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد، انيس)

وروى الطبرانى برجال ثقات عن أبى بكرة رضى اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أقبل من نواحى المدينة يريد الصلاة فوجد الناس قد صلوا فمال إلى منزله فجمع أهله فصلى بهم. (سبل الهدىٰ والرشاد فى سيرة خير الأنام، فى محافظته صلى اللّٰه عليه وسلم على صلاة الجماعة: ۱۸۸/۸، دارالكتب العلمية بيروت/المعجم الأوسط، من اسمه عبدان (ح: ۴۶۰۱)/شرح أبى داؤد للعينى، باب فيمن صلى فى منزله ثم أدرك الجماعة: ۶۵/۳، مكتبة الرشد الرياض، انيس)

ترجمہ　اس صورت میں اگر گھر میں جماعت سے نماز پڑھنا ممکن ہو تو وہ زیادہ بہتر ہے، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ فقط (انیس)

(۲) عن ابراهيم أن علقمة والأسود أقبلا مع ابن مسعود إلى مسجد فاستقبلهم الناس قد صلوا فرفع بهما إلى البيت فجعل أحدهما عن يمينه والآخر عن شماله ثم صلى بهما. (مصنف عبدالرزاق الصنعانى، باب الرجل يؤم الرجلين والمرأة (ح: ۳۸۸۳)/كذا فى المعجم الكبير للطبرانى (ح: ۹۳۸۰) انيس)

ولنا أنه عليه السلام كان خرج ليصلح بين قوم، فعاد إلى المسجد وقد صلىٰ أهل المسجد فرجع إلىٰ منزله فجمع أهله وصلىٰ. (ردالمحتار، كتاب الصلاة، مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد: ۵۵۳/۱، انيس)

جماعت ہوجانے کے بعد چند افراد کے آنے کی صورت میں دوبارہ جماعت:

سوال: مسجد میں جماعت سے نماز ہوگئی، بعد میں چند آدمی اور آ گئے تو جماعت ثانیہ کا کیا حکم ہے، یا علاحدہ علاحدہ ادا کی جائے؟

(المستفتی:۲۴۷۲، شیخ اعظم شیخ معظم (دھولیہ ضلع مغربی خاندیس) ۸/صفر ۱۳۵۸ھ، ۳۰/مارچ ۱۹۳۹ء)

الجواب

جس مسجد میں نماز کا باقاعدہ انتظام اور التزام ہو، اس میں دوسری جماعت کرنا مکروہ ہے، اگر جماعت اولیٰ کے بعد کچھ لوگ آ جائیں تو وہ اپنی اپنی نماز علاحدہ علاحدہ پڑھیں۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی:۳/۱۴۴)

(۱) قال فی الدر المختار: ویکره تکرار الجماعة بأذان وإقامة فی مسجد محلة، لافی مسجد طریق أومسجد لا إمام له ولامؤذن.

و فی ردالمحتار: "و مقتضیٰ هٰذا الاستدلال کراهة التکرار فی مسجد المحلة، ولو بدون أذان، ویؤیده مافی الظهیریة: لودخل جماعة المسجد بعد ما صلیٰ فیه أهله یصلون واحدا نا، إلخ. (باب الإمامة: ۵۵۲/۱، ط: سعید) (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

جماعت اولی کا تعین

امام کی آمد سے پہلے جو شخص نماز پڑھے، وہ جماعت کے حکم میں نہیں:

سوال: ایک مسجد کا امام صبح کے وقت دیر سے آتا ہے، ایک مقتدی جلدی آتا ہے اور وہ نماز میں قرأت بالجہر پڑھتا ہے اور ایک جاہل نمازی اس مقتدی کے ساتھ شامل نہیں ہوتا؛ بلکہ امام کا منتظر رہتا ہے، یہ فعل اس کا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

جماعت اولیٰ وہی ہوتی ہے، جو امام محلّہ اہل محلّہ کے ساتھ ادا کرتا ہے، پس اس نمازی جاہل کو انتظار جماعت امام محلّہ کرنا چاہیے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند:۳/۵۳)

وقت مقررہ سے پہلے کی جماعت کا حکم:

سوال: اگر کچھ لوگ قبل وقت معین اور امام معین کے جماعت کر لے ویں، بعدہ کچھ نمازی جماعت بعد کو مع امام معین کے کریں تو جماعت اولیٰ کون سی ہوگی؟

الجواب

اگر چند لوگ وقت معینہ سے پہلے اور امام معین سے الگ اپنی جماعت کر لیں تو اس سے جماعت معہود و معمولہ قوم میں کراہت نہ آوے گی اور یہی جماعت اولیٰ شمار ہوگی۔(۲) (تالیفات رشیدیہ:۲۹۷)

(۱-۲) ولو صلیٰ بعض أهل المسجد بإقامة وجماعة ثم دخل المؤذن والإمام وبقية الجماعة فالجماعة المستحبة لهم والكراهة للأولیٰ، كذا في المضمرات. (الفتاویٰ الهندية مصری، باب الأذان: ۱/۵۱) (الباب الثاني في الأذان، الفصل الأول في صفته وأحوال المؤذن، انیس)

(قوله: بأذان وإقامة، إلخ) عبارته في الخزائن: أجمع مماهنا ونصها: يكره تكرار الجماعة في مسجد محلة بأذان وإقامة إلا إذا صلیٰ بهما فيه أولاً غير أهله أو أهله لكن بمخافتة الأذان ولو كرر أهله بدونهما أو كان مسجد طريق جاز إجماعاً كما في مسجد ليس له إمام ولا مؤذن ويصلي الناس فيه فوجا فوجا فإن الأفضل أن يصلي كل فريق بأذان وإقامة على حدة كما في أماكي قاضي خان. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵۵۲-۵۵۳، دار الفكر بيروت، انیس)

مقررہ وقت سے پہلے تکبیر کہنا:

سوال: اگر وقت کی وسعت ہو اور چند آدمی وضو کرتے ہوں اور ایک شخص جلدی کر کے مع چند آدمیوں کے تکبیر کہہ کر نماز شروع کر دے اور یہ لوگ کوئی تکبیر اولیٰ سے رہ جائے، کوئی رکعت سے رہ جاوے تو تکبیر کہنے والا گناہ گار ہوگا، یا نہیں؟

الجواب

اگر وقت کے اندر وسعت ہے اور کوئی ضرورت شرعی بھی نہیں ہے تو ایسے وقت میں تکبیر کا کہنا، اگر چہ گناہ نہیں؛ مگر مستحسن بھی نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض وقت مسجد میں تشریف لاتے اور قلت لوگوں کی دیکھتے تو کچھ اقامت صلوٰۃ میں توقف فرماتے تھے، (۱) لہٰذا انتظار کر لینا بہتر ہے، بشرطیکہ پہلے آنے والوں کو کوئی حرج نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (تالیفات رشیدیہ: ۲۹۸)

مقررہ وقت جماعت سے پہلے جماعت کرنا:

سوال: جماعت کے اوقات معینہ کے قبل اگر کچھ لوگ جماعت کر لیں، خواہ معینہ جماعت کے یہ لوگ ہوں، خواہ باہر کے تو ان کی جماعت ہوگی، یا معینہ اوقات والوں کی؟

الجواب

مسجد محلّہ میں حق امام ومؤذن واہل محلّہ کا ہے اور جماعت کرنا ان کو ہی لائق ہے، لہٰذا اگر دوسرے لوگ جماعت کریں گے تو ثواب جماعت کا نہ ہوگا اور جماعت اہل محلّہ کی ہوے گی، اگر ان کو جلدی ہے تو دوسری جگہ جا کر جماعت کر لیویں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اور اگر یہ بھی اسی محلّہ کے ہیں اور چند آدمی ہیں، جب بھی یہی حکم ہے۔ (۲) فقط (تالیفات رشیدیہ: ۲۹۸)

---

(۱) عن محمد بن عمرو هو ابن الحسن بن علی قال: سألنا جابر بن عبداللّٰه عن صلاة النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فقال: کان یصلی الظهر بالهاجرة والعصر والشمس حیة و المغرب إذا وجبت والعشاء إذا کثر الناس عجل وإذا قلوا أخر والصبح بغلس. (صحیح البخاری، کتاب الصلاة، باب وقت العشاء إذا اجتمع الناس أو تأخروا (ح: ٥٦٥)/ الصحیح لمسلم، باب استحباب التکبیر بالصبح فی أول وقتها (ح: ٦٤٦)/ سنن أبی داؤد، باب فی وقت صلاة النبی صلی اللّٰه علیه وسلم (ح: ۳۹۷)/ سنن النسائی، تعجیل العشاء (ح: ۵۲۷) انیس)

(۲) (قوله: بأذان وإقامة، إلخ) عبارته فی الخزائن: أجمع مماهنا ونصها: یکره تکرار الجماعة فی مسجد محلة بأذان وإقامة إلا إذا صلیٰ بهما فیه أولاً غیر أهله أو أهله لکن بمخافتة الأذان. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵۵۲-۵۵۳، دارالفکر بیروت، انیس)

مقررہ وقت سے پہلے، مسجد میں جماعت کا حکم اور اس کا ثواب:

سوال: قبل از وقت معین، اگر دو چار شخص نے ضرورتِ سفر، یا اور کسی ضرورت میں مسجد میں جماعت کر لی، بعدہٗ امام معین کے ساتھ وقت مقررہ پر جماعت ہوئی، جماعت اولیٰ یہ ہوئی، یا پہلی اور پہلوں کو ثواب جماعت [کا] ملے گا، یا نہیں؟

الجواب

جماعتِ اولیٰ امام حی و اہل محلّہ کی ہوتی ہے، اس صورت میں جماعت اولیٰ دوسری ہے اور ثواب جماعت بھی دوسری جماعت والوں کو ہوگا، پہلے لوگوں کی جماعت مکروہ تھی اور ثواب بھی جماعت کا نہیں ملے گا۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ کلاں، ص:۱۴۴-۱۴۵)

مسئلہ: ترک جماعت درست نہیں، اگر بسبب تاخیر امام کے حرج ہے تو دوسری مسجد میں چلے جایا کرے؛ مگر ترک جماعت سخت گناہ ہے،(۲) اور امام سے پہلے پڑھ جانے میں فساد ہوتا ہے، اس سے بھی اجتناب واجب ہے۔(۳)

(مجموعہ فرخ آباد، ص:۵۴) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ:۱۶۷)

---

(۱) ولو صلٰی بعض أهل المسجد بإقامة وجماعة ثم دخل المؤذن والإمام وبقية الجماعة فالجماعة المستحبة لهم والكراهة للأولٰى، كذا فى المضمرات. (الفتاوٰى الهندية مصرى، باب الأذان: ۵۱/۱) (الباب الثانى فى الأذان، الفصل الأول فى صفته وأحوال المؤذن، انيس)

(۲) عن ابن مسعود قال: لقد رأيتنا وما يتخلف من الصلاة إلامنافق قد علم نفاقه أو مريض إن كان المريض ليمشى بين رجلين حتى يأتى الصلاة وقال: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم علمنا سنن الهدٰى، وإن من سنن الهدٰى الصلاة فى المسجد الذى يؤذن فيه. (الصحيح لمسلم، باب صلاة الجماعة من سنن الهدىٰ (ح: ۶۵۴)/مسند أبى يعلى الموصلى، مسند عبدالله بن مسعود (ح: ۵۰۲۳)/جامع الأصول: ۵۶۹/۵، انيس)

عن ابن عباس عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: "من سمع النداء ولم يجب فلا صلاة له إلامن عذرٍ"، صححه الحاكم وابن حبان. (مسند ابن الجعد، شعبة عن عدى بن ثابت (ح: ۴۸۳)/سنن ابن ماجة، باب التغليظ فى التخلف عن الجماعة (ح: ۷۹۳)/سنن الترمذى، باب ماجاء فيمن يسمع النداء فلا يجيب (ح: ۲۱۷) ص: ۵۶، بيت الأفكار)/صحيح ابن حبان، ذكر الخبر الدال على أن هذا الأمر حتم لا ندب (ح: ۲۰۶۴)

قال الحاكم: وهو صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه وقال الذهبى: على شرطهما. (المستدرك للحاكم بتحقيق مصطفى عبدالقادر عطا: ۳۷۲/۱، دارالكتب العلمية بيروت، انيس)

(۳) وسئل الحلوانى: عمن يجمع بأهله أحيانًا هل ينال ثواب الجماعة أو لا؟ قال: لا ويكون بدعة ومكروهًا بلاعذر، إلخ. (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۲۷۳/۱، دار الكتاب الإسلامى بيروت، انيس)

وقت مقررہ پرامام مسجد سے قبل کوئی دوسراامام جماعت کرائے تو شرعا کیسا ہے:

(از تتمہ) عطیہ مولانا ریاست علی بجنوری مکتبہ رحمت دیوبند

سوال: امام مسجد جب کہ وقت مستحب پر نماز پڑھتا ہوتواس سے پہلے مسجد میں جماعت کر لینا کیسا ہے؟ اور جوامام مسجد سے پہلے نماز پڑھادے، اس کی امامت کیسی ہے؟

الجواب

امام مسجد سے پہلے جماعت کر لینا نا جائز ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف ہے، حدیث شریف میں ہے:

"**ولا يؤمن الرجل في سلطانه**". (۱)

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں:

"پس تقدم نکند بروالی تا ترتیبے کہ درولایت است مثل امام اعظم وخلفا وحکام وے خصوصا درا عیاد و جمعہ و نہ برامام حی و صاحب خانہ مگر باذن ایشان، زیر گردایندن کہ ایں مقتضی میگردد بہ سست گردانیدن امر سلطنت وعزت ومؤدی می شود بہ تباغض وتقاطع وظہور خلاف کہ شرعیت جماعت برائے دفع آنست" انتہی۔

(یعنی: بادشاہ اوراس کے نائبوں اورامام مسجد اور صاحب خانہ کی امامت کے مواقع میں بغیران کی اجازت کے امامت ہر گز نہ کرنی چاہیے؛ کیوں کہ اس سے ہیئت سلطنت میں نقصان واقع ہوگا اور آپس میں بغض ونفاق پیدا ہوگا، حالانکہ جماعت انہیں باتوں کودفع کرنے کے لئے مشروع ومقرر ہوئی ہے۔)

ترمذی شریف میں ہے:

"**ولا يؤم الرجل في سلطانه**". (الحديث) (۲)

ترمذی نے اس حدیث کوحسن صحیح کہا ہے۔

صاحب مجمع البحار لکھتے ہیں:

"**في سلطانه أي في موضع يملكه أويتلسط عليه بالتصرف كصاحب المجلس إمام المسجد فإنه أحق به من غيره وإن كا ن أفقه**" انتهٰى. (۳)

اور صاحب منزل اورامام مسجد کی اجازت پر بھی بعض صحابہ امامت نہیں کرتے تھے، مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ

---

(۱) مسند الإمام أحمد، مسند أبي مسعود البدري الأنصاري (ح:۱۷۰۹۹) انیس

(۳) سنن الترمذي، باب من أحق بالإمامة (ح:۲۳۵) انیس

(۳) مجمع بحار الأنوار، مادة سلطن: ۹۹/۳، مطبعة دائرة المعارف العثمانية بحيدر آباد، انیس

کا قصہ ترمذی میں موجود ہے کہ باوجود اجازت کے انہوں نے نماز نہ پڑھائی اور حدیث متقدم کو دلیل میں پیش کیا، پس بمقتضائے فرمان واجب الاذعان پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم امام مسجد سے پہلے نماز پڑھنے والے گنہ گار ہیں؛ کیوں کہ اس کی موجودگی میں جب ان کو نماز پڑھانا ممنوع ہے تو اس سے قبل اس کی جماعت کو متفرق کرنا اور اختلاف پیدا کر دینا تو سخت ممنوع ہونا چاہیے، اسی واسطے فقہانے لکھا ہے کہ امام راتب سے پہلے جماعت کرنے والوں کی جماعت مکروہ ہوگی؛ کیوں کہ اقامت جماعت کا حق اسی کو ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد کفایت اللہ عفا عنہ مولاہ مدرس مدرسہ امینیہ دہلی۔

الجواب صحیح: خادم حسن عفی عنہ مدرس مدرسہ عبدالرب دہلی، محمد وصیت علی عفی عنہ مدرس مدرسہ عبدالرب دہلی، بندہ ضیاء الحق عفی عنہ مدرس مدرسہ امینیہ دہلی، محمد ابراہیم دہلوی (واعظ) (کفایت المفتی: ۳/۱۱۱-۱۱۲)

امام متعین کی عدم موجودگی میں امامت:

سوال: ''فتاویٰ رشیدیہ'' میں ہے کہ اگر چند اشخاص وقت معینہ پر امام متعین کی عدم موجودگی میں نماز جماعت سے ادا کریں تو امام متعین پھر دوبارہ جماعت بلا کراہت کر سکتا ہے اور ثواب جماعت کا اس دوسری جماعت کو ہوگا نہ کہ اول الذکر کو؛ مگر درمختار میں جہاں کراہت لازم آنے کی شرائط امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ نے بیان کی، وہاں تعیین وقت، یا امام کی کوئی شرط نہیں ہے، اس صورت میں کیا کیا جائے، شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب

شامی میں اس کی تصریح ہے کہ اگر پہلی جماعت غیر اہل مسجد نے کی ہے تو اس صورت میں دوسری جماعت مکروہ نہیں ہے؛ بلکہ اس حالت میں دوسری جماعت ہی معتبر ہے اور پہلی جماعت کا اعتبار نہیں ہے؛ یعنی بدیں معنی کہ اہل مسجد کو حق جماعت کرنے کا ہے، اگرچہ ثواب جماعت پہلی جماعت والوں کو بھی حاصل ہوگا۔ عبارت اس کی یہ ہے:

عبارته فی الخزائن أجمع مما هُنا ونصها: یکره تکرار الجماعة فی مسجد محلة بأذان وإقامة إلا إذا صلٰی بهما فیه أولاً غیر أهله، إلخ. (۱)

اور دیگر عبارات سے بھی یہ مفہوم ہوتا ہے:

ویؤیده ما فی الظهیریة: ولو دخل جماعة المسجد بعد ما صلٰی فیه أهله یصلون وحداناً وهو ظاهر الروایة. (ردالمحتار) (۲)

اس عبارت میں قید **أهله** سے **غیر أهل مسجد** کی جماعت خارج ہوگئی۔

---

(۱) ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵۱۶، ظفیر (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

(۲) ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵۱۷، ظفیر (مطلب فی المؤذن إذا کان غیر محتسب فی أذانه، انیس)

اسی طرح باب الأذان میں ہے:

وحینئذٍ فلو دخل جماعة المسجد بعد ما صلی أهله فیه فإنهم یصلون وحداناً، إلخ. (۳)

پس معلوم ہوا کہ جو کچھ ''فتاویٰ رشیدیہ'' میں ہے صحیح ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶۹/۳، ۷۰)

امام متعین کی اجازت کے بغیر ان کی موجودگی میں دوسرے کی امامت:

سوال: اگر اہل اسلام کی کوئی جماعت کسی مسجد میں جا کر وقت معینہ پر، یا بعد میں امام کی موجودگی، یا عدم موجودگی میں کسی ضرورت کی وجہ سے اپنے گروہ میں سے سب سے بزرگ شخص کو امام بنا کر جماعت سے نماز ادا کریں تو امام مسجد، یا کسی اور کو یہ حق ہے کہ ان کو روک دے، یا یہ حق نہیں؟

الجواب

مسجد کے امام معین کے سوا کسی دوسرے شخص کو اس مسجد کے امام کی موجودگی، یا عدم موجودگی میں امام معین کی اجازت کے بغیر امام بننا اور جماعت کرنا نہ چاہیے، اگر امام معین اور محلّہ کے نمازیوں کی جماعت کے وقت میں دیر ہو تو یہ لوگ اپنی جماعت خارج از مسجد کسی جگہ دالان، یا صحن، یا جنگل میں (یعنی خارج مسجد) پڑھ لیں اور اگر مسجد میں بھی پڑھ لیں گے تو نماز ہو جائے گی؛ لیکن ان کو اس طرح جماعت کرنا بہتر نہیں ہے، مسجد کے نمازیوں اور جماعت کا انتظار کریں، ورنہ اکیلے نماز پڑھ لیں۔

الغرض اہل محلّہ اور امام معین کے سوا دوسرے محلّہ کے آدمیوں کو یہ مناسب نہیں ہے کہ اہل محلّہ کی جماعت سے پہلے اس مسجد میں جماعت کریں اور اگر کریں گے تو اہل محلّہ پھر جماعت کر سکتے ہیں اور جماعتِ اولیٰ کا ثواب انہیں کو ملے گا، وہ جماعت جو پہلے ہوئی اس کا کچھ اعتبار نہیں ہوگا۔ (هٰكذا فی كتب الفقه) فقط

دلیله قول الدر المختار: ویکره تکرار الجماعة بأذان وإقامة فی مسجد محلة إلخ قال الشامی تحت قوله: بأذان وإقامة ... یکره تکرار الجماعة فی مسجد محلة بأذان وإقامة إلا إذا صلیٰ بهما فیه أولا غیر أهله أو أهله لکن بمخالفة الأذان (إلیٰ أن قال) والمراد بمسجد المحلة: ماله إمام وجماعة معلومون، إلخ. (ردالمحتار: ۵۱۶/۱) (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۲۳/۳-۳۲۴)

☆☆☆

---

(۳) ردالمحتار، باب الأذان: ۳۶۷/۱، ظفیر (مطلب فی المؤذن إذا کان غیر محتسب فی أذانه، انیس)

(۱) کتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس

القطوفُ الدّانية
فی تحقيق الجماعة الثانية ☆

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للّٰه ربّ العالمين والصلٰوة والسلام علٰى سيدنا محمد سيد الأنبياء والمرسلين وعلٰى آله وصحبه أجمعين اللّٰهم أرنى الحق حقًا وارزقنى اتباعه وأرنى الباطل باطلاً وارزقنى اجتنابه.

بدانکہ درمسئلۂ تکرار جماعۃ بدون اذان واقامۃ درمسجد محلّہ علماء اختلاف دارند وروایات مختلفہ درکتب فقہ دریں باب یافتہ می شود، بعد تامل صادق چناں معلوم میشود کہ دراصل کراہت کسے راخلاف نیست، وآنچہ اختلاف است درتحریم وتنزیہ است، چنانچہ درضمن ایں تحریر واضح گردد وایں ہم از کتب ظاہر است کہ درزمان سلف تکرار جماعۃ نبود، پس اگر اتفاقاً کسے از جماعۃ میماند درحق آنکس آنانکہ بمآل مفسدۂ تکرار نظر فرمودند فتویٰ بکراہۃ تحریم تکرار دادند وکسیکہ برانجام نظر نفرمود واتفاق شذوذ حال رامد نظر داشت لاباس گفت اگرچہ بتحریم فتویٰ نداد؛ مگر تنزیہ تاہم مسلم داشت۔

اماایں طمطراق تکرار کہ درزمان ماست کہ بسااوقات جماعۃ ثانیہ اکثر از جماعۃ اولیٰ می باشد **کما لا یخفٰی** پس ہرگز ایں فتنہ درآں وقت نبود لاریب اگرایں فساد راآں مقتدایان مشاہدہ میکردند ایشان ہم حکم تحریم ایں تکرار می فرمودند گودر آن زمان خود تحریم نمے فرمودند وبسا افعال واوضاعست کہ باختلاف حال وزمان مختلف می گردد واز جواز بکراہۃ مبدل می شود نہ بینی کہ درزمان خیریت نشان جناب صدرالانبیاء صلوٰۃ اللہ تعالیٰ علیہ وسلامہ زنان راحکم جواز حضور جمعہ وجماعات بود وزان بعد صحابہ ودیگر علما درزمان خود بسبب فساد زمان منع فرمودند۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرمود کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حال نساء زمان مشاہدہ فرمودندے بے شک ایشاں راازخروج منع می فرمودند وازیں قسم بسیار وقائع از کتب اگر تتبع کردہ شود معلوم شوند کہ دراوائل حکمی داشتند ودرآخر زمان بسبب فساد وفتنہ حکمے دیگر گرفت وایں نہ ازقسم نسخ وتبدیل است چراکہ بعد صاحب شرع علیہ الوف التحیات والتسلیمات نسخ غیرممکن است بلکہ ازقسم رفع حکم بانتفاء شرائط واسباب است، چنانچہ درکتب اصول فقہ مبسوط است۔

☆　یہ رسالہ حضرت مولانا عبدالرشید گنگوہی قدس اللہ سرہ کی تالیف کردہ ہے، جسے حضرت مولانا محمد یحیٰ گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۲۱ھ میں شائع کرایا تھا۔ انیس

الحاصل در کتب فقہ در باب تکرار موصوف روایات کراہۃ تحریم ہم موجود است و روایات کراہۃ تنزیہ نیز مسطور و بعض تنزیہ صحیح گفتہ و بعض تحریم را معتمد داشتہ۔ پس دریں زمان اگر عالمے فتویٰ بکراہۃ تحریم تکرار دہد بعید نیست و مفسدہ تفریق جماعۃ و کسل اہل زمان تقاضاء آن میکند ورنہ در کراہۃ تنزیہ تردد ے نیست اگر احتیاطاً تنزیل کردہ بہ تنزیہ فتویٰ دہند ہیچ گونہ محل جرح نیست، پس باید شنید کہ ظاہر روایۃ ائمہ حنفیہ کراہۃ تکرار است مطلقاً خواہ باذان واقامت بود خواہ بغیر آن وصاحب ظہیریہ ہم کراہۃ را گرفتہ ودر بدایع ہم بر کراہۃ اعتماد کردہ وبدلیل عقلی ونقلی اثبات کراہۃ کرد۔

چناں چہ در ردِّ محتار ایں روایات منقول است:

قال: روى عن عبد الرحمٰن ابن أبى بكرعن أبيه رضى اللّٰه تعالٰى عنهما أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم خرج من بيته يصلح بين الأنصارفرجع وقد صُلِّىَ في المسجد بجماعةٍ فدخل رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فى منزل بعض أهله فجمع أهله فصلّى بهم جماعةً ولولم يكره تكرار الجماعة في المسجد لصلّى فيه وروى عن أنس بن مالك رضى اللّٰه تعالٰى عنه أن أصحاب رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم كانوا إذا فاتتهم الجماعة فى المسجد صلوا فى المسجد فرادىٰ ولأن التكرار يؤدى إلٰى تقليل الجماعة لأن الناس إذا علموا أنهم تفوتهم الجماعة يتعجلون فتكثروإلا تأخروا(بدائع)وحينئذٍ فلودخل جماعة المسجد بعد ما صلى أهله فيه فإنهم يصلون وحداناً وهوظاهرالرواية(ظهيرية)انتهٰى. (۱)

پس ازیں روایات صاف معلوم شد کہ ظاہر روایۃ علماء ثلاثہ رحمہم اللہ تعالیٰ کراہۃ تکرار است وکراہۃ چوں مطلق بود تحریم مراد باشد۔

قال فى ردّالمحتار: اعلم أن المكروه إذا أطلق فى كلامهم فالمراد منه التحريم إلا أن ينص على كراهة التنزيه. فقدقال المص فى المصفّى: لفظ الكراهة عند الإطلاق يرادبها التحريم. قال أبويوسف رحمه اللّٰه: قلت لأبى حنيفة: إذا قلت فى شيء أكرهه فما رأيك فيه؟ قال: التحريم، انتهٰى. (۲)

وچوں نظر بر دلیل کردہ شود ہم کراہۃ تحریم مقتضائے اوست چرا کہ تقلیل وتفریق جماعۃ مکروہ تحریمی است وآنچہ مودی بوئے است در حکم او باشد۔

لأن للوسائل حكم المقاصد قال فى الهداية: لأن الأصل أن سبب الحرام حرام، انتهى.

قال الطحاوى: صلاةالظهريستلزم تفويت الجمعة وتفويتها حرام فما أدى إلى الحرام حرام، انتهٰى.

البتہ کراہت کلی مشکک است کہ شدت وخفت او قدر مفسدہ می باشد پس آنچہ در تکرار مع الاذان است در غیر آں نبود۔

---

(۱) ردالمحتار، باب فى الأذان: ٢/ ٦٤، انيس

(۲) ردالمحتار، باب فى المياه: ١/ ٣٨٥، انيس

ولٰکن تتفاوت التنزیهیة فی الشدة والقرب من التحریمیة بحسب تأکد السنة فإن مراتب الاستحباب متفاوتة کمراتب السنة والواجب والفرض فکذا أضدادها، کما أفاده فی شرح المنیة، انتهٰی(۱)

لہٰذا بعض افراد تکرار قریب تنزیہ می شود، چناں چہ تکرار بترک اذان واقامۃ وعدول محراب خفیہ درزاویہ مسجد وہمیں کراہۃ مراد از جواز ست کسے کہ جاز إجماعًا گفت، چناں چہ تحقیقش بیاید وباوجود ظاہر روایت بر غیر آن فتویٰ نمی شاید۔

قال فی الدر المختار: إن ما اتفق علیه أصحابنا فی الروایات الظاهرة یفتی به قطعًا، انتهٰی. (۲)

وظاہر روایت آن مسائل باشند کہ از امام ابوحنیفہ وابو یوسف ومحمد رحمہم اللہ تعالیٰ بنقل مشہور ومعتبر مروی باشد۔

قال فی ردالمحتار: وکذا لا تخییر ... لو کان أحدهما ظاهر الروایة وبه صرح فی کتاب الرضاع من البحر حیث قال: الفتوی إذا اختلفت کان الترجیح لظاهر الروایة.

وفیه من باب المصرف: إذا اختلف التصحیح وجب الفحص عن ظاهر الروایة والرجوع إلیها، انتهٰی. (۳)

ونیز ترک فرمودن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکرار جماعۃ را در مسجد نبوی باآنکہ خود فرمود:

عن أبی هریرة أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال: صلاة فی مسجدی هٰذا خیر من ألف صلاة فیما سواه إلا المسجد الحرام". (۴)

دلیل کراہت است چہ اختیار مفضول باوجود افضل از حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم بلا وجہ نباشد ووجہش بظاہر و الغیب عند اللّٰه تعالیٰ اہتمام شان جماعۃ است۔

تفصیلش اینکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم در امر جماعۃ چہا را ہتمامات وتاکیدات فرمود برائے یک امر جماعۃ چہ قدر ترغیبات وترہیبات ارشاد کرد کہ قبل از اذان در مسجد حاضر آید ثوابش اینست وقبل دخول وقت اجرش وچنیں وخلف امام ومیامن صفوف وصف اول چناں وباز درشان متخلفین گاہے لفظ نفاق وگاہ وعید احراق بیوت ارشاد گشت وامثال این ہا۔

چنانچہ از کتب احادیث توان برآورد ومقصود اصلی ہمہ ایں وعدہ وعید ہون اجتماع مسلمین ومسارعۃ بسوی جماعۃ اولیٰ وعدم تخلف ازاں بود، ورنہ از شان رحمۃ للعالمین می زیبد کہ متخلفین را بوعید احراق نسوختندے؛ بلکہ عذر شان قبول کردہ اشارۃ تکرار جماعۃ فرمودندے؛ مگر چوں مراد تاکد وجوب حضور جماعۃ اولیٰ بود قطعاً رگ تکرار تراشیدند واشارۃ بکراہۃ تکرار تنصیص فرمودند ونظر غائر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم در باب انجام ومآل آں قدر بود کہ جز شان نبوت ممکن التصور

---

(۱) ردالمحتار، باب ما یفسد الصلاة ومایکره فیها: ۴۰۴/۲-۴۰۵، مکتبة بیروت، انیس

(۲) الدر المختار مع ردالمحتار فی المقدمة: ۱۶۸/۱، مکتبة بیروت، انیس

(۳) ردالمحتار فی المقدمة: ۱۷۳/۱، انیس

(۴) صحیح البخاری، باب فی فضل الصلٰوة فی مسجد مکة والمدینة: ۱۵۹/۱ (ح: ۱۱۹۹) مکتبة ملت دیوبند، انیس

نیست، لہٰذا احتمالات فساد را ہم انسداد می فرمودند، پس دریں صورت اگر خود بذات خود تکرار جماعۃ فرمودندے ہمانا تشریع تکرار کردندے و باعث تفریق جماعۃ خویشتن گردیدندی و عکس مراد اہتمام اجتماع مثمر تفریق شدندے چرا کہ فعل خود را آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمہ تشریع و تسنن میدانستند نہ بینی کہ بعد دخول مکہ محزون شدند کہ امۃ خود را در حرج انداختم واز دلوکشی چاہ زمزم بسبب ہجوم مردم بریں فعل ابا فرمودند وعلیٰ ہذا القیاس، بسیارے ازیں قسم از کتب حدیث باید دید وہم چناں اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ترک تکرار جماعۃ را عادت میداشتند، پس چوں خود صاحب شرع تکرار جماعت را ترک فرمود واصحاب کرام را ہم ہموں تعامل بود با وصف حرص حضرات ایشاں بر مثوبات وجماعات وظاہر روایۃ علماء حنفیہ ہم ہمیں باشد، بعد ازاں کدام حجۃ قوی تر ازیں خواہد بود وچوں درایت با روایت موافق شود احق بالقبول میگردد۔

وقال شارح المنية ناقلاً عن ابن الهمام: ولا ينبغي أن يعدل عن الدراية إذا وافقتها رواية، انتهٰى. (۱)

دریں صورت اگرچہ در تکرار جماعۃ ثوابی ہم باشد تاہم ترک اوا ہم ومقدم خواہد بود چرا کہ فرمود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

"ترك ذرة ممّا نهى الله عنه أفضل من عبادة الثقلين"، كذا في الأشباه. (۲)

وازیں جا است کہ بر جلب نفع درء مفسدہ را مقدم دارند۔

قال في الأشباه: إذا تعارضت مفسدة ومصلحة قُدِّمَ دفع المفسدة غالباً لأن اعتناء الشرع بالمنهيات أشد من اعتنائه بالمأمورات، انتهٰى. (۳)

قال في فتح القدير: ترك المكروه مقدم علٰى فعل السنة، انتهٰى. (۴)

وآنچہ حدیث ترمذی باعث اشتباہ جواز تکرار می شود وآں اینکہ:

جاء رجل وقد صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: أيكم يتجر علٰى هذا؟ فقام رجل وصلٰى معه. (رواه الترمذي) (۵)

وبہمیں معنی ابوداؤد ہم در سنن خود روایت کرد، پس فی الحقیقت بایں حدیث استدلال بر جواز درست نمی آید، چہ ازیں حدیث جواز صلوٰۃ متنفل خلف مفترض ثابت شد وایں تکرار جماعۃ نیست؛ بلکہ متنازع فیہ تکرار جماعۃ مفترض خلف مفترض است وآنچہ ظاہر روایت حکم بکراہۃ او کرد واز فعل فخر عالم ترک او مستدل شد وتعامل صحابہ بر ترک آن شاہد است،

---

(۱) ردالمحتار في المقدمة: ۱۷۲/۱، مكتبة بيروت، انيس

(۲-۳) القاعدة الخامسة: وهي درء المفاسد أولٰى من جلب المصالح، ص: ۹۱، انيس

(۴) باب إدراك الفريضة: ۴۹۴/۱، مكتبة زكريا ديوبند، انيس

(۵) سنن الترمذي، باب ماجاء في الجماعة في مسجد قد صلى فيه مرة: ۵۳/۱ (ح: ۲۲۰) / صحيح ابن خزيمة، باب الرخصة في الصلاة في المسجد الذي قد جمع فيه، الخ (ح: ۱۶۳۲) انيس

ہمیں اقتداء مفترض خلف مفترض است نہ مطلق تکرار، ورنہ صلوٰۃ تراویح بجماعۃ بعد جماعۃ عشاء راہم تحتمل کہ متمسک جواز تکرار گردانند واقتداء متنفل خلف مفترض بالاتفاق جائز است۔

أمـا إذا أدى الإمـام الـفـرض والقوم النفل فلا كراهة لقوله عليه السلام للرجلين: إذا صليتما فى رحالكما ثم أتيتما صلاة قوم فصليا معهم واجعلا صلاتكما معهم سبحة،انتهٰى. (۱)

قـال الـطـحطاوى:(وقوله متنفل بمفترض)إشارة إلٰى أنه لاتكره جماعة النفل إذا أدى الإمام الفرض والمقتدى النفل،انتهٰى. (۲)

واگر تکرار متنازع فیہ را قیاس بریں قضیہ میکنند، پس باید دانست کہ ایں حدیث قضیہ شخصیہ واقعہ شدہ اصل درمحاورات کلامیہ ونصوص مدلول مطابقی می باشد، پس آنچہ ازیں حدیث مستفاد شد، تصدق وتجارت کسی است براں رجل مرحوم خاسر ومتخلف وبس وبر ہر متخلف وانچہ ازشخصیات حکم کلی گیرند بقیاس می باشد وقیاس آنجا صحیح بود کہ نص مانع ازتعدیہ حکم در آنجا نبود واینجا کہ نصوص احراق بیوت متخلفین ونفاق آنان وعلۃ تفریق وتقلیل جماعۃ وکسل مسلمین مانع از قیاس موجود اند قیاس نتوان کرد ومگر درمثل ہمیں مرحوم متخلف چراکہ حکم خلاف قیاس مقصور برمورد خود میماند، پس ہمہ قیود ایں نص مرعی ومعتبر خواہند بود اعنی اگر متخلفی از کاہلی نماندہ باشد ودر گوشۂ مسجد مطلقہ طلب احدی تنہا نماز شروع کردہ باشد وکسے متنفل، پس اوشود البتہ ایں تکرار جائز بلا کراہت مطلقہ خواہد بود **وإلا فلا فليتدبر.**

وآنچہ بخاری درسنن خود درترجمۃ الباب تعلیقاً روایت کردہ۔

جاء أنس بن مالک رضى الله عنه إلٰى مسجدٍ وقد صُلِّى فيه فأذن وأقام وصلّٰى جماعة،انتهٰى. (۳)

جائے تردد نیست، چہ ایں فعل انس رضی اللہ عنہ مجمول بر مسجد طریق، یا مثل آں خواہد بود وچونکہ تکرار باذان وقامۃ بالاتفاق مکروہ تحریمی است، درمسجد محلّہ مجوزین راایں اثر نافع نیست ودریں صورت ایں فعل انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ معارض قول ایشاں کہ سابقاً گذشت نخواہد شد، فلیتأمل۔

الحاصل چوں روایت غیر مشہورہ تبوافق آثار واخبار مرجح گردد وظاہر روایۃً بسبب توافق آنہا بطریق اولیٰ راجح خواہد بود وہم ابن نجیم صاحب بحر درالبحرالرائق ازسراج وہاج روایت کرد۔

وإن دخـل مسـجـدًا ليصلى فيه فإنه لايؤذن ولايقيم وإن أذن فى مسجد جماعة وصلوا يكره لغيرهم أن يوذنوا ويعيدوا الجماعة ولكن يصلون وحداناً،انتهٰى. (۴)

---

(۱) ردالمحتار،باب فى إدراک الفريضة: ۵۰۶/۲،انيس

(۲) حاشية الطحطاوى على الدرالمختار،باب فى الوتروالنوافل: ۲۵۳/۱،انيس

(۳) صحيح البخارى،باب فى فضل صلاة الجماعة: ۸۹/۱،مكتبة ملت ديوبند،انيس

(۴) البحرالرائق،باب فى شروط الصلاة: ۴۶۲/۱،مكتبة زكريا ديوبند،انيس

ونقل ایں روایت در محل استدلال وعدم تعاقب بران دلیل کراہت جماعت واختیار وحدت است از صاحب بحر در کنز العباد گفته فی فوائد الجامع الصغیر۔

إذا دخل الرجل مسجدًا قد صلی فيه بجماعة وهو مسجد قوم معروف فإنه يصلی فيه وحده بغير أذانٍ وإقامة وإن صلیٰ وحده بأذان وإقامة يكره،انتهٰی.

وہم در درمختار گفت:

بقی ما إذا تعددت الجماعات فی المسجد وسبقت جماعة الشافعية مع حضورنقل الطحطاوی عن رسالة لابن نجيم أن الأفضل الاقتداء بالشافعی بل يكره التأخير؛لأن تكرار الجماعة فی مسجد واحد مكروه عندنا علی المعتمد إلا إذا كانت الجماعة الأولیٰ غير أهل ذلك المسجد أوأديت الجماعة علیٰ وجه مكروه،انتهٰی. (۱)

وطحطاوی ایں روایت در باب امامة نقل کند ومعلوم است کہ ہر جا کہ تعدد جماعت مذاہب است بتغیر ہیئۃ اولی باختلاف مکان وبلا اذان است وکراہت راعند الاطلاق شنیدهٔ کہ تحریم است دریں جا بیان روایت شرح منیہ ضروراست۔

قال:أما لو كان له إمامٌ ومؤذن فيكره تكرار الجماعة بأذان وإقامة عندنا.

وعن أبی حنيفة:لو كان الجماعة الثانية أكثر من ثلٰثة يكره التكرار وإلا فلا.

وعن أبی يوسف أنه إذا لم تكن الجماعة علیٰ هيئة الأولیٰ لاتكره وإلا فتكره وهو الصحيح وبالعدول عن المحراب تختلف الهيئة،كذا فی البزازية.(۲)

ردالمحتار بعد ایں روایت افزود:

وفی التاتارخانية عن الولوالجی: وبه نأخذ،انتهٰی. (۳)

پس اولا باید دانست کہ ہیئۃ جماعت اولی بسہ چیز است، یکے اذان دوم اقامۃ سوم محراب کہ مقام امام است امامدخل اذان واقامۃ در ہیئۃ جماعت پس در ہدایہ گوید:

ولو صلیٰ منفردًا فی بيته اَذَّنَ وأَقَامَ ليكون الأداء علیٰ هيئة الجماعة،انتهٰی.(۴)

ولیکن محراب پس آں از شرح منیہ معلوم می شود۔

---

(۱) ردالمحتار،مطلب فی إذا صلیٰ الشافعی قبل الحنفی هل الأفضل الصلاة مع الشافعی أم لا:۳۰۳/۲، انیس

(۲) ردالمحتار،باب فی الإمامة:۲۸۹/۲،انیس

(۳) ردالمحتار،باب فی الإمامة:۲۸۹/۲،انیس

(۴) فإن صلی فی بيته فی المصر يصلی بأذان واقامة ليكون الأداء علیٰ هيئة الجماعة وإن تركها جاز.(الهداية، باب فی الأذان: ۷٦/۱،انیس)

قال: وبالعدول عن المحراب تختلف الهيئة، كذا في البزازية، انتهى. (۱)

وایں ہر سہ امر در جماعۃ اولیٰ موجودند، پس برفع یکے ازیں ہا عدم ہئیۃ اولیٰ خواہد گشت، اگرچہ نفس ہئیۃ جماعۃ باقی ماند، چناں چہ لفظ تختلف بہمیں اشارہ میکند وچونکہ اذان واقامت رادر ہئیۃ مدخل ظاہر است، شارح منیہ راحاجت اثبات اختلاف ہئیۃ بترک آن ہا ینفتاد، مگرمحراب ازانکہ بظاہر دخل در ہئیۃ جماعۃ نداشت، چراکہ مسجد جملہ یک موضع باشد محل دون محل خصوصیت ندارد ومع ہذا خصوصیت محراب وقت کثرت جماعۃ است تا مقام امام وسط صف بود وسنیۃ او بہمیں وجہ است، ورنہ درترک اوحرج نیست بخاف اذان واقامت، لہذا شارح منیہ از بزازیہ سند آورد ازیں جا احتمال می شود کہ بسبب خفاء ایں امرکہ اختلاف مکان رادخل در تغیر ہئیۃ است یانے شاید کسی منکر ایں امر شدہ باشد، لہذا درمختار ازتا تارخانیہ آورد:

وبه نأخذ أي باختلاف الهيئة بالعدول عن المحراب. (۲)

وقرینہ اوست کہ ردمختار درباب اذان گفت:

نعم قد علمت أن الصحيح أنه لايكره تكرار الجماعة إذا لم تكن على الهيئة الأولى. (۳)

بالفظ صحیح لفظ ماخوذ نگفت حالانکہ "به نأخذ" از "هو الصحيح" آکد است ودرچنیں محل سند بقوی اقدم است؛ مگرآں کہ صریح معلوم شود کہ ضمیر بہ ناخذ سوئے اختلاف ہئیۃ نیست؛ بلکہ بسوئے عدم کراہت است آنگاہ سبیل او سبیل ہوا لصحیح خواہد بود، چناں چہ بباید۔ الغرض چوں مدخل ہر سہ امر در ہئیۃ جماعۃ اولیٰ دریافت اگر ہر سہ امر مرتفع شوند قطعاً ہئیۃ اولیٰ نیست، اگر دو امر مرتفع شوند ہر کدام دو باشند، یا اذان واقامۃ، یا اذان ومحراب، یا اقامت ومحراب تاہم ہئیۃ مرتفع خواہد شد؛ لأن للأكثر حكم الكل واگر یک امر مرتفع شود ہر کدام یک باشد، نیز ارتفاع ہئیۃ اولیٰ خواہد شد چراکہ ارتفاع مجموع برفع یک جز ہم میگردد وبہمیں ناظر است، ظاہر عبارت بزازیہ منقولہ شرح منیہ کہ فقط باختلاف محراب حکم باختلاف ہئیۃ اولیٰ کردو بہمیں است کہ درحرمین شرفین برترک اذان ومکان اکتفاء کردند وترک اقامت راضرورت ندانستند وہم باید دانست کہ عدول ازمحراب از دو امر سابق خود کہ ترک اذان واقامۃ است ادنیٰ حال دارد چراکہ سنیت قیام امام درمحراب لغیر است کہ توسط امام است۔

قال في ردالمحتار: السنة أن يقوم الإمام في المحراب والظاهر أن ذلك عند كثرة الجماعة لئلايلزم قيامه في غير الوسط ولولم يلزم ذلك لايكره، انتهى. (۴)

---

(۱) وبالعدول عن المحراب تختلف الهيئة فيما روى عن الثاني. (الفتاوىٰ البزازية على هامش الفتاوىٰ الهندية، :باب الإمامة، نوع فيما يكره ومالايكره: ٥٦/٤، دارالفكر بيروت، انيس)

(۲) ردالمحتار، باب في الإمامة: ٢٨٩/٢، انيس

(۳) ردالمحتار، باب في الأذان: ٦٥/٢، انيس

(۴) السنة أن يقوم الإمام إزاء وسط الصف... الظاهر هٰذا في الإمام الراتب لجماعة كثيرة لئلا يلزم عدم قيامه في الوسط فلولم يلزم ذلك لايكره. (ردالمحتار، باب في الإمامة: ٣١٠/٢، مكتبة بيروت، انيس)

پس معلوم شد کہ ترک محراب مکروہ تنزیہی است، وقت کثرت جماعۃ، ورنہ جائز وچوں بترک ادنیٰ اختلاف ہئیۃ می شود، چنانچہ بزازیہ گوید بترک اعلیٰ بطریق اولیٰ خواہد شد، چراکہ آن دو باقی از خواص جماعۃ اند خصوصاً اقامۃ ودرین وقت اگر تکرار جماعۃ باذان واقامۃ وقیام امام درمحراب کنند کراہت اشد خواہد بود وبدون اذان فقط کم از ان وبدون اذان واقامۃ فقط درمحراب کم ازاں وبدوں ہرسہ کمتر ازاں چراکہ درظاہر روایت دراطلاق کراہتہ ہیچ شق رامستثنیٰ نکرد وبہرحال افراد اختیار کرد گوفیما بین خوددر کراہتہ متفاوت باشند وصاحب بحرورسالہ خود باوصف تبدیل ہئیۃ اولیٰ کہ از عادت مکررین جماعۃ وتعارف شان معلوم است کہ بلاتکرار اذان میکنند حکم کراہتہ تکرار جماعۃ کرد ہمون رامعتمد داشت ودرالبحرالرائق ہم ازسراج تصریح بوحدۃ میکنند۔

پس واضح شد کہ تبدل ہیأت ثانی رافع کراہتہ مطلقہ نیست البتہ تغلیظ تحریم رفع می گردد وبالا گذشت کہ افراد کراہت تحریمیہ درتغلیظ وتخفیف متفادت می باشد، پس انچہ کسان قرارداد اند کہ جماعۃ مکررہ اگر باقامۃ باشد مکروہ واگر بارتفاع ہرسہ امور جائز بلاکراہت مطلقہ درمحل خود نیست، چراکہ چوں اختلاف ہیئۃ درہردوموجودہ است فرق مکابرۂ محض خواہد بود وعلی ہذاالقیاس دردیگر شقوق؛ بلکہ کراہت درہمہ موجود است اگرچہ کراہتہ یکے افحش ازدیگر باشد وبعدایں تمہیدات معنی روایت شرح منیہ مذکورہ باید، دریافت کہ چوں اول شارح منیہ گفت: "**یکرہ تکرار الجماعۃ عندنا**"، پس صاف اقرار بلفظ عندنا ازعلماءِ ثلاثہ حنفیہ نمودہ کراہت تحریمیہ ثابت کردو چراکہ تحریم تکرار باذان واقامۃ متفق علیہا است وعندالاطلاق ہموں تحریم مراد باشد، چوں ازظاہر روایت کراہت تکرار درہمہ شقوق ازظہیریہ معلوم شد لہذا مفہوم مخالفت اذان واقامت مضر نیست، چراکہ آنچہ شارح منیہ روایت کرد ہمون ظاہر روایت علماء ثلثہ است، کمالایخفی وتبقید شارح منیہ ظاہرروایۃ مقید نخواہد شد زیراکہ اولا مفہوم اکثریست نہ کلی ومع ہذا مفہوم درصورت مخالفۃ منطوق روایت دیگر ہرگز معتبر نیست وصاحب ظہیریہ بتصریح اختیار وحدت ازظاہر روایت آوردہ غایۃ آنکہ شارح منیہ ازبعض شقوق سکوت کرد، پس شارح منیہ بعد ثبات کراہت تحریم تکرار روایتی دیگر ازابویوسفؒ نقل کرد کہ رفع کراہتہ تحریم ازومستفاد شد درصورت اختلاف ہئیہ اولیٰ، **فقولہ: لایکرہ أی تحریمًا**.

حاصل ایں شد کہ ازابویوسفؒ درروایتی منقول است کہ بسبب اختلاف ہئیہ کراہتہ تحریمہ نمی ماند نہ آنکہ کراہتہ مطلقاً مرتفع شود اگرچہ دربعض صور اختلاف کراہتہ اخف باشد ازبعض دیگر چناں کہ بترک ہرسہ امور وبیانش بالا گذشت، ورنہ لازم آید کہ اگر اختلاف ہئیۃ اولیٰ فقط بترک محراب گرددواذان واقامت بحال خود ماند، تاہم کراہت نبود چراکہ ہئیۃ اولیٰ نیست بسبب عدول محراب، چناں چہ ازبزازیہ معلوم شدوایں ظاہر البطلان است، پس شارح منیہ گفت کہ صحیح ہمیں است کہ تغلیظ کراہتہ دراختلاف ہئیۃ مخفف می شود، چنانکہ ظاہر روایت است کہ علی الاطلاق کراہتہ تحریم تکرار ازومستفاد ومتبادر است۔

لأن المکروہ إذا أطلق فی کلامھم فالمراد منه التحریم إلا أن ینص علی التنزیه،انتھٰی من رد المحتار. (۱)

پس تامل درکار است ظاہر روایت و ایں روایت ابو یوسفؒ رادر اصل کراہۃ اختلاف نیست ومؤید انیست کہ صاحب بحر ہمیں روایت ابو یوسف رابلفظ: ’’لابأس‘‘ نقل کردہ۔

قال فی البحر: وفی المجتبٰی: یکرہ تکرارھا فی مسجد بأذان وإقامة وعن أبی یوسف إنما یکرہ تکرارھا بقوم کثیر أما إذا صلی واحد بواحد أواثنین فلا بأس به وعنه: لابأس به مطلقًا إذا صلی فی غیر مقام الإمام وعن محمد إنما یکرہ تکرارھا علٰی سبیل التداعی أما إذا کان خفیةً فی زاویة المسجد فلا بأس به،انتھٰی. (۲)

چراکہ لفظ لاباس کراہۃ تنزیہ را اقتضا می کند۔

قال فی ردالمحتارعن النھایة: لفظ لابأس دلیل علٰی أن المستحب غیرہ لأن البأس الشدة انتھٰی. (۳)

وترک مستحب واولٰی جائیکہ دلیل کراہۃ موجود باشد مکروہ تنزیہی میشود و ماںحن فیہ از ہمین قسم است **کما لایخفٰی**، واگر قید مفہوم اذان واقامت درروایۃ شرح منیہ معتبر باشد، چنانچہ بعضے گویند معنی ایں روایت ایں شد کہ تکرار باذان واقامۃ مکروہ وبدوں آنہا غیر مکروہ دانستے کہ بترک اذان واقامۃ تغیر ہیئۃ اولی می گرد ولہذا معنی او بعینہٖ ایں گشت کہ بلا تغیر ہیئۃ مکروہ وبے تغیر ہیئۃ غیر مکروہ۔

پس میگوئیم کہ نقل ایں روایت ابی یوسفؒ لغو محض شد واصلا فیما بین ظاہر روایت مذیلہ بلفظ عندنا وایں روایت معبرہ بعن ابی یوسفؒ مقابلہ نماند وابو یوسفؒ دریں روایت خود ہرگز خلاف ظاہر روایت خود نمی گفت پس نقلش بچہ معنی ومراد ضرورت افتاد، واگر از قولہ: ’’**إن لم یکن علٰی ھیئة الأولٰی**‘‘ عدم ہر سہ امور مراد دارند ودرروایت بزازیہ باقول او بالعدول عن المحراب قید مع ترک الاذان والاقامۃ افزایند، اگرچہ ظاہر عبارت بزازیہ ازاں اباء دارد مگر تاہم لفظ لاباس بحر کراہۃ تنزیہ را مقرر میسازد حاصل آں کہ دریں روایت ابی یوسفؒ مراد عدم کراہۃ تحریم است نہ عدم کراہۃ تنزیہ فافہم ونیز تحت **قوله علیه السلام: ’’لایصلی بعد صلاة مثلھا‘‘**. عینی درشرح کنز وصاحب مستخلص درشرح آں وصاحب کفایہ وعنایہ درحاشیہ ہدایہ روایت می کنند:

ومن مشایخنا من قال: المراد به الزجر عن تکرار الجماعات فی المساجد وھو حسن،انتھٰی (۴)

ودر فتح القدیر گفت: **أومحمول علٰی تکرار الجماعة علٰی ھیئته الأولٰی،انتھٰی.** (۵)

---

(۱) ردالمحتار،باب فی المیاہ: ۱/۳۸۵،انیس
(۲) فی باب الإمامة: ۱/۶۰۵،مکتبة زکریا،انیس
(۳) ردالمحتار،باب ما یفسد الصلاة ومایکرہ فیھا: ۲/۴۳۰،انیس
(۴) العنایة،فصل فی القراءة: ۱/۴۶۰،دارالفکر بیروت،انیس
(۵) فتح القدیر،فصل فی القراءة: ۱/۴۵۹،دارالفکر بیروت،انیس

والدر المختار تحت ہمیں خبر گفت:

قال فخر الإسلام: لو حمل علٰی تکرار الجماعة فی مسجد له أهل أو علٰی قضاء الصلوٰة عند توهم الفساد لکان صحیحًا، نهر، وما ذکره عن فخر الإسلام نقله فی البحر أیضًا عن شرح الجامع الصغیر لقاضی خان ثم قال فی البحر: فالحاصل أن تکرار الصلاة إن کان مع الجماعة فی المسجد علٰی الهیئة الأولٰی فمکروه، انتهٰی.(۱)

وازیں روایات ہم کراہۃ تحریم تکرار جماعۃ مستفاد شد چرا کہ لفظ: ''لا یصلی'' کہ نفی بمعنے نہی ست، زجر وتحریم را می خواہد، پس اکثر علماء آں را بر اطلاق داشتہ اند مثل تعمیم ظاہر روایۃ ومماثلہ در نفس جماعۃ گرفتہ اند چرا کہ مماثلۃ در ہمہ اوصاف محال است مگر صاحب فتح وبحر قید ہیئۃ اولیٰ افزودہ اند وبیانش در تقریر روایت شرح منیہ گذشت کہ مراد عدم کراہۃ تحریم است اگر مفہوم قید گیرند ورنہ کلام صاحب بحر دریں روایت بحر وروایت رسالہ خود کہ طحطاوی از اں نقل می کند وروایت سراج منقولہ مسلمۂ خود در بحر متعارض خواہد بود وہو مستبعد کما لایخفیٰ وہم نکیر علماء بر تکرار جماعۃ حرمین شرفین باوجود تبدیل ہیئۃ حجۃ کراہۃ است چرا کہ گو تکرار شان بسبب تبدل ہیئۃ حسب ایں روایات مقیدہ از درجۂ تحریم برآمد، مگر تاہم کراہۃ مخففہ را معمول بہا کردن لائق نیست، چرا کہ تفریق جماعت وکسل در آن ہم موجود است ودر ردمحتار بعد نقل نمودن آثار کہ از بدائع بالا نقل شد منقول است۔

ولأن فی الإطلاق هٰکذا تقلیل الجماعة معنی فإنهم لا یجتمعون إذا علموا أنها لا تفوتهم وأما مسجد الشارع فالناس فیه سواء لا اختصاص له بفریق دون فریق. ومثله فی البدائع وغیرها، ومقتضی هٰذا الاستدلال کراهة التکرار فی مسجد المحلة ولو بدون أذان، ویؤیده ما فی الظهیریة من ظاهر الروایة وهٰذا مخالف لحکایة الإجماع المارة، وعن هٰذا ذکر العلامة الشیخ رحمه اللّٰه السندی تلمیذ المحقق ابن الهمام فی رسالة: أن ما یفعله أهل الحرمین من الصلوات بأئمة متعددة وجماعات مترتبة مکروه اتفاقاً ونقل عن بعض مشایخنا إنکاره صریحًا حین حضروا الموسم بکمة ۵۵۱ ھ منهم الشریف الغزنوی و ذکر أنه أفتٰی بعض المالکیة به بعدم جواز ذلک علٰی مذهب العلماء الأربعة ونقل إنکار ذلک عن جماعة من الحنفیة و الشافعیة والمالکیة وأقره الرملی فی حاشیة البحر، انتهٰی.(۲)

وبالجملہ ازیں روایات واضح شد کہ باوصف اختلاف ہیئت اولی کراہت باقی میماند گو نزد بعض تنزیہ باشد وہم در کنز العباد می گوید:

---

(۱) ردالمحتار، باب فی الوتر والنوافل: ۴۸۵/۲، مکتبة بیروت، انیس

(۲) ردالمحتار، باب فی الإمامة: ۲۸۹/۲، مکتبة بیروت، انیس

وفی الکافی: لایجوز تکرار الجماعة عندنا وفی الجامع الصغیر: رجل دخل مسجدًا قد صلی أهله فیه فإنه یصلی بغیر أذان وإقامة لأن فی تکرار الجماعة تقلیلها بأن کل واحد لایخاف فوت الجماعة فیکون مکروهًا، انتهیٰ.(۱)

دریں جا بعض کسان را روایت طحطاوی در تشویش می انداز دوآں قول اواست **فلا کراهة مطلقًا** لہٰذا بیانش ضرورت افتاد۔

قال الطحطاوی فی باب الأذان عند قوله: بل یکره فعلهما ظاهره کالبحر إنها تحریمة، انتهیٰ.(۲)

ثم قال فی باب الإمامة تحت قوله فی مسجد محلة: أی جارة والذی فی المجتبیٰ الإطلاق هو أوجه لمایلزم من الأذان التخلیط والتلبیس فربما یظن الخطاء فی الأذان الأول أما إذا کررت بغیر أذان فلا کراهة مطلقًا وعلیه المسلمون. انتهیٰ.(۳)

پس اولاً بشنوید کہ ظاہر عبارت طحطاوی آنست کہ فارق در کراہۃ تکرار وعدم آں وجود اذان است وعدم آن وبس ولہٰذا اقامت وعدول محراب راذکر نکردہ وانچہ او دلیل کراہۃ آورد، البتہ در اذان است وبس واز بیان دلیل واحد عدم اولہ ویگر لازم نیست کما لایخفی واقتضا ایں دلیل تحریم است ومع ہذا افشاء معصیت واظہار تقصیر وکسل خود از شمول جماعۃ اولیٰ درصورت اذان بدرجۂ کمال است، لہٰذا طحطاوی گفت کہ صاحب درمختار قید محلّہ می افزاید واز مجتبیٰ کہ عبارتش از بحر سابقاً نقل شدہ، اندریں رسالہ اطلاق مساجد مفہوم می شود وہمیں اوجہ معلوم می شود، پس درصورت تکرار جماعۃ باذان چنانچہ تحریم کراہۃ درمسجد محلّہ است دردیگر مساجد ہم شاید واما اذا کررت بلا اذان فلا کراہۃ اے تحریماً مطلقاً اے فی جمیع المساجد ازانجا کہ لفظ مطلقاً درجنب فلا کراہت اُفتادتو ہم شُد کہ مراد عدم کراہۃ مطلقہ است؛ یعنی نہ تحریم ونہ تنزیہ چنیں نیست؛ بلکہ مطلقاً ہمون اطلاق ست کہ درصدر روایت گوید۔

والذی فی المجتبیٰ الإطلاق ثم قال: وعلیه المسلمون أی من بعد القرون الثلثة والسلف وکراهته تنزیه (أزقوله) وعلیه المسلمون.

ہم توان فہمید چرا کہ ہمہ مسلمین از خاص تا عام اتفاق دارند کہ جماعۃ ثانی اولی نیست وعدم اولویت ہمان کراہۃ تنزیہ باشد جائیکہ دلیل کراہۃ موجود بود غایۃ آنکہ کراہۃ جنس مشکک است وتحت او دونوع مندرجند یکے کراہۃ تنزیہ کہ جنس اوکراہۃ وفصل اوسنیۃ الترک وبعض افراد قریب تحریم وبعضے کم ازاں واساءۃ کہ افحش از کراہۃ تنزیہ است وانہم دریں

(۱) کذافی البحر الرائق، باب الإمامة: ۳۶۶/۱، دارالکتاب الإسلامی بیروت، انیس

(۲) باب الأذان: ۱۸۸/۱، انیس

(۳) حاشیة الطحطاوی علی الدرالمختار، باب فی الإمامة: ۳۴۰/۱، انیس

کراہۃ مندرج است دویم کراہۃ تحریم وفصل اووجوب الترک واین ہم حسب قلت وکثرت مفاسد درجات دارد وتواند کہ سہ نوع قرار دادہ شوند وثالث متوسط اساءۃ باشد دریں صورت جنس اساءۃ سنیۃ الترک وفصل تنزیہ استحباب الترک خواہد بود، پس طحطاوی آں چہ نفی کراہت کرد ہموں نوع کراہت تحریم است کہ در باب اذان اعتراف آن کردہ نہ مطلق کراہۃ دریں صورت ہیچ خلافی نیست وچگونہ باشد کہ خود طحطاوی در باب امامۃ از ابن نجیم نقل میکند:

بل يكره التأخير؛ لأن تكرار الجماعة في مسجد واحد مكروه عندنا على المعتمد.

چنانچہ گذشتہ وایں روایت رامسلمہ داشتہ سندی آردو پیدا است کہ جماعت حنفیہ بعد شوافع بلااذانست واگر چناں نباشد کہ مایان تقریر کردیم طحطاوی درکلام خود متعارض خواہد بود ولیس کذالک؛ بلکہ ناظرین بسبب قلت تدبر در تعارض افتادہ اند ونیز در ردالمحتار آرد۔

ماقاله الحلواني مبني علىٰ ما كان في زمن السلف من صلاة الجماعة مرة واحدة وعدم تكرارها كما هو في زمنه صلى الله عليه وسلم وزمن الخلفاء بعده وقد علمت أن تكرارها مكروه في ظاهر الرواية إلا في رواية عن الإمام ورواية عن أبي يوسف كما قدمناه وسيأتي قريبًا أن الراجح عند أهل المذهب وجوب الجماعة وأنه يأثم بتفويتها اتفاقاً وحينئذٍ يجب السعي بالقدم لا لأجل الأداء في أول الوقت أوفي المسجد بل لأجل إقامة الجماعة وإلا لزم فوتها أصلا أو تكرارها في مسجدٍ واحدٍ إن وجد جماعة أخرىٰ وكل منهما مكروه، انتهىٰ. (۱)

دریں روایت بنظر ماتقدم پیدا است کہ تکرار محکوم الکراہۃ بلااذان ست واینہم متحقق شد کہ درزمان صحابہ کرام وسلف عظام تکرار جماعۃ نبود، چنانچہ خود درد المختار از شرح جامع صغیر نقل کرد: **إن تكرار الجماعة بدعة، انتهىٰ.**

وعلماءِ ثلثہ حنفیہ قائل کراہۃ اند جز یک روایت امام و یک روایت ابی یوسفؒ کہ مفاوش کراہۃ تحریم نیست بلکہ تنزیہ و ہمچناں روایتی از امام محمد، چنانچہ از بحر نقلش در سابق کردہ شد وچنیں روایات شاذہ قادح مذہب نیستند، لہٰذا قول طحطاوی: ''**وعليه المسلمون**'' رابقید بعد القرون الثلثۃ والسلف مقید کردہ ایم وانچہ درردمختار از خزاین نقل کرد:

قوله: يكره تكرار الجماعة في مسجد المحلة بأذان وإقامة إلاإذا صلى بهما أولا غيرأهله أوأهله لكن بمخافة الأذان ولو كررأهله بدونها أو كان مسجد طريق جاز إجماعًا... ونحوه في الدرر، قال في المنبع: والتقييد بالمسجد المختص احترازمن الشارع وبالأذان الثاني احتراز عما إذا صلىٰ في مسجد المحلة جماعة بغيرأذان حيث يباح إجماعًا، انتهىٰ. (۲)

---

(۱) ردالمحتار، مطلب في كراهة تكرار الجماعة في المسجد: ۶۵/۲، انيس

(۲) الدرالمختارمع ردالمحتار، باب في الإمامة: ۲۸۸/۲، مكتبة زكريا، انيس

ونیز عبارت شرح مجمع کہ در عالمگیریہ ہم منقول است، حیث قال:

وقيّد بأذان ثان؛لأنهم إن صلوا بلا أذان حيث يباح اتفاقاً.(۱)

پس جائے خدشہ نیست چرا کہ **قوله: يكره تكرار الجماعة بأذان وإقامة** ظاہر است کہ کراہت تحریم مراد است، چنانچہ بالائے ہمین قول ردالمختار گفت: **يكره أي تحريمًا بقول الكافي لايجوز والمجمع لايباح وشرح الجامع الصغير أنه بدعة،انتهٰى.** پس انچہ گفت بعداذان **ولو كرر بدونهما جاز إجماعًا.** پس برفع وصف اذان واقامہ نفی ہمون نوع تحریم کردنہ نفی نوع دیگر کہ تنزیہ است ولفظ جواز منافی کراہت نیست چرا کہ بسا است کہ از جواز کراہۃ دون تحریمہ مراد دارند۔

قال في ردالمحتار: وقد يقال أطلق الجائز وأراد به ما يعم المكروه،ففي الحلية عن أصول ابن الحاجب أنه قد يطلق ويراد به مالايمتنع شرعًا وهويشمل المباح والمكروه والمندوب و الواجب لكن الظاهر أن المراد المكروه تنزيها؛لأن المكروه تحريمًا ممتنع شرعًا منعًا لازمًا،انتهٰى.(۲)

غرض آنچہ کم از کم کراہۃ تحریم است برآں گاہ لفظ جائز اطلاق کنند پس از لفظ جاز اجماعاً در خزائن ہمیں کراہۃ دون التحریم مراد است وسابق اشارہ رفت کہ افراد کراہۃ متفاوت اند وبتغیر ہیئۃ تخفیف کراہۃ می شود فلا منافاۃ ورنہ لفظ اجماعاً رامعنی صحیح نخواہد آمد کما ہوالظاہر ولہٰذا صاحب ردمختار بر ظاہر ایں عبارت تعاقب کردہ گفت **وهٰذا مخالف لحكاية الإجماع المارة،** چنانچہ بالا نقل کردہ شد ومباح آنکہ فعل وترک او یکسانست ودر فعل وترک او ثواب وعقاب نبود وگاہ باشد کہ از مباح مکروہ تنزیہ مراد گیرند ودر ردمختار در باب اوقات مکروہہ گفت:

الظاهر أنه أراد بالمباح مالايمتنع فلاينافي كراهة التنزيه،انتهٰى.(۳)

پس آنچہ در شرح مجمع وغیرہ گفت یباح اتفاقاً منافی کراہۃ تنزیہ نیست ورنہ لفظ اتفاقاً را ہیچ معنی نخواہد بود چرا کہ اتفاق أئمہ بر کراہۃ دریافت **وعلٰى هٰذاالقياس** در ہر روایۃ کہ ایں قسم الفاظ باشند باعث حیرت نیستند، چنانکہ لفظ **لابأس ولم يربأسًا** چرا کہ ایں الفاظ منافی کراہۃ تنزیہ مینند، چنانچہ در ماسبق تحقیق رفت وانچہ در بعض کتب **يجوز إجماعًا بلا كراهة** گفتہ اند، پس معنی آں بلا کراہۃ تحریمہ است۔ چنانچہ حلبی وطحطاوی وردالمحتار در شرح قول درمختار گفتند:

يجوزبلا كراهة أي تحريمة أذان صبي،إلخ.

وخود معلوم شد کہ لفظ جواز بر ما دون تحریم شایع است، لہٰذا از **جاز بلا كراهة** کراہۃ تنزیہ دون تحریم مراد است

---

(۱)　الفتاوىٰ الهندية،في الفصل الأول في الجماعة: ۸۳/۱،انیس

(۲)　ردالمحتار.باب في سنن الوضوء: ۲۴۲/۱،انیس

(۳)　ردالمحتار،باب في أوقات الصلاة: ۲۷/۲،مكتبة بيروت،انیس

ومعہذا میگویم کہ معنی عبارۃ منبع اینکہ قولہ: وبالأذان الثانی احترازعما إذا صلّٰی أی أولا فی مسجد المحلة جماعة بغير أذان، یعنی اول جماعۃ بغیراذان کردہ باشد، حیث یباح التکراربأذان إجماعًا، چراکہ ایں تکرار باذان ثانی نشد؛ بلکہ ایں اذان خود اذان اول است ودرروایت شرح مجمع درقول آں إذاكان المسجد له إمام معلوم وجماعة معلومة فصلوا فيه بأذان وإقامة لايباح تكرارالجماعة بأذان وإقامة ظاہراست کہ ضمیر صلوا راجع بسوئے امام معلوم وجماعۃ معلومہ است۔

پس ازاں کہ عبارت است: وقيد بأذان ثاني؛لأنهم لوصلوا بلا أذان يباح اتفاقاً ایں ضمیران صلوا، نیز طرف ہمون امام وجماعۃ معلومہ ہست، پس معنی چنیں شد لأنهم أی الجماعة المعلومة إن صلوا أی أولا بلا أذان يباح اتفاقاً چراکہ ایں اذان اذان اول است نہ ثانی وہمچناں معنی عبارت عالمگیریہ است وایں ترجمہ ایں عبارات اولیٰ واظہراست، ازاں ترجمہ کہ مجوزین میکنند وانتشار ضمایر بلاضرورت برسر گیرند ودر تعارض روایات می افتند وایں مسئلہ ہمون مسئلہ است کہ درخزاین گفتہ:

وأما عبارة ردالمحتارنعم قد علمت أن الصحيح أنه لا يكره تكرارالجماعة إذا لم يكن علىٰ هيئة الأولىٰ،انتهىٰ.(۱)

پس مخالف کراہۃ تکرارنیست چراکہ صاحب ردالمحتار بایں عبارت اشارہ بروایت شرح منیہ منقولہ خودمی کند ومعنی شرح منیہ دریافت شدومعہذا مختارصاحب ردالمحتار ہمونست کہ درظاہرروایت است دلیل بریں مدعا آنکہ او بعدنقل عبارت خزاین وپیش کردن دلائل کراہۃ تکرار بطورنقض برظاہر عبارت خزائن می گویدومقتضى هٰذاالاستدلال كراهة التكرارولوبدون أذان ويؤيده ما فى الظهيرية،إلخ وایں عبارت خوددرمختاراست كمالايخفى ومعلوم است کہ روایتی راکہ معلل بیان کنند رجحان اورااست نزدقایل۔

قال فى ردالمحتار: وكذا لوعللوا أحدهما دون الآخركان التعليق ترجيحًا للمعلّل،انتهىٰ.(۲)

پس معلوم شد کہ صاحب ردمحتار ہمیں روایت کراہۃ رااختیارکردہ ونیزازسنن ترمذی استظہار کراہۃ می گردد:

حيث قال:وقال آخرون من أهل العلم:يصلون فرادیٰ وبه يقول سفيان وابن المبارك والشافعي يختارون الصلاة فرادیٰ.

البتہ عبارت اوّل:

”وهوقول غيرواحد من أهل العلم من أصحاب النبى صلى الله عليه وسلم وغيرهم من

(۱) ردالمحتار،باب فى الأذان: ۶۵/۲،مكتبة بيروت،انيس

(۲) ردالمحتارفى المقدمة: ۱۷۳/۱،مكتبة بيروت،انيس

التابعین قالوا: لابأس أن یصلی القوم جماعة فی مسجد قدصلّٰی فیه وبه یقول: أحمد وإسحاق،انتهٰی. (۱)

بظاہر متعارض است بانچہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرد کہ!

عن أنس بن مالک کان أصحاب رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم کانوا إذا فاتتهم الجماعة صلوا فرادیٰ،انتهی. (۲)

مگر فی الواقع تعارض نیست چرا کہ ترمذی بلفظ **لابـأس** روایت می کندو لاباس مخالف کراہۃ تنزیہ نیست۔ پس تواند کہ کراہۃ تنزیہ نزد ایشاں ہم محقق باشد وقولہ **یختارون الصلوٰة فرادیٰ أی تاکدًا.** واختیار منافی تاکد نیست لہٰذا لفظ باس واختیار در ترمذی متقابل مانند وتعامل امر دیگر است ولا باس بودن امر دیگر۔ پس اگر چہ نزد بعض ایشاں تکرار مکروہ تحریمی نبود مگر تاہم تکرار ترک میداشتند **فإن ترک ذرة مما نهی اللّٰه تعالٰی خیر من عبادة الثقلین** وحضرت ایشاں رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بالطبع مائل تجربہ بودند فلا منافات ہمانا کہ ترمذی گفت کہ احمد واسحاق وغیر واحد من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین تکرار رابدرجہ کراہۃ تنزیہ می داشتند خلاف دیگران کہ ایشاں تحریم می دانستند ودر میزان شعرانی گوید:

ومن ذلک قول أبی حنیفة ومالک والشافعی:من دخل مسجدًا فوجد إمامه قد فرغ من الصلاة کره له أن یستأنف فیه جماعة أخریٰ إلا أن یکون المسجد علٰی مَمرِّالناس،انتهٰی. (۳)

ومشروعیۃ صلوٰۃ خوف خود دلیل است واضح بر کراہۃ تکرار نزد اہل علم وفہم بشرط تامل وانصاف۔

الحاصل ایں جملہ روایت منقولہ ناظر کراہۃ تکرار جماعۃ اندر مسجد محلّہ از بعضے ازانہا کراہۃ تحریمہ مستفادمی شود مطلقاً واز بعض کراہۃ تنزیہ درصورت تغیر ہیئۃ، مگر دراصل کراہۃ متفق اندوانچہ خلاف است درتحریم وتنزیہ است، پس بعدازیں دراصل کراہۃ تردد لائق نیست البتہ کراہۃ امر مطلق است درصورتے شدید ودرصورتے خفیف وانہم حسب مفاسد ومقتضائے وقت وحال مختلف می شود، چنانچہ درمبدء رسالہ اشارہ بداں شد وبعدازایں بایددانست کہ چوں شے واحد باعتباری وجہتی محکوم حکمی شرعی گشت حکم دیگر ضدایں حکم ہرگز بروئے محمول نمی تواں شد، مگر باعتبار دیگر مثلاادائے صلوٰۃ عصر وقت اصفرار بسبب خطاب وامر واجب است وبایں جہۃ محکوم بکراہۃ ہرگز نمی تواند شد چرا کہ مامور مکروہ ہرگز نبود کہ امر حسن رامی خواہدنہ قبح راوانچہ کراہۃ دارندویست بسبب مجاداست کہ مشابہت کفاراست، **کمالایخفٰی علٰی الماهرین،وعلٰی هٰذاالقیاس** ہر

(۱) سنن الترمذی،باب ماجاء فی الجماعة فی مسجد قد صلی فیه: ۲۹۷/۱،دارالغرب الإسلامی بیروت،انیس

(۲) تحفة الأحوذی: ۱۳/٤،دارالکتب العربیة بیروت،انیس

(۳) المیزن الکبریٰ للشعرانی،باب صلاة الجماعة: ۱۵۷/۱،ط:مصر،انیس

جا کہ بر یک فعل دو اثر مختلف باشند تامل باید کرد کہ لا ریب بدو وجہ واعتبار خواہد بود و دریں مسئلہ مانحن فیہ ہر گاہ کراہۃ ثابت شد وحکم کراہۃ نیست، مگر بر تکرار جماعۃ کہ نوعیست از جماعۃ مطلقا کہ جنس است نہ بر جماعۃ مطلقہ۔

پس بریں تکرار بجز کراہۃ کدامے حکم ضد کراہۃ حمل نتواند شد و وجوب وسنیہ واستحباب وافضلیۃ کہ اضداد کراہۃ اند ہر گز بروے ثابت نخواہند وانچہ حکم وجوب جماعۃ است مختص بجماعۃ اولی است کہ نوعی دیگرست نہ حکم مطلق جماعۃ جنس وعلی ہذا ہر نوع جنس را حکم دیگری بود چنانچہ حقیقۃ وغرض متباین می باشند، مثلا جماعۃ نفل بلا تداعی را حکمیست وبتداعی را حکم دیگر البتہ حکم جماعۃ مطلقہ جنس کہ عود برکت یکے بر دیگرے ست، در جملہ انواع حاصلست چرا کہ نوع از جنس خالی نمی شود اگر چہ ایں نفع در جنب مفاسد تکرار حکم لاشی گیرد، پس حکم جماعۃ اولیٰ مسجد محلّہ نوعیست وجوب است وتضعیف اجر وعید ترک وحکم نوع دیگر کہ جماعۃ مکررہ است کراہۃ در فعل او وثواب در ترک او اگر چہ در بعض افراد قلیل باشد ونفع جماعۃ مطلقہ دریں جماعۃ مکروہ ہم موجود است، مگر بسبب اختیار قبح کراہۃ اثرش ہویدا نیست؛ بلکہ غلبہ جانب معصیۃ را میباشد، لہٰذا می گویم کہ در جماعۃ مکررہ متوقع ثواب واجر مضاعف بودن واورا از انفراد افضل دانستن خیلی مستبعد است، مثلاً نیم پاؤ آب شیریں خالص اگر با یک تولہ قند ممزوج گردانند، اگر چہ شربت لذیز حسب مراد نمی شود مگر گونہ ذوق خوش تو ان بخشید واگر یک تولہ ایلوا ہم درو ممتزج شود ہر چند شیریں قند از وبدر نہ رفتہ؛ لیکن ہیچ عاقل اورا شیریں نخواہد گفت با آنکہ امتزاج قند دران یقینی میداند وآں شیرینی اور الاشی محض خواہد دانست واز آب خالص غیر ممتزج بشے ہرگز افضل نخواہد گفت ہمچناں دریں جا باید فہمید وخود ظاہر است کہ اجر مضاعفہ در سنت ومشروع می باشد نہ در مکروہ منہی ودر ردمحتار تحت مسئلہ جماعۃ نفل بتداعی وجماعۃ وتر خارج رمضان بعد اثبات کراہۃ تنزیہ می گوید۔

وهل يحصل بهٰذا الاقتداء فضيلة الجماعة؟ ظاهر ماقدمّناه من أن الجماعة فى التطوع ليست بسنة. (۱)

وأيضًا فيه فى باب إدراك الفريضة: الظاهر المراد أنه يحصل بذلك الاقتداء فضيلة الجماعة التى هى المضاعفة بخمس أوسبع وعشرين درجة كما لو كان صلى الفريضة مقتديًا؛ لأن هٰذه جماعة مشروعة أيضًا، انتهٰى. (۲)

---

(۱) ردالمحتار، باب فى الوتر والنوافل: ۲/ ۴۹، انیس

(قوله: ويكره التطوع بجماعة إلا التراويح) لورود الأثر فى التراويح دون غيرها من النوافل. (منحة السلوك فى شرح تحفة الملوك، فصل فى السنن الرواتب وغيرها: ۱/ ۱۴۸، وزارة الأوقاف والشؤون الإسلامية قطر، انيس)

(۲) ردالمحتار، باب فى ادراك الفريضة: ۲/ ۵۰۶، انیس

عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: صلاة الجماعة تفضل صلاة الفذ بسبع وعشرين درجة. {متفق عليه} (مشكوٰة، ص: ۹۵) (باب الجماعة و فضلها، الفصل الأول (ح: ۱۰۵۲) انيس) ==

پس ازیں ہر دو روایت صاف معلوم شد کہ حصول اجر مضاعفہ موقوف بر سنیۃ ومشروعیۃ است، البتہ اگر اصل جماعۃ مشروع بود واز خارج عروض کراہۃ گردد بوجہ مشروعیۃ اجر خواہد یافت وباعتبار امر خارجی کراہۃ خواہد بود، چنانکہ در صلوٰۃ خلف فاسق، کما ہو مصرح فی الکتب وخود از بالا دریافت کہ ظاہر روایت دریں صورت انفراد را اختیار کرد وعبدالوہاب شعرانی از ائمہ ثلثہ اختیار انفراد روایت کرد وترمذی ہم از بعض ائمیہ اختیار انفراد نقل کرد وصحابہ تعامل انفراد دانستند، اگر ایں جماعۃ از انفراد افضل بودے ہرگز از مقتدیان دین یکسر متروک نشدی؛ بلکہ در چنیں امر کثیر الوقوع ضروری دین برائے بیان جواز از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم بالضرور چیزے منقول شدے، چنانکہ در دیگر مثل ایں امور ثابت شدو ایں جا خلاف آن تشدیدات وتغلیظ وعید مروی اندوانچہ آں را اثبات جواز قراء دادہ اند ہرگز ازیں مبحث نیست، چنانچہ در ماسبق گفتہ شدو بشرط تامل وانصاف باید دید کہ دلائل کراہۃ اند یا استحباب وافضلیت، پس باید کہ انفراد افضل وفاضل باشد وجماعۃ مکررہ مکروہ تحریماً تنزیہاً، **کما مر واللہ أعلم وعلمہ أتم وأحکم**

انیست انچہ کہ در جمع وتوجیہ روایات شتی کہ از نظر ایں عاجز گذشت ثبت اُفتاد ازیں بعد عرض اینکہ دریں جز و زمان فاضلے تحریری در باب افضلیۃ جماعۃ مکررہ از انفراد وعدم کراہۃ مطلقۃً آں مرتب فرمودہ اند بنظر احقر در آمد جوابش اگر چہ ازیں رسالہ توان فہمید، مگر چونکہ آنجناب طرز ترجیح روایات اختیار فرمودہ اند بایں طور ہم انچہ در خاطر ایں ہیچمدان گذشت پیش می کند ومقصودم نہ مقابلہ آن اعلی مرتبہ است، علاّم الغیوب شاہد است، مگر چوں در بادی النظر ایں تحریر باعث فتنۂ عوام است انسدادش بریں آورد از مبتدیان علماء وازاں فاضل توقع دارم کہ ملال خاطر پاک شان نگردد اگر خطائے کردہ باشم اصلاح فرمودہ ایں عاجز راہدایت فرمانید بالرأس والعین قبول خواہد شد واگر صواب بود قبول فرمانید یارب انچہ براہ تعصب حرفے قلم ریزہ شدہ باشد ازیں صحیفہ محو فرمائے۔

وماتوفیقی إلاباللہ علیہ توکلت وھورب العرش العظیم

قال: در باب تکرار جماعۃ در مسجد محلّہ علماء را اختلاف است روایات مختلفہ دریں باب در کتب موجود اند وظاہر از روایت متن مجمع البحرین کراہۃ تکرار جماعۃ در مسجد محلّہ وقتے است کہ باذان واقامت ثانی باشد الا مکروہ نیست، چنانکہ گفتند:

ولاتکرارھا فی مسجد محلۃ بأذان ثان یعنی إذا کان للمسجد إمام معلوم وجماعۃ معلومۃ فصلوا فیہ بجماعۃ بأذان وإقامۃ لایباح تکرار الجماعۃ بأذان وإقامۃ عندنا وقید بأذان ثان؛لأنھم إن صلوا بلا أذان یباح اتفاقاً وإنما لم یذکر الإقامۃ مع الأذان اکتفاءً بذکرہ،انتھیٰ.(۱)

== عن أبی سعید الخدری أنہ سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول:صلاۃ الجماعۃ تفضل علی صلاۃ الفذ بخمس وعشرین درجۃ.(صحیح البخاری،باب فضل صلاۃ الجماعۃ (ح: ٦٤٦)/الصحیح لمسلم عن أبی ھریرۃ، باب فضل صلاۃ الجماعۃ (ح:٦٤٩)انیس)

(۱) المسجد إذا کان لہ إمام معلوم وجماعۃ معلومۃ فی محلہ فصلی أھلہ فیہ بالجماعۃ لایباح تکرارھا فیہ بأذان ثان أما إذا صلوا بغیر أذان یباح اجماعاً.(الفتاویٰ الھندیۃ،فصل الأول فی الجماعۃ: ٨٣/١،انیس)

وروایات متون مقدم اند بر غیر آن، انتہیٰ۔

بلفظه أقول: سابقاً ازیں رسالہ واضح شد کہ اختلاف نہ در نفس کراہۃ بلکہ در تحریم وتنزیہ است ومعنی روایت شرح مجمع البحرین ہم بیان شد و بعد تسلیم آنکہ اختلاف در کراہۃ وعدم آنست ومعنی روایت شرح مجمع عدم کراہۃ مطلق در صورت عدم اذان واقامۃ است می گویم کہ اولاً ایں قاعدہ کلیہ غیر مسلم است کہ ہر روایت متن بر غیر خود مقدم باشد بلکہ ایں تقدم وقتے است کہ روایت متن وشرح مثلاً ہر دو غیر مطلق بذیل بتصحیح باشند و باز معارض شوند۔

پس دریں صورت متن را ترجیح بود واگر روات شرح مذیل بتصحیح باشد وروایت متن مطلق بود دریں صورت روایت متن مقدم نیست بلکہ روایت شرح مرجح خواہد بود صرح بہ فی ردالمحتار:

قال: أما لو ذكرت مسئلة في المتون ولم يصرحوا بتصحيحها بل صرحوا بتصحيح مقابلها فقد أفاد العلامة قاسم بترجيح الثاني؛ لأنه تصحيح صريح ومافي المتون تصحيح إلتزامي والتصحيح الصريح مقدم على الالتزامي، انتهٰى. (۱)

پس درصورتیکہ ابن نجیم تصریح کردہ باشد بقولہ مکروہ عندنا علی المعتمد، چنانکہ بالا منقول ایں تصحیح التزامی مقابل آں نتواند شد و مرجح کراہۃ خواہد ماند ومعہذا رسالہ کہ در باب اثبات مسئلہ خاص نوشتہ شد ہم متن است چہ ترجیح متن محض بسبب التزام ماتن است روایۃ راجح را وایں امر در رسالہ ہم موجود است فلا فرق، پس گوئیم کہ روایت متن رسالہ مذیل بتصحیح راجح خواہد بود بر شرح مجمع ومتن مجمع وثانیاً آنچہ از مجمع ظاہر می شود نہ بمنطوق عبارۃ اوست بلکہ بمفہوم مخالف کہ رفع حکم است عند رفع الوصف والقید ومفہوم آنگاہ می شود کہ منطوق خلاف او موجود نبود ورنہ مفہوم ہرگز معتبر نخواہد بود وقید ووصف بر محملی از محامل مقررہ حمل خواہد بود ومحلّہ علم الاصول ودریں جا منطوق ظاہر روایت ودیگر کتب معلوم شد کہ کراہت است۔

پس دریں جا روایت شرح مجمع باقیماندہ نہ روایت متن البتہ اگر شارح خود ماتن باشد مضائقہ ندارد مگر دریں صورت رسالہ متن ابن نجیم مذیل بتصحیح راجح خواہد ماند، فليتأمل.

قال: وفي الدر المختار: ويكره تكرار الجماعة بأذان وإقامة في مسجد محلة، انتهٰى. (۲)

ودر ردالمحتار تحت ایں قول گفتہ:

ويكره تحريمًا لقول الكافي: لايجوز والمجمع: لايباح وشرح الجامع الصغير: أنه بدعة. (۳)

(۱)　ردالمحتار في المقدمة: ۱۷۳/۱، انیس

(۲)　الدر المختار مع الرد، باب في الإمامة: ۲۸۸/۲، انیس

(۳)　ردالمحتار، باب في الإمامة: ۲۸۸/۲، انیس

پس ایں جملہ عدم جواز ومکروہ تحریمی بودن ثانیہ مقید باذان واقامۃ ثانیہ است، چنانچہ ردالمحتار محشی درمختار ہمیں کراہت تحریمی قرارداده واستدلال قول کافی ومجمع وغیرہ نقل کردہ وقول کافی وغیرہ اگرچہ مطلق باشد؛ لیکن بسبب اینکہ در روایات قاعدہ حمل مطلق برمقید معتبر وجاریست ہمیں مقید مراداست، انتہی۔

بلفظہٖ أقول: کراہۃ تحریم درصورت اذان واقامت مسلم فریقین است وغرض از ایرادِعبارت درمختار وردالمحتار دریں جا آنست کہ چوں دریں روایت درمختار وحاشیہ اوکراہۃ تحریم مقید باذان واقامت واقع شد بمفہوم مخالف اوعدم کراہۃ عندعدم الاذان والاقامۃ مستفادشد ورنہ مسئلہ متنازعہ دریں روایات ہرگز مذکورنیست، مگر بایدشنید کہ قاعدہ مفہوم اینست کہ حکمیکہ درمقیداست بعدرفع قید ہموں حکم مرتفع شود، چنانچہ برماہرین مخفی نیست، پس چوں ارتفاع قیداذان واقامۃ شدعدم کراہۃ تحریمی خواہدشدنہ آنکہ دونوع دیگرکراہۃ کہ اساءت وتنزیہ است ہم مرتفع شوند وایں کدام مفہوم است کہ حکمی راکہ ہنوز درمنطوق نرسیدہ بودرفع کردواگرگویندکہ شارح درمختارقول خودیکرہ کراہۃ مطلقہ مرادگرفتہ، پس بارتفاع اوبرفع قیدہمہ انواع کراہۃ مرتفع شد، چراکہ ارتفاع مطلق بدون ارتفاع ہمہ افراداوحاصل نمی آید۔

پس گویم کہ قیدمحشی ردالمحتار بقول تحریما بالکل لغوشد، چراکہ اونوع خاص رامشخص کردہ دادویک نوع ازنوع دیگر مباینۃ دارد، پس بارتفاع یک نوع مرتفع بودن نوع دیگرلازم نیست واگرفرمانیدکہ مقصود ما رفع کراہۃ تحریم است نہ تنزیہ، پس چشم ماروشن دل ماشاد مدعا ماہم ہمیں است کہ ترک اواولی وانفرادا حسن ازتکرار جماعۃ است وہمیں است مرجع کراہۃ تنزیہ وایں محقق خوددرآخرہمیں تحریرخود بافضلیت جماعۃ ثانیہ مقرشدہ اند، چنانچہ بیاید ولہٰذا درماسبق قول شارح رادرخزاین جاز إجماعًا بجوازمع كراهة التنزيه توجیہ کردہ ایم تاتہافت اقوال باوعائدنگردد، فليفهم.

وانچہ ایں محقق مطلق کافی وغیرہ رابرمقید حمل فرمودند بایں وجہ کہ روایت مطلق برمقید محمول می شوداولاحمل مطلق برمقید آنجاست کہ دلیل داعی اطلاق درآنجانبود، ورنہ المطلق يجرى علىٰ إطلاقه محقق است وایں جاظاہرروایت دلیل اطلاق موجوداست وبعدتسلیم دلالۃ ایں روایات بررفع کراہۃ تنزیہ بدوں اذان واقامت غیرمسلم ست، كما لا يخفىٰ.

بہرحال ازیں روایات بترجیح یک طرف اثبات عدم کراہۃ مطلقہ ہم حاصل نمی اید، فليتدبر.

قال: وصاحب طحطاوی تحت ہمیں قول درمختاروتصریح عدم کراہۃ بدوں اذان کردہ حیث قال:

أما إذا كررت بغير أذان فلا كراهة مطلقًا وعليه المسلمون ولفظ عليه المسلمون دلالت داروبرآنکہ تکرارجماعۃ بدون اذان ثانی متوارث است ومتوارث مکروہ نباشد۔

قال في ردالمحتارفي باب الأذان: والمتوارث لايكون مكروهًا، انتهى. (۱)

---

(۱) ردالمحتار، باب في الأذان: ۵۷/۲، انیس

إذ مارآه المسلمون حسنًا فهو عندالله حسن، انتهٰى. (۱)

بلفظہٖ أقول: تقریر کلام طحطاوی سابقا کردہ ایم کہ از مطلقاً مراد اطلاق مساجد است نہ اطلاق کراہۃ وغرض اور فع کراہۃ تحریم است نہ تنزیہ وبعد تسلیم می گویم کہ قول طحطاوی را پیش ظاہر روایت وابن نجیم وغیرہ اعتباری نخواہد بود وایں خود مشرح است ورسالہ ابن نجیم متن، پس جسب قاعدہ مسلمہ خود انصاف باید کرد اما توارث مسلمین، پس باید دانست کہ توارث بر دو قسم است یکے آنکہ بعد قرون ثلثہ در قرنی بسبب مصلحتے امری حادث شدہ بے آنکہ بر وجحتی شرعیہ باشد وخلف باتباع سلف خود بداں تامل کردند وشدہ بدرجہ قضایا مسلمات وضروریات رسید کہ ترک او اشد از ترک ضروریات پنداشتہ شود وایں تعامل را رواج گونید وہیچ گونہ حجۃ نباشد وہرگز قابل التفات نبود، اگرچہ علماء ہم بلا ترددعمل فرمودہ باشند۔

دوم آنکہ در قرنی بعد قرون ثلثہ امری پیش آمد وعلماء را بعد تحقیق حجتی شرعیہ پندارند وہمیں مراد است در حدیث "**مارآه المسلمون حسنًا فهو عندالله حسن**" (۲) چراکہ رویت فعل قلب است ونسبت او بسوی مسلمین ونسبت بمشتق علیہ مشتق منہ رامی خواہد لہٰذا رویت بوجہ اسلام مراد خواہد بود واز لفظ اسلام بسبب اطلاق فرد کامل مراد خواہند داشت وکمال اسلام نیست، مگر در علماء ربّانیین۔

پس حاصل حدیث ایں شد کہ ہر چیز یکہ از امور دین علماء بتامل ورویت قلبی بحجۃ شرعیہ حسن دانند عنداللہ ہم حسن است چہ حسن وقبح شرعی است نزد ہمہ اہل سنت اگرچہ نزد بعض عقل آلہ اوراست ولہٰذا **رآه المسلمون** فرمود **راٰه الناس** یا **تعامل الناس** یا **تعامل المسلمون** نفرمود وتوارث اجماعی ہم آنگاہ ہم معتبر می شود کہ خلاف تعامل صحابہ وقرون ثلثہ نباشد و**ماراٰه المسلمون** الخ ہموندم باشد کہ از اصحاب شرع دروی قولی وفعلی وتقریری واز صحاب عظام وتابعین ابرار ومجتہدین دروی چیزے بتصریح ثابت نبود، ورنہ ہرگز در **ماراٰه المسلمون** آنکہ داخل نخواہد بود واکنون استحسان عوام مسلمین چہ اجتہاد مجتہدین ہم معتبر نخواہد گردید، چنانچہ شارح منیہ گفت کہ در آیت خلاف روایت گرفتن لائق نیست ورد المحتار در باب جمعہ گفت:

أقول: كون ذلك متعارفًا لايقتضي جوازه عند الإمام القائل بحرمة الكلام ولو أمرًا بمعروف أورد سلام استدلالاً بما مرولاعبرة بالعرف الحادث إذا خالف النص؛لأن التعارف إنمايصلح دليلاً على الحل إذاكان عاما من عهد الصحابة والمجتهدين كما صرحوا به، انتهٰى. (۳)

وانچہ رد المحتار گفت:

(۱-۲) عن عبدالله بن مسعود قال: ... فمارأى المسلمون حسناً فهو عند الله حسن ومارؤا سيئاً فهو عند الله سيئ. (مسند أحمد، من مسند عبد الله بن مسعود: ۸۴/۶ (ح: ۳۶۰۰) انيس)

(۳) ردالمحتار، باب في الجمعة: ۳۷/۳، مكتبة بيروت، انيس

المتوارث لایکون مکروھا. (۱)

ہمیں متوارث است نہ مطلق توارث مسلمین وخود حال توارث جماعۃ ثانیہ درسلف صالح ازعبارت بالا دیدۂ حاجت اعادۂ ندارد ودرشرح جامع صغیر صراحۃً حکم بدعت بودن تکرار نمودہ ودر ہر قرن علماء رابرآن انکار ماندہ۔

پس صاف روشن شدکہ ایں تعامل ارواج بیش نیست وانچہ روایات شاذہ ازابو یوسفؒ وغیرہ خلاف ظاہر مذہب اند اوّلاً مفاد آنہا عدم کراہت تحری است نہ عدم تنزیہ چنانچہ گذشت، ورنہ پیش ظاہر مذہب، ہرگز قابل اعتبار نخواہند بود ومورث اجماع نمی توانند شد وتوانند کہ درزمان خود بسبب عدم فساد لابأس گفتہ باشند، اکنون آں حکم قابل تعویل نماندہ است، پس بسبب فساد اہل زمان چنانچہ درصدر رسالہ اشارہ بدان شد۔

الحاصل بایں روایت ترجیح معلوم درا ثبات جواز ہنوز کلام است ودریں جا اینہم یاد باید داشت کہ تعامل قرون ثلثہ ہمونست کہ بلانکیر دراں قرون بروعمل درآمد باشد، ورنہ اگر یک دوکس برآں عمل کردہ باشد، یا جماعتی کردہ مگر نکیر دیگران بران واردشدہ آں راتعامل گفتہ نخواہد شد وایں قاعدہ نظایر بسیار دارد ونہایت کارآمدنی است، **فاحفظ.**

قال: ودرفتاویٰ عالمگیریہ کہ درجمع آں مجمع علماء بودنوشتہ کہ!

"المسجد إذا کان له إمام معلوم وجماعة معلومة فی محله فیصلی أهله فیه بالجماعة لایباح تکرارها فیه بأذان ثانٍ أما إذا صلوا بغیر أذان یباح إجماعًا انتهٰی مع مافیه. (۲)

وفی ردالمحتار: ولو کرر أهله أی أهل مسجد محلة بدونهما أو کان مسجد طریق جاز إجماعًا. (۳)

وبعد نقل قول ظہیریہ وظاہر الروایۃ ایں عبارت نقل نمودہ:

عن أبی یوسف أنه إذا لم تکن الجماعة علٰی الهیئة الأولٰی لاتکره وإلا تکره هو الصحیح و بالعدول عن المحراب تختلف الهیئة کذا فی البزازیة وفی التاتارخانیة عن الولوالجیة وبه نأخذ. (۴)

ودرالبحر الرائق فی صفة الإمامة: ۳۶۶/۱:

ویجوز تکرار الجماعة بلا أذان وإقامة ثانیة اتفاقاً وفی بعضها إجماعًا بلا کراهة.

قال فی شرح الدر: هو الصحیح. وقد روی عن أبی یوسف لم یر بأسًا فی الصلاة مرة بعد أخری إذا لم یقم الإمام فی موضع الإمام الأول وهذا هو الذی علیه العمل فینبغی أن یکون هو المعمول.

---

(۱) ردالمحتار، باب فی الأذان: ۵۷/۲، مکتبة بیروت، انیس

(۲) الفتاویٰ الهندیة، الفصل الأول فی الجماعة: ۸۳/۱، انیس

(۳) ردالمحتار، باب فی الإمامة: ۲۸۸/۲، انیس

(۴) ردالمحتار، باب فی الإمامة: ۲۸۹/۲، انیس

وأیضًا فی ردالمحتار فی باب الأذان: نعم قد علمت أن الصحیح أنه لایکره تکرار الجماعة إذا لم تکن علی الهیئة الأولٰی، انتهٰی. (۱)

بلفظه أقول: توجیہ وتقریر ایں ہمہ روایت سابقا کردہ شد وبعد تسلیم انچہ ایں فاضل مراد داشتہ اند میگویم کہ روایت عالمگیریہ روایت شرح مجمع است وروایت ردالمحتار منقولہ از خزاین ہم روایت شرح تنویر است، پس حسب قاعدہ مسلمہ ایں فاضل متعارض متن ابن نجیم چگونہ تواند شد وظاہر روایت خلاف ایں روایات است ومعلوم شد کہ خلاف ظاہر روایت بلا تصریح صریح مقابل او فتویٰ رانمی شاید، چنانچہ از درمختار وردالمحتار بالا منقول شد وانچہ ملا علی قاری نقل کرد از بعض کتب بلا تذئیل تصحیح نقل می کند وتمام عبارت ہکذا:

وقد کره تکرار الجماعة عندنا وبه قال مالک والشافعی فی الأصح خلافًا لأحمد ثم اختلف علماء نا فکرهه بعضهم کراهة تحریمة. ففی الکافی: تکرار الجماعة لایجوز. وفی شرح المنظومة والمجمع: لایباح. وفی شرح الجامع الصغیر: بدعة، وفی بعض الکتب یجوز تکرار الجماعة بلا أذان وإقامة ثانیة اتفاقاً وفی بعضها إجماعًا بلا کراهة، انتهٰی.

پس ایں نقول پیش ظاہر روایت ورسالہ ابن نجیم چگونہ معول خواہند شد وتامل درکار است کہ عبارت علی قاری توجیہ مارا کہ سابقاً گذشت چہ قدر معاونست پیش اہل فہم حاجت تقریر نیست۔ (۲)

قوله وقد کره تکرار الجماعة عندنا. بقول خود **ثم اختلف علماء نا إلخ** چگونہ شرح می کند، فلیتأمل.

وقوله هٰذا هو الذی علیه العمل راہموں جوابست کہ در تحقیق توارث گذشت، بعدازیں باید شنید کہ بر تقریر بندہ کہ سابقاً در توجیہ ایں روایات گذشت برلفظ جاز اجماعاً ویباح اتفاقاً وروایات عالمگیریہ وخزاین وغیرہا ہیچ خدشہ نیست، مگر حسب رائے مجوزین تکرار اشکال عظیم درپیش می آید چرا کہ درصورتیکہ ظاہر روایت علماءِ ثلاثہ حنفیہ کراہت تکرار است، پس اجماعاً چہ معنیٰ دارد واگر روایتے شاذہ از ایشاں مروی بود قادح در ظاہر روایت واجماع کراہت نمی تواند شد واجماع خلف خلاف رائے صاحب مذہب چہ پیش میرود ومع ہٰذا جمہور علماء راشنیدہٗ کہ ہر روز بر تکرار جماعت نکیر شدید داشتہ اند وہمیں معنی دارد قول ردالمحتار: **وهٰذا مخالف لحکایة الإجماع المارة،** (۳) چنانکہ گذشت نہ بینی کہ در ردالمحتار چہ قدر اقوال در باب انکار منقول است واز علامہ سندی نقل کردہ **قوله مکروه اتفاقاً،** چنانکہ سابقاً نقل شد، پس معنی اجماع ندانیم کہ چہ خواہد بود واگر اجماع عامہ مسلمین مراد است۔

---

(۱) ردالمحتار، باب فی الأذان: ٦٥/٢، مکتبة بیروت، انیس

(۲) إن تکرار الجماعة فی مسجد واحد مکروه عندنا علی المعتمد. (ردالمحتار، باب فی الإمامة: ٢٥١/٣، انیس)

(۳) ردالمحتار، باب فی الإمامة: ٥٥٣/٣، انیس

پس جوابش از بحث توارث معلوم می شود، بہر حال طوریکہ مجوزین تقریری فرمانید تسدید لفظ اجماع واتفاق برایشاں واجبست باقی ماندہ قول شرح **وھو الصحیح** وروایت شرح منیہ وایں عمدہ استدلال مجوزین است پس بیانش مفصلاً گذشت، مگر چوں ایں فاضل بایں روایت ترجیح جواز دادہ اند بایں سلک ہم بیانش ضرور افتاد ومطلب ایں روایت چنانکہ ایشاں می فرمانید تسلیم کردہ شد تحریرش ایں کہ چنانکہ معلوم شد کہ تصحیح متون تصحیح التزامی ضمنی است واز ظاہر روایت عدول روانیست، مگر چوں تصحیح تصریح درروایت مقابل او باشد، چنانچہ ردالمحتار تحقیق آں کرد؛ لیکن چوں در ہر دو جانب تصحیح موجود باشد آنگاہ ترجیح ظاہر روایت را باشد۔

پس دریں صورت معلوم است کہ چنانکہ شارح منیہ ودردھوا لصحیح را بایں روایت ضم کردہ اند صاحب بحر لفظ علی المعتمد را جانب ظاہر روایت ضم می کند وتسلیم طحطاوی وردالمحتار ایں تصحیح صاحب بحر را در حکم تصحیح ایں روایت کراہۃ است از ایشاں ولفظ: **بہ نأخذ** در تاتارخانیہ اولاہنوز درخفاست واگر فرض کردہ شود کہ برعدم کراہت است **أفتٰی بعض المالکیۃ علی المذاھب الأربعۃ**، دررد المحتار بسوئے کراہۃ است ولفظ انکر صریحاً گواز الفاظ فتویٰ منقولہ کتب نیست مگر در معنی: **أفتٰی بکونہ مکروھًا منکرًا** است ولفظ فتوی بہر لفظ کہ باشد آ کد از صحیح واصح می باشد، **کذا فی ردالمحتار**.

باقیماند اینکہ گونید ایں فتوی مالکی است نہ اہل مذہب حنفی، پس بشنوید کہ معنی **أفتی بعض المالکیۃ** انیست کہ بعض مالکی ثابت کرد کہ در ہر چہار مذہب فتویٰ بر کراہت است، چراکہ مفتی مجتہد می باشد وغیر مجتہد ناقل فتویٰ است نہ مفتی۔

قال ابن الھمام: إنہ لایفتی إلاالمجتھد وقد استقر رأی الأصولیین علٰی أن المفتی ھو المجتھد فأما غیر المجتھد ممن یحفظ أقوال المجتھدین فلیس بمفتٍ فعرف أن مایکون فی زماننا من فتوٰی المجتھدین لیس بفتوی بل نقل کلام المفتی،انتھٰی. (۱)

پس معلوم شد کہ مفتی فی الحقیقۃ اہل مذہب اند وبعض مالکیہ ناقل فتویٰ اند وصاحب ردالمحتار کہ ماہر مذہب حنفیہ است بریں نقل اوتعاقب ونکیر نکردہ قبول داشت، لہٰذا ظاہر شد کہ در مذہب حنفیہ فتوےٰ بر کراہۃ ثابت است گومایانرا آں کتاب وعبارت معلوم نباشد آخر بر صحیح ومفتی بہ بودن دیگر روایات کہ جزم داریم از نقل ہمیں کتب داریم، یا آنکہ بعض مالکیہ بر مذہب خود فتویٰ دادواہل مذاہب ثلثہ بر مذاہب خود فتویٰ دادہ باشند ونسبت مالکی بجہۃ باعث بودن ایشانست بریں فتویٰ وچنانکہ ایں مفتیان بعد طبقہ مجتہدان اند ہمچناں لفظ: **ھو الصحیح وبہ نأخذ** گویندگان کہ شارح منیہ وولوالجی اند مثل ایشاں بعد طبقہ مجتہدان ہستند وچوں تصحیح طحطاوی وردالمحتار مارا تسلیم کردنست انچہ خود ایشاں تسلیم سازند مارا بالطریق اولیٰ برسر نہادن خواہد افتاد۔ الغرض دریں مسئلہ جانب کراہۃ معتمد ومفتی بہ برآمد وجانب عدم کراہۃ بزعم مجوزین مصحح وماخوذ۔

---

(۱)　فتح القدیر، کتاب أدب القاضی: ۲/۲۳۷-۲۳۸، انیس

پس اولاً ترجیح لفظ فتویٰ راست وثانیاً بظاہر الروایۃ کمامر فلیتأمل وانچہ ایں فاضل در مابعد نقل فرمودند۔

قوله: وإذا ذيلت رواية فی كتاب معتمد بالتصحيح ومثله لم يفت بمخالفه، الخ. (۲) بمراد اینکہ ظاہر روایت غیر مصحح ومذیل بلفظ فتوی است وروایت شرح منیہ مذیل، پس ایں قول شان برمحل خود نیامد چراکہ تصحیح دریں جا بہر دو جانب موجود است بلکہ تصحیح ظاہر روایت اقوی است از مقابل خود **کما لایخفٰی** وبباید کہ ایں تذئیلات وتصیحات خلاف روایت امام قابل التفات نمی شود۔

قال: در حدیثی کہ ابوداؤد وترمذی از ابی سعید خدری تخریج کردہ اندکہ!

"جاء رجل وقد صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: ألا رجل يتصدق فيصلى معه فقام رجل وصلى معه" (۳) دلالۃ است برآنکہ افضلیت در ہمراہی است، نہ در تنہائی۔

وفی شرح المنية: لاينبغی أن يعدل عن الدراية إذا وافقتها رواية، ذكره فی واجبات الصلاة فی معرض ترجيح رواية وجوب الرفع من الركوع والسجود للأول الواردة مع أنها خلاف الرواية المشهورة عن الإمام أنه سنة انتهٰى. (۱)

بلفظه أقول: بیان ایں حدیث در ماسبق گذشت کہ دریں حدیث ہرگز دلالۃ بر مسئلہ متنازعہ نیست ونہ قیاس ایں مسئلہ را بریں واقعہ تواند کرد آری اثر: **"لايصلى بعد صلاة مثلها" ببعض معانی** خود وآثار منقولہ ردالمحتار از بدائع وتشدید وتاکید جماعۃ وارد احادیث دلالۃ میدارند بریں کہ افضلیۃ؛ بلکہ ضرورت در تنہائی است نہ در ہمراہی وحسب تحقیق شرح منیہ بالضرورت تنہائی را اختیار باید کرد چراکہ موافق روایت ایں درایت می افتد، اگرچہ مشہور در عوام وعلماء وبعض کتب جواز تکرار است، فلیتأمل.

قال: وچوں امام ابو یوسف ظاہر الروایت را ترک فرمودہ فتویٰ جواز تکرار بلا اذان واقامۃ دادند وعلماء زمان سابق کابراً عن کابر مسلمش داشتند وبصحتش قائل شدند بعض کسی را مجال فتویٰ بر ظاہر روایت چگونہ خواہد ماند۔

وفی وقف البحر وغيره: متٰى كان فی المسئلة قولان مصححان جاز القضاء والإفتاء بأحدهما. (۲)

---

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، المقدمة: ۱۷۵/۱، انیس

(۳) روينا فی حديث أبی سعيد الخدری رضی الله عنه: فی الرجل الذی دخل المسجد وقد صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال ألا رجل يتصدق علٰى هٰذا فيصلى معه فقام رجل فصلٰى معه. (سنن الكبرٰى، باب فی من أعادها وإن صلاها فی جماعة: ۳۰۳/۲، انیس)

(۱) ردالمحتار فی المقدمة: ۱۷۷/۱، دار الفكر بيروت، انیس

(۲) الدر المختار مع الرد فی المقدمة: ۱۷۲/۱، انیس

وإذا ذيلت رواية فى كتاب معتمد بالصحيح و المأخوذ أوبه يفتىٰ أوعليه الفتوى لم يفت بمخالفه إلا إذا كان فى الهداية مثلا هو الصحيح فيختار الأقوىٰ عنده والأليق والأصح. (۱)

وبساست کہ باوجود ظاہر الروایت برقول صاحبین بل برقول زفر فتوے دادہ اند، انتہی ۔

بلفظه أقول: نسبۃ فتوی ایں روایت بابی یوسف کردن خیلی مستبعد است، اولاً معلوم شد کہ مذہب ابی یوسف ظاہر الروایت است وبعد بیان مذہب مجتہدین عادت مصنفین است کہ اگر روایتے شاذہ ازاں مجتہدمی یابند آنرا ہم نقل می کنند ہدایہ را باید دید کہ از امثال ایں پراست، پس ایں نقل را فتویٰ ابو یوسف فہمیدن نہایت عجب است وپیش ظاہر روایت کہ حکم متواتر دارد روایت شاذہ را مفتی بہ ایشاں گفتن چہ زیبا است، البتہ اگر لفظ **هو الصحيح** از ابو یوسف منقول بودی مضائقہ نبود کہ ابو یوسف مذہب مشہور خود را ترک فرمودہ روایت دیگر را صحیح کردہ اوند مگر ایں امر بالکل غیر مسلم است چہ در بحر ایں روایت را بلفظ **لا بأس** آوردہ و **هو الصحيح** با دمضموم نیست و در مضمرات ہم لفظ **لم ير بأساً** گفتہ وہیچ تصحیح نیست ودر برجندی بلفظ **عن أبي يوسف** ایں روایت منقول است وہیچ لفظ تصحیح بادنیست واز رسالہ علی قاری خود ایں فاضل بلفظ روی **أنه لم ير بأسًا** نقل کردہ اند وہیچک لفظ فتوی بادی نیست **وهٰذا هو الذى عليه العمل** از مصنف است نہ از امام ابو یوسف **كما لا يخفىٰ** ہمچناں شارح منیہ بعد نقل روایت از طرف خود **هو الصحيح** بادضم میکند ۔

پس نسبت آں بابی یوسف چگونہ درست خواہد بود واگر در کتابے فتوی یا تصحیح ابی یوسف منقولست اظہارش واجب ست، ورنہ لفظ: ''**لا بأس**'' و''**عن فلان**'' بعد بیان روایت مذہب آں فلاں ہرگز فتوی نمی بود **كما هو الظاهر** واگر تسلیم کنیم کہ ابی یوسف بجواز تکرار مذہب داشتند تاہم بشنوید کہ ردالمحتار گوید:

وكذا لاتخير لوكان أحدهما قول الإمام والآخر قول غيره لأنه لما تعارض التصحيحان تساقطا فرجعنا إلى الأصل الذى هو تقديم قول الإمام، بل فى شهادة الفتاوى الخيرية: المقرر عندنا أنه لايفتىٰ ولا يعمل إلا بقول الإمام الأعظم ولايعدل عنه إلىٰ قولهما أوقول أحدهما إلا لضرورة كمسئلة المزارعة وإن صرح المشايخ بأن الفتوى علىٰ قولهما لأنه صاحب المذهب والإمام المقدم ومثله فى البحر عند الكلام علىٰ أوقات الصلاة.

وفيه من كتاب القضاء: يحل الإفتاء بقول الإمام بل يجب وإن لم يعلم من أين قال؟ انتهىٰ. (۲)

---

(۱) الدر المختار مع الرد فى المقدمة: ۱۵۷/۱، انیس

(۲) ردالمحتار فى المقدمة: ۱۷۳/۱، دار الفكر بيروت/ البحر الرائق، أوقات الصلاة، باب وقت صلاة العشاء: ۲۵۹/۱، دار الكتاب الإسلامي بيروت، انیس

وایضًا صاحب البحر دررسالہ رفع الغشاء گفت:

واستفيد منه أنه لايفتىٰ ولايعمل إلا بقول أبي حنيفة ولايعدل إلىٰ قولهما إلا لموجب من ضعف دليل أوضرورة أوتعامل كماقدمناه واستفيد منه أيضًا أن بعض المشايخ وإن قال: الفتوى علىٰ قولهما، وكان دليل الإمام واضحًا ومذهبه ثابتًا لايلتفت إلىٰ فتواه ولايعمل بها وإن كان في كتاب مشهور معروف، انتهىٰ.

پس صاف روشن شد کہ اگر ایں روایت مذہب مشہور ابی یوسف ہم بودتا ہم فتوی بر مذہب امام شاید لاغیر وہر چند در کتاب مشہور مثل شرح منیہ ودرردولوالجی، مثلا: **هو الصحيح وبه نأخذ** گفتہ باشند التفات بداں نمی شاید وترک روایۃ امام روانیست، مگر یا بسبب ضعف دلیل وایں جاقوت دلیل امام نقلاً وعقلاً در یافت کہ تعامل صحابہ وتوافق حدیث است واعتماد صاحب بحر، بس است کہ از نقاد مسلم الثبوت است ویا بضرورت ومراد ضرورتیست کہ باوحرج مسلمانان بوددر ینجا ضرورت جز ایں کہ تکلیف حضور جماعۃ اولی وتاکدا واز عوام برداشتہ شود دیگر چہ خواہد بود دیا بسبب تعامل واز تعامل مراد تعامل سلف است نہ عوام، چنانچہ بالا بیانش گذشت ودریں جا تعامل ہم ترک تکرار است۔

پس دریں صورت چگونہ ترک ظاہر روایت جائز بودہ وفتوی بر غیر آں درست شد وعلماء زمان مفتی نیستند؛ بلکہ ناقل فتوی، لہٰذا ایشاں راہموں نقل باید کرد کہ اہل مذہب ومشائخ آں را معتمد کردہ اند واگر تصحیح خلاف آں یابند برآں نباید گردید وخود واضح شد کہ ترک ظاہر روایت کردہ بر مذہب صاحبین وزفر ہماں جا فتویٰ است کہ دلیل ظاہر روایت ضعف دارد یا تعامل قرون ثلثہ واجماع سلف خلاف آں بود یا حرج باشد وایں جا ہر سہ امر مدفوع اند وحال تسلیم علماء سلف از بالا معلوم شد کہ در ہر زمان از علماء جم غفیر برآں نکیر داشتہ اند، **فليتدبر.**

قال: غرض روایاتیکہ بالفاظ فتویٰ کہ **هو الصحيح وبه نأخذ وعليه الفتوىٰ وعليه المعمول وعليه المسلمون** وغیرہ مذیل باشند برروایات دیگر ترجیح دارند کسے را از فقہائے زمان گنجائش افتاء برمخالفش نخواہد بود و مارا نمی رسد کہ برفتوی علماء سابقین کہ مرجع انام اند فتوی جدید را غلبہ دادہ گویم فتویٰ اوشان قابل فتوی نماند وحال مردم زمانہ ایں است کہ ہر کسے را توفیق شمول جماعۃ اولی ندادہ اند اگر صد نماز جماعتش فوت شود گاہے ہمت شمول جماعۃ اولیٰ نخواہد ساخت وکسے را کہ غرض است اورا ہمیں قدر کافی است کہ جماعۃ ثانیہ مثل اول نیست در ثواب حتیٰ کہ بکراہیتش نیز قائل نشدہ اند وجائز داشتن جمعہ در شہر در مساجد متعددہ ہم مؤید ایں معنی می تواند شد۔ **والله أعلم وعلمه أحكم و أقوم،** انتهىٰ.

بلفظهٖ أقول: وجہ تائید انچہ درفہم احقر آمدہ اینکہ جمعہ جامع جماعات است واصل در جمعہ عدم تعدد است ومعہذا بر جواز تعدد دریک شہر فتویٰ دادہ اند، پس جامع مسجد مشابہ مسجد محلّہ شد وتمام شہر مشابہ محلّہ وچنانکہ روز جمعہ فقط در جامع مسجد اقامۃ جمعہ اولی است واگر در مساجد متعددہ سازند ہم جائز است ہمچناں اہل محلّہ را باید کہ در جماعۃ اولیٰ حاضر باشند واگر حاضر نشدند وتکرار جماعۃ

کردند باختلاف ہیئۃ اولیٰ روا باشد۔ پس گویم در مقیس علیہ و مقیس فرق بین است چرا کہ مسجد محلّہ کہ مقیس است حکما یک مکانست۔ چنانچہ اثر وحدتش در احکام سجدۂ تلاوت و اتصال صفوف بیداست و مقیس علیہ جامع مسجد و مساجد دیگر حکما مکانات متعددہ اند پس قیاس ار بر تعدد چگونہ درست آید، البتہ ایں تائید آنگاہ درست بودی کہ مجموعہ مساجد در باب جمعہ حکما یک مکان شدندے تا اگر جامع مسجد کہ مشابہ محراب است نماز جمعہ نخواند و بجائے دیگر کہ مساجد دیگر است خواند در جمعہ درست است۔ در تکرار ہم اگر محراب گذاشتہ بجائے دیگر خواند جائز گردد مگر چناں نیست؛ بلکہ مساجد دیگر در صورت مسئلہ جمعہ در حکم مکانات و بیوت اند نہ قطعات و اجزاء مسجد جامع، پس قیاس مع الفارس شد آرے جامع مسجد حکما یک مکانست اگر تعدد جمعہ دریں یک مسجد جامع در روایتے جائز باشد لاریب تائید مسلم است ورنہ اقامۃ جمعہ در مسجد دیگر بآں ماند کہ فاقد جماعۃ اولیٰ مسجد محلّہ بخانۂ خود یا اہل خود جماعۃ کند و در کتب فقہ مصرح شد کہ ایں جماعۃ بخانہ مکروہ نیست کذا فی فتح القدیر وغیرہ مگر در مسجد محلّہ تکرار جماعۃ نکند چنانکہ فاقد جمعہ جامع مسجد در جامع مسجد تکرار جمعہ نہ کند، البتہ در مسجد دیگر رفتہ شریک اہل مسجد دیگر گردد۔

وقال في فتح القدير: وإذا فاتته لايجب عليه الطلب في المساجد بلا خوف بين أصحابنابل إن أتى مسجدًا آخر للجماعة فحسن وإن صلى في مسجد حية منفردًا فحسن. (۱)

وذكر القدوري: يجمع بأهله ويصلي بهم؛ يعني وينال به فضيلة الجماعة، انتهٰى، وهٰكذا في فتاویٰ قاضي خان وشرح المنية. (۲)

وجواز تعداد جمعہ باآنکہ ظاہر روایت عدم تعدد است بسبب قوۃ دلیل جواز تعدد است و حرج مسلمین در عدم تعدد چنانچہ در فتح وغیرہ مصرح شد و ترک ظاہر روایت بسبب قوت دلیل روایت مقابلہ در حرج و ضرورت مسلم الثبوت است خلاف مسئلہ تکرار جماعۃ کہ قوت دلیل او پیداست و عدم حرج و ضرورت دریں جا ہویدا، پس ایں را ازاں چگونہ تائید آید البتہ در مشروعیۃ صلوۃ خوف تائید کراہۃ تکرار جماعۃ ظاہر و بین است، فليفهم.

الغرض چوں کراہۃ معتمد و محقق شد اگرچہ تنزیہ باشد، لاریب ترک تکرار اولیٰ خواہد بود و تنہائی افضل و چوں نباشد کہ تعامل صحابہ کرام انفراد بود و اگر جماعۃ ثانیہ اولیٰ بودی از ایشاں یکسر چگونہ متروک شدے و ظاہر روایت ہم انفراد را افضل گفت و از ائمہ ثلثہ انفراد منقول شد؛ بلکہ از ترمذی بلفظ: ''لا بأس'' اولویۃ انفراد نزد امام احمد ہم ثابت می شود ہمہ روایات کراہت تکرار داعی افضلیۃ انفراد ہستند، چرا کہ مکروہ نیست، مگر آنکہ ترک او افضل باشد و ایں ادنیٰ حال مکروہ است و اگر با وصف کراہت ہم فعل او اولیٰ است، پس ایں قلب موضوع شرع شریف گردید و از مکروہ بمستحب منقلب گشت

---

(۱) فتح القدير باب في الإمامة: ۲۹۰/۱، انیس

(۲) كـذا في درر الحكام شرح غرر الحكام، صفة الإمامة: ۸٤/۱، دار إحياء الكتب العربية/ والبحر الرائق، باب الإمامة: ۳٦۷/۱، دار الكتاب الإسلامي بيروت، انیس

ولا یخفٰی ما فیه، فافهم. اکنون بفضلہ تعالیٰ بایں مسلک ترجیح ہم محقق شد کہ راجح کراہۃ تکرار است واہل مذہب وجماہیر ملاء ومشائخ کرام کراہت را اصح ومعتمد ساختہ اند۔

پس فقہاء زمان را لائق است کہ ظاہر روایت مفتی بہا را ترک نسازند وبروایت غیر مشہورہ فتویٰ ندہند وحال بنی نوع انسان از قدیم ہمیں است کہ موفق را اشارہ بس است وغیر موفق را ہزار بار گفتن ہم کافی نیست، ابوجہل را از فخر عالم صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ ہدایت نشد، مگر علما را نمی زیبد کہ عوام را کاہل بنداشتہ روایات از و یاد ستی ارشاد فرمانید وبرتوفیق ازلی حوالہ فرمودہ خود از امر ونہی فارغ نشینند ومع ہذا بتجربہ دریافت ایم کہ گفتہ را اثرے بسیار است، از انکہ در فطرت ایشاں قابلیتی نہادہ اند، بر ہر چہ آرند قبول شان می گردد، پس علماء را لازم است کہ ہمۃ ایشاں چست فرمایند، نہ ارشاد پست ہمتے۔

وماعلينا إلا البلاغ المبين والله يهدى من يشاء إلى صراط مستقيم

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين وصلى الله تعالىٰ علىٰ سيدنا محمد سيد الأنبياء والمرسلين وعلىٰ اٰله وصحبه أجمعين وعلىٰ من تبعهم إلىٰ يوم الدين. فقط (تالیفات رشیدیہ: ۲۹۷-۲۵۱)

اردو کتب فتاویٰ

نمبر شمار	کتب فتاویٰ	مفتیان کرام	مطبع
(۱)	فتاویٰ عزیزی	حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	ایم ایچ سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی
(۲)	فتاویٰ رشیدیہ	حضرت مولانا رشید احمد بن ہدایت احمد بن قاضی پیر بخش گنگوہی	محمد اسحاق صدیقی اینڈ سنز، تاجران کتب، ومالکان کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند، سہارنپور، انڈیا
(۳)	تالیفات رشیدیہ	حضرت مولانا رشید احمد بن ہدایت احمد بن قاضی پیر بخش گنگوہی	مکتبۃ الحق ماڈرن ڈیری، جوگیشوری، ممبئی ۱۰۲
(۴)	باقیات فتاویٰ رشیدیہ	حضرت مولانا رشید احمد بن ہدایت احمد بن قاضی پیر بخش گنگوہی	حضرت مفتی الٰہی بخش اکیڈمی کاندھلہ ضلع پر بدھ نگر (مظفرنگر) یوپی، انڈیا
(۵)	عزیز الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی ابن فضل الرحمٰن عثمانی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۶)	فتاویٰ دارالعلوم دیوبند	حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی ابن فضل الرحمٰن عثمانی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۷)	امداد الفتاویٰ	حضرت مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۸)	الحیلۃ الناجزۃ	حضرت مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	مکتبہ رضی دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۹)	امداد الاحکام	حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی بن لطیف احمد / مولانا عبدالکریم گمتھلوی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۱۰)	آلات جدیدہ کے شرعی احکام	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی بن محمد یاسین عثمانی	مکتبہ تفسیر القرآن، نزد چھتہ مسجد، دیوبند، یوپی
(۱۱)	جواہر الفقہ	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی بن محمد یاسین عثمانی	مکتبہ تفسیر القرآن، نزد چھتہ مسجد، دیوبند، یوپی
(۱۲)	امداد المفتیین	حضرت مفتی محمد شفیع دیوبندی بن محمد یاسین عثمانیؒ	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۱۳)	مجموعۂ فتاویٰ عبدالحیٔ	ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	مکتبہ تھانوی، دیوبند، یوپی، انڈیا
(۱۴)	فتاویٰ مظاہر علوم	ابوابراہیم خلیل احمد بن مجید علی انبھٹوی محدث سہارنپوریؒ	شعبۂ نشرواشاعت مظاہر علوم سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۱۵)	فتاویٰ محمودیہ	حضرت مولانا مفتی محمود حسن بن حامد حسن گنگوہی	مکتبہ شیخ الاسلام دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۱۶)	فتاویٰ امارت شرعیہ	حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد بن مولوی حسین بخش ودیگر مفتیان	شعبۂ نشرواشاعت امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ
(۱۷)	کفایت المفتی	حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی بن شیخ عنایت اللہ	حفیظ الرحمٰن واصف، کوہ نور پریس، دہلی، انڈیا
(۱۸)	فتاویٰ باقیات صالحات	حضرت مولانا شاہ عبدالوہاب قادری ویلوری بن عبدالقادر	جامعہ باقیات صالحات، ویلور، بنگلور، انڈیا
(۱۹)	فتاویٰ احیاء العلوم	حضرت مولانا مفتی محمد یٰسین مبارکپوری بن عبدالسبحان	جامعہ احیاء العلوم، مبارکپور، یوپی، انڈیا
(۲۰)	منتخبات نظام الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی نظام الدین اعظمی	ایفا پبلیکیشن، جوگابائی، نئی دہلی، انڈیا

(۲۱) نظام الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی نظام الدین اعظمی	ایفا پبلیکیشن، جوگا بائی، نئی دہلی، انڈیا
(۲۲) خیر الفتاویٰ	حضرت مولانا خیر محمد جالندھری	مکتبہ الحق ماڈرن ڈیری، جوگیشوری، ممبئی ۱۰۲
(۲۳) فتاویٰ شیخ الاسلام	شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی بن سید حبیب اللہ	مکتبہ شیخ الاسلام، دیوبند، یوپی، انڈیا
(۲۴) فتاویٰ حقانیہ	حضرت مولانا عبد الحق بن حاجی معروف گل پاکستانی	دکن ٹریڈرس بک سیلر اینڈ پبلیشر ز، نزد واٹر ٹینک مغل پورہ، حیدر آباد
(۲۵) احسن الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی رشید احمد بن مولانا محمد سلیم پاکستانی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۲۶) فتاویٰ عثمانی	حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی بن محمد شفیع دیوبندی	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، سہارنپور، یوپی، اندیا
(۲۷) فتاویٰ قاضی	قاضی القضاۃ حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی	ایفا پبلیکیشن، جوگا بائی، نئی دہلی، انڈیا
(۲۸) فتاویٰ رحیمیہ	حضرت مولانا مفتی عبد الرحیم صاحب لاجپوریؒ	مکتبہ رحیمیہ منشی اسٹریٹ راندیر، سورت گجرات
(۲۹) کتاب الفتاویٰ	مولانا مفتی خالد سیف اللہ رحمانی صاحب	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، سہارنپور، یوپی، اندیا
(۳۰) محمود الفتاویٰ	مولانا مفتی احمد خانپوری صاحب	مکتبہ نور، محمود نگر، متصل جامعہ، ڈابھیل
(۳۱) حبیب الفتاویٰ	مولانا مفتی حبیب اللہ قاسمی صاحب	سمیع پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹیڈ، دریا گنج، نئی دہلی
(۳۲) فتاویٰ فرنگی محل	حضرت مولانا محمد عبد القادر صاحب فرنگی محلی	مطبع نامی نخاس، لکھنؤ، یوپی، انڈیا
(۳۳) فتاویٰ ندوۃ العلماء	حضرت مولانا مفتی محمد ظہور ندوی صاحب	مجلس صحافت ونشریات، ندوۃ العلماء مارگ، پوسٹ باکس نمبر ۹۳ لکھنؤ، انڈیا
(۳۴) فتاویٰ بینات	مفتیان جامعہ علوم اسلامیہ، بنوری ٹاؤن، پاکستان	مکتبہ بینات، جامعۃ العلوم الاسلامیۃ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی، پاکستان
(۳۵) فتاویٰ فریدیہ	مولانا مفتی محمد فرید صاحب پاکستانی	مولانا حافظ حسین احمد صدیقی نقشبندی مہتمم دار العلوم صدیقیہ زروبی ضلع صوابی، پاکستان
(۳۶) فتاویٰ مفتی محمود	مولانا مفتی محمود صاحب پاکستانی	جمعیت پبلیکیشنز وحدت روڈ، لاہور، پاکستان
(۳۷) آپ کے مسائل اوران کا حل	حضرت مولانا محمد یوسف بن چودھری اللہ بخش لدھیانوی	مکتبہ لدھیانوی ایم اے جناح روڈ، کراچی، پاکستان
(۳۸) مرغوب الفتاویٰ	مولانا مفتی مرغوب الرحمٰن صاحب لاجپوری	جامعۃ القرأت کفلیتہ، مولانا عبد الحیٔ نگر، سورت، گجرات
(۳۹) فتاویٰ دار العلوم زکریا	مولانا مفتی رضاء الحق صاحب، افریقہ	ایجوکیشنل پبلیشنگ ہاؤس، دہلی-۶، انڈیا
(۴۰) فتاویٰ شاکر خان	مولانا مفتی محمد شاکر خان صاحب پونہ، انڈیا	مدرسہ بیت العلوم کونڈوا، خردسروے نمبر ۱۴۲، شوکا میوز کے پیچھے، پونہ ۴۸، انڈیا
(۴۱) فتاویٰ ریاض العلوم	مفتیان کرام مدرسہ عربیہ ریاض العلوم، گورینی، جونپور	مدرسہ عربیہ ریاض العلوم، چوکیہ گورینی، جونپور (یوپی)
(۴۲) فتاویٰ بسم اللہ	حضرت مولانا اسماعیل بن محمد بسم اللہ	جامعۃ القرءات، مولانا عبد الحیٔ نگر، کفلیتہ، سورت گجرات
(۴۳) فتاویٰ یوسفیہ	مولانا مفتی محمد یوسف صاحب تاؤلوی	مکتبہ فقیہ الامت دیوبند

مصادر و مراجع

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
		﴿قرآن (مع تفاسیر وعلوم قرآن)﴾	
(۱)	القرآن الکریم	کتاب اللہ	وحی الٰہی
(۲)	جامع البیان فی تاویل القرآن	ابو جعفر الطبری، محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الآملی	۳۱۰ھ
(۳)	احکام القرآن	ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامۃ بن عبدالملک بن سلمۃ الازدی الحجری المصری الطحاوی	۳۲۱ھ
(۴)	احکام القرآن	ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی	۳۷۰ھ
(۵)	التفسیر الکبیر (مفاتیح الغیب)	أبو عبداللہ، محمد بن عمر بن الحسن بن الحسین التیمی الرازی، فخر الدین الرازی	۶۰۶ھ
(۶)	انوار التنزیل واسرار التاویل (تفسیر بیضاوی)	ناصر الدین ابو سعید عبداللہ بن عمر بن محمد الشیرازی البیضاوی	۶۸۵ھ
(۷)	تفسیر القرآن العظیم	ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی البصری ثم الدمشقی	۷۷۴ھ
(۸)	تفسیر الجلالین	جلال الدین محمد بن احمد المحلی	۸۶۴ھ
		جلال الدین ابو الفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۹)	الإتقان فی علوم القرآن	جلال الدین سیوطی، عبدالرحمٰن بن ابوبکر	۹۱۱ھ
(۱۰)	تفسیر مظہری	قاضی محمد ثناء اللہ مظہری پانی پتی	۱۲۲۵ھ
(۱۱)	فتح القدیر	محمد بن علی بن محمد بن عبداللہ الشوکانی	۱۲۵۰ھ
(۱۲)	روح المعانی	محمود بن عبداللہ شہاب الدین ابو الثناء الحسینی الآلوسی	۱۲۷۰ھ
		﴿عقائد (مع شروحات)﴾	
(۱۳)	فقہ اکبر	ابو حنیفہ، نعمان بن ثابت بن زوطی بن ہرمز	۱۵۰ھ

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف،مؤلف	سن وفات
(۱۴)	العقیدۃ الطحاویۃ	ابوجعفراحمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی	۳۲۱ھ
(۱۵)	المسائرۃ	ابن ہمام کمال الدین محمد بن عبدالواحد بن عبدالحمید الحنفی	۸۶۱ھ
	المسامرۃ شرح المسایرۃ	کمال الدین بن ابی شریف، محمد بن محمد الشافعی	۹۰۶ھ
(۱۶)	شرح فقہ اکبر	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ
(۱۷)	منح الروض الأزہر فی شرح فقہ أکبر	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ

﴿متون واطراف واجزاء حدیث﴾

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف،مؤلف	سن وفات
(۱۸)	مسند ابوحنیفہ بروایۃ الحصکفی وابی نعیم	امام اعظم ابوحنیفہ،نعمان بن ثابت بن زوطی بن ہرمز	۱۵۰ھ
(۱۹)	جامع معمر بن راشد	ابوعروۃ البصری معمر بن أبی عمرو راشد الأزدی	۱۵۳ھ
(۲۰)	موطأ امام مالک	امام دارالہجرہ، مالک بن انس بن مالک بن عامر الاصبحی المدنی	۱۷۹ھ
(۲۱)	کتاب الآثار بروایۃ أبی یوسف	ابویوسف القاضی، یعقوب بن ابراہیم بن حبیب بن سعد بن حبتۃ انصاری	۱۸۲ھ
(۲۲)	الزھد والرقائق لابن المبارک	ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن المبارک بن واضح الحنظلی الترکی ثم المروزی	۱۸۱ھ
(۲۳)	کتاب الأثار بروایۃ امام محمد	ابوعبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۲۴)	موطأ امام مالک رموطأ امام محمد	ابوعبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۲۵)	الجامع لابن وھب	ابومحمد عبداللہ بن وھب بن مسلم المصری القرشی	۱۹۷ھ
(۲۶)	مسند الشافعی بترتیب السندی السنن الماثورۃ بروایۃ المزنی	امام شافعی ابوعبداللہ محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع بن عبدالمطلب بن عبدمناف الشافعی القرشی المکی	۲۰۴ھ
(۲۷)	مسند ابوداؤد الطیالسی	ابوداؤد سلیمان بن داؤد بن الجارود الطیالسی البصری	۲۰۴ھ
(۲۸)	مصنف عبدالرزاق صنعانی	عبدالرزاق بن ہمام بن نافع الصنعانی	۲۱۱ھ
(۲۹)	مسند الحمیدی	ابوبکر عبداللہ بن الزبیر بن عیسیٰ بن عبیداللہ القرشی الأسدی الحمیدی المکی	۲۱۹ھ
(۳۰)	الصلوٰۃ	ابونعیم الفضل بن عمرو بن حماد بن زہیر بن درہم القرشی المروف بابن دکین	۲۱۹ھ
(۳۱)	مسند ابن الجعد	علی بن الجعد بن عبید الجوھری البغدادی	۲۳۰ھ
(۳۲)	مصنف ابن ابی شیبہ رمسند ابن ابی شیبہ	حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ ابراہیم بن عثمان بن خورستی	۲۳۵ھ
(۳۳)	مسند اسحاق بن راھویہ	ابویعقوب اسحاق بن ابراہیم بن محمد بن ابراہیم الحنظلی المروزی، ابن راھویہ	۲۳۸ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۳۴)	مسند امام احمد	امام احمد، ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی الذهلی	۲۴۱ھ
(۳۵)	فضائل الصحابۃ	امام احمد، ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی الذهلی	۲۴۱ھ
(۳۶)	المنتخب من مسند عبد بن حمید	ابومحمد عبدالحمید بن نصر الکسی	۲۴۹ھ
(۳۷)	صحیح البخاری	ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ الجعفی البخاری	۲۵۶ھ
(۳۸)	الادب المفرد	ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ الجعفی البخاری	۲۵۶ھ
(۳۹)	صحیح مسلم	ابوالحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیر ی بن دردین النیشافوری	۲۶۱ھ
(۴۰)	أخبار مکۃ فی قدیم الدھر وحدیثہ	ابوعبداللہ محمد بن اسحاق بن العباس المکی الفاکھی	۲۷۲ھ
(۴۱)	سنن ابن ماجہ	حافظ ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ الربعی القزوینی، ابن ماجہ	۲۷۳ھ
(۴۲)	سنن ابوداؤد	ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو الازدی السجستانی	۲۷۵ھ
(۴۳)	سنن الترمذی	ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی	۲۷۹ھ
(۴۴)	شمائل الترمذی	ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی	۲۷۹ھ
(۴۵)	مسند الحارث	ابومحمد الحارث بن محمد بن داھر التمیمی البغدادی الخطیب المعروف بابن ابی اسامہ	۲۸۲ھ
(۴۶)	البدع	ابوعبداللہ محمد بن وضاح بن بزیع المروانی القرطبی	۲۸۶ھ
(۴۷)	الآحاد والمثانی	ابوبکر بن أبی عاصم، احمد بن عمرو بن الضحاک بن مخلد الشیبانی	۲۸۷ھ
(۴۸)	السنۃ	ابوبکر بن أبی عاصم، احمد بن عمرو بن الضحاک بن مخلد الشیبانی	۲۸۷ھ
(۴۹)	البحر الزخار المعروف بمسند البزار	ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق بن خلاد بن عبیداللہ العتکی، البزار	۲۹۲ھ
(۵۰)	تعظیم قدر الصلاۃ	ابوعبداللہ محمد بن نصر بن الحجاج المروزی	۲۹۴ھ
(۵۱)	مختصر قیام اللیل وقیام رمضان وکتاب الوتر	ابوعبداللہ محمد بن نصر بن الحجاج المروزی	۲۹۴ھ
(۵۲)	القدر	ابوبکر جعفر بن محمد بن الحسن بن المستفاض الفریابی	۳۰۱ھ
(۵۳)	سنن النسائی	احمد بن شعیب بن علی بن سنان النسائی	۳۰۳ھ
(۵۴)	عمل الیوم واللیلۃ	احمد بن شعیب بن علی بن سنان النسائی	۳۰۳ھ
(۵۵)	المسند	حافظ ابویعلی احمد بن علی الموصلی	۳۰۷ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۵۶)	المنتقی	ابن الجارود ابومحمد عبداللہ بن علی النیشا پوری	۳۰۷ھ
(۵۷)	مسند الرویانی	ابوبکر محمد بن ہارون الرویانی	۳۰۷ھ
(۵۸)	الکنی والأسماء	ابوبشر محمد بن احمد بن حماد بن سعید بن مسلم الانصاری الدولابی الرازی	۳۱۰ھ
(۵۹)	صحیح ابن خزیمۃ	محمد بن اسحٰق بن المغیرۃ بن صالح بن بکر السلمی النیسا فوری الشافعی	۳۱۱ھ
(۶۰)	التوحید	محمد بن اسحٰق بن المغیرۃ بن صالح بن بکر السلمی النیسا فوری الشافعی	۳۱۱ھ
(۶۱)	السنۃ لابن ابی بکر بن الخلال	ابوبکر احمد بن محمد بن ہارون بن یزید الخلال البغدادی الحنبلی	۳۱۱ھ
(۶۲)	مسند السراج / حدیث السراج	ابوالعباس محمد بن اسحاق بن ابراہیم بن مہران الخراسانی النیسابوری	۳۱۳ھ
(۶۳)	مستخرج ابوعوانہ	ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم النیسابوری الاسفرائنی	۳۱۶ھ
(۶۴)	شرح معانی الآثار	ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی	۳۲۱ھ
(۶۵)	شرح مشکل الآثار	ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی	۳۲۱ھ
(۶۶)	مکارم الأخلاق / مساوی ءالاخلاق	ابوبکر محمد بن جعفر بن محمد بن سہل بن شاکر الخرائطی السامری	۳۲۷ھ
(۶۷)	مسند الشاشی	ابوسعید الہیثم بن کلیب بن سریج بن معقل الشاشی البنکثی	۳۳۵ھ
(۶۸)	معجم ابن الأعرابی	ابوسعید بن الأعرابی احمد بن محمد بن زیاد بن بشر بن درھم البصری الصوفی	۳۴۰ھ
(۶۹)	صحیح ابن حبان	ابوحاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان بن معاذ التمیمی الدارمی البستی	۳۵۴ھ
(۷۰)	المعجم الأوسط / المعجم الکبیر	سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطر ابوالقاسم الطبرانی	۳۶۰ھ
(۷۱)	الدعاء	سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطر ابوالقاسم الطبرانی	۳۶۰ھ
(۷۲)	مسند الشامیین	سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطر ابوالقاسم الطبرانی	۳۶۰ھ
(۷۳)	عمل الیوم واللیلۃ	ابن السنی، احمد بن محمد بن اسحاق بن ابراہیم بن اسباط بن عبداللہ	۳۶۴ھ
(۷۴)	سنن الدارقطنی	ابوالحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی بن مسعود البغدادی الدارقطنی	۳۸۵ھ
(۷۵)	الترغیب فی فضائل الاعمال وثواب ذلک	ابن شاہین، ابوحفص عمر بن احمد بن عثمان بن احمد بن محمد بن ایوب بن ازداد البغدادی	۳۸۵ھ
(۷۶)	شرح مذاھب أھل السنۃ	ابن شاہین، ابوحفص عمر بن احمد بن عثمان بن احمد بن محمد بن ایوب بن ازداد البغدادی	۳۸۵ھ
(۷۷)	الإبانۃ الکبریٰ	ابوعبداللہ عبیداللہ بن محمد بن محمد بن حمدان العکبری المعروف بابن بطۃ	۳۸۷ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف،مؤلف	سن وفات
(۷۸)	معالم السنن	ابوسلیمان حمد بن محمد بن ابراھیم بن الخطاب البستی المعروف بالخطابی	۳۸۸ھ
(۷۹)	المستدرک علی الصحیحین	محمد بن عبداللہ بن حمدویہ الحاکم النیسا فوری	۴۰۵ھ
(۸۰)	الإیمان	ابوعبداللہ محمد بن اسحاق بن محمد بن یحی بن مندہ العبدی	۳۹۵ھ
(۸۱)	شرح أصول اعتقاد أھل السنۃ والجماعۃ	ابوالقاسم ھبۃ اللہ بن الحسن بن منصور الطبر ی الرازی اللالکائی	۴۱۸ھ
(۸۲)	حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء	ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران أصفہانی	۴۳۰ھ
(۸۳)	المسند المستخر ج علی صحیح مسلم	ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران أصفہانی	۴۳۰ھ
(۸۴)	امالی	ابوالقاسم عبدالملک بن محمد بن عبداللہ بن بشران بن محمد بن بشران بن مھران البغدادی	۴۳۰ھ
(۸۵)	مسند الشھاب	ابوعبداللہ محمد بن سلامۃ بن جعفر بن علی بن حکمون القضاعی المصر ی	۴۵۴ھ
(۸۶)	السنن الکبریٰ رالسنن الصغیر	ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیہقی	۴۵۸ھ
(۸۷)	شعب الإیمان	ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیہقی	۴۵۸ھ
(۸۸)	معرفۃ السنن والآثار	ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیہقی	۴۵۸ھ
(۸۹)	الدعوات الکبیر	ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیہقی	۴۵۸ھ
(۹۰)	المدخل إلی السنن الکبریٰ	ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیہقی	۴۵۸ھ
(۹۱)	جامع بیان العلم وفضلہ	ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر بن عاصم النمر ی القرطبی	۴۶۳ھ
(۹۲)	تفسیر غریب مافی الصحیحین	محمد بن فتوح بن عبداللہ بن فتوح بن حمید الازدی المیورقی الحمیدی	۴۸۸
(۹۳)	الفردوس بمأثور الخطاب	ابوشجاع، شیرویہ بن شھر دار بن شیرویہ بن فناخسر والدیلمی الھمدانی	۵۰۹ھ
(۹۴)	شرح السنۃ	محی الدین ابومحمد الحسین بن مسعود بن محمد بن الفراء البغوی الشافعی	۵۱۶ھ
(۹۵)	سنن الدارمی	عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن الفضل بن بہرام التمیمی السمرقندی الدارمی	۵۵۲ھ
(۹۶)	المعجم	ابوالقاسم علی بن الحسن بن ھبۃ اللہ المعروف بابن عساکر	۵۷۱ھ
(۹۷)	کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال	علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین الھندی	۵۷۹ھ
(۹۸)	جامع الأصول فی أحادیث الرسول	مجد الدین ابوالسعادات المبارک بن محمد بن محمد بن عبدالکریم الشیبانی الجزری ابن الاثیر	۶۰۶ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۹۹)	مشکوٰۃ المصابیح	ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزی	۷۲۰ھ
(۱۰۰)	منہاج السنۃ	تقی الدین ابوالعباس احمد بن عبدالحلیم بن تیمیہ الجرانی الحنبلی الدمشقی	۷۲۸ھ
(۱۰۱)	الجوھر النقی	علاء الدین علی بن عثمان بن ابراہیم بن مصطفیٰ الماردینی ابن الترکمانی	۷۵۰
(۱۰۲)	جامع المسانید والسنن الھادی لأقوم السنن	ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی	۷۷۴ھ
(۱۰۳)	نصب الرایۃ فی تخریج أحادیث الہدایۃ	جمال الدین ابومحمد عبداللہ بن یوسف بن محمد الزیلعی	۷۶۲ھ
(۱۰۴)	البدر المنیر مختصر تلخیص الذھبی	ابن الملقن سراج الدین ابوحفص عمر بن علی بن احمد الشافعی المصری	۸۰۴ھ
(۱۰۵)	تخریج أحادیث إحیاء علوم الدین	عبدالرحیم بن الحسین بن عبدالرحمٰن الحافظ العراقی	۸۰۶ھ
		تاج الدین ابونصر عبدالوھاب ابن تقی الدین السبکی	۷۷۱ھ
		السید محمد مرتضی الزبیدی	۱۲۰۵ھ
(۱۰۶)	مجمع الزوائد ومنبع الفوائد	نورالدین محمد بن ابوبکر بن سلیمان الہیثمی	۸۰۷ھ
(۱۰۷)	موارد الظمآن إلی زوائد ابن حبان	ابوالحسن نورالدین علی بن أبی بکر بن سلیمان الھیثمی	۸۰۷ھ
(۱۰۷)	الدرایۃ فی تخریج احادیث الھدایۃ	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۰۸)	التلخیص الحبیر	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۰۹)	المقاصد الحسنۃ	محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد شمس الدین السخاوی	۹۰۲ھ
(۱۱۰)	الجامع الصغیر	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۱۱)	تنویر الحوالک شرح موطأ الامام مالک	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۱۲)	جمع الفوائد من جامع الأصول ومجمع الزوائد	العلامۃ محمد بن محمد سلیمان المغربی	۱۰۹۴ھ
(۱۱۳)	آثار السنن	محمد بن علی الشہیر بظہیر احسن النیموی البہاری الحنفی	۱۳۲۲ھ
(۱۱۴)	اعلاء السنن	مولانا ظفر احمد بن محمد لطیف عثمانی تھانوی	۱۳۹۴ھ

﴿شروح وعلل حدیث﴾

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۱۵)	شرح صحیح البخاری	ابن بطال ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک	۴۴۹ھ
(۱۱۶)	النووی شرح مسلم	محی الدین ابوزکریا یحیٰ بن شرف النووی الشافعی الدمشقی	۶۷۶ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۱۷)	احکام الاحکام شرح عمدۃ الاحکام	تقی الدین ابوالفتح الشہیر بابن دقیق العید	۷۰۲ھ
(۱۱۸)	المفاتیح شرح المصابیح	الحسین بن محمد بن الحسن مظہر الدین الزیدانی الکوفی الضریر الشیرازی الحنفی	۷۲۷ھ
(۱۱۹)	الکاشف عن حقائق السنن شرح الطیبی	شرف الدین حسین بن عبداللہ بن محمد الحسن الطیبی	۷۴۳ھ
(۱۲۰)	فتح الباری	زین الدین عبدالرحمٰن بن احمد بن رجب بن الحسن السلامی البغدادی ثم الدمشقی الحنبلی	۷۹۵ھ
(۱۲۱)	فتح الباری شرح صحیح البخاری	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۲۲)	شرح المصابیح	محمد بن عزالدین عبداللطیف بن عبدالعزیز بن امین الدین بن فرشتا الرومی الکرمانی الحنفی المشھور بابن ملک	۸۵۴ھ
(۱۲۳)	عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری	بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی	۸۵۵ھ
(۱۲۴)	شرح سنن أبي داؤد	بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی	۸۵۵ھ
(۱۲۵)	قوت المغتذی شرح جامع الترمذی	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۲۶)	مصباح الزجاجۃ شرح سنن ابن ماجۃ	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۲۷)	ارشاد الساری شرح البخاری	احمد بن محمد بن ابوبکر بن عبدالملک القسطلانی المصری	۹۲۳ھ
(۱۲۸)	مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ
(۱۲۹)	جمع الوسائل فی شرح الشمائل	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ
(۱۳۰)	فیض القدیر شرح الجامع الصغیر	زین الدین محمد عبدالرؤوف بن تاج العارفین بن علی بن زین العابدین المناوی	۱۰۳۱ھ
(۱۳۱)	اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ المصابیح	مولانا عبدالحق محدث دہلوی (عبدالحق بن سیف الدین بن سعد اللہ البخاری الدہلوی الحنفی)	۱۰۵۲ھ
(۱۳۲)	حاشیۃ السندی علی سنن ابن ماجۃ	ابوالحسن نورالدین السندی محمد بن عبدالھادی التتوی	۱۱۳۸ھ
(۱۳۳)	شرح مسند الشافعی	ابوالحسن نورالدین السندی محمد بن عبدالھادی التتوی	۱۱۳۸ھ
(۱۳۴)	کشف الخفاء	اسماعیل بن محمد بن عبدالہادی بن عبدالغنی العجلونی الدمشقی الشافعی	۱۱۶۲ھ
(۱۳۵)	سبل السلام شرح بلوغ المرام	محمد بن اسماعیل بن صلاح بن محمد الحسن امیر یمانی	۱۱۸۲ھ

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۳۶)	نیل الأوطار	محمد بن علی بن محمد بن عبداللہ الشوکانی	۱۲۵۰ھ
(۱۳۷)	مظاہر حق	نواب قطب الدین دہلوی	۱۲۸۹ھ
(۱۳۸)	بذل المجہود فی حل أبی داؤد	المحدث خلیل احمد السہارنفوری	۱۲۹۷ھ
(۱۳۹)	التعلیق الممجد علی موطا الإمام محمد	ابوالحسنات محمد عبدالحئ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۱۴۰)	حاشیہ حصن حصین	ابوالحسنات محمد عبدالحئ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۱۴۱)	التعلیق الحسن علی آثار السنن	محمد بن علی الشہیر بظہیر احسن النیموی البہاری الحنفی	۱۳۲۲ھ
(۱۴۲)	لامع الدراری علی صحیح البخاری	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی	۱۳۲۳ھ
(۱۴۳)	الکوکب الدری علی جامع الترمذی	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی	۱۳۲۳ھ
(۱۴۴)	عون المعبود فی شرح سنن أبی داؤد	ابوالطیب محمد شمس الحق بن أمیر علی بن مقصود علی الصدیقی العظیم آبادی	۱۳۲۹ھ
(۱۴۵)	المنہل العذب المورود شرح أبی داؤد	محمود محمد خطاب السبکی	
(۱۴۶)	العرف الشذی شرح سنن الترمذی	علامہ محمد انور شاہ بن معظم شاہ حسینی کشمیری	۱۳۵۲ھ
(۱۴۷)	فیض الباری شرح البخاری	علامہ محمد انور شاہ بن معظم شاہ حسینی کشمیری	۱۳۵۲ھ
(۱۴۸)	تحفۃ الأحوذی شرح سنن الترمذی	ابوالعلی عبدالرحمٰن مبارکپوری	۱۳۵۳ھ
(۱۴۹)	فتح الملہم	مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی	۱۳۶۹ھ
(۱۵۰)	التعلیق الصبیح علیٰ مشکوٰۃ المصابیح	مولانا محمد ادریس کاندھلوی	۱۳۹۴ھ
(۱۵۱)	معارف السنن شرح جامع الترمذی	مولانا محمد یوسف بن سید زکریا حسینی بنوری	۱۳۹۷ھ
(۱۵۲)	أوجز المسالک إلی موطا امام مالک	مولانا محمد زکریا بن محمد یحییٰ کاندھلوی	۱۴۰۲ھ
(۱۵۳)	مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح	ابوالحسن عبیداللہ بن بن محمد عبدالسلام بن خاں محمد بن امان اللہ بن حسام الدین رحمانی مبارکپوری	۱۴۱۴ھ
(۱۵۴)	منہاج السنن شرح سنن الترمذی	مولانا مفتی محمد فرید زرویوی	۱۴۳۲ھ

﴿سیرت وشمائل﴾

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۵۵)	زاد المعاد فی ہدیۃ خیر الانام	ابومحمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامۃ المقدسی	۶۲۰ھ

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۵۶)	سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیرالانام	محمد بن یوسف الصلاحی الشامی	۹۴۲ھ
(۱۵۷)	لمواھب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجرالکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۵۸)	سیرت مصطفیٰ	مولانا محمد ادریس بن مولانا حافظ محمد اسماعیل کاندھلوی	۱۳۹۴ھ

﴿کتب فقہ احناف﴾

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۵۹)	الحجۃ علی اہل المدینۃ	ابوعبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۱۶۰)	کتاب الأصل	ابوعبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۱۶۱)	الجامع الصغیر	ابوعبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۱۶۲)	مختصر الطحاوی	ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی	۳۲۱ھ
(۱۶۳)	شرح مختصر الطحاوی	ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی	۳۷۰ھ
(۱۶۴)	عیون المسائل	ابواللیث نصر بن محمد بن احمد بن ابراہیم السمر قندی	۳۷۳ھ
(۱۶۵)	مختصر القدوری	محمد بن احمد بن جعفر بن حمدان القدوری	۴۲۸ھ
(۱۶۶)	النتف فی الفتاوی	ابوالحسن علی بن الحسین بن محمد السغدی الحنفی	۴۶۱ھ
(۱۶۷)	المبسوط	شمس الائمہ ابوبکر محمد بن احمد بن سہل السرخسی	۴۸۳ھ
(۱۶۸)	شرح السیر الکبیر	شمس الائمہ ابوبکر محمد بن احمد بن سہل السرخسی	۴۸۳ھ
(۱۶۹)	تحفۃ الفقہاء	علاء الدین محمد بن احمد بن ابواحمد السمر قندی الحنفی	۵۳۹ھ
(۱۷۰)	خلاصۃ الفتاویٰ رمجموع الفتاویٰ	طاہر بن احمد بن عبدالرشید البخاری	۵۴۲ھ
(۱۷۱)	المحیط البرھانی فی الفقہ النعمانی	ابوالمعالی محمود بن احمد بن عبدالعزیز بن مازہ البخاری	۵۷۰ھ
(۱۷۲)	بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع	علامہ علاء الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفی	۵۸۷ھ
(۱۷۳)	فتاویٰ قاضی خان	محمود اوزجندی قاضی خان حسن بن منصور	۵۹۲ھ
(۱۷۴)	بدایۃ المبتدی وشرحہ الھدایۃ	برہان الدین ابوالحسن علی بن ابوبکر المرغینانی	۵۹۳ھ
(۱۷۵)	قنیۃ المنیۃ لتتمیم الغنیۃ	ابوالرجاء مختار بن محمود بن محمد الزاہدی الغزمینی	۶۵۸ھ
(۱۷۶)	المجتبی شرح مختصر القدروی	ابوالرجاء مختار بن محمود بن محمد الزاہدی الغزمینی	۶۵۸ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۷۷)	تحفۃ الملوک	زین الدین ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر بن عبدالقادر الحنفی الرازی	۶۶۶ھ
(۱۷۸)	مجمع البرکات	ابوالبرکات بن حسام الدین بن سلطان بن ھاشم بن رکن الدین بن جمال الدین بن سماء الدین الحنفی الدہلوی	۶۶۷ھ
(۱۷۹)	الوقایۃ (وقایۃ الروایۃ)	صدرالشریعہ محمود بن عبداللہ بن ابراہیم المحبوبی الحنفی	۶۷۳ھ
(۱۸۰)	الاختیار لتعلیل المختار	عبداللہ بن محمود بن مودود بن محمود ابوالفضل مجدالدین الموصلی	۶۸۳ھ
(۱۸۱)	الفتاویٰ الغیاثیۃ	شیخ داؤد بن یوسف الخطیب الحنفی	۶۸۶ھ کے بعد
(۱۸۲)	مجمع البحرین وملتقی النیرین	مظفرالدین احمد بن علی بن ثعلب المعروف بابن الساعاتی البعلبکی	۶۹۴ھ
(۱۸۳)	منیۃ المصلی وغنیۃ المبتدی	سدیدالدین محمد بن محمد بن الرشید بن علی الکاشغری	۷۰۵ھ
(۱۸۴)	کنزالدقائق	حافظ الدین ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی	۷۱۰،۷۰۱ھ
(۱۸۵)	تبیین الحقائق شرح کنزالدقائق	فخرالدین عثمان بن علی بن محجن الزیلعی	۷۴۳ھ
(۱۸۶)	شرح مختصرالوقایۃ (شرح وقایۃ الروایۃ)	صدرالشریعہ الصغیر، عبیداللہ بن مسعود بن محمود بن احمد المحبوبی الحنفی	۷۴۷ھ
(۱۸۷)	النقایۃ مختصرالوقایۃ	صدرالشریعہ الصغیر، عبیداللہ بن مسعود بن محمود بن احمد المحبوبی الحنفی	۷۴۷ھ
(۱۸۸)	الکفایۃ شرح الہدایۃ (متداولہ)	جلال الدین بن شمس الدین الخوارزمی الکرمانی	۷۶۷ھ
(۱۸۹)	النہایۃ شرح الہدایۃ	حسام الدین حسن بن علی بن حجاج السغناقی	۷۷۱ھ
(۱۹۰)	جامع المضمرات شرح مختصرالقدوری	یوسف بن عمر بن یوسف الصوفی الکادوری نبیرہ شیخ عمر بزار	۸۳۲ھ
(۱۹۱)	شرح العنایۃ علی الہدایۃ	اکمل الدین محمد بن محمد بن محمود البابرتی	۷۸۶ھ
(۱۹۲)	الفتاویٰ التاتارخانیۃ	علامہ عالم بن العلاء الأنصاری الدہلوی	۷۸۶ھ
(۱۹۳)	السراج الوہاج فی شرح مختصرالقدوری	ابوبکر بن علی بن محمد الحدادی العبادی	۸۰۰ھ
(۱۹۴)	الجوہرۃ النیرۃ فی شرح مختصرالقدوری	ابوبکر بن علی بن محمد الحدادی العبادی	۸۰۰ھ
(۱۹۵)	شرح مجمع البحرین علی ہامش المجمع	ابن الملک، عبداللطیف بن عبدالعزیز	۸۰۱ھ
(۱۹۶)	الفتاویٰ البزازیۃ	محمد بن محمد بن شھاب بن یوسف الکردری الخوارزمی المعروف بابن بزازی	۸۲۷ھ
(۱۹۷)	معین الحکام	ابوالحسن علاء الدین علی بن خلیل الطرابلسی الحنفی	۸۴۴ھ

سن وفات	مصنف، مؤلف	اسمائے کتب	نمبر شمار
۸۵۵ھ	بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی	البنایۃ شرح الہدایۃ	(۱۹۸)
۸۵۵ھ	بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی	منحۃ السلوک فی شرح تحفۃ الملوک	(۱۹۹)
۸۶۱ھ	ابن ہمام کمال الدین محمد بن عبدالواحد بن عبدالحمید الحنفی	فتح القدیر علی الہدایۃ	(۲۰۰)
۸۷۹ھ	ابوالعدل زین الدین قاسم بن قطلو بغا الحنفی	کتاب التصحیح والترجیح علی مختصر القدوری	(۲۰۱)
۸۸۵ھ	ملاخسرو، محمد بن فرامرز بن علی	دررالحکام شرح غررالأحکام	(۲۰۲)
۹۳۲ھ	ابوالمکارم عبدالعلی بن محمد بن حسین البرجندی	شرح النقایۃ	(۲۰۳)
۹۴۵ھ	سعداللہ بن عیسیٰ بن امیرخان الرومی الحنفی الشہیر بسعدی چلپی وبسعدی آفندی	حاشیۃ علی العنایۃ شرح الہدایۃ	(۲۰۴)
۹۵۶ھ	ابراہیم بن محمد بن ابراہیم چلپی حنفی المعروف بالحلبی الکبیر	ملتقی الأبحر	(۲۰۵)
۹۵۶ھ	ابراہیم بن محمد بن ابراہیم چلپی حنفی المعروف بالحلبی الکبیر	الصغیری شرح منیۃ المصلی	(۲۰۶)
۹۵۶ھ	ابراہیم بن محمد بن ابراہیم چلپی حنفی المعروف بالحلبی الکبیر	الکبیری شرح منیۃ المصلی	(۲۰۷)
۹۶۲ھ	شمس الدین محمد الخراسانی القہستانی	جامع الرموز شرح مختصر الوقایۃ المسمّی بالنقایۃ	(۲۰۸)
۹۷۰ھ	ابن نجیم زین العابدین بن ابراہیم المصری الحنفی	البحر الرائق فی شرح کنز الدقائق	(۲۰۹)
۹۸۵ھ	حامد بن محمد آفندی القونوی العمادی المفتی بالروم	الفتاویٰ الحامدیۃ	(۲۱۰)
۱۰۰۴ھ	شمس الدین محمد بن عبداللہ بن احمد بن تمرتاش الغزی الحنفی الخطیب التمرتاشی	تنویر الأبصار وجامع البحار	(۲۱۱)
۱۰۰۵ھ	علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم بن نجیم المصری الحنفی	النہر الفائق شرح کنز الدقائق	(۲۱۲)
۱۰۱۴ھ	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملاعلی قاری	شرح النقایۃ فی مسائل الہدایۃ	(۲۱۳)
۱۰۱۴ھ	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملاعلی قاری	رمز الحقائق شرح کنز الدقائق	(۲۱۴)
۱۰۲۱ھ	شہاب الدین احمد بن محمد بن احمد بن یونس بن اسماعیل بن یونس الشلبی	حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق	(۲۱۵)
۱۰۳۲ھ	علاء الدین علی بن محمد الطرابلسی بن ناصر الدین الحنفی	سکب الأنہر علی فرائض مجمع الانہر	(۲۱۶)
۱۰۶۹ھ	ابوالاخلاص حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	نورالایضاح ونجاۃ الارواح	(۲۱۷)
۱۰۶۹ھ	ابوالاخلاص حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	امداد الفتاح شرح نورالایضاح	(۲۱۸)
۱۰۶۹ھ	ابوالاخلاص حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	مراقی الفلاح شرح نورالایضاح	(۲۱۹)

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۲۰)	مجمع الأنهر فی شرح ملتقی الأبحر	عبدالرحمٰن بن شیخ محمد بن سلیمان الکلیبولی المدعو بشیخی زادہ، المعروف بداماد آفندی	۱۰۷۸ھ
(۲۲۱)	الفتاویٰ الخیریۃ لنفع البریۃ	خیرالدین بن احمد بن نورالدین علی ایوبی علیمی فاروقی الرملی	۱۰۸۱ھ
(۲۲۲)	الدرالمختار شرح تنویرالأبصار	محمد بن علی بن محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد بن حسن الحصنی المعروف بالعلاء الحصکفی	۱۰۸۸ھ
(۲۲۳)	الفتاویٰ الھندیۃ (عالمگیریہ)	شیخ نظام الدین برہان پوری گجراتی (و جماعۃ من اعلام فقہاء الھند)	۱۱۶۱ھ
(۲۲۴)	حاشیۃ الطحطاوی علیٰ مراقی الفلاح	علامہ السید احمد بن محمد الطحطاوی	۱۲۲۱ھ
(۲۲۵)	حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار	علامہ السید احمد بن محمد الطحطاوی	۱۲۲۱ھ
(۲۲۶)	اسعاف المولی القدیر شرح زادالفقیر	احمد بن ابراہیم تونسی دقدویسی مصری	۱۲۲۱ھ کے بعد
(۲۲۷)	مالابدمنہ (فارسی)	قاضی ثناء اللہ الاموی العثمانی الہندی پانی پتی	۱۲۲۵ھ
(۲۲۸)	ردالمحتار حاشیۃ الدرالمختار (شامی)	علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۲۹)	العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ	علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۳۰)	مجموعہ رسائل ابن عابدین	علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۳۱)	منحۃ الخالق حاشیۃ البحرالرائق	علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۳۲)	مأۃ مسائل	ابوسلیمان اسحاق بن محمد افضل بن احمد بن محمد بن اسماعیل بن منصور بن احمد بن محمد بن قوام الدین العمری الدھلوی (مولانا محمد اسحاق دہلوی)	۱۲۶۲ھ
(۲۳۳)	غایۃ الاوطار	مترجم اول: مولانا خرم علی ملہوری	۱۲۷۱ھ
	ترجمہ اردو الدرالمختار	مترجم دوم: مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی	--
(۲۳۴)	التحریرالمختار حاشیۃ ردالمحتار	عبدالقادرالرافعی الفاروقی	۱۲۸۳ھ
(۲۳۵)	اللباب فی شرح الکتاب (القدوری)	عبدالغنی بن طالب بن حمادۃ بن ابراہیم الغنیمی الدمشقی المیدانی الحنفی	۱۲۹۸ھ
(۲۳۶)	النافع الکبیر شرح الجامع الصغیر	ابوالحسنات محمد عبدالحئی بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۳۷)	السعایۃ فی کشف مافی شرح الوقایۃ	ابوالحسنات محمد عبدالحئی بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۳۸)	عمدۃ الرعایۃ فی حل شرح الوقایۃ	ابوالحسنات محمد عبدالحئی بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۳۹)	حاشیہ علی الھدایہ	ابوالحسنات محمد عبدالحئی بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۴۰)	نفع المفتی والسائل بجمع متفرقات المسائل	ابوالحسنات محمد عبدالحئ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۴۱)	مجموعۃ الفتاویٰ	ابوالحسنات محمد عبدالحئ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۴۲)	مجموعۃ رسائل اللکنوی	ابوالحسنات محمد عبدالحئ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۴۳)	تحفۃ النبلاء فی جماعۃ النساء	ابوالحسنات محمد عبدالحئ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۴۴)	القطوف الدانیۃ فی تحقیق الجماعۃ الثانیۃ	مولانا رشید احمد بن مولانا ہدایت احمد انصاری گنگوہی	۱۳۲۲ھ
(۲۴۵)	رسائل الارکان	عبدالعلی محمد بن نظام الدین محمد انصاری لکھنوی	۱۳۳۵ھ
(۲۴۶)	مجلۃ الاحکام العدلیۃ	لجنۃ مکونۃ من عدۃ علماء وفقہاء فی الخلافۃ العثمانیۃ	--
(۲۴۷)	الآثار الحمیدیۃ شرح مجلۃ الاحکام العدلیۃ	عبداللطیف بن حسین الغزی	۱۳۴۰ھ
(۲۴۸)	بہشتی گوہر	مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	۱۳۶۲ھ
(۲۴۹)	بہشتی زیور	مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	۱۳۶۲ھ
(۲۵۰)	کشف الدجیٰ عن وجہ الربوا	مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	۱۳۶۲ھ
(۲۵۱)	تصحیح الاغلاط	مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	۱۳۶۲ھ
(۲۵۲)	علم الفقہ	عبدالشکور بن ناظر علی فاروقی لکھنوی	--
(۲۵۳)	معلم الحجاج	حضرت مولانا قاری سعید احمد صاحب سہارنپوری	--
(۲۵۴)	شرح کشف الاسرار ترجمہ الدر المختار	مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب	--
(۲۵۵)	طہارت اور نماز کے تفصیلی مسائل	مولانا اویس احمد قاسمی	۱۴۳۶ھ
(۲۵۶)	رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا طریقۂ نماز		مدظلہ
(۲۵۷)	احکام نماز اور احادیث وآثار	مولانا عبیداللہ اسعدی باندہ	مدظلہ
(۲۵۸)	الجامع لأحکام الصلوٰۃ	ابوعبدالرحمٰن عادل بن سعد	مدظلہ

﴿دیگر مسالک کی کتب فقہ﴾

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۵۹)	المدونہ	امام دار الہجرہ، مالک بن انس بن مالک بن عامر الاصبحی المدنی	۱۷۹ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۶۰)	کتاب الام	امام شافعی ابوعبداللہ محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع بن عبدالمطلب بن عبد مناف الشافعی القرشی المکی	۲۰۴ھ
(۲۶۱)	المحلی بالآثار	ابومحمد علی بن احمد بن سعید بن حزم الاندلسی القرطبی الظاہری	۴۵۶ھ
(۲۶۲)	بحرالمذہب	ابوالمحاسن عبدالواحد بن اسماعیل الرویانی	۵۰۲ھ
(۲۶۳)	المغنی	ابومحمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامۃ المقدسی	۶۲۰ھ
(۲۶۴)	المجموع شرح المہذب	محی الدین ابوزکریا یحيٰ بن شرف النووی الشافعی الدمشقی	۶۷۶ھ
(۲۶۵)	فتاویٰ النووی	محی الدین ابوزکریا یحيٰ بن شرف النووی الشافعی الدمشقی	۶۷۶ھ
(۲۶۶)	الشرح الکبیر علی المقنع	شمس الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن بن محمد بن احمد بن قدامۃ المقدسی	۶۸۲ھ
(۲۶۷)	الفتاویٰ الکبریٰ	تقی الدین ابوالعباس احمد بن عبدالحلیم بن تیمیہ الجرانی الحنبلی الدمشقی	۷۲۸ھ
(۲۶۸)	المدخل	ابوعبداللہ محمد بن محمد بن محمد العبدری الفاسی المالکی الشہیر بابن الحاج	۷۳۷ھ
(۲۶۹)	شرح العباب	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۲۷۰)	الفتاویٰ الکبریٰ	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۲۷۱)	المبدع شرح المقنع	ابواسحاق، برہان الدین، ابراہیم بن محمد عبداللہ بن محمد بن مفلح	۸۸۲ھ
(۲۷۲)	المیزان الکبریٰ	ابوالمواہب عبدالوہاب بن احمد بن علی بن احمد بن علی بن زوفا بن ابی الشیخ الشعرانی	۹۷۳ھ
(۲۷۳)	خواتین کے مخصوص مسائل	شیخ صالح بن فوزان بن عبداللہ الفوزان الودعاتی الدوسری	مدظلہ

﴿فقہ مقارن﴾

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۷۴)	بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۲۷۵)	الفقہ الاسلامی وادلتہ	ڈاکٹر وہبہ بن مصطفیٰ زحیلی	۲۰۱۵ء
(۲۷۶)	موسوعہ فقہ ابوبکر	ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی	مدظلہ
(۲۷۷)	موسوعہ فقہ عائشہ	ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی	مدظلہ
(۲۷۸)	الموسوعۃ الفقہیۃ	مرتبہ وزارت اوقاف کویت	--

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
	﴿اصول فقہ﴾		
(۲۷۹)	اصول البز دوی	فخر الاسلام علی بن محمد البز دوی	۴۲۲ھ
(۲۸۰)	اصول السرخسی	محمد بن احمد بن ابوسہل شمس الائمہ السرخسی	۴۸۳ھ
(۲۸۱)	آداب المفتی	محی الدین ابوزکریا یحیٰ بن شرف النووی الشافعی الدمشقی	۶۷۶ھ
(۲۸۲)	الکافی شرح البز دوی	الحسین بن علی بن حجاج بن علی حسام الدین السغناقی	۷۱۱ھ
(۲۸۳)	کشف الاسرار شرح اصول البز دوی	عبدالعزیز بن احمد بن محمد علاء الدین البخاری الحنفی	۷۳۰ھ
(۲۸۴)	الأشباہ والنظائر	زین الدین بن ابراہیم بن محمد، ابن نجیم المصر ی	۹۷۰ھ
(۲۸۵)	غمز عیون البصائر فی شرح الاشباہ والنظائر	احمد بن محمد المکی ابوالعباس شہاب الدین الحسینی الحمو ی الحنفی	۱۰۹۸ھ
(۲۸۶)	شرح عقود رسم المفتی	علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۸۷)	عمدۃ الفقہ	سید زوار حسین شاہ	۱۴۰۰
	﴿تزکیہ واحسان﴾		
(۲۸۸)	ادب الدنیا والدین	ابوالحسن علی بن محمد بن محمد بن حبیب البصر ی البغدادی الماوردی	۴۵۰ھ
(۲۸۹)	احیاء علوم الدین	ابوحامد محمد بن محمد الغزالی الطّوسی	۵۰۵ھ
(۲۹۰)	غنیۃ لطالبین	قطب ربانی محبوب سبحانی عبدالقادر بن أبی صالح الجیلی	۵۶۱ھ
(۲۹۱)	الفتح الربانی	قطب ربانی محبوب سبحانی عبدالقادر بن أبی صالح الجیلی	۵۶۱ھ
(۲۹۲)	الترغیب والترہیب	ابومحمد زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری الشامی الشافعی	۶۵۶ھ
(۲۹۳)	الأذکار للنووی	محی الدین ابوزکریا یحیٰ بن شرف النووی الشافعی الدمشقی	۶۷۶ھ
(۲۹۴)	الکبائر	شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان بن قائماز ذہبی	۷۴۸ھ
(۲۹۵)	الزواجر عن اِقتراف الکبائر	شہاب الدین شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیثمی السعدی الانصاری	۹۷۴ھ
	﴿لغات، معاجم، ادب وتاریخ، طبقات وتراجم﴾		
(۲۹۶)	الطبقات الکبریٰ لابن سعد	ابوعبداللہ محمد بن سعد بن منیع الھاشمی البصر ی البغدادی	۲۳۰ھ

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف،مؤلف	سن وفات
(۲۹۷)	النہایۃ فی غریب الحدیث والأثر	مجدالدین ابوالسعادات المبارک بن محمد بن محمد بن محمد بن عبدالکریم الشیبانی الجزری	۶۰۶
(۲۹۸)	مجمع البحار فی لغۃ الاحادیث والآثار	علامہ محمد طاہر بن علی صدیقی پٹنی	۹۸۶ھ
(۲۹۹)	التعریفات الفقھیۃ	محمد عمیم الاحسان المجددی البرکتی	۱۳۹۵ھ
(۳۰۰)	قاموس الفقہ	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	مدظلہ
(۳۰۱)	معجم لغۃ الفقہاء	محمد رواس قلعہ جی/حامد صادق قنیبی	مدظلہ
(۳۰۲)	فیروزاللغات	الحاج مولوی فیروزالدینؒ	----

﴿متفرقات﴾

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف،مؤلف	سن وفات
(۳۰۳)	حجۃ اللہ البالغۃ	شاہ ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم ابوعبدالعزیز وابوعبداللہ	۱۱۷۶ھ
(۳۰۴)	ازالۃ الخفاء	شاہ ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم ابوعبدالعزیز وابوعبداللہ	۱۱۷۶ھ
(۳۰۵)	حقیقۃ الشیعۃ	عبداللہ الموصلی	----

نوٹ: ''فتاویٰ علماء ہند،جلد-۱۰'' کے متن وحاشیہ میں ان کتابوں سے استفادہ ہوا ہے اور متعلقہ جگہ طباعت کی تفصیلات درج ہیں۔(انیس الرحمٰن قاسمی/محمد اسامہ شمیم ندوی)